مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں

فقہ الحدیث

اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

امام شوکانیؒ کی فقہ کی معروف کتاب "الدرر البھیۃ" کا

ترجمہ و تشریح بمعہ تخریج و تحقیق

جلد دوم

تالیف و تخریج:

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق و افادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

نام کتاب

فقہ الحدیث

اسلامی طرزِ زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

تالیف و تخریج:

حافظ عمران ایوب لاہوری

تحقیق و افادات:

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

تاریخ اشاعت

جولائی ۲۰۰۴ء

مطبوعہ

آصف لیٹین پرنٹرز لاہور

Phone: 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com
Wibsite:fiqhulhadith.com

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Phone: 042-7321865
E-mail: nomania2000@hotmail.com
Website: nomanibooks.com

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں

اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

امام شوکانی کی فقہ کی معروف کتاب "الدرر البہیۃ" کا

ترجمہ و تشریح بمعہ تخریج و تحقیق

جلد دوم

تالیف و تخریج:

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق و افادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

فقہ الحدیث

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

تفہیم کتاب و سنت کا تحقیقی وطباعتی ادارہ
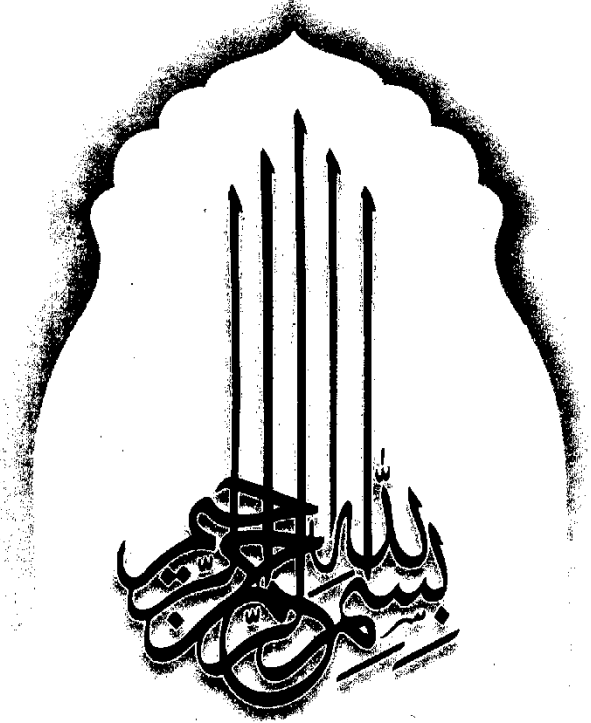
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست

8

کتاب النکاح نکاح کے مسائل

(6) کتاب الطلاق — طلاق کے مسائل

(15) کتاب البیوع خرید و فروخت کے مسائل

باب 9

(11) کتاب الأیمان — قسموں کے مسائل

(12) کتاب النذر نذر کے مسائل

(13) کتاب الأطعمة کھانے کے مسائل

باب 3

ذبح کا بیان

باب 4

مہمان نوازی کا بیان

باب 5

کھانے کے آداب کا بیان

(16) کتاب الأشربة مشروبات کے مسائل

(15) کتاب اللباس لباس کے مسائل

16 كتاب الأضحية قربانی کے مسائل

باب 2

باب 3

(17) کتاب الطب — طب کے مسائل

کتاب الوکالۃ وکالت کے مسائل

کتاب الضمانۃ ضمانت کے مسائل

کتاب الصلح صلح کے مسائل

كتاب الحوالة حوالہ کے مسائل

كتاب المفلس دیوالیہ کے مسائل

كتاب اللقطة گمشدہ اشیا کے مسائل

(26) کتاب القضاء قضاء کے مسائل

کتاب الخصومة جھگڑے کے مسائل

(26) کتاب الحدود حدود کے مسائل

۲۷ کتاب القصاص قصاص کے مسائل

(28) كتاب الديات — خون بہا کے مسائل

29 كتاب الوصية وصیت کے مسائل

(30) کتاب المواریث — وراثت کے مسائل

(31) کتاب الجهاد والسير — جہاد اور سیر کے مسائل

تقریظ

" فقہ الحدیث" کا مطلب ہے حدیث کی فقہ یعنی حدیثِ رسول سے اخذ کردہ احکام ومسائل۔" فقہ الحدیث" کا لفظ مروجہ مذاہب کی فقہوں کے مقابلے میں بولا جاتا ہے جیسے حنفی مذہب کے احکام ومسائل کے مجموعے اور مفتیٰ بہ اقوال وآراء کا نام فقہ حنفی ہے۔ایسے ہی مالکی فقہ' شافعی فقہ اور حنبلی فقہ وغیرہ ہیں۔ان فقہی کتابوں کے علاوہ احادیث کے مجموعے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کی گئی ہیں جیسے صحیح مسلم' صحیح بخاری' سنن اربعہ (ابوداود' نسائی' ترمذی اور ابن ماجہ) ہیں۔جن کو صحاح ستہ یا کتب ستہ کہا جاتا ہے اسی طرح صحیح ابن حبان' صحیح ابن خزیمہ' مؤطا امام مالک' سنن بیہقی' مستدرک حاکم وغیرہ ہیں' ان مجموعہ ہائے حدیث کی ترتیب فقہی ابواب پر ہے۔یعنی حدیث کے جامعین ومرتبین (محدثینِ کرام) نے ان حدیثوں کو فقہی انداز سے جمع کیا ہے۔مثلاً کتاب الصلوۃ کے تحت الگ الگ باب میں نماز کے ہر مسئلے پر احادیث جمع کر دی ہیں اسی طرح کتاب الزکاۃ' کتاب الجنائز' کتاب الطہارۃ وغیرہ ہیں۔لیکن احادیث کے ان مجموعوں میں صرف ابواب ہی کی ترتیب فقہی انداز پر ہے احادیث سے اخذ کردہ مسائل واستنباطات زیادہ نہیں ہیں اور یہ محدثین کا ایک خاص اسلوب تھا۔انہوں نے ان احادیث سے احکام ومسائل اخذ تو کیے اور اسی بنیاد پر انہوں نے اپنے مجموعوں کی کتب بندی اور ابواب بندی بھی کی جس میں امام بخاریؒ کو ایک نہایت امتیازی مقام حاصل ہے لیکن انہوں نے غایت درجہ احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فہم واستنباط کو صرف ابواب بندی ہی تک محدود رکھا اس سے زیادہ اپنی آراء اور افکار کا اظہار نہیں کیا۔

اس محتاط اسلوب کی وجہ سے مقلدین جامدین نے' جن کو اپنی خانہ ساز فقہوں پر بڑا ناز تھا' یہ کہنا شروع کر دیا کہ محدثین کی حیثیت تو (نعوذ باللہ) صرف ایک عطار کی سی ہے جو جڑی بوٹیاں تو فروخت کرتا ہے لیکن ان کے خواص وفوائد سے وہ بے خبر ہوتا ہے' خواص وفوائد صرف حکیم ہی جانتے ہیں اور وہی ان جڑی بوٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔اس بنا پر انہوں نے اس ادعا کا اظہار کیا کہ فقیہ تو صرف وہ مؤلفین ہیں جنہوں نے اپنے امام اور اصحاب مذہب کی آراء واقوال کی تخریج در تخریج کر کے فقہی کتابیں لکھیں اور محدثین تو ایک عطار کی طرح صرف حدیث کے جامع ہیں جو احادیث کے فہم اور ان سے استنباط کی قوت سے عاری ہیں حتی کہ ان کی جسارت یہاں تک بڑھی کہ احادیث کے اولین راوی صحابہ کرام کو بھی انہوں نے فقیہ اور غیر فقیہ کے خانوں میں تقسیم کر دیا اس شوخ چشمانہ جسارت پر اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ﴿ إِنْ هٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ

عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُوْنَ فَقَدْ جَاءُوْا ظُلْماً وَزُوْراً ﴾ [الفرقان : ٤]

حالانکہ محدثین کی احادیث کی فقہی ترتیب ہی ان کی فقاہت اور قوتِ استنباط کی ایک بہت بڑی دلیل ہے' جیسے امام بخاریؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ((فِقْهُ الْبُخَارِيِّ فِيْ تَرَاجِمِهِ)) ''امام بخاریؒ کی فقاہت دیکھنی ہو تو احادیث پر ان کی ابواب بندی کو دیکھ لو۔'' یہ بات صرف امام بخاریؒ ہی کی حد تک نہیں ہے بلکہ دوسرے محدثین بھی فقاہت سے بہرہ ور تھے' گو امام بخاری کو اس میں ایک نہایت ممتاز مقام حاصل ہے۔

بہر حال جب فقہائے مقلدین اور ان کے ہم نواؤں کے مذکورہ ادّعا کی لَے زیادہ بڑھی اور انہوں نے زیادہ بلند آہنگی سے محدثین کی فقاہت کو موردِ طعن اور ہدفِ تنقید بنایا تو محدثین کی فکر اور مسلک کے حاملین نے احادیث کے مجموعوں کو سامنے رکھ کر تشریحی انداز سے احادیث سے اخذ کردہ مسائل و احکام پر کتابیں تالیف کرنی شروع کر دیں' تاکہ فقہ الناس کے مقابلے میں فقہ الحدیث اور فقہ السنہ کی برتری قائم رہے۔

ان فکرِ محدثین کے حاملین و مؤلفین میں' جو محدثین ہی کی طرح فقہ و حدیث کے جامع ہیں ایک نمایاں نام امام شوکانیؒ کا ہے۔ انہوں نے فقہ الحدیث میں تین کتابیں تالیف فرمائیں '' نيل الأوطار' السيل الجرار اور الدرر البهية '' اول الذکر دونوں کتابیں مفصل ہیں اور اپنے موضوع پر نہایت جامع اور منفرد ہیں۔ جب کہ ثالث الذکر کتاب (الدرر البھیۃ) مختصر ہے۔ اور مختصر ہونے ہی کی وجہ سے بہت سے سلفی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اور اسی اختصار کی وجہ سے مدرسین کو اس کے پڑھانے میں اور طلبا کو اس کے سمجھنے میں بعض مقامات پر دقت پیش آتی ہے۔

عربی میں اس کی ایک مفصل شرح نواب صدیق حسن خان آف بھوپالؒ نے '' الروضة الندية '' کے نام سے لکھی ہے لیکن اس تک رسائی ہر شخص کے لیے مشکل ہے اور اردو دان حضرات کے لیے تو اس سے استفادہ یکسر ممکن نہیں ہے۔

انہی مشکلات کے پیشِ نظر **حافظ عمران ایوب** سلمہ اللہ تعالیٰ نے زیرِ نظر تالیف '' فقه الحديث'' تحریر فرمائی ہے جو امام شوکانیؒ کی کتاب '' الدرر البهية '' کی واحد اردو شرح ہے۔

یہ شرح اس لحاظ سے نہایت مفید ہے کہ اس کی عبارت کے حل و تفہیم کے ساتھ ساتھ احادیث کی تخریج و تحقیق' فقہی مذاہب و اقوال کا بیان اور ان میں دلائل کی رو سے راجح مذہب کی وضاحت بھی ہے۔ طلبائے علوم دینیہ اور اساتذۂ کرام کے علاوہ عام لوگوں کے لیے بھی یہ کتاب اس لحاظ سے نہایت اہمیت و افادیت کی حامل ہے کہ اس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہدایت و رہنمائی مل جاتی ہے۔ یہ صرف '' الدرر البهية '' کی شرح ہی نہیں ہے بلکہ فاضل مصنف کے اضافات نے اسے اسلامی ہدایات و تعلیمات کا ایک انسائیکلو پیڈیا بنا دیا ہے جس پر وہ یقیناً تحسین و آفرین کے سزاوار اور زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔ [جزاه الله عن الإسلام والمسلمين خير الجزاء]

کتبہ: **حافظ صلاح الدین یوسف عفا اللہ عنہ**

124/40 شاداب کالونی' علامہ اقبال ٹاؤن گڑھی شاہو لاہور۔

پیش لفظ

" فقہ الحدیث" نام اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا کیونکہ یہ ایک ایسی کتاب کا نام ہے جس نے متلاشیانِ حق کو فقہ اور تخریج وتحقیق کی متعدد ضخیم اور قیمتی کتب خریدنے سے ایک حد تک مستغنی کر دیا ہے۔ پہلی جلد کی اشاعتِ اوّل پر ہی راقم الحروف کو اہلِ علم کی طرف سے مبارکباد کے مختلف خطوط موصول ہوئے جن میں کتاب ہذا کی بے حد تعریف وتوثیق کی گئی تھی۔ اس کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اہلِ علم نے بالخصوص اختصار، تخریج وتحقیق، مختلف ائمہ کے مذاہب کا بیان اور راجح (أقرب إلی الحق) مؤقف کی وضاحت کو ممتاز وو قیع قرار دیا تھا۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم اور راقم الحروف پر اس کی خصوصی عنایت کا ہی نتیجہ ہے وگرنہ شاید یہ بندۂ ناچیز اس شرف وعزت کا اہل نہ تھا۔

پہلی جلد کی مقبولیت کے بعد اب قارئین کی خدمت میں فقہ الحدیث کی دوسری جلد پیش کی جا رہی ہے۔ یہ جلد بھی اپنی ترتیب، تہذیب، تخریج، تحقیق، قدیم وجدید علما ومفتیان کے مذاہب اور جامعیت کے لحاظ سے اُن تمام خوبیوں اور کمالات کی حامل ہے جن کی حامل پہلی جلد تھی۔ اس کی ابتداء میں بھی قارئین کی سہولت کے لیے وہ ضروری اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔

آخر میں قارئین سے دعا کی التماس ہے کہ اللہ تعالیٰ راقم الحروف کو مزید علم وعمل اور توفیق سے نوازے تاکہ فقہ الحدیث جیسی متعدد قابل قدر تصنیفات عامۃ الناس کی اصلاح وفلاح کے لیے پیش کی جا سکیں۔

"وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب"

حافظ عمران ایوب لاہوری

کتبہ بتاریخ : 3 جولائی 2004ء

بمطابق : 14 جمادی الاول 1425ھ

ایڈریس: مکان نمبر 52 گلی نمبر 7 اورنگ زیب پارک شمع کالونی مین شہباز روڈ شادباغ لاہور۔

فون: 0300-4206199

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن' سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابو حنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الأشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روزِ محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمتِ شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطھارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب ،نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

کتاب الحج
حج کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ [البقرة : ١٩٦]

''حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ یایها الناس خذوا عنی مناسککم ﴾

''اے لوگو! مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو۔''

[صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٧٨٨٢)]

کتاب الحج ❶

حج کے مسائل

باب احکام الحج — حج کے احکام

پہلی فصل

حج کا وجوب

يَجِبُ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ مُسْتَطِيعٍ	ہر مکلّف' استطاعت رکھنے والے شخص پر حج واجب ہے۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ حج باب حَجَّ يَحُجُّ (نصر' مدّ) سے مصدر ہے' اس کا معنی ''قصد و ارادہ کرنا'' ہے۔ امام خلیلؒ کے نزدیک اس کا معنی ''محترم مقام کی طرف کثرت سے قصد کرنا ہے۔'' (۱)

شرعی تعریف: مخصوص افعال کی ادائیگی کے لیے مسجد حرام کی طرف (سفر کا) قصد کرنا' حج کہلاتا ہے۔ (۲)

مشروعیت کی تاریخ:

اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) حج چھ ہجری میں فرض ہوا۔ (۳)

(ابن قیمؒ) نو یا دس ہجری میں فرض کیا گیا۔ (٤)

(وھبہ زحیلیؒ) نو ہجری کے اواخر میں فرض ہوا۔ (٥)

حج اسلام کا رکن ہے:

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ اشیا پر رکھی گئی ہے.......... (ان میں سے ایک حج ہے)۔ (٦)

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/١٦٧) تحفة الأحوذي (٦٢٣/٣)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٠٦٤/٣) المغني (٢١٧/٣) كشاف القناع (٤٣٧/٢) اللباب (١٧٧/١) فتح القدير (١٢٠/٢)]

(۳) [سبل السلام (٩١٩/٢)]

(٤) [زاد المعاد (١٠١/٢)]

(٥) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٠٦٥/٣)]

(٦) [بخاري (٨) كتاب الإيمان : باب دعائكم إيمانكم]

فضیلتِ حج:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة ﴾ ''حجِ مبرور (جس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو) کا بدلہ جنت کے علاوہ اور کوئی نہیں۔'' (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من حج ولم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته أمه ﴾ ''جس نے حج کیا (اور اس میں) نہ عورتوں کے قریب گیا اور نہ ہی کوئی فسق و فجور کا کام کیا تو وہ اپنے گناہوں سے (پاک صاف ہو کر) اُس دن کی طرح لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا۔'' (۲)

○ واضح رہے کہ حج کے تمام افعال بجالانا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خذوا عني مناسككم ﴾ ''مجھ سے حج کے طریقے سیکھو۔'' (۳)

لہٰذا جو افعال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھائے انہیں اختیار کیا جائے۔ تاہم اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ اگر کوئی بھی فعل رہ جائے گا تو حج باطل ہو جائے گا بلکہ حج تو ہو جائے گا لیکن اس میں نقص رہ جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ صرف شرط کا میزہ ہے کہ جس کا عدم عدم کو مستلزم ہوتا ہے اور افعال حج میں صرف ہمیں وقوف عرفہ ہی ایسا فعل نظر آتا ہے جس میں ایسا معنی پایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر حج نہیں ہوتا جیسا کہ درج ذیل دلائل اس پر شاہد ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ الحج عرفة ﴾ ''حج تو (وقوفِ) عرفہ ہی ہے۔'' (٤)

(2) ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من شهد معنا الصلاة وأفاض من عرفات ليلا أو نهارا فقد قضى تفثه وتم حجه ﴾ ''جو شخص ہمارے ساتھ نماز (یعنی یوم النحر کی نماز) میں حاضر ہوا اور میدانِ عرفات سے رات یا دن کو چکر لگا آیا تو بے شک اس نے اپنا میل کچیل دور کر لیا اور اس کا حج مکمل ہوا۔'' (٥)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان

(۱) [بخاری (۱۷۷۳) کتاب الحج : باب وجوب العمرة وفضلها، مسلم (۱۳٤۹) ترمذی (۹۳۳) نسائی (۱۱۵/۵) ابن ماجة (۲۸۸۸) موطا (۳٤٦/۱) عبدالرزاق (۸۷۹۸) حمیدی (۱۰۰۲) دارمی (۳۱/۲) بیهقی (۲٦۱/۵) شرح السنة (٤/٤-٥)]

(۲) [بخاری (۱۵۲۱) کتاب الحج : باب فضل الحج المبرور، مسلم (۱۳۵۰)]

(۳) [مسلم (۱۲۹۷) ابو داود (۱۹۷۰) ابن ماجة (۳۰۲۳) نسائی (۲۷۰/۵) بیهقی (۱۳۰/۵) الحلية لأبي نعيم (۲۲٦/۷) أحمد (۳۱۸/۳)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۲٤٤۱) کتاب الحج : باب من أتى عرفة قبل الفجر ليلة جمع، إرواء الغليل (۱۰٦٤) صحیح ابو داود (۱۷۰۳) ابن ماجة (۳۰۱۵) ابو داود (۱۹٤۹) ترمذی (۸۸۹) نسائی (۲٦٤/۵) أحمد (۳۰۹) دارقطنی (۲٤۰/۲) بیهقی (۱۱٦/۵)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۲٤٤۲) أيضا، إرواء الغليل (۱۰٦٦) ابن ماجة (۳۰۱٦) ابو داود (۱۹۵۰) ترمذی (۸۹۱) نسائی (٦٦۳/۵) أحمد (۱۵/٤) حاكم (٤٦۳/۱) دارقطنی (۲۳۹/۲) بیهقی (۱۱٦/۵)]

لوں پر جو اس کی طرف راستے (یعنی زادِراہ اور سفر کے اخراجات وغیرہ) کی طاقت رکھتے ہوں اس گھر (یعنی بیت اللہ) کا
ج فرض کیا ہے۔''

2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ یایھا الناس قد فرض اللہ علیکم الحج
فحجوا ﴾ ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔'' ایک آدمی (حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ) نے
رض کیا کہ کیا ہر سال اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتی کہ اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
رمایا ''اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) واجب ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔'' (۱)

3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت میں ہے ﴿ الحج مرة واحدة فمن زاد فھو تطوع ﴾ ''حج ایک
رتبہ (فرض) ہے اور جس نے زیادہ کیا تو وہ نفلی حج ہے۔'' (۲)

4) امت کا اتفاق ہے کہ حج کی استطاعت رکھنے والے شخص پر حج واجب ہے۔(۳) اور یہ صرف زندگی میں ایک مرتبہ ہی
رض ہے جیسا کہ یہ بھی اجماعاً ثابت ہے۔
شوکانیؒ، ابن حجرؒ، نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

557- لفظِ سبیل کا مفہوم

گذشتہ آیت میں مذکور'' سبیل '' کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الزاد والراحلة ﴾
'راستے کا خرچ اور سواری۔'' (٥)

اگر چہ یہ اور اس معنی کی تمام روایات ضعیف ہیں لیکن امت کی اکثریت اسی تفسیر کی قائل ہے جیسا کہ امام صنعانیؒ نے اس
کی صراحت کی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مؤقف نقل کیا ہے۔ زاد (یعنی واپسی تک اہل وعیال کے خرچ سے زائد
ال) تو مطلقاً شرط ہے اور راحلہ (یعنی کوئی بھی سواری مثلاً مویشی' بحری جہاز' ہوائی جہاز' گاڑی وغیرہ) ایسے شخص کے لیے جس کا
گھر (لمبے) فاصلے پر ہو۔(٦)

---

(۱) [مسلم (۱۳۳۷) کتاب الحج : باب فرض الحج مرة فی العمر' أحمد (۵۰۸/۲) نسائی (۱۱۰/٥) ابن حبان (۳۷۰۵) دارقطنی (۲۸۱/۲) بیھقی (۳۲٦/٤)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۵۱٤) کتاب المناسك : باب فرض الحج' ابو داود (۱۷۲۱) نسائی (۱۱۱/٥) ابن ماجة (۲۸۸٦) دارمی (۲۹/۲) عبد بن حمید (٦۷۷) دارقطنی (۲۸۰/۲) حاکم (٤٤۱/۱) بیھقی فی المعرفة (٤۷۱/۳) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳٥۹/۳)]

(٤) [نیل الأوطار (۲۷۳/۳) فتح الباری (۱٥۲/٤) شرح مسلم (۳۳۰/٤)]

(٥) [ضعیف : إرواء الغلیل (۹۸۸) دارقطنی (۲۱٦/۲) شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ یہ اور اس معنی کی تمام احادیث ضعیف ہیں۔]

(٦) [سبل السلام (۹۲۳/۲)]

558- عورت پر وجوبِ حج کے لیے محرم کا ہونا شرط ہے

جیسا کہ شیخ وھبہ زحیلی نے یہ بات نقل فرمائی ہے۔(۱)

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تسافر المرأة ثلثة أيام إلا مع ذى محرم ﴾ ''عورت تین دن کا سفر محرم رشتہ دار کے بغیر نہ کرے۔''(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں ہے ﴿ أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمة ﴾ ''کہ وہ بغیر کسی محرم رشتہ دار کے ایک دن اور رات کا سفر کرے۔''(۳)

(3) ایک آدمی نے عرض کیا کہ میری بیوی حج کے لیے روانہ ہو گئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کے لیے لکھ دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ انطلق فحج مع امرأتك ﴾ ''جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''(٤)

فَوْرًا	فوری طور پر۔ ❶

❶ فی الحقیقت یہ مسئلہ اصولی بحث سے تعلق رکھتا ہے کہ کیا امر فوری طور پر عمل کا تقاضا کرتا ہے یا تاخیر سے' اس میں علمائے اصولیین نے طویل اختلاف کیا ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے تفصیلا اسے نقل فرمایا ہے۔(٥)

تاہم اس میں راجح بات ان شاء اللہ یہی ہے کہ امر فوری طور پر عمل کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ امام ابن حزمؒ وغیرہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور اس کے دلائل میں مندرجہ ذیل آیات شامل ہیں:

① ﴿ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ﴾ [البقرة : ١٤٨] ''نیکیوں کی طرف دوڑو۔''

② ﴿ وَسَارِعُوْا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [آل عمران : ١٣٣] ''اپنے رب کی مغفرت کی طرف بھاگو۔''

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل احادیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ استطاعت و وسعت کے بعد فوری طور پر حج کر لینا چاہیے:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ تعجلوا إلى الحج فإن أحدكم ما يدرى ما يعرض له ﴾ ''حج کی طرف جلدی کرو کیونکہ یقیناً تم میں سے کسی کو اُس کا علم نہیں جو اسے پیش آنے والا ہے۔''(٦)

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٠٩٢/٣)]

(۲) [بخاری (١٠٨٦) کتاب تقصير الصلاة : باب في كم يقصر الصلاة ' مسلم (١٣٣٨) ابو داود (١٧٢٧)]

(۳) [بخاری (١٠٨٨) أيضا ' مسلم (١٣٣٩) ابو داود (١٧٢٤) ترمذی (١١٧٠)]

(٤) [مسلم (١٣٤١) كتاب الحج : باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره]

(٥) [إرشاد الفحول (ص/٩٩-١٠١)]

(٦) [أحمد (٣١٤/١)]

(2) ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ ﴿ من أراد الحج فليتعجل فإنه قد يمرض المريض و تضل الراحلة و تعرض الحاجة ﴾ ''جو حج کرنا چاہتا ہے وہ جلدی کرے کیونکہ بے شک مرض لاحق ہو سکتا ہے' سواری گم ہو سکتی ہے اور کوئی حاجت پیش آ سکتی ہے۔''(۱)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں ان شہروں کی طرف کچھ آدمی روانہ کرنا چاہتا ہوں جو ہر ایسے شخص کو دیکھ کر اس پر جزیہ مقرر کر دیں جس نے طاقت کے باوجود حج نہیں کیونکہ ﴿ ماهم بمسلمين ﴾ ''وہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔'' یہ کلمات آپ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ دہرائے۔(۲)

اس مسئلے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ، مالکؒ، ابو حنیفہؒ) جس کے پاس استطاعت ہو اسے فوری طور پر حج کرنا چاہیے۔

(شافعیؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) تاخیر سے بھی حج کر سکتا ہے۔(۳)

جو لوگ تاخیر سے بھی حج کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ پانچ یا چھ ہجری میں حج فرض ہو جانے کے باوجود نبی ﷺ نے دس ہجری کو حج کیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ فرضیتِ حج کی تاریخ میں اختلاف ہے اور بعض نے نو یا دس ہجری کا بھی کہا ہے جیسا کہ امام ابن قیمؒ وغیرہ اس لیے بطورِ دلیل یہ بات پیش کرنا درست نہیں۔

وَكَذَٰلِكَ الْعُمْرَةُ وَمَا زَادَ فَهُوَ نَافِلَةٌ	اور اسی طرح عمرہ بھی ❶ اور ایک سے زیادہ مرتبہ نفل ہے۔ ❷

❶ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما ﴾ ''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک دونوں کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے۔''(٤)

فقہا نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ صاحبِ استطاعت پر عمرہ بھی ایک مرتبہ فرض ہے یا نہیں؟۔

(احمدؒ، شافعیؒ) عمرہ واجب ہے۔ حضرت عمرؓ' حضرت ابن عمرؓ' حضرت ابن عباسؓ' حضرت علی رضی اللہ عنہم' امام حسنؒ' امام ثوریؒ اور علماء کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) یہ سنت ہے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور امام شعبیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔(٥)

---

(۱) [حسن : إرواء الغليل (۹۹۰) أحمد (۲۱٤/۱) ابن ماجة (۲۸۸۳) كتاب المناسك : باب الخروج إلى الحج]

(۲) [سعيد بن منصور كما فى التلخيص (٤۲٦/۲) بيهقى (۳۳٤/٤)]

(۳) [نيل الأوطار (۲۸۰/۳) المهذب (۲۰٤/۱) نهاية المحتاج (۲۳٥/۳) تحفة الفقهاء (٥۷۸/۱) فتح القدير (۳۲۳/۲)]

(٤) [بخارى (۱۷۷۳) كتاب الحج : باب وجوب العمرة وفضلها' مسلم (۱۳٤۹) ترمذى (۹۳۳) نسائى (۱۱٥/٥) ابن ماجة (۲۸۸۸) موطا (۳٤٦/۱) عبد الرزاق (۸۷۹۸) حميدى (۱۰۰۲) دارمى (۳۱/۲) احمد (۲٤٦/۲) طيالسى (۲٤۲۳) شرح السنة (٥/٤) بيهقى (۲٦۱/٥)]

(٥) [الأم (۱۸۷/۲) الحاوى (۳۳/٤) الهداية (۱۸۳/۱) المغنى (۱۳/٥) نيل الأوطار (۲۷٤/۳)]

(راجح) عمرہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے کیونکہ وجوب کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے ﴿ الحج والعمرة فريضتان ﴾ ''حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔'' وہ ضعیف ہے۔(۱)

(2) آیت ﴿ أَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ﴾ میں عمرے کے وجوب کا نہیں بلکہ ان لوگوں کے لیے اتمام کا حکم ہے جو حج اور عمرہ شروع کر چکے ہوں۔

(3) جس روایت میں ہے ﴿ حج عن أبيك واعتمر ﴾ ''تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو۔'' اس میں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اجازت کے لیے ہے جیسا کہ بیشتر احادیث میں ایسا حکم موجود ہے اور کوئی بھی اسے وجوب پر محمول نہیں کرتا مثلاً ایک حدیث میں یہ حکم ہے کہ ﴿ صلّوا في مرابض الغنم ﴾ ''بھیڑ بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھو (یعنی پڑھ سکتے ہو)۔''(۲)

مزید برآں ایک اصولی قاعدہ بھی اس کی تائید کرتا ہے ((صيغة الأمر بعد طلب الإجازة تدل على الإباحة)) ''کسی چیز کی اجازت مانگنے کے بعد امر کا صیغہ (محض) جواز پر دلالت کرتا ہے۔''

تاہم عدم وجوب کے قائل حضرات کی یہ دلیل ﴿ وأن تعتمروا هو أفضل ﴾ اور ایک روایت میں ﴿ وأن تعتمر خير لك ﴾ ''یعنی عمرہ تمہارے لیے افضل و بہتر ہے۔'' بہر حال ضعیف ہے۔(۳)

اور جس روایت میں ہے کہ ﴿ الحج جهاد والعمرة تطوع ﴾ ''حج جہاد اور عمرہ نفل ہے۔'' وہ بھی ضعیف ہے۔(٤)

(ابن تیمیہؒ) عدم وجوب کا قول ہی راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حج کو ہی واجب کیا ہے۔(٥)

(شوکانیؒ) حق بات یہی ہے کہ عمرہ واجب نہیں کیونکہ براءتِ اصلیہ سے صرف کوئی ایسی دلیل ہی منتقل کر سکتی ہے جس کے ذریعے تکلیف ثابت ہو سکتی ہو۔(٦)

---

(۱) [الكامل لابن عدى (١٤٦٨/٤) نصب الراية (١٤٨/٣)] امام ابن حزمؒ نے اس روایت کو جھوٹ اور باطل کہا ہے۔ [المحلى (٣٧/٧)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی (٢٨٥) كتاب الصلاة : باب ماجآء في الصلاة في مرابض الغنم......' ترمذی (٣٤٨)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ترمذی (١٦١) كتاب الحج : باب ماجآء في العمرة أواجبة هي أم لا؟ ترمذی (٩٣١) ابن خزیمة (٣٠٦٨)] اس کی سند میں حجاج بن اُرطاۃ راوی ضعیف ہے۔[المجروحين (٢٢٥/١) ميزان الاعتدال (٤٥٨/١) الجرح والتعديل (١٥٤/٣)] حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[فتح البارى (٣٤١/٤)]

(٤) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (٦٤٥) كتاب المناسك : باب العمرة ' الضعيفة (٢٠٠) ابن ماجة (٢٩٨٩) طبرانی کبیر (٤٤٢/١١)] حافظ ابن حجرؒ اور حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[تلخيص الحبير (٤٣٢/٢) مصباح الزجاجة (٢٤/٣)]

(٥) [مجموع الفتاوى (٥/٢٦)]

(٦) [نيل الأوطار (٢٧٦/٣)]

(امیر صنعانی ؒ) تحقیقی اعتبار سے دلائل اس چیز (یعنی عمرے) کے وجوب کو ثابت نہیں کرتے (حالانکہ) اس کی اصل عدم (وجوب) ہے۔(١)

وجوب کے قائل حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ایک صحابی نے اپنے بوڑھے والد کی طرف سے حج کرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ حج عن أبيك واعتمر ﴾''اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو۔''(٢)

(2) حدیثِ جبرئیل کی ایک روایت میں اسلام کی تفسیر میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں﴿ وتحج البيت و تعتمر ﴾''(اسلام یہ ہے کہ......) اور تم بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرو۔''(٣)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر صاحبِ استطاعت پر حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔(٤)

(ابن حزم ؒ) حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔(٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری ؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٦)

❷ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ الحج مرة واحدة فمن زاد فهو تطوع ﴾''حج ایک مرتبہ (فرض) ہے اور جس نے زیادہ کیا تو وہ نفلی حج ہے۔''(٧)

متفرقات

559- کیا نابالغ بچہ حج کر سکتا ہے؟

نابالغ بچہ حج تو کر سکتا ہے لیکن بلوغت کے بعد اسے یہ حج کافی نہیں ہوگا بلکہ فرض کی ادائیگی کے لیے نیا حج کرنا پڑے گا۔

(1) ایک عورت اپنے بچے کو اٹھا کر لائی اور کہا﴿ ألهذا حج؟ ﴾ کیا اس کے لیے حج ہے؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ نعم و

(١) [سبل السلام (٩٢٢/٢)]

(٢) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٣٤٩) كتاب المناسك : باب الحج عن الحى إذا لم يستطع ' ابن ماجة (٢٩٠٦) ابو داود (١٨١٠) نسائى (١١١/٥) ترمذى (٩٣٠) أحمد (١٠/٤) ابن خزيمة (٣٠٤٠) ابن حبان (٣٩٩١) بيهقى (٣٢٩/٤)]

(٣) [ابن خزيمة (١) دارقطنى (٢٨٢/٢) ابن حبان (١٧٣) ابن منده (١٤)]

(٤) [بخارى تعليقا (٦٩٨/٣) حاكم (٤٧١/١) كتاب المناسك ' امام حاکم ؒ نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی ؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے کہا ہے کہ امام ابن خزیمہ ؒ، امام دارقطنی ؒ اور امام حاکم ؒ نے اسے موصول بیان کیا ہے۔ [فتح البارى (٦٩٩/٣)]

(٥) [المحلى بالآثار (٨/٥)]

(٦) [تحفة الأحوذى (٨١٣/٣)]

(٧) [صحيح : صحيح ابو داود (١٥١٤) كتاب المناسك : باب فرض الحج ' ابو داود (١٧٢١)]

لك أجر ﴾ ''ہاں اوراس کا ثواب تمہیں ملے گا۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ أیما صبی حج ثم بلغ الحنث فعلیه أن یحج حجة أخری ﴾ ''جو بچہ حج کرے پھر وہ بلوغت کو پہنچ جائے تو اس پر ضروری ہے کہ دوسرا حج کرے۔'' (۲)

560- میت کی طرف سے حج کرنا کیسا ہے؟

میت کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ نعم حجی عنها ﴾ ''ہاں تو اس (یعنی میت) کی طرف سے حج کر۔'' (۳)

لیکن کسی کی طرف سے حج کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ انسان نے اپنی طرف سے فریضۂ حج ادا کر دیا ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ﴿ حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة ﴾ ''(پہلے) اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔'' (٤)

(ابن تیمیہؒ) میت کی طرف سے حج بالاتفاق جائز ہے۔(٥)

(۱) [مسلم (۱۳۳٦) کتاب الحج : باب صحة حج الصبی وأجر من حج به' ابو داود (۱۷۳٦) نسائی (۱۲۰/٥) بیهقی (۱٥٥/٥) مؤطا (٤۲۲/۱) أحمد (۲۱۹/۱)]

(۲) [**صحیح** : إرواء الغلیل (۹۸٦) تلخیص الحبیر (۲۲۰/۲) بیهقی (۳۲٥/٤) طبرانی أوسط (۲۷٥۲) ابن خزیمة (۳۰٥۰)]

(۳) [بخاری (۱۱٦/٥) کتاب الحج : باب الحج والنذر ورعن المیت والرجل یحج عن المرأة' نسائی (۱۱٦/٥)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱٥۹٦) کتاب المناسك : باب الرجل یحج عن غیره' ابو داود (۱۸۱۱) ابن ماجة (۲۹۰۳) ابن حبان (۳۹۸۸ـ الإحسان) دارقطنی (۲۷۰/۲) أبو یعلی (۲٤٤۰) ابن خزیمة (۳۰۳۹) طبرانی کبیر (۱۲٤۱۹)]

(٥) [مجموع الفتاوی (۹/۲٦)]

دوسری فصل

نیت کے ساتھ نوعِ حج کی تعیین واجب ہے

وَيَجِبُ تَعْيِينُ نَوْعِ الْحَجِّ بِالنِّيَّةِ مِنْ تَمَتُّعٍ أَوْ قِرَانٍ أَوْ إِفْرَادٍ	حج تمتع ❶ یا قران ❷ یا مفرد ❸ میں سے کسی ایک قسم کی نیت کے ساتھ تعیین کرنا واجب ہے۔ ❹

❶ حجِ تمتع سے مراد حج کے مہینوں میں عمرے کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہونا' پھر عمرہ کر کے احرام اتار دینا اور پھر غیر محرم ہی رہنا حتی کہ ایام حج میں حج کرنا ہے اور اس حج میں قربانی کرنا ضروری ہے۔

❷ حجِ قران سے مراد میقات سے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھنے کے بعد مکہ پہنچ کر عمرہ کرنا لیکن سعی کے بعد نہ بال اتروانا اور نہ ہی احرام کھولنا بلکہ حالت احرام میں ہی ایام حج کے انتظار میں رہنا حتی کہ ان ایام میں حج مکمل کرنا ہے۔ حج قران کرنے والے پر قربانی واجب ہے اور جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ دس روزے رکھے۔ قربانی اگر ساتھ لے جائے تو بہتر ہے کیونکہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ اس میں تین طواف (طواف عمرہ' طواف حج اور طواف وداع) اور دو سعی (سعی عمرہ اور سعی حج) ضروری ہیں۔

❸ اِفراد سے مراد حجِ مفرد یا عمرہ مفردہ ہے۔ حج مفرد میقات سے صرف حج کے لیے احرام باندھ کر تمام مناسکِ حج سرانجام دینے کو کہتے ہیں اور عمرہ مفردہ میقات سے صرف عمرے کے قصد سے احرام باندھ کر عمرے کے تمام افعال سے فراغت حاصل کرنا ہے۔ واضح رہے کہ ان میں قربانی واجب نہیں ہے۔

❹ چونکہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے لہذا ہر قسم کی الگ نیت کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے ﴿ فمنا من أهل بعمرة ' ومنا من أهل بحج وعمرة ' ومنا من أهل بحج ﴾ ''ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے عمرے کے لیے تلبیہ کہا' کچھ وہ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ (دونوں) کے لیے تلبیہ کہا اور بعض وہ تھے جنہوں نے حج کے لیے تلبیہ کہا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ (لیکن دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے) پھر جنہوں نے عمرے کے لیے لبیک کہا تھا وہ حلال ہو گئے اور جنہوں نے حج کے لیے یا حج اور عمرہ (دونوں) کے لیے لبیک کہا تھا وہ حلال نہ ہوئے حتی کہ قربانی کا دن آ گیا۔'' (۱)

(نوویؒ) ان تینوں اقسام کے جواز پر اجماع ہے۔ (۲)

(۱) [بخاری (۱۵۶۲) کتاب الحج : باب التمتع والإقران والإفراد بالحج.....' مسلم (۱۲۱۱) ابو داود (۱۷۷۹) نسائی (۱۴۵/۵) موطا (۳۳۵/۱) ابن ماجة (۳۰۰۰) أحمد (۱۹۱/۶) ابن خزيمة (۱۶۶/۴)]

(۲) [شرح مسلم (۴۲۷/۴)]

وَالْأَوَّلُ أَفْضَلُهَا	ان میں سے پہلی قسم (تمتع) سب سے افضل ہے۔ ❶

❶ اس مسئلے میں علماء نے بہت اختلاف کیا ہے۔

(ابوحنیفہؒ، اسحاقؒ) حجِ قران افضل ہے۔ صحابہ وتابعین کی ایک جماعت، امام نوویؒ، امام ابن منذرؒ، امام مزنیؒ، اور امام مروزیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اس قسم کو پسند فرمایا' اس میں مشقت زیادہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿دخلت العمرة في الحج إلى يوم القيمة﴾ ''روزِ قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔''(۱)

(امیر صنعانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(مالکؒ، احمدؒ) حجِ تمتع افضل ہے۔ صحابہ وتابعین کی ایک جماعت اس کی بھی قائل ہے۔(۳)

ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے ﴿لو استقبلت من أمري ما استدبرت ما سقت الهدي ولجعلتها عمرة﴾ ''اگر مجھے اپنے معاملے کا پہلے علم ہوتا کہ جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو میں قربانی لے کر نہ چلتا بلکہ اسے عمرہ بنا لیتا۔''(٤)

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف افضل عمل کی ہی تمنا کر سکتے تھے نیز اس میں سہولت بھی ہے۔

(شوکانیؒ، صدیق حسن خانؒ) حجِ تمتع افضل ہے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(البانیؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(۷)

بعض علماء کے نزدیک حجِ مفرد تمتع اور قران دونوں سے افضل ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ خلفائے راشدین نے حجِ مفرد کیا اور پھر اسی پر مداومت اختیار کی۔ لیکن یاد رہے کہ جس روایت میں یہ ذکر ہے وہ قابلِ حجت نہیں۔(۸)

وَيَكُونُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْمَوَاقِيتِ الْمَعْرُوفَةِ	احرام معروف جگہوں سے باندھا جائے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ' اہل شام کے لیے جحفہ' اہل

(۱) [أحمد (١٧٥/٤) ابن ماجة (٢٩٧٧)]
(۲) [سبل السلام (٩٤١/٢)]
(۳) [فتح الباري (٢١٦/٤) المغني (٨٢/٥) الأم (٢١٢/٢) الحاوي (٤٣/٤) بدائع الصنائع (١٦٨/٢) المبسوط (٢٥/٤) الكافي (ص/١٣٨)]
(٤) [أحمد (١٤٨/٣) طبراني أوسط (١٨٥٠ ـ مجمع البحرين)]
(٥) [نيل الأوطار (٣١٧/٣) الروضة الندية (٥٩٤/١)]
(٦) [كما في تحفة الأحوذي (٦٤٦/٣)]
(۷) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (٦٤/٢)]
(۸) [ضعيف : ضعيف ترمذي (٨٢٦) كتاب الحج : باب ما جآء في إفراد الحج' ترمذي (٨٢٠)]

نجد کے لیے قرن المنازل، اہل یمن کے لیے یلملم میقات مقرر فرمائے ہیں۔ یہ میقات ان ملکوں میں مقیم لوگوں کے لیے بھی ہیں اور اُن کے لیے بھی جو حج اور عمرے کے ارادے سے ان اطراف سے آئیں۔(۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اہل عراق کے لیے ''ذاتِ عرق'' کو میقات مقرر فرمایا۔(۲)

(3) صحیح مسلم کی بھی ایک روایت میں اہل عراق کے لیے ذاتِ عرق میقات کی تقرری کا ذکر ہے۔(۳)

(4) صحیح بخاری میں ہے کہ ''ذاتِ عرق'' کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میقات مقرر کیا تھا۔(٤)

شاید اس بات کے قائل حضرات کے پاس گذشتہ مرفوع حدیث پہنچی نہیں یا اگر پہنچی ہے تو انہوں نے اسے ضعیف سمجھا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ گذشتہ حدیث صحیح ہے اور ذاتِ عرق کو رسول اللہ ﷺ نے ہی میقات مقرر فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ ''نبی ﷺ نے اہل مشرق کے لیے **''عقیق''** کو میقات مقرر فرمایا۔'' وہ ضعیف ہے۔(٥)

○ واضح رہے کہ جو شخص ان مقررہ میقاتوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ گزرے تو اسے چاہیے کہ وہ جس میقات کے برابر سے گزرے وہیں سے احرام باندھ لے۔ تمام علما اس اصول وقانون پر متفق ہیں۔

وَمَنْ كَانَ دُوْنَهَا فَمَهَلُّهُ أَهْلُهُ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْهَا	اور جو ان مقامات کے اندر ہوں وہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھ لے حتی کہ مکہ والے مکہ ہی سے۔ ❶

❶ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میقات مقرر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ فمن كان دونهن فمن أهله وكذا فكذلك حتى أهل مكة يهلون منها ﴾

''جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں وہ اپنی رہائش گاہ سے ہی احرام باندھیں حتی کہ اہل مکہ مکہ مکرمہ سے ہی احرام باندھیں۔''(٦)

(۱) [بخاری (۱٥۲٦) كتاب الحج : باب مهل أهل الشام، مسلم (۱۱۸۱) ابو داود (۱۷۳۸) نسائی (۱۲۳/٥) دارمی (۳٦۱/۱) أحمد (۲۳۸/۱) ابن خزيمة (۱٥۸/٤) دارقطنی (۲۳۷/۲)]

(۲) [**صحيح** : إرواء الغليل (۹۹۹) ابو داود (۱۷۳۹) كتاب المناسك : باب في المواقيت، نسائی (۱۲٥/٥) شرح معانی الآثار (۱۱۸/۲) دارقطنی (۲۳٦/۲)]

(۳) [مسلم (۱۱۸۳) كتاب الحج : باب مواقيت الحج والعمرة]

(٤) [بخاری (۱٥۳۱)]

(٥) [**ضعيف** : ضعيف ابو داود (۳۸۱) ضعيف ترمذی (۱٤۰) المشكاة (۲٥۳۰) أحمد (۳۲۰٥) ابو داود (۱۷٤۰) ترمذی (۸۳۲) بیہقی (۲۸/٥)]

(٦) [بخاری (۱٥۲٦) كتاب الحج : باب مهل أهل الشام، مسلم (۱۱۸۱) ابو داود (۱۷۳۸)]

متفرقات

561- نبی ﷺ نے کہاں سے تلبیہ کہا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ ما أهل رسول الله إلا من عند المسجد ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے صرف مسجد (یعنی مسجدِ ذوالحلیفہ) کے پاس سے ہی لبیک پکارا۔'' (۱)

احادیث مختلف ہونے کی وجہ سے اس مسئلے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیداء مقام سے لبیک پکارا' بعض میں ہے آپ ﷺ جب اونٹنی پر سوار ہوئے تب لبیک پکارا۔

اس مسئلے میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ان تمام جگہوں میں ہی تلبیہ کہا اور جس نے جہاں سنا وہیں کے متعلق بیان کر دیا۔

562- احرام باندھتے وقت غسل

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ احرام باندھنے کے لیے علیحدہ ہوئے اور غسل کیا۔ (۲)

(جمہور) احرام کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔ (۳)

563- حدودِ حرم میں عارضی طور پر مقیم حضرات......

ایسے لوگ عمرے کے وقت حدودِ حرم سے باہر نکل کر احرام باندھیں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر لے جائیں اور تنعیم مقام سے (احرام باندھ کر) انہیں عمرہ کرائیں۔ (٤)

564- حج و عمرے کی نیت کے بغیر مکہ میں داخلہ

اگر حج یا عمرے کی نیت نہ ہو تو احرام باندھے بغیر بھی میقات سے گزر کر مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن (مکہ شہر میں) داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر سیاہ پگڑی

---

(۱) [بخاری (۱٥٤۱) کتاب الحج : باب الإهلال عند مسجد ذی الحليفة ' مسلم (۱۱۸٦) ابو داود (۱۷۷۱) ترمذی (۸۱۸) نسائی (١٦٢/٥) ابن ماجة (۲۹۱٦) موطا (۳۳٦/۱)]

(۲) [صحيح : صحیح ترمذی (٦٦٤) کتاب الحج : باب ما جاء فی الاغتسال عند الإحرام' ترمذی (۸۳۰) دارمی (۳۱/۲) ابن خزيمة (۲۰۹٥)]

(۳) [المغنی (۲۳۲/۳) بداية المجتهد (۲٤٦/۱)]

(٤) [بخاری (۳۱۷) کتاب الحيض : باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض]

تھی اور آپ ﷺ بغیر احرام کے تھے۔(۱)

تلبیہ کے مسائل

565- تلبیہ کا حکم

اس میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ، احمدؒ) یہ سنت ہے۔

(مالکیہ) یہ واجب ہے اور اسے چھوڑنے والے پر ایک جانور ذبح کرنا لازم ہے۔

(ابو حنیفہؒ) تلبیہ احرام کی شرائط میں سے ہے۔ اس کے بغیر احرام صحیح نہیں ہوتا۔(۲)

566- تلبیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ان الفاظ میں تھا ﴿ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ ﴾ "حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں، تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں، تمام حمد و تعریف تیرے لیے ہی ہے اور تمام نعمتیں تیری طرف سے ہی ہیں۔ بادشاہی تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔"(۳)

567- مردوں کو اونچی آواز سے تلبیہ کہنا چاہیے

خلاد بن سائب اپنے والد (حضرت سائب رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے پاس جبرئیل تشریف لائے ﴿ فأمرني أن آمر أصحابي أن يرفعوا أصواتهم بالإهلال ﴾ "اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ساتھیوں کو

(۱) [مسلم (۱۳۵۸) کتاب الحج : باب جواز دخول مكه بغير إحرام ' نسائی (۲۰۱/۵) ابو داود (۴۰۷۶) ترمذی (۱۶۷۹) ابن ماجة (۲۸۲۲) أحمد (۳۶۳/۳) دارمی (۷۴/۲) بیهقی (۱۷۷/۳)]

(۲) [المغنی (۱۰۰/۵) نيل الأوطار (۳۳۰/۳) الحاوی (۸۱/۴) الأم (۲۳۰/۲) المبسوط (۱۸۷/۴) الهداية (۱۳۸/۱) بداية المجتهد (۲۶۸/۱)]

(۳) [بخاری (۱۵۴۹) کتاب الحج : باب التلبية ' مسلم (۱۱۸۴) مؤطا (۳۳۱/۱) ابو داود (۱۸۱۲) ترمذی (۸۲۵) نسائی (۱۶۰/۵) ابن ماجة (۲۹۱۸) أحمد (۴۸/۲) شافعی (۷۸۹) طیالسی (۱۰۱۵) دارمی (۳۴/۲) ابن الجارود (۴۳۳) شرح معانی الآثار (۱۲۴/۲) بیهقی (۴۴/۵) حمیدی (۶۶۰) طبرانی صغیر (۸۷/۱) ابن خزیمة (۲۶۲۱) ابن حبان (۳۸۰۴) الحلية لأبی نعيم (۱۹۶/۸)]

(۴) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۳۶۴) کتاب المناسك : باب رفع الصوت بالتلبية ' صحیح ابو داود (۱۵۹۲) المشكاة (۲۵۴۹) ابن ماجة (۲۹۲۲) مؤطا (۳۳۴/۱) ابو داود (۱۸۱۴) نسائی (۱۶۲/۵) ترمذی (۸۲۹) أحمد (۵۶/۴) مسند شافعی (۷۹۴) دارمی (۳۴/۲) حمیدی (۸۵۳) ابن خزیمة (۲۶۲۵) ابن حبان (۳۷۹۱) حاكم (۴۵۰/۱)]

بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا حکم دوں۔'' (٤)

568- بلند آواز سے تلبیہ کہنا اجر میں اضافے کا باعث ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کون سا حج افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ﴾ ''جس میں بلند آواز سے تلبیہ پکارا جائے اور قربانی دی جائے۔'' (١)

569- تلبیہ کہنے کی فضیلت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں جانب زمین کے آخری کناروں تک تمام پتھر، درخت اور کنکریاں سب لبیک پکارتے ہیں (جس کا اجر بھی تلبیہ کہنے والے کو ملتا ہے۔) (٢)

570- تلبیہ کا اختتام

دورانِ حج جمرہ عقبی کو آخری کنکری مارنے کے بعد تلبیہ ختم ہو جائے گا جیسا کہ پیچھے ایک روایت میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ﴿ ثم قطع التلبية مع آخر حصاة ﴾ ''پھر آپ ﷺ نے آخری کنکری کے ساتھ تلبیہ ختم کیا۔'' (٣)

571- عمرے میں تلبیہ کب ختم کیا جائے؟

دورانِ عمرہ طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ ختم کر دیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عمرے میں حجر اسود کا استلام کرتے ہی تلبیہ ختم کر دیتے۔ (٤)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذیؒ رقمطراز ہیں کہ ((والعمل عليه عند أكثر أهل العلم)) ''اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے'' اور مزید فرماتے ہیں کہ امام سفیانؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

---

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٣٦٦) الصحيحة (١٥٠٠) ترمذى (٨٢٧) كتاب الحج : باب ما جاء فى فضل التلبية والنحر' ابن ماجة (٢٩٢٤) دارمى (٣١/٢) ابن خزيمة (٢٦٣١) أبو يعلى (١١٧) حاكم (٤٥١/١) بيهقى (٤٢/٥)]

(٢) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٣٦٣) كتاب المناسك : باب التلبية ' المشكاة (٢٥٥٠) ابن ماجة (٢٩٢١)]

(٣) [ابن خزيمة بسند صحيح (٢٨٨٧) وقال حديث صحيح]

(٤) [ترمذى (٩١٩) كتاب الحج : باب ما جاء متى تقطع التلبية فى العمرة ' ابن خزيمة (٢٦٩٧) ابو داود (١٨١٧)] اس حدیث کو شیخ البانیؒ نے مرفوعاً ضعیف جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوفاً صحیح کہا ہے۔[ضعيف ترمذى (١٥٨) إرواء الغليل (١٠٩٩) ضعيف ابو داود (٣١٦)]

تیسری فصل

دورانِ احرام ممنوع افعال

وَلَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَّا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَيَقْطَعُهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ وَمَا مَسَّهُ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ	محرم شخص قمیص ' پگڑی ' ٹوپی اور ایسا کپڑا جسے زرد یا زعفرانی رنگ سے رنگا گیا ہو نہیں پہن سکتا اور نہ ہی موزے پہن سکتا ہے اِلا کہ اس کے پاس جوتے نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔ عورت نقاب نہیں پہن سکتی اور نہ دستانے اور نہ ہی ایسا کپڑا جسے زرد یا زعفرانی رنگ دیا گیا ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ احرام باندھنے والا کیا لباس پہنے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ قمیص ' پگڑی ' شلوار و پاجامہ ' ٹوپی اور موزے نہ پہنے۔ لیکن اگر کسی شخص کے پاس جوتے نہیں ہیں تو وہ موزے پہن لے اور اسے چاہیے کہ دونوں موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور ایسا کوئی کپڑا نہ پہنے جسے زعفران اور ورس (ایک زرد رنگ کی بوٹی) سے رنگا گیا ہو۔'' (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من لم يجد نعلين فليلبس خفين ومن لم يجد إزارا فليلبس سراويل ﴾ ''جس کے پاس دو جوتیاں نہ ہوں وہ دو موزے پہن لے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن لے۔'' (۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين ﴾ ''احرام والی عورت نقاب اور دستانے استعمال نہ کرے۔'' (۳)

○ یاد رہے کہ نقاب نہ پہننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احرام والی عورت غیر محرموں سے چہرہ بھی نہیں چھپائے گی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا مخصوص سلا ہوا کپڑا جو پردہ کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے وہ نقاب نہ پہنے علاوہ ازیں اپنی چادر کے ساتھ غیر محرموں سے اپنا چہرہ چھپائے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ:

---

(۱) [مسلم (۱۱۷۷) كتاب الحج : باب ما يباح للمحرم بحج أو عمره وما لا يباح......' بخاری (۱۵۴۲) ابو داود (۱۸۲٤) ترمذی (۸۳۳) نسائی (۱۳۱/۵) ابن ماجة (۲۹۲۹) موطا (۳۲٤/۱) دارقطنی (۲۳۰/۲) حمیدی (٦۲٦) ابن الجارود (٤۱٦) شرح معانی الآثار (۱۳٤/۲) بیهقی (٤٦/۵) أبو يعلى (۵٤۲۵) ابن حبان (۳۷۸۹)]

(۲) [مسلم (۱۱۷۹) أيضا ' أحمد (۳۲۳/۳) بيهقی (۵۱/۵) طبرانی أوسط كما فی المجمع (۲۲۲/۳)]

(۳) [بخاری (۱۸۳۸) كتاب جزاء الصيد : باب ما ينهى من الطيب للمحرم والمحرمة ' ابو داود (۱۸۲۵) أحمد (۲۲/۲) ترمذی (۸۳۳) نسائی (۱۳۳/۵) بيهقی (٤٦/۵)]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں تھیں اور قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تھے ﴿فإذا حاذوا بنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها فإذا جاوزونا كشفناه﴾ "جب وہ سامنے آتے تو ہم اپنی چادریں منہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔"(١)

وَلَا يَتَطَيَّبُ اِبْتِدَاءً	وہ ابتدا میں ہی خوشبو نہ لگائے۔ ❶

❶ جیسا کہ نبی ﷺ نے محرم آدمی کی وفات پر حکم دیا تھا ﴿ولا تمسوه بطيب﴾ "اسے خوشبو نہ لگاؤ۔"(٢)
البتہ حالت احرام سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے گو اس کی خوشبو حالت احرام میں بھی آتی رہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كنت أطيب رسول الله لإحرامه قبل أن يحرم ولحله قبل أن يطوف بالبيت﴾ "احرام باندھنے سے پہلے میں رسول اللہ ﷺ کو احرام باندھنے کے وقت اور احرام کھولنے کے وقت خوشبو لگاتی تھی' اس سے پہلے کہ آپ ﷺ بیت اللہ کا طواف کریں۔"(٣)

وَلَا يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ إِلَّا لِعُذْرٍ	کسی عذر کے بغیر اپنے بال نہ ترشوائے۔ ❶

❶ (1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿إذا دخلت العشر وأراد أحدكم أن يضحي فلا يمس من شعره وبشره شيئا﴾ "جب عشرہ ذوالحجہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں سے کچھ نہ کاٹے۔"(٤)

اس سنت پر عمل کرنا حاجی کے لیے بالاولیٰ ضروری ہے۔

(2) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا ...... أَوْ نُسُكٍ ﴾ [البقرة : ١٩٦] "اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک کہ قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے البتہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے خواہ روزے رکھ لے' خواہ صدقہ کر دے' خواہ قربانی کر دے۔"

(3) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے دن میرے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو جوئیں

(١) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٣٩٩) إرواء الغليل (١٠٢٤) المشكاة (٢٦٩٠) ابو داود (١٨٣٣) كتاب المناسك : باب في المحرمة تغطي وجهها ' ابن ماجة (٢٩٣٥) ابن الجارود (٤١٨) دارقطني (٢٩٥/٢) بيهقي (٤٨/٥) ابن خزيمة (٢٦٩١)]

(٢) [صحيح : صحيح نسائي (٢٦٧١) كتاب الحج : باب غسل المحرم بالسدر' نسائي (٢٨٥٦)]

(٣) [بخاري (١٥٣٩) كتاب الحج : باب الطيب عند الإحرام ' مسلم (٧٨٩) نسائي (١٣٧/٥) دارمي (٣٣/٢) أحمد (١٣٠/٦) حميدي (٢١٣) شرح معاني الآثار (١٣٠/٢) بيهقي (٣٤/٥) ابن أبي شيبة (١٣٤٧٨)]

(٤) [مسلم (١٩٧٧) كتاب الأضاحي : باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة......]

میرے سر سے برابر گر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جوئیں تو تمہارے لیے تکلیف کا باعث ہیں۔ میں نے کہا "جی ہاں۔" آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو سر منڈا لے.........اور تین دن کے روزے رکھ لے یا ایک فرق (تین صاع) غلے سے چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا جو میسر ہو اس کی قربانی کر دے۔" (۱)

وَلَا يَرْفُثُ وَلَا يَفْسُقُ وَلَا يُجَادِلُ	شہوانی حرکات، نافرمانی اور جھگڑے سے اجتناب کرے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ [البقرة : ۱۹۷] "(جو بھی حج کرے) وہ اپنی بیوی سے قربت کے تعلقات قائم کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرے۔"

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من حج ولم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته أمه ﴾ "جس نے حج کیا اور نہ کوئی فحش بات کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس لوٹے گا کہ جیسے اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔" (۲)

○ "رفث" کا معنی جماع کیا گیا ہے نیز امام ازہری فرماتے ہیں کہ یہ لفظ ہر ایسے کام کو شامل ہے جس کی مرد عورت سے خواہش رکھتا ہے۔ محققین کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے۔ (۳)

وَلَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ	نہ نکاح کرے، نہ نکاح کرائے اور نہ نکاح کا پیغام بھیجے۔ ❶

❶ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ينكح المحرم ولا ينكح ولا يخطب ﴾ "محرم شخص نہ نکاح کرے، نہ نکاح کرائے اور نہ ہی نکاح کا پیغام بھیجے۔" (٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ ﴿ أن النبي تزوج ميمونة وهو محرم ﴾ "نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔" (٥)

(۱) [بخاری (۱۸۱۵) کتاب العمرة : باب قول الله تعالىٰ : أو صدقة ......، مسلم (۱۲۰۱) ابو داود (۱۸۵٦) ترمذی (۹۵۳) نسائی (۱۹۵/٥) ابن ماجة (۳۷۹) بیهقی (٥٥/٥) موطا (٤۱۷/۱) طیالسی (۱۰۲٦) أحمد (۲٤۱/٤)]

(۲) [بخاری (۱٥۲۱) کتاب الحج : باب فضل الحج المبرور، مسلم (۱۳٥۰)]

(۳) [فتح الباری (۳۸۲/۳) تاج العروس (٦۲٥/۱) مجموع الفتاوی (۱۰۷/۲٦)]

(٤) [مسلم (۱٤۰۹) کتاب النکاح : باب تحریم نکاح المحرم و کراهة خطبته، موطا (۳٤۸/۱) ابو داود (۱۸٤۱) ترمذی (۸٤۰) ابن ماجة (۱۹٦٦) نسائی (۱۹۲/٥) ابن الجارود (٤٤٤) شرح معانی الآثار (۲٦۸/۲) دارقطنی (۲٦۷/۲) بیهقی (٦٥/٥) مسند شافعی (۳۱٦/۱) أحمد (٦۹/۱) دارمی (۱٤۱/۲) طیالسی (۱۰۳۰)]

(٥) [بخاری (۱۸۳۷) کتاب الحج : باب تزویج المحرم، مسلم (۱٤۱۰) ابو داود (۱۸٤٤) ترمذی (۸٤۲) نسائی (۱۹۱/٥) ابن ماجة (۱۹٦٥)]

وہ محض حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہم ہے جیسا کہ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو وہم ہو گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔'' (۱)

مزید برآں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت ﴿ ونحن حلالان بسرف ﴾ ''ہم دونوں سرف مقام پر حلال (یعنی حالت احرام میں نہیں) تھے۔'' (۲)

(جمہور) حالت احرام میں شادی کرنا یا کروانا حرام ہے۔

(احناف) محرم کے لیے اسی حالت میں شادی کرانا بھی جائز ہے جیسے اس کے لیے جماع کی غرض سے کوئی لونڈی خرید لینا جائز ہے۔ (۳)

(راجح) جمہور کا موقف برحق ہے جیسا کہ گذشتہ صحیح احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

(شوکانیؒ، عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٤)

وَلَا يَقْتُلُ صَيْدًا وَمَنْ قَتَلَهُ فَعَلَيْهِ جَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ	کسی شکار کو قتل نہ کرے ❶ اور جو اسے قتل کرے گا اس پر اس شکار کے برابر جانور دینا لازم ہے ❷ جس کے متعلق دو دیانتدار شخص فیصلہ کریں گے۔ ❸

❶ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات اس پر شاہد ہیں:

(1) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ﴾ [المائدة: ٩٥]

''اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو مت قتل کرو۔''

(2) ﴿ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾ [المائدة: ٩٦]

''جب تک تم حالت احرام میں ہو خشکی (کے جانوروں) کا شکار تم پر حرام ہے۔''

واضح رہے کہ صید (شکار) سے مراد ہر ایسا جنگلی جانور ہے جو ماکول اللحم ہو۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم سب کا شکار ممنوع ہے لہٰذا اگر کوئی درندے چیتے یا اس کی مثل کسی جانور کو قتل کرے گا تو اس پر ضمانت (یعنی فدیہ) دینا لازم ہو گا۔ (٥)

---

(۱) [صحیح مقطوع : صحيح ابو داود (١٦٢٨) كتاب المناسك : باب المحرم يتزوج ' ابو داود (١٨٤٥)]

(۲) [صحیح : صحيح ابو داود (١٦٢٦) كتاب المناسك : باب المحرم يتزوج ' ابو داود (١٨٤٣) ترمذی (٨٤٥) ابن ماجة (١٩٦٤) دارقطنی (٢٦٢/٣) ابن حبان (٤٤٣/٩) بیهقی (٦٦/٥) طحاوی (٢٧٠/٢) أحمد (٣٣٢/٦)]

(۳) [شرح المهذب (٢٩٦/٧) حلية العلماء (٢٩٣/٣) الهداية (١٩٣/١) الحجة على أهل المدينة (٢٠٩/٢) المغنی (١٦٢/٥) هداية السالك (٦٢٠/٢) فتح الباری (٥٢٨/٤) نيل الأوطار (٣٥٨/٣)]

(٤) [نيل الأوطار (٣٥٨/٣) تحفة الأحوذی (٦٨٠/٣)]

(٥) [تفسير فتح البيان (٣١٣/٢)]

❷ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ ...... ذُو انتِقَامٍ ﴾ [المائدۃ: ۹۵]
''تم میں سے جو شخص اسے (یعنی شکار کو) جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔ اس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں۔ خواہ وہ فدیہ خاص چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچایا جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لیے جائیں۔ تاکہ اپنے کیے کی شامت کا مزہ چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ (گناہ) کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا ہے۔''

(جمہور) بھول کر یا غلطی سے بھی قتل ہو جائے تو فدیہ واجب ہوگا۔

یاد رہے کہ جانور کے مساوی ہونے سے مراد خلقت یعنی قد و قامت میں مساوی ہونا ہے' قیمت میں مساوی ہونا نہیں۔ جمہور علماء، امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اسی کے قائل ہیں۔ مثلاً اگر ہرن کو قتل کیا ہے تو اس کی مثل بکری ہے۔ گائے کی مثل نیل گائے ہے وغیرہ۔ البتہ جس جانور کا مثل نہ مل سکتا ہو وہاں اس کی قیمت بطور فدیہ لے کر مکہ پہنچا دی جائے گی۔ اس کے برخلاف احناف کا مؤقف ہے یعنی مساوی ہونے سے مراد قیمت میں مساوی ہونا ہے۔(۱)

❸ دو دیانتدار شخص یہ فیصلہ کریں گے کہ فلاں جانور اس کی مثل اور مساوی ہے اور اگر جانور نہ مل سکے تو اتنی قیمت اس کی مثل ہے۔ پھر اس قیمت سے غلہ خرید کر حرم کے فقراء و مساکین میں ہر مسکین کو ایک مد کے حساب سے تقسیم کر دیا جائے گا البتہ احناف ہر مسکین کو دو دو مد تقسیم کرنے کے قائل ہیں۔(۲)

وَلَا يَأْكُلُ مَا صَادَهُ غَيْرُهُ إِلَّا إِذَا كَانَ الصَّائِدُ حَلَالًا وَلَمْ يَصِدْهُ لِأَجْلِهِ	اور وہ شخص کسی دوسرے شخص کا شکار کیا ہوا جانور بھی نہیں کھا سکتا الا کہ شکار کرنے والا محرم نہ ہو اور نہ ہی اس نے اس کے لیے شکار کیا ہو۔ ❶

❶ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک وحشی گدھا بطور تحفہ بھیجا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''ابواء یا ودان'' مقام پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گدھا انہیں واپس کر دیا اور فرمایا ﴿ إنا لم نرده عليك إلا أنا حرم ﴾ ''ہم نے یہ اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم احرام والے ہیں۔''(۳)

معلوم ہوا کہ محرم شخص جب تک حالت احرام میں ہے اس کے لیے شکار کا گوشت کھانا جائز نہیں لیکن مندرجہ ذیل حدیث بظاہر اس کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

(۱) [تفسیر فتح القدیر (۷۷/۲ ـ ۷۸) تفسیر فتح البیان (۳۱۴/۲) الروضۃ الندیۃ (۶۰۸/۱)]

(۲) [أیضا]

(۳) [بخاری (۱۸۲۵) کتاب الحج : باب إذا أهدى للمحرم حمارا وحشيا حيا لم يقبل ' مسلم (۱۱۹۳) ترمذی (۸۴۹) نسائی (۱۸۴/۵) ابن ماجة (۳۰۹۰) بیهقی (۱۹۱/۵) أحمد (۳۷/۴) مؤطا (۲۳۲) حمیدی (۷۸۳) عبداللہ بن أحمد فی زوائد المسند (۷۱/۴)]

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے (ان کے اس قصے کے متعلق جس میں انہوں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا اور وہ محرم بھی نہیں تھے) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا' جبکہ وہ احرام والے تھے ﴿هل منكم أحد أمره أو أشار إليه بشيئ﴾ "کیا تم میں سے کسی نے اسے (شکار کا) حکم دیا تھا یا اس کی طرف کسی چیز سے اشارہ کیا تھا؟" انہوں نے کہا "نہیں"۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فكلوا ما بقى من لحمه﴾ "پھر اس کے بقیہ گوشت سے تم کھا لو۔" (۱)

ان احادیث میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ محرم کے لیے شکار کھانا اس وقت حرام ہے جب اس نے اس کا حکم دیا ہو یا اس کی طرف اشارہ کیا ہو جیسا کہ گزشتہ حدیث میں یہی بات موجود ہے اور جب شکار کسی محرم کے لیے ہی کیا گیا ہو (تب کھانا ممنوع ہے) جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ "حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ﴿إنما اصطدته لك﴾ "میں نے تو صرف آپ کے لیے شکار کیا تھا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شکار سے کچھ بھی تناول نہیں فرمایا۔ (۲)

علاوہ ازیں ایک اور حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صيد البر لكم حلال وأنتم حرم ما لم تصيدوه أو يصاد لكم﴾ "حالتِ احرام میں زمین کا شکار تمہارے لیے حلال ہے بشرطیکہ تم نے اسے شکار نہ کیا ہو اور نہ ہی وہ تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو۔" (۳)

درج بالا صورتوں کے علاوہ محرم شخص شکار کا گوشت کھا سکتا ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانا کسی صورت میں جائز نہیں۔ (٤)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔

(شوکانیؒ) انہوں نے اسی کو برحق قرار دیا ہے۔ (٥)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۲۹۱٤) کتاب الجهاد والسير: باب ما قيل فى الرماح' مسلم (۱۱۹٦) ابو داود (۱۸۵۲) ترمذی (۸٤۷) نسائی (۱۸۲/۵) ابن ماجة (۳۰۹۳) أحمد (۱۸۲/۵) موطا (۳۵۰/۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۳٦۸/۳)]

(۳) [**ضعيف**: ضعيف ابو داود (٤۰۱) كتاب المناسك: باب لحم الصيد للمحرم' ابو داود (۱۸۵۱) ترمذی (۸٤٦) نسائی (۱۸۷/۵) مسند شافعی (۳۲۲/۱) أحمد (۳٦۲/۳) ابن الجارود (٤۳۷) شرح معانی الآثار (۱۷۱/۲) دارقطنی (۲۹۰/۲) حاكم (٤۵۲/۱) بيهقی (۱۹۰/۵) ابن خزيمة (۲٦٤۱) ابن حبان (۹۸۰) شرح السنة (۱۸۵/٤)]

(٤) [الحاوى (۳۰۲/٤) الأم (۳۱۹/۲) المبسوط (۸۵/٤) الإختيار (۱٦۸/۱) الكافى (ص/۱۵۵) نيل الأوطار (۳٦٤/۳) كشاف القناع (٤۳٤/۲) هداية السالك (٦٦۹/۲) الخرشى (۳۷۰/۲)]

(٥) [نيل الأوطار (۳٦٤/۳)]

(٦) [سبل السلام (۹٤۹/۲)]

البتہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے آیت ﴿ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾ [المائدۃ: ٩٦] "جب تک تم احرام میں ہو تم پر زمین کا شکار حرام ہے۔" کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے ہر حال میں شکار کا گوشت کھانے کی ممانعت مروی ہے۔(١)

وَلَا يُعْضَدُ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ إِلَّا الْإِذْخِرَ	اور اذخر گھاس کے سوا حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ ❶

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا "بلاشبہ یہ شہر حرام ہے...... ﴿ لا يعضد شوكه...... ﴾ "پس اس کا کانٹا نہ کاٹا جائے۔" نہ اس کے شکار ہانکے جائیں اور اس شخص کے سوا جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے اور نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! اذخر گھاس کی تو اجازت دے دیجیے کیونکہ یہاں یہ کاریگروں اور گھروں کے لیے ضروری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إلا الإذخر ﴾ "اذخر کی اجازت ہے۔"(٢)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ولا يعضد شجرها ﴾ "اور اس کا درخت نہ کاٹا جائے۔"(٣)

(ابن قدامہؒ) جو درخت از خود اکھڑ جائے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔(٤)

وَيَجُوزُ لَهُ قَتْلُ الْفَوَاسِقِ الْخَمْسِ	محرم کے لیے پانچ فاسق (موذی) جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خمس فواسق يقتلن في الحل والحرم: العقرب والحدأة والغراب والفارة والكلب العقور ﴾ "پانچ جانور فاسق ہیں لہذا انہیں حل اور حرم (ہر جگہ میں) قتل کر دیا جائے؛ بچھو، چیل، کوا، چوہیا اور کاٹنے والا کتا۔"(٥)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خمس من الدواب من قتلهن وهو محرم فلا جناح عليه...... ﴾ "حالت احرام میں جس نے پانچ قسم کے جانوروں کو قتل کیا اس پر کوئی گناہ نہیں...... (اس میں بھی گذشتہ حدیث والے جانور ہی مذکور ہیں)۔"(٦)

(١) [سبل السلام (٩٤٩/٢) الروض النضير (٢٢١/٣)]

(٢) [بخاری (١٨٣٤) کتاب العمرة : باب لا يحل القتال بمكة ' مسلم (١٣٥٣) ابو داود (٢٤٨٠) نسائی (١٤٦/٧) ترمذی (١٩٥٠) دارمی (٢٣٩/٢) عبدالرزاق (٩٧١٣) ابن الجارود (١٠٣٠) ابن حبان (٤٨٤٥۔ الإحسان) بیهقی (١٩٥/٥) طبرانی کبیر (١٠٩٤٤) شرح السنة (٥٢٠/٥)]

(٣) [بخاری (١١٢) کتاب العلم : باب كتابة العلم]

(٤) [المغنی (١٨٧/٥)]

(٥) [بخاری (٣٣١٤) کتاب بدء الخلق : باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم......' مسلم (١١٩٨) ترمذی (٨٣٩) نسائی (١٨٨/٥) دارمی (٣٦/٢) دارقطنی (٢٣١/٢) عبدالرزاق (٨٣٧٤) شرح معانی الآثار (١٦٦/٢) بیهقی (٢٠٩/٥) ابو یعلی (٤٥٠٣) ابن حبان (٣٩٧١ ۔ الإحسان)]

(٦) [بخاری (٣٣١٥) أيضا ' مسلم (١١٩٩) موطا (٣٥٦/١) ابن ماجة (٣٠٨٨) دارمی (٣٦/٢) أحمد (٣٢/٢) شرح معانی الآثار (١٦٥/٢) مسند شافعی (٣١٩/١) الحلية لأبي نعيم (٢٣٠/٩) بیهقی (٢٠٩/٥)]

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ﴿ الحیة ﴾ ''سانپ'' کا بھی ذکر ہے۔(۱)

(بغویؒ) مذکورہ جانوروں کو حالت احرام میں قتل کرنے کے جواز پر اہل علم متفق ہیں۔علاوہ ازیں امام شافعیؒ نے ہر ماکول اللحم جانور کو بھی انہی پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص حالتِ احرام میں یا حرم میں ان میں سے کسی (یعنی ماکول اللحم میں سے کسی) جانور کو قتل کر دے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ۔(۲)

وَصَيْدُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ وَشَجَرُهُ كَحَرَمِ مَكَّةَ	مدینہ کے حرم کا شکار اور اس کے درخت مکہ کے حرم کی طرح ہیں۔ ❶

❶ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن إبراهيم حرم مكة ودعا لها وحرمت المدينة كما إبراهيم حرم مكة ﴾ ''ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا (یعنی ان کی دعا کی وجہ سے اسے حرام کیا گیا) اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ میں نے مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام کیا تھا۔''(۳)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مدینہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے ﴿ لا يقطع شجرها ولا يحدث فيها حدث ﴾ ''اس حد میں نہ کوئی درخت کاٹا جائے اور نہ کوئی بدعت ایجاد کی جائے۔''(٤)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ولا يصاد صيدها ﴾ ''اور اس (یعنی مدینہ) کا شکار نہ کیا جائے۔''(٥)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ المدينة حرام ما بين عير إلى ثور ﴾ ''مدینہ 'عیر' (مدینہ کے جنوب میں ایک پہاڑ ہے) سے 'ثور' (مدینہ کے شمال میں ایک گول سا پہاڑ ہے) کے درمیان حرم ہے۔''(٦)

(جمہور) مدینہ بھی مکہ کی طرح حرم ہے۔اس کا شکار اور درخت حرام ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) مدینہ کا حرم فی الحقیقت حرم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے شکار کو قتل کرنا اور اس کا درخت کاٹنا حرام ہے۔(۷)

---

(۱) [مسلم (۱۲۰۰) کتاب الحج : باب ما يندب للمحرم وغيره قتله......' ابو داود (۱۸٤٦) نسائی (۱۹۰/۵) أحمد (۸/۲) ابن الجارود (٤٤٠) شرح معانی الآثار (۱٦٥/۲) بيهقی (۲۰۹/۵) حميدی (٦۱۹) أبو يعلی (٥٤۲۸)]

(۲) [الروضة الندية (٦۱۲/۱)]

(۳) [بخاری (۲۱۲۹) کتاب البيوع : باب بركة صاع النبی......' مسلم (۱۳٦۰)]

(٤) [بخاری (۱۸٦۷) کتاب فضائل المدينة ' باب حرم المدينة]

(٥) [مسلم (۱۳٦۲) کتاب الحج : باب فضل المدينة ......' عبد بن حميد (۱۰۷٦)]

(٦) [بخاری (۱۸۷۰) کتاب الحج : باب حرم المدينة ' مسلم (۱۳۷۰) ابو داود (۲۰۳٤) ترمذی (۲۱۲۷) أحمد (۸۱/۱) نسائی فی الكبری (٤۸٦/۲) أبو يعلی (۲٦۳) ابن حبان (۳۷/۷ـ الإحسان) شرح معانی الآثار (۳۱۸/٤) طيالسی (۱۲۰۰) شرح السنة (۱۸۷/٤)]

(۷) [شرح المهذب (٤۷۱/۷) حلية العلماء (۳۲۳/۳) الخرشی (۳۷۳/۲) المغنی (۱۹٥/٥) الإنصاف (٥٥۹/۳) نيل الأوطار (۳۷۹/۳)]

إِلَّا مَنْ قَطَعَ شَجَرَهُ أَوْ خَبَطَهُ كَانَ سَلَبُهُ حَلَالًا لِمَنْ وَجَدَهُ	مگر جو شخص اس کے درخت یا اس کی گھاس کاٹے گا اس کا لباس یا ہتھیار وغیرہ اسے ایسی حالت میں پانے والے کے لیے حلال ہوں گے۔ ❶

❶ عامر بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عقیق مقام میں موجود اپنے محل کی طرف سوار ہو کر گئے۔ انہوں نے ایک غلام کو دیکھا جو درخت کاٹ رہا تھا یا اس کے پتے جھاڑ رہا تھا تو انہوں نے اس سے اس کے کپڑے وغیرہ چھین لیے۔ پس جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو غلام کے مالک آپ کے پاس آئے اور گفت و شنید کی کہ آپ ان کے غلام کو واپس کر دیں یا وہ چیز واپس لوٹا دیں جو انہوں نے ان کے غلام سے چھینی ہے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿معاذ الله أن أراد شيئا نفلنيه رسول الله﴾ "اللہ کی پناہ ہے کہ میں کچھ بھی واپس کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو مجھے نفل (یعنی زائد) چیز عطا فرمائی ہے۔" اور پھر انہوں نے اسے واپس لوٹانے سے انکار کر دیا۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرم کو حرام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے ﴿من رأيتموه يصيد فيه شيئا فلكم سلبه﴾ "جسے تم اس میں شکار کرتا ہوا دیکھو تو تمہارے لیے اس سے چھینا ہوا مال جائز ہے۔"(۲)

وَيَحْرُمُ صَيْدُ وَجٍّ وَشَجَرُهُ	وادیٔ وج کا شکار ❶ اور اس کے درخت بھی حرام ہیں۔ ❷

❶ وج طائف میں ایک وادی کا نام ہے۔(۳)

❷ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن صيد وج وعضاهه حرام محرم لله﴾ "بلاشبہ وادیٔ وج کا شکار اور اس کے (کانٹے دار) درخت اللہ کے لیے حرام ہیں۔"(٤)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ وادیٔ وج کی حرمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف میں اترنے اور ثقیف کا محاصرہ کرنے سے پہلے تھی۔

(شافعیؒ) اس کی حرمت برقرار ہے (انہوں نے گذشتہ حدیث سے استدلال کیا ہے حالانکہ وہ ضعیف ہے)۔

---

(۱) [أحمد (۱/۱٦۸) مسلم (۱۳٦٤) كتاب الحج : باب فضل المدينة وعاء النبى فيها بالبركة……]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۷۹۱) كتاب المناسك : باب فى تحريم المدينة ' أحمد (۱/۱۷۰) ابو داود (۲۰۳۷) شیخ البانیؒ نے اسے صحیح تو کہا ہے لیکن "یصید" کے لفظ کو منکر کہا ہے اور فرمایا کہ یہ لفظ محفوظ ہیں "یقطعون"۔]

(۳) [نيل الأوطار (۳/۳۸۲)]

(٤) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٤٤۱) كتاب المناسك : باب فى مال الكعبة ' ضعيف الجامع (۱۸۷٥) المشكاة (۲۷٤۹) التعليقات الرضية على الروضة الندية ' ابو داود (۲۰۳۲) التاريخ الكبير للبخارى (۱/۱٤۰) حميدى (٦۳)] شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على الروضة الندية للشيخ صبحى حلاق (۱/٦۱٥)] امام شافعیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [أيضا] امام ابن قیمؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [أعلام الموقعين (۱/۳٥)] امام احمدؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [المغنى (٥/۱۹٤)]

(نواب صدیق حسن خانؒ) یہی بات برحق ہے۔(۱)

(راجح) وادیٔ وج کا شکار اور اس کے درخت حلال و مباح ہیں کیونکہ اصل اباحت ہے اور اصل سے منتقل کر دینے والی مذکورہ حدیث قابل حجت نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

متفرقات

572- حالت احرام میں بطورِ علاج جسم سے خون نکلوانا

جائز ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ احتجم وھو محرم ﴾ ”نبی ﷺ نے حالت احرام میں پچھنے لگوائے۔“(۳)

573- حالتِ احرام میں غسل کرنا مباح ہے

جیسا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دورانِ احرام رسول اللہ ﷺ (کے غسل) کی طرح غسل کر کے دکھایا۔“(٤)

574- حالتِ احرام میں سرمہ لگانا یا......

آنکھوں میں بطور علاج کوئی دوا وغیرہ ڈالنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں جس کی آنکھیں دکھتی ہوں اس کے متعلق فرمایا ﴿ ضمدھا بالصبر ﴾ ”وہ اپنی آنکھوں پر ایلوے (دوا کا نام ہے) کا لیپ کر لے۔“(٥)

(۱) [الروضة الندية (٦١٥/١)]

(۲) [المغنی (١٩٤/٥)]

(۳) [بخاری (١٨٣٥، ٥٦٩٥) كتاب الحج : باب الحجامة للمحرم، مسلم (١٢٠٢) ابو داود (١٨٣٥) ترمذی (٨٣٩) نسائی (١٩٣/٥) ابن ماجة (٣٠٨١) مسند شافعی (٣١٩/١) أحمد (٢١٥/١) ابن خزيمة (٢٦٥١) ابن حبان (٢٦٦/٩) أبو يعلى (٢٣٦٠) دارقطنی (٢٣٩/١) شرح السنة (١٥٤/٤) دارمی (٣٧/٢) ابن الجارود (٤٤٢)]

(٤) [بخاری (١٨٤٠) كتاب الحج : باب الاغتسال للمحرم، مسلم (١٢٠٥) ابو داود (١٨٤٠) نسائی (١٢٨/٥) ابن ماجة (٢٩٣٤) موطا (٣٢٣/١) مسند شافعی (٣٠٨/١) أحمد (٣١٨/٥) بيهقی (٦٣/٥)]

(٥) [مسلم (٢٠٨٩) كتاب الحج : باب جواز مداواة المحرم عينيه]

چوتھی فصل

جو افعال دورانِ طواف واجب ہیں

وَعِنْدَ قُدُوْمِ الْحَاجِّ مَكَّةَ يَطُوْفُ لِلْقُدُوْمِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ	مکہ آنے کے بعد حاجی طوافِ قدوم ❶ کے سات چکر لگائے۔ ❷

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا اور عرفات جانے سے پہلے طواف کیا۔(۱)

(2) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتلایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ (مسجد حرام) تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔''(۲)

❷ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أمرهم النبي ﷺ أن يرملوا ثلاثة أشواط ويمشوا أربعا ما بين الركنين ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین چکروں میں تیز قدم چلیں اور دونوں رکنوں کے درمیان چار چکر عام معمول کے مطابق چل کر لگائیں۔''(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف (یعنی طوافِ قدوم) کرتے تو ﴿ يخب ثلاثة أطواف و يمشي أربعة ﴾ ''اس کے تین چکروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے۔''(٤)

طوافِ قدوم کے حکم میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور، شوکانیؒ) طوافِ قدوم فرض ہے۔

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) یہ طواف سنت ہے۔

(شافعیؒ) اس کا حکم تحیۃ المسجد کی طرح ہے۔(٥)

(راجح) طوافِ قدوم واجب نہیں ہے کیونکہ وجوب کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔

---

(۱) [مسلم (۱۲۳۳) کتاب الحج : باب استحباب طواف القدوم للحاج]

(۲) [مشکاۃ : کتاب الحج : باب دخول مكة ' الفصل الأول]

(۳) [بخاری (۱٦۰۲) کتاب الحج : باب كيف كان بدء الرمل' مسلم (۱۲٦٦) ابو داود (۱۸۸٦) نسائی (۲۳۰/٥) ترمذی (۸٦۳) أحمد (۲۹۰/۱)]

(٤) [بخاری (۱٦۱۷) کتاب الحج : باب من طاف بالبيت إذا قدم' مسلم (۱۲٦۱) نسائی (۲۳۰/٥) أحمد (۱۳/۲) ابن خزيمة (۲۷٦۲)]

(٥) [نيل الأوطار (۳۸٦/۳) الروضة الندية (٦۱۷/۱)]

575- عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں گی

عطاؒ کہتے ہیں کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو انہوں (یعنی عطا) نے اس سے کہا کہ تم کس دلیل کی بنا پر عورتوں کو اس سے منع کر رہے ہو؟﴿ وقد طاف نساء النبی ﷺ مع الرجال ﴾''حالانکہ نبی ﷺ کی بیویوں نے بھی مردوں کے ساتھ ہی طواف کیا۔''(۱)

576- طواف کی اقسام

واضح رہے کہ طواف کی پانچ اقسام ہیں:

(1) (طواف قدوم) مکہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے جو طواف کیا جاتا ہے۔

(2) (طواف عمرہ) جو طواف عمرہ ادا کرنے والا شخص مکہ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے کرتا ہے۔

(3) (طواف افاضہ یا زیارت یا حج) جو طواف دس ذی الحجہ کو منی میں قربانی کے بعد کیا جاتا ہے۔

(4) (طواف وداع) جو طواف حج سے فراغت کے بعد مکہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔

(5) (نفلی طواف) گذشتہ تمام طوافوں کے علاوہ کیا جانے والا ہر طواف اس میں شامل ہے۔

وَيَرْمُلُ فِي الثَّلَاثَةِ الْأُولَى وَيَمْشِي فِيمَا بَقِيَ	پہلے تین چکروں میں تیز دوڑے گا اور باقی میں آہستہ چلے گا۔❶

❶ گذشتہ مسئلے میں مذکور احادیث اس کی بھی دلیل ہیں۔علاوہ ازیں رمل (یعنی تیز دوڑ کر طواف کرنا) صرف طوافِ قدوم یا طوافِ عمرہ میں ہی کیا جائے گا جیسا کہ گذشتہ حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ نبی ﷺ جب پہلا طواف (یعنی طوافِ قدوم) کرتے تو پہلے تین چکروں میں دوڑتے۔(۲)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے طوافِ زیارت کے سات چکروں میں رمل نہیں کیا۔(۳)

طوافِ عمرہ میں رمل اس لیے ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء میں اس کا حکم دیا تھا۔واضح رہے کہ اگر تینوں چکروں میں سے پہلے میں رمل رہ جائے تو بقیہ دونوں میں کرے اور اگر دونوں میں رہ جائے تو تیسرے میں کرے اور اگر تیسرے میں بھی رہ جائے تو رمل ساقط ہو جائے گا اور جو رمل کرنا بھول جائے تو اس پر کوئی اعادہ یا قضا نہیں کیونکہ اس صورت کی جگہ اب باقی نہیں رہی۔

○ اہل مکہ پر رمل کا حکم نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مؤقف ہے۔یہی وجہ ہے کہ

(۱) [بخاری (۱۶۱۷) کتاب الحج : باب طواف النساء مع الرجال]

(۲) [بخاری (۱۶۱۷)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۷۶۲) کتاب المناسک : باب الإفاضة فی الحج ' ابو داود (۲۰۰۱) ابن ماجة (۳۰۶۰) نسائی فی الکبری (۴۱۷۰) حاکم (۴۷۵/۱)]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ سے احرام باندھتے تو رمل نہیں کرتے تھے۔(۱)

577- رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (عمرۃ القضاء کے لیے 7ھ میں) مکہ تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ آئے ہیں اور ان کے ساتھ ایسے لوگ ہیں جنہیں یثرب (یعنی مدینہ منورہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (تیز چلنا جس سے قوت کا اظہار ہو) کریں اور دونوں یمانی رکنوں کے درمیان حسبِ معمول چلیں اور آپ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ سب چکروں میں رمل کریں اس لیے کہ ان پر آسانی رہے۔(۲)

معلوم ہوا کہ رمل ایک خاص مقصد کے پیشِ نظر مشروع ہوا تھا۔اگر چہ وہ صورت تو آج موجود نہیں لیکن پھر بھی سنتِ رسول پر عمل کرتے ہوئے رمل کو ترک نہیں کیا جائے گا تا کہ عروجِ اسلام کا دور بھی یاد رہے۔نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا تھا کہ اگر چہ اب وہ صورت تو نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ﴿ لا ندع شيئا كنا نفعله على عهد رسول الله ﴾ ''ہم کسی بھی چیز کو نہیں چھوڑیں گے جسے ہم عہدِ رسالت میں کیا کرتے تھے۔''(۳)

چونکہ اس وقت کفارِ مکہ صرف دونوں شامی رکنوں کی طرف جمع ہوا کرتے تھے اس لیے محض اسی حصے کا رمل سنت قرار پایا۔

وَيُقَبِّلُ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ أَوْ يَسْتَلِمُهُ بِمِحْجَنٍ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ وَنَحْوَهُ	اور حجرِ اسود کو بوسہ دے گا ❶ یا چھڑی وغیرہ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرے گا اور چھڑی کو بوسہ دے گا۔ ❷

❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو پتھر ہے اور کسی قسم کے نفع و نقصان کا مالک نہیں ﴿ ولو لا أنى رأيت رسول الله يقبلك ما قبلتك ﴾ ''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔''(٤)

2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے روز یہ پتھر (حجرِ اسود) ایسے آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن کے ذریعے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس کے ذریعے یہ بول کر ایسے شخص کے لیے گواہی دے

---

۱) [المغنی (۲۲۲/۵) نیل الأوطار (۳۸۵/۳)]

۲) [بخاری (۱۶۰۲) کتاب الحج : باب کیف کان بدء الرمل' مسلم (۱۲٦٦) أحمد (۲۹۰/۱) نسائی (۲۳۰/۵) (۲۹٤٥) ابن خزیمة (۲۷۲۰)]

۳) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۱٦٦۲) کتاب المناسك : باب فی الرمل' ابو داود (۱۸۸۷) ابن ماجة (۲۹۵۲) أحمد (٤٥/۱) ابن خزیمة (۲۷۰۸)]

٤) [بخاری (۱۵۹۷) کتاب الحج : باب ما ذکر فی الحجر الأسود' مسلم (۱۲۷۰) ابو داود (۱۸۷۳) نسائی (۲۲۷/۵) ترمذی (۸٦۲) أحمد (۷٦/۱) بیهقی (۷٤/۵) شرح السنة (٦٨/٤)]

گا جس نے حق کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہوگا۔" (١)

❷ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر طواف کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو ایک چھڑی کے ذریعے چھوتے تھے۔" (٢)

(2) حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿ ویقبل المحجن ﴾ "اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھڑی کا بوسہ لیتے۔" (٣)

○ حجر اسود کو چھونے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین طریقے ثابت ہیں:

① حجر اسود کو بوسہ دینا۔

② کسی چھڑی کے ذریعے حجر اسود کو چھونا اور پھر چھڑی کو بوسہ دینا (یہ دونوں طریقے پیچھے گذر چکے ہیں)۔

③ اپنے ہاتھ کے ساتھ حجر اسود کو چھو کر اپنے ہاتھ کو بوسہ دینا جیسا کہ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ہاتھ کے ساتھ پتھر کو چھوتے ہوئے دیکھا پھر انہوں نے اپنے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا ﴿ ما ترکته منذ رأیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یفعله ﴾ "میں نے اس عمل کو اس وقت سے نہیں چھوڑا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے دیکھا ہے۔" (٤)

وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ	اور رکن یمانی کو بھی چھو کر گزرے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رکن یمانی اور رکن اسود کو چھونا خطاؤں کو گرا دیتا ہے۔" (٥)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ ولم أر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستلم من البیت إلا الرکنین الیمانیین ﴾ "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دونوں یمانی رکنوں کو ہی چھوتے دیکھا۔" (٦)

---

(١) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (٢٣٨٢) المشکاة (٢٥٧٨) ترمذی (٩٦١) کتاب الحج : باب ما جآء فی الحجر الأسود ' ابن ماجة (٢٩٤٤) أحمد (٢٤٧/١) ابن خزیمة (٢٧٣٥) دارمی (٤٢/٢) أبو یعلی (٢٧١٩) ابن حبان (٣٧١١) حاکم (٤٥٧/١) بیهقی (٧٥/٥)]

(٢) [بخاری (١٦٠٧) کتاب الحج : باب استلام الرکن بمحجن ' مسلم (١٢٧٢) أحمد (٢١٤/١) ابو داود (١٨٧٧) نسائی (٢٣٣/٥) ابن ماجة (٢٩٤٨) مسند شافعی (٣٤٥/١) عبدالرزاق (٨٩٣٥) شرح السنة (١٩٠٧) ابن الجارود (٤٦٣) ابن حبان (٣٨٢٩) طبرانی (١٢٠٧٠)]

(٣) [مسلم (١٢٧٥) کتاب الحج : باب جواز الطواف علی بعیر و غیره واستلام الحجر بمحجن ' ابن ماجة (٢٩٤٩)]

(٤) [أحمد (١٠٨/٢) بخاری (١٦٠٦) کتاب الحج : باب الرمل فی الحج والعمرة ' مسلم (١٢٦٧) نسائی (٢٣٢/٥) ابن خزیمة (٢٧١٥) ابن الجارود (٤٥٣) دارمی (٣٧٢/١) ابن حبان (٣٨٢٤) بیهقی (٧٥/٥)]

(٥) [**صحیح** : صحیح الجامع (٢١٩٤) أحمد (٣/٢) نسائی (٢٩١٩) کتاب مناسك الحج : باب ذکر الفضل فی الطواف بالبیت ' ترمذی (٩٥٩) عبد بن حمید (٨٣١) ابن خزیمة (٢٧٢٩)]

(٦) [بخاری (١٦٠٩) کتاب الحج : باب من لم یستلم الرکنین الیمانیین ' مسلم (١٢٦٧) أحمد (٨٩/٢) ابو داود (١٨٧٤) نسائی (٢٩٤٩) ابن ماجة (٢٩٤٦) عبدالرزاق (٨٩٣٧) طحاوی (١٨٣/٢) بیهقی (٧٦/٥) شرح السنة (١٩٠٢) ابن خزیمة (٢٧٢٥)]

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أن النبی ﷺ كان يستلم الركن اليمانی والحجر فی كل طواف ﴾

''رسول اللہ ﷺ ہر طواف میں رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔'' (١)

○ یاد رہے کہ کعبہ کے چار کونے ہیں: حجر اسود، رکن یمانی، رکن شامی اور رکن عراقی۔ حجر اسود اور رکن یمانی کو ''رکنین یمانیین'' اور رکن شامی اور رکن عراقی کو ''رکنین شامیین'' کہتے ہیں۔

وَيَكْفِي الْقَارِنَ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَسَعْيٌ وَاحِدٌ	حج قران کرنے والے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من أحرم بالحج والعمرة أجزأه طواف واحد وسعی واحد منهما حتی يحل منهما جميعا ﴾ ''جس نے حج اور عمرے کا (اکٹھا) احرام باندھا اسے ان دونوں سے ایک طواف اور ایک سعی ہی کافی ہو جائے گی حتی کہ وہ ان دونوں سے اکٹھا حلال ہو جائے۔'' (٢)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں فرمایا ﴿ ليسعك طوافك لحجك وعمرتك ﴾ ''تمہیں حج اور عمرے کے لیے (ایک ہی) طواف کافی ہو جائے گا۔'' (٣)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کے لیے ایک ہی طواف کیا۔ (٤)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ لم يطف النبی ولا أصحابه بين الصفا والمروة إلا طوافا واحدا ﴾ ''نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے صفا اور مروہ کے درمیان صرف ایک ہی طواف کیا۔'' (٥)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ إن الذين جمعوا بين الحج والعمرة طافوا طوافا واحدا ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے حج اور عمرے کو اکٹھا کر لیا (یعنی حج قران کیا) انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔'' (٦)

معلوم ہوا کہ قارن کے لیے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(١) [حسن : إرواء الغليل (١١١٠) نسائی (٢٩٤٧) كتاب مناسك الحج : باب استلام الركنين فی كل طواف ' حاكم (٤٥٦/١) بيهقی (٨٠/٥) ابو داود (١٨٧٦)]

(٢) [صحيح : صحيح ترمذی (٧٥٦) صحيح ابن ماجة (٢٤٠٩) ترمذی (٩٤٨) أحمد (٦٧/٢) ابن ماجة (٢٩٧٥) ابن خزيمة (٢٧٤٥)]

(٣) [أحمد (١٢٤/٦) مسلم (٢١٢٣) كتاب الحج : باب بيان وجوه الإحرام......]

(٤) [بخاری (١٦٩٣) كتاب الحج : باب من اشتری الهدی من الطريق ' مسلم (١٢٣٠)]

(٥) [مسلم (١٢١٥) كتاب الحج : باب بيان وجوه الإحرام...... ' ابو داود (١٨٩٥) نسائی (٢٤٤/٥) ترمذی (٩٤٧) ابن ماجة (٢٩٧٣) أحمد (٣١٧/٣)]

(٦) [بخاری (١٦٣٨) كتاب الحج : باب طواف القارن]

(ابوحنیفہؒ) قارن کے لیے دو طواف اور دو سعی لازم ہیں۔(۱)

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے ہم رائے حضرات کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایات ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں اور گذشتہ صحیح احادیث کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے انہیں ضعیف کہا ہے۔(۲)

(ابن حزمؒ) نبی ﷺ اور کسی بھی صحابی سے اس مسئلے (یعنی قارن کے لیے دو طواف اور دو سعی لازم ہیں) میں کچھ بھی صحیح ثابت نہیں ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) انہوں نے جمہور کے مؤقف کو ترجیح دی ہے۔(٤)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

وَيَكُوْنُ حَالَ الطَّوَافِ مُتَوَضِّئًا سَاتِرَ الْعَوْرَةِ	اور دوران طواف وہ باوضوء ❶ اور ستر ڈھانپنے والا ہو۔ ❷

❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ أنه ﷺ توضأ ثم طاف بالبيت ﴾ ”آپ ﷺ نے وضوء کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔“(٦)

واضح رہے کہ طواف کے لیے وضوء شرط یا واجب نہیں ہے کیونکہ اس ضمن میں صرف مذکورہ حدیث ہی مروی ہے جس میں محض آپ ﷺ کے فعل کا ہی ذکر ہے اور یہ بات اصول میں ثابت ہے کہ مجرد فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔

(البانیؒ) رقمطراز ہیں کہ اکثر سلف طواف کے لیے نماز کی شروط عائد نہیں کرتے۔

(ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن تیمیہؒ) اسی کو درست قرار دیتے ہیں۔

(صدیق حسن خانؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۷)

تاہم جو لوگ طواف کے لیے وضو ضروری قرار دیتے ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (٤/٤٢٤) تحفة الأحوذی (٣/٨٣٦) نیل الأوطار (٣/٤٣٤) شرح المهذب (٨/٨٤) الأم (٢/١٩٣) الحجة على أهل المدينة (١/٢) حاشية الدسوقی (٢/٢٨) المغنی (٥/٣١٥) كشاف القناع (٢/٤١٢) هداية السالك (٩١٤)]

(۲) [فتح الباری (٤/٣٠١)]

(۳) [المحلی بالآثار (٥/١٨٤)]

(٤) [الروضة الندية (١/٦٢٣)]

(٥) [تحفة الأحوذی (٣/٨٣٨)]

(٦) [بخاری (١٦٤١ ' ١٦٤٢) كتاب الحج : باب الطواف على الوضوء ' مسلم (١٢٣٥) ابن خزيمة (٢٦٩٩)]

(۷) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (٢/٩٤) مجموع الفتاوی (٢/٤٥٣) الروضة الندية (١/٦٢٤)]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الطواف حول البیت مثل الصلاۃ ﴾ ''بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی مانند ہے۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ﴿ أقلوا من الکلام فی الطواف فإنما أنتم فی الصلاۃ ﴾ ''دورانِ طواف کم کلام کیا کرو کیونکہ بے شک تم نماز میں ہوتے ہو۔'' (۲)

(احمدؒ، مالکؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(شوکانیؒ) وجوب کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ (۳)

❷ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اعلان کروادیا ﴿ ولا یطوف بالبیت عریانا ﴾ ''(اس سال کے بعد) کوئی بھی عریاں حالت میں بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتا۔'' (٤)

(جمہور) صحت طواف کے لیے ستر ڈھانپنا شرط ہے۔

(احناف) ستر ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔ (٥)

وَالْحَائِضُ تَفْعَلُ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفَ بِالْبَيْتِ	حائضہ عورت بیت اللہ کے طواف کے سوا دیگر حاجیوں کی طرح تمام اعمال کرے گی۔ ❶

❶ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا جبکہ وہ حائضہ تھیں ﴿ افعلی ما یفعل الحاج غیر أن لا تطوفی بالبیت حتی تغتسلی ﴾ ''تم بیت اللہ کے طواف کے سوا تمام افعال سرانجام دو جو دیگر حاجی کرتے ہیں حتی کہ تم غسل کرلو۔'' (٦)

(امیر صنعانیؒ) اس مسئلے پر اجماع ہے۔ (۷)

ممکن ہے ممانعت کا سبب یہ ہو کہ حائضہ عورت کے لیے مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔

(۱) [**صحیح** : صحیح ترمذی (۷٦۷) کتاب الحج : باب ما جآء فی الکلام فی الطواف ' إرواء الغلیل (۱۲۱) المشکاۃ (۲۵۷٦) ترمذی (۹٦۰) دارمی (٤٤/۲) ابن خزیمۃ (۲۷۳۹)]

(۲) [**صحیح موقوف** : صحیح نسائی (۲۷۳٦) کتاب مناسك الحج : باب إباحۃ الکلام فی الطواف ' نسائی (۲۹۲۳)] شیخ صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی الروضۃ الندیۃ (٦۲۵/۱)]

(۳) [المغنی (۲۲۳/۵) السیل الجرار (۱۹۱/۲)]

(٤) [بخاری (٤٦۵٦) کتاب التفسیر : باب قولہ ''وأذان من اللہ ورسولہ''، مسلم (۱۳٤۷)]

(٥) [نیل الأوطار (۳۹٦/۳)]

(٦) [بخاری (۳۰۵) کتاب الحیض : باب تقضی الحائض المناسك کلھا إلا الطواف بالبیت ' مسلم (۱۲۱۱) أحمد (۲٤۵/٦)]

(۷) [سبل السلام (۲۳۸/۱)]

وَيُنْدَبُ الذِّكْرُ حَالَ الطَّوَافِ بِالْمَأْثُورِ	طواف کے وقت مسنون ذکر کرنا مستحب ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کے درمیان یہ دعا پڑھتے "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"۔ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رکن یمانی کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرر کیے گئے ہیں لہٰذا جس نے کہا " اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا آتِنَا ...... عَذَابَ النَّارِ " تو وہ تمام فرشتے آمین کہیں گے۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صرف یہ کلمات کہے " سبحان اللّٰہ ، والحمد لله ، ولا إله إلا اللّٰہ ، واللّٰہ اکبر ، ولا حول ولا قوة إلا بالله " اس کی دس برائیاں مٹادی جائیں گی ، دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور دس درجے بلند کر دیے جائیں گے۔" (۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلاشبہ بیت اللہ اور صفا مروہ کے چکر اور جمروں کو کنکریاں مارنا صرف ذکر الٰہی کے قیام کے لیے ہے۔" (۳)

وَبَعْدَ فَرَاغِهِ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ يَعُودُ إِلَى الرُّكْنِ فَيَسْتَلِمُهُ	طواف سے فراغت پر مقام ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھے گا ❶ پھر حجر اسود کو دوبارہ چھوئے گا۔ ❷

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام ابراہیم پہنچے تو آیت ﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرة: ۱۲۵] کی قراءت کی ﴿ فصلى ركعتين ﴾ "اور دو رکعتیں ادا کیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان رکعتوں میں) سورۂ فاتحہ ، قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد کی قراءت کی ﴿ ثم عاد إلى الركن فاستلمه ﴾ "پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کی طرف لوٹے اور اسے چھوا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی طرف نکل گئے۔ (٤)

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱٦٦٦) كتاب المناسك : باب الدعاء في الطواف ، ابو داود (۱۸۹۲) أحمد (٤۱۱/۳) مسند شافعی (۳٤٧/۱) عبدالرزاق (۸۹٦۳) ابن خزيمة (۲٧۲۱) ابن حبان (۳۸۲٦) حاكم (٤٥٥/۱) بيهقی (۸٤/٥) شرح السنة (٧٧/٤)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٦٤۰) كتاب المناسك : باب فضل الطواف ، المشكاة (۲٥۹۰) ضعيف الجامع (٥٦۸۳) ابن ماجة (۲۹٥٧)]

(۳) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٤۱۰) كتاب المناسك : باب في الرمل ، ضعيف ترمذی (۱٥٤) ابو داود (۱۸۸۸) ترمذی (۹۰۲) دارمی (٥۰/۲) ابن خزيمة (۲٧۳۸) أحمد (٦٤/٦)] شیخ علی معوض نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٤) [أحمد (۳۲۰/۳) مسلم (۱۲۱۸) كتاب الحج : باب حجة النبي ، نسائی (۲۳٦/٥) ابو داود (۱۹۰٥) ابن ماجة (۳۰٧٤) بيهقی (٧/٥) دارمی (٤٦/۲) بيهقی فی دلائل النبوة (٤۳۳/٥) شرح السنة (۱۹۱۱) شرح معانی الآثار (۱۹۱/۲)]

(شافعیؒ، مالکؒ) یہ دو رکعتیں سنت ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) یہ واجب ہیں۔

(ابن قدامہؒ) یہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔(۱)

○ نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان دو رکعتوں میں دن کو جہری قراءت کی لہٰذا ان میں دن اور رات میں جہری قراءت کرنا ہی مسنون ہے۔(۲)

578- مقام ابراہیم کی دو رکعتوں کے بعد آب زمزم پینا

مقام ابراہیم میں دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ زمزم کے کنوئیں کی طرف گئے اور اس سے پانی پیا' مزید کچھ پانی سر پر بھی ڈالا۔ پھر آپ ﷺ نے حجرِ اسود کا استلام کیا جیسا کہ شیخ البانیؒ نے نقل فرمایا ہے۔(۳)

متفرقات

579- مریض سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں آپ ﷺ نے فرمایا ﴿طوفی من وراء الناس وأنت راكبة﴾ ''پھر تم لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لو۔'' اس حدیث پر امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((المريض يطوف راكبا)) ''بیمار سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے۔''(٤)

580- اضطباع کیا ہے؟

طواف کرنے سے پہلے احرام کی چادروں میں سے اوپر والی چادر دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالنا کہ دایاں کندھا ننگا رہے' اسے اضطباع کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔(٥)

---

(۱) [نيل الأوطار (٤٠١/٣) المغني (٢٣٢/٥)]

(۲) [الروضة الندية (٦٢٧/١)]

(۳) [حجة النبي للألباني (ص/٥٨)]

(٤) [بخاري (١٦٣٣) كتاب الحج : مسلم (١٢٧٦) موطا (٣٧١/١) ابو داود (١٨٨٢) نسائي (٢٢٣/٥) ابن ماجة (٢٩٦١) أحمد (٢٩٠/٦) أبو يعلى (٤١٠/١٢) ابن خزيمة (٢٧٧٦) ابن حبان (٣٨٣٥) بيهقي (٧٨/٥) شرح السنة (٧٢/٤)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (١٦٤٥) كتاب المناسك : باب الاضطباع في الطواف ' صحيح ابن ماجة (٢٣٩١) ابو داود (١٨٨٣) ترمذى (٨٥٩) ابن ماجة (٢٩٥٤) أحمد (٢٢٢/٤)]

پانچویں فصل

صفا مروہ کے درمیان سعی کا وجوب

وَيَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ دَاعِياً بِالْمَأْثُوْرِ	پھر وہ مسنون دعائیں پڑھتا ہوا صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے گا۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ...... بِهِمَا ﴾ [البقرة : ١٥٨] ''صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں اس لیے بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب اپنے طواف سے فارغ ہوئے تو صفا (کی پہاڑی) کے پاس آئے اور اس پر چڑھ گئے حتی کہ بیت اللہ کی طرف دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر اللہ کی حمد بیان کی اور جو بھی دعا کرنا چاہتے تھے دعا کرنے لگے۔(١)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ جب صفا پہاڑی کے نزدیک پہنچے تو یہ آیت پڑھی:

﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ﴾ (پھر فرمایا) میں (سعی کو) اس مقام سے شروع کرتا ہوں جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اسے شروع کیا ہے پھر صفا پر چڑھے حتی کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کو دیکھا پھر قبلہ رخ ہوئے اور اللہ کی وحدانیت اور کبریائی بیان کی اور کہا:

﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ﴾ پھر اس کے درمیان اسی طرح تین مرتبہ دعا پڑھی۔ پھر صفا سے اترے اور مروہ کی طرف گئے حتی کہ جب آپ ﷺ کے دونوں پاؤں وادی کے نشیب میں پڑے تو دوڑے حتی کہ آپ ﷺ نشیب سے اوپر چڑھے اور مروہ کی طرف چلے۔ مروہ پر بھی وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا (بالآخر آپ ﷺ نے ساتواں چکر مروہ پر آ کر ختم کیا)۔(٢)

سعی کے حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) سعی فرض ہے۔

---

(١) [مسلم (١٧٨٠) كتاب الجهاد والسير : باب فتح مكة ' ابو داود (١٨٧٢) أحمد (٥٣٨/٢) ابن خزيمة (٢٧٥٨)]

(٢) [أحمد (٣٢٠/٣) مسلم (١٢١٨) كتاب الحج : باب حجة النبى ' نسائى (٢٣٦/٥) ابو داود (١٩٠٥)]

(شافعیؒ) یہ رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوگا۔

(ابوحنیفہؒ) سعی واجب ہے اور جو اسے چھوڑے گا اس پر بطور فدیہ ایک جانور دینا لازم ہے۔(۱)

(صدیق حسن خانؒ) سعی واجب ہے۔

ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کا حج اور عمرہ پورا نہیں کیا جس نے صفا مروہ کے چکر نہیں لگائے۔''(۲)

(2) حبیبہ بنت ابی تجراہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفا مروہ کی سعی کرتے ہوئے فرما رہے تھے ﴿سعوا فإن الله كتب عليكم السعي﴾ ''سعی کرو کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سعی کو تم پر فرض کر دیا ہے۔''(۳)

اگر حج تمتع کر رہا ہو تو سعی کے بعد احرام اتار دے گا حتی کہ جب ترویہ کا دن (یعنی 8 ذوالحجہ) ہوگا تو حج کے لیے احرام باندھے گا اور منیٰ کی طرف چلا جائے گا ❶ اور پھر ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور فجر کی نمازیں وہیں ادا کرے گا۔ ❷	وَإِذَا كَانَ مُتَمَتِّعًا صَارَ بَعْدَ السَّعْيِ حَلَالًا حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَتَوَجَّهَ إِلٰى مِنًى ' وَصَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ساتھ لوگوں کا حج بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ﴿فأما من أهل بالعمرة فأحلوا حين طافوا بالبيت وبالصفا والمروة﴾ ''پس جنہوں نے (صرف) عمرے کا احرام باندھا تھا وہ بیت اللہ اور صفا مروہ کے چکر لگا کر حلال ہو گئے۔''(٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف مفرد حج کا احرام باندھا تھا لیکن آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ (عمرے کا احرام باندھ لو اور) بیت اللہ کے طواف اور صفا مروہ کی سعی کے بعد احرام کھول ڈالو اور بال ترشوا لو۔ اس طرح اپنے حج مفرد کو جس کی تم نے پہلے نیت کی تھی اب تمتع بنا لو۔(٥)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے احرام اتار دیے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم منیٰ کی

---

(۱) [الأم (۳۲۳/۲) الحاوى (۱۵٦/٤) المغنى (۲۳۸/٥) المبسوط (٥٠/٤) الإختيار (۱٤۸/۱) الحجة على أهل المدينة (۳٠٤/۲) الكافى (ص/۱۳٥) كشاف القناع (٤۸۷/۲) نيل الأوطار (٤٠۲/۳) الروضة الندية (٦۲۸/۱)]

(۲) [مسلم (۱۲۷۷) كتاب الحج : باب بيان أن السعى بين الصفا والمروة......]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۱٠۷۲) ' (۲٦۸/٤) أحمد (٤۲۱/٦) ترتيب المسند للشافعى (۹٠۷) حاكم (۷٠/٤) بيهقى (۹۸/٥)]

(٤) [مؤطا (۳۳٥/۱) بخارى (۱٥٦۲) مسلم (۱۲۱۱) ابو داود (۱۷۷۹) نسائى (۱٤٥/٥)]

(٥) [بخارى (۱٥٦۸) كتاب الحج : باب التمتع والإقران والإفراد...... ' مسلم (۱۲۱٦) أحمد (۲۱۷/۳) نسائى (۲٠۲/٥) حميدى (۱۲۹۳) ابن حبان (۳۷۹۱) بيهقى (٤۱/٥)]

طرف جائیں تو احرام باندھ لیں تو ہم نے وادیٔ ابطح سے احرام باندھا۔(۱)

❷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''جب ترویہ کا دن (یعنی 8 ذوالحجہ) ہوا تو لوگ منی کی طرف متوجہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوار تھے ﴿فصلى بها الظهر' والعصر' والمغرب والعشاء والفجر﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ظہر' عصر' مغرب' عشا اور فجر کی نماز پڑھائی۔''(۲)

581- خواتین کے لیے صفا مروہ کی سعی

خواتین بھی سعی کریں گی کیونکہ اس حکم کی صرف مردوں کے ساتھ تخصیص کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔ تاہم بعض علما کا کہنا ہے کہ عورتیں صرف چلنے پر ہی اکتفا کریں گی' دوڑ نہیں لگائیں گی۔ کیونکہ ان کے حق میں ستر مقصود ہے (جبکہ دوڑنے سے زینت ظاہر ہونے کا خدشہ ہے)۔(۳)

582- حائضہ اور نفاس والی عورت بھی یہ سعی کرے گی

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو' جبکہ وہ حائضہ تھیں' سوائے طواف بیت اللہ کے حاجیوں کے تمام افعال سرانجام دینے کا حکم دیا تھا۔ اور نفاس والی عورت کا بھی وہی حکم ہے جو حائضہ کا ہے۔

❀❀❀

(۱) [مسلم (۱۲۱٤) کتاب الحج : باب بيان وجوب الإحرام...... ' أحمد (۳۱۸/۳) ابن خزيمة (۲۷۹٤)]

(۲) [مسلم (۱۲۱۸) کتاب الحج : باب حجة النبي ' ابو داود (۱۹۰۵)]

(۳) [المغنی (۲٤٦/۵)]

چھٹی فصل

مناسکِ حج کا بیان

ثُمَّ يَأْتِي عَرَفَةَ صُبْحَ يَوْمِ عَرَفَةَ مُلَبِّيًا مُكَبِّرًا وَيَجْمَعُ الْعَصْرَيْنِ فِيهَا وَيَخْطُبُ ثُمَّ يُفِيضُ مِنْ عَرَفَةَ وَيَأْتِي الْمُزْدَلِفَةَ وَيَجْمَعُ فِيهَا بَيْنَ الْعِشَاءَيْنِ ثُمَّ يَبِيتُ بِهَا	پھر عرفہ کے دن (یعنی 9 ذوالحجہ کو) صبح تلبیہ اور تکبیریں کہتے ہوئے عرفات جائے گا اور وہاں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کرے گا ❶ اور امام خطبہ دے گا ❷ پھر (مغرب کے بعد) عرفات سے مزدلفہ لوٹے گا اور مغرب اور عشاء کو جمع کرے گا پھر وہیں رات گزارے گا۔ ❸

❶ (1) منی سے عرفات جانے کی کیفیت کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كان يهل منا المهل فلا ينكر عليه ويكبر منا المكبر فلا ينكر عليه ﴾ ”ہم میں سے کچھ لوگ تلبیہ کہتے تھے اسے بھی برا نہیں سمجھا جاتا تھا اور بعض ہم میں تکبیریں کہتے تھے انہیں بھی برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔“ (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ﴿ فخطب الناس ثم أذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ولم يصل بينهما ﴾ ”(عرفات پہنچنے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا پھر (کسی نے) اذان دی پھر اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر اقامت کہی تو نماز عصر ادا فرمائی اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔“ (۲)

شیخ البانیؒ نے بھی خطبے کو نمازوں سے پہلے ہی ذکر کیا ہے۔ (۳)

(امیر صنعانیؒ) سنت یہ ہے کہ امام ظہر وعصر کی نمازوں سے پہلے خطبہ دے۔ (٤)

البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ فجمع بين الظهر والعصر ثم خطب الناس ﴾ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر کی نمازوں کو جمع کیا پھر لوگوں کو خطبہ دیا۔“ (٥)

اس تعارض کا حل یہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث کو سنن أبی داود کی حدیث پر ترجیح حاصل ہے۔

❷ دورانِ خطبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے خونوں اور ان کے مالوں کی حرمت وتقدس کو شہر مکہ ماہ ذی الحجہ اور یوم عرفہ کی حرمت کے مساوی قرار دیا۔ جاہلیت کے بعض فاسد اعمال اور رسوم ورواج کا خاتمہ کیا' بیویوں سے حسن سلوک کی تلقین اور میاں

(۱) [بخاری (۱٦٥٩) كتاب الحج : باب التلبية والتكبير إذا غدا...... ' مسلم (۱۲۸٥) أحمد (۱۱۰/۳) نسائی (۲٥۰/٥) ابن ماجة (۳۰۰۸) حمیدی (۱۲۱۱)]

(۲) [مسلم (۱۲۱۸)]

(۳) [حجة النبی (ص/۷۱)]

(٤) [سبل السلام (۹۷۸/۲)]

(٥) [حسن : صحیح ابو داود (۱٦۸٤) كتاب المناسك : باب الرواح إلىٰ عرفة ' ابو داود (۱۹۱۳) أحمد (۱۲۹/۲)]

بیوی کے بعض باہمی حقوق کی نشاندہی کی۔ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنا' راہ راست پر قائم رہنے کا ذریعہ بتلایا۔ مزید برآں لوگوں سے تبلیغِ رسالت کا اقرار کرایا اور آسمان کی طرف انگشتِ شہادت اٹھاتے ہوئے فرمایا ﴿ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ﴾ ''اے اللہ! تو گواہ ہو جا' اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔''(۱)

583- عرفہ کے دن کی بہترین دعا

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بہترین دعا یوم عرفہ کی ہے اور سب سے بہترین (کلمات) جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہے (وہ یہ ہیں) " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ "۔(۲)

584- وقوفِ عرفات کا مقام

نماز ظہر وعصر کے بعد جبلِ رحمت کے قریب کھڑے ہونا اور دعائیں مانگنا مستحب ہے۔ علاوہ ازیں میدان عرفات میں کسی بھی جگہ کھڑے ہونا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ وعرفة كلها موقف ﴾ ''عرفہ سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے۔''(۳)

❸ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے اور پھر جب وہاں پہنچے ﴿ فصلى بها المغرب والعشاء بأذان واحد وإقامتين ولم يسبح بينهما شيئا ثم اضطجع حتى طلع الفجر ﴾ ''تو مغرب وعشاء کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمایا اور ان دونوں کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے۔ پھر لیٹ گئے حتی کہ فجر طلوع ہو گئی۔''(٤)

ثُمَّ يُصَلِّي الْفَجْرَ وَيَاْتِي الْمَشْعَرَ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ عِنْدَهُ وَيَقِفُ بِهِ إِلٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ثُمَّ يَدْفَعُ حَتّٰى يَاْتِي بَطْنَ مُحَسِّرٍ	پھر فجر پڑھنے کے بعد مشعرِ حرام میں آئے گا اور وہاں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے ❶ سورج طلوع ہونے سے پہلے تک وہیں ٹھہرے گا پھر بطنِ محسر میں آئے گا۔ ❷

❶ اس کی تفصیل گذشتہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے۔ مزید برآں ذکر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۸] ''مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔''

عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا۔ نماز کے بعد آپ ٹھہرے اور فرمایا کہ مشرکین (جاہلیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے۔ کہتے تھے اے ثبیر! (ثبیر ایک

(۱) [حجة النبي للألباني (ص/۷۱-۷۳)]

(۲) [حسن : صحیح ترمذی' ترمذی (۳۵۸۵) کتاب الدعوات : باب فی دعاء یوم عرفة' أحمد (۲/۲۱۰)]

(۳) [مسلم (۱۲۱۸) ابو داود (۱۹۳۶' ۱۹۳۷) ابن ماجة (۳۰٤۸) شرح السنة (۱۹۲٦)]

(٤) [مسلم (۱۲۱۸)]

پہاڑ کا نام ہے جو منیٰ جاتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے) تو چمک جا۔ نبی ﷺ نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے۔(۱)

معلوم ہوا کہ مزدلفہ سے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے لوٹنا چاہیے البتہ کمزور' بیمار' بوڑھے' بچے اور عورتیں وغیرہ مزدلفہ میں پوری رات گزارے بغیر بھی منیٰ جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مزدلفہ کی رات آپ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے واپس آ جائیں (یہ اجازت انہوں نے اس لیے طلب کی) کہ بھاری جسم والی تھیں (لہٰذا آہستہ آہستہ چلتی تھیں)' آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔(۲)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہیں نبی ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کے ساتھ مزدلفہ کی رات میں ہی منیٰ بھیج دیا تھا۔(۳)

❷ محسر' منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ایک مشہور وادی کا نام ہے لیکن یہ نہ منیٰ کا حصہ ہے اور نہ ہی مزدلفہ کا۔ اس کا نام وادیٔ محسر اس لیے رکھا گیا ہے کہ ابرہہ کے ہاتھی یہاں ٹھہر گئے اور پھر یہیں ان پر عذاب نازل ہوا۔ لہٰذا وادیٔ محسر سے تیزی سے گزر جانا چاہیے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ أن النبي ﷺ أوضع في وادي محسر ﴾ ''نبی ﷺ وادیٔ محسر سے تیزی سے گزرے۔''(٤)

ثُمَّ يَسْلُكُ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى إِلَى الْجَمْرَةِ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَهِيَ جَمْرَةُ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِثْلَ حَصَى الْخَذْفِ	پھر درمیانے راستے پر چلتے ہوئے اُس جمرے کے پاس آئے گا جو درخت کے پاس ہے اور اسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں وہاں وہ اتنی چھوٹی سات کنکریاں جو کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پھینکی جا سکیں ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے مارے گا۔ ❶

❶ بعینہ یہ بات حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں موجود ہے۔(٥)

(١) [بخاری (١٦٨٤) كتاب الحج : باب متى يدفع من جمع' ابو داود (١٩٣٨) ترمذی (٨٩٦) نسائی (٢٦٥/٥) ابن ماجة (٣٠٢٢) أحمد (١٤/١) دارمی (٥٩/٢) ابن خزيمة (٢٨٥٩) ابن حبان (٣٨٦٠) شرح معاني الآثار (٢١٨/٢) بيهقی (١٢٤/٥)]

(٢) [بخاری (١٦٨٠) كتاب الحج : باب من قدم ضعفة أهله بليل...... ' مسلم (١٢٩٠) نسائی (٢٦٢/٥) أحمد (٢١٣/٦) ابن ماجة (٣٠٢٧) دارمی (٥٨/٢) بيهقی (١٢٤/٥) أبو يعلی (٤٨٠٨)]

(٣) [بخاری (١٦٧٨) أيضا' مسلم (١٢٩٣) ابو داود (١٩٣٩) ترمذی (٨٩٢) نسائی (٢٦١/٥) ابن ماجة (٣٠٢٦) ابن خزيمة (٢٨٧٠) ابن الجارود (٤٦٣) شرح معاني الآثار (٢١٨/٢) أبو يعلی (٢٣٨٦)]

(٤) [صحيح : صحيح ترمذی (٧٠٣) كتاب الحج : باب ما جآء في الإفاضة من عرفات' ترمذی (٨٨٦) ابن ماجة (٤٠٢٣) ابن خزيمة (٢٨٦٢)]

(٥) [مسلم (١٢١٨)]

لفظ "خذف" مصدر ہے باب خَذَفَ يَخْذِفُ (ضرب) سے۔ اس کا معنی انگلیوں (کے پوروں) سے کنکر پھینکنا (جو کہ تقریباً لوبیے کے دانے کے برابر ہو) ہے۔"(١)

ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أمرهم أن يرموا بمثل حصى الخذف ﴾ "آپ ﷺ نے لوگوں کو چھوٹی کنکریاں پھینکنے کا حکم دیا۔"(٢)

وَلَا يَرْمِيهَا إِلَّا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَّا النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ فَيَجُوزُ لَهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ	یہ کنکریاں صرف طلوع آفتاب کے بعد مارے گا ❶ البتہ عورتیں اور بچے اس سے پہلے بھی مار سکتے ہیں۔ ❷

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ترموا الجمرة حتى تطلع الشمس ﴾ "طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں مت مارو۔"(٣)

❷ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ انہوں نے رات کو کنکریاں ماریں پھر واپس آ گئیں اور صبح کی نماز اپنے ڈیرے پر ادا کی۔ اور سنن أبی داود کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا ﴿ إنا كنا نصنع هذا على عهد رسول الله ﴾ "ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ عمل کیا کرتے تھے۔"(٤)

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ "حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فجر سے پہلے کنکریاں ماریں۔" وہ ضعیف ہے۔(٥)

(جمہور، احمدؒ، احناف) صبحِ صادق سے پہلے کنکریاں مارنا جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو صبح ہونے کے بعد دوبارہ کنکریاں مارے گا۔

(شافعیؒ) فجر سے پہلے بھی کنکریاں مارنا جائز ہے۔(٦)

---

(١) [المنجد (ص/١٩٧)]

(٢) [صحيح : صحيح ابو داود (١٧١٣) كتاب المناسك : باب التعجيل من جمع ' ابو داود (١٩٤٤) نسائى (٢٥٨/٥) ترمذى (٨٨٦) ابن ماجة (٣٠٢٣) ابن خزيمة (٢٨٦٢)]

(٣) [صحيح : صحيح ابو داود (١٧١٠) أيضا ' ابو داود (١٩٤٠) نسائى (٢٧١/٥) ابن ماجة (٣٠٢٥) بيهقى (١٣١/٥) أحمد (٢٣٤/١) شرح السنة (١٩٤٣) مشكل الآثار (٣٥٠١) طبرانى كبير (١٢٦٩٩)]

(٤) [بخارى (١٦٧٩) كتاب الحج : باب من قدم ضعفة أهله بليل...... ' مسلم (٢٩٧) أحمد (٣٤٧/٦) ابن خزيمة (٢٨٨٤) ابو داود (١٩٤٣)]

(٥) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٤٢٣) كتاب المناسك : باب التعجيل من جمع ' ابو داود (١٩٤٢) مسند شافعى (٣٥٧/١) شرح معانى الآثار (٢١٨/٢) بيهقى (١٣٣/٥) حاكم (٤٢٩/١)]

(٦) [فتح البارى (٣٤٤/٤) نيل الأوطار (٤١٩/٣) الأم (٣٣٠/٢) شرح المهذب (١٧٧/٨) المبسوط (٦٤/٤) الهداية (١٥٠/١) الكافى (ص/١٤٤) المغنى (٢٩٤/٥) كشاف القناع (٥٠٠/٢)]

(راجح) فجر سے پہلے کنکریاں نہیں مارنی چاہییں البتہ کوئی عذر ہو یا ضعیف و ناتواں بوڑھے یا بچے یا خواتین فجر سے پہلے رات میں بھی کنکریاں مار سکتے ہیں جیسا کہ گذشتہ احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

○ ایام تشریق میں کنکریاں مارنے کا وقت دوپہر زوالِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ رمی رسول الله ﷺ الجمرة يوم النحر ضحى وأما بعد فإذا زالت الشمس ﴾ ”نبی ﷺ نے قربانی کے روز جمرہ عقبہ کو دن چڑھے کنکریاں ماریں جبکہ اس کے بعد (ایامِ تشریق میں) دن ڈھلے کنکریاں ماریں۔“ (۱)

585- تلبیہ کب ختم کیا جائے گا؟

جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ ختم کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ لم يزل النبي ﷺ يلبي حتى رمى جمرة العقبة ﴾ ”نبی ﷺ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے۔“ (۲)

علما نے تلبیہ چھوڑنے کے وقت میں اختلاف کیا ہے۔

(احمدؒ) جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے سے فراغت کے ساتھ ہی تلبیہ ختم ہو جائے گا۔

(جمہور) پہلی کنکری مارنے پر ہی تلبیہ ختم ہو جائے گا۔ (۳)

(راجح) مندرجہ ذیل احادیث امام احمدؒ کے مؤقف کی تائید میں ہیں:

(1) ﴿ فلم يزل يلبي حتى رمى الجمرة ﴾ ”آپ ﷺ جمرے کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے۔“ (٤)

(2) ﴿ ثم قطع التلبية مع آخر حصاة ﴾ ”پھر آپ ﷺ نے آخری کنکری (پھینکنے) کے ساتھ ہی تلبیہ ختم کر دیا۔“ (٥)

وَيَحْلِقُ رَأْسَهُ أَوْ يُقَصِّرُهُ فَيَحِلُّ لَهُ كُلُّ شَيْئٍ إِلَّا النِّسَاءُ	اور پھر وہ اپنا سر منڈائے گا یا بال ترشوائے گا ❶ تو اس کے لیے بیوی کے سوا تمام اشیاء حلال ہو جائیں گی۔ ❷

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ﴿ اللهم اغفر للمحلقين ﴾ ”اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔“ صحابہ نے عرض کیا ﴿ وللمقصرين ﴾ اور بال ترشوانے والوں کے لیے بھی (یہی دعا کیجیے)

(۱) [مسلم (۱۲۱۸) نسائی (۲۳٦/٥) ابو داود (۱۹۰٥)]

(۲) [بخاری (۱٦۸٦، ۱٦۸۷) كتاب الحج : باب التلبية والتكبير...... ، مسلم (۱۲۸۱) ابو داود (۱۸۱٥) ترمذی (۹۱۸) نسائی (۲٦۸/٥)]

(۳) [سبل السلام (۹۹۲/۲)]

(٤) [صحيح : صحيح نسائی (۲۸٦۱) كتاب مناسك الحج : باب التلبية في السير، نسائی (۳۰٥۷)]

(٥) [ابن خزيمة (۲۸۸۷) بسند صحيح]

......تو رسول اللہ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا ﴿ وللمقصرین ﴾ ''اور ترشوانے والوں کے لیے بھی۔'' (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ اللھم ارحم المحلقین ﴾ ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ بال منڈوانا' ترشوانے سے افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ترشوانے والوں کے لیے ابتدا میں دعا نہیں فرمائی۔

586- کیا عورتیں بھی بال منڈوائیں گی؟

عورتیں بال تو نہیں منڈوائیں گی بلکہ صرف کچھ ترشوائیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لیس علی النساء حلق إنما علی النساء التقصیر ﴾ ''عورتوں کے لیے بال منڈوانا نہیں بلکہ صرف بال ترشوانا ہے۔'' (۳)

اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ عورتیں صرف کچھ بال ترشوائیں گی جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ (٤)

لہٰذا عورتوں کو انگلیوں کے اوپر والے پوروں کے برابر بال ترشوا لینے چاہییں۔ (٥)

❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا رمیتم وحلقتم فقد حل لکم الطیب وکل شیء إلا النساء ﴾ ''جب کنکریاں مار چکو اور سر کے بال منڈوا لو تو تمہارے لیے خوشبو اور بیویوں کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جائے گی۔'' (٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس کے لیے شاہد ہے۔ (۷)

البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی سنن أبی داود کی روایت میں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں

---

(۱) [بخاری (۱۷۲۸) کتاب الحج : باب الحلق والتقصیر عند الإحلال ' مسلم (۱۳۰۲) ابن ماجة (۳۰٤۳) أحمد (۲۳۱/۲) بیهقی (۱۳٤/٥)]

(۲) [بخاری (۱۷۲۷) کتاب الحج : باب الحلق والتقصیر عند الإحلال]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۷٤۷ ' ۱۷٤۸) کتاب المناسك : باب الحلق والتقصیر' ابو داود (۱۹۸٤ ' ۱۹۸٥) دارمی (٦٤/۲) دارقطنی (۲۷۱/۲) بیهقی (٥/ی۱۰٤) طبرانی کبیر (۲۵۰/۱۲)] امام نوویؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ [المجموع (۱۸۳/۸)]

(٤) [فتح الباری (۳۹۰/٤)]

(٥) [المغنی (۳۱۰/٥)]

(٦) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۷٤۱) کتاب المناسك : باب فی رمی الجمار ' أحمد (۱۸٦/۱۲) ابو داود (۱۹۷۸) ابن خزیمة (۲۹۳۷)]

(۷) [ابن ماجة (۳۰٤۱) نسائی (۲۷۷/٥) أحمد (۳٤٤/۱) أبو یعلی (۸۹/٥) شرح معانی الآثار (۲۲۹/۲) بیهقی (۱۳٦/٥)]

﴿و حلقتم﴾ اور ﴿الطيب﴾ کے لفظ نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ کنکریاں مارنے کے بعد عورتوں سے مباشرت کے سوا ہر چیز حلال ہو جائے گی اور بیویوں سے مباشرت و ہم بستری طواف اِفاضہ کے بعد جائز ہوگی۔

وَمَنْ حَلَقَ أَوْ ذَبَحَ أَوْ أَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ فَلَا حَرَجَ	جس نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا یا جانور ذبح کر لیا یا بیت اللہ میں چلا گیا تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔ کسی نے کہا مجھے علم نہیں تھے میں نے قربانی سے پہلے حجامت بنوالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا ﴿اذبح ولا حرج﴾ "قربانی کرو کوئی حرج نہیں۔" اور ایک آدمی نے عرض کیا' مجھے معلوم نہیں تھا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ارم ولا حرج﴾ "اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں۔" (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) ﴿فما سئل يومئذ عن شيئ قدم ولا أخر إلا قال ' افعل ولا حرج﴾ "اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس عمل کے مقدم و مؤخر کرنے کے متعلق بھی استفسار کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: جاؤ اب کر لو کوئی حرج نہیں۔" (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کرنے' سر منڈانے' کنکریاں مارنے اور ان میں تقدیم و تاخیر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا حرج﴾ "کوئی حرج نہیں۔" (۲)

(3) جامع ترمذی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إني أفضت قبل أن أحلق﴾ "(کسی صحابی نے کہا) میں نے سر منڈانے سے پہلے طوافِ افاضہ کر لیا ہے (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں)۔" (۳)

587- سر منڈانے سے پہلے قربانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سر منڈانے سے پہلے قربانی کی اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا جیسا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله ﷺ نحر قبل أن يحلق وأمر أصحابه بذلك﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے سے

---

(۱) [بخاری (۱۷۳٦) کتاب الحج : باب الفتيا على الدابة عند الجمرة ' مسلم (۱۳۰٦) موطا (۱/۴۲۱) ابو داود (۲۰۱٤) ترمذی (۹۱٦) ابن ماجة (۳۰۵۱) مسند شافعی (۱/۳۷۸) طیالسی (۱/۲۲٤) أحمد (۲/۱۵۹) دارمی (۲/٦٤) ابن الجارود (۱۰۱٤) شرح معانی الآثار (۲/۲۳۷) بیهقی (۵/۱٤۱) حمیدی (۱/۲٦٤) نسائی فی الکبری (۲/٤٤۷)]

(۲) [بخاری (۱۷۳٤) کتاب الحج : باب إذا رمى بعد ما أمسى...... ' مسلم (۱۳۰۷) ابو داود (۱۹۸۳) نسائی (۵/۲۷۲) ابن ماجة (۳۰٤۹)]

(۳) [حسن : صحيح ترمذی (۷۰۲) کتاب الحج : باب أن عرفة كلها موقف ' ترمذی (۸۸۵)]

پہلے قربانی کی اور اس کا اپنے صحابہ کو بھی حکم دیا۔'' (۱)

اگرچہ یہ حدیث عمرہ حدیبیہ کے موقع کی ہے لیکن حج میں بھی مسنون ترتیب یہی ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ نے اسی کو ثابت کیا ہے۔(۲)

588- یوم النحر میں حاجیوں کے کرنے کے چار کام

یہ چار کام بالترتیب حسب ذیل ہیں:

(1) جمروں کو کنکریاں مارنا (2) قربانی کرنا

(3) بال منڈوانا (4) طواف اِفاضہ کرنا (۳)

وَيَرْمِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ الْجَمَرَاتِ الثَّلَاثِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مُبْتَدِئًا بِالْجَمْرَةِ الدُّنْيَا ثُمَّ الْوُسْطٰى ثُمَّ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ	اور ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) کے ہر روز تینوں جمروں کو سات سات کنکریاں مارے گا۔ پہلے جمرہ دنیا کو پھر وسطی کو اور پھر عقبیٰ کو۔ ❶

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرہ دنیا کی رمی سات کنکریوں کے ساتھ کرتے اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے۔ اس کے بعد آگے بڑھتے اور ایک نرم ہموار زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے' دعائیں کرتے رہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ پھر جمرہ وسطی کی رمی پر بھی اسی طرح کرتے اور بائیں طرف آگے بڑھ کر ایک نرم زمین پر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے' بہت دیر اسی طرح کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہتے پھر جمرہ عقبہ کی رمی بطن وادی سے کرتے لیکن وہاں ٹھہرتے نہیں تھے اور فرمایا کرتے تھے ﴿هكذا رأيت رسول الله يفعل﴾ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔'' (٤)

(2) حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج سے لوٹے اور ہم میں سے کوئی کہتا تھا' میں نے سات کنکریاں ماریں اور کوئی دوسرا کہتا تھا میں نے چھ کنکریاں ماریں ﴿ ولم يعب بعضم على بعض ﴾ ''ان میں سے کسی نے ایک دوسرے پر عیب نہیں لگایا۔'' (٥)

---

(۱) [بخاری (۱۷۱۱) کتاب العمرة : باب النحر قبل الحلق فی الحصر]

(۲) [حجة النبی للالبانی (ص/۸۵)]

(۳) [مسلم (۱۳۰۸) کتاب الحج : باب بیان أن السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر' ابو داود (۱۹۹۸) ابن الجارود (٤۸٦) حجة النبی للألبانی (ص/۸۵)]

(٤) [بخاری (۱۷۵۲) کتاب الحج : باب رفع الیدین عند الجمرتین الدنیا والوسطی ' نسائی (۲۷٦/٥) حاکم (٤۷۸/۱) بیهقی (١٤۸/٥) أحمد (۱٥۲/۲)]

(٥) [**صحیح** : صحیح نسائی (۲۸۸۲) کتاب مناسك الحج : باب عدد الحصی التی یرمی بها الجمار' نسائی (۳۰۷۹) أحمد (۱٦۸/۱) بیهقی (۱٤۹/٥)]

589- ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزاری جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے ﴿ ثم رجع إلى منى فمكث بها ليالي أيام التشريق يرمي الجمرة إذا زالت الشمس ﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کی طرف لوٹے تو ایام تشریق کی راتیں وہیں ٹھہرے۔(اس دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تو جمروں کو کنکریاں مارتے۔''(۱)

(جمہور) منیٰ میں ایام تشریق کی راتیں گزارنا واجب ہے۔(۲)

ان کی دلیل گذشتہ حدیث (یعنی یہ عمل مناسک حج میں سے ہے اور مناسک حج پر عمل واجب ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خذوا عن مناسككم") اور مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ آب زمزم پلا سکیں ﴿ فأذن له ﴾ ''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔''(۳)

معلوم ہوا کہ بغیر کسی عذر کے ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا ضروری ہے اسی لیے انہوں نے اجازت طلب کی۔

(2) حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن رسول الله ﷺ أرخص لرعاة الإبل في البيتوتة عن منى ...... ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرواہوں کو منیٰ سے باہر رات گزارنے کی اجازت دے دی۔''(٤)

اس حدیث میں جمہور کا مستدل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عذر کی بنا پر رخصت دی اور رخصت کا متضاد عزیمت ہے یعنی بغیر کسی عذر کے منیٰ میں راتیں گزارنا ضروری ہے۔

(البانیؒ) وجوب کا قول ہی برحق ہے۔(٥)

منیٰ میں تین راتیں قیام کرنا اور جمرات کو کنکریاں مارتے رہنا افضل ہے لیکن اگر کوئی دو دن قیام کے بعد واپس لوٹ آئے تو اس کی بھی اجازت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۷۳٦) كتاب المناسك : باب في رمي الجمار ' ابو داود (۱۹۷۳) أحمد (۹۰/٦) ابن خزيمة (۳۱۱/٤) ابن حبان (۱۰۱۳ ۔ الموارد) أبو يعلى (۱۸۷/۸) شرح معاني الآثار (۲۲۰/۲) ابن الجارود (٤۹۲) حاكم (٤۷۷/۱) بيهقي (۱٤۸/٥)]

(۲) [نيل الأوطار (٤۳۷/۳)]

(۳) [بخاري (۱٦۳٤) كتاب الحج : باب سقاية الحاج ' مسلم (۱۳۱٥) ابو داود (۱۹٥۹) دارمي (۷٥/۲) نسائي في الكبرى (٤۱۷۷) أحمد (۱۹/۲) بيهقي (۱٥۳/٥) شرح السنة (۱۳٥/٤)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۷۳۸) كتاب المناسك : باب في رمي الجمار' ابو داود (۱۹۷٥) مؤطا (٤۰۸/۱) أحمد (٤٥۰) ترمذي (۹٥٥) نسائي (۲۷۳/٥) ابن ماجة (۳۰۳۷) ابن خزيمة (۲۹۷٥) ابن الجارود (٤۷۸) حاكم (٤۷۸/۱) بيهقي (۱٥۰/٥)]

(٥) [التعليقات الرضية على الروضة (۱۰٦/۲)]

يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة : ٢٠٣] ''ان گنتی کے چند دنوں (یعنی ایام تشریق) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں۔''

وَيُسْتَحَبُّ لِمَنْ يَّحُجُّ بِالنَّاسِ أَنْ يَخْطُبَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ	امامِ حج کے لیے مستحب ہے کہ وہ یوم النحر کو خطبہ دے۔ ❶

❶ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿خطبنا النبی ﷺ یوم النحر......﴾ ''نبی ﷺ نے ہمیں یوم النحر (10 ذوالحجہ) کو خطبہ دیا۔'' آپ ﷺ نے پوچھا لوگو! معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ اس پر خاموش ہو گئے اور ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم بولے ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ مہینہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ اس مرتبہ بھی خاموش ہو گئے اور ہمیں خیال ہوا کہ آپ ﷺ اس مہینے کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم بولے کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ شہر کون سا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی آپ ﷺ اس طرح خاموش ہو گئے کہ ہم نے سمجھا آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ حرمت کا شہر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت' اس مہینے اور اس شہر میں ہے تا آنکہ تم اپنے رب سے جا ملو......'' (١)

(2) حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عید الاضحیٰ کے روز رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی عضباء اونٹنی پر (بیٹھے ہوئے) خطبہ دے رہے تھے۔ (٢)

وَفِي وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ	اور ایام تشریق کے درمیان میں بھی۔ ❶

❶ (1) ابو نجیح بنو بکر کے دو آدمیوں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ﴿رأينا رسول الله ﷺ يخطب بين أوسط أيام التشريق......﴾ ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے درمیانی دن (یعنی 12 ذوالحجہ کو) خطبہ دیتے ہوئے دیکھا'' اور ہم آپ ﷺ کی سواری کے پاس تھے اور یہ آپ ﷺ کا وہ خطبہ ہے جو آپ ﷺ نے منیٰ میں ارشاد فرمایا۔ (٣)

(2) ابو نضرہ کی روایت میں ایام تشریق کے درمیانی دن کا خطبہ ان الفاظ میں مروی ہے ''آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! خبردار تمہارا رب ایک ہے اور بلاشبہ تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی سرخ کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو سرخ پر کوئی تفوق و برتری حاصل ہے مگر صرف تقویٰ کے ساتھ۔ کیا میں

(١) [بخاری (١٧٤١) کتاب الحج : باب الخطبة أيام منى' مسلم (١٦٧٩)]

(٢) [حسن : صحيح ابو داود (١٧٢١) أحمد (١٢-٢١٣ الفتح الربانی) ابو داود (١٩٥٤)]

(٣) [صحيح : صحيح ابو داود (١٧٢٠) کتاب المناسك : باب أي يوم يخطب بمنى؟' ابو داود (١٩٥٢)]

نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کر دی ہے۔'' (۱)

یہ احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایام تشریق کے درمیانی دن میں بھی منی میں خطبہ مسنون ہے۔ (۲)

معلوم ہوا کہ دوران حج تین خطبے مشروع ہیں:

(1) عرفہ کے دن (9 ذوالحجہ)

(2) نحر کے دن (10 ذوالحجہ)

(3) ایام تشریق کے وسط میں (12 ذوالحجہ)

وَيَطُوفُ الْحَاجُّ طَوَافَ الْإِفَاضَةِ وَهُوَ طَوَافُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النَّحْرِ	حاجی نحر کے دن طواف افاضہ یعنی طواف زیارت کرے گا۔ ❶

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ﴿أن رسول الله أفاض يوم النحر ثم رجع فصلى الظهر بمنى﴾ ''نبی ﷺ نے نحر کے دن طواف افاضہ کیا پھر واپس لوٹ گئے اور منی میں نماز ظہر ادا کی۔'' (۳)

(نوویؒ) علما نے اجماع کیا ہے کہ یہ طواف حج کا رکن ہے اور اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) طواف افاضہ حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہو یہ ہمارے علم میں نہیں۔'' (٥)

(ابن حزمؒ) طوافِ افاضہ کے وجوب پر اجماع ہے۔ (٦)

(ابن تیمیہؒ) انہوں نے اسی کو ثابت کیا ہے۔ (٧)

(صدیق حسن خانؒ) اس طواف کا رکن ہونا تو درکنار بلکہ یہ واجب بھی نہیں ہے کیونکہ بیشتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قارن کے لیے ایک طواف اور سعی کافی ہے۔ (٨)

---

(۱) [أحمد (٤١١/٥)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (٤٤١/٣) الأم (٣٢٧/٢) شرح المهذب (٢٢٦/٨) المغنى (٣١٩/٥) الكافي (ص/١٧١) هداية السالك (١٢٠/٤) كشاف القناع (٥١١/٢) تحفة الفقهاء (٦٦٠/١) الهداية (١٤٢/١)]

(۳) [مسلم (١٣٠٨) كتاب الحج : باب استحباب طواف الإفاضة يوم النحر' ابو داود (٩٩٨) نسائی فی الكبرى (١٥٥/٦) أحمد (٣٤/٢) ابن الجارود (٤٨٦) ابن حبان (٣٨٨٢) حاكم (٤٧٥/١) بيهقى (١٤٤/٥)]

(٤) [شرح مسلم (٤٥١/٤)]

(٥) [المغنى (٣١١/٥)]

(٦) [المراتب (ص/٤٩)]

(٧) [كما فى التعليقات الرضية للألبانى (١١٤/٢)]

(٨) [الروضة الندية (٦٤٢/١)]

طوافِ افاضہ کے بعد نبی ﷺ نے نمازِ ظہر کہاں ادا کی اس کے متعلق گذشتہ حدیث میں منی کا ذکر ہے جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں مکہ کا ذکر ہے۔ ان کے درمیان تطبیق میں اختلاف ہے۔

(1) نبی ﷺ نے دونوں جگہوں میں نماز پڑھائی کیونکہ آپ ﷺ ہی امام تھے۔

(2) پہلے مکہ میں پڑھائی' پھر منی میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نفل نماز پڑھی۔

(3) امام ابن قیمؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ صحیحین میں ہے۔(۱)

وَإِذَا فَرَغَ مِنْ أَعْمَالِ الْحَجِّ طَافَ لِلْوِدَاعِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ	جب حج کے کاموں سے فارغ ہوگا تو طوافِ وداع کرے گا ❶ البتہ حائضہ کے لیے اس کی رخصت دی گئی ہے۔ ❷

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ ہر جہت سے واپس پھر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ينفرن أحد حتى يكون آخر عهده بالبيت ﴾ ''ہرگز کوئی نہ نکلے حتی کہ اس کا آخری وقت بیت اللہ کے طواف میں صرف ہو۔''(۲)

(جمہور، ابن قدامہؒ) طواف وداع واجب ہے۔

(مالکؒ، داودؒ) یہ طواف سنت ہے۔(۳)

(راجح) حدیث میں موجود اس طواف کا حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

❷ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ سب سے آخر میں تمہارا عمل بیت اللہ کا طواف ہو ﴿ إلا أنه خفف عن الحائض ﴾ ''مگر ایام ماہواری والی عورت کے لیے تخفیف کی گئی ہے۔''(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا طوافِ افاضہ کے بعد حائضہ ہو گئیں تو نبی ﷺ نے انہیں فرمایا ﴿ فاخرجي ﴾ ''تو تم (بغیر طواف وداع کے ہی) نکلو۔''(٥)

590- مدینہ کو واپسی

نبی ﷺ نے طواف وداع میں رمل نہیں کیا اور نماز فجر میں سورۂ طور کی قراءت کی پھر مدینہ کی طرف کوچ فرمایا جب ذوالحلیفہ پہنچے تو رات وہیں قیام کیا پھر جب مدینہ دکھائی پڑا تو تین تکبیریں کہیں اور کہا '' لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ

(۱) [زاد المعاد (۳۲٦/۱-۳۲۷) التعليقات الرضية للألباني (۱۱٤/۲) نيل الأوطار (٦١/٥)]

(۲) [مسلم (۱۳۲۷) كتاب الحج : باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض' ابو داود (۲۰۰۲) ابن ماجة (۳۰۷۰) دارمي (۷۲/۲) مسند شافعي (۳٦۳/۱) حميدي (۵۰۲) شرح معاني الآثار (۲۲۳/۲) أبو يعلى (۲۹۱/٤) أحمد (۲۲۲/۱) طبراني كبير (٤۳/۱۱) بيهقي (۱٦۱/٥) شرح السنة (۱۳۸/٤)]

(۳) [المغني (۳۳۷/٥) نيل الأوطار (٤٤٧/۳)]

(٤) [بخاري (۱۷٥٥) كتاب الحج : باب طواف الوداع' مسلم (۱۳۲۸) دارمي (۷۲/۲) مسند شافعي (۳٦٤/۱)]

(٥) [بخاري (۳۲۸) كتاب الحيض : باب المرأة تحيض بعد الإفاضة' مسلم (۱۳۲۹) نسائي (۳۹٤/۱) ابو داود (۲۰۰۳) أحمد (۱۷۷/٦) بيهقي (۱٦۳/٥)]

ـہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ' آیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ' صَدَقَ وَعْدَہٗ ' وَنَصَرَ عَبْدَہٗ ' وَھَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَہٗ " پھر دن کو مدینہ میں داخل ہو گئے۔(۱)

متفرقات

591- مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت

(1) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز ادا کرنے کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز کی ادائیگی میری اس مسجد میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔''(۲)

(2) معجم طبرانی میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع روایت میں ہے ﴿ والصلاة فی بیت المقدس بخمسمائة صلاة ﴾ ''اور بیت المقدس میں ایک نماز کا اجر پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔''(۳)

592- حج یا عمرے کے لیے جاتے ہوئے راستے میں عذر پیش آ جانا

یعنی کوئی شخص راستے میں ہی کسی بیماری یا طوفان وسیلاب یا دشمن یا کسی بھی وجہ سے روک دیا جائے ان تمام صورتوں کو احصار کہتے ہیں۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) احصار صرف دشمن کے ذریعے رکاوٹ پڑنے کی صورت میں ہی ہے۔(٤)

جمہور کا مؤقف راجح ہے جیسا کہ آئندہ حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ بہر حال ایسی صورت میں مذکورہ شخص

---

(۱) [بخاری مع الفتح (۱۸۸/۱) مسلم بشرح النووی (۱۱۲/۹) ابو داود (۲۷۷۰) ترمذی مع التحفة (۲۱/٤) الروضة الندية (٦٤٣/۱)]

(۲) [أحمد (٥/٤) ابن حبان (۱٦۲۰۔ الإحسان) مشکل الآثار (٦۱/۲) بزار (٤۲٥۔ کشف الأستار) بیهقی (۲٤٦/٥) ابن حزم (۲۹۰/۷) طیالسی (۱۳۲۷) مجمع الزوائد (٤/٤)] شیخ صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعليق علی سبل السلام (۳۲۱/٤)]

(۳) [طبرانی کما فی المجمع (۷/٤) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور بعض میں کلام بھی ہے الغرض یہ حدیث حسن ہے۔]

(٤) [الأم (۳٤۲/۲) المبسوط (۱۰۷/٤) الأصل (۳۸٦/۲) الحاوی (۳٥۷/٤) الخرشی (۳۹۱/۲) حاشية الدسوقی (۹۷/۲) المغنی (۲۰۳/٥) الإنصاف (۷۷/٤) نیل الأوطار (٤٥۰/۳)]

احصار کی جگہ پر احرام کھول دے گا' اپنا سر منڈ والے گا' اپنی خواتین سے مباشرت کر سکے گا اور وہیں قربانی ذبح کر دے گا۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) قربانی صرف حرم میں ہی ذبح کی جائے گی۔(۱)

جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اُسی جگہ پر ہی جانور ذبح کر لیا تھا۔علاوہ ازیں علما نے اس مسئلے میں بھی اختلاف کیا ہے کہ محصر پر قربانی واجب ہے یا نہیں۔

(جمہور) قربانی واجب ہے ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ﴾ [البقرة : ۱۹۶] ''اگر تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو اسے کر ڈالو'' اور نبی ﷺ نے بھی قربانی کی۔

(مالکؒ) قربانی واجب نہیں ہے۔کیونکہ نبی ﷺ کے تمام ساتھیوں کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا۔اگر قربانی واجب ہوتی تو سب کے لیے یہ وجوب یکساں ہوتا حالانکہ ایسا ثابت نہیں ہے۔(۲)

593- محصر شخص آئندہ سال حج یا عمرے کی قضائی دے گا

(1) حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من كسر أو عرج فقد حل وعليه الحج من قابل ﴾ ''جس کا پاؤں ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے تو وہ احرام سے باہر آ گیا اب اس پر آئندہ سال حج کرنا لازی ہے (جیسا کہ نبی ﷺ نے 6ھ کے عمرے کی 7ھ میں قضا دی)۔''(۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ من كسر أو عرج أو مرض ﴾ ''جس کا پاؤں ٹوٹ گیا یا جو لنگڑا ہو گیا یا جو بیمار ہو گیا (تو وہ حلال ہو گیا)۔''(٤)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ قد أحصر رسول الله فحلق رأسه وجامع نسائه ونحر هديه حتى اعتمر عاما قابلا ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر منڈا لیا' اپنی بیویوں سے مباشرت کی اور اپنی قربانی کو نحر کر لیا پھر آئندہ سال عمرہ کیا۔''(٥)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے ''جو حج سے روک دیا جائے ہو سکے تو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور

---

(۱) [نيل الأوطار (۳/۴۵۳) المغنى (۵/۱۹٤) حلية العلماء (۳/۳۵۵) بدائع الصنائع (۲/۱۷۷) الاختيار (۱/۱۶۷) الكافى (ص/۱۶۱) الإنصاف (۳/۵۱۷) هداية السالك (۳/۱۲۸۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۳/٤۵۱)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۶۳۹) كتاب المناسك : باب فى الإحصار' ابو داود (۱۸۶۲) ترمذى (۹٤۰) نسائى (۲/۱۹۸) ابن ماجة (۳۰۷۷) حاكم (۱/٤۷۰) بيهقى (۵/۲۲۰) الحلية لأبى نعيم (۱/۳۵۷) طبرانى كبير (۳/۲۵۳) دارقطنى (۲/۲۷۸)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۶٤۰) ابو داود (۱۸۶۳)]

(٥) [بخارى (۱۸۰۹) كتاب العمرة : باب إذا أحصر المعتمر]

مروہ کی سعی کرے پھر وہ ہر چیز سے حلال ہو جائے یہاں تک کہ وہ دوسرے سال حج کرے پھر قربانی کرے اگر قربانی نہ ملے تو روزہ رکھے۔''(۱)

594- اگر کسی کو رکاوٹ پیش آنے کا خدشہ ہو......

تو وہ مشروط احرام بھی باندھ سکتا ہے پھر اگر کوئی رکاوٹ پیش آ جائے گی تو محصر کی طرح اس پر قربانی وغیرہ لازم نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں مگر میں بیمار ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿حجی واشترطي أن محلي حيث حبستني﴾ ''حج کر مگر یہ شرط لگا لے کہ میری احرام کھولنے کی جگہ وہی ہوگی جہاں اے اللہ! تو نے مجھے روک دیا۔''(۲)

(۱) [بخاری (۱۸۱۰) کتاب العمرة : باب الإحصار فی الحج ' ترمذی (۹۴۲) نسائی (۱۶۹/۵) أحمد (۳۳/۲) بیهقی (۱۷۵/۵)]

(۲) [بخاری (۵۰۸۹) کتاب النکاح : باب الأکفاء فی الدین ' مسلم (۱۲۰۷) أحمد (۱۶۴/۶) نسائی (۶۸/۵) ابن الجارود (۴۲۰) طبرانی کبیر (۸۳۳) بیهقی (۲۲۱/۵) شرح السنة (۲۰۰۰) ابن خزیمة (۱۶۴/۴) ابن حبان (۹۷۳۔ الموارد) دارقطنی (۲۱۹/۲)]

ساتویں فصل

قربانی کی سب سے افضل قسم

وَالْهَدْیُ أَفْضَلُهُ الْبَدَنَةُ ثُمَّ الْبَقَرَةُ ثُمَّ الشَّاةُ	سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے ❶ ' پھر گائے کی اور پھر بکری کی۔ ❷

❶ اونٹ کی قربانی مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر افضل ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خصوصاً اونٹ کا تذکرہ فرمایا ہے ﴿ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ﴾ [الحج : ٣٦] ''قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں۔ان میں تمہارے لیے بھلائی ونفع ہے۔''

(2) نبی ﷺ نے خود بھی اونٹ نحر فرمائے۔

(3) اس میں فقراء ومساکین کا فائدہ زیادہ ہے۔

○ یہ قربانی حج مفرد اور عمرہ مفردہ کرنے والے کے لیے مستحب ہے جبکہ حج قران یا حج تمتع کرنے والے اور ایسے شخص پر واجب ہے جس پر حالت احرام میں کسی گناہ کے بدلے کے طور پر قربانی لازم ہو جائے۔ نیز ان قربانی کے جانوروں میں بھی وہ تمام شرائط وقیود ملحوظ رکھی جائیں گی جو عید قربان کے جانوروں کو خریدنے یا ذبح کرنے میں ملحوظ رکھی جاتی ہیں۔

❷ گائے کی قربانی بکری سے اس لیے افضل ہے کیونکہ اس میں فقراء ومساکین کا نفع زیادہ ہے اور یہ اس وقت ہے جب اکیلا شخص گائے کی قربانی کر رہا ہو۔لیکن اگر زیادہ لوگ ایک گائے یا اونٹ کی قربانی میں شریک ہوں تو پھر اکیلے آدمی کے لیے ساتواں حصہ افضل ہے یا ایک بکری' اس میں اختلاف ہے۔ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہی افضل وبرتر ہے جس میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہو۔(واللہ اعلم)

وَتُجْزِئُ الْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعٍ	اونٹ اور گائے سات افراد کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔ ❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أمرنا رسول الله ﷺ أن نشترك في الإبل والبقر كل سبعة منا في بدنة ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں (اس طرح) شریک ہوں کہ ہم میں سے ہر سات افراد ایک اونٹ میں شریک ہوں۔''(۱)

(۱) [مسلم (۱۳۱۸) کتاب الحج : باب الاشتراك في الهدى' موطا (۲/۴۸۶) أحمد (۳/۳۵۳) ابو داود (۲۸۰۹) ترمذی (۱۵۰۲) ابن ماجة (۳۱۳۲) بيهقى (۹/۲۹٤)]

البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ عیدالاضحیٰ آ گئی ﴿ فذبحنا بقرة عن سبعة والبعير عن عشرة ﴾ ''تو ہم نے گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا۔'' (۱)

فی الحقیقت ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اس وقت کفایت کرتا جب سے حج یا عمرے کے دوران بطور ہدی قربان کیا جائے اور جب اس کے علاوہ اسے محض عیدالاضحیٰ کے لیے نحر کیا جائے تو پھر اس ں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں جیسا کہ گذشتہ حدیث میں عیدالاضحیٰ کی وضاحت موجود ہے۔

وَيَجُوزُ لِلْمُهْدِیْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ لَحْمِ هَدْيِهِ	قربانی دینے والے کے لیے اپنی قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے۔ ❶

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ﴾ [الحج : ٣٦] ''اس (یعنی قربانی ے گوشت) سے خود بھی کھاؤ اور مسکین خواہ وہ سوال سے بچنے والا ہو یا سوال کرنے والا ہو کو بھی کھلاؤ۔''

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اونٹ نحر کرنے کے بعد) حکم دیا کہ ہر اونٹ (کے گوشت) کا ی ٹکڑا ہنڈیا میں ڈال کر پکایا جائے ﴿ فاكلا من لحمها و شربا من مرقها ﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا وشت بھی کھایا اور شوربا بھی پیا۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ آدمی اپنی نفلی اور فرضی ہر قسم کی قربانی سے خود بھی کھا سکتا ہے کیونکہ آیت ﴿ فَكُلُوا مِنْهَا ﴾ میں عموم ہے۔ یسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

وَيَرْكَبَ عَلَيْهَا	اور اس پر سوار ہو سکتا ہے۔ ❶

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لیے جا رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس پر سوار ہو جا۔'' اس نے کہا یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سوار ہو جا۔'' اس نے پھر عرض کیا کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا ﴿ اركبها ﴾ ''تو اس پر سوار ہو جا۔'' (٤)

---

١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٥٣٦) كتاب الأضاحي : باب لمن لم تجزئ البدنة والبقرة ' أحمد (٢٧٥/١) ابن ماجة (٣١٣١) ترمذى (٩٠٥) نسائى (٢٢٢/٧) ابن خزيمة (٢٩٠٨) المشكاة للألبانى (١٤٦٩)]

٢) [مسلم (١٢١٨) أحمد (٣٢٠/٣) نسائى (٢٣٦/٥) ابو داود (١٩٠٥)]

٣) [نيل الأوطار (٤٦٦/٣)]

٤) [بخارى (١٦٩٠) كتاب الحج : باب ركوب البدن ' مسلم (١٣٢٣) نسائى (١٧٦/٥) ترمذى (٩١٣) ابن ماجة (٣١٠٤) أحمد (١٠٦/٣) ابن خزيمة (١٨٨/٤) شرح معانى الآثار (١٦١/٢) بيهقى (٢٣٦/٥) أبو يعلى (٢٨٦٩)]

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔(۱)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانور پر سواری کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے ﴿ ارکبھا بالمعروف إذا ألجئت إلیھا حتی تجد ظھرا ﴾ ''معروف طریقے سے اس پر سواری کرلو جبکہ تم اس کی طرف مجبور کر دیے جاؤ تاوقتیکہ تم کسی سوار کو پالو۔''(۲)

(شوکانیؒ) یہ احادیث قربانی کے جواز پر دلالت کرتی ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ قربانی نفلی ہو یا فرضی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق مسائل سے کچھ بھی دریافت نہیں کیا۔(۳)

(ابن قدامہؒ) بوقت ضرورت قربانی کے جانور پر بھی سواری کی جاسکتی ہے۔ امام شافعیؒ، امام ابن منذرؒ اور اصحاب الرائے کا یہی مؤقف ہے۔ امام ابن عربیؒ اور امام مہدیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے مطلقا قربانی کے جانور پر سواری سے ممانعت نقل کی ہے جبکہ امام طحاویؒ نے بوقت ضرورت امام صاحب سے جواز نقل کیا ہے۔(٤)

وَيُنْدَبُ لَهُ إِشْعَارُهُ وَتَقْلِيدُهُ	اسے اشعار کرنا اور اس کے گلے میں قلادہ (پٹہ) ڈالنا مستحب ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے اپنے تقریبا ایک ہزار ساتھیوں کے ہمراہ (حج کے لیے) نکلے جب ذوالحلیفہ پہنچے ﴿ قلد النبی ﷺ الھدی وأشعرہ ﴾ ''تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کو ہار پہنایا اور اسے اشعار کیا۔'' پھر عمرے کا احرام باندھا۔(٥)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں بھی قربانی کے جانوروں کو ہار پہنانے اور انہیں اشعار کرنے کا ذکر ہے۔(٦)

اشعار کا طریقہ:

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ذوالحلیفہ میں ادا کی۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کی اونٹنی منگوائی اور اس کی دائیں جانب کوہان کے پہلو میں نیزہ مارا اور وہاں سے خون بہا کر اسے علامت لگادی کہ یہ

(۱) [بخاری (۱٦٨٩) أیضا ' مسلم (۱۳۲۲) ابو داود (۱۷٦۰) نسائی (۱۷٦/٥) ابن ماجة (۳۱۰۳) ابن الجارود (٤۲۸) أحمد (۲٥٤/۲) شرح معانی الآثار (۱٦۰/۲) بیھقی (۲۳٦/٥) ابو یعلی (۲۳۰۷) شرح السنة (۱۱٥/٤)]

(۲) [أحمد (۳۱۷/۳) مسلم (۱۳۲٤) کتاب الحج : باب جواز رکوب البدنة المھداة لمن احتاج إلیھا ' ابو داود (۱۷٦۱) نسائی (۲۷۷/٥) ابن الجارود (٤۲۹) ابن خزیمة (۱۸۹/٤) ابو یعلی (۱۸۱٥)]

(۳) [نیل الأوطار (٤٦۳/۳)]

(٤) [المغنی (٤٤۲/٥) نیل الأوطار (٤٦۳/۳)]

(٥) [بخاری (۱٦۹٤) کتاب الحج : باب من أشعر وقلد...... ' أحمد (۳۲۳/٤) ابو داود (۲۷٦٥)]

(٦) [بخاری (۱٦۹٦) مسلم (۱۳۲۱) ابو داود (۱۷٥۷) ترمذی (۹۰۸) ابن ماجة (۳۰۹۸) حمیدی (۲۰۹) أحمد (۷۸/٦) ابو یعلی (٤٦٥۹)]

بانی کا جانور ہے اور اس سے خون کو صاف کر دیا اور اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا۔'' (١)

جمہور) قربانی کے جانوروں کو اشعار کرنا مشروع ہے۔

بوحنیفہؒ) یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ یہ مثلے کی ایک قسم ہے۔ (٢)

اجح) اشعار صحیح احادیث سے ثابت ہے لہٰذا یہ مسنون عمل ہے اور اس کے عدم جواز کی تمام تاویلات وقیاسات باطل و
دود ہیں۔

بن قیمؒ) انہوں نے اسی بات کو ثابت کیا ہے۔ (٣)

بن قدامہؒ) اونٹ اور گائے کو اشعار کرنا مسنون ہے۔ (٤)

وَمَنْ بَعَثَ بِهَدْيٍ لَمْ يَحْرُمْ عَلَيْهِ شَيْئٌ مِمَّا يَحْرُمُ عَلَى الْمُحْرِمِ	جو (بیت اللہ کے لیے) قربانی بھیج دے اس پر وہ اشیاء حرام نہیں ہوں گی جو محرم پر ہوتی ہیں۔ ❶

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کا جانور مدینہ سے (حرم کی طرف) بھیجتے تھے اور میں ان
قلادے (ہار) بٹا کرتی تھی ﴿ ثم لا يجتنب شيئا مما يجتنبه المحرم ﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (احرام باندھنے سے پہلے)
اشیاء سے پرہیز نہیں کرتے تھے جن سے ایک محرم پرہیز کرتا ہے۔'' (٥)

) [مسلم (١٢٤٣) كتاب الحج : باب تقليد الهدى وإشعاره...... ' أحمد (٢١٦/١) ابو داود (١٧٥٢) نسائى (١٧٠/٥)]

) [شرح المهذب (٣٢١/٨) الأم (٣٣٧/٢) المغنى (٤٥٥/٥) الإنصاف (٨٨/٤) هداية السالك (٣١٤/١) الأصل (٤١٠/٢) المبسوط (١٣٨/٤) الكافى (ص/١٦٢) نيل الأوطار (٤٥٨/٣)]

) [أعلام الموقعين (٣٥٤/٢)]

) [المغنى (٤٥٥/٥)]

) [بخارى (١٦٩٨) كتاب الحج : باب فتل القلائد للبدن والبقر ' مسلم (٣٥٩) ابو داود (١٧٥٨) نسائى (١٧١/٥) ابن ماجة (٣٠٩٤) طحاوى (٢٦٦/٢) ابن حبان (٤٠٠٩)]

باب العمرة المفردة — عمرہ مفردہ کا بیان

يُحْرِمُ لَهَا مِنَ الْمِيقَاتِ وَمَنْ كَانَ فِي مَكَّةَ خَرَجَ إِلَى الْحِلِّ ثُمَّ يَطُوفُ وَيَسْعَى وَيَحْلِقُ أَوْ يُقَصِّرُ	اس کے لیے میقات سے احرام باندھا جائے گا ❶ اور جو مکہ میں ہو وہ حرم سے نکل کر احرام باندھے گا ❷ پھر طواف اور سعی کرے گا اور پھر سر منڈائے یا بال ترشوائے۔ ❸

❶ جیسا کہ یلملم اور ذاتِ عرق وغیرہ کو آپ ﷺ نے میقات مقرر فرمایا اور اس کا تفصیلی بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ حج اور عمرے کے میقاتوں میں کوئی فرق نہیں۔

❷ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن أبي بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم مقام پر لے جائیں اور وہ وہاں سے عمرے کا احرام باندھ آئیں۔(۱)

❸ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اُن صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہ جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا' یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے بال ترشوالیں اور احرام کھول دیں۔''(۲)

اس عمل کے بعد وہ مکمل طور پر احرام سے نکل چکے ہیں حتی کہ اپنی بیویوں کے قریب بھی جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں بال منڈوانا ترشوانے سے افضل ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ صرف اُن لوگوں کے لیے بخشش کی دعا فرمائی جو سر منڈانے والے تھے۔(۳)

وَهِيَ مَشْرُوعَةٌ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ	دوران سال کسی بھی وقت ❶ عمرہ کرنا مشروع ہے۔ ❷

❶ (1) کیونکہ نبی ﷺ نے عمرہ مشروع قرار دیا ہے اور اس کا کوئی وقت متعین نہیں فرمایا۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿عمرة في رمضان تعدل حجة﴾ ''رمضان میں عمرہ کرنا حج کے ثواب کے برابر ہے۔''(٤)

(3) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج سے پہلے ماہ ذی القعدہ میں دو عمرے کیے۔(٥)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ نبی ﷺ نے کتنے عمرے کیے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿أربع

(۱) [بخاری (۱۷۸٤) کتاب العمرة : باب عمرة التنعیم ' مسلم (۱۲۱۱)]
(۲) [بخاری (۱۷۸۵) أیضا ' مسلم (۱۲۱٦)]
(۳) [بخاری (۱۷۲۸) مسلم (۱۳۰۲)]
(٤) [بخاری (۱۷۸۲) کتاب العمرة : باب عمرة رمضان ' مسلم (۱۲۵٦) نسائی (۱۳۰/٤) ابن ماجة (۲۹۹٤) أحمد (۲۲۹/۱) طبرانی کبیر (۱۱۲۹۹) ابن حبان (۳٦۹۹) دارمی (۵۱/۲) بیهقی (۳٤٦/٤) ابو داود (۱۹۹۰) ابن خزیمة (۳۰۷۷)]
(۵) [بخاری (۱۷۸۱) کتاب العمرة : باب کم اعتمرا لنبی]

إحداهن فی رجب ﴾ ''چار ان میں سے ایک رجب میں کیا۔''(۱)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید میں یوں کہا کہ ﴿ ما اعتمر رسول الله فی رجب ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔''(۲)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔(۳)

جن لوگوں نے نبی ﷺ کے چار عمرے ذکر کیے ہیں انہوں نے حدیبیہ کے دن روکے جانے کو بھی عمرے میں شامل کر لیا ہے کیونکہ اس دن آپ ﷺ نے احرام کھول کر سر منڈا لیا تھا اور جنہوں نے تین عمرے بیان کیے ہیں انہوں نے اسے شامل نہیں کیا اور جس نے دو عمرے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیے ہیں اس نے عمرہ حدیبیہ اور حج کے ساتھ کیے جانے والے عمرے کو شمار نہیں کیا۔

راجح و برحق بات یہی ہے کہ نبی ﷺ نے تمام عمرے حج کے مہینوں میں ہی کیے اور اس کا ایک سبب بھی تھا کہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع کیا کرتے تھے تو نبی ﷺ نے ان کا رد کرنے کے لیے ایسا کیا۔(٤)

(جمہور) حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے۔

تاہم بعض نے اسے مکروہ بھی کہا ہے مثلاً ہادویہ وغیرہ۔(٥)

(راجح) عمرہ پورے سال میں کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے اس میں کوئی کراہت کا پہلو نہیں۔(٦)

❷ عمرہ فرض ہے یا سنت و مستحب اس کا بیان تفصیلاً '' کتاب الحج '' کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔

متفرقات

﴿چند بدعاتِ حج﴾

595- سفر حج اور احرام کی بدعات

(1) لفظوں کے ساتھ نیت کرنا۔(۷)

(2) بچیوں کو حج سے روکنا۔(۸)

---

(۱) [بخاری (۱۷۷۵) أيضا]

(۲) [بخاری (۱۷۷۷)]

(۳) [بخاری (۱۷۸٤)]

(٤) [نيل الأوطار (۳۰٦/۳)]

(٥) [المغنی (۱٦/٥) الحاوی (۳۰/٤) الأم (۱٦۳/۲) المبسوط (۱۷۸/٤) الهداية (۱۸۲/۱) الكافی لابن عبدالبر (ص/۱۷۲) نيل الأوطار (۳۰٦/۳)]

(٦) [السيل الجرار (۲۱٥/۲)]

(۷) [مناسك الحج والعمرة للألبانی (ص/٥٠) مجموع الفتاوی (۲۲۲/۲۲)]

(۸) [شرح مسلم للنووی (۹۹/۹)]

(3) محض توکل کے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے بغیر زادِ راہ کے سفر کرنا۔(۱)

(4) عورت کا بغیر محرم کے اپنی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ سفر کرنا۔(۲)

(5) اللہ سے محبت رکھتے ہوئے اکیلے ہی سفر کرنا جیسا کہ بعض صوفیا کا گمان ہے۔(۳)

(6) تلبیہ کی جگہ اللہ اکبر یا لا الہ الا اللہ کہنا۔(٤)

(7) خاموشی سے بغیر بولے حج کرنا۔(٥)

(8) میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لینا۔(٦)

596- طواف کی بدعات

(1) طواف کرنے والے کا یہ الفاظ کہنا ((إِيْمَاناً بِكَ وَتَصْدِيْقاً بِكِتَابِكَ)) (۷)

(2) محرم کا طواف قدوم سے پہلے تحیۃ المسجد شروع کر دینا۔(۸)

(3) حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت نماز کی طرح رفع الیدین کرنا۔(۹)

(4) طواف کرنے والے کا یہ الفاظ کہنا ((نويت بطوافي هذا الأسبوع كذا وكذا)) (۱۰)

(5) حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت یہ کہنا ((اللهم إيمانا بك وتصديقا بكتابك)) (۱۱)

(6) دوران طواف دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لینا۔(۱۲)

(7) طواف سے پہلے غسل کرنا اور بارش میں اس نیت سے طواف کرنا کہ ایسا کرنے سے گذشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(8) دونوں شامی رکنوں کو بوسہ دینا اور ان کا استلام کرنا۔(۱۳)

---

(۱) [مناسك الحج للألباني (ص/٤٨)]

(۲) [أيضا (ص/٤٩)]

(۳) [أيضا (ص/٤٨)]

(٤) [أيضا (ص/٥٠)]

(٥) [أيضا]

(٦) [أيضا]

(۷) [أيضا]

(۸) [أيضا (ص/٥١) المسجد في الإسلام (ص/٣١٥)]

(۹) [مناسك الحج للالباني (ص/٥١) زاد المعاد (٣١٣/١)]

(۱۰) [مناسك (ص/٥١)]

(۱۱) [أيضا]

(۱۲) [أيضا]

(۱۳) [مناسك (ص/٥٢) اقتضاء الصراط المستقيم لابن تيمية (٢٠٤)]

(9) رکن یمانی کو بوسہ دینا۔(۱)

(10) طواف کرنے والوں کا یہ گمان کہ مسجد حرام میں نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔(۲)

(11) دوران طواف تلاوتِ قرآن کا التزام۔(۳)

(12) کعبہ کے ستونوں پر اپنا نام لکھنا۔

(13) کعبہ اور مقام ابراہیم کی دیوار کو (تبرک کے لیے) چھونا۔(٤)

(14) آخری چار چکروں میں یہ الفاظ کہنا ((رب اغفر وارحم وتحاوز عما تعلم إنك أنت الأعزالأكرم))

597- آب زمزم کی بدعات

(1) آب زمزم سے غسل کرنا۔

(2) یہ عقیدہ رکھنا کہ زمزم کا پانی اور جہنم کی آگ ایک آدمی کے پیٹ میں جمع نہیں ہوں گے۔

(3) حاجی کا اپنا (زمزم کا) جوٹھا پانی کنوئیں میں ڈالنا اور یہ کہنا ((اللھم إنی أسئالك رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من كل داء)) (٥)

598- سعی کی بدعات

(1) سعی یا عمرے میں سعی کی تکرار۔

(2) حجِ تمتع کرنے والے کا طوافِ افاضہ کے بعد سعی چھوڑ دینا۔

(3) لوگوں کا جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سعی میں مصروف رہنا حتی کہ نماز با جماعت فوت ہو جائے۔

(4) سعی کے دوران تین مرتبہ کہنا ((رب اغفر وارحم وتحاوز عما تعلم……))

(5) سعی میں چودہ چکر لگانا وہ اس طرح کے ہر چکر صفا سے شروع ہو کر صفا پر ہی ختم ہو جائے۔

(6) سعی سے فارغ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرنا۔(٦)

599- عرفہ کی بدعات

(1) صرف جبل عرفات کو ہی موقف تصور کر لینا۔(۷)

(2) منی سے رات کو ہی عرفات کی طرف سفر شروع کر دینا۔

---

(۱) [المدخل لابن الحاج (٤/٢٢٤)]

(۲) [مناسك (ص/٥٩)]

(۳) [الاعتصام للشاطبی (٢٣/٢)]

(٤) [مناسك (ص/٥٢)]

(٥) [مناسك (ص/٥٣)]

(٦) [مناسك للألبانی (ص/٥٣) القواعد النورانية لابن تيمية (ص/١٠١)]

(۷) [الأمر بالاتباع للسيوطی (ص/٢٥٧)]

(3) عرفہ سے مزدلفہ لوٹتے ہوئے تیز چلنا۔

(4) یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام اونٹ یا براق پر سوار ہو کر اترتے ہیں' سوار حضرات سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چلنے والوں سے معانقہ کرتے ہیں۔

(5) امام کا میدانِ عرفات میں جمعے کی طرح دو خطبے دینا اور دونوں کے درمیان بیٹھنا۔

(6) عرفہ میں ظہر وعصر کے درمیان نفل پڑھنا۔

(7) یہ عقیدہ رکھنا کہ جمعہ کے دن وقوفِ عرفات بہتر (72) حجوں کے برابر ہے۔

(8) عرفہ کے علاوہ کسی اور جگہ وقوف کرنا۔

600- مزدلفہ کی بدعات

(1) مزدلفہ پہنچنے کے بعد نماز مغرب میں بلاوجہ تاخیر کرنا۔

(2) مشعر حرام پہنچنے پر اس دعا کا التزام ((اللهم بحق المشعر الحرام' والبيت الحرام' والشهر الحرام' والركن والمقام' أبلغ روح محمد منا التحية والسلام وأدخلنا دارالسلام يا ذا الجلال والإكرام)) (۱)

(3) نماز مغرب وعشاء کے درمیان نفل پڑھنا۔

601- احرام سے نکلنے کی بدعات

(1) صرف سر کا چوتھائی حصہ منڈوا لینا۔

(2) سر منڈانے کے وقت یہ دعا کہنا ((ألحمد لله على ما هدانا وأنعم علينا اللهم هذه ناصيتي بيدك فتقبل مني ......))

(3) اس رات جاگتے رہنا۔(۲)

602- جمروں کو کنکریاں مارنے کی بدعات

(1) کنکریاں مارنے کے لیے غسل کرنا۔

(2) ان مساجد کا طواف کرنا جو جمروں کے قریب ہیں۔

(3) پھینکنے سے پہلے کنکریاں دھونا۔

(4) اللہ اکبر کی جگہ کنکریاں پھینکتے وقت سبحان اللہ یا کوئی دوسرا ذکر کرنا۔

(5) جمروں کو جوتیاں یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز (کنکریوں کے سوا) مارنا۔

○ طواف وداع کے بعد مسجد حرام سے پیچھے ہٹتے ہوئے نکلنا۔(۳)

---

(۱) [مناسك (ص/٥٦)]

(۲) [مناسك (ص/٥٧)]

(۳) [مناسك للألباني (ص/٥٩) معجم البدع لرائد بن صبري (ص/١٧٢)]

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

پہلی فصل: شادی کے احکام

دوسری فصل: حرام نکاح

تیسری فصل: مہر کے مسائل

چوتھی فصل: بچہ صاحب فراش کا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ ﴾ [النور : ٣٢]

’’تم میں سے کوئی مرد عورت بے نکاح کے ہو ان کا نکاح کر دو۔‘‘

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين ﴾

’’جب بندہ شادی کرتا ہے تو اس کا نصف دین مکمل ہو جاتا ہے۔‘‘

[حسن : الصحيحة (٦٢٥)]

کتاب النکاح ❶

نکاح کے مسائل

پہلی فصل

شادی کے احکام

جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے یہ مشروع ہے۔ ❸	يُشْرَعُ لِمَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ ❷

❶ لفظِ نکاح باب نَكَحَ يَنْكِحُ (منع، ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''جماع کرنا اور شادی کرنا'' مستعمل ہے۔ اِسْتَنْكَحَ (استفعال) ''شادی کرنا''۔ أَنْكَحَ (إفعال) ''شادی کرانا''۔ تَنَاكَحَ (تفاعل) ''ایک دوسرے سے شادی کرنا''۔(۱)

(ابن حجرؒ) لفظِ نکاح لغت میں ''ملانا اور ایک دوسرے میں داخل ہونا'' کے معنی میں ہے اور شرع میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کا معنی حقیقی طور پر شادی کرنا اور مجازی طور پر جماع کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب وسنت میں یہ لفظ کثرت کے ساتھ عقدِ نکاح (شادی کرنا) کے لیے ہی استعمال ہوا ہے حتی کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن میں یہ لفظ صرف شادی کرنے کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔(۲)

(زمخشریؒ) لفظِ نکاح حقیقی طورر جماع کرنے اور مجازی طور پر شادی کرنے کے لیے مستعمل ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

(ملا علی قاریؒ) یہ لفظ جماع اور شادی کے درمیان لفظی طور پر مشترک ہے۔(٥)

(مطرزیؒ، اَزہریؒ) یہ لفظ حقیقت میں جماع کے لیے اور مجازی طور پر شادی کے لیے ہے۔

(احناف) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور فقہا، شافعیہ، مالکیہ) حقیقت میں شادی کے لیے اور مجازی طور پر جماع کے لیے ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ لفظِ نکاح کا معنی ایک ہے لیکن یہ معنی دو معنوں میں مشترک ہے یعنی لفظ نکاح کا معنی ((الضم)) ''ملاپ'' ہے۔ اب اگر اس سے مراد عقدِ نکاح لیا جائے تو یہ بھی ایجاب وقبول کا ملاپ ہے اور اگر جماع مراد لیا جائے تو مرد و

(۱) [القاموس المحيط (ص/۲۲۳)]
(۲) [فتح الباری (۹/۱۰۳)]
(۳) [تفسیر الکشاف (۳/۲٤۱)]
(٤) [الروضة الندية (۲/۷)]
(٥) [مرقاة المفاتيح (٦/۲٦۱)]

عورت کا باہم ملاپ ہے۔(۱)

❷ (خطابیؒ) قوتِ باء سے مراد نکاح ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٤)

(نوویؒ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد جماع ہے۔(٥)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

(ابن حجرؒ) اس سے جماع اور نکاح کی ضروریات دونوں کی استطاعت وقدرت مراد لی جاسکتی ہے۔(۷)

❸ (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء ﴾ ''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام والتزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔(۸)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ومن کان ذا طول فلینکح ﴾ ''جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔''(۹)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحة ﴾ ''دنیا سامان ہے اور اس دنیا کا بہترین سامان نیک بیوی ہے۔''(۱۰)

---

(۱) [لسان العرب (٦٢٥/٢) المصباح المنیر (٩٦٥/٢) معجم مقاییس اللغة (٤٧٥/٥) تبیین الحقائق (٩٤/٢) بدائع الصنائع (١٣٢٤/٣) مغنی المحتاج (١٢٣/٣) المغنی (٣/٧) الإنصاف (٤/٨) الوجیز (ص/٣٢٧)]

(۲) [معالم السنن (١٧٨/٣)]

(۳) [الدراری المضیة (٥٠/٢)]

(٤) [الروضة الندیة (٨/٢)]

(٥) [شرح مسلم (١٨٨/٥)]

(٦) [التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (١٣٤/٢)]

(٧) [فتح الباری (١٣٦/١٠)]

(٨) [بخاری (٥٠٦٥) کتاب النکاح : باب قول النبی : من استطاع الباءۃ فلیتزوج...... ' مسلم (١٤٠٠) ابو داود (٢٠٤٦) نسائی (١٧١/٤) ابن ماجة (١٨٤٥) دارمی (١٣٢/٢) أحمد (٣٧٨/١) طیالسی (٣٠٣/١) أبو یعلی (٥١١٠)]

(٩) [حسن : صحیح ابن ماجة (١٤٩٦) کتاب النکاح : باب ما جاء فی فضل النکاح ' الصحیحة (٢٣٨٣) ابن ماجة (١٨٤٦)]

(١٠) [مسلم (١٤٦٧) کتاب الرضاع : باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحة]

4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لم یر للمتحابین مثل التزویج ﴾ ''دو آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے شادی کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔'' (١)

5) نکاح کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (٢)

وَيَجِبُ عَلَى مَنْ خَشِيَ الْوُقُوعَ فِي الْمَعْصِيَةِ	لیکن جسے گناہ میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہو اس پر (نکاح) واجب ہے۔ ❶

❶ کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ زنا اور اس کا باعث بننے والی تمام اشیا حرام ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ﴾ [الإسراء : ٣٢] ''زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔''

اسی طرح ایک حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ (٣)

علاوہ ازیں اس کی حرمت پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ (٤)

چونکہ حرام سے اجتناب واجب ہے اور جب یہ اجتناب صرف نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہو تو نکاح بھی واجب ہوگا جیسا کہ یہ اصول ہے کہ ''جو عمل کسی واجب کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔'' لہٰذا وہ تمام دلائل جن سے وجوبِ نکاح پر استدلال کیا جاتا ہے انہیں اس پر محمول کیا جائے گا اور ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

1) ﴿ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾ [النساء : ٣] ''ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔''

2) ﴿ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ ﴾ [النور : ٣٢] ''تم میں سے جو مرد وعورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو۔''

3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی وتزوجوا فإنی مکاثر بکم الأمم ﴾ ''نکاح میری سنت سے ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں اور شادی کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے باعث امتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں۔'' (٥)

4) جن تین آدمیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کم سمجھا ان میں سے ایک نے یہ عہد کیا کہ میں نکاح نہیں کروں گا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں﴿ فمن رغب عن سنتی فلیس منی ﴾ ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔'' (٦)

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٤٩٧) كتاب النكاح ' الصحيحة (٦٢٤) حاكم (١٦٠/٢)]

(٢) [المغنى (٣٤٠/٩)]

(٣) [مسلم (١٠٧ ' ١٨٩٧)]

(٤) [موسوعة الإجماع فى الفقه الإسلامى (٣٢٠/١)]

(٥) [حسن : صحيح ابن ماجة (١٤٩٦) كتاب النكاح : باب ما جآء فى النكاح ' ابن ماجة (١٨٤٦)]

(٦) [بخارى (٥٠٦٣) كتاب النكاح : باب الترغيب فى النكاح ' مسلم (١٤٠١) نسائى (٢٠/٦) أحمد (٢٤١/٣) ابن حبان (١٤) بيهقى (٧٧/٧)]

وَالتَّبَتُّلُ غَيْرُ جَائِزٍ إِلَّا لِعَجْزٍ عَنِ الْقِيَامِ بِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ	دنیا سے لاتعلقی (شادی نہ کرنا) جائز نہیں ❶ اِلا کہ انسان نکاح کی ضروریات ولوازمات کو پورا کرنے سے عاجز ہو۔ ❷

❶ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ عن التبتل ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے الگ رہ کر زندگی گزارنے سے منع فرمایا ہے۔“ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی کہ:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ﴾ [الرعد : ٣٨]

”اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور انہیں بیویاں اور اولادیں بھی عطا کیں۔“ (١)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل سے منع فرما دیا تھا اگر آپ ﷺ اسے اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔“ (٢)

❷ مثلاً انسان میں جماع کی طاقت نہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح نہ کرنے کی رخصت ہی نہیں بلکہ نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ یہ محض عورت کو اذیت وضرر پہنچانا ہی ہے اور قرآن میں ہے کہ ﴿ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا ﴾ [البقرة : ٢٣١] ”اور انہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے مت روکو۔“ اور ایک دوسرے مقام میں ہے کہ ﴿ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٦] ”عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔“

علاوہ ازیں بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حسنِ معاشرت اختیار نہ کر سکے تب بھی وہ نکاح سے اعراض کر سکتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [النساء : ١٩] ”اور عورتوں سے حسنِ معاشرت اختیار کرو۔“

وَيَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ الْمَرْأَةُ وَدُودًا وَلُودًا بِكْرًا ذَاتَ جَمَالٍ وَحَسَبٍ وَدِينٍ وَمَالٍ	مناسب یہ ہے کہ عورت محبت کرنے والی ❶ بچے جننے والی ❷ کنواری ❸ خوبصورت ❹ حسب ونسب والی ❺ دین پر کاربند ❻ اور مالدار ہو۔ ❼

❶ ”وَدُودًا“ سے مراد ایسی عورت ہے جو اپنے شوہر سے بے پناہ محبت کرتی ہو یعنی ایسی محبوب وپسندیدہ عورت جو عمدہ اور بہترین اوصاف وخصائل، عادات واطوار، حسن خلق کی مالک اور اپنے شوہر سے پیار کرنے والی ہو۔ ایسی عورت کے چناؤ کا سبب یہ بھی ہے کہ میاں بیوی کی باہمی محبت سے ہی گھریلو زندگی خوشگوار گزر سکتی ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب عورت اپنے شوہر کو پسند کرتی ہو اور اس کے علاوہ دوسروں میں رغبت نہ رکھتی ہو۔

❷ ”وَلُودًا“ ایسی عورت جو بچے زیادہ جنتی ہو۔ یہ چیز عورت کے خاندان کی حالت سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ ایسی

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٤٩٩) كتاب النكاح : باب النهي عن التبتل، ابن ماجة (١٨٤٩) ترمذى (١٠٨٢)]

(٢) [بخارى (٥٠٧٣) كتاب النكاح : باب ما يكره من التبتل والخصاء، مسلم (١٤٠٢) أحمد (١٧٥/١) ترمذى (١٠٨٣) نسائى (٥٨/٦) ابن ماجة (١٨٤٨) دارمى (١٣٣/٢) ابن الجارود (٦٧٤) ابن حبان (٤٠٢٧)]

اتین اختیار کرنے کا سبب آپ ﷺ نے خود ہی بیان فرما دیا ہے کہ ''میں روز قیامت تمہاری کثرت کے باعث امتوں فر کرنا چاہتا ہوں۔'' اس لیے تم ﴿ تزوجوا الودود الولود ﴾ ''بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی خواتین سے نکاح کرو۔'' (۱)

◐ نبی ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے کنواری عورت سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ تو انہوں نے کہا بیوہ سے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فهلا تزوجت بكرا تلاعبها وتلاعبك ﴾ ''تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی (یعنی لطف اندوز ہوتی)۔'' (۲)

◐ خوبصورت اس لیے کیونکہ اغلباً انسانی طبیعت اس میں رغبت رکھتی ہے اور یہ عورت سے محبت والفت میں اضافے کا باعث ہے نیز انسان کی اگر اپنی بیوی خوبصورت ہو تو وہ دیگر خوبرو خواتین کو دیکھ کر دلبرداشتہ نہیں ہوتا بلکہ مطمئن رہتا ہے۔

◐ اس سے مراد ایسی عورت ہے جسے قریبی رشتہ داروں اور آباء واجداد کی وجہ سے شرف و بزرگی حاصل ہو۔ علاوہ ازیں اونچے حسب نسب والی عورت سے شادی کرنا انسان کے لیے باعث شرف و عزت بھی ہوتا ہے۔

◐ یعنی شریعت کے احکام پر کاربند' گناہوں سے بچنے والی' اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں تگ ودو کرنے والی خاتون۔ ایسی عورت کو ترجیح اس لیے ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا باعث ہے۔

◐ کیونکہ اس کا خاوند اس کے مال میں رغبت کی وجہ سے اس سے حسن سلوک سے پیش آئے گا اور ان کی اولاد بھی اپنی والدہ سے حاصل شدہ نفع کی بنا پر غنی ہوگی۔

یہ تمام خوبیاں اور صفات میسر ہوں تو بہتر ہے ورنہ صرف دین دار خاتون کو ہی ترجیح دی جائے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''عورت سے نکاح چار اسباب سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے' اس کے خاندان کی وجہ سے' اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔'' ﴿ فاظفر بذات الدين تربت يداك ﴾ ''پس تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر' اگر ایسا نہ کرے تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یعنی تو نادم و پشیمان ہو)۔'' (۳)

جس روایت میں ہے کہ بہرصورت دین کی بنا پر ہی نکاح کرو اور دین دار سیاہ رنگ کی لونڈی بھی افضل ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔ (٤)

---

۱) [صحيح : إرواء الغليل (١٧٨٤) أحمد (١٥٨/٣) الحلية لأبى نعيم (٢١٩/٤) طبرانی أوسط كما فى المجمع (٢٢٣٥) ابن حبان (٤٠٢٨) بيهقى (٨١/٧)]

۲) [بخاری (٢٠٩٧) كتاب البيوع : باب شراء الدواب والحمير' مسلم (٧١٥) ابو داود (٣٥٠٥) ترمذی (١١٠٠) نسائی (٦٥/٦) أحمد (٣٠٨/٣)]

۳) [بخاری (٥٠٩٠) كتاب النكاح : باب الإكفاء فى الدين' مسلم (١٤٦٦) أحمد (٤٢٨/٢) دارمی (١٣٣/٢) ابو داود (٢٠٤٧) ابن ماجة (١٨٥٨) أبو يعلى (٦٥٧٨) الحلية لأبى نعيم (٣٨٣/٨) دارقطنی (٣٠٢/٣)]

٤) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٤٠٩) الضعيفة (١٠٦٠) ضعيف الجامع (٦٢١٦)]

یاد رہے کہ دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ عورت کا خانگی معاملات سے واقف ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں میں بہترین عورت قریش کی صالح عورت ہے جو اپنے بچے سے بہت زیادہ محبت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال اسباب میں اس کی بہت عمدہ نگہبان ونگران ثابت ہوتی ہے۔'' (١)

وَتُخطَبُ الْكَبِيرَةُ إِلَى نَفْسِهَا وَالْمُعْتَبَرُ حُصُولُ الرِّضَا مِنْهَا	لڑکی بڑی عمر کی ہو تو اس کی طرف پیغام نکاح بھیجا جائے گا ❶ اور لڑکی سے اس کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ ❷

❶ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد ﴿ أرسل إلىّ النبي ﷺ حاطب بن أبي بلتعة يخطبني له ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف حاطب بن أبي بلتعہ کو بھیجا وہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیغام نکاح دینے آیا تھا۔'' (٢)

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تنكح الأيم حتى تستامر ولا تنكح البكر حتى تستاذن ﴾ ''شوہر دیدہ کا نکاح اس سے امر طلب کرنے سے پہلے نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس سے اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔'' صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کنواری عورت اجازت کیسے دے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أن تسكت ﴾ ''یہ کہ وہ خاموش رہے۔'' (٣)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کنواری سے اجازت لی جائے گی ﴿ وإذنها صماتها ﴾ ''اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہی ہے۔'' (٤)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کنواری لڑکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے حالانکہ وہ (اس شخص کو) ناپسند کرتی ہے ﴿ فخيرها النبي ﷺ ﴾ ''تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا۔ (کہ وہ نکاح ختم کرنا چاہے تو کر سکتی ہے)۔'' (٥)

واضح رہے کہ یہ اس وقت ہے جب نکاح کے بعد ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو ورنہ رخصتی کے بعد خلع یا طلاق یا کسی شرعی سبب کی

(١) [بخاری (٥٠٨٢) کتاب النکاح : باب إلى من ينكح وأي النساء خير......]

(٢) [مسلم (٩١٨) کتاب الجنائز : باب ما يقال عند المصيبة ' نسائی (٣٢٥٤) أحمد (٣١٣/٦)]

(٣) [بخاری (٥١٣٦) کتاب النکاح : باب لا ينكح الأب وغيره البكر والثيب إلا برضاها ' مسلم (١٤١٩) ابو داود (٢٠٩٤) ترمذی (١١٠٩) نسائی (٨٧١٦) ابن ماجة (١٨٧١) بيهقی (١٢٠/٧)]

(٤) [مسلم (١٤٢١) کتاب النکاح : باب استئذان الثيب في النكاح...... ' موطا (٥٢٤/٢) أحمد (٢٤١/١) دارمی (١٣٨/٢) ابو داود (٢٠٩٨) ترمذی (١١٠٨) نسائی (٨٤/٦) ابن ماجة (١٨٧٠) شرح السنة (٢٥/٥) عبدالرزاق (١٢٤/٦)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابو داود (١٨٤٥) کتاب النکاح : باب في البكر يزوجها أبوها ولا يستامرها ' ابن ماجة (١٨٧٥) أحمد (٢٧٣/١) دارقطنی (٢٣٤/٣)]

ا پر ہی اختیار ہو سکتا ہے۔ نیز یہ اجازت صرف کنواری بالغہ یا بیوہ بالغہ سے لی جائے گی جبکہ نابالغہ سے اجازت لینا ضروری نہیں
میسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اس وقت کر دیا جب وہ چھ سال کی تھیں۔(۱)

لِمَنْ كَانَ كُفُوًا	ایسے شخص کے متعلق جو اس کا کفو (ہمسر) ہو۔ ❶

❶ کس کس چیز میں کفائت کا اعتبار کیا جائے گا؟ اس مسئلے میں فقہا نے طویل اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ
ے کے اور لڑکی کا دین اور اخلاق میں برابر و کفو ہونا ہی کافی ہے اس کے علاوہ کسی چیز میں برابر ہونا ضروری نہیں۔ اور جن روایات
سے حسب نسب یا دیگر اشیا میں برابری کا حکم لگایا جاتا ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان میں مذکورہ مسئلے کے لیے واضح دلیل موجود نہیں
ہے۔ مزید اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک
وسرے کو پہچانو' کنبے قبیلے بنا دیے ہیں ﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ [الحجرات : ١٣] "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم
ں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

2) ﴿ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ﴾ [البقرة : ٢٢١] "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ
یمان نہ لے آئیں۔"

3) ﴿ الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ﴾ [النور : ٣] "زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح
کرتا ہے۔"

4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه
فزوجوه إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض ﴾ "جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا
ین اور اخلاق تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔"(۲)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ صرف دین و اخلاق میں ہی کفائت کا اعتبار کیا جائے گا۔

؛ مالکؒ) کفائت صرف دین کے ساتھ مختص ہے۔(۳)

؛ ابن حجرؒ) بالاتفاق دین میں کفائت کا اعتبار کیا جائے گا لہٰذا کسی مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح جائز نہیں۔(٤)

؛ شوکانیؒ) دین میں کفائت بالاتفاق معتبر ہے۔(٥)

---

١) [بخاری (٥١٣٣) كتاب النكاح : باب إنكاح الرجل ولده الصغار ' مسلم (١٤٢٢)]

٢) [حسن : إرواء الغليل (١٨٦٨) ترمذى (١٠٨٤)]

٣) [نيل الأوطار (٢٠٦/٤)]

٤) [فتح البارى (١٦٥/١٠)]

٥) [السيل الجرار (٣٠٠/٢)]

مال میں کفائت ضروری نہیں جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (ایک تاجر و مالدار شخص) کی بہن حضرت بلال رضی اللہ عنہ (حبشی غلام) کے نکاح میں تھی۔(۱)

اسی طرح حسب نسب میں بھی کفایت ضروری نہیں یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو کہ غلام تھے) کا نکاح زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو ایک قریشی خاتون تھیں) سے کرادیا تھا۔(۲)

علاوہ ازیں اگر چہ چھوٹی عمر کی لڑکی کا نکاح بڑی عمر کے لڑکے کے ساتھ تو جائز ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کی عمر ابھی نو سال تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چون (54) سال تھی۔'' لیکن زیادہ مناسب اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کی عمروں کا بھی لحاظ رکھا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنها صغيرة ﴾ ''بلاشبہ یہ چھوٹی عمر کی ہے۔'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کا پیغام بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی۔''(۳)

وَالصَّغِيرَةُ إِلَى وَلِيِّهَا وَرِضَا الْبِكْرِ صَمْتُهَا وَتَحْرُمُ الْخِطْبَةُ فِي الْعِدَّةِ وَعَلَى الْخِطْبَةِ	اور لڑکی چھوٹی ہو تو اس کے ولی کو پیغام نکاح بھیجا جائے گا ❶ کنواری لڑکی کی رضامندی اس کی خاموشی ہی ہے ❷ دوران عدت پیغام نکاح بھیجنا ❸ اور کسی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھیج دینا حرام ہے۔ ❹

❶ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ إن النبي ﷺ خطب عائشه رضی اللہ عنہا إلى أبي بكر ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔''(٤)

❷ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ وإذنها صماتها ﴾ ''اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔''

❸ (1) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے خاوند نے اسے تیسری طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے رہائش اور خرچہ مقرر نہ فرمایا اور کہا ﴿ إذا حللت فآذنيني ﴾ ''جب تو ایام عدت گزار لے تو مجھے اطلاع دینا۔''(٥)

اگر چہ مذکورہ مسئلے کے لیے اس حدیث سے استدلال تو کیا جاتا ہے لیکن فی الحقیقت اس میں اس مسئلے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔(واللہ اعلم)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ ﴾ [البقرة : ٢٣٥] کی تفسیر کے متعلق

(۱) [دارقطنی (۳۰۲/۳)]

(۲) [تفسير اللباب فی علوم الكتاب (۵۵۳/۱۵)]

(۳) [صحيح : التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۵۱/۲) نسائی (۷۰/۲)]

(٤) [بخاری (۵۰۸۱) کتاب النکاح : باب تزويج الصغار من الكبار]

(٥) [ابوداود (۲۲۸٤) كتاب الطلاق : باب فی نفقه المبتوتة ' مؤطا (۵۸۰/۲) مسلم (۱٤۸۰) نسائی (۷۵/٦) بيهقی (۱۸۰/۷) ابن الجارود (۷٦۰) شرح معانی الآثار (٦۵۳)]

کہا کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت سے جو عدت میں ہو کہے کہ میرا نکاح کا ارادہ ہے اور میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت میسر آجائے۔(۱)

اس حدیث پر امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا بیان کہ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان (یعنی عدت میں بیٹھنے والی عورتوں سے) پیغام نکاح کے بارے میں کوئی بات اشارے سے کہو یا ارادہ اپنے دلوں میں ہی چھپا کے رکھو اللہ کو تو علم ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوران عدت عورت سے اگر اشارے کنائے سے نکاح کے متعلق بات کر لی جائے جس کی صورت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلا دی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور گناہ صرف واضح طور پر پیغام نکاح بھیجنے میں ہے۔

(شوکانیؒ) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر عدت گزارنے والی عورت کو صریحاً پیغام نکاح بھیجنا حرام ہے۔(۲)

(شافعیؒ) کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ طلاق رجعی کی عدت میں عورت سے پیغام نکاح کے متعلق اشارے سے بھی بات کرے۔(۳)

جو عورت وفات کی عدت گزار رہی ہو اس سے اشارے اور کنائے سے بات کی جاسکتی ہے اور جو عورت طلاق بتہ کی عدت گزار رہی ہو اس سے اشارے کے ساتھ بات کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔(٤)

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يخطب الرجل على خطبة أخيه حتى ينكح أو يترك ﴾ ''کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ بھیجے حتی کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے۔''(٥)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے ﴿ حتى يترك الخاطب قبله أو يأذن له الخاطب ﴾ ''تاوقتیکہ اس سے پہلے پیغام نکاح دینے والا خود چھوڑ دے یا پیغام نکاح دینے والا اجازت دے دے۔''(٦)

(جمہور، نوویؒ) ان احادیث میں ممانعت حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (٥١٢٤) كتاب النكاح]

(۲) [نيل الأوطار (١٨٣/٤)]

(۳) [أيضا]

(٤) [فتح الباری (١٧٩/٩) تفسير اللباب فی علوم الكتاب (٢٠٠/٤)]

(٥) [بخاری (٥١٤٤) كتاب النكاح : باب لا يخطب على خطبة أخية حتى ينكح أو يدع ' نسائی (٧٣/٦) أحمد (٤٦٢/٢) حميدی (١٠٢٧) بيهقی (١٨٠/٧) شرح معانی الآثار (٤/٣)]

(٦) [بخاری (٥١٤٢) أيضا ' أحمد (٤٢/٢) نسائی (٧٣/٦)]

(۷) [نيل الأوطار (٨٠/٤) فتح الباری (٢٥٠/١٠) شرح مسلم (٢١٤/٥)]

وَيَجُوْزُ النَّظْرُ إِلَى الْمَخْطُوْبَةِ	منگیتر کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے۔ ❶

❶ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا تو نبی ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا ''نہیں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فانظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما ﴾ ''اسے دیکھ لو اس طرح زیادہ توقع ہے کہ تم میں اُلفت پیدا ہو جائے۔'' (١)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر ممکن ہو تو اس سے وہ کچھ دیکھ لے جو اس کے لیے نکاح کا باعث ہو۔'' (٢)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ إذا ألقى الله في قلب امرئ خطبة امرأة فلا بأس أن ينظر إليها ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے دل میں کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کے متعلق (کوئی بات) ڈال دے تو پھر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ شخص اسے دیکھ لے۔'' (٣)

(4) ایک خاتون نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ میں خود کو آپ کے لیے ہبہ کرنے آئی ہوں ﴿ فنظر رسول الله فصعد النظر فيها وصوبه ثم طاطأ رسول الله رأسه ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک نظر دیکھا پھر نظر اوپر نیچے کر کے ذرا غور سے دیکھا اور پھر اپنا سر نیچے کر لیا۔'' (٤)

وَلَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ	ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا نكاح إلا بولي ﴾ ''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔'' (٥)

---

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٥١١) كتاب النكاح : باب النظر إلى المرأة إذا أراد أن يتزوجها ' ابن ماجة (١٨٦٥) أحمد (٢٤٤/٤) دارمى (١٣٤/٢) ترمذى (١٠٨٧) نسائى (١٤/٣) عبدالرزاق (١٣٣٥) دارقطنى (٢٥٢/٣) ابن الجارود (٦٧٥) شرح معانى الآثار (١٤/٣) شرح السنة (١٤/٥)]

(٢) [حسن : صحيح ابو داود (١٨٣٢) كتاب النكاح : باب في الرجل ينظر إلى المرأة...... ' أحمد (٣٣٤/٣) ابو داود (٢٠٨٢) شرح معانى الآثار (١٤/٣) حاكم (١٦٥/٢) بيهقى (٨٤/٧)]

(٣) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٥١٠) كتاب النكاح : باب النظر إلى المرأة ...... ' ابن ماجة (١٨٦٤) ابن ابى شيبة (٢٥٦/٤) أحمد (٢٢٥/٤) شرح معانى الآثار (١٣/٣) طبرانى كبير (٢٢٤/١٩)]

(٤) [بخارى (٥١٣٥) كتاب النكاح : باب السلطان ولى...... ' مسلم (١٤٢٥) ابو داود (٢١١١) ترمذى (١١١٤) نسائى (١٢٣/٦) ابن ماجة (١٨٨٩) موطا (٥٢٦/٢) دارمى (١٤٢/٢) شرح معانى الآثار (١٦/٣) دارقطنى (٢٤٧/٣)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨٣٦) كتاب النكاح : باب في الولي ' ابو داود (٢٠٨٥) ترمذى (١١٠١) دارمى (١٣٧/٢) أحمد (٣٩٤/٤) ابن ماجة (١٨٨١) ابن الجارود (٧٠١) أبو يعلى (١٩٥/١٣) ابن حبان (١٢٤٣ الموارد) دارقطنى (٢١٨/٣) حاكم (١٧٠/٢) بيهقى (١٠٧/٧)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أیما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل ثلاث مرات ﴾ "جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔" (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها فإن الزانية هي التي تزوج نفسها ﴾ "کوئی عورت کسی دوسری عورت کا (ولی بن کر) نکاح نہ کرے اور نہ ہی خود اپنا نکاح کرے بلاشبہ وہ عورت زانیہ ہے جس نے اپنا نکاح خود کر لیا۔" (۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نکاح منعقد ہونے کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور اس کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا۔

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن منذرؒ) کسی صحابی سے بھی اس کی مخالفت مروی نہیں۔

(ابوحنیفہؒ) کسی صورت میں بھی ولی کی اجازت ضروری نہیں۔

(اہل ظاہر) کنواری لڑکی کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے نہیں۔ (۳)

(قرطبیؒ) اس آیت ﴿ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ﴾ [البقرة: ۲۲۱] کے متعلق رقمطراز ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ (٤)

(شمس الحق عظیم آبادیؒ) حق یہی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے۔ (٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

جن احادیث میں یہ الفاظ ہیں ﴿ الثيب أحق بنفسها من وليها ﴾ "شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کے متعلق اپنے ولی

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۳۵) أیضا ' ابو داود (۲۰۸۳) أحمد (٤٧/٦) ترمذی (۱۱۰۲) ابن ماجة (۱۸۷۹) ابن الجارود (۷۰۰) دارمی (۷/۳) دارقطنی (۲۲۱/۳) حاکم (۱٦٨/٢) بیهقی (۱۰٥/۷) أبو يعلى (۱٤۷/۸)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٥۲۷) كتاب النكاح : باب لا نكاح إلا بولی ' ابن ماجة (۱۸۸۲) دارقطنی (۲۲۷/۳) بیهقی (۱۱۰/۷) شیخ البانیؒ نے زانیہ والے جملے کے علاوہ اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [فتح الباری (۱۸۷/۹) بداية المجتهد (۲/۳) نيل الأوطار (۱۹٥/٤) سبل السلام (۱۳۲۰/۳) الروضة الندية (۳۰/۲) المغنی (۳٤۰/۹)]

(٤) [تفسير قرطبی (٤٩/٣)]

(٥) [عون المعبود (۱۹۱/۲)]

(٦) [تحفة الأحوذی (۲٤۱/٤)]

سے زیادہ حق رکھتی ہے۔'' (۱)

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿ لیس للولی مع الثیب أمر ﴾ ''شوہر دیدہ عورت کے بارے میں ولی کا کوئی اختیار نہیں۔'' (۲)

وہ گذشتہ احادیث کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ان میں تو محض شوہر دیدہ خواتین کو زیادہ حق دار قرار دیا گیا ہے کہ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کم اختیار بھی کسی کا ابھی باقی ہے اور وہ ولی کا ہے یعنی شوہر دیدہ عورت ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے اس لیے وہ جہاں چاہے اس کے اولیاء کو وہیں اس کا نکاح کر دینا چاہیے۔ ان احادیث میں ایسا کہیں بھی نہیں ہے کہ عورت ولی کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔

جو لوگ ولی کی اجازت ضروری تصور نہیں کرتے ان کے دلائل یہ ہیں:

(1) جن آیات میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے مثلاً ﴿ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ﴾ [البقرۃ: ۲۳۰] ''حتی کہ وہ عورت اس کے علاوہ کسی اور سے شادی کر لے۔'' ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾ [البقرۃ: ۲۳۲] ''انہیں اپنے (پہلے) خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔''

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ ان آیات میں بظاہر نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہی کی گئی ہے لیکن دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت نکاح کرے لیکن ولی کی اجازت کے ساتھ اگر ان آیات کے بعد ولی کی اجازت کا حکم منسوخ ہو گیا تھا تو نبی ﷺ بتلا دیتے حالانکہ ایسی کوئی بات منقول نہیں۔

(2) اسے بیع پر قیاس کیا جاتا ہے یعنی جیسے بیع کے انعقاد میں محض بائع اور مشتری کی رضامندی ہی کافی ہے اسی طرح نکاح میں بھی لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ہی کافی ہے۔

یاد رہے کہ قیاس نص کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس لیے یہ باطل ہے۔

○ واضح رہے کہ ولی سے مراد باپ ہے' باپ کی غیر موجودگی میں دادا' پھر بھائی' پھر چچا ہے (یعنی عصبہ رشتہ دار)۔ اگر کسی کے دو ولی ہوں اور نکاح کے موقع پر کوئی اختلاف واقع ہو جائے تو ترجیح قریبی ولی کو ہوگی اور اگر دونوں ولی برابر حیثیت کے ہوں تو اختلاف کی صورت میں حاکم ولی ہوگا۔

وَشَاهِدَيْنِ	اور دو گواہوں کے بغیر بھی نکاح نہیں ہوتا۔ ❶

❶ (1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا نکاح إلا بولی وشاهدی

(۱) [مسلم (۱۴۲۱) ابو داود (۲۰۹۸) ترمذی (۱۱۰۸) ابن ماجۃ (۱۸۷۰) نسائی (۸۴) دارمی (۱۳۸/۲) بیهقی (۱۱۵/۷) طحاوی (۳۶۶/۴) شرح السنة (۳۰/۹) حمیدی (۲۳۹/۱)]

(۲) [ضعیف: التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۱۵۶/۲) ابو داود (۲۱۰۰) کتاب النکاح: باب فی الثیب' نسائی (۸۴/۶) ابن حبان (۱۲۴۱۔ الموارد)]

عدل ﴾ ''ولی اور دو گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ﴿ و شاهدی عدل ﴾ ''دو دیانتدار گواہ'' کے لفظ ہیں۔ (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ لا نكاح إلا بشاهدى عدل وولى مرشد ﴾ ''دو عادل گواہوں اور ایک مرشد ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' (۳)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ البغايا اللاتى ينكحن أنفسهن بغير بينة ﴾ ''وہ عورتیں بدکار ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کر لیتی ہیں۔'' (٤)

امام ترمذیؒ رقمطراز ہیں کہ صحابہ وتابعین میں سے اہل علم کا اسی پر عمل ہے یعنی گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (٥)

(شافعیؒ) نکاح مردوں کی گواہی کے بغیر نہیں ہوتا نیز گواہوں میں عدالت کی شرط لگائی جائے گی۔

(ابوحنیفہؒ، احمدؒ) نکاح میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہے اور احناف کے نزدیک عدالت شرط نہیں۔

(مالکؒ) شہادت کے علاوہ محض اعلانِ نکاح ہی کافی ہے۔ (٦)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف راجح ہے۔ (٧)

603- نکاح خفیہ نہیں بلکہ اعلانیہ کرنا چاہیے

(1) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أعلنوا النكاح ﴾ ''نکاح کا اعلان کرو۔'' (۸)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے نکاح کا معاملہ لایا گیا جس میں صرف ایک مرد اور ایک عورت گواہ تھے تو انہوں نے فرمایا ﴿ هذا نكاح السر ولا أجيزه ولو كنت تقدمت فيه لرجمت ﴾ ''یہ خفیہ نکاح ہے اور میں اسے جائز قرار نہیں دیتا اور اگر میں اس میں شریک ہوتا تو رجم کر دیتا۔'' (۹)

---

(۱) [صحیح : إرواء الغليل (۱۸٦۰) دارقطنی (۲۲٥/۳) بيهقی (۱۲٥/۷)]

(۲) [صحیح : إرواء الغليل (۱۸٥۸) دارقطنی (۲۲٥/۳) بيهقی (۱۲٥/۷)]

(۳) [صحیح موقوف : إرواء الغليل (۱۸٤٤)]

(٤) [ضعیف : إرواء الغليل (۱۸٦۲)]

(٥) [ترمذی (بعد الحديث ۱۱۰۳) كتاب النكاح : باب ما جاء لانكاح إلا ببينة]

(٦) [تحفة الأحوذی (۲٤٤/٤) المهذب (٤۱۱/۲) مغنی المحتاج (۱٤٤/۳) المبسوط (۳۱/٥) تحفة الفقهاء (۱۹۷/۲) الوجيز (٤/۲) البناية (۲۹/٤)]

(۷) [نيل الأوطار (۲۰۳/٤) تحفة الأحوذی (۲٤٤/٤)]

(۸) [حسن : آداب الزفاف (ص/۱۸۳)]

(۹) [مؤطا (٥۳٥/۲)]

إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ عَاضِلًا أَوْ غَيْرَ مُسْلِمٍ	اِلا کہ ولی (شوہر دیدہ کی رضا میں) رکاوٹ بن رہا ہو ❶ یا غیر مسلم ہو۔ ❷

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾ [البقرة : ٢٣٢] ''پس تم انہیں مت روکو کہ وہ اپنے (پہلے) شوہروں سے نکاح کر لیں۔''

❷ جیسا کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ولی کے ہی نکاح کیا کیونکہ نکاح کے وقت ان کا سرپرست ابھی کافر ہی تھا۔(۱)

واضح رہے کہ ان صورتوں میں بھی عورت از خود نکاح نہیں کر سکتی بلکہ حاکم وقت عورت کا سرپرست و ولی ہو گا جیسا کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرانے والا نجاشی (حاکم وقت) تھا۔

وَتَجُوْزُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الزَّوْجَيْنِ أَنْ يُوَكِّلَ لِعَقْدِ النِّكَاحِ وَلَوْ وَاحِدًا	زوجین میں سے ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ عقد نکاح کے لیے اپنا نمائندہ مقرر کر لیں خواہ دونوں کا ایک ہی نمائندہ ہو۔ ❶

❶ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا ''کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں عورت سے کرا دوں؟ اس نے کہا ''ہاں'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے کہا ''کیا تمہیں پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں مرد سے کرا دوں؟'' تو اس نے کہا ''ہاں'' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی کرا دی۔(۲)

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام اوزاعی' امام ربیعہ' امام ثوری' امام لیث اور امام ابوثور رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

(شافعیؒ) یہ عمل جائز نہیں۔(۳)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے کیونکہ گزشتہ حدیث اس کا ثبوت ہے۔

604- خطبہ نکاح پڑھنا مسنون ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حاجت و ضرورت کے لیے یہ خطبہ سکھایا:

'' إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّآتِ أَعْمَالِنَا

(۱) [**صحيح** : صحيح ابو داود (١٨٥٣) كتاب النكاح ' الروضة الندية (٣٢/٢) ابو داود (٢١٠٧) نسائی (٣٣٥٠)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابو داود (١٨٥٩) كتاب النكاح : باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات ' إرواء الغليل (١٩٢٤) ابو داود (٢١١٧)]

(۳) [نيل الأوطار (٢١٠/٤) الروضة الندية (٣٢/٢) البحر الزخار (٢٥/٣)]

مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ''(١)

(1) ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران : ١٠٢]

(2) ﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[النساء : ١]

(3) ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب : ٧٠-٧١]

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۔(٢)

بیہقی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ إذا أراد أحدكم أن يخطب لحاجة من النكاح أو غيره فليقل : ألحمد لله نحمده...... الخ ﴾ ''جب تم میں سے کوئی نکاح یا اس کے علاوہ کسی حاجت کے لیے خطبہ دینے کا ارادہ کرے تو کہے '' **ألحمد لله نحمده**......الخ ''۔(٣)

شیخ البانیؒ کی تحقیق کے مطابق نبی ﷺ اپنا ہر خطبہ انہی الفاظ سے شروع کرتے تھے خواہ وہ خطبہ نکاح کا ہوتا یا جمعہ کا یا اس کے علاوہ کوئی اور۔(٤)

○ یاد رہے کہ خطبہ نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو کلمہ شہادت پڑھانا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

605- جس کی شادی ہو اسے ان الفاظ میں مبارکباد دی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی شخص کو دیکھتے کہ اس نے شادی کی ہے تو فرماتے '' بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ '' (٥)

606- شریعت میں کثیر التعداد بارات کا تصور نہیں

کیونکہ خرچ کا ذمہ دار مرد کو ٹھہرایا گیا ہے ﴿ وَبِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ﴾ [النسا : ٣٤] علاوہ ازیں نکاح سے پہلے

(١) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨٦٠) كتاب النكاح : باب خطبة النكاح' ابو داود (٢١١٨) نسائی (١٠٤/٣) حاكم (١٨٢/٢) بيهقی (١٤٦/٧)]

(٢) [تمام المنة (ص/٣٣٤-٣٣٥) إرواء الغليل (٦٠٨)]

(٣) [بيهقی (١٤٦/٧) تلخيص الحبير (٣١٥/٣)]

(٤) [خطبة الحاجة للألبانی]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨٦٦) كتاب النكاح : باب ما يقال للمتزوج' ابو داود (٢١٣٠) ترمذی (١٠٩١) أحمد (٣٨١/٢) ابن ماجة (١٩٠٥) ابن حبان (٤٠٥٢) حاكم (١٨٣/٢) بيهقی (١٤٨/٧)]

رسمِ حنا (مہندی کے لیے اجتماع اور گانا بجانا) اور جہیز کا مطالبہ یا لڑکی والوں کی طرف سے من پسند مہر کی تعیین بھی ناجائز ہے۔

607- مسجد میں نکاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المسجد﴾ ''اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجد میں کرو۔'' (۱)

اس حدیث کی وجہ سے امام شوکانیؒ نے مسجد میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے۔(۲)

608- بروز جمعہ نکاح

امام ابن قدامہؒ نے اسے مستحب کہا ہے کیونکہ سلف کی ایک جماعت کا یہی مؤقف ہے اور اس لیے بھی کیونکہ یہ شرف والا اور عید کا دن ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔(۳)

609- ولیمہ مشروع ہے

(1) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿أولم ولو بشاة﴾ ''ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی کرو۔'' (٤)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی پر اس قدر ولیمہ نہیں کیا جو زینب رضی اللہ عنہا پر کیا (اس میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا۔(٥)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت کھجور اور ستو کے ساتھ ولیمہ کیا۔(٦)

(4) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی کا ولیمہ دو مد (تقریباً سوا سیر 1:25) جو کے ساتھ کیا۔'' (٧)

قاضی عیاضؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ولیمہ میں کمی بیشی کی کوئی قید نہیں بلکہ حسبِ ضرورت اور حسبِ توفیق ولیمے کا کھانا پکایا جا سکتا ہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔(٨)

---

(۱) [ضعیف : ضعیف ترمذی (۱۸۵) کتاب النکاح : باب ما جاء في إعلان النكاح ' ترمذی (۱۰۸۹)] شیخ صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (۲۳٦/۲)]

(۲) [السيل الجرار (۲٤۷/۲)]

(۳) [المغني (٤۷۰/۹)]

(٤) [بخاری (٥١٦٧) كتاب النكاح : باب الوليمة ولو بشاة ' مسلم (١٤٢٧) ابو داود (٢١٠٩) ترمذی (١٠٩٤) نسائی (١١٩/٦) مؤطا (٥٤٥/٢) ابن ماجة (١٩٠٧)]

(٥) [بخاری (٥١٦٨) أيضا ' مسلم (١٤٢٨) ابو داود (٣٧٤٣) أحمد (٢٢٧/٣)]

(٦) [صحیح : صحیح ترمذی (٨٧٥) كتاب النكاح : باب الوليمة ' ترمذی (١٠٩٥) ابو داود (٣٧٤٤) ابن ماجة (١٩٠٩) أبو يعلى (٣٥٥٩) ابن حبان (٤٠٦١) بيهقی (٢٦٠/٧)]

(٧) [بخاری (٥١٧٢) كتاب النكاح : باب من أولم بأقل من شاة]

(٨) [نيل الأوطار (٢٦٠/٤)]

610- ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا دعى أحدكم إلى الوليمة فليأتها ﴾ ''جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو وہ اس میں شرکت کرے۔''(۱)

لیکن کھانا ضروری نہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ فإن شاء طعم وإن شاء ترك ﴾ ''اگر چاہے تو کھا لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔''(۲)

تاہم جن دعوتوں میں منکرات یعنی گانے باجے اور بے پردگی وغیرہ کا اندیشہ ہو اور انسان انہیں روکنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر ان سے اجتناب ہی بہتر ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے ایسے دستر خوانوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جن پر شراب پیش کی جاتی ہے۔(۳) دیگر تمام گناہوں کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔(٤)

❀❀❀

(۱) [بخاری (۵۱۷۳) كتاب النكاح : باب حق إجابة الوليمة والدعوة......]

(۲) [مسلم (۱٤۳۰) ابو داود (۳۷٤۰) ابن ماجة (۱۷۵۱) أحمد (۳۹۲/۳) مشكل الآثار (۱٤۸/٤) ابن حبان (۵۳۰۳)]

(۳) [ترمذی (۲۷۷۵) كتاب الأدب : باب ما جاء في دخول الحمام' أحمد (۱٤۱۲٤) دارمی (۲۰۰۰)]

(٤) [الروضة الندية (۳۳/۲)]

دوسری فصل

حرام نکاح

متعہ کا نکاح ❶ منسوخ ہے۔ ❷	وَنِكَاحُ الْمُتْعَةِ مَنْسُوخٌ

❶ متعہ کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک نکاح کر لینے کو کہتے ہیں مثلاً دو دن یا تین دن یا اس کے علاوہ کوئی اور مدت۔ (۱)

پہلے یہ نکاح مباح تھا جیسا کہ:

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں اس لیے ہم نے عرض کیا کہ ہم اپنے آپ کو خصی کیوں نہ کر لیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے روک دیا اور پھر ہمیں یہ رخصت دی کہ ہم کسی عورت سے کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے بدلے نکاح کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی ''اے ایمان والو! اپنے اوپر ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں۔'' [المائدۃ: ۸۷] (۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت دی۔ پھر ان کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری یا عورتوں کی کمی یا اس جیسی صورتوں میں ہوگی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ''ہاں۔'' (۳)

❷ پھر اس نکاح سے قیامت تک کے لیے روک دیا گیا جیسا کہ:

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن المتعة وعن لحوم الحمر الأهلية زمن خيبر ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے وقت نکاح متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا۔'' (٤)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس کے موقع پر تین روز کے لیے نکاح متعہ کی

(۱) [التعليقات الرضية للألباني (۸٦٤/۲)]

(۲) [بخاری (٤٦١٥) كتاب التفسير : باب قوله تعالىٰ : يايها الذين آمنوا لا تحرمو......، مسلم (١٤٠٤) ابن ابی شيبة (۲۹۲/٤) طحاوی (۲٤/۳) ابن حبان (٤١٤١) بيهقی (۷۹/۷)]

(۳) [بخاری (٥١١٦) كتاب النكاح : باب نهى رسول الله عن نكاح المتعة أخيرا]

(٤) [بخاری (٥١١٥) أيضا، مسلم (١٤٠٧) موطا (٥٤٢/۲) نسائی (١٢٥/٦) ترمذی (١١٢١) ابن ماجة (١٩٦١) دارمی (١٤٠/۲) حميدی (۲۲/۱)]

جازت دی ﴿ ثم نهى عنها ﴾ ''پھر اس سے روک دیا۔''(۱)

3) حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی ﴿ وإن الله حرم ذلك إلى يوم القيمة ﴾ ''اب اسے اللہ تعالیٰ نے تا روز قیامت حرام کر دیا ہے۔''(۲)

4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ کہا ''رسول اللہ ﷺ نے متعہ کی ہمیں تین مرتبہ اجازت دی پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاح متعہ کا علم ہوگا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کر دوں گا۔''(۳)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ایسی روایت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح متعہ کی حلت منسوخ ہے۔(٤)

(ابن حجرؒ) رخصت کے بعد چھ مختلف مقامات پر نکاح متعہ کا منسوخ ہو جانا مروی ہے۔

(1) خیبر میں (2) عمرۃ القضاء میں (3) فتح مکہ کے سال

(4) أوطاس کے سال (5) غزوہ تبوک میں (6) حجۃ الوداع میں (٥)

(نوویؒ) درست بات یہ ہے کہ متعہ دو مرتبہ حرام ہوا اور دو ہی مرتبہ جائز ہوا۔ چنانچہ یہ غزوہ خیبر سے پہلے حلال تھا پھر اسے غزوہ خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا۔ پھر اسے فتح مکہ کے موقع پر جائز کیا گیا اور عام أوطاس بھی اسی کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسے حرام کر دیا گیا۔(٦)

(خطابیؒ) متعہ کی حرمت مسلمانوں میں اجماع کی طرح ہے اِلا کہ بعض شیعہ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں۔(۷)

(جمہور سلف وخلف) نکاح متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔(۸)

(قاضی عیاضؒ) اس کی حرمت پر علما نے اجماع کیا ہے اِلا کہ روافض (یعنی شیعہ حضرات) اسے جائز کہتے ہیں۔(۹)

---

(۱) [مسلم (۱٤۰٥) کتاب النكاح : باب نكاح المتعة وبيان أنه أبيح...... ' أحمد (٥٥/٤) دارقطني (۲٥۸/۳) بيهقي (۲۰٤/۷) ابن أبي شيبة (۲۹۲/٤)]

(۲) [مسلم (۱٤۰٦) أيضا ' ابو داود (۲۰۷۲) نسائي (۱۲٦/٦) ابن ماجة (۱۹۲۲) حميدي (۸٤٦) أحمد (٤۰٤/۳)]

(۳) [حسن : صحيح ابن ماجة (۱٥۹۸) كتاب النكاح : باب النهي عن نكاح المتعة ' ابن ماجة (۱۹٦۳)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تلخيص الحبير (۱٥٤/۳)]

(٤) [بخاري (٥۱۱۹) كتاب النكاح]

(٥) [فتح الباري (۱۷۳/۹)]

(٦) [شرح مسلم (۱۸۱/۹)]

(۷) [معالم السنن (۱۹۰/۳)]

(۸) [فتح الباري (۱۷۳/۹)]

(۹) [شرح مسلم للنووي (۷۹/۹)]

وَالتَّحْلِيْلُ حَرَامٌ	اور حلالہ ❶ کرانا حرام ہے۔ ❷

❶ حلالہ ایسے عقد کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص مطلقہ ثلاثہ سے محض طلاق کی نیت سے ہی نکاح و مباشرت کرتا ہے تا کہ وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ اس غرض سے نکاح کرنے والے کو **"محلل"** (حلالہ کرنے والا) اور جس کے لیے عورت کو حلال کیا جا رہا ہو اسے **"محلل له"** (یعنی پہلا شوہر) کہتے ہیں۔

❷ (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ لعن رسول الله ﷺ المحلل و المحلل له ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔" (١)

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا میں تمہیں ادھار کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ هو المحلل لعن الله المحلل و المحلل له ﴾ "وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔" (٢)

یہ حدیث حلالہ کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ لعنت صرف حرام کے مرتکب پر ہی ہوتی ہے۔ ہر حرام ممنوع ہوتا ہے اور ہر ممنوع کام عقد کے فاسد ہونے کا متقاضی ہے۔ (٣)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں لوگ حلالے کو بدکاری شمار کرتے تھے۔ (٤)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حلالے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا ﴿ كلاهما زان ﴾ "دونوں بدکار ہیں۔" (٥)

(5) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے پاس حلالہ کرنے والا اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں لائے گئے تو میں دونوں کو رجم کر دوں گا۔" (٦)

(جمہور) حلالہ حرام ہے۔

(احناف) حلالہ جائز ہے (حتی کہ ان کی بعض کتب میں ایسے شخص کو اجر کا مستحق بھی کہا گیا ہے)۔ (٧)

---

(١) [**صحيح** : صحيح ترمذی (٨٩٤) كتاب النكاح : باب ما جاء في المحلل والمحلل له ' ترمذی (١١٢٠) نسائی (١٤٩/٦) دارمی (١٥٨/٢) بيهقی (٢٠٨/٧) أحمد (٤٤٨/١)]

(٢) [**حسن** : صحيح ابن ماجة (١٥٧٢) كتاب النكاح : باب المحلل والمحلل له ' إرواء الغليل (٣٠٩/٦) ابن ماجة (١٩٣٦) دارقطنی (٢٥١/٣) حاكم (١٩٩/٢) بيهقی (٢٠٨/٧)]

(٣) [سبل السلام (١٣٣٦/٣)]

(٤) [حاكم (١٩٩/٢) طبرانی أوسط كما في المجمع (٢٦٧/٤) امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے۔]

(٥) [ابن ابی شيبة (٢٩٤/٤) شیخ صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على الروضة الندية (٣٨/٢)]

(٦) [ابن ابی شيبة (٢٩٤/٤) عبدالرزاق (٣٤٨/٦)]

(٧) [تحفة الأحوذی (٢٨١/٤) نيل الأوطار (٢١٨/٤)]

ن تیمیہ) حلالے کے نکاح کے بطلان پر امت کا اتفاق ہے۔(۱)
ن قیمؒ) حلالہ کرنے والے کا نکاح کسی دین میں کبھی بھی جائز نہیں ہوا اور نہ ہی کسی ایک صحابی نے بھی ایسا کیا اور نہ ان میں
ی نے اس کا فتویٰ ہی دیا ہے۔(۲)
الرحمٰن مبارکپوریؒ) حلالہ حرام ہے۔(۳)

وَكَذٰلِكَ الشِّغَارُ	اور اسی طرح نکاح شغار ❶ بھی حرام ہے۔ ❷

❶ لفظِ شغار باب شَاغَرَ يُشَاغِرُ (مفاعلة وفعال) سے مصدر ہے۔باب شَغَر (فتح) ''کتے کا ایک ٹانگ اٹھا کر ب کرنا'' (نصر) ''جلاوطن کرنا۔''(٤)
کسی کے ساتھ اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرنا کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس سے کرے' نکاح شغار اتا ہے۔

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا شغار في الإسلام﴾ ''نکاحِ شغار اسلام نہیں۔'' (٥)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿نهى رسول الله ﷺ عن الشغار﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار منع فرمایا ہے۔'' اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی دوسرے آدمی سے اس شرط پر بیاہ دے کہ وہ اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے دونوں کا کوئی مہر مقرر نہ ہو۔(٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں شغار کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ''کوئی آدمی کہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر ور میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دیتا ہوں یا (کہے کہ) اپنی بہن کی شادی مجھ سے کروا دو میں اپنی بہن کی شادی تم سے کر اہوں۔'' (٧)

[فتاوى النساء لابن تيمية (ص/٢٤٢)]
[أعلام الموقعين (٣/٤١-٤٣)]
[تحفة الأحوذي (٤/٢٨٠)]
[المنجد (ص/٤٣٦)]
[مسلم (١٤١٥)]
[بخاري (٥١١٢) كتاب النكاح : باب الشغار ' مسلم (١٤١٥) مؤطا (٢/٥٣٥) أحمد (٢/٦٢) ابو داود (٢٠٧٤) ترمذي (١١٢٤) دارمي (٢/١٣٦) نسائي (٦/١١٠) ابن ماجة (١٨٨٣) عبدالرزاق (٦/١٨٤) أبو يعلى (٥٧٩٥) بيهقي (٧/٩٩)]
[أحمد (٢/٤٣٩) مسلم (١٤١٦) كتاب النكاح : باب تحريم نكاح الشغار وبطلانه ' نسائي (٦/١١٢) ابن ماجة (١٨٨٤) بيهقي (٧/٢٠٠)]

یادرہے کہ ہرایسا نکاح شغار ہے جس میں ایک عورت کے بدلے دوسری عورت کے نکاح کی شرط ہو خواہ اس میں حق مہر ادا کیا جائے یا نہ کیا جائے جیسا کہ حضرت عباس بن عبداللہ بن عباس نے عبدالرحمٰن بن حکم سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور عبدالرحمٰن نے اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔ ان دونوں نے اس کا حق مہر بھی مقرر کیا تھا تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم کی طرف ایک مکتوب کے ذریعے ان دونوں کے درمیان جدائی کا حکم بھیج دیا اور راوی کہتا ہے کہ اس مکتوب میں یہ بھی تھ ﴿هذا الشغار الذی نهی عنه رسول الله﴾ ''یہی وہ نکاح شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا (حالانکہ اس میں حق مہر بھی ادا کیا گیا تھا)۔''(۱)

(ابن عبدالبرؒ) علمانے اجماع کیا ہے کہ نکاح شغار جائز نہیں۔(۲)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) یہ نکاح باطل ہے۔

(ابوحنیفہؒ) مہر مثل ادا کر دیا جائے تو یہ نکاح درست ہے (حالانکہ یہ گذشتہ صریح حدیث کی مخالفت ہے)۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) نکاح شغار مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ حرام ہے۔(٤)

(ابن بازؒ) نکاح شغار ہر صورت میں ممنوع ہے خواہ مہر دیا جائے یا نہ دیا جائے۔(٥)

وَيَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ الْوَفَاءُ بِشَرْطِ الْمَرْأَةِ	خاوند پر واجب ہے کہ عورت کی شرائط پوری کرے۔ ❶

❶ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن أحق الشروط أن یوفی به ما استحللتم به الفروج﴾ ''وہ شرط پورا کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔''(٦)

اس حدیث کے علاوہ دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی شرط کو پورا کرنا لازم ہے اِلا کہ ایسی شرط ہو جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴾ [المائدة : ۱] ''عہد و پیمان پورے کرو۔'' اور ایک حدیث میں ہے ﴿المسلمون علی شروطهم إلا شرطا أحل حراما أو حرم حلالا﴾ ''مسلمان آپس کی شرائط پر

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۲٦) کتاب النکاح : باب فی الشغار، ابو داود (۲۰۷٥) أحمد (٤/٩٤) بیهقی (۷/۲۰۰)]

(۲) [فتح الباری (۹/۱٦۳)]

(۳) [فتح الباری (۱۰/۲۰٤) نیل الأوطار (٤/۲۲۱) الأم للشافعی (٥/۱۷٤) بدائع الصنائع (۳/۱٤۳۰) المدونۃ (۲/۱٥۲)]

(٤) [فتاوی النساء (ص/۲۸۰)]

(٥) [فتاوی ابن باز مترجم (۱/۱٦۸)]

(٦) [بخاری (۲۷۲۱) کتاب الشروط : باب الشروط فی المهر عند عقدة النکاح، مسلم (۱٤۱۸) أحمد (٤/۱٤٤) ابو داود (۲۱۳۹) نسائی (٦/۹۲) ترمذی (۱۱۲۷) ابن ماجة (۱۹٥٤) عبدالرزاق (۱۰٦۱۳) دارمی (۲/۱٤۳) أبو یعلی (۱۷٥٤) بیهقی (۷/۲٤۸)]

فظ) ہیں اِلا کہ کوئی ایسی شرط ہو جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔'' (۱)

ان شروط سے کیا مراد ہے (جنہیں عورت کی طرف سے مرد پر پورا کرنا لازم ہے) اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ کہ اس سے مراد ادائیگی مہر ہے کیونکہ مہر وطی سے مشروط ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زوجیت کے تقاضے عورت جس چیز کی بھی مستحق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ شرط ہے جو نکاح کے لیے آمادہ کرنے کے لیے مرد نے عورت طے کی ہو اور شریعت میں ممنوع نہ ہو۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہی آخری قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں جس حدیث میں ہے کہ ﴿ ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل وإن كان مائة شرط ﴾ شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے خواہ ایسی سو (100) شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔'' (۲)

اس سے مراد ایسی شروط ہیں جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دیں اور جو ایسی نہیں ہیں وہ کتاب اللہ میں ہی شامل ہیں جیسا گذشتہ حدیث ﴿ المسلمون على شروطهم ﴾ کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے۔

إِلَّا أَنْ يُحِلَّ حَرَامًا أَوْ يُحَرِّمَ حَلَالًا	اِلا کہ کوئی شرط حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دینے والی ہو۔ ❶

جیسا کہ گذشتہ مسئلے میں اس سے ممانعت کی حدیث ذکر کی گئی ہے۔

بعض شروط سے واضح طور پر بھی ممانعت مروی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی عورت کے لیے جائز ں کہ اپنی کسی (سوکن) بہن کی طلاق کی شرط اس لیے لگائے تا کہ اس کے حصے کا پیالہ بھی خود انڈیلے کیونکہ اسے وہی ملے گا جو کے مقدر میں ہوگا۔ (۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ جائز نہیں کہ ایک عورت سے دوسری کی ں کے بدلے میں نکاح کیا جائے۔'' (٤)

اس کے علاوہ وہ بھی تمام شروط جو نکاح کے منافی ہیں انہیں پورا کرنا جائز نہیں مثلاً یہ کہ عورت کہے کہ میری سوکن کے لیے تقسیم نہیں کرے گا یا اسے خرچ نہیں دے گا وغیرہ وغیرہ۔

يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَنْكِحَ زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالْعَكْسُ	آدمی پر کسی بدکار یا مشرکہ عورت سے نکاح کرنا حرام ہے ❶ اور عورت پر بھی کسی بدکار یا مشرک مرد سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ❷

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً ...... وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [النور:٣]

[حسن صحيح : صحيح ابو داود (٣٠٦٣) كتاب الأقضية : باب في الصلح ' إرواء الغليل (١٣٠٣) أحمد (٣٦٦/٢) ابو داود (٣٥٩٤) ابن الجارود (٦٣٨) دارقطني (٩٦) حاكم (٤٩/٢) بيهقي (٦٤/٦)]

[بخاری (٢٧٢٩) كتاب الشروط : باب الشروط في الولاء]

[بخاری (٥١٥٢) كتاب النكاح : باب الشروط التي لا تحل في النكاح ' مسلم (١٤٠٨)]

[احمد (١٧٦/٢)]

''زانی مرد صرف زانی یا مشرک عورت سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانی عورت صرف زانی یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرتی ہے ا
یہ (نکاح) مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔''

(2) حضرت مرثد بن أبی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے جس ایک بدکار عورت (عناق) سے شادی کا اظہار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہ
گئے حتی کہ یہ آیت ﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ ﴾ [النور : ۳] نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر کہا ﴿
تنکحها ﴾ ''اس سے نکاح نہ کرو۔'' (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا ینکح الزانی المجلود إلا مثله ﴾ ''ایسا زا
جسے کوڑے لگے ہوں صرف اپنے جیسے زانی سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔'' (۲)

جس روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ﴿ إن امرأتی لا ترد ید لامس ﴾ ''میری بیوی کسی چھو
والے کا ہاتھ نہیں روکتی۔'' پھر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نکاح برقرار رکھا'' (۳)
اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عورت بدکار تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورت محض کسی چھونے والے کے ہاتھ کو رد
نہیں تھی یعنی غیرت وحمیت میں کمال درجے کی نہیں تھی۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پاک دامن مر
نکاح ایک بدکار عورت سے قائم رکھا۔ تاہم اس سے اتنا مفہوم ضرور اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا ہاتھ نہ رو
پر طلاق کا مشورہ دے دیا تو اگر عورت فی الحقیقت زانیہ ہو تو بالا ولیٰ اسے طلاق دے دینی چاہیے۔ (واللہ اعلم)

❷ جیسا کہ گزشتہ پہلی آیت ﴿ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ﴾ سے یہ واضح ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر ایسے
سے نکاح ہو چکا ہو تو اس سے علیحدگی کر لینی چاہیے۔

وَمَنْ صَرَّحَ الْقُرْآنُ بِتَحْرِيمِهِ	اور جن کے ساتھ نکاح کی حرمت کی قرآن نے وضاحت کر دی ہے۔

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ...... ﴾ [النساء : ۲۴] ''حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری ما
تمہاری لڑکیاں' تمہاری بہنیں' تمہاری پھوپھیاں' تمہاری خالائیں' بھائی کی لڑکیاں' بہن کی لڑکیاں' تمہاری وہ مائیں جنہو
نے تمہیں دودھ پلایا ہے' تمہاری دودھ شریک بہنیں' تمہاری ساس' تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں
تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو' ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر گناہ نہیں' تمہارے صلبی
بیٹوں کی بیویاں' تمہارا دو بہنوں کو جمع کر لینا' ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔ اور شوہر والی عورتیں (مگر) وہ جو تمہاری ملکیت میں

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۰۶) کتاب النکاح : باب فی قوله تعالیٰ : ''الزانی لا ینکح إلا زانیة' ابو د
(۲۰۵۱) ترمذی (۳۱۷۷) نسائی (۶۶/۶)]
(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۰۷) أیضا' ابو داود (۲۰۵۲) أحمد (۳۲۴/۲)]
(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۰۴) کتاب النکاح : باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء' ابو د
(۲۰۴۹)]

مائیں۔''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ ﴾ ''ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔''

ابن قدامہؒ) امت نے ان تمام رشتوں کی حرمت پر اجماع کیا ہے جن کی حرمت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نص بیان کی ہے۔(۱)

○ واضح رہے کہ:

① ''أمهات'' (مائیں) میں ماؤں کی مائیں (نانیاں) ان کی دادیاں اور باپ کی مائیں (دادیاں' پردادیاں اور ان سے آگے تک) سب شامل ہیں۔

② ''بنات'' (بیٹیاں) میں پوتیاں' نواسیاں اور پوتیوں اور نواسیوں کی بیٹیاں (نیچے تک) شامل ہیں۔ زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی بیٹی میں شامل ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اسے بیٹی شمار کرتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ اسے بیٹی شمار نہیں کرتے پس جیسے یہ لڑکی ﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ﴾ میں داخل نہیں اور بالاجماع وارث نہیں اسی طرح وہ اس آیت میں بھی داخل نہیں۔(واللہ اعلم)(۲)

③ ''أخوات'' (بہنیں) عینی ہوں یا اخیافی یا علاتی سب اس میں شامل ہیں۔

④ ''عمات'' (پھوپھیاں) اس میں باپ کی سب مذکر اصول یعنی نانا' دادا کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

⑤ ''خالات'' (خالائیں) ان میں ماں کی سب مؤنث اصول (یعنی نانی' دادی) کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

⑥ ''بنت الأخ'' (بھتیجیاں) ان میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بالواسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی وفرعی) شامل ہیں۔

⑦ ''بنت الأخت'' (بھانجیاں) ان میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بالواسطہ یا بلاواسطہ (یا صلبی وفرعی) شامل ہیں۔ یہ سات نسبی رشتے ہیں جو حرام ہیں۔ اسی طرح سات رضاعی رشتے بھی حرام ہیں جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ علاوہ ازیں چار سسرالی رشتے بھی حرام ہیں وہ یہ ہیں:

1- ''بیوی کی ماں'' یعنی ساس' اس میں بیوی کی نانی' دادی بھی داخل ہے نیز اگر کسی عورت سے نکاح کے بعد بغیر مباشرت وہم بستری کے ہی اسے طلاق دے دی جائے تب بھی اس کی ماں سے نکاح حرام ہوگا۔ البتہ اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا۔

2- ''ربیبہ'' سے مراد وہ لڑکی ہے جو بیوی کے پہلے خاوند سے ہو۔ اس کی حرمت مشروط ہے یعنی اگر اس کی ماں سے مباشرت کر لی گئی ہو تو اس سے نکاح حرام ہے بصورت دیگر حلال ہے اور ''فِي حُجُورِكُمْ'' کی قید غالب احوال کی وجہ سے ہی لگائی گئی ہے۔

---

(۱) [المغنی (۵۱۳/۹)]

(۲) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۲۸۸/۶) حلیة العلماء (۳۷۹/۶) نهایة المحتاج (۲۶۶/۶) بدایة المجتهد (۲۸/۲) حواشی التحفة (۲۹۹/۷) الشرقاوی علی التحریر (۲۱۰/۲)]

3- " صلبی بیٹوں کی بیویاں " بیٹوں میں پوتے اور نواسے بھی شامل ہیں۔ مزید برآں اس سے معلوم ہوا کہ لے پالک بیٹیوں کی بیویوں سے نکاح حرام نہیں ہے۔

4- "دو رضاعی یا نسبی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا" البتہ ایک کی وفات یا طلاق کی صورت میں عدت گزارنے پر دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔

اور پہلے سے شادی شدہ عورت سے بھی نکاح حرام ہے لیکن اگر وہ لونڈی ہو تو پھر اس سے مباشرت جائز ہے جبکہ استبرائے رحم ہو چکا ہو یا حاملہ ہے تو وضع حمل ہو چکا ہو۔(١)

وَالرَّضَاعُ كَالنَّسَبِ	اور رضاعت بھی نسب کی طرح ہی ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة ﴾ "جیسے خون ملنے سے حرمت ہوتی ہے ویسے ہی دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔"(٢)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب ﴾ "اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی ان رشتوں کو حرام کر دیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔"(٣)

(ابن قدامہؒ) ہر وہ عورت جو نسب کی وجہ سے حرام کی گئی ہے اسی طرح رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہے اور وہ یہ ہیں: مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں (واضح رہے کہ ان میں بھی وہی تفصیل ہے جو نسبی محرمات کے بیان میں پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں)۔(٤)

(نوویؒ) دودھ پینے والے اور پلانے والی کے درمیان رضاعت کی حرمت کے ثبوت پر امت نے اجماع کیا ہے۔ بلاشبہ وہ اس عورت کا بیٹا بن جائے گا اور اس پر اس عورت سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گا۔(٥)

611- رضاعت کی وجہ سے اثباتِ حرمت کی دو شرطیں ہیں

(1) دو سال کی عمر سے پہلے دودھ پلایا گیا ہو: جیسا کہ قرآن میں دودھ پلانے کی مدت یوں مذکور ہے ﴿ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾ [البقرة : ٢٣٣] "مکمل دو سال۔"

(2) پانچ مرتبہ الگ الگ دودھ پلایا گیا ہو: جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

(١) [تفسیر فتح القدير (٤٤٤/١-٤٥٦)]

(٢) [بخاری (٥٠٩٩) كتاب النكاح، موطا (٦٠١/٢) مسلم (١٤٤٤) نسائی (١٠٢/٦) دارمی (١٥٥/٢) عبدالرزاق (٤٧٦/٧) أبو يعلى (٣٣٨/٧) بیهقی (١٥٩/٧)]

(٣) [صحیح : إرواء الغليل (٢٨٤/٦) ترمذی (١١٤٦) كتاب الرضاع : باب ما جاء يحرم من الرضاع...... أحمد (١٣١/١)]

(٤) [المغنی (٥١٩/٩)]

(٥) [شرح مسلم (٢٧٤/٥)]

''قرآن کریم میں یہ حکم نازل کیا گیا کہ دس مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوگی لیکن پھر اس حکم کو پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا اور پھر پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے ہی حرمت ثابت ہوتی حتی کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور معاملہ اسی طرح تھا۔''(۱)

(احمدؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) رضاعت کی مدت اڑھائی (2.50) سال ہے (ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ہے ﴿ حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴾ [الأحقاف : ١٥] ''اور دودھ کم پلایا ہو (خواہ ایک مرتبہ ہی) یا زیادہ حرمت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ قرآن میں عموم ہے ﴿ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ ﴾ [النساء : ٢٣] ''اور وہ تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔''(۲)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔(۳)

وَالْجَمْعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا	عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يجمع بين المرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها﴾ ''ایک مرد کے نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی' اور خالہ اور بھانجی کو جمع نہ کیا جائے۔''(٤)

2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ نهى رسول الله ﷺ أن تنكح المرأة على عمتها أو خالتها ﴾ (٥)

(شافعیؒ) مذکورہ رشتوں کو جمع کرنا حرام ہے۔(٦)

(ابن عبد البرؒ، نوویؒ) اس کی حرمت پر اجماع ہے۔(٧)

(ابن حزمؒ، ابن منذرؒ) انہوں نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(٨)

(ترمذیؒ) عام اہل علم اسی پر ہیں اور ہمیں ان کے درمیان اس مسئلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(٩)

---

١) [مسلم (٢٦٣٥) كتاب الرضاع : باب التحريم بخمس رضعات]
٢) [نيل الأوطار (٤١٨/٤) تفسير اللباب في علوم الكتاب (٢٩٠/٦) الأم (٢٩/٥) المبسوط (١٣٥/٥) بداية المجتهد (٣٦/٢)]
٣) [المغني (٣١٩/١١)]
٤) [بخاري (٥١٠٩) كتاب النكاح : باب لا تنكح المرأة على عمتها ' مسلم (١٤٠٨) أحمد (٤٦٥/٢) سعيد بن منصور (٢٠٩/١) مسند شافعي (١٨/٢) عبدالرزاق (١٠٧٥٣)]
٥) [بخاري (٥١٠٨) أيضا ' ابو داود (٢٠٦٥) ترمذي (١١٢٦) دارمي (١٣٦/٢) ابن أبي شيبة (٢٤٦/٤) ابن الجارود (٦٨٥) نسائي (٩٨/٦)]
٦) [معرفة السنن والآثار للبيهقي (١٠٦/١٠)]
٧) [التمهيد (٢٧٧/١٨) شرح مسلم (٢٠٧/٥)]
٨) [كما في فتح الباري (٢٠٢/١٠) الإجماع لابن المنذر (ص/٩٥)]
٩) [جامع ترمذي (بعد الحديث / ١١٢٦)]

(شوکانیؒ ،امیر صنعانیؒ) مذکورہ رشتوں کو جمع کرنا حرام ہے۔(۱)

(قرطبیؒ،صدیق حسن خانؒ) اس کی حرمت پر اجماع ہے۔(۲)

وَمَا زَادَ عَلَى الْعَدَدِ الْمُبَاحِ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ	آزاد ❶ اور غلام ❷ مرد کے لیے عورتوں کی جو تعداد مباح ہے اس سے بڑھ کر نکاح کرنا بھی حرام ہے۔

❶ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے ''چار بیویوں سے زیادہ (بیک وقت) آدمی نہیں رکھ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ ''واؤ اَو کے معنی میں ہے (یعنی دو بیویاں رکھو یا تین یا چار)۔حضرت زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ''یعنی دو یا تین یا چار جیسے سورۂ فاطر میں اس کی نظیر موجود ہے ﴿أُولِىٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ ''یعنی دو پنکھ والے فرشتے یا تین والے یا چار والے۔''(۳)

(ابن حجرؒ) مذکورہ ترجمۃ الباب کا حکم بالا جماع ثابت ہے۔(٤)

(2) حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں جب مسلمان ہوا تو میرے پاس آٹھ بیویاں تھیں۔میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اختر منهن أربعا ﴾ ''ان میں سے چار پسند کرلو۔''(٥)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ﴿ خذ منهن أربعا ﴾ ''ان میں سے چار رکھ لو۔''(٦)

(4) نوفل بن معاویہ مسلمان ہوئے تو ان کی پانچ بیویاں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا ﴿ أمسك أربعا وفارق الأخرى ﴾ ''چار کو رکھ لو اور دوسری یعنی پانچویں کو چھوڑ دو۔''(۷)

(جمہور) چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے۔

(اہل ظاہر) نو عورتوں سے بیک وقت نکاح کیا جا سکتا ہے (ان کے نزدیک آیت ﴿ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ میں واؤ جمع کے

---

(۱) [نیل الأوطار (٤/٢٢٨) سبل السلام (٣/١٣٢٩)]

(۲) [الروضة الندية (٢/٥٠)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث /٥٠٩٨) کتاب النکاح]

(٤) [فتح الباری (٩/١٣٩)]

(٥) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجة (١٥٨٨) إرواء الغلیل (١٨٨٥) صحیح ابو داود (١٩٣٩) کتاب الطلاق ' ابن ماجة (١٩٥٢) ابو داود (٢٢٤١)]

(٦) [صحیح : صحیح ابن ماجة (١٩٨٩) کتاب النکاح ' إرواء الغلیل (١٨٨٣) ابن ماجة (١٩٥٣) أحمد (٢/١٤) ترمذی (١١٢٨) ابن حبان (٤١٥٦ ـ الإحسان) حاکم (٢/١٩٢) بیهقی (٧/١٤٩) شرح السنة (٢٢٨٨) ابن أبی شیبة (٤/٣١٧) ترتیب المسند للشافعی (٢/١٦)]

(۷) [ضعیف : ترتیب المسند للشافعی (٢/١٦) شرح السنة (٩/٩٠) بیهقی (٧/١٨٤) اس کی سند امام شافعیؒ کے شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

لیے ہے)۔(۱)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔

(ابن تیمیہؒ) صحابہ نے چار عورتوں سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر اجماع کیا ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) آزاد مرد کے لیے چار بیویوں سے زیادہ جمع کرنا ناجائز ہے اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔(۳)

(صاحب البحر، صاحب تفسیر اللباب) چار سے زائد بیویوں کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔(٤)

تاہم نبی ﷺ کی جو بیک وقت نو بیویاں تھیں۔(٥)

اس کی بعض دینی وسیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو اجازت دے رکھی تھی اور یہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص تھا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ ''علماء نے اتفاق کیا ہے کہ چار سے زائد بیویاں (بیک وقت) نکاح میں رکھنا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ مزید حافظ ابن حجرؒ نے ''فتح الباری'' میں نبی ﷺ کی زیادہ شادیوں کی تقریبا دس حکمتیں نقل فرمائی ہیں تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔(٦)

● (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''غلام دو عورتوں سے نکاح کرتا ہے' دو طلاقیں دیتا ہے اور لونڈی دو حیض عدت گزارتی ہے۔''(۷)

(2) حکم بن عتیبہ کہتے ہیں: صحابہ نے اجماع کیا ہے کہ غلام دو سے زیادہ نکاح نہیں کرسکتا۔(۸)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں اس کا کوئی مخالف معروف نہیں۔(۹)

(ابن تیمیہؒ، ابن منذرؒ، سعدی ابو حبیبؒ) اس مسئلے پر اجماع ہو چکا ہے۔(۱۰)

(ابن قدامہؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ غلام صرف دو نکاح کرسکتا ہے۔(۱۱)

(احمدؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، امام عطاءؒ، امام حسنؒ، امام شعبیؒ،

---

(۱) [نيل الأوطار (٤/٢٣٠)]

(۲) [الفتاوى (٣/٢١٦) التعليقات الرضية للألباني (٢/١٩١)]

(۳) [المغني (٩/٤٧١)]

(٤) [البحر الزخار (٣/٣٥) تفسير اللباب في علوم الكتاب (٦/١٦٤)]

(٥) [بخاري (٢٨٤) كتاب الغسل]

(٦) [فتح الباري (٩/١١٥) تلخيص الحبير (٣/١٣٧)]

(۷) [صحيح : إرواء الغليل (٢٠٦٧) دارقطني (٣/٣٠٨) بيهقي (٧/٤٢٥)]

(۸) [ابن أبي شيبة (١٦٠٤٤) بيهقي (٧/١٥٨)]

(۹) [نقل البيهقي قول الشافعي في المعرفة (٥/٢٨١)]

(۱۰) [مراتب الإجماع (ص/٦٣) الإجماع لابن المنذر (ص/٩٧) موسوعة الإجماع لأبي حبيب (١/٤٥٣)]

(۱۱) [المغني (٩/٤٧٢)]

امام قتادہؒ اور امام ثوریؒ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔(۱)

(مالکؒ) غلام چار نکاح کر سکتا ہے کیونکہ آیت کے عموم میں یہ بھی شامل ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) زیادہ مناسب بات یہی ہے کہ غلام بھی آیت کے عموم میں شامل (ہونے کی وجہ سے چار نکاح کر سکتا) ہے۔(۳)

(راجح) پہلا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ	اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ ❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أيما عبد تزوج بغير إذن سيده فهو عاهر﴾ ''جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرے وہ زانی ہے۔''(٤)

(ابن تیمیہؒ) غلام کو جب مالک نے اجازت نہ دی ہو تو مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ یہ نکاح باطل ہے۔(٥)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

○ فقہا نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا نکاح کے بعد اگر مالک اجازت دے تو نکاح نافذ ہو جائے گا یا نہیں؟

(احناف) غلام کا نکاح مالک کی اجازت پر موقوف ہے۔

(شافعیؒ) اجازت کے ذریعے بھی نافذ نہیں ہو گا کیونکہ یہ باطل ہے اور باطل کام اجازت کے ساتھ درست نہیں ہوتا۔

(مالکؒ) نکاح تو پہلے ہی نافذ ہو چکا ہے اب مالک صرف اسے فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

وَإِذَا عَتَقَتِ الْأَمَةُ مَلَكَتْ أَمْرَ نَفْسِهَا وَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا	جب لونڈی آزاد ہو جائے تو وہ اپنے معاملے کی خود مالک ہو گی اور اسے اس کے خاوند کے بارے میں اختیار دیا جائے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أن بريرة خيرها النبي ﷺ و كان زوجها عبدا﴾ ''بے شک بریرہ

(۱) [أيضا]

(۲) [اللباب في علوم الكتاب (۱۲٤/٦)]

(۳) [نيل الأوطار (۲۳۱/٤)]

(٤) [حسن : صحيح ابو داود (۱۸۲۹) كتاب النكاح : باب في نكاح العبد بغير إذن مواليه ' إرواء الغليل (۱۹۳۳) ابو داود (۲۰۸۷) ترمذى (۱۱۱۱) حاكم (۱۹٤/۲) أحمد (۳۰۱/۳) ابن ماجة (۱۹۵۹)]

(٥) [الفتاوى لابن تيمية (۹۰/۲)]

(٦) [الروضة الندية (٦۲/۲)]

کو نبی ﷺ نے اختیار دیا اور اس کا خاوند غلام تھا۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر ایک حبشی غلام تھا اس کا نام مغیث تھا وہ بنی فلاں کا غلام تھا۔ جیسے وہ منظر اب بھی میری آنکھوں میں ہے کہ وہ مدینہ کی گلیوں میں بریرہ کے پیچھے پیچھے (روتا) پھر رہا ہے۔ (۲)

جس روایت میں ہے کہ بریرہ کا شوہر آزاد تھا۔ (۳) وہ منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول (کہ وہ غلام تھا) زیادہ صحیح ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔ (٤)

معلوم ہوا کہ آزاد ہونے کے بعد عورت' جبکہ اس کا خاوند غلام ہو' کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور چاہے تو علیحدہ ہو جائے۔ اس پر اجماع ہے۔ (٥)

○ اس صورت میں اختلاف ہے کہ جب شوہر آزاد ہو۔

(جمہور) ایسی صورت میں عورت کو کوئی اختیار نہیں۔ کیونکہ اختیار کی علت غلام ہونے کی وجہ سے عدم کفائت تھی جو کہ اب موجود نہیں۔

(احناف) اسے ابھی بھی اختیار حاصل ہے۔

(ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے جیسا کہ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مروی ہے کہ ﴿ ولو کان حرا لم یخیرھا ﴾ ''اگر وہ آزاد ہوتا تو آپ ﷺ اسے (یعنی بریرہ کو) اختیار نہ دیتے۔'' (۷)

وَيَجُوزُ فَسْخُ النِّكَاحِ بِالْعَيْبِ	کوئی عیب نکل آنے پر نکاح فسخ کرنا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار کی عالیہ نامی خاتون سے نکاح کیا جب وہ آپ ﷺ کے پاس خلوت میں داخل ہوئی اور اس نے اپنا لباس اتارا تو آپ ﷺ نے اس کے پہلو میں پھلبہری (برص) کے داغ دیکھے تو فرمایا ﴿ البسی ثیابك والحقی بأھلك ﴾ ''اپنے کپڑے پہن لے اور اپنے گھر چلی جا'' اور آپ ﷺ نے اس کے لیے حکم ارشاد فرمایا کہ اسے مہر دے دیا جائے۔ (۸)

(۱) [مسلم (۱۵۰٤) کتاب العتق : باب إنما الولاء لمن أعتق ' ابو داود (۲۲۳٤) ابن ماجة (۲۰۷٦) نسائی (۱٦۲/٦)]
(۲) [بخاری (۵۲۸۲ ' ۵۲۸۱) کتاب الطلاق : باب خیار الأمة تحت العبد]
(۳) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱۹۵٦) ابو داود (۲۲۳۵)]
(٤) [بخاری (٦۷۵٤)]
(٥) [فتح الباری (٤۰۷/۹) نقله الحافظ عن ابن بطال]
(٦) [الأم (۱۲۲/۵) المبسوط (۳۱٤/۵) المغنی (٤۵۳/۹) نیل الأوطار (۲۳۵/٤) زاد المعاد (۱٦۸/۵)]
(۷) [مسلم (۱۵۰٤) ابو داود (۳۹۲۹) ترمذی (۲۱۲٤) نسائی (۳۰۵/۷) أحمد (۳۳/٦)]
(۸) [**ضعیف** : إرواء الغلیل (۱۹۱۲) أحمد (٤۹۳/۳) الکامل لابن عدی (۳۰٦) حاکم (۳٤/٤) السنن الکبری للبیهقی (۲۱۳/۷)]

پہلی بات یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں مذکور مسئلے کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ ﴿الحقی بأهلك﴾ کے الفاظ طلاق سے کنایہ ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن خانؒ اور شیخ البانیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(۱)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے ہم بستری کرے اور اسے معلوم ہو کہ وہ عورت برص کے مرض میں مبتلا ہے' یا دیوانی ہے یا کوڑھی کی مریضہ ہے تو چونکہ شوہر نے اسے چھوا ہے اس لیے وہ حق مہر کی مستحق ہے اور اس مہر کی رقم اُس سے وصول کی جائے گی جس نے اسے دھوکہ دیا۔''(۲)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی روایت مروی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ اگر عورت کو ''قرن'' (ایسی بیماری جس کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ میں گوشت ابھر آتا ہے) کی بیماری ہو تو اس کا شوہر خود مختار ہوگا۔ اگر مرد نے اس عورت سے مباشرت کی ہو تو شرمگاہ کو حلال کرنے کے بدلے میں مہر دینا ہوگا۔(۳)

(4) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نامرد آدمی کے لیے ایک سال کی عدت کا فیصلہ کیا۔(٤)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چار عیوب کی وجہ سے عورتوں کو لوٹایا جا سکتا ہے: پاگل پن' جذام' برص اور شرمگاہ کی بیماری (آتشک یا سوزاک وغیرہ)۔(٥)

چونکہ مذکورہ روایات و آثار ضعیف ہیں لہٰذا ان سے یہ ثابت کرنا درست نہیں کہ محض عیوب کی وجہ سے ہی نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا یہ کہ وجوب مہر کے لیے محض خلوت ہی کافی ہے' تعلق زن و شوہر ضروری نہیں۔

(جمہور) ہر وہ عیب اور نقص جو میاں بیوی کے درمیان نفرت کا موجب ہو اور اس کی وجہ سے مقصد نکاح بھی حاصل نہ ہو سکے' یا وہ عیب جو وظیفۂ زوجیت میں دخل انداز ہو' فسخ نکاح اور اختیار کا سبب بن جاتا ہے۔

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) خاوند بیوی کو کسی وجہ سے بھی نہیں رد کر سکتا کیونکہ اس کے اختیار میں طلاق ہے اور بیوی صرف اس صورت میں شوہر کو رد کر سکتی ہے کہ اس کا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہو یا اس قدر ڈھیلا ہو کہ قوت جماع نہ رکھتا ہو۔

(ابن حزمؒ، اہل ظاہر) کسی بھی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں کیا جا سکتا۔(٦)

---

(۱) [الروضة الندية (٦٥/٢) التعليقات الرضية على الروضة (٢٠٣/٢)]

(۲) [ضعيف : سعيد بن منصور (٨١٨) مؤطا (٥٢٦/٢) ابن أبي شيبة (١٧٥/٤) دارقطني (٢٦٦/٣) یہ حدیث منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [التعليق على سبل السلام للشيخ صبحي حلاق (٩٤/٦)]

(۳) [ضعيف : سعيد بن منصور (٨٢٠) بيهقي (٢١٥/٧) شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٩٥/٦)]

(٤) [ضعيف : ابن أبي شيبة (٢٠٦/٤) شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٩٦/٦)]

(٥) [ضعيف : بيهقي (٢١٥/٧) امام صنعانیؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔ [سبل السلام (١٣٥٣/٣)]

(٦) [الأم (٨٤/٥) المبسوط (٩٥/٥) الخرشي (٢٣٨/٣) المغني (١١٢/٧) المحلى (١٠٩/١٠) نيل الأوطار (٢٣٩/٤)]

(ابن تیمیہؒ) میاں بیوی میں سے جس میں بھی جذام' برص اور پاگل پن ظاہر ہو جائے تو دوسرا فسخ نکاح کا حق رکھتا ہے۔(۱)

(ابن قیمؒ) انہوں نے جمہور کے موقف کو ترجیح دی ہے۔(۲)

(راجح) کسی عیب کی وجہ سے فسخ نکاح شریعت میں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں البتہ طلاق اور خلع مشروع ہے لہٰذا اگر کوئی ایسا عیب ظاہر ہو جائے جس کی وجہ سے اکٹھے رہنا دشوار ہو تو مرد طلاق دے سکتا ہے اور عورت خلع لے سکتی ہے۔

(واللہ اعلم)

وَيُقَرُّ مِنْ أَنْكِحَةِ الْكُفَّارِ إِذَا أَسْلَمُوْا مَا يُوَافِقُ الشَّرْعَ	کافر جب مسلمان ہو جائیں تو ان کے نکاحوں میں سے اُس نکاح کو قائم رکھا جائے گا جو شریعت کے مطابق ہو۔ ❶

❶ جیسا کہ ضحاک بن فیروز اپنے والد سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہوا تو میری دو بیویاں ایک دوسرے کی بہنیں تھیں ﴿ فأمرني النبي ﷺ أن أطلق إحداهما ﴾ "نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دوں۔"(۳)

معلوم ہوا کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے پاس دو بیویاں بہنیں ہوں تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ان میں سے ایک کو طلاق دے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جس نکاح کو آپ ﷺ نے برقرار رکھا وہ حالت کفر میں کیا گیا تھا لہٰذا ایسا نکاح جائز و درست ہوا۔

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ) اگر کسی کافر نے دو بہنوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہے تو دوسرا نکاح مردود ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس پانچ بیویاں تھیں تو جس سے آخر میں نکاح کیا ہے اسے چھوڑ دے۔ کیونکہ اس سے نکاح باطل ہو چکا ہے اور نبی ﷺ کے اختیار دینے کی تاویل یہ ہے کہ وہ ابتدائے نکاح میں تھا۔(۴)

(شوکانیؒ) ظاہر وہی ہے جو پہلوں کا موقف ہے (یعنی امام مالکؒ وغیرہ کا)۔(۵)

(ابن قیمؒ) انہوں نے احناف کا رد کیا ہے اور امام مالکؒ وغیرہ کے موقف کو ثابت کیا ہے۔(۶)

---

(۱) [فتاوی النساء (ص/۱۰۳)]

(۲) [زاد المعاد (۱۸۰/۵)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹۶۲) کتاب الطلاق : باب فی من أسلم وعنده نساء..... ' ابو داود (۲۲۴۳) ترمذی (۱۱۳۰) ابن ماجة (۱۹۵۱) أحمد (۲۳۲/٤) ابن حبان (٤۱۵۵) دارقطنی (۲۷۳/۳) بیھقی (۱۸٤/۷)]

(٤) [بدائع الصنائع (۱۵۰۸/۳) المغنی (۱٤/۱۰) الأم (٤۹/۵) الروضة الندیة (٦٦/۲)]

(۵) [نیل الاوطار (۲٤۳/٤)]

(٦) [أعلام الموقعین (۳٤۹/۲)]

وَإِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ اِنْفَسَخَ النِّكَاحُ وَتَجِبُ الْعِدَّةُ	جب میاں بیوی میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور عدت واجب ہو جائے گی۔ ❶

❶ (1) جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ [الممتحنة: ١٠] ''نہ یہ (مسلمان ہونے والی) عورتیں اُن (کافروں) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) اِن (مسلمان ہونے والی) عورتوں کے لیے حلال ہیں۔''

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے مشرکین دو طرح کے تھے۔ ایک اہل حرب کے مشرک کہ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کرتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرتے تھے اور دوسرے عہد و پیمان والے مشرک (یعنی ذمی وغیرہ) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے (مدینہ) آتی تو اسے اس وقت تک پیغام نکاح نہ دیا جاتا جب تک اسے حیض نہ آ جاتا اور پھر اس سے پاک نہ ہو جاتی۔ جب وہ پاک ہو جاتی تو اس سے نکاح جائز ہو جاتا۔ اگر ان کے شوہر ان کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لینے سے پہلے ہجرت کر کے آ جاتے تو یہ انہیں کو ملتیں اور اگر مشرکین میں سے کوئی غلام یا لونڈی مسلمان ہو کر ہجرت کرتے تو وہ آزاد سمجھے جاتے اور ان کے وہی حقوق ہوتے جو تمام مہاجرین کے تھے۔(١)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس معاملے میں ''کہ کوئی عورت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے آئی اور اس کا شوہر دار الحرب میں کافر اور مقیم تھا'' صرف یہی بات پہنچی ہے کہ اس عورت کی ہجرت نے اس کے درمیان اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈال دی ہے اِلا کہ اس کا خاوند اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہجرت کر آئے اور ہمیں ایسی کوئی بات نہیں پہنچی کہ کسی بھی عورت اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کی گئی ہو جبکہ اس کا خاوند آ جائے اور وہ ابھی اپنی عدت میں ہی ہو۔(٢)

یاد رہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد عورت کو دوسرا نکاح کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے اور پہلا شوہر بھی مسلمان ہو جائے تو وہ دونوں پہلے نکاح پر ہی برقرار رہیں گے۔

فَإِنْ أَسْلَمَ وَلَمْ تَتَزَوَّجِ الْمَرْأَةُ كَانَا عَلَى نِكَاحِهِمَا الْأَوَّلِ وَلَوْ طَالَتِ الْمُدَّةُ إِذَا اخْتَارَا ذَلِكَ	لیکن اگر مرد مسلمان ہو جائے اور عورت نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو تو وہ اپنے پہلے نکاح پر ہی قائم ہوں گے خواہ کتنی ہی لمبی مدت گزر چکی ہو بشرطیکہ دونوں اکٹھے رہنا چاہیں۔ ❶

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ رد رسول الله ﷺ ابنته زينب على أبي العاص في النكاح الأول ولم يحدث شيئا ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کو ابو العاص کی طرف پہلے نکاح میں ہی لوٹا دیا' نیا نکاح نہیں کیا۔''

(١) [بخاری (٥٢٨٦) کتاب الطلاق : باب نكاح من أسلم من المشركات وعدتهن]

(٢) [مؤطا (٥٤٤/٢)]

ایک روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد لوٹایا' ایک میں تین سال کے بعد اور ایک میں چھ سال کے بعد کا ذکر ہے۔(۱)

امام ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ ان میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کی واپسی تین سال بعد پہلے نکاح پر ہوئی اور ابوالعاص حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔(۲)

جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص کے پاس جدید نکاح کے ساتھ واپس بھیجا'' وہ ضعیف ہے۔(۳)

معلوم ہوا کہ اگرچہ مسلمان ہونے والی عورت کو عدت گزر جانے کے بعد کسی مسلمان کے ساتھ نیا نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے اور اس کا پہلا شوہر مسلمان ہو جائے تو انہیں دوبارہ مل کر زندگی گزارنے کے لیے نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور ایسی شرط لگانا بالکل خلافِ سنت ہے کہ اس کا خاوند دوران عدت ہی مسلمان ہوا ہو ورنہ نیا نکاح کریں۔

(ابن قیمؒ) احادیث میں تو کہیں عدت کا اعتبار مذکور نہیں اور نہ ہی نبی ﷺ نے کسی خاتون سے دریافت کیا کہ کیا اس کی عدت ختم ہو چکی ہے یا نہیں؟ ہمارے علم میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں جس نے اسلام لانے کی وجہ سے لازماً تجدید نکاح کیا ہو بلکہ دونوں معاملوں میں سے ایک کا واقع ہونا ضروری ہے۔ یا تو دونوں میں جدائی ہوگی اور اس خاتون کا دوسرے مرد سے نکاح ہو جائے گا۔ یا پھر دونوں کا (پہلا) نکاح برقرار رہے گا خواہ عورت پہلے اسلام لائی ہو یا مرد۔ اور رہا جدائی کی تکمیل اور عدت کا لحاظ تو ہمیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے بھی فیصلہ فرمایا ہو حالانکہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بکثرت مرد اور ان کی بیویوں نے اسلام قبول کیا۔(٤)

(شوکانیؒ) (امام ابن قیمؒ کی) یہ گفتگو متانت و حسن کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔(٥)

❁❁❁

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹٥۷) کتاب النکاح : باب إلی متی ترد علیه امرأته إذا أسلم بعدها 'ابو داود (۲۲٤۰) ابن ماجة (۲۰۰۹) ترمذی (۱۱٤۳) أحمد (۲۱۷/۱)] شیخ البانیؒ نے دو سال کے ذکر کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [زاد المعاد (۱٤/٤)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (٤۳٦) کتاب النکاح : باب الزوجین یسلم أحدهما قبل الآخر' إرواء الغلیل (۱۹۲۲) ابن ماجة (۲۰۱۰) ترمذی (۱۱٤۲) حاکم (٦۳۹/۳) بیهقی (۱۸۸/۷) أحمد (۲۰۷/۲)]

(٤) [زاد المعاد (۱۳۷/٥)]

(٥) [نیل الأوطار (۲٤٦/٤)]

تیسری فصل

مہر کے مسائل

اَلْمَهْرُ وَاجِبٌ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ أَوْ تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ	مہر ادا کرنا واجب ہے ❶ خواہ لوہے کی انگوٹھی یا قرآن سکھانا ہی کیوں نہ ہو۔ ❷

❶ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾ [النساء : ٤] ”عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی ادا کرو۔“

(2) ﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ﴾ [النساء : ٢٤] ”جن عورتوں سے تم (شرعی نکاح کے بعد) فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقررہ مہر ادا کرو۔“

(3) ﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ﴾ [الممتحنة : ١٠] ”ان عورتوں (جو کافر شوہروں کو چھوڑ کر آ گئیں) کو ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔“

(4) ﴿ فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ﴾ [النساء : ٢٠] ”حق مہر (خواہ خزانہ ہو اس) میں سے کچھ واپس نہ لو۔“

(5) رسول اللہ ﷺ نے اپنی سب بیویوں اور بیٹیوں کو مہر دیا۔(۱)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کہا ﴿ أعطها شيئا ﴾ ”اسے کچھ دو۔“ تو انہوں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔“ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ”تیری حطمی زرع کہاں ہے؟۔“(۲)

○ حق مہر کے لیے نو (9) نام استعمال کیے جاتے ہیں۔

(1) صداق (2) صدقہ (3) مہر (4) نحلۃ (5) فریضۃ
(6) اجر (7) علائق (8) عقر (9) حباء (۳)

❷ نبی ﷺ نے نکاح کے خواہش مند ایک شخص سے کہا ﴿ التمس ولو خاتما من حديد ﴾ ”جاؤ تلاش کر کے لاؤ خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔“ لیکن بسیار تلاش کے بعد کچھ نہ ملا تو نبی ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہیں قرآن کا کچھ حصہ یاد ہے؟ اس نے کہا ”ہاں فلاں اور فلاں سورۃ۔“ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ ملكتكها بما معك من القرآن ﴾ ”میں نے تمہیں

(۱) [المغنی (۹۸/۱۰)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۶۵) کتاب النکاح : باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها ' ابو داود (۲۱۲۵) نسائی (۳۳۷۵)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۹۷/۱۰)]

قرآن کی اُن سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں اس عورت کا مالک (یعنی شوہر) بنا دیا۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ زوجتکھا بما معك من القرآن ﴾ "میں نے تمہاری اس سے قرآن کی اُن سورتوں کے بدلے شادی کر دی جو تمہیں یاد ہیں۔" (۱)

(2) نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کو ہی ان کا مہر بنا دیا۔(۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر بارہ اوقیہ (یعنی 480 درہم) اور ایک نش (نصف اوقی یعنی 20 درہم) تھا (اس طرح یہ کل 500 درہم ہوئے)۔(۳)

(4) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا بطور مہر دیا۔(٤)

(5) حضرت سعید بن مسیبؒ نے دو درہم (حق مہر) کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔(٥)

جس روایت میں ہے کہ "بنو فزارہ کی ایک عورت نے نعلین (جوتیوں) کے عوض نکاح کر لیا اور نبی ﷺ نے اسے جائز قرار دیا" وہ ضعیف ہے۔(٦)

معلوم ہوا کہ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار متعین نہیں جیسا کہ کم از کم کے متعلق گذشتہ احادیث اور بالخصوص پہلی حدیث اور زیادہ سے زیادہ کے متعلق قرآن کی یہ آیت ﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ﴾ "اور تم نے ان عورتوں میں سے کسی کو خزانہ بھی (بطور مہر) دیا ہو تو اس سے (طلاق کے وقت) کچھ نہ لو۔" شاہد ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام حسنؒ، حضرت سعید بن مسیبؒ، امام ربیعہؒ، امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ) کم از کم دس درہم یا اس کے برابر قیمت کے ساتھ مہر ادا کیا جائے گا۔(۷)

احناف وغیرہ کی دلیل یہ روایت ہے ﴿ لا مهر أقل من عشرة دراهم ﴾ "دس درہموں سے کم حق مہر نہیں۔" (۸)

لیکن یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک تو حجاج بن اَرطاۃ جو تدلیس کی وجہ سے مشہور

---

(۱) [بخاری (۵۰۸۷، ۵۱۳۰) کتاب النکاح : باب تزویج المعسر...... ' مسلم (۱٤۲۵) أحمد (۳۳۰/۵) ابو داود (۲۱۱۱) ترمذی (۱۱۱٤) نسائی (۱۱۳/٦) ابن ماجة (۱۸۸۹) عبدالرزاق (۷۵۹۲) حمیدی (۹۲۸) ابن الجارود (۷۱٦) ابن حبان (٤۰۹۳) طحاوی (۱٦/۳) بیهقی (۱٤٤/۷)]

(۲) [بخاری (۵۰۸٦)]

(۳) [مسلم (۱٤۲٦) أحمد (۹۳۱٦) ابو داود (۲۲۰۵) نسائی (۱۱٦/٦) ابن ماجة (۱۸۸٦)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابو داود (۱۸۰٤) ابو داود (۲۱۰۹)]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۹۹/۱۰)]

(٦) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (٤۱۳) كتاب النكاح : باب صداق النساء ' إرواء الغليل (۱۹٦٦) ابن ماجة (۱۸۸۸) ترمذی (۱۱۱۳) أحمد (٤٤۵/۳)]

(۷) [المغنی (۹۹/۱۰) بدائع الصنائع (۲۷۵/۲) الأم (۲۲۳/۷) نيل الأوطار (۲۰۰/٤)]

(۸) [دارقطنی (۲٤٤/۳) بیهقی (۱۳۳/۷) نصب الراية (۱۹٦/۳)]

ہے اور دوسرا مبشر بن عبید جو متروک ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔(۱)

نیز چونکہ یہ روایت خبر واحد ہے لہذا اگر یہ صحیح بھی ہو تب بھی احناف کے اپنے اصول و قواعد کے مطابق قرآن کے اطلاق ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ [النساء : ٢٤] کی تقیید نہیں کر سکتی۔(۲)

(شوکانیؒ ،ابن قدامہؒ) انہوں نے امام شافعیؒ کے مؤقف کو ترجیح دی ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۴)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۵)

○ واضح رہے کہ عوام الناس میں مشہور یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر ایک عورت کے قرآن کی اس آیت ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا﴾ کی وجہ سے اعتراض پر اپنے قول ﴿لا تغالوا في صدقات النساء﴾ ''عورتوں کے مہر بہت قیمتی مت بناؤ'' سے رجوع کر لیا اور باقاعدہ منبر پر اس کا اعلان کیا'' انتہائی ضعیف و منکر ہے۔(۶)

وَتُكْرَهُ الْمُغَالَاتُ فِيهِ	مہر کو بہت زیادہ بڑھا دینا مکروہ ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿خير الصداق أيسره﴾ ''بہترین حق مہر وہ ہے جسے ادا کرنا انتہائی آسان ہو۔''(۷)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے دریافت کیا کہ تو نے کتنا مہر ادا کر کے شادی کی ہے؟ تو اس نے کہا'' چار اوقیہ (ایک سو ساٹھ درہم)۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (سوالیہ انداز میں) کہا! '' چار اوقیہ (تو نے مہر دیا ہے)؟ گویا تم اس پہاڑ کے دامن سے چاندی کریدتے ہو! ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو تمہیں دیں......۔''(۸)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' عورتوں کا مہر بہت زیادہ قیمتی مت کرو کیونکہ یہ اگر دنیا میں عزت اور اللہ کے ہاں تقوی کا باعث ہوتا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تم میں سب سے زیادہ مستحق ہوتے۔''(۹)

---

(۱) [نیل الأوطار (۲۵۰/٤)]

(۲) [البحر المحیط (٤٦٤/٣) البرهان (٤٢٦/١) الإحکام للآمدی (١/٢ ٢) منهاج العقول (١٦٦/٢) التحصیل من المحصول (٣٩٠/١)]

(۳) [أیضا]

(٤) [الروضة الندیة (٧٥/٢)]

(٥) [تحفة الأحوذی (٢٦٢/٤)]

(٦) [إرواء الغلیل (تحت الحدیث/ ١٩٢٧)' (٣٤٧/٦)]

(٧) [صحیح : صحیح ابو داود (١٨٥٩) کتاب النکاح : باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات' إرواء الغلیل (١٩٢٤) ابو داود (٢١١٧)]

(٨) [مسلم (١٤٢٤)]

(٩) [صحیح : إرواء الغلیل (١٩٢٧) ابو داود (٢١٠٦) نسائی (٣٣٤٩) ترمذی (١١١٤) ابن حبان (١٢٥٩۔ الموارد) دارمی (١٤١/٢) حاکم (١٧٥/٢) بیهقی (٢٣٤/٧)]

(ابن قدامہؒ) بہتر یہ ہے کہ مہر بہت زیادہ قیمتی نہ ہو۔(۱)

راجح بات یہ ہے کہ حسبِ توفیق زیادہ مہر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا ﴾ [النساء : ۲۰] اور حدیث میں ہے کہ ''نجاشی شاہ حبشہ نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ہزار درہم مہر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول بھی فرمایا۔''(۲)

جس نے کسی عورت سے شادی کی اور مہر مقرر نہ کیا تو اسے اس کی عام عورتوں کی مثل مہر دیا جائے گا جبکہ اس نے اس کے ساتھ قربت کے تعلقات قائم کر لیے ہوں۔ ❶	وَمَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا صَدَاقًا فَلَهَا مَهْرُ نِسَائِهَا إِذَا دَخَلَ بِهَا

❶ (1) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور عورت کی شادی کروائی لیکن اس آدمی نے مہر مقرر نہ کیا پھر ہم بستری بھی کر لی حتی کہ جب اس کی وفات کا وقت آن پہنچا تو اس نے اپنا خیبر کا حصہ لوگوں کو گواہ بناتے ہوئے (بطور مہر) اس عورت کو دے دیا۔(۳)

(2) علقمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے متعلق سوال ہوا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس کے لیے مہر مقرر نہ کیا اور اس سے ابھی ہم بستر بھی نہ ہوا تھا کہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا ﴿ لها مثل صداق نسائها لا وكس ولا شطط ﴾ ''اس عورت کو اس کے خاندان کی عورتوں کے مثل مہر ملے گا' اس میں نہ کمی ہوگی نہ زیادتی۔'' اس عورت پر عدت گزارنا بھی لازم ہے اور اس کے لیے میراث بھی ہے۔ یہ سن کر (اس مجلس میں موجود) حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہماری ایک عورت ''بروع بنت واشق'' کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فیصلہ فرمایا تھا جو آپ نے کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔(۴)

معلوم ہوا کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اسے (خاوند کی وفات پر) مہر مثل دیا جائے گا خواہ اس سے مباشرت و ہم بستری کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام ابن سیرینؒ، امام ابن ابی لیلیٰؒ اور امام اسحاقؒ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

(مالکؒ) ایسی عورت جس سے ہم بستری نہیں کی گئی صرف میراث کی مستحق ہے مہر کی نہیں کیونکہ مہر وطی و مباشرت کا عوض ہے۔

ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔(۵)

---

(۱) [المغنی (۱۰۱/۱۰)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۵۳) کتاب النکاح : باب الصداق' ابو داود (۲۱۰۷)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۵۹) کتاب النکاح : باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات' ابو داود (۲۱۱۷) حاکم (۱۸۱/۲)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۵۸) أحمد (٤٨٠/٣) ابو داود (۲۱۱٦) أيضا' ترمذی (۱۱٤٥) نسائی (۱۲۱/٦) ابن ماجة (۱۸۹۱) ابن الجارود (۷۱۸) عبدالرزاق (۱۰۸۹۸) ابن حبان (٤١٠٠) حاکم (١٨٠/٢) بیهقی (٢٤٥/٧)]

(٥) [نيل الأوطار (٢٥٦/٤) الحاوی (٥٣٩/٩) المبسوط (٩٤/٥) الخرشی (٢٦٠/٣)]

(راجح) پہلا موقف گذشتہ صحیح احادیث کے موافق ہے۔
(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ شَيْئٍ مِّنَ الْمَهْرِ قَبْلَ الدُّخُولِ	ہم بستری سے پہلے مہر کا کچھ حصہ ادا کر دینا مستحب ہے۔ ❶

❶ (1) جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کے وقت کہا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دیں۔(۲)

جس روایت میں مذکور ہے ﴿ فأعطاها درعه ثم دخل بها ﴾ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زرع دی پھر ان کے ساتھ خلوت اختیار کی'' وہ ضعیف ہے۔(۳)

علاوہ ازیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ''وہ عورت کو مرد کی طرف سے اسے کچھ بھی ادائیگی سے پہلے اس کے پاس بھیج دیں۔'' وہ بھی ضعیف ہے۔(٤)

وَعَلَيْهِ إِحْسَانُ الْعِشْرَةِ	مرد پر عورت سے اچھا سلوک کرنا ضروری ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [النساء : ۱۹] ''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو بلاشبہ انہیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی ﴿ فاستوصوا بالنساء خيرا ﴾ ''پس تم عورتوں کے حق میں ہمیشہ بھلائی کی وصیت قبول کرو۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے ﴿ کسرها طلاقها ﴾ ''اسے توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔''(۵)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کوئی مؤمن کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے اگر وہ اس کا کوئی ایک وصف ناپسند کرتا ہے تو (یقیناً) اس کا کوئی دوسرا وصف پسند بھی کرتا ہے۔''(٦)

---

(۱) [المغنی (۱۰/۱٤۹)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸٦۵) کتاب النکاح : باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل أن ینقدها' ابو داود (۲۱۲۵)]

(۳) [ضعیف ابو داود (٤٦۱)]

(٤) [ضعیف ابو داود (٤٦۳) أیضا' ضعیف ابن ماجة (٤۳۳) ابو داود (۲۱۲۸)]

(۵) [بخاری (۵۱۸٤' ۵۱۸۵) کتاب النکاح : باب الوصاة بالنساء' مسلم (۱٤٦۸) أحمد (۲/٤٤۹) ابن حبان (٤۱۷۹)]

(٦) [أحمد (۲/۳۲۹) مسلم (۱٤٦۹)]

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خیارکم خیارکم لنسائھم ﴾ "تم میں بہترین شخص ہے جو تم میں سے اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔" (۱)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خیرکم خیرکم لأھلہ وأنا خیرکم لأھلی ﴾ "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں تم میں اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہوں۔" (۲)

معلوم ہوا کہ بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے لہٰذا عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے غصہ پی جانا چاہیے۔ حسن سلوک میں یہ بات لازم ہے کہ مرد عورت کو مناسب خرچ دے' اسے کھانا اور لباس وغیرہ مہیا کرے جیسا کہ حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا "بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلائے' جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے' چہرے پر نہ مارے' گالی نہ دے' (کبھی الگ کرنا ہو تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔" (۳)

وَعَلَيْهَا الطَّاعَةُ	اور بیوی پر شوہر کی فرمانبرداری لازم ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ﴾ [النساء : ۳۴] "اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔"

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی مرد اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے پھر وہ مرد ساری رات اس سے ناراض رہے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔" (٤)

(3) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی حاجت (یعنی مباشرت) کے لیے بلائے تو اسے چاہیے کہ وہ آئے خواہ تنور پر (روٹی پکا رہی) ہو۔" (٥)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم

---

(۱) [**صحیح** : الصحیحة (۲۸۵) صحیح الجامع الصغیر (۳۲٦٥) ابو داود (٤٦٨٢) کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الإیمان ونقصانه' ترمذی (۱۱٦۲) أحمد (۲/۲٥۰) ابن حبان (٤۱۷٦)]

(۲) [**صحیح** : الصحیحة (۲۸۵) صحیح الجامع (۳۳۱٤) ترمذی (۳۸۹٥) کتاب المناقب : باب فضل أزواج النبی' دارمی (۲/۱٥۹)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱٥۰۰) کتاب النکاح : باب حق المرأة علی الزوج' إرواء الغلیل (۲۰۳۳) ابن ماجة (۱۸٥۰) أحمد (٤/٤٤۷) ابو داود (۲۱٤۲) ابن حبان (٤۱۷٥) حاکم (۲/۱۸۷) بیهقی (۷/۳۰٥)]

(٤) [بخاری (۳۲۳۷) کتاب بدء الخلق : باب إذا قال أحدکم آمین ...... ' مسلم (۱٤۳٦)]

(٥) [**صحیح** : الصحیحة (۱۲۰۲) صحیح ترمذی (۹۲۷) کتاب النکاح : باب ما جآء فی حق الزوج علی المرأة' ترمذی (۱۱٦۰) أحمد (٤/۲۲)]

دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''(۱)

(5) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''بلاشبہ تمہارے لیے تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کے لیے تم پر بھی حق ہے۔ تمہاری بیویوں پر جو تمہارا حق ہے (وہ یہ ہے کہ) وہ ان لوگوں کو تمہارے بستر پر مت بیٹھنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ہی ایسے اشخاص کو تمہارے گھروں میں داخلے کی اجازت دیں جن سے تم کراہت رکھتے ہو اور خبردار! عورتوں کے حقوق تم پر یہ ہیں کہ تم ان کے لباس و طعام میں ان کی طرف احسان کرو۔''(۲)

مذکورہ دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت واجب ہے۔ علاوہ ازیں گھریلو کام کاج بھی عورت کے ذمہ ہی ہے مثلاً صفائی ستھرائی اور کھانا پکانا وغیرہ۔ کیونکہ ابتدائے زمانہ سے یہ کام خواتین ہی کرتی آرہی ہیں حتی کہ عہد رسالت میں بھی صحابہ کی عورتیں یہ تمام کام کرتی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ گھر سے باہر پر مشقت کام بھی کیا کرتی تھیں اور کبھی ایسا نہیں سنا گیا کہ عورتوں نے کہا ہو کہ ہماری ذمہ داری نہیں جیسا کہ چکی چلانے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں نشان پڑ چکے تھے اور اسی طرح مشکیزے بھر بھر کے لانے کی وجہ سے ان کے کندھوں پر بھی نشان نمودار ہو چکے تھے لیکن جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ یہ تو تمہاری ذمہ داری ہی نہیں ہے بلکہ یہ تمام کام اسی کے ذمہ رکھے۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) عورت پر معروف طریقے سے خاوند کی خدمت (گھریلو کام کاج وغیرہ) واجب ہے کیونکہ خاوند کتاب اللہ کی رو سے اس کا مالک ہے اور وہ عورت سنتِ رسول کی رو سے اس کے پاس قیدی کی مانند ہے۔ یقیناً قیدی یا غلام پر (اپنے مالک کی) خدمت کرنا لازم ہوتا ہے۔(٤)

وَمَنْ كَانَ لَهُ زَوْجَانِ فَصَاعِدًا عَدَلَ بَيْنَهُنَّ فِي الْقِسْمَةِ وَمَا تَدْعُوا الْحَاجَةُ إِلَيْهِ	جس کی دو یا اس سے زائد بیویاں ہوں وہ باری تقسیم کرنے اور دیگر ضروریات زندگی میں (ان کے درمیان) انصاف کرے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من كانت له امرأتان فمال إلى إحداهما جاء يوم القيمة و شقه مائل﴾ ''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل (یعنی زیادہ وقت دے یا زیادہ خرچ کرنے والا) ہو تو وہ روز قیامت ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔''(٥)

(۱) [حسن صحيح : صحيح ترمذى (۹۲٦) أيضا ' ترمذى (۱۱۵۹) بيهقى (۲۹۱/۷)]

(۲) [حسن : صحيح ترمذى (۹۲۹) أيضا ' ترمذى (۱۱٦۳) ابن ماجة (۱۷۵۱)]

(۳) [بخارى (۳۷۰۵) كتاب فضائل أصحاب النبى : باب مناقب على بن أبى طالب ......]

(٤) [فتاوى النساء (ص/۲٦۵)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸٦۷) كتاب النكاح : باب القسم بين النساء ' ابو داود (۲۱۳۳) ترمذى (۱۱٤۱) ابن ماجة (۱۹٦۹) نسائى (٦۳/۷) أحمد (٤۷۱/۲) دارمى (۱٤۳/۲) حاكم (۱۸٦/۲) ابن حبان (٤۲۰۷) بيهقى (۲۹۷/۷)]

(2) نبی ﷺ نے اپنی نو بیویوں کی باری مقرر کر رکھی تھی نیز جس دن جس بیوی کی باری ہوتی دوسری تمام بیویاں بھی اس کے گھر میں جمع ہوتیں۔ نبی ﷺ ان کے پاس بیٹھتے' ان سے گفت وشنید کرتے' حتی کہ جس کی باری ہوتی تو اس کے پاس رات گزارتے۔(۱)

معلوم ہوا کہ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کی باری مقرر کرنا' ہر ایک کو مناسب اور برابر وقت دینا اور حتی الوسع ان کے درمیان عدل کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ تاہم واضح رہے کہ یہ ایسے عدل کی بات ہے جس کی انسان قدرت وطاقت رکھتا ہے مثلاً باری مقرر کرنا' لباس اور کھانا وغیرہ مہیا کرنا۔ علاوہ ازیں جہاں انسان عدل کی طاقت ہی نہیں رکھتا مثلاً قلبی میلان ومحبت وغیرہ تو اس کا انسان سے مؤاخذہ نہیں ہوگا جیسا کہ نبی ﷺ خود بھی اس معاملے میں عاجز رہے اور آپ ﷺ کو اپنی تمام بیویوں میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی۔

ایک روایت میں بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ باری تقسیم کرتے اور عدل سے کام لیتے پھر فرماتے ﴿ اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك و لا أملك ﴾ ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ایسے معاملے میں ہے جس کی میں قدرت رکھتا ہوں اور مجھے ایسے معاملے میں ملامت مت کرنا جس کی تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا۔''(۲)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ [النساء : ۱۲۹] ''تم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی بیویوں میں ہر طرح عدل کرو گو تم اس کی کتنی ہی خواہش وکوشش کرو۔'' لہٰذا کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتلا دیا ہے کہ ﴿ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ﴾ [أيضا] ''اس لیے بالکل ہی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری کو لٹکتی ہوئی نہ چھوڑ دو (کہ نہ اسے طلاق دو اور نہ ہی حقوق زوجیت ادا کرو)۔''

وَإِذَا سَافَرَ أَقْرَعَ بَيْنَهُنَّ وَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَهَبَ نَوْبَتَهَا أَوْ تُصَالِحَ الزَّوْجَ عَلَى إِسْقَاطِهَا	جب کوئی سفر کا ارادہ کرے تو ان (بیویوں) کے درمیان قرعہ ڈال لے ❶ اور عورت کے لیے اپنی باری کسی اور کو دے دینا یا اسے ختم کر کے خاوند سے مصالحت کر لینا درست ہے۔ ❷

❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كان رسول الله إذا أراد سفرا أقرع بين نسائه فأيتهن خرج سهمها خرج بها معه ﴾ ''رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکل آتا اسے اپنے ساتھ لے کر نکلتے۔''(۳)

(۱) [مسلم (۱٤٦۲) أحمد (۱۰۷/٦) ابو داود (۲۱۳٥) صحیح ابو داود (۱۸٦۸)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٤٦۷) أیضا' ابو داود (۲۱۳٤) ترمذی (۱۱٤۰) ابن ماجة (۱۹۷۱) نسائی (٦٤/۷) دارمی (۱٤٤/۲) ابن حبان (٤۲۰٥) حاکم (۱۸۷/۲) بیهقی (۲۹۸/۷)]

(۳) [بخاری (۲٥۹۳) کتاب الهبة وفضلها : باب هبة المرأة لغير زوجها...... ' مسلم (۱۳۸/۷) ابو داود (۲۱۳۸) ابن ماجة (۱۹۷۰)]

❷ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کا اپنا دن اور سودہ رضی اللہ عنہا کا دن تقسیم کرتے تھے۔(۱)

(ابن حجرؒ) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے طلاق کے اندیشے سے اپنی باری ہبہ کر دی تھی۔(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت ﴿ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا ﴾ [النساء : ۱۲۸] ”اور کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف ہو۔“ کے متعلق کہا کہ ایسا مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی رہتی ہے لیکن شوہر کو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں بلکہ وہ اسے جدا کر دینا چاہتا ہے۔ اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنی باری اور اپنا نان ونفقہ معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو) ایسی صورت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔(۳)

وَيُقِيمُ عِنْدَ الْجَدِيدَةِ الْبِكْرِ سَبْعًا وَالثَّيِّبِ ثَلَاثًا	شوہر اپنی نئی کنواری دلہن کے پاس سات دن جبکہ مطلقہ یا بیوہ کے پاس تین دن ٹھہرے۔ ❶

❶ (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من السنة إذا تزوج الرجل البكر على الثيب ...... ﴾ ”مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب مرد شوہر دیدہ پر کنواری بیاہ کر لائے تو اس نئی دلہن کے پاس پہلے سات روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے اور جب شوہر دیدہ کو بیاہ کر لائے تو اس کے پاس تین روز قیام کرے پھر باری تقسیم کرے۔“(٤)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین روز قیام کیا (کیونکہ وہ شوہر دیدہ خاتون تھیں)۔(٥)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین روز قیام فرمایا اور وہ شوہر دیدہ تھیں۔(٦)

معلوم ہوا کہ نئی دلہن اگر کنواری ہو تو اس کے پاس سات دن اور اگر شوہر دیدہ ہو تو اس کے پاس تین روز قیام کیا

(۱) [بخاری (٥٢١٢) کتاب النکاح : باب المرأة تهب يومها...... ' مسلم (١٤٦٣) ابو داود (٢١٣٥) ابن ماجة (١٩٧٢) ابن حبان (٤٢١١) بيهقی (٧٤/٧)]

(۲) [فتح الباری (٣٩١/١٠)]

(۳) [بخاری (٤٦٠١) کتاب التفسير : باب قوله: وإن امرأة خافت...... ' مسلم (٣٠٢١) أحمد (٦٨/٦) نسائی (١٤٥) ابن ماجة (١٩٧٢)]

(٤) [بخاری (٥٢١٤) کتاب النکاح : باب إذا تزوج الثيب على البكر ' مسلم (١٤٦١)]

(٥) [مسلم (١٤٦٠) کتاب الرضاع : باب قدر ما تستحقه البكر والثيب...... ' موطا (٥٢٩/٢) أحمد (٢٩٢/٦) دارمی (١٤٤/٢) ابو داود (٢١٢٢) ابن ماجة (١٩١٧) شرح معانی الآثار (٢٨/٣) أبو يعلى (٤٢٩/١٢) دارقطنی (٢٨٤/٣) الحلية لأبی نعيم (٩٥/٧) بيهقی (٣٠٠/٧)]

(٦) [صحيح : صحيح ابو داود (١٨٦٣) کتاب النکاح : باب فی المقام عند البكر ' ابو داود (٢١٢٣) أحمد (٩٩/٣)]

جائے گا۔

(جمہور،شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) شوہر دیدہ اور کنواری دونوں کے پاس تین دن قیام کیا جائے گا۔(ان کا کہنا ہے کہ کنواری کے پاس سات دن اور شوہر دیدہ کے پاس تین دن عدل کے منافی ہے)۔(۱)

احناف کا مؤقف گذشتہ واضح احادیث کے خلاف ہے۔ نیز کنواری کے لیے سات دن اس لیے مقرر کیے گئے تا کہ اس کی اجنبیت دور ہو جائے اور اس کا دل لگ جائے جبکہ شوہر دیدہ کے لیے تین روز اس لیے مقرر کیے گئے کیونکہ وہ جلد مانوس ہو جاتی ہے اور ماحول میں گھل مل جاتی ہے۔

وَلَا يَجُوزُ الْعَزْلُ	اور عزل ❶ جائز نہیں۔ ❷

❶ لفظِ عزل باب عَزَلَ يَعْزِلُ (ضرب) سے مصدر ہے۔اس کا معنیٰ ”جدا کر دینا“ ہے۔(۲)
اصطلاحی اعتبار سے عزل یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے اور جب انزال ہونے لگے تو آلۂ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال کر انزال کر دے۔

❷ یہاں ناجائز سے مراد مکروہ ہے یعنی عزل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں اس سے ممانعت مروی ہے اور بعض میں جواز لہٰذا ممانعت کی احادیث کو کراہت پر محمول کیا جائے گا۔

ممانعت کی احادیث:

(1) حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ذلك الوأد الخفى ﴾ ”یہ خفیہ طریقے سے زندہ درگور کرنا ہے۔“(۳)
چونکہ یہ حقیقی زندہ درگور کرنا نہیں ہے اس لیے حرام نہیں۔

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت سے عزل کرنے سے منع فرمایا ہے اِلا کہ اس سے اجازت لے لی جائے۔(٤)

---

(۱) [الأم (١١٠/٥) المبسوط (٢١٨/٥) كشاف القناع (٢٠٧/٥) بداية المجتهد (٥٦/٢) نيل الأوطار (٣٠٧/٤) شرح مسلم للنووى (٣٠٢/٥) فتح البارى (٣٩٤/١٠)]

(۲) [المنجد (ص/٥٥٤)]

(۳) [مسلم (١٤٤٢) كتاب النكاح : باب جواز الغيلة .... ' ابو داود (٣٨٨٢) ترمذى (٢٠٧٦) ابن ماجة (٢٠١١) أحمد (٣٦١/٦) نسائى (١٠٦/٦) مؤطا (٦٠٧/٢) دارمى (١٤٦/٢) ابن حبان (٤١٩٦) بيهقى (٤٦٥/٧)]

(٤) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٠٠٧) أحمد (٣١/١) ابن ماجة (١٩٢٨)]

جواز کی احادیث:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كنا نعزل على عهد رسول الله والقرآن ينزل ﴾ ''ہم عہد رسالت میں عزل کرتے تھے اور قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔'' (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ یہ بات (یعنی صحابہ کا عزل کرنا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا۔ (۲)

(3) کچھ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما عليكم أن لا تفعلوا...... ﴾ ''تم عزل کر سکتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن جن روحوں کی قیامت تک کے لیے پیدائش مقدر ہو چکی ہے وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہیں گی (لہٰذا تمہارا عزل کرنا بے کار ہے)۔'' (۳)

(4) ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنی لونڈی سے عزل کرتا ہوں اور مجھے ناپسند ہے کہ وہ حاملہ ہو...... یہودی کہتے ہیں کہ عزل تو چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود نے جھوٹ بولا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہے تو اسے تو پھیر نہیں سکتا۔ (٤)

(ابن قیمؒ) جس چیز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جھوٹا قرار دیا وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ عزل کی صورت میں حمل کا تصور ہی نہیں...... عزل حمل کو نہیں روک سکتا جبکہ اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہیں اور اگر اس کا ارادہ ہی تخلیق کا نہ ہو تو فی الحقیقت وہ زندہ درگور کرنا ہی نہیں۔ حدیثِ جذامہ میں بھی اسے خفیہ زندہ درگور اسی لیے کہا گیا ہے کہ مرد حمل سے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہوئے عزل کرتا ہے۔ اسی بنا پر اس کے ارادے اور قصد کو زندہ درگور کی جگہ نافذ کیا ہے لیکن ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ زندہ درگور تو براہِ راست ایک ظاہر عمل ہے اور اس میں قصد و فعل دونوں جمع ہوتے ہیں مگر عزل کا تعلق صرف قصد و ارادے سے ہے۔ اس وجہ سے اسے '' **وأد خفي** '' کہا گیا ہے۔ (٥)

(شوکانیؒ) یہ (امام ابن قیمؒ کی) جمع و تطبیق قوی ہے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۵۲۰۹) کتاب النکاح : باب العزل ' مسلم (۱٤٤۰) أبو یعلی (۲۱۹۳) ترمذی (۱۱۳۷) أحمد (۳۷۷/۳) بیهقی (۲۲۸/۷)]

(۲) [مسلم (۱٤٤۰) کتاب النکاح : باب حکم العزل ' ابو داود (۲۱۷۳) أبو یعلی (۲۲۵۵) ابن حبان (٤۱۹۵) طحاوی (۳۵/۳) بیهقی (۲۲۸/۷)]

(۳) [بخاری (۲۵٤۲) کتاب العتق : باب من ملك من العرب ...... ' مسلم (۱٤۳۸) ابو داود (۲۱۷۲) أحمد (۹۸/۳) مؤطا (۵۹٤/۲) ابن حبان (٤۱۹۳)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱۹۰۳) کتاب النکاح : باب ما جآء فی العزل ' ابو داود (۲۱۷۱) أحمد (۱۵۱/۳)]

(٥) [زاد المعاد (۱٤۵/۵)]

(٦) [نیل الأوطار (۲۸٦/٤)]

بن حزمؒ) عزل کرنا حرام ہے۔(۱)

امام ابن عبدالبرؒ نے اس بات پر اجماع کا دعوی کیا ہے کہ آزاد بیوی کی اجازت کے بغیر اس سے عزل نہیں کیا جا سکتا لیکن دعوی اس بنا پر درست نہیں کیونکہ شافعیہ کے ہاں مطلقا عزل کا جواز معروف ہے۔(۲)

راجح) عزل حرام و ناجائز نہیں بلکہ محض مکروہ ہے۔(واللہ اعلم)

وَلَا يَجُوزُ اِتْيَانُ الْمَرْأَةِ فِي دُبُرِهَا	عورت کی پشت میں جماع کرنا جائز نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ ملعون من أتى امرأة في دبرها ﴾''جو شخص عورت سے اس کی پشت میں جماع کرے وہ لعنتی ہے۔''(۳)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ من أتى امرأة في دبرها فقد برئ مما أنزل على محمد ﴾''جس شخص نے ..... عورت سے اس کی پشت میں جماع کیا بلا شبہ وہ اُس چیز سے بری ہو گیا جو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے۔''(٤)

(3) حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ﴿ لا تاتوا النساء في أدبارهن ﴾''عورتوں کی پشتوں میں (جماع کے لیے) نہ آؤ۔''(٥)

(4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''اللہ تعالی ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے جس نے اپنی بیوی سے اس کی پشت میں جماع کیا۔''(٦)

جمہور) عورتوں سے ان کی پشتوں میں جماع کرنا حرام ہے۔(۷)

تاہم علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آدمی اپنی بیوی کی پشت کی جانب سے یا کسی بھی طریقے سے صرف اس کی قبل (فرج) میں جماع کر سکتا ہے۔(۸)

---

۱) [المحلی (۱۰/۷۰-۷۱)]

۲) [فتح الباری (۱۰/۳۸۵)]

۳) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۹٤) کتاب النکاح : باب فی جامع النکاح ' ابو داود (۲۱٦۲) ابن ماجة (۱۹۲۳)]

٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۳۰٤) کتاب الطب : باب فی الکاهن ' ابو داود (۳۹۰٤) أحمد (۲/۳۰۸) ترمذی (۱۳٥) ابن ماجة (٦۳۹)]

٥) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۰۰٥) ابن ماجة (۱۹۲٤) کتاب النکاح : باب النهی عن اتیان النساء فی أدبارهن ' أحمد (٥/۲۱۳) طبرانی کبیر (۳۷۳٤) بیهقی (٥/۲۳)]

٦) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۸۷۸) ابن ماجة (۱۹۲۳) أیضا ' صحیح ابن ماجة (۱٥٦۰)]

۷) [نیل الأوطار (٤/۲۹۰)]

۸) [تفسیر قرطبی (۳/۹۱)]

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ انہوں نے کہا میں نے گذشتہ شب اپنی سواری تبدیل کر لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف وحی نازل فرمائی ﴿ نِسَاءُ کُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ [البقرة : ۲۲۳] ''تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں لہٰذا تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ۔'' (یعنی) آگے سے آؤ اور پیچھے سے آؤ مگر حالت حیض میں اور پشت میں جماع سے اجتناب کرو۔ (۱)

علاوہ ازیں یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ جب مرد اپنی بیوی سے پچھلی جانب سے قبل میں مباشرت کرتا ہے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے (ان کی تردید میں) یہ آیت نازل فرمائی ﴿ نِسَائُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ (۲)

یعنی آگے کی جانب سے مباشرت کرو یا پیچھے کی جانب سے' یا کروٹ پر جیسے چاہو سب جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت میں عورت کی فرج ہی استعمال ہو۔

❀❀❀

(۱) [صحیح : التعلیقات الرضیة علی الروضة (۲/ ۲۳۰) ترمذی (۲۹۸۰) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة البقرة ' أحمد (۱۸۹ ـ الفتح الربانی)]

(۲) [بخاری (۴۵۲۸) کتاب التفسیر : باب نسائکم حرث لکم...... ' مسلم (۱۴۳۵) ابو داود (۲۱۶۳) ترمذی (۲۹۷۸) ابن ماجة (۱۹۲۵) دارمی (۲/ ۱۴۵) ابن حبان (۴۱۶۶) بیهقی (۷/ ۱۹۴)]

...تھی فصل

بچہ صاحب فراش کا ہے

وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلَا عِبْرَةَ لِشِبْهِهٖ بِغَيْرِ صَاحِبِهٖ	بچہ بستر والے کے لیے ہے ❶ اور کسی اور سے اس کی مشابہت کا کوئی اعتبار نہیں۔ ❷

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الولد للفراش وللعاهر حجر﴾ ''بچہ بستر والے کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔'' (۱)

❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے (مرتے وقت جاہلیت میں) اپنے بھائی (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ عتبہ نے کہا تھا کہ وہ میرا لڑکا ہوگا چنانچہ جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تو یہ کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ بھائی نے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ لیکن عبد بن زمعہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ میرا بھائی ہے (میرے والد) زمعہ کا بیٹا ہے کیونکہ انہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو وہ واقعی (سعد کے بھائی) عتبہ بن ابی وقاص کی شکل پر تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے (قانون شریعت کے مطابق) یہ فیصلہ کیا کہ اے عبد بن زمعہ! تم ہی اس بچے کو رکھو یہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ تمہارے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور سودہ رضی اللہ عنہا (جو کہ زمعہ کی بیٹی تھیں) سے فرمایا کہ ''تم اس لڑکے سے پردہ کرو'' کیونکہ آپ ﷺ نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی شباہت پائی تھی۔'' (۲)

وَإِذَا اشْتَرَكَ ثَلَاثَةٌ فِي وَطْءِ أَمَةٍ فِي طُهْرٍ مَلَكُوهَا كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فِيهِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ وَادَّعَوْهُ جَمِيعًا فَيُقْرَعُ بَيْنَهُمْ وَمَنِ اسْتَحَقَّهُ بِالْقُرْعَةِ فَعَلَيْهِ لِلْآخَرِينَ ثُلُثَا الدِّيَةِ	جب تین شخص ایک لونڈی کی ملکیت میں شریک ہوں اور ایک ہی طہر میں اس سے جماع کریں اور اس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو جائے اور وہ سب اس بچے کا دعویٰ کریں تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا پھر جو بھی قرعہ کے ذریعے بچے کا مستحق بنے گا وہ دوسروں کو دیت کا دو تہائی حصہ ادا کرے گا۔ ❶

(۱) [بخاری (۶۸۱۸) کتاب الحدود : باب للعاهر الحجر، مسلم (۱۴۵۸) ترمذی (۱۱۵۷) نسائی (۱۸۰/۶) ابن ماجة (۲۰۰۶) دارمی (۱۵۲/۲) بیهقی (۴۱۲/۷) حمیدی (۱۰۸۵) عبدالرزاق (۴۴۳/۷) أحمد (۲۳۹/۲)]

(۲) [بخاری (۴۳۰۳) کتاب المغازی : باب، مسلم (۱۴۵۷) موطا (۷۳۹/۲) أحمد (۱۲۹/۶) ابو داود (۲۲۷) نسائی (۳۶۸۴) ابن ماجة (۲۰۰۴) دارمی (۱۵۲/۲)]

❶ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ یمن میں تھے' تین ایسے آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک ہی طہر میں ایک عورت (لونڈی) سے جماع کیا۔ آپ ﷺ نے دو آدمیوں سے کہا' کیا تم اس (تیسرے) کے لیے بچے کو مقرر کرتے ہو؟ انہوں نے کہا' نہیں' حتی کہ آپ ﷺ نے ان سب سے اسی طرح پوچھا لیکن جب بھی آپ دو آدمیوں سے دریافت کرتے تو وہ کہتے 'نہیں'۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور بچے کو اس آدمی کے ساتھ ملحق کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا اور اس پر دیت کا دو تہائی حصہ بھی لازم کر دیا (کہ وہ بقیہ دونوں کو ادا کرے)۔ راوی کہتا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کی گئی تو آپ ﷺ اس قدر ہنسے حتی کہ آپ کی داڑیں ظاہر ہو گئیں۔(۱)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) (ہر صورت میں) قرعہ ڈالنا جائز ہے۔(۲)

نبی ﷺ نے دیگر شرعی مسائل میں بھی قرعہ کا اعتبار کیا ہے جیسا کہ ایک آدمی نے چھ غلام آزاد کر دیے تو نبی ﷺ نے ان کے تین اجزاء بنائے پھر ان کے درمیان قرعہ ڈالا اور جن کے نام قرعہ نکلا انہیں آزاد کر دیا۔(۳)

متفرقات

612- جماع سے پہلے دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے " بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا " بلاشبہ اس جماع سے ان کے مقدر و قسمت میں اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' (٤)

613- غیلہ جائز ہے

غیلہ سے مراد خاوند کا بیوی سے ایسی حالت میں مباشرت کرنا ہے جب وہ گود کے بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔ حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے غیلہ سے منع کرنے کا ارادہ کیا لیکن جلد ہی میری نظر روم و فارس پر پڑی جو اپنی اولاد سے غیلہ کرتے ہیں اور یہ غیلہ ان کی اولاد کو کچھ بھی نقصان نہیں دیتا۔(٥)

---

(۱) [صحیح : صحيح ابو داود (١٩٨٧) كتاب الطلاق : باب من قال بالقرعة إذا تنازعوا في الولد ' ابو داود (٢٢٧٠) أحمد (٣٧٤/٤) نسائی (١٨٢/٦) حمیدی (٧٨٥) ابن ماجة (٢٣٤٨)]

(۲) [نيل الأوطار (٣٨١/٤)]

(۳) [مسلم (١٦٦٨) كتاب الإيمان : باب من أعتق شركا له في عبد ' ابو داود (٣٩٥٨) ترمذی (١٣٦٤) ابن ماجة (٢٣٤٥) نسائی (٦٤/٤)]

(٤) [بخاری (١٤١) كتاب الوضوء : باب التسمية على كل حال وعند الوقاع ' مسلم (١٤٣٤) ابو داود (٢١٦١) ترمذی (١٠٩٢) ابن ماجة (١٩١٩) أحمد (٢١٧/١)]

(٥) [مسلم (١٤٤٢) كتاب النكاح : باب جواز الغيلة ...... ' ابو داود (٣٨٨٢) موطا (٦٠٧/٢) ترمذی (٢٠٧٧) ابن ماجة (٢٠١١)]

614- دورانِ جماع گفتگو کا حکم

دورانِ جماع کلام کی ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا یہ جائز ہے۔ نیز دوران جماع کلام کو دوران
نائے حاجت کلام پر قیاس کرتے ہوئے مکروہ خیال کرنا بھی درست نہیں کیونکہ وہ گندگی کی جگہ ہے جبکہ یہ لذت حاصل
رنے کا مقام ہے۔

615- مباشرت کے راز افشاں کرنا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام ومرتبے
کے لحاظ سے سب سے بدترین شخص وہ ہوگا جو بیوی سے جماع کرتا ہے اور وہ اس سے ہم بستری کرتی ہے پھر وہ شخص اس عورت
یعنی اپنی بیوی) کا راز (لوگوں میں ازراہ تفنن یا عمداً) پھیلاتا ہے۔"(۱)

معلوم ہوا کہ مباشرت کے وقت ہونے والے حالات وواقعات لوگوں کے سامنے بیان کرنا حرام ہے اور اس کا کوئی فائدہ
بھی نہیں ہے بلکہ خلافِ مروۃ فعل ہے لہٰذا اس سے خاموشی ہی بہتر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم
آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔"(۲)

616- لمبے سفر سے واپسی پر گھر میں پہنچنے سے پہلے اطلاع کر دینا

) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوے میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم مدینہ واپس پہنچ کر اپنے اپنے
گھروں میں جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ذرا ٹھہر جاؤ۔ رات کو گھروں میں داخل ہونا (رات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عشا
وقت تھا) ﴿لكي تمتشط الشعثة وتستحد المغيبة﴾ "(یہ حکم دینے کا مقصد یہ تھا) تاکہ پراگندہ بالوں میں کنگھی وغیرہ
کر لے اور جس کا خاوند گھر سے باہر غائب تھا وہ اپنے جسم کے فاضل بالوں کی صفائی کر لے۔"(۳)

) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا أطال أحدكم الغيبة فلا يطرق أهله ليلا﴾ "تم میں
سے کوئی جب لمبی مدت کے بعد واپس آئے تو اچانک رات کے وقت گھر میں داخل نہ ہو۔"(٤)

مذکورہ دونوں احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ایک ہی ہے کہ رات کو سفر سے واپسی یا لمبے عرصے کے بعد واپس
آنے کی صورت میں پہلے گھروں میں اطلاع کر دینی چاہیے تاکہ خواتین خاوندوں کے آنے سے پہلے بن سنور کر تیار ہو

---

(۱) [مسلم (۱٤۳۷) کتاب النکاح : باب تحریم إفشاء سر المرأة ' ابو داود (٤۸۷۰) أحمد (۳/٦۹)]

(۲) [بخاری (٦۰۱۹) مسلم (٤۸)]

(۳) [بخاری (۵۰۷۹) کتاب النکاح : باب تزویج الثیبات ' مسلم (۱۵۲۷) ابو داود (۲۷۷۸) دارمی (۲/۱٤٦)
أحمد (۳/۳۰۳) ابن حبان (٤/۲۷)]

(٤) [بخاری (۵۲٤۳) کتاب النکاح : باب لا یطرق أهله لیلا ' مسلم (۷۱۵) ابو داود (۲۷۷٦) ترمذی (۲۷۱۲) أبو
یعلی (۱۸٤۳) ابن حبان (٤۱۸۲) حمیدی (۱۲۹۷) أحمد (۳/۲۹۹) بیهقی (۵/۲٦۰)]

جائیں اوران کے لیے خوشی و آرام کا باعث بنیں۔عصرِ حاضر میں یہ اطلاع ڈاک' فون یا ای میل وغیرہ کے ذریعے بآسانی پہنچائی جاسکتی ہے۔

617- اہل کتاب (یہود ونصاری) کی عورتوں سے نکاح

جائز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ [المائدة : ٥]
''اور جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔''

واضح رہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کے لیے پاک دامنہ کی قید لگائی گئی ہے یعنی اگر اہل کتاب کی عورت پاک دامنہ نہیں تو اس سے نکاح جائز نہیں۔علاوہ ازیں اس آیت میں آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''جو ایمان کے ساتھ کفر رے اس کے عمل برباد ہو گئے۔''اس سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ اگر ایسی خاتون سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع کا اندیشہ و خطرہ ہے تو یہ بے حد خسارے کا سودا ہے کیونکہ ایمان بچانا فرض ہے جبکہ ان عورتوں سے نکاح کرنا محض مباح ہے۔لہٰذا ایک جائز کام کے لیے دوسرے فرض کام کو خطرے میں ڈال دینا کہاں کی دانشوری وعقلمندی ہے۔

(ابن قدامہؒ) اہل علم کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اہل کتاب کی آزاد خواتین حلال ہیں۔اہل کتاب سے مراد اہل تورات (یہودی) اور اہل انجیل (عیسائی) ہیں......علاوہ ازیں مجوسی اہل کتاب نہیں لہٰذا ان کی خواتین سے نکاح بھی جائز نہیں......اوران کے علاوہ دیگر تمام کفار بھی انہی کے حکم میں ہیں۔(۱)

618- حالتِ احرام میں نکاح ممنوع ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ لا ينكح المحرم ولا ينكح ولا يخطب ﴾
''احرام والا آدمی نہ خود اپنا نکاح کرے' نہ کسی دوسرے کا نکاح کرے اور نہ ہی پیغامِ نکاح بھیجے۔''(۲)

(۱) [المغنی (٥٤٥/٩ ـ ٥٤٨)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (١٨٨٨) مسلم (٢٥٢٢) كتاب النكاح : باب تحريم نكاح المحرم ......]

كتاب الطلاق

طلاق کے مسائل

- باب أنواع الطلاق — طلاق کی اقسام کا بیان
  - پہلی فصل : طلاق کی مشروعیت اور اس کے احکام
  - دوسری فصل: طلاق کن اشیاء کے ساتھ واقع ہوتی ہے؟
- باب الخلع — خلع کا بیان
- باب الإيلاء — ایلاء کا بیان
- باب الظهار — ظہار کا بیان
- باب اللعان — لعان کا بیان
- باب العدة — عدت کا بیان
  - پہلی فصل: عدت کی اقسام
  - دوسری فصل: قیدی یا خریدی ہوئی لونڈی کا استبراء
- باب النفقة — نفقہ کا بیان
- باب الرضاع — رضاعت کا بیان
- باب الحضانة — پرورش وتربیت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾ [البقرة : ۲۲۹]

”طلاقیں دو مرتبہ ہیں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إنما الطلاق لمن أخذ بالساق ﴾

”صرف طلاق دینے کا حق اسی کو ہے جس نے (عورت کی) پنڈلی کو پکڑ رکھا ہے۔“

[حسن : إرواء الغليل (۲۰٤۱)]

کتاب الطلاق ❶

طلاق کے مسائل

باب انواع الطلاق — طلاق کی اقسام کا بیان

پہلی فصل

طلاق کی مشروعیت اور اس کے احکام

هُوَ جَائِزٌ مِنْ مُكَلَّفٍ وَمُخْتَارٍ	طلاق دینا جائز ہے ❷ مکلف وخود مختار شخص کی طرف سے۔ ❸

❶ **لغوی وضاحت:** حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ لغت میں طلاق کا معنی "بندھن کو کھول دینا ہے"۔ یہ لفظ " إطـــلاق" سے مشتق ہے جس کا معنی چھوڑ دینا اور ترک کر دینا ہے۔"

شرعی تعریف: طلاق' نکاح کی گرہ کھول دینے کو کہتے ہیں۔ امام الحرمین کا کہنا ہے کہ جاہلیت میں بھی اس کے لیے لفظِ طلاق ہی مستعمل تھا پھر شریعت نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔(۱)

طلاق کی حکم کے اعتبار سے پانچ اقسام بیان کی جاتی ہیں:

1) **حرام:** جبکہ بدعی ہو۔

2) **مکروہ:** جب درست حالت کے باوجود بغیر کسی سبب کے دی جائے۔

3) **واجب:** اس کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب طرفین کے فیصلہ کرنے والے جدائی وعلیحدگی کو ہی بہتر سمجھیں۔

4) **مستحب:** جب عورت عفیف و پاکدامنہ نہ ہو یا شرعی واجبات مثلاً نماز وغیرہ میں ایسی کوتاہ ہو کہ اس پر جبراً ان اعمال کو لازم کر دینا بھی ممکن نہ ہو۔

5) **جائز:** جب مرد عورت کو اس کے بُرے اخلاق یا کسی اور وجہ سے ناپسند کرتا ہو۔(۲)

❷ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

1) ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ ...... ﴾ [البقرة : ٢٣٦] "تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم

---

١) [فتح الباری (١٠/٤٣٥)]

٢) [نیل الأوطار (٣١٣/٤) المغنی (١٠/٣٢٣)]

عورتوں کو طلاق دے دو جبکہ تم نے انہیں چھوا نہ ہو۔''

(2) ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ [البقرة : ٢٢٩] ''طلاق دو مرتبہ ہے۔''

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر ان سے رجوع کر لیا۔''(١)

(4) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کی بدزبانی کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ طلقها إذا ﴾ ''تب اسے طلاق دے دو۔''(٢)

جس روایت میں ہے﴿ أبغض الحلال إلى الله الطلاق ﴾ ''حلال اشیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُری چیز طلاق ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔(٣)

❷ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لا طلاق ولا عتاق في إغلاق ﴾ ''طلاق اور آزادی اغلاق میں نہیں ہوتی۔''(٤)

اِغلاق لغت میں بند کر دینے کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں اس کے دو مفہوم بیان کیے جاتے ہیں:

① زبردستی لی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

② شدید غصے میں کہ جب انسان کی عقل پر پردہ پڑ جائے تو ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی جیسا کہ امام ابوداودؒ نے اس حدیث کے بعد خود بیان کیا ہے کہ ((الغلاق أظنه في الغضب)) ''میرے خیال میں غلاق غصے میں ہوتا ہے۔''

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا﴿ طلاق السكران والمستكره ليس بجائز ﴾ ''حالتِ نشہ میں موجود انسان اور مجبور شخص کی (دی ہوئی) طلاق جائز نہیں۔''(٥)

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(٦)

---

(١) [صحيح : صحيح ابو داود (١٩٩٨) كتاب الطلاق : باب في المراجعة ' ابو داود (٢٢٨٣) نسائي (٢١٣/٦) ابن ماجة (٢٠١٦) دارمي (١٦٠/٢) بيهقي (٣٢١/٧) ابن حبان (٤٢٧٥) حاكم (١٩٧/٢)]

(٢) [صحيح : صحيح ابو داود (١٢٩) كتاب الطهارة : باب في الاستنثار' ابو داود (١٤٢) أحمد (٢١١/٤)]

(٣) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٠٤٠) ابو داود (٢١٧٨) كتاب الطلاق : باب في كراهية الطلاق ' ابن ماجة (٢٠١٨) حاكم (١٩٦/٢) بيهقي (٣٢٢/٧)]

(٤) [حسن : صحيح ابو داود (١٩١٩) كتاب الطلاق : باب في الطلاق على غلط ' إرواء الغليل (٢٠٤٧) ابو داود (٢١٩٣)]

(٥) [بخاري (٧٩٣/٢)]

(٦) [صحيح : إرواء الغليل (٢٠٤٥) بيهقي (٣٥٩/٧)]

امام مالکؒ کو اس جرم کی پاداش میں بے حد سزائیں دی گئیں لیکن آپ اپنے صحیح و ٹھوس مؤقف پر مضبوطی سے قائم رہے۔ آپ کا کہنا تھا کہ ''جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔''

(احمدؒ، شافعیؒ، ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ یہ مکلف کی طرف سے واقع ہوئی ہے۔(۱)

(راجح) پہلا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

وَلَوْ هَازِلًا	خواہ مذاق میں ہی ہو۔ ❶

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ثلاث جدهن جد وهزلهن جد...... ﴾ ''تین امور ایسے ہیں کہ ان کا قصد کرنا بھی قصد ہے اور ہنسی مذاق سے کہنا بھی قصد ہی ہے: نکاح' طلاق اور رجوع۔''(۲)

(ابن قیمؒ) جمہور علماء کے نزدیک ہنسی مذاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اور صحابہ و تابعین سے یہی بات محفوظ (یعنی صحیح ثابت) ہے۔(۳)

لِمَنْ كَانَتْ فِي طُهْرٍ لَمْ يَمَسَّهَا فِيهِ وَلَا طَلَّقَهَا فِي الْحَيْضَةِ الَّتِي قَبْلَهُ أَوْ فِي حَمْلٍ قَدِ اسْتَبَانَ	جب عورت ایسے طہر میں ہو جس میں شوہر نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو اور اس نے اس سے پچھلے حیض میں یا واضح حمل میں اسے طلاق نہ دی ہو۔ ❶

❶ طلاق کی دو قسمیں ہیں:

(1) طلاق سنی (2) طلاق بدعی

طلاق سنی میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

① حالت حیض میں طلاق نہ دی گئی ہو: جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو نبی ﷺ ان پر ناراض ہوئے۔(٤)

② حالت نفاس میں طلاق نہ دی گئی ہو: کیونکہ نفاس طہر نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے کہ حالت طہر میں طلاق دی جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے فرمایا ﴿ مره فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر

(۱) [المغنی (۱۰/۳۵۰)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹۲۰) کتاب الطلاق : باب فی الطلاق علی الهزل' ابو داود (۲۱۹٤) ترمذی (۱۱۸٤) ابن ماجة (۲۰۳۹) سعید بن منصور (۱٦۰۳) دارقطنی (۳/۲۵٦) حاکم (۲/۱۹۸) طحاوی (۳/۱۸)]

(۳) [أعلام الموقعین (۳/۱۲٤)]

(٤) [بخاری (٤۹۰۸) مسلم (۱٤۷۱) ابو داود (۲۱۸۰) نسائی (٦/۲۱۳) ابن ماجة (۲۰۱۹) أحمد (۲/٦٤)]

......﴾ "اسے کہو کہ رجوع کرے اور اسے اس وقت تک روک لے کہ طہر شروع ہو جائے پھر ایام ماہواری آئیں پھر طہر شروع ہو جائے (پھر اگر چاہے تو طلاق دے دے)۔"(۱)

③ ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مرد نے عورت سے مباشرت نہیں کی: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا﴿ فليطلقها طاهرا قبل أن يمسها ﴾ "اسے حالت طہر میں اس سے ہم بستری سے پہلے طلاق دے۔"(۲)

④ ایسے طہر میں طلاق نہ دے جس سے پچھلے حیض میں اس نے طلاق دی ہو: جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو روک لیں حتی کہ طہر آ جائے پھر حیض آئے اور پھر طہر آ جائے۔ پھر اس طہر میں طلاق دیں۔(۳)

اگر یہ شرط نہ ہوتی تو نبی ﷺ پہلے حیض کے بعد آنے والے طہر میں ہی طلاق کا حکم دے دیتے۔ بعض علما کا خیال ہے کہ پہلے طہر میں بھی طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا﴿ ثم ليطلقها طاهرا أو حاملا ﴾ "پھر اسے حالت طہر میں یا حمل میں طلاق دو۔"

چونکہ یہاں اول وثانی طہر کی قید نہیں ہے لہٰذا جب عورت ایام ماہواری سے طہارت حاصل کر لے تو اس طہر میں اسے طلاق دی جا سکتی ہے۔

راجح بات یہی ہے کہ پہلے طہر میں ہی طلاق دی جائے گی۔ لیکن چونکہ گذشتہ حدیث صحیحین کی ہے اور اس میں کچھ زیادہ ہے لہٰذا اسے بھی قبول کیا جائے گا یعنی جب کسی نے دوران حیض عورت کو طلاق دی ہو تو پہلے طہر میں نہیں بلکہ ایک طہر چھوڑ کر دوسرے طہر میں وہ دوبارہ طلاق دے گا اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو پہلے طہر میں ہی طلاق دی جائے گی۔

⑤ صرف ایک طلاق دی جائے: جیسا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے والے شخص سے نبی ﷺ ناراض ہوئے اور عہد رسالت میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔(٤)

(بخاریؒ) سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ حالت طہر میں عورت کو ایک طلاق دے اور اس طہر میں عورت سے ہم بستری نہ ہو نیز اس پر دو گواہ بھی مقرر کر لے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) مسنون طلاق یہ ہے کہ آدمی ایسے طہر میں عورت کو (ایک) طلاق دے کہ جس میں اس نے عورت سے

---

(۱) [بخاری (٤٩٠٨) کتاب التفسیر : باب سورة الطلاق ' مسلم (١٤٧١)]
(۲) [أيضا]
(۳) [بخاری (٥٢٥١)]
(٤) [صحيح : صحيح نسائی (٣١٨٩) إرواء الغليل (١٢٢/٧) نسائی (٣٤٣٠' ٣٤٣٥) كتاب الطلاق : باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ]
(٥) [بخاری (قبل الحديث / ٥٢٥١) كتاب الطلاق]

بستری نہ کی ہو پھر عورت کو چھوڑ دے حتی کہ وہ اپنی عدت پوری کر لے۔

(مالکؒ، احمدؒ، شافعیؒ) انہوں نے اسی کو طلاقِ سنی قرار دیا ہے۔

(ابوحنیفہؒ) سنت یہ ہے کہ عورت کو تین طلاقیں دے (وہ اس طرح کہ) ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ (۱)

○ یاد رہے کہ دورانِ حمل دی گئی طلاق طلاقِ سنی ہے اور جائز و مباح ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ﴿ ثم ليطلقها طاهرا أو حاملا ﴾ ''پھر اسے حالت طہر میں یا حمل میں طلاق دو۔'' (۲)

وَيَحْرُمُ إِيقَاعُهُ عَلَى غَيْرِ هٰذِهِ الصِّفَةِ	اس صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں طلاق دینا حرام ہے۔ ❶

❶ اس کو طلاقِ بدعی کہا جاتا ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ [الطلاق : ۱] ''اے نبی! (اپنی امت کے لوگوں سے کہہ دو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو۔''

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی آمنہ بنت غفار کو دوران حیض طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اسے روکے رکھے حتی کہ وہ ایام ماہواری سے پاک ہو جائے پھر دوبارہ ایام ماہواری آئیں، پھر وہ پاک ہو جائے تو اب اگر وہ طلاق دینا مناسب سمجھے تو حالت طہر میں اس سے ہم بستری سے پہلے طلاق دے ﴿ فتلك العدة كما أمره الله ﴾ ''یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔'' (۳)

ان واضح نصوص کے مخالف ہونے کی وجہ سے طلاقِ بدعی حرام ہے۔

وَفِي وُقُوعِهِ مَا فَوْقَ الْوَاحِدَةِ مِنْ دُوْنِ تَخَلُّلِ رَجْعَةٍ خِلَافٌ	اس (بدعی) طلاق کے واقع ہونے میں ❶ اور ایسی ایک سے زائد طلاقوں کے واقع ہونے میں کہ جن کے درمیان رجوع کا وقفہ نہ ہو اختلاف ہے۔ ❷

❶ (جمہور، ائمہ اربعہ) طلاق بدعی واقع ہو جائے گی۔ (٤)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) آیاتِ طلاق کا عموم۔

---

(۱) [المغنى (۱۰/۳۲۶)]

(۲) [مسلم (۱٤۷۱) صحيح ابو داود (۱۹۱۰) كتاب الطلاق : باب في طلاق السنة، ابو داود (۲۱۸۱) ترمذى (۱۱۷٦)]

(۳) [بخارى (٤۹۰۸) كتاب التفسير : باب الطلاق، مسلم (۱٤۷۱) أحمد (۲/۲٦) ترمذى (۱۱۷٦)]

(٤) [نيل الأوطار (٤/۳۱٦)]

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دوران حیض اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ دوران حیض دی گئی طلاق واقع ہوگی کیونکہ رجوع ہمیشہ طلاق کے بعد ہی ہوتا ہے۔

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ﴿ حسبت علي بتطليقة ﴾ "یہ طلاق جو میں نے حالت حیض میں دی تھی مجھ پر شمار کی گئی۔" (١)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ هي واحدة ﴾ "یہ (جو تم نے طلاق دی ہے) ایک ہے۔" (٢)

(5) ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "اسے رجوع کا کہو پھر وہ عدت میں طلاق دے ﴿ وتحتسب التطليقة التي طلق أول مرة ﴾ "اور وہ طلاق جو اس نے پہلی مرتبہ دی تھی شمار کر لی جائے گی۔" (٣)

(البانیؒ) انہوں نے تفصیلا روایات نقل کرنے کے بعد جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (٤)

بعض علما کا خیال ہے کہ طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی جیسا کہ ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:

(ابن تیمیہؒ) طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی۔ (٥)

(ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٦)

(ابن حزمؒ) اسی کو برحق سمجھتے ہیں۔ (٧)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (٨)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو راجح تصور کرتے ہیں۔ (٩)

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! (اپنے امتیوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت میں انہیں طلاق دو۔" [الطلاق : ١]

اس عدت میں طلاق بدعی واقع نہیں ہوتی۔ اصول میں بھی یہ بات مسلم ہے کہ کسی چیز کا حکم اس کے متضاد سے

---

(١) [بخاری (٥٢٥٣) کتاب الطلاق : باب إذا طلقت الحائض تعتد بذلك الطلاق]

(٢) [صحيح : إرواء الغليل (١٢٦/٧) التعليقات الرضية على الروضة الندية (٢٤٧/٢) دارقطنی (٩/٤)]

(٣) [إرواء الغليل (١٣١/٧) بيهقی (٣٢٦/٧)]

(٤) [إرواء الغليل (١٣٣/٧)]

(٥) [الفتاوی (٣٢-٥)]

(٦) [زاد المعاد (٢١٨/٥-٢٣٨)]

(٧) [المحلی (٣٥٨/٩) المألة (١٩٤٥)]

(٨) [نيل الأوطار (٣١٩/٤)]

(٩) [الروضة الندية (١٠٦/٢)]

ممانعت ہوتی ہے اور ممانعت ایسی چیز کے فاسد ہونے پر دلالت کرتی ہے جس سے منع کیا گیا ہو لہٰذا فاسد چیز سے حکم ثابت نہیں ہو سکتا۔

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ كل بدعة ضلالة ﴾ "ہر بدعت گمراہی ہے۔" (١)

جب یہ طلاق بدعی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے تو گمراہی سے حکم کا اثبات کیسے ممکن ہے؟

(3) ایک حدیث میں ہے ﴿ من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد ﴾ "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔" (٢)

چونکہ طلاق بدعی کا حکم نہ تو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے لہٰذا یہ مردود ہے تو پھر اس کا شمار کیونکر ہو سکتا ہے۔

(راجح) طلاق بدعی واقع ہو جاتی ہے یہی مؤقف دلائل کی رو سے زیادہ قوی ہے۔

❶ اس مسئلے میں علما کے چار مختلف اقوال ہیں:

(1) سب طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ جمہور اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے۔

(2) ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ بدعت و حرام ہے۔ یہ امام ابن حزمؒ اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔

(3) اگر مطلقہ سے دخول کر لیا گیا ہو تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی بصورت دیگر ایک واقع ہوگی۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی ایک جماعت اور امام اسحاقؒ کا مذہب ہے۔

(4) عورت سے دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو صرف ایک رجعی طلاق ہی واقع ہوگی۔ زیادہ درست بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام اسحاقؒ کا مذہب یہ ہے۔

(راجح) آخری قول سب سے زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ (٣)

اَلرَّاجِحُ عَدَمُ الْوُقُوعِ	راجح مؤقف یہ ہے کہ ایسی طلاقیں واقع نہیں ہوتیں۔ ❶

❶ یعنی اکٹھی تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں بلکہ وہ صرف ایک شمار ہوتی ہیں اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ [البقرة : ٢٢٩] "طلاق دو مرتبہ ہے۔"

لفظ "مرتان" مرة کا تثنیہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ یعنی وقفے کے ساتھ۔ یہ معنی نہیں ہے کہ اکٹھی دو طلاقیں جیسا کہ آئندہ آیت بھی اس پر شاہد ہے ﴿ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ﴾ [النور: ٥٨] اس آیت میں لفظ مرات مرة کی جمع ہے اس لفظ کے بعد تین اوقات بیان کیے گئے ہیں جن میں وقفہ ہے نہ کہ اکٹھے

(١) [مسلم (١٤٣٥)]

(٢) [بخاری (٢٦٩٧) مسلم (١٧١٨)]

(٣) [الروضة الندية (٢/١٠٦)]

ہیں (یعنی ایک مرتبہ فجر سے پہلے' دوسری مرتبہ دوپہر کو' تیسری مرتبہ نماز عشاء کے بعد)۔لہذا معلوم ہوا کہ پہلی آیت میں بھی وقفے کے ساتھ طلاقیں دینا مراد ہے نہ کہ اکٹھی۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿کان الطلاق على عهد رسول الله وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة......﴾ ''عہد رسالت' ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقیں ایک طلاق ہی شمار ہوتی تھیں۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے ایسے معاملے میں جلدی کی جس میں ان کے لیے سہولت دی گئی تھی پس چاہیے کہ ہم اسے نافذ کر دیں لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ان پر جاری کر دیا۔ (یعنی تینوں طلاقوں کے بیک وقت واقع ہونے کا حکم دے دیا)۔(۱)

(3) حضرت ابورکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں پھر اس پر نادم و پشیمان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورکانہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿إنها واحدة﴾ ''وہ تینوں طلاقیں ایک ہی ہیں۔''(۲)

(4) ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورکانہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اُم رکانہ سے رجوع کر لو۔ انہوں نے عرض کیا میں نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿قد علمت راجعها﴾ ''مجھے معلوم ہے' تم اس سے رجوع کر لو۔''(۳)

اگر تینوں طلاقیں واقع ہو جاتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابورکانہ رضی اللہ عنہ کو رجوع کا حکم نہ دیتے بلکہ اُم رکانہ کو کسی اور شخص سے نکاح کا مشورہ دیتے۔

(5) حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا ﴿أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔''(٤)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا ہے تو وہ درحقیقت ایک ہی شمار ہو گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' امام عکرمہؒ اور امام طاوسؒ وغیرہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(٥)

---

(۱) [مسلم (۱٤۷۲) کتاب الطلاق : باب طلاق الثلاث' ابو داود ۲۱۹۹۰) نسائی (٦/١٤٥)]

(۲) [أحمد (۲٦٥/۱) بلوغ المرام (۱۰۰۹) شیخ صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (۲۱۲/٦)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹۲۲) کتاب الطلاق : باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث' ابو داود (۲۱۹٦)]

(٤) [ضعیف : ضعیف نسائی (۲۲۱) کتاب الطلاق : باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ' نسائی (۳٤۳۰)]

(٥) [إغاثة اللهفان (۳۲۹/۱) فتح الباری (٤٥٦/۱۰)]

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(١)

(ابن قیمؒ) اسی مؤقف کو ترجیح دیتے ہیں۔(٢)

(ابن بازؒ) اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔(٣)

متفرقات

619- کیا خرچہ نہ ہونے کی صورت میں حاکم میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکتا ہے؟

بعض علما اس کو ترجیح دیتے ہیں کہ حاکم ایسی صورت میں ان کے درمیان جدائی ڈال سکتا ہے کیونکہ یہ صورت عورت کو ضرر و نقصان پہنچانے سے خالی نہیں اور قرآن میں اس سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے ﴿ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٦] ''اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔'' اسی طرح یہ صورت معروف طریقے سے اکٹھے گزر بسر کرنے کے بھی منافی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [النساء : ١٩] ''اور ان کے ساتھ معروف طریقے سے گزر بسر کرو۔'' علاوہ ازیں اس صورت میں عورت کو گھر میں رکھنا صرف نقصان پہنچانے کا ہی باعث ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا ﴾ [البقرة : ٢٣١] ''تم انہیں نقصان پہنچانے کے لیے مت روکے رکھو۔'' مزید برآں نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ضرر و لا ضرار ﴾ ''نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔''(٤)

اور ایک روایت میں واضح طور پر موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا جس کے پاس اپنی بیوی پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے ﴿ يفرق بينهما ﴾ ''ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے۔''(٥)

امام شوکانیؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

بعض علما کا کہنا ہے کہ ایسی صورت میں میاں بیوی کے درمیان جدائی نہیں ڈالی جائے گی بلکہ عورت کو صبر و قناعت کی ترغیب دی جائے گی کیونکہ مرد پر صرف اتنا نفقہ و خرچہ ہی واجب ہے جس قدر وہ استطاعت رکھتا ہو جیسا کہ نبی ﷺ سے جب بیوی کے حق کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تو اسے کھلائے جب تو کھائے اور اسے پہنائے جب تو پہنے۔''(٦)

---

(١) [الفتاوى (١٦/٣ ـ ١٧)]

(٢) [زاد المعاد (٢٤١/٥) أعلام الموقعين (٣٠/٣)]

(٣) [الفتاوى الإسلامية (٤٩/٣)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (١٨٩٥) كتاب الأحكام : باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره ' الصحيحة (٢٥٠) ابن ماجة (٢٣٤٠) بيهقى (١٣٣/١٠) أحمد (٣٢٦/٥)]

(٥) [دارقطنى (٢٩٧/٣) بيهقى (٤٧٠/٧)]

(٦) [**حسن صحيح** : صحيح ابو داود (١٨٧٥) كتاب النكاح : باب فى حق المرأة على زوجها ' ابو داود (٢١٤٢)]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو نہ کھائے (یعنی تمہارے پاس کھانے یا پہننے کی استطاعت نہ ہو) تو اپنی بیوی کو کھلانا بھی واجب نہیں لہٰذا پھر نکاح فسخ کیسے ہو سکتا ہے؟۔

(ابن حزمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

(البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

620- ایسی عورت جس کا خاوند لا پتہ ہو جائے

اس مسئلے میں اگرچہ کوئی صحیح مرفوع روایت نہ ہونے کی وجہ سے بے حد اختلاف کیا گیا ہے لیکن راجح مسلک یہ ہے کہ لا پتہ ہونے کے وقت سے چار سال گزر جانے کے بعد اس کی وفات کا حکم لگایا جائے گا۔ پھر اس کی عورت چار ماہ دس دن متوفی عنھا زوجھا کی عدت گزارے گی۔ اس کے بعد دوسرا نکاح کر سکے گی۔

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لا پتہ آدمی کی بیوی چار سال انتظار کرے' پھر شوہر کے فوت ہونے کی عدت گزارے یعنی چار ماہ دس دن اور اس کے بعد اگر چاہے تو شادی کر لے۔''(۳)

(2) حضرت سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں خلفاء نے لا پتہ شوہر کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ اس کی بیوی چار سال انتظار کرے اور پھر اس کے چار ماہ دس دن بعد یعنی متوفی عنھا زوجھا کی عدت گزار کر شادی کر لے۔(٤)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''لا پتہ شوہر کی بیوی چار سال انتظار کرے۔''(٥)

(4) حضرت سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ جب آدمی دوران جنگ لا پتہ ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال انتظار کرے اور جب جنگ کے علاوہ کہیں اور لا پتہ ہو جائے تو چار سال انتظار کرے۔''(٦)

(ابن حجرؒ) انہوں نے علما کی اکثریت کا یہی مؤقف نقل کیا ہے۔(۷)

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لا پتہ شوہر کی بیوی اس وقت تک اس کی بیوی ہی رہے گی جب تک کہ گمشدہ کے متعلق کوئی واضح اطلاع نہ موصول ہو جائے۔'' وہ ضعیف و من گھڑت ہے۔(۸)

---

(۱) [المحلی (۱۰/۱۰۹)]

(۲) [التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۲/۲۵۹)]

(۳) [سنن سعید بن منصور (۱/٤۰۰) موطا : کتاب الطلاق : باب عدة التی تفقد زوجها ' بیهقی فی السنن الکبری (۷/٤٤٥) عبدالرزاق (۷/۸۸)]

(٤) [عبدالرزاق (۷/۸٥)]

(٥) [سعید بن منصور (۱۷٥٦) بیهقی (۷/٤٤٥)]

(٦) [عبدالرزاق (۷/۸۹)]

(۷) [فتح الباری (۹/٤۳۱)]

(۸) [دارقطنی (۳/۳۱۲) العلل لابن أبی حاتم (۱/٤۳۲) التعلیق علی سبل السلام للشیخ صبیحی حلاق (٦/۳۱۷)]

(مالکؒ، شافعیؒ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے پر عمل کے قائل ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) لاپتہ شوہر کی بیوی اس کی زوجیت سے نہیں نکلے گی۔ تاوقتیکہ اس کی خبرِ وفات کی صحت یا ثبوتِ طلاق یا خاوند کے مرتد ہو جانے کا ثبوت نہ مل جائے۔ اور احناف کے نزدیک موت سے مراد طبعی موت کی مقدار ہے جس میں پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ مدت ساٹھ (60) سال ہے، بعض کے خیال میں ستر (70) سال، اسی طرح نوے (90) سال، ایک سو بیس (120) سال اور ایک سو پچاس (150) سال سے دو سو (200) برس تک کا قول بھی بیان کیا جاتا ہے۔(۱)

علاوہ ازیں ایک قول یہ بھی ہے کہ لاپتہ شخص نے اگر بیوی کے لیے اخراجات وضروری سامان چھوڑا ہے تو اسے حاضر ہی سمجھا جائے گا ورنہ حاکم وقت یا عدالت (عورت کے مطالبے پر) نکاح فسخ کرا دے گی۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

لیکن محققین نے پہلے قول کو ہی ترجیح دی ہے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کو)۔

621- والدین کے حکم پر طلاق

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میری ایک بیوی تھی۔ میں اس سے (بے حد) محبت کرتا تھا (لیکن) میرے والد اسے ناپسند کرتے تھے لہٰذا میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے نبی ﷺ سے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿يا عبدالله بن عمر طلق امرأتك﴾ ''اے عبداللہ بن عمر! اپنی عورت کو طلاق دے دو۔''(۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اگر والد حکم دے تو آدمی پر اپنی بیوی کو طلاق دینا واجب ہے خواہ وہ اس سے (کتنی ہی) محبت کرتا ہو...... ماں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس کا درجہ والد سے بھی زیادہ ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(راجح) والدین دو صورتوں میں ہی طلاق کا حکم دیں گے۔

(1) یا تو والد کوئی شرعی سبب بیان کرے گا کہ تمہاری بیوی اخلاقی حوالے سے درست نہیں، غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہے یا

---

(۱) [المهذب (۱٤٦/۲) كشاف القناع (٤٨٧/٥) الشرح الصغير (٦٩٣/۲) غاية المنتهى (۲۱۲/۳) المغني (٤٨٨/٧) الدر المختار (١٦٠/٣) مغني المحتاج (٣٩٧/٣) الروضة الندية (١١٦/٢)]

(۲) [السيل الجرار (۲٥٧/۲)]

(۳) [حسن: صحيح ترمذي (٩٥٠) كتاب الطلاق واللعان: باب ما جاء في الرجل يسأله أبوه أن يطلق زوجته، ترمذي (١١٨٩) ابن ماجة (٢٠٨٨) ابو داود (٥١٣٨) أحمد (٢٠/٢) ابن حبان (٤٢٦) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(٤) [تحفة الأحوذي (٤١٢/٤)]

(٥) [نيل الأوطار (٣١٣/٤)]

غلط قسم کی سوسائٹی میں اٹھتی بیٹھتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں بیٹے پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

(2) یا بغیر کسی شرعی سبب کے محض بیٹے کی اپنی بیوی سے بے پناہ محبت دیکھ کر طلاق کا حکم دے گا کہ یہ بیوی سے اتنی محبت کیوں کرتا ہے ہم سے اتنی محبت کیوں نہیں کرتا وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں طلاق دینا ضروری نہیں۔ بالخصوص جب اس کی بیوی دینی و اخلاقی اعتبار سے بھی درست ہو۔

(شیخ عثیمینؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۱)

(احمدؒ) ایک آدمی نے ان سے آکر کہا کہ میرے والد نے مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا کہ تم اسے طلاق مت دو۔ اس آدمی نے کہا کیا نبی ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے جب عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کا حکم دیا تھا؟ تو امام احمدؒ نے کہا ((هل أبوك مثل عمر؟)) ''کیا تمہارا باپ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے؟۔''(۲)

لہٰذا اس حدیث کے متعلق یہی کہنا مناسب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی خاص مصلحت وحکمت کے تحت اپنے بیٹے کو طلاق کا حکم دیا ہوگا۔ علاوہ ازیں مسند احمد کی ایک روایت سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسی عورت سے نکاح کر رکھا ہے ﴿ قد كرهتها له ﴾ ''جسے میں اس کے لیے ناپسند کرتا ہوں۔''(۳)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے احمد عبدالرحمٰن البناء فرماتے ہیں کہ ''ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس لیے ناپسند کیا کیونکہ ان کے خیال میں وہ ان کے بیٹے کے لیے موزوں نہیں تھی اور اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرور کسی مصلحت کو ملحوظ رکھا ہوگا بالخصوص اس لیے کہ آپ الہامِ الٰہی کے حامل تھے۔''(٤)

نیز ابراہیم علیہ السلام نے جو اسماعیل علیہ السلام کو اپنے دروازے کی چوکھٹ بدلنے (یعنی اپنی بیوی کو طلاق دینے) کا حکم دیا تھا اس کا بھی ایک خاص سبب تھا۔ وہ یہ کہ وہ عورت شکر گزار نہ تھی۔(٥)

(۱) [فتاوى المرأة المسلمة (۲/۷۵٦)]
(۲) [أيضا]
(۳) [أحمد (۲/٤۲)]
(٤) [الفتح الربانى (۱۷/٤)]
(٥) [بخارى (۳۳٦٤) كتاب أحاديث الأنبيا : باب]

دوسری فصل

طلاق کن اشیا کے ساتھ واقع ہوتی ہے؟

وَيَقَعُ بِالْكِنَايَةِ مَعَ النِّيَّةِ	اشارے وکنائے سے بھی طلاق ہو جائے گی جبکہ اس میں طلاق کی نیت موجود ہو۔ ❶

❶ طلاق بالکنایہ یہ ہے کہ شوہر ایسے الفاظ میں طلاق دے جس کا مفہوم طلاق بھی ہو سکتا ہو اور کچھ اور بھی۔ مثلاً کہے کہ اپنے گھر چلی جا' یا کہے کہ تو آج سے آزاد ہے وغیرہ۔ ایسی صورت میں اگر مرد کی نیت طلاق کی ہوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جون کی بیٹی جب نکاح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گاہ میں لائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا میں اللہ سے آپ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لقد عذت بعظيم الحقي بأهلك﴾ ''تو نے بڑی عظیم الشان ذات کی پناہ طلب کی ہے تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جا۔'' (۱)

(3) جس روایت میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا قصہ مذکور ہے اس میں ہے کہ ''ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی کے بھی قریب نہ جاؤ۔ میں نے پوچھا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ﴿بل اعتزلها و لا تقربها﴾ ''بلکہ صرف اس سے علیحدہ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔'' تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا ﴿الحقي بأهلك﴾ ''اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ اگر ارادہ و نیت ہو تو ایسے الفاظ کے ساتھ طلاق ہو جائے گی اور اگر نیت نہ ہو تو طلاق نہیں ہوگی۔

(امیر صنعانیؒ) طلاق کا ایسا کنایہ و اشارہ جس سے طلاق مقصود ہو طلاق کے حکم میں ہی ہوگا۔ (۳)

وَبِالتَّخْيِيرِ إِذَا اخْتَارَتِ الْفُرْقَةَ	اختیار دینے سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی جب عورت علیحدگی پسند کر لے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا.........﴾ [الأحزاب : ۲۸۔ ۲۹] ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور دنیاوی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو تم میں

(۱) [بخاری (۵۲۵٤) کتاب الطلاق : باب من طلق وهل يواجه الرجل امرأته بالطلاق ' ابن ماجة (۲۰۵۰) نسائی (۱۵۰/٦) حاکم (۳۵/٤)]

(۲) [بخاری (٤٤١٨) کتاب المغازی : باب حديث كعب بن مالك ......' مسلم (۲۷٦۹) ترمذی (۳۱۰۲)]

(۳) [سبل السلام (۱٤٥٦/۳)]

سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھا ہے۔''

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اختیار دے دیا۔(۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ خيرنا رسول الله...... ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دے دیا اور ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو ہی پسند کیا تو اسے ہم پر کچھ بھی (یعنی طلاق وغیرہ) شمار نہیں کیا گیا۔(۲)

معلوم ہوا کہ جب عورت کو اختیار دیا جائے اور وہ علیحدگی پسند کر لے تو اسے طلاق ہو جائے گی لیکن محض خاوند کے اختیار دینے سے ہی طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ گذشتہ صحیح حدیث میں ہے ﴿ فلم يعد ذلك علينا شيئا ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم پر کچھ شمار نہ کیا۔''

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

وَإِذَا جَعَلَهُ الزَّوْجُ إِلَى غَيْرِهِ وَقَعَ مِنْهُ وَلَا يَقَعُ بِالتَّحْرِيمِ	جب خاوند طلاق کو کسی اور کے سپرد کر دے تو اس کی طرف سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ ❶ بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ❷

❶ چونکہ معاملات میں بیشتر دلائل سے مطلقاً وکیل بنانا ثابت ہے لہٰذا طلاق میں بھی کسی کو اپنا وکیل بنایا جا سکتا ہے اِلا کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جو اس سے منع کرتی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کا معاملہ اپنے والد کے ہاتھ میں دے دیتا ہے (یعنی اپنے والد کو اجازت دے دیتا ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے) تو ان سب نے اس کی طلاق کو جائز قرار دیا جیسا کہ امام ابو بکر البرقانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب " المخرج على الصحيحين " میں اسے نقل کیا ہے۔(٤)

❷ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ إذا حرم امرأته ليس بشيئ ﴾ ''اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو یہ کچھ نہیں ہے۔'' اور مزید فرمایا کہ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١] ''تمہارے لیے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ إذا حرم الرجل عليه امرأته فهو يمين يكفرها ﴾ ''جب مرد نے اپنی بیوی کو

---

(۱) [بخاری (٤٧٨٥) كتاب التفسير : باب قوله : يايها النبى قل لأزواجك ......' مسلم (١٤٧٥)]

(۲) [بخاری (٥٢٦٢) كتاب الطلاق : باب من خير نسائه ' مسلم (١٤٧٧) ابو داود (٢٢٠٣) ترمذی (١١٨٩) ابن ماجة (٢٠٥٢) أحمد (٢٣٩/٦)]

(۳) [نيل الأوطار (٢٣٧/٤) تحفة الأحوذى (٣٩١/٤) حلية العلماء فى معرفة مذاهب الفقهاء (٣٩/٧) بداية المجتهد (٧١/٢)]

(٤) [كما فى الروضة الندية (١١٩/٢)]

حرام قرار دے دیا تو وہ قسم شمار ہوگی اور اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔'' (۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی کو اپنے نفس پر حرام کر لیا تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ﴾ [التحریم : ۱] ''اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جس کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے۔'' (۲)

امام ابن قیمؒ رقمطراز ہیں کہ اس مسئلے میں سلف وخلف میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اہل علم کے تیرہ اصولی اقوال ہیں جو کہ بیس مذاہب پر متفرع ہوتے ہیں۔ (۳)

ان سب میں سے راجح قول یہ ہے کہ عورت کو حرام کر لینے سے کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ قسم ہے اور اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے گا جیسا کہ گذشتہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے نیز اس کے قسم ہونے کی دلیل قرآن کی یہ آیت بھی ہے ﴿ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ﴾ [التحریم : ۲] ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھول دینا مقرر کر دیا ہے۔'' (اس آیت میں قسم سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اوپر شہد کو حرام کر لینا ہے جیسا کہ اس سے پچھلی آیت میں حرمت کا ذکر ہے)۔

(ابوحنیفہؒ) اسے قسم تصور کرتے ہیں۔

(شافعیؒ) اسے (یعنی حرام قرار دینے کو) لغو قرار دیتے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک کفارہ لازم نہیں۔

(امیر صنعانیؒ) کفارہ صرف اس صورت میں ہوگا جب قسم کھائی ہو ورنہ صرف حرام کر لینا لغو ہوگا۔ (٤)

وَالرَّجُلُ أَحَقُّ بِامْرَأَتِهِ فِيْ عِدَّةِ طَلَاقِهِ يُرَاجِعُهَا مَتَى شَاءَ إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ رَجْعِيًّا	آدمی عدت طلاق میں اپنی بیوی کا زیادہ مستحق ہے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے جبکہ طلاق رجعی ہو۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ﴾ [البقرۃ : ۲۲۸] ''ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔''

(2) ﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۱] ''جب اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کے ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں روک لو (یعنی رجوع کر لو)۔''

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿ مره فليراجعها ﴾ ''اسے حکم

---

(۱) [بخاری (٥٢٦٦) کتاب الطلاق : باب لم تحرم ما أحل الله لك، مسلم (١٤٧٣)]

(۲) [صحیح : صحیح نسائی (٣٦٩٥) کتاب عشرة النساء : باب الغيرة، نسائی (٣٩٥٩)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (٣٧٦/٩)]

(۳) [زاد المعاد (٣٠٢/٥)]

(٤) [سبل السلام (١٤٥٤/٣)]

دو کہ وہ اس سے رجوع کرے۔''(۱)

(4) نبی ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا۔(۲)

(5) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو طلاق دیتا ہے پھر رجوع کر لیتا ہے اور اس پر گواہ نہیں بناتا تو انہوں نے کہا ''عورت کو طلاق دیتے وقت اور رجوع کرتے وقت گواہ مقرر کرو۔''(۳)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت ﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ...... ﴾ [البقرة : ۲۲۸] کے متعلق مروی ہے کہ (جاہلیت میں) جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تو وہ اس سے رجوع کا زیادہ حق دار ہوتا خواہ اس نے تینوں طلاقیں ہی دے دی ہوں پھر آیت ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ نے اسے (یعنی تین طلاقوں کے بعد رجوع کو) منسوخ کر دیا۔(٤)

اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ جب کوئی آزاد شخص اپنی آزاد بیوی کو پہلی یا دوسری رجعی طلاق دے تو وہ اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ عورت اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرتی ہو۔(٥)

(ابن قدامہؒ) رجوع میں عورت کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا......اور اس پر اجماع ہے۔(٦)

622- رجوع کس طرح کیا جائے گا؟

راجح بات یہ ہے کہ رجوع قول و فعل ہر طرح سے کیا جا سکتا ہے یعنی گفتگو و کلام وغیرہ کے ساتھ یا جماع و ہم بستری کے ساتھ دونوں طرح درست ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(احناف، اوزاعیؒ) ہم بستری کے ذریعے رجوع ہو جائے گا خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔ سعید بن مسیبؒ، امام حسنؒ، امام ثوریؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی یہی موقف ہے۔

(مالکؒ، اسحاقؒ) ہم بستری کے ذریعے تب رجوع ہو گا جب اس کی نیت ہو۔

---

(۱) [مسلم (۱٤۷۱) ابو داود (۲۱۸۱)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۹۹۸) كتاب الطلاق : باب في المراجعة ' ابو داود (۲۲۸۳) ابن ماجة (۲۰۱٦) نسائی (۲۱۳/٦) دارمی (۱٦۰/۲)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۹۱٥) كتاب الطلاق : باب الرجل يراجع ولا يشهد ' إرواء الغليل (۲۰۷۸) ابو داود (۲۱۸٦) ابن ماجة (۲۰۲٥)]

(٤) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (۱۹۲۱) كتاب الطلاق : باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث ' ابو داود (۲۱۹٥) نسائی (۱۸۷/٦)]

(٥) [فتح الباری (٦۰٦/۱۰) نيل الأوطار (۳٤۸/٤) المغنی (٥٤٠/۱۰)]

(٦) [المغنی (٥٥۳/۱۰)]

(۷) [نيل الأوطار (۳٤۸/٤)]

(شافعیؒ) رجوع صرف کلام کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔امام احمدؒ سے بھی ایک یہی قول مروی ہے۔(۱)

623- حقِ رجوع کی حکمت

یہ ہے کہ انسان جب اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہے تو اسے علم نہیں ہوتا کہ اس کی جدائی اسے گراں گزرے گی یا نہیں لیکن جب جدائی ہو جاتی ہے تب یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ ایک طلاق کو ہی رجوع سے رکاوٹ بنا دیتے تو انسان پر مشقت بہت زیادہ ہو جاتی کہ جب جدائی کے بعد دوبارہ محبت پیدا ہوتی تو اس وقت تجربہ ہوتا۔لہٰذا اگر عورت کو روک لینا زیادہ مناسب ہو تو وہ اس سے رجوع کرے اور اسے معروف طریقے سے رکھے اور اگر چھوڑ دینا زیادہ پر مصلحت ہو تو اچھے طریقے سے رخصت کر دے۔(۲)

وَلَا تَحِلُّ لَهُ بَعْدَ الثَّالِثَةِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ	البتہ تیسری طلاق کے بعد جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے پہلے کے لیے حلال نہیں ہو گی۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ [البقرة: ۲۳۰] ''(اگر اسے تیسری بار طلاق دے دے تو اب اس کے لیے حلال نہیں) جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے۔''

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رفاعہ قرظی کی بیوی سے کہا کہ تو پہلے شوہر کی طرف اس وقت تک نہیں لوٹ سکتی ﴿حتى تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك﴾ ''جب تک کہ تو اس (یعنی دوسرے شوہر) سے جماع کا لطف نہ پائے اور وہ تجھ سے لطف اندوز نہ ہو جائے۔''(۳)

(جمہور) مطلقہ ثلثہ پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کہ وہ عدت گزارنے کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے اور پھر وہ اس سے مباشرت نہ کر لے۔

(سعید بن میبؒ، سعید بن جبیرؒ) مجرد عقدِ نکاح سے ہی وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔(٤)

(راجح) پہلا قول ہی راجح ہے جیسا کہ گذشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

متفرقات

624- نکاح سے پہلے طلاق

(1) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا طلاق قبل نكاح﴾ ''نکاح سے پہلے

(۱) [المغنى (۱۰/۵۵۹) الأم (۵/۲٤٤) المبسوط (۱۹/٦) بداية المجتهد (۸۵/۲) نيل الأوطار (۳٤۸/٤)]

(۲) [تفسير اللباب فى علوم الكتاب (۱۳٤/٤)]

(۳) [بخارى (۲٦۳۹) كتاب الشهادات : باب شهادة المختبئ، مسلم (۱٤۳۳) ابو داود (۲۳۰۹) ترمذى (۱۱۱۸) ابن ماجة (۱۹۳۲)]

(٤) [تفسير قرطبى (۱٤۷/۳) تفسير اللباب فى علوم الكتاب (۱٤٦/٤)]

طلاق نہیں۔‘‘ (١)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا طلاق قبل النكاح ﴾ ’’نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔‘‘ (٢)

(3) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا طلاق فيما لا يملك ﴾ ’’جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں کوئی طلاق نہیں۔‘‘ (٣)

(4) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((لا طلاق قبل النكاح)) ’’نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی۔‘‘ اس باب کے تحت یہ آیت نقل کی ہے ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ...... ﴾ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے۔‘‘ (٤)

(شافعیؒ، احمدؒ) نکاح سے پہلے کسی قسم کی کوئی طلاق نہیں ہوتی۔

(مالکؒ) اگر معین عورت کے متعلق کہا جائے کہ اگر میرا فلاں عورت سے نکاح ہوا تو اسے طلاق ہے تو اس سے نکاح ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی۔

(ابو حنیفہؒ) عورت معین ہو یا مطلق دونوں صورتوں میں طلاق ہو جائے گی۔ (٥)

(راجح) گذشتہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق صرف نکاح کے بعد ہی ہو سکتی ہے پہلے نہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کو برحق قرار دیتے ہیں۔ (٦)

625- شرط کے ساتھ معلق طلاق

یعنی کوئی شخص نکاح کے بعد اپنی بیوی سے کہے کہ اگر میں نے تمہیں فلاں کے ساتھ دیکھ لیا تو تمہیں طلاق۔ ایسی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (٧)

626- خیالی طلاق

یعنی کسی کے دل میں اپنی بیوی کو طلاق دے دینے کا خیال پیدا ہو تو محض خیال و وسوسہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الله تجاوز عن أمتي ما حدثت به أنفسها ما لم تعمل

(١) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجة (١٦٦٧) كتاب الطلاق : باب لا طلاق قبل النكاح' ابن ماجة (٢٠٤٨)]

(٢) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٦٦٨) أيضا' ابن ماجة (٢٠٤٩)]

(٣) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجة (١٦٦٦) أيضا' ابن ماجة (٢٠٤٧)]

(٤) [بخاري (بعد الحديث / ٥٢٦٨) كتاب الطلاق]

(٥) [المحلى (٢٠٦/١٠) المبسوط (١٢٧/٦) حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء (٨/٧) نيل الأوطار (٣٣٥/٤)]

(٦) [نيل الأوطار (٣٣٥/٤)]

(٧) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : المغني لابن قدامة (٤٥٢/١٠-٤٧٢)]

تکلم ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل کے وسوسہ (پر گرفت ومؤاخذہ) سے درگزر فرما دیا ہے اور یہ اس وقت تک نہیں گا جب تک کوئی عمل نہ کرے یا زبان سے نہ کہے۔'' (۱)

627- غلام کی طلاق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ ینکح العبد امرأتین و یطلق تطلیقتین...... ﴾ ''غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور طلاقیں دے سکتا ہے......'' (۲)

628- طلاق کے وقت اپنا دیا ہوا مہر وصول کرنا جائز نہیں

) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ ...... فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ...... وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ...... ﴾ [النساء : ۲۰۔۲۱] ''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا ہی چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ ے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو۔ کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے۔ تم اسے کیسے لو گے حالانکہ تم ب دوسرے سے مل (ہم بستری) کر چکے ہو......''

) ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا ﴾ [البقرة : ۲۲۹] ''تمہارے یے حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہو اس میں سے کچھ بھی لو۔''

) [بخاری (۵۲۶۹) کتاب الطلاق : باب الطلاق فی الإغلاق ' مسلم (۱۲۷) ابو داود (۲۲۰۹) ترمذی (۱۱۸۳) ابن ماجة (۲۰۴۴)]

) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۰۶۷) دارقطنی (۲۴۲/۲) بیہقی (۴۲۵/۷)]

باب الخلع ❶ — خلع کا بیان

وَإِذَا خَالَعَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ كَانَ أَمْرُهَا إِلَيْهَا لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِ بِمُجَرَّدِ الرَّجْعَةِ	جب آدمی اپنی بیوی سے خلع کرے تو بیوی کا معاملہ (خلع کے بعد) اسی کے ہاتھ میں ہوگا' محض رجوع کے ذریعے اس کی طرف نہیں لوٹ سکتی۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ خُـلـع ''خلع الثوب'' (کپڑے اور لباس اتارنا) سے ماخوذ ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ عورت مرد کے لیے اور مرد عورت کے لیے لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [البقرة : ۱۸۷] (چونکہ میاں بیوی اس کے ذریعے ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں اس لیے اسے خلع کہتے ہیں)۔

اصطلاحی تعریف: خلع یہ ہے کہ عورت مہر میں وصول کی ہوئی رقم شوہر کو واپس دے کر اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔(۱)

خلع کی مشروعیت:

(1) ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ [البقرة : ۲۲۹] ''عورت علیحدگی اختیار کرنے کے لیے کچھ دے دے تو اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔''

(2) ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ﴾ [النساء : ۱۲۸] ''ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔''

(3) ﴿ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴾ [النساء : ٤] ''اگر عورتیں خود اپنی خوشی سے کچھ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔''

(4) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث خلع کی مشروعیت پر شاہد ہے۔(۲)

(5) خلع کے معتبر ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔(۳)

(6) فقہا وعلما کی اکثریت اسی کی قائل ہے۔(٤)

629- عورت خلع کب لے سکتی ہے؟

(ابن قدامہؒ) مجملہ اگر عورت اپنے شوہر کو اس کی خلقت وصورت' یا اس کی سیرت واخلاق' یا دین' یا عمر میں بڑا ہونے' یا کمزور ہونے' یا اس کی مثل کسی وجہ سے ناپسند کرتی ہو اور ڈرتی ہو کہ وہ اس کی فرمانبرداری میں اللہ کا حق ادا نہیں کر سکے گی تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے اپنے نفس کے بدلے میں معاوضہ (یعنی مہر وغیرہ) بطور فدیہ ادا کر کے خلع اور جدائی اختیار کر لے جیسا کہ

(۱) [فتح الباری (۱۰/٤۹٦) المغنی (۷/٦۷) کشاف القناع (۵/۲۳۷)]
(۲) [بخاری (۵۲۷۳)]
(۳) [نیل الأوطار (٤/۳٤۲)]
(٤) [بدایة المجتهد (۲/٦٦) الدر المختار (۲/۷٦۷) مغنی المحتاج (۳/۲٦۲) المغنی (۷/۵۱)]

للہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ...... ﴾ [البقرة : ۲۲۹] ''پس اگر نہیں یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر (خلع میں) کوئی گناہ نہیں۔''

630- بلاوجہ عورت کا شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو عورت بھی بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرتی ہے ﴿ فحرام عليها رائحة الجنة ﴾ ''اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔'' (۱)

● کیونکہ خلع علی الأصح فسخ نکاح ہے طلاق نہیں اور رجوع طلاق کے بعد ہوتا ہے فسخ کے بعد نہیں۔ نیز عورت نے اپنی رہائی کی قیمت ادا کی ہوتی ہے جس وجہ سے مرد کو رجوع کا حق نہیں رہتا اور عورت خود مختار ہو جاتی ہے (البتہ عورت اگر چاہے تو عدت گزارنے کے بعد دونوں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں)۔

وَيَجُوزُ بِالْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ مَالَمْ يُجَاوِزْ مَا صَارَ إِلَيْهَا مِنْهُ	خلع کم اور زیادہ مال سے جائز ہے جب تک اس مقدار سے تجاوز نہ کرے جو خاوند نے اسے دی ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین میں کوئی عیب نہیں لگاتی لیکن اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أتردين عليه حديقته ﴾ ''کیا تو اس کا باغ اسے واپس کر دے گی؟'' وہ بولی ہاں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اقبل الحديقة وطلقها تطليقة ﴾ ''(اے ثابت!) اپنا باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔'' (۲)

اور صحیح بخاری کی ہی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ وأمره أن يطلقها ﴾ ''(جب اس نے باغ واپس کر دیا) تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اسے طلاق دے دے۔'' (۳)

(ب) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فأمره رسول الله أن يأخذ منها حديقته ولا يزداد ﴾ ''نبی ﷺ نے اسے (یعنی ثابت کو) حکم دیا کہ وہ اس سے اپنا باغ وصول کر لے اور زیادہ کچھ نہ لے۔'' (٤)

(ج) ایک روایت میں ہے کہ ثابت کی بیوی نے کچھ زیادہ بھی دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ أما الزيادة فلا ﴾

۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۹٤۷) كتاب الطلاق : باب في الخلع' ابو داود (۲۲۶۲) ابن ماجة (۲۰۵۵) ترمذی (۱۱۸۷) أحمد (۲۷۷/۵)]

۲) [بخاری (۵۲۷۳) کتاب الطلاق : باب الخلع وكيف الطلاق فيه' نسائی (۱۶۹/۶) ابن ماجة (۲۰۵۶) دارقطنی (٤٦/٤) بیهقی (۳۱۳/۷)]

۳) [بخاری (۵۲۷٤) أيضا]

٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۶۷۳) كتاب الطلاق : باب المختلعة تاخذ ما أعطاها' إرواء الغليل (۲۰۳۶) ابن ماجة (۲۰۵۶) نسائی (۱۶۹/۶)]

"تم زیادہ مت دو۔" لیکن شیخ البانیؒ نے اسے مرسل قرار دیا ہے۔(۱)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "شوہر اپنے دیے ہوئے سے زیادہ وصول نہ کرے۔"(۲)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ شوہر اپنے دیے ہوئے حق مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ ﴿ فردت علیه حدیقته و زادته ﴾ "اس عورت نے اس کا باغ واپس کر دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا" وہ ضعیف ہے۔(۳)

(احمدؒ) مرد زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ امام اسحاق' امام شعبی' امام زہری' امام حسن' امام عطا اور امام طاؤس رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

(جمہور، شافعیؒ، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) اگر نفرت کا اظہار عورت کی طرف سے ہو تو مرد کے لیے زیادہ لینا جائز ہے (ان کی دلیل آیت ﴿ فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ کا عموم ہے حالانکہ یہ عام ہے اور گذشتہ ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث ﴿ و لا یزداد ﴾ اس کی تخصیص کرتی ہے لہٰذا خاص پر عمل کرنا واجب ہے)۔

(ابن قدامہؒ) مرد کے لیے اپنے دیے ہوئے مال سے زیادہ کا مطالبہ کرنا مستحب نہیں ہے۔ اگر کوئی زیادہ وصول کرے گا تو مکروہ ہے لیکن خلع واقع ہو جائے گا۔ اور اگر بغیر کسی معاوضے کے بھی مرد عورت کو خلع دے دے تو خلع ہو جائے گا (کیونکہ مقصود دونوں کی رضامندی ہے جس پر بھی ہو جائے درست ہے)۔(٤)

(راجح) شوہر اپنی بیوی سے اپنے دیے ہوئے مہر سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جیسا کہ حدیث کے ان الفاظ ﴿ و یزداد ﴾ سے واضح ہوتا ہے لیکن اگر بیوی اپنی خوشی سے کچھ زیادہ دینا چاہے (مثلاً شوہر کی دی ہوئی گاڑی یا گھر وغیرہ) جائز ہے کیونکہ شریعت میں اس کی ممانعت موجود نہیں اور جس روایت میں ہے ﴿ أما الزیادہ فلا ﴾ وہ ضعیف ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

وَلَا بُدَّ مِنَ التَّرَاضِي بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ عَلَى الْخُلْعِ أَوْ إِلْزَامِ الْحَاكِمِ مَعَ الشِّقَاقِ بَيْنَهُمَا	خلع پر میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے ❶ یا پھر حاکم ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دے گا۔ ❷

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ [النساء : ۱۲۸] "ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح ہی بہتر ہے۔"

❷ (1) جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان جدائی کرائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا ﴿ اقبل الحدیقة و طلقها...... ﴾ "باغ قبول کر و اور اسے طلاق دے دو۔"

(۱) [إرواء الغليل (۷/۱۰٤) دارقطني (۳/۲۵۵)]
(۲) [عبدالرزاق (۱۱۸٤٤)]
(۳) [بيهقي (۷/۳۱٤)]
(٤) [المغني (۱۰/۲٦۹-۲۷۰-۲۸۷) نيل الأوطار (٤/۳٤٦) تفسير اللباب في علوم الكتاب (٤/۱٤۲)]

(2) ﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ﴾ [النساء : ٣٥] ''اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان باہمی اَن بن کا اندیشہ ہو تو ایک منصف و فیصل مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں ملاپ کرا دے گا۔''

اور اگر صلح نہ ہو سکے تو جمہور علما کے نزدیک ان منصفوں کو ان دونوں کے درمیان تفریق کا اختیار ہے۔(۱)

وَهُوَ فَسْخٌ	اور یہ فسخ نکاح ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ [البقرة : ٢٢٩] اس کے بعد ﴿ افتداء ﴾ (فدیہ دے کر خلع لینے) کا ذکر کیا پھر فرمایا ﴿ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ﴾ [البقرة : ٢٣٠] لہٰذا اگر افتدا طلاق ہوتا تو وہ طلاق جس کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے صرف اسی صورت میں حلال ہو سکتی ہے جبکہ وہ کسی اور سے شادی کر لے چوتھی طلاق ہو جائے گی۔ سو معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔

(2) حضرت حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول! ہر وہ چیز جو اس نے مجھے دی تھی وہ میرے پاس ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے کہا ''اس سے لے لو'' پھر اس نے (وہ مال) لے لیا ﴿ وجلست فی أهلها ﴾ ''اور وہ عورت اپنے اہل و عیال میں جا بیٹھی۔''(۲)

معلوم ہوا کہ علیحدگی کے بعد حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے میکے چلی گئیں لہٰذا اگر خلع طلاق ہوتا تو وہ شوہر کے گھر میں ہی عدت گزارتیں۔ جب ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ خلع فسخ ہے۔

(3) خلع کی عدت ایک حیض ہے (جیسا کہ آئندہ ذکر آئے گا) جبکہ طلاق کی عدت تین حیض ہے۔ لہٰذا یہ فسخ ہے۔

(4) خلع میں شوہر بیوی سے اپنا دیا ہوا مال لے سکتا ہے جبکہ طلاق میں نہیں لے سکتا۔

(5) خلع میں مرد کو رجوع کا حق نہیں ہوتا جبکہ طلاق میں رجوع کا زیادہ مستحق مرد ہی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ ﴾ [البقرة : ٢٢٨] ''اور ان کے شوہر انہیں لوٹانے کے زیادہ مستحق ہیں۔''

(6) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی عورت کو خلع دینے کا کہا تو یہ نہیں دریافت کیا کہ وہ حائضہ تو نہیں یا اس نے طہر میں اس سے ہم بستری تو نہیں کی حالانکہ ان دونوں حالتوں میں طلاق حرام ہے۔ لہٰذا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کچھ نہیں پوچھا بلکہ مطلقاً خلع کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں ہے۔

(ابن تیمیہؒ) خلع فسخ نکاح ہے۔(۳)

(ابن قیمؒ) یقیناً کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے کہ یہ (یعنی خلع) طلاق ہے۔ مزید رقمطراز ہیں کہ ہم بستری کے

(۱) [فتح القدير (٣٦٣/١) تفسير اللباب فى علوم الكتاب (٣٦٨/٦) تفسير الرازى (٧٥/١٠)]

(۲) [موطا (٥٦٤/٢)]

(۳) [الفتاوى (٣١/٣-٣٥)]

بعد طلاق دینے سے تین ایسے احکام لاگو ہوتے ہیں جو سب خلع میں نہیں ہیں۔

(1) طلاق میں مرد رجوع کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

(2) طلاق کا شمار تین تک ہوتا ہے۔اس عدد کے پورا ہونے کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک کہ کوئی دوسرا مرد اس سے شادی کے بعد ہم بستری نہ کرے۔

(3) طلاق کی عدت تین حیض ہے اور بلاشبہ نص اور اجماع کے ساتھ ثابت ہے کہ خلع میں رجوع نہیں ہوتا۔(۱)

(خطابیؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خلع کے طلاق نہ ہونے کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کیا ہے

﴿ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ﴾ [البقرة : ۲۲۹](۲)

(البانیؒ) اسی کو برحق قرار دیتے ہیں۔(۳)

فقہا نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(جمہور، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) خلع طلاق ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام حسن، امام شعبی، امام نخعی، امام عطا، سعید بن مسیب، امام شریح، امام مجاہد، امام مکحول، امام زہری، امام سفیان اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی رحمہم اللہ اجمعین کا بھی یہی موقف ہے۔

(احمدؒ) خلع فسخ نکاح ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام طاؤس، امام اسحاق، امام ابوثور، امام ابن منذر اور امام شافعی رحمہم اللہ اجمعین سے ایک روایت کے مطابق یہی قول مروی ہے۔(٤)

خلع کو طلاق کہنے والوں نے صحیح بخاری میں موجود ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو حکم دیا ﴿ طلقها تطليقة ﴾ "اسے طلاق دے دو۔"(٥)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہاں لفظِ طلاق سے لغوی معنی (یعنی اسے چھوڑ دے) مراد ہے۔اصطلاحی و شرعی معنی مراد نہیں ہے۔

وَعِدَّتُهُ حَيْضَةٌ	اس کی عدت ایک حیض ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ جب ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے خلع لے لیا

(۱) [زاد المعاد (۱۹۷/۵)]

(۲) [معالم السنن (۲۵۵/۳)]

(۳) [التعليقات الرضية على الروضة (۲۷۳/۲)]

(٤) [تفسير اللباب فى علوم الكتاب (١٤٢/٤) الأم (١١٤/٥) بدائع الصنائع (١٥١/٣) نيل الأوطار (٣٤٤/٤) المغنى (٢٥٠/١١)]

(٥) [بخارى (٥٢٧٣)]

﴿فامرها النبی ﷺ أن تعتد بحیضة﴾ ''تو نبی ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک حیض عدت گزارے۔'' (۱)

(2) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ثابت کی بیوی کو ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔(۲)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿عدة المختلعة حیضة﴾ ''خلع یافتہ عورت کی عدت ایک حیض ہے۔'' (۳)

(ابن قیمؒ) انہوں نے ایک حیض عدت کو ثابت کیا ہے۔(٤)

متفرقات

631- خلع کے لیے طلاق کی شرائط

خلع چونکہ طلاق نہیں ہے لہذا اس میں طلاق کی شرائط نہیں لگائی جائیں گی مثلاً یہ کہ عورت حائضہ نہ ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں مرد نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو وغیرہ۔

(ابن قدامہؒ) حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں خاوند نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو خلع لینے میں کوئی گناہ نہیں۔(٥)

632- کیا خلع کے لیے عورت کو والدین سے اجازت لینے کی ضرورت ہے؟

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی) اگر عورت عقلمند اور سمجھدار ہو تو والدین سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر ناسمجھ یا کم عمر یا کم فہم وفراست کی حامل ہو تو والدین یا اپنے بھائی وغیرہ سے اجازت لے لینی چاہیے۔(٦)

633- خلع کے لیے حاکم یا قاضی کی ضرورت نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بادشاہ یا قاضی کے حکم کے بغیر خلع جائز قرار دیا ہے۔(٧)

(ابن قدامہؒ) خلع کے لیے حاکم کی ضرورت نہیں۔

(ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔امام زہریؒ، امام شریحؒ اور امام اسحٰقؒ اسی کے قائل ہیں۔(٨)

---

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۹٤٦) ابو داود (۲۲۲۹) کتاب الطلاق : باب في الخلع' ترمذی (۱۱۸۵)]

(۲) [صحیح : صحیح ترمذی (۹٤٥) ترمذی (۱۱۸۵) ابن ماجة (۲۰۵۸) نسائی (۳٤۹۸)]

(۳) [صحیح موقوف : صحیح ابو داود (۱۹۵۱) کتاب الطلاق : باب فی الخلع' ابو داود (۲۲۳۰)]

(٤) [أعلام الموقعین (۸۸/۲)]

(٥) [المغنی (۲٦۹/۱۰)]

(٦) [فتاوی المرأة المسلمة (۷۸۷/۲)]

(۷) [بخاری (قبل الحدیث/٥۲۷۳) کتاب النکاح : باب الخلع]

(۸) [المغنی (۲٦۷/۱۰)]

باب الإيلاء ❶ — ایلاء کا بیان

هُوَ أَنْ يَحْلِفَ الزَّوْجُ مِنْ جَمِيعِ نِسَائِهِ أَوْ بَعْضِهِنَّ لَا أَقْرَبُهُنَّ فَإِنْ وَقَّتَ بِدُوْنِ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ اِعْتَزَلَ حَتّٰى يَنْقَضِيَ مَا وَقَّتَ بِهِ	ایلاء یہ ہے کہ شوہر اپنی تمام یا کچھ بیویوں کے متعلق قسم اٹھائے کہ وہ ان کے قریب نہیں جائے گا ❷ پس اگر کسی نے چار ماہ سے کم مدت مقرر کی تو وہ علیحدہ ہو جائے حتی کہ مقررہ مدت پوری ہو جائے۔ ❸

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ "إیلا" باب آلٰی یُؤلِي (إفعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی 'قسم کھانا' ہے۔ یہ لفظ أَلِیّه (یاء کی تشدید کے ساتھ) سے مشتق ہے۔ اس کی جمع ألایا بروزنِ خطایا آتی ہے۔ (۱)

❷ **اصطلاحی تعریف:** شوہر قسم اٹھائے کہ وہ اپنی اہلیہ سے چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک ہم بستر نہیں ہوگا۔

(ائمہ اربعہ) انہوں نے اسی معنی کی تعریف مختلف الفاظ میں بیان کی ہے۔ (۲)

❸ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنی بعض بیویوں کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے پھر ایک ماہ گزرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس چلے گئے۔ (۳)

وَإِنْ لَمْ يُوَقِّتْ شَيْئًا أَوْ وَقَّتَ بِأَكْثَرَ مِنْهَا خُيِّرَ بَعْدَ مُضِيِّهَا بَيْنَ أَنْ يَفِيْئَ أَوْ يُطَلِّقَ	اگر اس نے کوئی مدت مقرر نہ کی ہو یا چار ماہ سے زائد مقرر کی ہو تو چار ماہ گزرنے کے بعد اسے رجوع کر لینے یا طلاق دینے کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِّسَاءِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوْا ...... عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة: ۲۲۶-۲۲۷] "جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کریں ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے پھر اگر وہ لوٹ آئیں (یعنی اگر وقت کا تعین نہیں کیا تھا تو قسم کا کفارہ ادا کر کے دوبارہ تعلقات قائم کر لیں) تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کا ہی ارادہ کر لیں (معلوم ہوا کہ از خود طلاق نہیں ہوگی) تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔"

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایلاء کرنے والے کو حاکمِ وقت کے پاس لا کھڑا کیا جائے اور اس وقت تک اسے چھوڑا نہ جائے ﴿حتی يطلق ولا يقع عليه الطلاق حتى يطلق﴾ "حتی کہ وہ طلاق دے دے اور طلاق دیے بغیر اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔" امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو درداء، حضرت عائشہ اور بارہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (٤)

(۱) [لسان الميزان (۱۱۷/۱) الصحاح (۲۲۷/٦)]
(۲) [تبيين الحقائق (۲٦۱/۲) مغني المحتاج (۳٤۳/۳) تحفة المحتاج (۱۸۸/۸)]
(۳) [بخاری (۵۲۰۲) كتاب النكاح: باب هجرة النبى نساءه...... مسلم (۱۰۸۵)]
(٤) [بخاری (۵۲۹۱) كتاب الطلاق: باب حكم المفقود فى أهله وماله]

) حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سے زائد صحابہ کو دیکھا کہ وہ ایلاء کرنے لے کو روک کر پوچھتے تھے (کہ وہ رجوع کرے یا طلاق دے)۔(۱)

) ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ﴿ یوقف المولی ﴾ ''ایلاء کرنے والے کو کھڑا کیا ئے گا۔''(۲)

) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ثابت بن عبید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان کرتے ہیں ۔﴿ الإیلاء لا یکون طلاقا حتی یوقف ﴾ ''ایلاء اس وقت تک طلاق نہیں ہوتا جب تک کہ اس شخص کو ٹھہرایا نہ جائے بنی یہ دریافت نہ کیا جائے کہ تم اس سے رجوع کرو گے یا طلاق دو گے)۔''(۳)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ چار ماہ گزرنے کے بعد از خود طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ یا وہ ؤقِ زوجیت ادا کرے یا طلاق دے۔

مہور، مالک، شافعی، احمد) اسی کے قائل ہیں۔

بوحنیفہ) مجرد مدتِ ایلاء گزرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اسی ہ قائل ہیں۔(٤)

اجح) آیتِ ایلاء اور گذشتہ آثار سے جمہور کا مؤقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

بن قیم) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اسے ترجیح دینے کی دس وجوہ بھی بیان کی ہیں۔(٥)

لبانی) یہی قول ظاہر ہے۔(٦)

متفرقات

634- مدتِ ایلاء کی مقدار

اس میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک ایلاء صرف چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت کی قسم کو کہتے ہیں' اس سے کم مدت میں ء نہیں۔ امام ابن سیرین' امام ابن ابی لیلی' امام قتادہ' امام حسن اور امام نخعی رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایلاء چار

۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۲۰۸٦) ترتیب المسند للشافعی (۲/٤۲) دارقطنی (٤/٦۱)] اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[التعلیق علی سبل السلام للشیخ صبیحی حلاق (٦/۲٤۳)]

۱) [حسن : إرواء الغلیل (۷/۱۷۱)]

۲) [صحیح : إرواء الغلیل (تحت الحدیث ۲۰۸٥) ' (۷/۱۷۲) بیهقی (۷/۳۷٦)]

٤) [نیل الأوطار (٤/۳٥٤) الأم (٥/۲٥٦) الکافی لابن عبدالبر (ص/۲۷۹) المغنی (۱۱/۳۰) تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (٤/۱۰۰)]

٥) [زاد المعاد (٤/۱۲۹-۱۳۱)]

٦) [التعلیقات الرضیة علی الروضة الندیة (۲/۲۸۱)]

ماہ سے کم مدت میں بھی ہو جاتا ہے کیونکہ مقصود عورت کو تکلیف پہنچانا ہے اور وہ اس میں بھی موجود ہے۔ یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ سے ایک ماہ ایلاء کرنا منقول ہے اور اگر چار ماہ سے کم ایلاء نہ ہوتا تو آپ ﷺ سے ایسا واقع نہ ہوتا۔(۱)

635- آزاد اور غلام کی مدتِ ایلاء

راجح بات یہی ہے کہ آزاد اور غلام دونوں کی مدتِ ایلاء چار ماہ ہے جیسا کہ قرآنی آیت ﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ...... ﴾ کا عموم اسی پر شاہد ہے۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) غلام کی مدتِ ایلاء دو ماہ ہے (یاد رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف لونڈی کی مدتِ ایلاء دو ماہ ہے جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک صرف غلام مرد کی مدتِ ایلاء دو ماہ ہے)۔(۲)

636- کیا غصے کی حالت میں ایلاء منعقد ہو جاتا ہے؟

راجح مسلک یہی ہے کہ ہر حال میں ایلاء منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ غصے کے ہونے یا نہ ہونے کی شریعت نے کوئی شرط نہیں لگائی۔ علاوہ ازیں یہ ایک لحاظ سے قسم ہی ہے اور قسم بالاتفاق ہر حال میں اٹھائی جا سکتی ہے۔

(ابن مسعود رضی اللہ عنہ) غصہ ہو یا نہ ہو ہر حال میں ایلاء منعقد ہو جاتا ہے۔

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ) ایلاء صرف غصے کی حالت میں ہوتا ہے۔ (امام لیث، امام شعبی، امام حسن اور امام عطاء رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی موقف رکھتے ہیں)۔(۳)

عورت سے خواہ ہم بستری کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو صحتِ ایلاء میں دونوں برابر ہیں۔(۴)

637- اگر کوئی مدتِ ایلاء کے دوران بیوی سے ہم بستر ہونا چاہے؟

تو قسم کا کفارہ ادا کر کے عورت سے تعلقات قائم کر لے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها فليأت الذى هو خير وليكفر عن يمينه ﴾ ”جو شخص کسی قسم پر حلف اٹھائے۔ پھر اس کے علاوہ کسی اور کام کو اس سے بہتر سمجھے تو وہی کرے جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔“(۵)

---

(۱) [نيل الأوطار (٣٥٤/٤) الروضة الندية (١٣٤/٢)]

(۲) [تفسير اللباب فى علوم الكتاب (١٠١/٤) الروضة الندية (١٣٤/٢) المسوى (١٤١/٢)]

(۳) [تفسير اللباب فى علوم الكتاب (١٠١/٤) تفسير قرطبى (٧٠/٣) تفسير طبرى (٤٥٩/٤)]

(٤) [أيضا]

(٥) [مسلم (٤٢٧١) كتاب الإيمان : باب ندب من حلف يمينا......]

باب الظهار ❶ ظہار کا بیان

وَهُوَ قَوْلُ الزَّوْجِ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ أَوْ ظَاهَرْتُكِ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فَيَجِبُ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا أَنْ يُكَفِّرَ بِعِتْقِ رَقَبَةٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُطْعِمْ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	ظہار یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے کہے 'تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہے' یا کہے 'میں نے تجھ سے ظہار کیا' یا اس معنی کے کوئی اور الفاظ استعمال کرے ❷ تو اس پر لازم ہے کہ اسے چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ (60) مساکین کو کھانا کھلائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ ❸

❶ لفظِ "ظِهَار" باب ظَاهَرَ يُظَاهِرُ (مفاعلة وفعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی "مدد کرنا" ہے۔(۱)
قاموس میں ہے ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے کہے ((أنت علی کظهر أمی)) "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہے۔"(۲)
بلاشبہ باقی تمام اعضاء میں سے پشت کو ہی صرف اس لیے خاص کیا گیا ہے کیونکہ اغلبا یہی جائے سواری ہے اور اسی وجہ سے سواری کو " ظهر " بھی کہتے ہیں اور بیوی کو اس کے ساتھ مشابہت اس لیے دی گئی ہے کیونکہ وہ مرد کی سواری ہے۔(۳)

❷ فی الحقیقت ظہار پشت کو پشت کے ساتھ تشبیہ دینا ہے یعنی حلال پشت کو حرام پشت کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کے حکم کا موجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہا نے اجماع کیا ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے" وہ ظہار کرنے والا ہے۔

638- ظہار کے الفاظ

یہ الفاظ دو طرح کے ہو سکتے ہیں:

① صریح: مثلا ((أنت علی کظهر أمی)) یا کہے ((فرجك علی کظهر أمی)) یا کہے ((بطنك علی کظهر أمی)) وغیرہ۔ ایسے تمام الفاظ سے بالاتفاق ظہار ہو جائے گا۔ البتہ اس مسئلے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے کہ اگر ماں کے علاوہ دیگر محرمات مثلاً بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دے تو کیا ظہار ہو جائے گا؟
(ابو حنیفہؒ، اوزاعیؒ) دیگر محارم کو بھی ماں پر قیاس کیا جائے گا (یعنی ان کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی ظہار ہو جائے گا۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے)۔

(۱) [المنجد (ص/۵۳۰)]
[القاموس المحيط (ص/۳۹۲)]
(۳) [تحفة الأحوذی (٤٦٢/٤) فتح الباری (٥٤٢/١٠)]

(جمہور) ظہار صرف ماں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ قرآن میں "أمهات" کا ہی ذکر ہے۔(۱)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔(۲)

② کنایہ: مثلاً انسان اپنی بیوی سے کہے ((أنت علی مثل أمی)) "تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔" اس میں دونوں احتمال ہیں یعنی معزز ہونے میں بھی ماں کی طرح ہو سکتی ہے اور حرام ہونے میں بھی۔ اس کا حکم نیت کے ساتھ ملحق ہے اگر یہ الفاظ کہنے والوں کی نیت ظہار کی ہوگی تو ظہار ہو جائے گا بصورت دیگر نہیں ہوگا۔(۳)

❸ (1) امام شوکانیؒ نے متن میں جو ترتیب ظہار کے کفارے کے لیے بیان کی ہے وہ درست نہیں کیونکہ قرآن میں غلام آزاد کرنے کے ذکر کے بعد روزے رکھنے کا حکم ہے پھر مساکین کو کھلانے کا حکم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاءِ هِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ...... ﴾ [المجادلة: ۳-۴] "جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کر لیں تو ان کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو چھونے (یعنی ہم بستری) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے.......... ہاں جو شخص (اس کی طاقت) نہ پائے اس کے ذمہ دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں.......... اور جس شخص کو یہ طاقت بھی نہ ہو اس پر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے......"

(2) حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی یہی کفارہ اسی قرآنی ترتیب سے نبی ﷺ نے بیان کیا ہے۔(۴)

639- کفارے میں ترتیب کا حکم

کفارہ دیتے ہوئے مذکورہ ترتیب کو ملحوظ رکھنا واجب ہے جیسا کہ یہ بات قرآن کی اس آیت سے ہی واضح ہے کہ ﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ .... فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ ﴾ "یعنی اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں تب دو ماہ کے روزے رکھے گا' ایسا نہیں ہے کہ اس کی طاقت کے باوجود روزے رکھ لے یا مساکین کو کھانا کھلا دے۔(۵)

640- کیا کفارے میں غلام کا مومن ہونا ضروری ہے؟

(ابوحنیفہؒ) کافر غلام بھی کفایت کر جائے گا کیونکہ قرآن میں مطلقاً ﴿ رقبة ﴾ "کوئی گردن" کا حکم ہے۔

(شافعیؒ) غلام کا مومن ہونا ضروری ہے رقبہ کو قتل کے کفارے ﴿ رقبة مومنة ﴾ کے ساتھ مقید کیا جائے گا۔(۶)

(راجح) غلام کا مومن ہونا ضروری نہیں۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں بحث اصولی

---

(۱) [نيل الأوطار (۳۵۶/٤) فتح البارى (۵٤۲/۱۰) تفسير اللباب فى علوم الكتاب (۵۱۹/۱۸) تفسير قرطبى (۱۷۷/۱۷-۱۷۸)]

(۲) [السيل الجرار (٤۱۵/۲)]

(۳) [السيل الجرار (٤۱۷/۲)]

(٤) [حسن: صحيح ابو داود (۱۹۳۳) كتاب الطلاق: باب فى الظهار' ابو داود (۲۲۱۳)]

(۵) [تفسير قرطبى (۱۸۵/۱۷)]

(٦) [بدائع الصنائع (۲۳۵/۳) الأم (۲۸۰/۵) المغنى (۸۱/۱۱) نيل الأوطار (۳۵۷/٤)]

ہے۔یعنی کفارۂ ظہار میں مطلقاً غلام آزاد کرنے کا حکم ہے اور کفارۂ قتل میں مومن غلام آزاد کرنے کا حکم ہے۔اب جو لوگ مطلق ومقید کرتے ہیں ان کے نزدیک حکم ایک ہونے کے ساتھ سبب ایک ہونا مطلق کو مقید پر محمول کرنے کے لیے شرط نہیں جیسا کہ م شافعیؒ اسی کے قائل ہیں۔لیکن راجح بات یہ ہے کہ اس کے لیے دونوں حکموں کا سبب ایک ہونا بھی شرط ہے لہٰذا چونکہ یہاں ام آزاد کرنے کا سبب ظہار ہے اور وہاں غلام آزاد کرنے کا سبب قتل ہے تو افتراق السبب کی وجہ سے مطلق کو مقید پر محمول نہیں یا جائے گا تو ثابت ہوا کہ کوئی بھی غلام آزاد کر دیا جائے تو کفایت کر جائے گا۔(۱)

641- روزوں کا تسلسل برقرار رہے

جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ﴾ ''پے در پے بلا ناغہ دو ماہ کے روزے رکھے۔''یعنی اگر رمیان میں بغیر کسی شرعی عذر (بیماری یا سفر وغیرہ) کے روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے پورے دو ماہ کے روزے دوبارہ رکھنے ڑیں گے۔

شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

ابوحنیفہؒ) بیماری کی وجہ سے بھی اگر روزہ چھوڑا تو نئے سرے سے روزے رکھے گا۔(۲)

راجح) پہلا موقف انشاء اللہ راجح ہے۔

642- کفارے کی ادائیگی سے پہلے ہم بستری

جائز نہیں کیونکہ قرآن میں ہے کہ ﴿ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ﴾ ''ایک دوسرے کو چھونے (یعنی ہم ستری) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے۔''اسی طرح روزوں کے متعلق فرمایا ﴿ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ نْ يَتَمَاسَّا ﴾ ''ایک دوسرے کو چھونے (یعنی جماع) سے پہلے لگا تار دو ماہ کے روزے رکھنا لازم ہے۔''البتہ مساکین کو کھلانے سے پہلے یہ قید نہیں لہٰذا اگر روزوں کی تکمیل سے پہلے ہم بستری کر لی تو نئے سرے سے مکمل روزے رکھے گا اور اگر ساٹھ مساکین کو مکمل کرنے سے پہلے ہم بستری کر لی تو دوبارہ پہلے مسکین سے کھلانا شروع نہیں کرے گا۔

643- ہر مسکین کو کتنا کھانا کھلایا جائے؟

(ابن عبدالبرؒ) افضل یہ ہے کہ (ہر مسکین کو) دو مد کھانا کھلایا جائے۔(۳)

(ابوحنیفہؒ) ہر مسکین کو ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) کھجور یا مکئی یا جو یا منقی کھلانا' یا نصف صاع گندم کھلانا واجب ہے۔

(شافعیؒ) ہر مسکین کے لیے ایک مد دینا واجب ہے۔(٤)

---

(۱) [الوجيز (ص/٢٨٦) لطائف الإشارات (ص/٣٢-٣٣) إرشاد الفحول (ص/١٤٥ ـ ١٤٦)]

(۲) [تفسير قرطبي (١٨٤/١٧)]

(۳) [الاستذكار لابن عبدالبر (١٠٤/١٠)]

(٤) [نيل الأوطار (٣٥٨/٤) الأم (٢٨٤/٥) المغني (٩٤/١١)]

(راجح) قرآن کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسکین کو اتنا کھانا کھلا دیا جائے جس سے وہ شکم سیر ہو جائے۔(واللہ اعلم)

○ تمام مساکین کو اکٹھا کھانا کھلانا بھی ضروری نہیں بلکہ وقفے وقفے سے بھی کھلایا جا سکتا ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ) ساٹھ مساکین سے کم کو کھانا کھلا دینا کفایت نہیں کرے گا۔

(ابوحنیفہؒ) اگر ایک ہی مسکین کو روزانہ نصف صاع کھلا دے حتی کہ عدد مکمل کر دے تو کفایت کر جائے گا۔

(احمدؒ) اگر اس شخص کو صرف ایک مسکین ملے اور وہ اسے ساٹھ دنوں کی تعداد کے برابر کھانا کھلا دے تو درست ہے۔(۱)

وَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يُعِينَهُ مِنْ صَدَقَاتِ الْمُسْلِمِينَ إِذَا كَانَ فَقِيرًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الصَّوْمِ وَلَهُ أَنْ يُصْرِفَ مِنْهَا لِنَفْسِهِ وَعِيَالِهِ وَإِذَا كَانَ الظِّهَارُ مُؤَقَّتًا فَلَا يَرْفَعُهُ إِلَّا انْقِضَاءُ الْوَقْتِ	حاکم کے لیے جائز ہے کہ بیت المال سے اس کی اعانت کر دے اگر وہ فقیر ہو اور روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اس شخص کے لیے درست ہے کہ وہ اعانت کے مال کو اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر صرف کرے ❶ اور اگر ظہار مقررہ مدت تک ہو تو وہ صرف مدت کے ختم ہونے پر ہی ختم ہو جائے گا۔ ❷

❶ نبی ﷺ نے حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ کو ان کے بھوک و افلاس کی التجا کرنے پر انہیں صدقے کی کھجوریں دینے کا حکم دیا اور انہیں کہا ﴿فأطعم ستين مسكينا و كل أنت وعيالك بقيتها﴾ ''ساٹھ مساکین کو کھلا دو اور اس سے جو باقی بچ جائیں خود بھی کھاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلاؤ۔'' (۲)

❷ ظہار کی مدت مقرر ہو یا نہ ہو ہر صورت میں کفارہ واجب ہے کیونکہ کتاب و سنت میں مطلقاً کفارۂ ظہار کا حکم دیا گیا ہے اور ایسی کوئی تقسیم کہیں موجود نہیں۔

وَإِذَا وَطِئَ قَبْلَ انْقِضَاءِ الْوَقْتِ أَوْ قَبْلَ التَّكْفِيرِ كَفَّ حَتَّى يُكَفِّرَ فِي الْمُطْلَقِ أَوْ يَنْقَضِيَ وَقْتُ الْمُؤَقَّتِ	اگر وہ شخص وقت گزرنے یا کفارہ دینے سے پہلے ہم بستری کر لے تو اس کے بعد وہ رک جائے حتی کہ کفارہ ادا کرے یا مقررہ مدت گزر جائے۔ ❶

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر اس سے ہم بستر ہو گیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ﴿إني وقعت عليها قبل أن أكفر﴾ ''میں نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فلا تقربها حتى تفعل ما أمرك الله﴾ ''اب اس وقت تک اس

(۱) [الحاوی للماوردی (۵۱۳/۱۰) المبسوط (۱۷/۷) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (۲۳۰/۹) تفسير اللباب فی علوم الكتاب (۵۲۸/۱۸)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۱۹۳۳) کتاب الطلاق : باب فی الظهار، ابو داود (۲۲۱۳) ترمذی (۳۲۹۹) دارمی (۱۶۳/۲)]

کے پاس نہ جانا جب تک کہ اللہ کے حکم پر عمل نہ کر لو۔" (۱)

معلوم ہوا کہ کفارے کی ادائیگی سے پہلے عورت سے مباشرت جائز نہیں اور اس پر اتفاق ہے لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی کفارے کی ادائیگی سے پہلے مباشرت کر لے تو ایک ہی کفارہ ادا کرے گا یا دگنا۔ بعض علما کہتے ہیں کہ اس پر دو کفارے ادا کرنا لازم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین کفارے ادا کرے گا۔ بعض کے نزدیک ہم بستری سے کفارہ ہی ساقط ہو جائے گا اور بعض مطلقا ایک ہی کفارے کو واجب کہتے ہیں۔

(جمہور، ائمہ اربعہ) ایسے شخص پر صرف ایک کفارہ ہی واجب ہے۔ (۲)

(راجح) جمہور کا قول راجح ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں نبی ﷺ نے اس شخص کو دو یا تین کفاروں کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی یہ کہا کہ اب کفارہ ساقط ہو گیا ہے بلکہ حکم دیا کہ کفارے کی ادائیگی سے پہلے عورت کے قریب مت جانا۔ علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے ایسے ظہار کرنے والے شخص کے متعلق فرمایا جو کفارے کی ادائیگی سے پہلے ہم بستری کر لیتا ہے ﴿كفارة واحدة﴾ "وہ ایک ہی کفارہ ادا کرے گا۔" (۳)

○ واضح رہے کہ گذشتہ تمام مسائل میں غلام اور آزاد کے درمیان کوئی فرق نہیں کیونکہ شریعت نے ان میں کوئی فرق نہیں کیا۔

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۴۳) کتاب الطلاق : باب فی الظهار' ابو داود (۲۲۲۳) ترمذی (۱۱۹۹) بیهقی (۳۸۶/۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۳۵۹/٤) تحفة الأحوذی (٤۲۷/٤) مرقاة المفاتیح (٤۵۰/٦) الفقه الإسلامی وأدلته (٦۰۵/۷-٦۰۷)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٦۷۹) کتاب الطلاق : باب المظاهر یجامع قبل أن یکفر' ابن ماجة (۲۰٦٤) ترمذی (۱۱۹۸)]

باب اللعان ❶ لعان کا بیان

إِذَا رَمَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالزِّنَا وَلَمْ تُقِرَّ بِذٰلِکَ وَلَا رَجَعَ عَنْ رَمْيِهِ	جب آدمی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے ❷ اور وہ عورت اس کا اقرار نہ کرے اور نہ ہی شوہر اپنی تہمت سے رجوع کرے۔ ❸

❶ لغوی اعتبار سے لعان باب لَاعَنَ يُلَاعِنُ (مفاعلة ' فعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''ایک دوسرے پر لعنت کرنا'' ہے۔(۱)

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ لعان لعن سے مشتق ہے کیونکہ لعنت کرنے والا مرد پانچویں شہادت میں کہتا ہے کہ ''اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔'' (لعان) نام رکھنے کے لیے غضب کے علاوہ لفظِ لعن کو اس لیے اختیار کیا گیا ہے کیونکہ یہ مرد کا قول ہے اور آیت میں اس سے ابتدا کی گئی ہے اور وہ مرد بھی اس کے ساتھ ابتدا کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی جگانا اور دور کرنا ہے۔(۲)

لعان کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور اس کے پاس گواہ موجود نہیں جبکہ اس کی بیوی اس سے انکار کرتی ہے تو پھر یہ شخص عدالت یا حاکم وقت کے سامنے چار مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر گواہی دیتا ہے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر اس کے جواب میں بیوی چار مرتبہ قسم اٹھا کے شہادت دیتی ہے کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہتی ہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ تب وہ حدِ زنا سے بچ جاتی ہے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے جدائی ڈال دی جاتی ہے۔ اس عمل کو لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں جھوٹا ہونے کی صورت میں خود کو لعنت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔

(شوکانیؒ) رقمطراز ہیں کہ لعان کی مشروعیت پر اجماع ہے۔(۳)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ ...... مِنَ الصَّادِقِينَ ﴾ [النور : ٦-٩] ''جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز ان کی ذات کے نہ ہو تو ان میں سے کسی ایک کی شہادت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کے کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔''

(2) حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ سے آکر اپنی بیوی کی بابت بیان کیا تو نبی ﷺ نے ان کے درمیان لعان

(۱) [المنجد (ص/٦٩٥)]
(۲) [فتح الباري (١٠/٥٥١)]
(۳) [نيل الأوطار (٤/٣٦٦)]

کرایا اور پھر تفریق کرادی۔(۱)

(3) حضرت ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی لیکن ابھی آیاتِ لعان نازل نہیں ہوئی تھیں...... پھر جب آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان لعان کرادیا۔(۲)

❸ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے میاں بیوی سے تین مرتبہ کہا ﴿الله يعلم أن أحدكما كاذب فهل منكما تائب؟﴾ "اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے وہ رجوع کرے گا؟"۔(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ "وہ پانچویں قسم کے وقت قسم کھانے والے کے منہ پر ہاتھ رکھ دے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إنها موجبة﴾ "یہ پانچویں قسم ہلاکت و بربادی کی موجب ہے۔"(٤)

جب مرد اپنے آپ کو جھوٹا ہونے پر لعنت کا مستحق اور عورت خود کو جھوٹی ہونے پر غضب الٰہی کا مستحق قرار دیتی ہے تو ان دونوں کے اپنی اپنی بات پر مصر ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

لَاعَنَهَا فَيَشْهَدُ الرَّجُلُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ثُمَّ تَشْهَدُ الْمَرْأَةُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ، وَإِذَا كَانَتْ حَامِلًا أَوْ كَانَتْ قَدْ وَضَعَتْ أُدْخِلَ نَفْيُ الْوَلَدِ فِيْ أَيْمَانِهِ، وَيُفَرِّقُ الْحَاكِمُ بَيْنَهُمَا وَتَحْرُمُ عَلَيْهِ أَبَدًا	تو وہ مرد اس سے لعان کرے گا لہٰذا مرد اللہ کے نام سے چار شہادتیں دے گا کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے پھر عورت اللہ کے نام کے ساتھ چار شہادتیں دے گی کہ اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ سچا ہے۔ اگر وہ عورت حاملہ ہو یا بچہ پیدا کر چکی ہو تو بچے کے انکار کو بھی شوہر کی قسموں میں شامل کیا جائے گا۔ ❶ پھر حاکم ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ ❷

❶ جیسا کہ گذشتہ آیات' حدیثِ عویمر عجلانی اور حدیثِ ہلال بن اُمیہ اس کا واضح ثبوت ہے۔

❷ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے میاں بیوی سے کہا "تمہارا حساب اللہ

(۱) [بخاری (۵۲۵۹) کتاب الطلاق : باب من أجاز طلاق الثلاث ' مسلم (۱٤۹۲) موطا (۵٦٦/۲) أحمد (۳۳٦/۵)]

(۲) [بخاری (٤۷٤۷) کتاب التفسیر : باب قوله : ویدرأ عنها العذاب...... ' ابو داود (۲۲۵٤) ترمذی (۳۱۷۹) ابن ماجة (۲۰٦۷) إرواء الغلیل (۲۰۹۸)]

(۳) [بخاری (۵۳۱۱ ' ۵۳۱۲) کتاب الطلاق : باب صداق الملاعنة ' مسلم (۱٤۹۳) ابو داود (۲۲۵۷) نسائی (۱۷۷/٦) موطا (۵٦۷/۲)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹۷۵) کتاب الطلاق : باب فی اللعان ' ابو داود (۲۲۵۵)]

تعالیٰ کے ذمہ ہے' تم میں سے ایک جھوٹا ہے ﴿ لا سبیل لك علیها ﴾ "اب تمہیں تمہاری بیوی پر کوئی اختیار نہیں۔" (۱)

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ "اس لعان کے بعد دو لعان کرنے والوں کے متعلق یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ ﴿ أن یفرق بینهما ثم لا یجتمعان أبدا ﴾ "کہ ان کے درمیان جدائی ڈال دی جاتی اور پھر کبھی وہ اکٹھے نہ ہو سکتے۔" (۲)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی۔ (۳)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ المتلاعنان یفرق بینهما و لا یجتمعان أبدا ﴾ "دو لعان کرنے والوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی اور وہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔" (٤)

(5) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیں۔ (٥)

انہوں نے اپنی بیوی کو لعان کے بعد تین طلاقیں اس لیے دیں کیونکہ انہیں علم نہیں تھا کہ لعان بذات خود ہمیشہ کی جدائی کا موجب ہے لہٰذا انہوں نے اپنی بیوی کو بذریعہ طلاق ہی اپنے لیے حرام کر دینا چاہا۔

وَيُلْحَقُ الْوَلَدُ بِأُمِّهِ فَقَطْ وَمَنْ رَمَاهَا بِهِ فَهُوَ قَاذِفٌ	اور بچہ صرف ماں کے حوالے کر دیا جائے گا اور جس نے اسے اس بچے کی وجہ سے تہمت لگائی وہ تہمت کی حد کا مستحق ہو گا۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرا دیا تھا پھر اس آدمی نے اپنی بیوی کے لڑکے کا انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی اور ﴿ ألحق الولد بالمرأة ﴾ "لڑکا عورت کو دے دیا۔" (٦)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے بچے کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ ﴿ أنه یرث أمه و ترثه أمه و من رماها به جلد ثمانین ﴾ "وہ اپنی ماں کا وارث ہو گا اور اس کی ماں اس کی وارث ہو گی اور جس نے اس بچے کی وجہ سے تہمت لگائی اسے اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے۔" (۷)

---

(۱) [بخاری (۵۳۱۲) کتاب الطلاق : باب قول الامام للمتلاعنین إن أحدکما کاذب ......' مسلم (۱٤۹۳) ابو داود (۲۲۵۷) نسائی (۱۷۷/٦) حمیدی (٦۷۱)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹٦۹) کتاب الطلاق : باب فی اللعان' ابو داود (۲۲۵۰)]

(۳) [بخاری (۵۳۱۳' ۵۳۱٤)]

(٤) [صحیح : إرواء الغلیل (تحت الحدیث/ ۲۱۰۳)' (۱۸۸/۷) بیهقی (٤۱۰/۷)]

(٥) [بخاری (۵۲۵۹) مسلم (۱٤۹۲)]

(٦) [بخاری (۵۳۱۵) کتاب الطلاق : باب یلحق الولد بالملاعنة' ابو داود (۲۲۵۹)]

(۷) [أحمد (۲۱٦/۲) الفتح الربانی (۲۸۰)]

اس کے علاوہ وہ تمام دلائل بھی اس کے مؤید ہیں جو حدِ قذف کو واجب کرنے والے ہیں اور جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچہ صرف صاحبِ فراش (یعنی بستر والے) کے لیے ہے۔

متفرقات

644- لعان میں مرد سے ابتدا......

یہی طریقہ مشروع ہے جیسا کہ قرآن میں یہی ترتیب موجود ہے اور پھر ایک حدیث میں بھی ہے کہ ﴿ فبدأ بالرجل ﴾ ''آپ ﷺ نے آدمی سے ابتدا کی۔'' (۱)

(شافعیؒ) انہوں نے اس ترتیب کو واجب کہا ہے۔

(ابوحنیفہؒ) ان کے نزدیک اگر عورت سے بھی لعان شروع کرایا جائے تب بھی درست ہے۔ (۲)

645- کیا لعان طلاق ہے؟

اس مسئلے میں فقہا نے اگرچہ اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ لعان فسخ ہے طلاق نہیں کیونکہ اس کے بعد عورت مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے جبکہ طلاق میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں فوراً دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جاتی ہے جبکہ طلاق میں ایسا نہیں کیا جاتا۔ اور اس میں لعان کے بعد مرد پر عورت کا نفقہ وخرچہ اور رہائش لازم نہیں رہتی جبکہ طلاق رجعی کے بعد یہ لازم ہوتا ہے۔

(جمہور) لعان فسخِ نکاح ہے۔

(ابوحنیفہؒ) لعان طلاق ہے۔ (۳)

646- شوہر کو حدِ قذف

اگر شوہر تہمت کے بعد گواہ نہیں لاتا تو اس پر حد واجب ہو گی لیکن اگر لعان کر لیتا ہے تو حد ساقط ہو جائے گی جیسا کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ البينة وإلا حد في ظهرك ﴾ ''گواہ لاؤ ورنہ حد لگے گی۔'' لیکن پھر جب آیاتِ لعان نازل ہوئیں اور اس نے لعان کر لیا تو نبی ﷺ نے اس سے حد ساقط کر دی۔ (٤)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) اگر شوہر اپنی بیوی کو تہمت لگائے تو اس پر صرف لعان ہی لازم ہے۔ (٥)

---

(۱) [أحمد (۱۹/۲) بخاری (۵۳۰۷) کتاب الطلاق : باب یبدأ الرجل بالتلاعن]

(۲) [نیل الأوطار (۳٦۷/٤)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۷۰/٤)]

(٤) [بخاری (٤۷٤۷) ابو داود (۲۲۵٦) أحمد (۲۳۸/۱)]

(٥) [الحاوی للماوردی (۱۱/۱۱) المبسوط (۳۹/۷) نیل الأوطار (۳۷۱/٤)]

(راجح) جمہور کا قول راجح ہے۔(۱)

647- کیا لعان کے بعد از خود علیحدگی ہو جائے گی؟

یا صرف حاکم کے جدائی ڈالنے پر ہی علیحدگی ہو گی؟

(احناف) اُس وقت تک جدائی نہیں ہو گی جب تک کہ حاکم انہیں جدا نہ کر دے (جیسا کہ نبی ﷺ نے جدائی کرائی)۔

(مالکؒ) جب دونوں لعان سے فارغ ہوں گے تو از خود علیحدگی ہو جائے گی خواہ حاکم تفریق نہ بھی کرائے کیونکہ وہ عورت اب شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو چکی ہے لہٰذا اگر وہ اکٹھے رہنا بھی چاہیں تو نہیں رہ سکتے۔

(شافعیؒ) جب شوہر شہادت مکمل کر لے تو اسی وقت عورت مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔(۲)

(راجح) امام مالکؒ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

648- مسجد میں لعان

مسجد میں لعان کرانا درست ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے ﴿ فتلاعنا فی المسجد ﴾ ''ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔''(۳)

649- لعان کا حکم صرف شادی شدہ عورتوں کے لیے ہے

کیونکہ غیر شادی شدہ کا اس میں کوئی دخل ہی نہیں۔(٤)

650- بچوں کا رنگ مختلف ہونے کی وجہ سے بیوی پر تہمتِ زنا

ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ عہد رسالت میں ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے ہاں تو کالا کلوٹا بچہ پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ''جی ہاں''۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ''ان کے رنگ کیسے ہیں؟'' اس نے کہا ''سرخ رنگ کے ہیں۔'' آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ''ان میں سیاہی مائل سفید اونٹ بھی ہے؟ اس نے کہا ''جی ہاں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ کہاں سے آ گیا۔'' اس نے کہا ''کوئی رگ اسے کھینچ لائی ہو گی (یعنی اپنی نسل کے کسی بہت پہلے کے اونٹ پر پڑا ہو گا)۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر اسے (تمہارے بچے) کو بھی کوئی رگ کھینچ لائی ہو گی۔''(٥)

---

(۱) [اللباب فی علوم الکتاب " تفسیر القرآن " (۳۰۳/۱٤)]

(۲) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳۰٦/۱٤)]

(۳) [بخاری (۵۳۰۹) کتاب الطلاق : باب التلاعن فی المسجد]

(٤) [تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳۰٤/۱٤)]

(٥) [بخاری (۵۳۰۵) کتاب الطلاق : باب إذا عرض بنفی الولد]

باب العدة ❶ عدت کا بیان

پہلی فصل

عدت کی اقسام

هِيَ لِلطَّلَاقِ مِنَ الْحَامِلِ بِالْوَضْعِ وَمِنَ الْحَائِضِ بِثَلَاثِ حَيْضٍ	طلاق کی وجہ سے حاملہ کی عدت وضع حمل ہے ❶ اور حائضہ کی تین حیض ہے۔ ❷

❶ لفظ عـدة کی جمع "عِدَد" مستعمل ہے۔ یہ لغت میں "شمار کرنے" کو کہتے ہیں جو کہ عدد سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ حیضوں یا مہینوں کے عدد پر مشتمل ہوتی ہے۔ (۱)

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ "عدت ایسی مدت ہے جسے عورت شادی کی وجہ سے اپنے شوہر کی وفات پر' یا اس کے چھوڑ دینے پر' ولادت (وضع حمل) کے ساتھ یا حیضوں کے ساتھ یا مہینوں کے ساتھ گزارتی ہے۔ (۲)

عدت کا حکم: کتاب وسنت اور اجماع کے ساتھ عدت عورت پر واجب ہے۔ (۳)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٤] "حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ (٤)

❸ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴾ [البقرة : ٢٢٨] "مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔"

آیت میں موجود لفظِ قروء سے مراد حیض ہے جیسا کہ حدیث میں یہ لفظ حیض کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مستحاضہ عورت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ﴿ أن تدع الصلاة أيام أقرائها ﴾ "کہ وہ اپنے حیض کے دنوں میں نماز چھوڑ دے۔" (٥)

(١) [الفقه الإسلامي وأدلته (٧١٦٥/٩)]

(٢) [فتح الباري (٥٨٩/١٠)]

(٣) [الفقه الإسلامي وأدلته (٦١٦٧/٩) المغني (٤٤٨/٧)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٦٤٦) كتاب الطلاق : باب المطلقة الحامل إذا وضعت ذا بطنها بانت ' ابن ماجة (٢٠٢٦) إرواء الغليل (٢١١٧)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (٢١١٨) ابو داود (٢٩٧ ' ٢٨١ ' ٢٨٥) كتاب الطهارة : باب في المرأة تستحاض...... ' أبو عوانة (٣٢٢/١) ترمذي (١٢٦) ابن ماجة (٦٢٥)]

فی الحقیقت لفظِ قرء طہر اور حیض دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن یہاں صحیح دلائل کی وجہ سے ایک معنی (یعنی حیض) متعین ہو چکا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث اس پر شاہد ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے بریرہ کے لیے فرمایا ﴿أن تعتد بثلاث حیض﴾ ''کہ وہ تین حیض عدت گزارے۔''(۱)

(ابن قیمؒ) لفظِ قرء شارع علیہ السلام کے کلام میں صرف حیض کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔(۲)

البتہ فقہا نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

(احناف) قرء سے مراد حیض ہے۔

(شافعیؒ، مالکؒ) قرء سے مراد طہر ہے۔(۳)

وَمِنْ غَيْرِهِمَا بِثَلَاثِ أَشْهُرٍ	ان دونوں کے علاوہ کی عدت ❶ تین ماہ ہے۔❷

❶ یعنی حاملہ اور حائضہ کے علاوہ بچی جسے حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا یا ایسی عمر رسیدہ عورت جسے حیض آنے کے بعد بڑھاپے کی وجہ سے حیض منقطع ہو چکا ہے وغیرہ۔

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ﴾ [الطلاق : ٤] ''تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔''

○ جس عورت کو کسی مرض کی وجہ سے حیض آ رہا ہو تو اس کی عدت کے متعلق اختلاف تو ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ وہ تین ماہ عدت گزارے کیونکہ وہ ایسی عورتوں میں شامل ہے جنہیں حیض نہیں آ رہا یعنی ﴿ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ﴾

وَلِلْوَفَاةِ بِأَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرٍ وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا فَبِالْوَضْعِ	بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے ❶ اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔❷

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ [البقرة : ٢٣٤] ''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں۔''

واضح رہے کہ یہ اس وقت ہے جب بیوہ عورت حاملہ نہ ہو۔

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٦٩٠) كتاب الطلاق : باب خيار الأمة إذا أعتقت، إرواء الغليل (٢١٢٠) صحيح ابو داود (١٩٣٧) ابن ماجة (٢٠٧٧)]

(۲) [زاد المعاد (٦٠٩/٥)]

(۳) [المبسوط (١٣/٦) المغني (١٩٩/١١) الأم (٢٠٩/٥) نيل الأوطار (٣٩٢/٤)]

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٤] ''حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔''

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سبیعہ اسلمیہ کے شوہر (سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ) شہید کر دیے گئے تو وہ اس وقت حاملہ تھیں ﴿ فوضعت بعد موته أربعين ليلة فخطبت ﴾ ''شوہر کی وفات کے چالیس روز بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام پہنچا۔'' ﴿ فأنكحها رسول الله ﴾ ''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کرا دیا۔'' (١)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا گیا جس کا شوہر انتقال کر جائے اور وہ حاملہ ہو تو انہوں نے کہا ''تم لوگ اس (یعنی حاملہ) پر سختی کے متعلق کیوں سوچتے ہو اور اسے رخصت نہیں دیتے (یعنی اسے لمبی عدت کا حکم دیتے ہو) حالانکہ چھوٹی سورۂ نساء (یعنی سورۂ طلاق) لمبی سورۂ نساء کے بعد نازل ہوئی ہے (یعنی یہ حکم بعد میں آیا ہے کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے لہٰذا اسی پر عمل کرو)۔'' (٢)

(4) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیوی کو پیغام نکاح دینے کا حکم دیا جس نے طلاق کے چند لمحات بعد ہی بچہ جن دیا تھا۔ (٣)

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ ایسی عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(علی رضی اللہ عنہ) ایسی عورت کی عدت أبعد الأجلين ہے (یعنی دونوں میں سے بعد والی) اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ایسی عورت کو چار ماہ دس دن سے پہلے وضع حمل ہو جائے تو وہ چار ماہ دس دن پورے کرے گی اور اگر چار ماہ دس دن ہو جائیں لیکن وضع حمل نہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ یہ مؤقف اختیار کرنے کا سبب یہ ہے کہ دونوں آیات پر عمل ہو جائے حالانکہ گذشتہ تمام دلائل اس مؤقف کے خلاف ہیں لہٰذا جمہور کا مؤقف ہی راجح ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا)۔ (٤)

(ابن قیمؒ) سلف کے درمیان پہلے تو متوفی عنھا زوجھا (کی عدت) کے متعلق اختلاف تھا...... لیکن بعد میں اتفاق ہو گیا کہ اس کی عدت وضع حمل ہی ہے۔ (٥)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں حتی کہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر وفات کے فوراً بعد وضع حمل ہو جائے تو عورت اگر چاہے تو اسی

---

(١) [بخاری (٤٩٠٩) کتاب التفسیر: باب : وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن ' مسلم (١٤٨٥) ترمذی (١١٩٤) مؤطا (٥٩٠/٢) نسائی (١٩١/٦) أحمد (٤٣٢/٦)]

(٢) [بخاری (٤٥٣٢) کتاب التفسیر : باب قوله : والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا......]

(٣) [صحیح : إرواء الغليل (٢١١٧) ابن ماجة (٢٠٢٦)]

(٤) [نیل الأوطار (٣٨٨/٤)]

(٥) [أعلام الموقعين (٨٦/٢)]

وقت نکاح کر سکتی ہے۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) فرماتے ہیں کہ یہی بات برحق ہے۔(۲)

(ترمذیؒ) انہوں نے جمہور کے قول کو ہی زیادہ درست قرار دیا ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٤)

○ واضح رہے کہ یہ عدت وفات کی وجہ سے لازم ہوتی ہے قطع نظر اس بات سے کہ اس عورت سے ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔صرف وفات سے ہی عدت واجب ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسی عورت کے متعلق ''کہ جس کا خاوند اس سے ہم بستری سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا'' یہی فیصلہ کیا تھا کہ ﴿ وعليها العدة ﴾ ''اس پر عدت ہے۔'' پھر ایک صحابی نے اٹھ کر یہ تصدیق کر دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔(٥)

وَلَا عِدَّةَ عَلٰی غَیْرِ مَدْخُولَةٍ وَالْاَمَةُ کَالْحُرَّةِ	جس عورت سے ہم بستری نہیں ہوئی (طلاق کی صورت میں) اس پر کوئی عدت نہیں ❶ اور لونڈی بھی (عدت میں) آزاد کی طرح ہے۔❷

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾ [الأحزاب : ٤٩] ''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں چھونے (یعنی مباشرت) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت نہیں جسے تم شمار کرو۔''

❷ کیونکہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ان دونوں کی عدت میں کوئی فرق ثابت نہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ طلاق الأمة تطليقتان وعدتها حيضتان ﴾ ''لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہے اور اس کی عدت دو حیض ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔(٦)

یہ اور اس معنی کی کوئی بھی حدیث مرفوعاً صحیح ثابت نہیں لہٰذا دلائل کے عموم میں آزاد اور لونڈی دونوں یکساں طور پر شامل ہیں۔

---

(۱) [المحلی بالآثار (٤١/١٠)]

(۲) [تحفة الأحوذی (٤٢٠/٤)]

(۳) [ترمذی (بعدالحدیث/ ۱۱۹۳) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جآء فی الحامل المتوفی عنها زوجها تصنع]

(٤) [الروضة الندية (١٤٥/٢)]

(٥) [**صحيح** : إرواء الغليل (١٩٣٩) ابو داود (٢١١٥) ترمذی (١١٤٥) ابن ماجة (١٨٩١) نسائی (١٢١/٦)]

(٦) [**ضعيف** : إرواء الغليل (٢٠٦٦) ضعيف ابن ماجة (٤٥١) ابن ماجة (٢٠٧٩) دارقطنی (٣٨/٤) بیهقی (٣٦٩/٧)] حافظ بوصیریؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔[مصباح الزجاجة (١٣٩/٢)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔[المجروحين (١٧١/٢) الجرح والتعديل (٣٨٢/٦) الكاشف (٢٣٥/٢) ميزان الاعتدال (٧٩/٣) تقريب التهذيب (٢٤/٢)]

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(امیر صنعانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کو برحق سمجھتے ہیں۔(۳)

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا ﴿......وتعتد الأمة حيضتين﴾ ''اور لونڈی دو حیض عدت گزارتی ہے۔''(٤)

وَعَلَى الْمُعْتَدَّةِ لِلْوَفَاةِ تَرْكُ التَّزَيُّنِ	عدت گزارنے والی بیوہ عورت پر لازم ہے کہ وہ زیب وزینت چھوڑ دے۔ ❶

❶ (1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کسی مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر صرف اپنے خاوند پر چار ماہ اور دس دن (تک سوگ منائے)۔''(٥)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی آنکھ میں تکلیف ہوئی تو اس کے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرمہ مت لگاؤ (زمانہ جاہلیت میں) تمہیں بدترین کپڑے میں وقت گزارنا پڑتا تھا یا (راوی کو شک ہے کہ یہ فرمایا کہ) بدترین گھر میں وقت گزارنا پڑتا تھا۔ جب اس طرح ایک سال پورا ہو جاتا تو اس کے پاس سے کتا گزرتا اور وہ اس پر مینگنی پھینکتی (تب عدت سے باہر آتی) لہٰذا تم سرمہ نہ لگاؤ جب تک کہ چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔(٦)

(3) حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے سوائے خاوند کے اس پر چار ماہ دس دن سوگ منائے ﴿ولا تلبس ثوبا مصبوغا إلا ثوب عصب ولا تكتحل ولا تمس طيبا إلا إذا طهرت نبذة من قسط أو أظفار﴾ ''زمانہ سوگ میں رنگ دار لباس نہ پہنے لیکن رنگے ہوئے سوت کا کپڑا پہن سکتی ہے سرمہ نہ لگائے خوشبو استعمال نہ کرے مگر جب ایام حیض سے پاک ہو تب تھوڑی سی عود ہندی (ایک خوشبودار لکڑی) یا اظفار (مشک) استعمال کر سکتی ہے۔'' سنن أبي داود اور سنن نسائی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے ﴿ولا تختضب﴾

---

(۱) [المحلى (۲۳۰/۱۰)]

(۲) [سبل السلام (۱۵۱٤/۳)]

(۳) [الروضة الندية (۱٤۷/۲)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (۲۰٦۷) دارقطنى (٤۱۹) مسند شافعى (۱٦۰۷) بيهقى (٤۲٥/۷)]

(٥) [بخارى (٥۳۳٤) كتاب الطلاق : باب تحد المتوفى عنها زوجها أربعة أشهر وعشرا' مسلم (۹۳۸) ابو داود (۲۳۰۲) نسائى (۲۰۲/٦) ابن ماجة (۲۰۸۷) أحمد (٤۰۸/٦)]

(٦) [بخارى (٥۳۳۸) كتاب الطلاق : باب الكحل للحادة' مسلم (۱٤۸٦) مؤطا (٥۹٦/۲) ابو داود (۲۲۹۹) ترمذى (۱۱۹٥)]

''مہندی بھی نہ لگائے۔''اور سنن نسائی میں یہ لفظ بھی ہیں ﴿ ولا تمتشط ﴾ ''اور کنگھی بھی نہ کرے۔''(۱)

معلوم ہوا کہ عورت کے لیے حرام ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے خواہ اس کے والدین ہی کیوں نہ فوت ہو جائیں البتہ اپنے خاوند کا چار ماہ دس دن سوگ منانا اس پر لازم ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ غیر حاملہ کی بات ہے کیونکہ اگر حاملہ ہوگی تو وضع حمل تک سوگ منائے گی۔

○ علاوہ ازیں حدیث میں موجود لفظ میت سے معلوم ہوا کہ مطلقہ پر سوگ نہیں ہے لہٰذا اگر طلاق رجعی ہو تو بالاتفاق یہی مسئلہ ہے اور اگر طلاق بائنہ (یعنی تیسری) ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

(جمہور، شافعیؒ، مالکؒ) مطلقہ بائنہ عورت پر سوگ نہیں ہے۔

(ابو حنیفہؒ) مطلقہ بائنہ پر سوگ منانا واجب ہے۔(۲)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ مطلقہ پر سوگ کے وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں اور براءۃ اصلیہ کا قاعدہ بھی اس کا مؤید ہے۔

○ گذشتہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوہ سرمہ بھی ہرگز نہیں لگائے گی۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن حزمؒ) وہ سرمہ نہیں لگائے گی خواہ اس کی آنکھ ضائع ہو جائے نہ دن میں نہ رات میں۔(۳)

تاہم بعض اہل علم نے اثمد سرمے کو بطور دوا استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

(جمہور، مالکؒ، احمدؒ، ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

ان کی دلیل حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ کسی عورت نے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے کہا ''رات کو (سرمہ) لگالو اور دن کو دھو ڈالو۔'' لیکن وہ روایت ضعیف ہے۔(٥)

لہٰذا ثابت ہوا کہ عورت کو ایام سوگ میں بہر صورت سرمہ لگانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

وَالْمُكْثُ فِي الْبَيْتِ الَّذِيْ كَانَتْ فِيْهِ عِنْدَ مَوْتِ زَوْجِهَا أَوْ بُلُوْغِ خَبَرِهِ	اور (بیوہ) اسی گھر میں ٹھہرے جس میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت تھی یا جہاں اسے وفات کی اطلاع پہنچی۔ ❶

❶ حضرت فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس کا شوہر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں نکلا۔ انہوں نے اسے

(۱) [بخاری (٥٣٤١) کتاب الطلاق : باب القسط للحادة عندالطهر ' مسلم (٩٣٨) ابو داود (٢٣٠٢) نسائی (٣٥٣٤ ' ٣٥٣٦)]

(۲) [الأم (٢٣٠/٥) المبسوط (٥٨/٦) نيل الأوطار (٣٩٥/٤)]

(۳) [المحلی (٢٧٦/١٠)]

(٤) [نيل الاوطار (٣٩٣/٤) سبل السلام (١٤٩٩/٢)]

(٥) [ضعيف ابو داود (٥٠٢) ضعيف نسائی (٢٣٠) ابو داود (٢٣٠٥) كتاب الطلاق : باب فيما تجتنبه المعتدة فی عدتها]

قل کردیا۔ فریعہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے میکے لوٹ جانے کے متعلق دریافت کیا کیونکہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت میں کوئی گھر نہیں چھوڑا اور نہ ہی نفقہ چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (تم اپنے میکے جا سکتی ہو) جب حجرے میں پہنچی تو آپ ﷺ نے مجھے آواز دی اور فرمایا ﴿ امکثی فی بیتك حتی یبلغ الکتاب أجله ﴾ ''تم اپنے پہلے مکان میں ہی رہو جب تک کہ تمہاری عدت پوری نہ ہو جائے۔'' فریعہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ پھر میں نے عدت کی مدت چار ماہ اور دس دن اس سابقہ مکان میں پوری کی۔ مزید فرماتی ہیں کہ ﴿ فقضی به بعد ذلك عثمان ﴾ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے بعد اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔'' (۱)

یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ اسی مکان میں عدت پوری کرے گی جہاں وہ شوہر کے ساتھ مقیم تھی یا جہاں اسے خاوند کی وفات کی اطلاع موصول ہوئی۔

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن قیمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳)

(ترمذیؒ) صحابہ میں سے اکثر اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے.........اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (۴)

(احمدؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(ابن عبد البرؒ) حجاز، شام، مصر اور عراق وغیرہ میں فقہائے امصار کی ایک جماعت نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔ (۶)

اس مسئلے کی تصدیق میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ①، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ②، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ③، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ④، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، قاسم بن محمدؒ، عروہ بن زبیرؒ اور ابن شہابؒ ⑤ سے بھی مختلف صحیح آثار و روایات مروی ہیں۔ (۷)

تاہم بعض صحابہ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے اس کی مطلقاً اجازت بھی مروی ہے اور بعض صحابہ مثلاً حضرت عمران رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ سے کسی عذر کی بنا پر نکلنے کی اجازت

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۰۱۶) کتاب الطلاق : باب فی المتوفی عنها تنتقل، ابو داود (۲۳۰۰) ترمذی (۱۲۰٤) نسائی (۱۹۹/٦) موطا (۵۹۱/۲) حاکم (۲۰۸/۲) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [سبل السلام (۱۵۰۵/۳)]

(۳) [زاد المعاد (۳۰۹/٤)]

(٤) [ترمذی (بعد الحدیث / ۱۲۰٤) کتاب الطلاق واللعان]

(۵) [نیل الأوطار (٤۰۰/٤) سبل السلام (۱۵۰۵/۳)]

(٦) [الاستذکار (۱۸۵/۱۸)]

(۷) [① موطا (۵۹۱/۲) بیهقی (٤۵۳/۷) عبدالرزاق (۳۳/۷)] ②[موطا (۵۹۱/۲) عبدالرزاق (۳۲/۷) المحلی (۲۸٦/۱۰)] ③ [عبدالرزاق (۳۱٦/٦) بیهقی (٤۱۷/۷) المحلی (۲۵۹/۱۰)] ④[موطا (۵۹۲/۲) عبدالرزاق (۳۱/۷) بیهقی (٤۳۵/۷)] ⑤ [ذکره ابن عبدالبر فی الاستذکار (۱۸۱/۱۸)]

مروی ہے لیکن یہ آثار وروایات گذشتہ صحیح مرفوع روایت کے مقابلے میں قابل احتجاج نہیں۔(۱)

وَامْرَأَةُ الْمَفْقُوْدِ تَرَبَّصُ اَرْبَعَ سِنِيْنَ ثُمَّ تَعْتَدُّ عِدَّةَ الْوَفَاةِ وَهِيَ اِمْرَأَتُهُ مَالَمْ تَتَزَوَّجْ	جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے وہ چار سال تک انتظار کرے پھر بیوہ کی عدت گزارے ❶ اور جب تک کسی سے شادی نہ کرے اسی کی بیوی شمار ہوگی۔ ❷

❶ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔(۲)
مزید تفصیل کے لیے گذشتہ متفرقات مسئلہ نمبر 620 کا مطالعہ کیجیے۔

❷ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجر عورتوں کے ساتھ سلوک اسی کا مؤید ہے۔

651- ایام عدت میں مطلقہ عورت کا گھر سے نکلنا

بوقت ضرورت گھر سے نکلنا جائز ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی۔ انہوں نے دوران عدت ہی اپنے کھجور کے درخت سے پھل اتارنے کی غرض سے باہر جانا چاہا تو ایک آدمی نے انہیں ڈانٹا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿بل جدی نخلك فإنك عسى أن تصدقي أو تفعلي معروفا﴾ ''ہاں تم اپنے کھجور کے درخت کا پھل توڑ سکتی ہو عین ممکن ہے کہ تم صدقہ کرو یا اس ذریعے سے کوئی دوسرا عمل خیر تمہارے ہاتھ سے انجام پا جائے۔''(۳)

---

(۱) [تحفة الأحوزی (٤٤٢/٤) نیل الأوطار (٤٠١/٤) ابن أبی شیبة (١٥٥/٤) عبدالرزاق (١٢٠٦٤)]

(۲) [مؤطا (٥٧٥/٢) الأم (٢٤١/٥) بیهقی (٤٤٥/٧) المحلی (١٣٥/١٠)]

(۳) [مسلم (١٤٨٣) كتاب الطلاق : باب جواز خروج المعتدة...... ' احمد (٣٢١/٣) ابو داود (٢٢٩٧) نسائی (٢٠٩/٦) ابن ماجة (٢٠٣٤)]

دوسری فصل

قیدی یا خریدی ہوئی لونڈی کا استبراء

وَيَجِبُ اِسْتِبْرَاءُ الْأَمَةِ الْمَسْبِيَّةِ وَالْمُشْتَرَاةِ وَنَحْوِهِمَا بِحَيْضَةٍ إِنْ كَانَتْ حَائِضًا وَالْحَامِلِ بِوَضْعِ الْحَمْلِ	قیدی یا خریدی ہوئی یا ان کی مثل (کسی اور ذریعہ سے حاصل کی ہوئی) لونڈی پر استبراء ❶ کے لیے ایک حیض مدت گزارنا لازم ہے اگر وہ حائضہ ہو اور اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے۔ ❷

❶ لفظ استبراء باب اِسْتَبْرَأَ يَسْتَبْرِئُ (استفعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''براءت طلب کرنا'' ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے ''رحم کی براءت کے لیے لونڈی کا ایک مدت تک (وضع حمل یا ایک حیض) انتظار کرنا'' استبراء کہلاتا ہے۔ (۱)

❷ (1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس (حنین کے قریب ایک وادی کا نام ہے) کی قیدی عورتوں کے متعلق فرمایا ﴿لا توطأ حامل حتى تضع ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة﴾ ''حاملہ عورت سے وضع حمل تک ہم بستری نہ کی جائے اور غیر حاملہ سے ایک ماہواری گزرنے تک ہم بستری نہ کی جائے۔'' (۲)

(2) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں میں سے حاملہ عورت کے ساتھ ہم بستری کا ارادہ رکھنے والے شخص پر ایسی لعنت کرنا چاہی جو اس کے ساتھ قبر میں بھی داخل ہوگی۔ (۳)

(3) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهى أن توطأ السبايا حتى يضعن ما في بطونهن﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی عورتوں سے اس وقت تک ہم بستری کرنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ اپنے حمل نہ وضع کر دیں۔'' (٤)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل سے پہلے اور غیر حاملہ سے ایک حیض گزرنے سے پہلے ہم بستری حرام ہے۔

(شافعیہ، حنفیہ، ثوریؒ، نخعیؒ، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

غالبا اس حرمت کا سبب وہ ہے جو حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۷۰۹/۹) الشرح الصغير (٦٧٧/٢)]

(۲) [**صحيح** : صحيح ابو داود (۱۸۸۹) كتاب النكاح : باب في وطء السبايا ' ابو داود (۲۱۵۷) أحمد (۲۸/۳) حاكم (۱۹٥/۲) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(۳) [مسلم (۱٤٤۱) كتاب النكاح : باب تحريم وطء الحامل المسبية ' ابو داود (۲۱٥٦) أحمد (۱۹٥/٥)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ترمذى (۱٦٦۹) كتاب السير : باب ما جاء في كراهية وطء الحبالى من السبايا ' ترمذى (۱٥٦٤) أحمد (۱٦٧/٤)]

(٥) [تحفة الأحوذى (۱۷۱/٥) الأم (۹٦/٥) المبسوط (۱٥۲/۱۲)]

﴿لا یحل لامرئ یؤمن بالله والیوم الآخر أن یسقی ماءه زرع غیره﴾ ''اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی (نطفہ) کسی اور کی کھیتی (یعنی حمل) کو پلائے۔'' (۱)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے روز فرمایا ﴿لا تسق ماءك زرع غیرك﴾ ''اپنا پانی (یعنی نطفہ) اپنے علاوہ کسی اور کے کھیت کو مت پلاؤ۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ اس قسم کی لونڈیوں سے ہم بستری اس لیے منع ہے کہ (براءتِ رحم حاصل ہو جائے یعنی) کسی اور کے حمل میں اپنا نطفہ نہ ملا دیا جائے۔ لہٰذا اگر بعد میں حمل ظاہر ہو گا تو وضع حمل کے بعد ہی ہم بستری درست ہو گی اور اگر حمل ظاہر نہیں ہو گا تو ایک حیض گزرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورت حاملہ نہیں ہے اور پھر اس سے ہم بستری درست ہو گی۔

یاد رہے کہ یہ علت جس طرح قیدی عورتوں میں ہے اسی طرح خریدی ہوئی' بطور ہدیہ حاصل شدہ' یا اس کی مثل کسی اور ذریعے سے حاصل کی ہوئی لونڈیوں کو بھی شامل ہے۔ اس لیے ان سے بھی مذکورہ صورت میں ہم بستری نہیں کی جائے گی جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿إذا وهبت الولیدة التی توطأ أو بیعت أو عتقت فلیستبرأ رحمها بحیضة ولا تستبرأ العذراء﴾ ''جب ایسی لونڈی جس سے وطی کی جاتی ہو' ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے یا آزاد کر دی جائے تو ایک حیض تک اس کے رحم کی براءت حاصل کرنی چاہیے اور کنواری کے لیے استبرائے رحم کی ضرورت نہیں۔'' (۳)

(اہل ظاہر) قیدی عورتوں کے علاوہ کسی پر بھی استبراء نہیں ہے (کیونکہ قیاس جائز نہیں لہٰذا احادیث میں جن کا ذکر ہے انہی پر اکتفاء کیا جائے گا اور وہ صرف قیدی عورتیں ہی ہیں)۔ (۴)

وَمُنْقَطِعَةِ الْحَيْضِ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ عَدَمُ حَمْلِهَا وَلَا تُسْتَبْرَأُ بِكْرٌ وَلَا صَغِيرَةٌ مُطْلَقًا وَلَا يَلْزَمُ عَلَى الْبَائِعِ وَنَحْوِهِ	جسے حیض نہیں آتا اس کی عدت حمل نہ ہونے کی واضح علامت ملنے تک ہے ❶ اور کنواری اور چھوٹی عمر کی لونڈی کے لیے استبراء ضروری نہیں ❷ اور نہ ہی فروخت کرنے والے یا اس کی مثل کسی پر استبراء لازم ہے۔ ❸

❶ کیونکہ حیض کے ذریعے ہی حمل نہ ہونے کا علم ہو سکتا ہے لہٰذا جب جوانی کی عمر میں حیض منقطع ہو جائے تو اسے کسی بیماری کی وجہ سے ہی منقطع تصور کیا جائے گا اور اگر عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حیض ختم ہو چکا ہو تو اس کا حمل بھی ناممکن تصور کرتے ہوئے اس پر استبراء کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

❷ کنواری اور بچی پر استبراء کی عدت ضروری ہے کہ نہیں اس میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ ان پر بھی استبرائے رحم واجب ہے جیسا کہ حدیث میں ﴿ولا غیر حامل﴾ کے لفظ مطلقاً

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۱۸۹۰) کتاب النکاح : باب وطء السبایا' ابو داود (۲۱۵۸' ۲۱۵۹) أحمد (۱۰۸/۴) ترمذی (۱۱۳۱) دارمی (۲۳۰/۲) ابن حبان (۴۸۵۰) بیهقی (۶۲/۹)]

(۲) [حاکم (۵۶/۲) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث /۲۲۳۵) کتاب البیوع : باب هل یسافر بالجاریة قبل أن یستبرئها]

(۴) [المحلی (۳۱۵/۱۰۔۳۲۰)]

بیان کیے گئے ہیں جوان دونوں کو بھی شامل ہیں۔

لیکن اہل علم کی ایک دوسری جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ استبراء صرف اسی پر ضروری ہے جس کے رحم کی (حمل سے) براءت معلوم نہ ہو اور جس کی براءت (کم عمر یا کنواری ہونے کی وجہ سے پہلے ہی) معلوم ہو تو اس پر استبراء لازم نہیں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ﴿ ولا تستبرأ العذراء ﴾ "کنواری کے لیے استبرائے رحم کی ضرورت نہیں۔" (۱)

نیز گذشتہ حضرت رویفع رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس کی مؤید ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن میں مال خمس سے ایک لونڈی (اپنے لیے) چن لی۔ پھر صبح غسل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کچھ نہ کہا۔ (۲)

اس قصہ کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چنی ہوئی لونڈی کنواری تھی اور کنواری پر استبراء ضروری نہیں کیونکہ اس کی براءت رحم پہلے ہی معلوم ہے۔

(امام ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(امام ابن قیمؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

● کیونکہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

652- لونڈیوں سے ہم بستری کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مباشرت حلال ہونے کے لیے صرف وضع حمل یا ایک حیض عدتِ استبراء کا ہی ذکر کیا ہے اگر ان کا اسلام بھی ضروری ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بیان کر دیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تو یقیناً وضاحت کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کر دینا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ لونڈیوں سے ہم بستری کے لیے اسلام شرط نہیں۔

653- استبراء سے پہلے بھی ہم بستری کے علاوہ استمتاع جائز ہے

کیونکہ ممانعت صرف ہم بستری سے ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جلولاء کو میرے حصے میں ایک ایسی لونڈی آئی گویا اس کی گردن چاندی کا لوٹا تھی۔ میں اپنے نفس پر قابو نہ پا سکا تو میں اسے بوس وکنار کرنے لگا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔ (۵)

❀❀❀

(۱) [بخاری (قبل الحدیث/ ۲۲۳۵)]

(۲) [بخاری (۴۳۵۰) کتاب المغازی : باب بعث علی بن أبی طالب وخالد بن ولید...... ' أحمد (۳۵۹/۵)]

(۳) [کما فی نیل الأوطار (۴۰۷/۴)]

(۴) [زاد المعاد (۷۱۱/۵-۷۴۵)]

(۵) [ابن أبی شیبة (۲۸۸/۴) تلخیص الحبیر (۳/۴)]

باب النفقة — نفقه کا بیان

تَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ لِلزَّوْجَةِ	خاوند پر بیوی کا خرچہ واجب ہے۔ ❶

❶ جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [الطلاق : ٧] ''کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہوا سے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے (حسبِ توفیق) دے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔''

(2) ﴿ وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ ﴾ [النساء : ٥] ''انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ اور پہناؤ۔''

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف ﴾ ''تم پر معروف طریقے سے ان عورتوں کو کھلانا پلانا اور انہیں لباس مہیا کرنا لازم ہے۔'' (١)

(4) حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ألا و حقهن عليكم أن تحسنوا إليهن في كسوتهن و طعامهن ﴾ ''خبردار! عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انہیں لباس مہیا کرنے اور انہیں کھانا فراہم کرنے میں احسان کرو۔'' (٢)

(5) حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے۔ مجھے وہ اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو مگر یہ کہ میں خفیہ طور پر کچھ لے لیتی ہوں تو ایسا کرنے سے مجھ پر کوئی گناہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف ﴾ ''معروف طریقے سے تم اتنا مال لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کافی ہو جائے۔'' (٣)

(6) اہل علم نے اتفاق کیا ہے کہ بیویوں کا خرچہ ان کے خاوندوں پر واجب ہے۔ (٤)

(ابن قیمؒ) ہند بنت عتبہ کی حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(1) بیوی کے خرچہ کی مقدار متعین نہیں (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تجھے کافی ہو)۔

---

(١) [مسلم (١٢١٨) كتاب الحج : باب حجة النبي]

(٢) [حسن : صحيح ابن ماجة (١٥٠١) إرواء الغليل (١٩٩٧) ترمذى (١١٦٣) كتاب الرضاع : باب ما جآء فى حق المرأة على زوجها ' أحمد (٤٢٦/٣) ابو داود (٣٣٣٤) ابن ماجة (١٨٥١)]

(٣) [بخارى (٢٢١١) كتاب البيوع : باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون بينهم...... ' مسلم (١٧١٤) ابوداود (٢٥٣٢) نسائى (٢٤٦/٨) ابن ماجة (٢٢٩٣) دارمى (١٥٩/٢)]

(٤) [موسوعة الإجماع فى الفقه الإسلامى (١٠٥٩/٢) المغنى (٣٤٨/١١) نيل الأوطار (٤٢٥/٤)]

2) بیوی کا خرچہ بھی اولاد کی جنس سے ہے یعنی دونوں معروف طریقے سے ادا کیے جائیں گے۔
3) اولاد کے خرچے کا ذمہ دار اکیلا والد ہے۔
4) اگر شوہر اور والد اپنے اوپر واجب خرچہ ادا نہ کرتے ہوں تو بیوی اور اولاد کے لیے معروف طریقے سے اس قدر ان کے مال سے لے لینا جائز ہے جتنا انہیں کفایت کر جائے۔
5) اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے حسب کفایت خرچہ لے سکتی ہو تو اس کے لیے فسخ نکاح کا کوئی جواز نہیں۔
6) واجب حقوق میں سے جس کی مقدار اللہ اور اس کے رسول نے مقرر نہیں کی اس میں عرف کو ملحوظ رکھا جائے گا۔
7) جو بھی اپنے اوپر (کسی کے) واجب حق کو روک لے اور اس کا ثبوت واضح ہو تو اس کے مستحق کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے لے لے جبکہ وہ اس پر قادر ہو جیسا کہ نبی ﷺ نے ہند رضی اللہ عنہا کو اسی کا فتوی دیا۔(۱)

654- کتنا خرچہ واجب ہے؟

اگرچہ فقہا نے اس میں اختلاف کیا ہے لیکن راجح بات یہی ہے کہ خرچہ کی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ خاوند پر معروف طریقے سے اتنا خرچہ دینا لازم ہے جتنا بیوی بچوں کے لیے کافی ہو جیسا کہ ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿خذی ما یکفیك وولدك بالمعروف﴾ ''تم معروف طریقے سے اتنا مال لے لو جتنا تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔''
اگر خرچہ کی مقدار متعین کر دی جائے تو یہ ظلم ہوگا اور وہ اس طرح کہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ہر ایک کو ایک مقدار کے خرچ کی ضرورت ہو بلکہ یقیناً کسی کو زیادہ خوراک کی ضرورت ہے اور کسی کو کم' کسی کو زیادہ کپڑے کی ضرورت ہے اور کسی کو کم' کوئی دن میں دو بار کھاتا ہے اور کوئی تین بار اور کسی کا علاج سستی ادویہ سے ہو جاتا ہے اور کسی کا مہنگی ادویہ سے۔ لہٰذا جسے جتنی ضرورت ہو اور جتنا اسے کفایت کر جائے اسے اتنا خرچہ دینا واجب ہے۔
(ابن قدامہؒ) خرچہ کفایت کے ساتھ ہے (یعنی جتنے سے کفایت ہو جائے اتنا ہی فرض ہے)۔
(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(۲)
(شافعیؒ) مالدار پر ہر روز دو مد' متوسط پر ایک مد اور نصف مد' اور تنگ دست پر ایک مد واجب ہے (ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہی موقف ہے)۔(۳)
(شوکانیؒ) ہند کی حدیث ان (یعنی امام شافعیؒ) کے خلاف حجت ہے۔(٤)
(نوویؒ) انہوں نے بھی اسی کا اعتراف کیا ہے۔(٥)

---

(۱) [أعلام الموقعین (۳۵۸/٤-۳۵۹)]
(۲) [المغنی (۳٤۹/۱۱) نیل الأوطار (٤۷۷/٤)]
(۳) [الأم (۱۳۰/۵)]
(٤) [نیل الأوطار (٤۲۸/٤)]
(۵) [شرح مسلم (۲٤۹/٦)]

655- خرچہ میں خاوند کے حالات کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا

یعنی جس قدر اس میں طاقت ہے اسی قدر اس پر خرچہ واجب ہوگا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ...... ﴾ [الطلاق : ۷] ''کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہیے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اس میں سے (حسب توفیق) دے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ تطعمها إذا طعمت و تكسوها إذا اكتسيت ﴾ ''(عورت کا حق یہ ہے کہ) جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے۔'' (۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

وَالْمُطَلَّقَةِ رَجْعِيًّا لَا بَائِنًا	رجعی طلاق یافتہ کے لیے بھی خرچہ ہے ❶ جبکہ طلاق بائنہ (تیسری طلاق والی کے لیے نہیں ہے۔❷

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ ﴾ [الطلاق : ۱] ''انہیں (جنہیں تم نے طلاق دی ہے) اپنے گھروں سے مت نکالو الا کہ وہ کسی فحاشی کے کام کا ارتکاب کریں۔''

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [البقرة : ۲٤۱] ''مطلقہ عورتوں کے لیے معروف طریقے سے فائدہ ہے۔''

(3) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں فرمایا ﴿ إنما النفقة و السكنى للمرأة إذا كان لزوجها عليها الرجعة ﴾ ''بے شک خرچہ اور رہائش عورت کے لیے تب ہے جب اس کا خاوند اس پر رجوع کا حق رکھتا ہو۔'' (۳)

(4) ایک روایت میں ہے کہ ''جب مرد کو اس پر رجوع کا حق نہیں ہوگا تو عورت کے لیے خرچہ اور رہائش بھی (شوہر پر لازم) نہیں ہوگی۔ (٤)

معلوم ہوا کہ رجعی طلاق یافتہ عورت کے لیے اس کے شوہر پر خرچہ اور رہائش واجب ہے۔

(شوکانیؒ) یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔(٥)

---

(۱) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۷٥) كتاب النكاح : باب في حق المرأة على زوجها ' ابو داود (۲۱٤۲) ابن ماجة (۱۸٥۰) ابن حبان (٤۱۷٥)]

(۲) [المغنى (۳٥۲/۱۱)]

(۳) [صحيح : التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۱٤/۲) الصحيحة (۱۷۱۱) أحمد (۳۷۳/٦) نسائى (۱٤٤/٦)]

(٤) [أحمد (٤۱٦/٦)]

(٥) [نيل الأوطار (٤۰٦/٤)]

❶ (1) حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری طلاق والی عورت کے متعلق فرمایا ﴿ لیس لها سكنى ولا نفقة ﴾ ''اس کے لیے رہائش اور خرچہ نہیں۔'' ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ﴿ طلقني زوجي ثلاثا فلم يجعل لي رسول الله سكنى ولا نفقة ﴾ ''مجھے میرے شوہر نے تیسری طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے رہائش اور خرچہ دونوں کو مقرر نہ فرمایا۔'' (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا ﴿ لا نفقة لك إلا أن تكوني حاملا ﴾ ''تیرے لیے خرچہ نہیں ہے اِلا کہ تو حاملہ ہوتی (تو تیرے لیے خرچہ ہوتا)۔'' (۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ روایات کا انکار کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نہیں جانتے شاید کہ اسے یاد ہے یا یہ بھول گئی ہے۔'' پھر جب یہ بات فاطمہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے کہا میرے اور تمہارے درمیان (فیصلہ کرنے والی) اللہ کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو۔'' حتیٰ کہ فرمایا ''تم نہیں جانتے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا حکم لے آئے۔'' [الطلاق: ۱] تو تیسری طلاق کے بعد کون سا نیا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔'' (۳)

اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فہم کے مطابق انکار کیا لیکن چونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم بیان کر رہی ہیں اس لیے ان کی اس بات کو حجت تسلیم کیا جائے گا کہ تیسری طلاق والی عورت کے لیے نہ تو رہائش ہے اور نہ ہی خرچہ۔

(احمدؒ، اسحاقؒ، ابوثور) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور) اس کے لیے خرچہ نہیں ہے جبکہ رہائش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ أَسْكِنُوهُنَّ ...... ﴾ ''انہیں رہائش دو......'' [الطلاق: ٤] (حالانکہ یہ آیت رجعی طلاق یافتہ کے لیے ہے جو مذکورہ مسئلے میں دلیل نہیں بن سکتی)۔

(ابوحنیفہؒ) تیسری طلاق والی عورت کے لیے رہائش اور خرچہ دونوں لازم ہیں کیونکہ وہ مطلقہ ہے اور مطلقہ کے لیے یہ دونوں چیزیں رجعی طلاق یافتہ عورت کی طرح ضروری ہیں۔ ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اقوال ہیں۔ (٤)

(راجح) پہلا قول راجح ہے۔

---

(١) [أحمد (٦/٤١٢) مسلم (١٤٨٠) ابو داود (٢٢٨٤) نسائی (٦/٧٥) ترمذی (١١٣٥) ابن ماجة (٢٠٣٥) ابن حبان (٤٢٩١) ابن الجارود (٧٦١)]

(٢) [أحمد (٦/٤١٤) مسلم (١٤٨٠) ابو داود (٢٢٩٠) نسائی (٦/٦٢)]

(٣) [مسلم (١٤٨٠، ١٤٨١) بخاری (٥٣٢١، ٥٣٢٢) ابو داود (٢٢٩٢، ٢٢٩٣)]

(٤) [المغنى (١١/٤٠٣) فتح البارى (١٠/٦٠٢) نيل الأوطار (٤/٤٠٤)]

وَلَا فِي عِدَّةِ الْوَفَاةِ فَلَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنٰى إِلَّا أَنْ تَكُوْنَا حَامِلَتَيْنِ	اور نہ ہی شوہر کی وفات کی عدت میں۔ اس صورت میں (مرد پر) نہ خرچہ لازم ہے نہ رہائش اِلا کہ یہ دونوں (یعنی مطلقہ بائنہ اور متوفی عنہا زوجہا) حاملہ ہوں۔ ❶

❶ (1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إنما النفقة والسكنى للمرأة على زوجها ما كانت له عليها رجعة فإذا لم تكن عليها رجعة فلا نفقة ولا سكنى ﴾ "بے شک عورت کے لیے اس کے شوہر پر خرچہ اور رہائش اس وقت تک لازم ہے جب تک وہ اس پر رجوع کا حق رکھتا ہے اور جب اسے اس پر رجوع کا حق نہ رہے تو خرچہ اور رہائش (مرد کے ذمے) لازم نہیں رہتا۔" (۱)

کسی اور دلیل سے بھی ثابت نہیں کہ متوفی عنہا زوجہا کو خرچہ دینا لازم ہے۔ ہاں جب وہ حاملہ ہوگی تو اسے خرچہ دیا جائے گا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٦] "اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے انہیں خرچہ دیتے رہو۔"

یہ آیت جس طرح متوفی عنہا زوجہا حاملہ کے لیے خرچہ کے وجوب کی دلیل ہے اسی طرح مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ حاملہ کے لیے بھی وجوبِ نفقہ کی دلیل ہے۔

(3) نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا (جو کہ تیسری طلاق والی تھیں) سے کہا ﴿ لا نفقة لك إلا أن تكوني حاملا ﴾ "تیرے لیے خرچہ نہیں اِلا کہ تو حاملہ ہوتی (تو تجھے خرچہ دیا جاتا)۔" (۲)

معلوم ہوا کہ ان دونوں قسم کی عورتوں کا خرچہ صرف اسی صورت میں مرد پر لازم ہوگا جب یہ حاملہ ہوں۔ ان کی رہائش بھی مرد پر واجب ہے یا نہیں اس میں فقہا نے اختلاف تو کیا ہے لیکن راجح بات یہ ہے کہ ایسی عورتوں کے لیے رہائش واجب نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل ہمارے علم کے مطابق موجود نہیں نیز قرآن میں بھی صرف ﴿ فَأَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ ﴾ "خرچہ کا ہی ذکر ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میاں بیوی کی جدائی یا تو طلاق کے ذریعے ہوگی' یا وفات کے ذریعے اور یا فسخ نکاح کے ذریعے۔ اگر طلاق کے ذریعے جدائی ہو تو یا طلاق رجعی ہوگی یا طلاق بائنہ۔ اگر طلاق رجعی ہو تو شوہر پر خرچہ اور رہائش دونوں لازم ہیں خواہ عورت حاملہ ہو یا نہ ہو۔ اور اگر طلاق بائنہ ہو تو شوہر پر نہ خرچہ لازم ہے اور نہ رہائش اِلا کہ عورت حاملہ ہو تو خرچہ لازم ہے۔ اگر وفات کے ذریعے جدائی ہو تو شوہر پر نہ خرچہ لازم ہے نہ رہائش البتہ اگر حاملہ ہو تو خرچہ لازم ہے۔ اگر فسخ کے ذریعے جدائی ہو تو یا تو لعان کے ذریعے جدائی ہوگی یا خلع کے ذریعے۔ اگر لعان کے ذریعے جدائی ہو تو مرد پر خرچہ اور رہائش لازم نہیں خواہ عورت حاملہ ہو یا نہ ہو کیونکہ مرد نے تو حمل کا بھی انکار کر دیا ہے۔ اور اگر خلع کے ذریعے فسخ نکاح ہو تو خرچہ اور رہائش دونوں لازم نہیں

(۱) [أحمد (٤١٧/٦)]

(۲) [مسلم (١٤٨٠) كتاب الطلاق : باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ' أحمد (٤١٤/٦)]

اِلا کہ عورت حاملہ ہو تو مطلقہ بائنہ کی طرح عمومِ آیت کی وجہ سے صرف خرچہ ہی لازم آئے گا۔(۱)

وَتَجِبُ عَلَى الْوَالِدِ الْمُوسِرِ لِوَلَدِهِ الْمُعْسِرِ وَالْعَكْسُ	مالدار باپ پر اپنے تنگ دست بیٹے کو خرچہ دینا لازم ہے ❶ اسی طرح مالدار بیٹے پر تنگ دست والد کو خرچہ دینا بھی ضروری ہے۔ ❷

❶ (1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ﴾ [الطلاق : ٦] "اگر وہی عورتیں تمہارے کہنے پر دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دے دو۔" اس آیت میں بچے کو دودھ پلانے کی اجرت اس کے والد پر مقرر کی گئی ہے۔

(2) حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ﴿ خذی ما یکفیك وولدك بالمعروف ﴾ "معروف طریقے سے (مرد کے مال سے) اتنا مال لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو جائے۔"(۲)

❷ (1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ [الإسراء : ٢٣] "تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ خاص اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔" یقیناً بوقتِ ضرورت انہیں خرچہ مہیا کرنا بھی احسان میں سے ہی ہے۔

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ﴾ [لقمان : ١٠] "دنیا میں معروف طریقے سے ان کا ساتھ دو۔" دنیاوی ضروریات خرچے کے بغیر پوری ہو ہی نہیں سکتیں۔

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه وولده من كسبه فكلوا من أموالهم ﴾ "بلاشبہ سب سے پاکیزہ چیز وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور اس کی اولاد اس کی کمائی سے ہی ہے لہٰذا تم ان کے اموال کھاؤ۔"(۳)

(4) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أنت ومالك لأبيك ﴾ "تم اور تمہارا مال (دونوں) تمہارے والد کے لیے ہے۔"(٤)

(ابن منذرؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ ایسے تنگ دست والدین جن کا نہ تو کوئی ذریعہ معاش ہو اور نہ ہی کوئی مال ہو تو ان کا خرچہ اولاد کے مال میں سے واجب ہے اور اسی طرح .... انسان پر اپنے ان (چھوٹے) بچوں کا خرچہ بھی واجب ہے جن

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی (۴۰۲/۱۱)]

(۲) [بخاری (۲۲۱۱) کتاب البیوع : باب من أجرى أمر الأمصار على ما يتعارفون...... ' مسلم (۱۷۱٤)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۶۲٦) صحیح ابو داود (۳۰۱۳ ' ۳۰۱٤) کتاب البیوع : باب الرجل یا کل من مال ولده ' ابو داود (۳۵۲۸ ' ۳۵۲۹) نسائی (٤٤٤٩) ابن ماجة (۲۲۹۰) ترمذی (۱۳۵۸)]

(٤) [صحیح : إرواء الغلیل (۸۳۸) صحیح ابو داود (۳۰۱۵) أیضا ' أحمد (۲۱٤/۲) ابو داود (۳۵۳۰)]

کے پاس ابھی کوئی مال نہیں۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

○ واضح رہے کہ نفقہ کے وجوب کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے:

(1) اولاد یا والدین فقراء و تنگ دست ہوں' ان کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ذریعہ معاش ہو جس کے ذریعے وہ دوسروں کے (اُن پر) خرچہ کرنے سے مستغنی ہو سکتے ہوں۔

(2) جس پر خرچہ واجب ہو رہا ہے اس کے پاس اپنے نفس کے خرچہ سے زائد مال موجود ہو۔(۳)

جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ

① ﴿إذا كان أحدكم فقيرا فليبدأ بنفسه فإن فضل فعلى عياله فإن كان فضل فعلى قرابته﴾ ''تم میں سے جب کوئی فقیر ہو تو (خرچ میں) اپنے نفس سے ابتدا کرے' اگر زائد مال موجود ہو تو اپنے اہل و عیال پر (خرچ کرے) اور اگر اور بھی زائد مال ہو تو اپنے اقرباء پر (خرچ کرے)۔''(٤)

② ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿تصدق به على نفسك﴾ ''اسکے ذریعے اپنے اوپر صدقہ کرو۔'' پھر اس نے کہا میرے پاس ایک اور ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿تصدق به على ولدك﴾ ''اس کے ذریعے اپنی اولاد پر صدقہ کرو۔''(٥)

وَعَلَى السَّيِّدِ لِمَنْ يَمْلِكُهُ	مالک پر اپنے غلاموں کا خرچہ واجب ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل إلا ما يطيق﴾ ''غلام کا کھانا پینا اور (اسے) لباس مہیا کرنا مالک پر واجب ہے اور طاقت سے بڑھ کر (اسے) کام کی تکلیف نہ دی جائے۔''(٦)

(2) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فمن جعل الله أخاه تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس﴾ ''پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں اس کے بھائی (یعنی غلام) کو رکھے اسے چاہیے

---

(۱) المغنی (۳۷۳/۱۱)]

(۲) [أيضا]

(۳) [المغنی (۳۷٤/۱۱)]

(٤) [مسلم (۹۹۳/۲) کتاب الزكاة : باب الابتداء في النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة ' ابو داود (۳۵۲/۲) نسائی (۵۲۱۵_المجتبى) أحمد (۳۰۵/۳)]

(٥) [حسن : صحيح ابو داود (۱٤۸۳) کتاب الزكاة : باب في صلة الرحم ' ابو داود (۱۶۹۱) عن أبي هريرة]

(٦) [مسلم (۱۶۶۲) کتاب الأيمان : باب إطعام المملوك......]

کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پہنے اسے بھی پہنائے۔" (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كفى بالمرء إثما أن يضيع من يقوت ﴾ "ایک انسان کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی کا ذمہ دار ہے انہیں ضائع کر دے۔"

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أن يحبس عمن يملك قوته ﴾ "جس کی خوراک کا ذمہ دار ہے اس سے (ہاتھ) روک لے۔" (۲)

(4) غلاموں کا خرچہ اور ان کا لباس وغیرہ مالک پر واجب ہے اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (۳)

وَلَا تَجِبُ عَلَى الْقَرِيبِ لِقَرِيبِهِ إِلَّا مِنْ بَابِ صِلَةِ الرَّحِمِ	کسی قریبی رشتہ دار پر اپنے قریبی رشتہ دار کو خرچہ دینا واجب نہیں ہے مگر صلہ رحمی کے طور پر دیا جا سکتا ہے۔ ❶

❶ کیونکہ اس کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے کہ انسان پر اپنے تمام اقرباء کا نفقہ بھی واجب ہے۔ البتہ صلہ رحمی کے طور پر دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ صلہ رحمی کا ثبوت کتاب و سنت کی صریح نصوص سے ثابت ہے جیسا کہ چند حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ ﴾ [الأنفال: ۷۵] "اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں۔"

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أحب أن يبسط له في رزقه وأن ينسأ له في أثره فليصل رحمه ﴾ "جسے یہ پسند ہے کہ اس کے رزق میں فراخی کی جائے اور اس کے اثرات دیر تک (دنیا میں) رہیں تو وہ صلہ رحمی کرے۔" (٤)

(3) صلہ رحمی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ (٥)

معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کے لیے قریبی رشتہ داروں کو بھی خرچہ دیا جا سکتا ہے جیسا کہ قرآن میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ ﴾ [النساء: ٣٦] "والدین اور قریبی رشتہ داروں سے احسان کرو۔" ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ ﴾ [الإسراء: ٢٦] "اور رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔"

لہٰذا پہلے والدین و اولاد اور اہل و عیال جن کا خرچہ انسان پر واجب ہے انہیں خرچہ دیا جائے پھر اگر مال زائد از ضرورت ہو تو ایسے قریبی رشتہ داروں، جو تنگ دست اور مجبور ہیں، کو خرچہ دینا چاہیے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں:

---

(۱) [بخاری (۶۰۵۰) كتاب الأدب: باب ما ينهى من السباب واللعن، مسلم (۱۶۶۱)]

(۲) [مسلم (۹۹۶) نسائی (۲۹۵) أحمد (۱۶۰/۲) حاكم (٤٥١/١) حميدی (٥٩٩)]

(۳) [سبل السلام (١٥٤٩/٣)]

(٤) [بخاری (٥٩٨٦) كتاب الأدب: باب من بسط له في الرزق بصلة الرحم، مسلم (٢٥٥٧)]

(٥) [موسوعة الإجماع في الفقه الإسلامي (٤٢٦/١)]

(1) حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ید المعطی العلیا وابدأ بمن تعول...... ﴾ "دینے والا ہاتھ بلند ہوتا ہے اور ان سے شروع کر جو تمہاری کفالت میں ہیں۔" ان میں تیری ماں، تیرا باپ، تیری بہن اور تیرا بھائی شامل ہیں ﴿ ثم أدناك فأدناك ﴾ "پھر درجہ بدرجہ اپنے سب سے زیادہ قریبی کو دے۔" (۱)

(2) بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں حسن سلوک اور نیکی کس کے ساتھ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اپنی والدہ کے ساتھ" میں نے پھر عرض کیا، پھر کس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اپنی والدہ سے" میں نے پھر عرض کیا پھر کس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اپنی والدہ سے" میں نے پھر عرض کیا پھر کس سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اپنے والد سے" ﴿ثم الأقرب فالأقرب﴾ "پھر درجہ بدرجہ زیادہ قریبی رشتہ دار سے (نیکی کرو)۔" (۲)

وَمَنْ وَجَبَتْ نَفَقَتُهُ وَجَبَتْ كِسْوَتُهُ وَسُكْنَاهُ	جس کا خرچہ کسی پر واجب ہو تو اس کا لباس اور اس کی رہائش بھی اس پر واجب ہے۔ ❶

❶ کیونکہ جملہ اخراجات وضروریات زندگی میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں اور اس کے دلائل گذشتہ بیان کردہ آیات و احادیث ہیں۔

متفرقات

656- کسی مسلمان کی جان بچانے کے لیے مال خرچ کرنا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ﴾ [المائدة : ۲] "نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔" کسی مجبور و بے بس کی جان بچانا نیکی و تقوی کی بہت بڑی قسم ہے اور اسے چھوڑ دینا بہت بڑا گناہ و سرکشی ہے۔

(2) ایک حدیث میں ہے کہ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا......۔" (۳)

اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ ایک مسلمان بھوک سے مر رہا ہے اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے وہ بچ سکتا ہے پھر بھی یہ اس پر خرچ نہیں کرتا۔

---

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۲۳۷۲) کتاب الزكاة : باب أيتهما اليد العليا، إرواء الغليل (۳۱۹/۳) نسائی (۲۵۳۳) دارقطنی (۴۴/۳)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (۴۲۸۵) کتاب الأدب : باب في بر الوالدين، ابو داود (۵۱۳۹) ترمذی (۱۸۹۷) أحمد (۳۰۲/۵)]

(۳) [بخاری (۲۴۴۲) کتاب المظالم : باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه، مسلم (۲۵۸۰) ابو داود (۴۸۹۳) ترمذی (۱۴۶۲)]

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''(۱)

یقیناً کوئی بھی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ بھوک سے مر رہا ہو اور لوگ اسے اس حال میں چھوڑ جائیں لہٰذا دوسروں کو بھی اس حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے۔

657- جانوروں کا خرچہ ان کے مالکوں پر لازم ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''(بنی اسرائیل کی) ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جسے اس نے قید کر رکھا تھا جس وجہ سے وہ بلی مر گئی تھی اور اس کی سزا میں وہ عورت دوزخ میں چلی گئی۔ جب وہ عورت بلی کو باندھے ہوئے تھی تو اس نے اسے کھانے کے لیے کوئی چیز نہ دی' نہ پینے کے لیے اور نہ ہی اس نے بلی کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔''(۲)

جب بلی کو بھوک سے مار دینے کی سزا جہنم میں داخلہ ہے تو دیگر پالتو جانور جو انسان کی ملکیت میں ہوتے ہیں وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ علاوہ ازیں جانوروں کو کھلانے پلانے میں اجر بھی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا قصہ بیان کیا ہے کہ جس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔''(۳)

(۱) [بخاری (۱۳) کتاب الإیمان : باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه ' مسلم (٤٥) أحمد (۱۷٦/۳) ابن ماجة (٦٦) ترمذی (۲٥۱٥) ابن منده (۲۹٦) نسائی (۱۲٥/۸) أبو عوانة (۳۳/۱) ابن حبان (٤۷۰/۱)]

(۲) [بخاری (۳٤۸۲) کتاب أحادیث الأنبیاء : باب ' مسلم (۲۲٤۲) بیهقی (۲۱٤/٥) دارمی (۳۳۰/۲) أحمد (۳۱۷/۲) شرح السنة (٤۱۸٤)]

(۳) [بخاری (۲۳٦۳) کتاب المساقاة : باب فضل سقی الماء ' مسلم (۲۲٤٤) مؤطا (۹۲۹/۲) ابو داود (۲٥٥۰) ابن حبان (٥٤٥)]

باب الرضاع ❶ دودھ پلانے کا بیان

إِنَّمَا يَثْبُتُ حُكْمُهُ بِخَمْسِ رَضَعَاتٍ ❷	رضاعت کا حکم صرف پانچ مرتبہ دودھ پلانے کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ ❸

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ رضاع یا رضاعة باب رَضِعَ (سمع، فتح، ضرب) سے مصدر ہے۔اس کا معنی ''دودھ پینا'' ہے۔اور باب أَرْضَعَ (إفعال) کا معنی ''دودھ پلانا'' ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: عورت کے پستان سے بچے کا مخصوص وقت میں چوس کر دودھ پینا۔(۲)

❷ رضعات' رضعة کی جمع ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بچہ ماں کا پستان منہ میں لے کر چوسے پھر بغیر کسی عارضہ کے اپنی مرضی سے اسے چھوڑ دے (تو یہ ایک رضعہ ہے)۔(۳)

اگر کسی عارض کی وجہ سے چھوڑ دے مثلاً سانس لینے کے لیے یا کچھ آرام کے لیے یا کسی اور ایسی وجہ سے جو اسے دوسری طرف مشغول کر دے پھر جلد ہی دوبارہ پینا یا چوسنا شروع کر دے تو یہ وقفہ ایک (رضعہ یعنی ایک) مرتبہ پینے سے خارج نہیں ہو گا۔ایک رضعہ کی تحقیق میں امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے اور یہی لغت کے موافق بھی ہے۔(٤)

❸ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿ كان فيما أنزل القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات ﴾ ''قرآن میں یہ حکم نازل کیا گیا تھا کہ دس بار دودھ پینا جبکہ اس کے پینے کا یقین ہو جائے نکاح کو حرام کر دیتا ہے۔پھر یہ حکم پانچ مرتبہ یقینی طور پر دودھ پینے سے منسوخ ہو گیا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس وقت پانچ کی تعداد قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔(٥)

(2) حضرت سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ﴿ فأرضعته خمس رضعات فكان بمنزلة الولد منه ﴾ ''انہوں نے سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلایا پھر وہ اس کے بچے کی جگہ ہو گیا۔''(٦)

(ابن تیمیہؒ) پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔(۷)

(۱) [لسان العرب (۱۲٥/۸) القاموس المحيط (۳۰/۳) المنجد (ص/۲۹٥)]

(۲) [أنيس الفقهاء (ص/۱٥۲) الدرر (۳٥٥/۱)]

(۳) [نيل الأوطار (٤۱۲/٤)]

(٤) [سبل السلام (۱٥۲۹/۳)]

(٥) [مسلم (۱٤٥۲) كتاب الرضاع : باب التحريم بخمس رضعات ' موطا (٦۰۸/۲) ابو داود (۲۰٦۲) ترمذی (۱۱٥۰) نسائی (۱۰۰/٦) ابن حبان (٤۲۰۷۔ الإحسان)]

(٦) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۸۱٥) كتاب النكاح : باب فيمن حرم به ' ابو داود (۲۰٦۱)]

(۷) [فتاوى النساء (ص/٤۷۱)]

ترمذیؒ) انہوں نے اسی مذہب کو قوی قرار دیا ہے۔(۱)

امیر صنعانیؒ) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔(۲)

ابن حزمؒ،صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

اس مسئلے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔

شافعیؒ) پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا،حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ،امام عطاءؒ،امام طاؤسؒ،حضرت سعید بن جبیرؒ،حضرت عروہؒ،لیث بن سعدؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ سے بھی یہی مذہب منقول ہے۔

جمہور،ابوحنیفہؒ،مالکؒ) تھوڑا یا زیادہ جتنا بھی دودھ پی لے حرمت ثابت ہوجائے گی خواہ ایک مرتبہ ہی پیے۔

اسحاقؒ،ابوعبیدہؒ،ابوثورؒ،ابن منذرؒ) تین مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی یہی موقف ہے۔(۴)

تین رضعوں کے قائل حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تحرم المصة و لا المصتان ﴾ ''ایک دفعہ اور دو دفعہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''(۵)

2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا تحرم الرضعة و لا الرضعتان ﴾ ''ایک مرتبہ دودھ پینے اور دو مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا تحرم الإملاجة و لا الإملاجتان ﴾ ''پستان کو ایک مرتبہ منہ میں ڈالنے یا دو مرتبہ منہ میں ڈالنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''(۶)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ محض ایک یا دو مرتبہ دودھ پینے سے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی لہٰذا تین مرتبہ دودھ پینے سے ثابت ہوجائے گی۔لیکن درحقیقت یہ مفہومِ مخالف کے ذریعے استدلال کیا گیا ہے اور مفہوم مخالف منطوق کے مقابلے میں حجت

---

۱) [ترمذی (بعد الحدیث / ۱۱۵۰)]

۲) [سبل السلام (۱۵۲۹/۳)]

۳) [المحلی بالآثار (۱۸۹/۱۰) الروضة الندية (۱۷٤/۲)]

٤) [الأم (۲٦/٥) المغنی (۳۱۰/۱۱) المدونة الكبرى (٤۱۳/۲) تحفة الأحوذی (۳٤۲/٤) فتح الباری (٥۰/۹) نيل الأوطار (٤۱٤/٤)]

٥) [مسلم (۱٤٥۰) كتاب الرضاع : باب فی المصة والمصتان ' ابو داود (۲۰٦۳) ترمذی (۱۱٥۰) ابن ماجة (۱۹٤۰) أحمد (۳۱/٦) سعيد بن منصور (۲۷۷/۱) أبو يعلى (۲۳۹/۸)]

٦) [مسلم (۱٤٥۱) أيضا ' ابن ماجة (۱۹٤۰) نسائی (۱۰۰/٦) عبدالرزاق (٤٦۹/۷) طبرانی كبير (۲۲/۲٥) بيهقی (٤٥٥/۷)]

نہیں جیسا کہ اصول میں یہ ثابت ہے۔ لہٰذا اگر غور کیا جائے تو یہ احادیث بھی "خمس رضعات" والی حدیث کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ ان میں یہ مذکور ہے کہ دو مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو یہ اس حدیث میں بھی شامل ہے۔ البتہ اس میں وضاحت آ گئی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے گا۔

جمہور اپنے مؤقف کے لیے اس آیت ﴿ وَأُمَّهَـٰتُكُمُ ٱلَّـٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ ﴾ [النساء : ٢٣] "اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔" کے عموم سے استدلال کرتے ہیں اور احناف خبر واحد کے ذریعے قرآن کے اس قطعی حکم میں تخصیص جائز نہیں سمجھتے۔ (حالانکہ یہ آیت عام ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا خاص ہے اور عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے خواہ خبر واحد ہو یا متواتر)۔ علاوہ ازیں اپنے مفاد کی خاطر بعض اوقات احناف بھی خبر واحد کے ذریعے قرآن کی تخصیص کر لیتے ہیں جیسا کہ قرآن میں حق مہر کے متعلق ارشاد ہے کہ ﴿ أَن تَبْتَغُوا۟ بِأَمْوَٰلِكُم ﴾ [النساء : ٢٤] "کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو۔" یہ آیت عام ہے جبکہ ایک روایت میں ہے ﴿ لا مهر أقل من عشرة دراهم ﴾ "دس درہموں سے کم حق مہر نہیں۔" اب یہاں احناف اس روایت کے ذریعے قرآن کے عام حکم کی تخصیص کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی خبر واحد ہے مزید برآں یہ روایت ضعیف بھی ہے پھر بھی اسے حجت سمجھتے ہیں۔

گذشتہ تمام بحث سے ثابت ہوا کہ پہلا (یعنی امام شافعیؒ کا) مؤقف راجح ہے لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے۔

مَعَ تَيَقُّنِ وُجُوْدِ اللَّبَنِ وَكَوْنُ الرَّضِيْعِ قَبْلَ الْفِطَامِ	دودھ کی موجودگی کے یقین کے ساتھ ❶ اور بچے کا دودھ بھی چھڑایا نہ گیا ہو۔ ❷

❶ جیسا کہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ ﴿ رضعات معلومات...... ﴾ یعنی ایسے رضعے جو معلوم ہوں کیونکہ رضاعت کا حکم تب ہی ثابت ہو سکتا ہے جب دودھ موجود ہو اور پھر بچے کا اسے پینا بھی متحقق ہو۔

❷ (1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صرف وہی رضاعت حرمت ثابت کرتی ہے جو انتڑیوں کو کھول دے ﴿ و كان قبل الفطام ﴾ "اور دودھ چھڑانے کی مدت (یعنی دو سال کی عمر) سے پہلے ہو۔" (۱)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا رضاع بعد فصال ويتم بعد احتلام ﴾ "دودھ چھڑانے کی مدت کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور احتلام کے بعد کسی کو یتیم نہیں سمجھا جائے گا۔" (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ لا رضاع إلا في الحولين ﴾ "کوئی رضاعت معتبر نہیں سوائے اس رضاعت کے جو دو سال کے دوران ہو۔" (۳)

---

(۱) [**صحيح** : إرواء الغليل (٢١٥٠) ترمذي (١١٥٢) كتاب الرضاع : باب ما جاء ما ذكر أن الرضاعة لا تحرم إلا في الصغر دون الحولين ' نسائي في الكبرى (٣٠١/٣) ابن حبان (١٢٥٠ ـ الموارد)]

(۲) [**حسن** : إرواء الغليل (٢١٤٤) طبراني صغير (١٥٨/٢) ابو داود طيالسي (١٧٦٧)]

(۳) [دارقطني (١٧٣/٤) سعيد بن منصور (٩٧٤) بيهقي (٤٤٢/٧) عبدالرزاق (١٣٩٠٣)]

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”ضرور غور کر لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں ﴿ فإنما الرضاعة من جاعة ﴾ ”کیونکہ رضاعت اسی وقت معتبر ہے جب بھوک کے وقت دودھ پیا جائے۔“ (۱)

اگرچہ دودھ پلانے کی مدت نص قرآن ﴿ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ﴾ [البقرة : ۲۳۳] ”مکمل دو سال“ سے ثابت ہے لیکن کے باوجود اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔

،شافعیؒ، مالکؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) مدت رضاعت دو سال ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت مرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، امام شعبیؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاق اور بو ثور رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی یہی موقف مروی ہے۔

نیفہؒ) مدت رضاعت اڑھائی سال ہے (ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴾ حقاف : ۱۵] حالانکہ اس آیت میں بھی مدت رضاعت دو سال ہی ہے جبکہ مزید چھ ماہ حمل کی کم از کم مدت ہے۔

رؒ) مدت رضاعت تین سال ہے۔(۲)

جح) پہلا موقف راجح ہے اور گزشتہ تمام دلائل اس کا ثبوت ہیں۔

يَحْرُمُ بِهِ مَا يَحْرُمُ بِالنَّسَبِ وَيُقْبَلُ قَوْلُ الْمُرْضِعَةِ	رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں ❶ (کسی اختلاف کی صورت میں) دودھ پلانے والی کی بات قبول کی جائے گی۔ ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة ﴾ ”رضاعت بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش سے ہوتے ہیں۔“ (۳)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے گزشتہ کتاب النکاح میں ”حرام رشتوں کا بیان۔“

(1) حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اُم یحییٰ بنت ابی اہاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو ایک عورت اور کہنے لگی ﴿ قد أرضعتكما ﴾ ”میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔“ عقبہ نے نبی ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ﴿ كيف وقد قيل ؟ ﴾ ”اب تم اسے کس طرح اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو جبکہ رضاعت کی اطلاع دے دی گئی ہے؟۔“ پہ عقبہ نے اس عورت کو جدا کر دیا اور اس خاتون نے دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا۔“ (٤)

[بخاری (۵۱۰۲) کتاب النکاح : باب من قال لا رضاع بعد حولین...... ، مسلم (۱٤۵۵) أحمد (٩٤/٦) ابو داود (۲۰۵۸) ابن ماجة (۱۹٤۵) ابن الجارود (٦٩١) شرح السنة (٦٥/٥)]

[المغنی (۳۱۹/۱۱) نیل الأوطار (٤١٧/٤) الأم (٢٩/٥) المبسوط (١٣٥/٥) بداية المجتهد (٣٦/٢) تفسير اللباب فی علوم الكتاب (١٧٠/٤) تفسیر الرازی (١٠١/٦) تفسیر بغوی (٢١٢٣١) تفسير الدر المنثور (٥١٣/١)]

[بخاری (٢٦٤٤) مسلم (١٤٤٤) دارمی (١٥٥/٢) عبدالرزاق (٤٧٦/٧) أحمد (١٧٨/٦)]

[بخاری (٢٦٥٩، ٢٦٦٠) کتاب الشهادات : باب شهادة المرضعة ، احمد (٨/٤) ابو داود (٣٦٠٤) ترمذی (١١٥١) نسائی (١٠٩/٦) حمیدی (٥٧٩) دارقطنی (١٧٥/٤)]

(2) امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار آدمیوں اور ان کی بیویوں کے درمیان رضاعت کے مسئلہ میں ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے جدائی کرائی۔(۱)

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ' امام طاؤس' امام زہری' امام اوزاعی' ابن ابی ذئب اور عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(شافعیؒ) چار عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ دو عورتیں گواہی میں ایک مرد کے برابر ہیں۔

(ابوحنیفہؒ) صرف دو مرد' یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ (ان کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [البقرة : ۲۸۲] ''اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو۔'' حالانکہ یہ آیت عام ہے اور حدیث خاص ہے اور عام کو خاص پر محمول کرنا واجب ہے)۔(۲)

(راجح) مسئلہ رضاعت میں دودھ پلانے والی اکیلی عورت کی گواہی بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ گذشتہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

وَيَجُوزُ إِرْضَاعُ الْكَبِيرِ وَلَوْ كَانَ ذَا لِحْيَةٍ لِتَجْوِيزِ النَّظَرِ	کسی بڑی عمر کے لڑکے کو دودھ پلانا جائز ہے خواہ وہ داڑھی والا ہی کیوں نہ ہو تاکہ کسی عورت کے لیے اسے دیکھنا جائز ہو جائے۔ ❶

❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! سالم ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ ہی رہتا ہے وہ مردوں کی حد بلوغت کو پہنچ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أرضعيه تحرمي عليه﴾ ''اسے اپنا دودھ پلا دے تو اس پر حرام ہو جائے گی۔''

سنن أبی داود کی روایت میں یہ ہے کہ ''اس حکم کے بعد سہلہ رضی اللہ عنہا نے سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلا دیا پھر وہ اس کے بیٹے کی جگہ ہو گیا۔''(۳)

معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت بڑی عمر کے لڑکے کو بھی دودھ پلا دیا جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، امام عطاءؒ، امام لیثؒ، امام داودؒ اور امام ابن حزمؒ اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(جمہور) صرف دو سال سے کم عمر میں پلائے گئے دودھ سے ہی حرمت ثابت ہو گی۔ (انہوں نے ان تمام دلائل سے استدلال کیا ہے جن میں صرف دو سال سے پہلے دودھ پلانے سے حرمت کا ذکر ہے)۔

جمہور علماء نے مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر اس مؤقف کو ترجیح دی ہے۔

(۱) [عبدالرزاق (۴۸۲/۷) کتاب الطلاق : باب شهادة امرأة على الرضاع]

(۲) [المغنی (۳٤٠/۱۱) نيل الأوطار (٤۲۳/٤)]

(۳) [مسلم (۱٤٥۳) کتاب الرضاع : باب رضاعة الكبير' احمد (۳۸/٦) حمیدی (۲۸۷) ابن ماجة (۱۹٤۳) نسائی (۱۰٤/٦) بخاری (٥٠۸۸) بيهقی (٤٥۹/۷) صحيح ابو داود (۱۸۱٥) ابو داود (۲٠٦۱) کتاب النکاح : باب فيمن حرم به]

(٤) [نيل الأوطار (٤۱۷/٤) شرح مسلم (۲۸۹/٥) الاستذكار لابن عبدالبر (۲۷۳/۱۸) المحلی بالآثار (۲٠۲/۱٠)

- اس معنی کی احادیث کثرت سے ہیں جبکہ بڑے لڑکے کو دودھ پلانے کے متعلق صرف ایک حدیثِ سالم ہی ہے۔
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات بھی اسی کی قائل تھیں۔
- اس میں زیادہ احتیاط کا پہلو ہے۔
- بڑے آدمی کو دودھ پلانے سے نہ تو گوشت اُگتا ہے' نہ ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں اور نہ ہی اس سے جسم کا کوئی حصہ بنتا ہے نکہ یہی حرمت کے وہ اسباب ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں:

ممکن ہے یہ معاملہ صرف سالم کے ساتھ ہی خاص ہو۔ کیونکہ یہ چیز صرف اسی کے قصہ میں موجود ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ﴿ إنما الرضاعة من المجاعة ﴾ ''رضاعت اس وقت معتبر ہے جب ے کے وقت دودھ پیا جائے۔''(۱)

ان تمام وجوہات کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ کسی بھی شرعی مسئلہ کے اثبات کے لیے ایک صحیح حدیث ہی کافی ہے۔ اگر چہ بت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات اس کے خلاف تھیں لیکن محض ان کا اپنا فہم تھا کہ جو صریح حدیث کے مقابلے میں نہیں۔ کسی ایک کام کا احوط ہونا دوسرے کے عدم جواز کا ثبوت نہیں۔ لامحالہ اس سے گوشت نہیں اُگتا اور ہڈیاں بھی مضبوط نہیں لیکن اس بات کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تھا اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہلہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی۔ سالم کے ساتھ اس ملے کے خاص ہونے کا دعوی دلیل کا محتاج ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''رضاعت صرف بھوک سے ہے۔'' اگر چہ بظاہر بڑے کو دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہ ہونے کا ثبوت ہے لیکن سہلہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اس کا جواز نکل آتا ہے۔

جح) راجح مؤقف وہ ہے جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے۔

ن تیمیہؒ) مسئلہ رضاعت میں بچپن کا اعتبار کیا جائے گا الا کہ کوئی حاجت وضرورت پیش آ جائے جیسا کہ بڑی عمر کے آدمی ضاعت کا مسئلہ ہے کہ جسے کسی عورت کے پاس جانا بھی ضروری ہو اور اس عورت کا اس سے پردہ کرنا بھی دشوار ہو جیسا کہ کا ابوحذیفہ کی بیوی کے ساتھ معاملہ تھا۔ اس طرح کے بڑی عمر کے آدمی کو اگر عورت نے دودھ پلا دیا تو اس آدمی کے لیے ہ پینا قابل تاثیر ہوگا۔ نیز ایسی صورت کے علاوہ دودھ پینے کی مدت بچپن کی عمر ہی ہے۔(۲)

ن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

صنعانیؒ) انہوں نے اس تطبیق کو بہترین قرار دیا ہے۔(٤)

یق حسن خانؒ) اسی کو برحق گردانتے ہیں۔(٥)

[أعلام الموقعين (٣٤٦/٤)]

[مجموع الفتاوى (٦٠/٣٤)]

[أعلام الموقعين (٣٤٦/٤)]

[سبل السلام (١٥٣٣/٣)]

[الروضة الندية (١٨٠/٢)]

متفرقات

658- دو سال تک دودھ پلانا جائز ہے ضروری نہیں

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ [البقرة : ٢٣٣] ''مکمل سال کی مدت اس کے لیے ہے جو رضاعت کو پورا کرنے کا ارادہ کرے۔''

(قرطبیؒ) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سال تک دودھ پلانا ضروری نہیں ہے کیونکہ دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا بھی جائز ہے۔(۱)

659- کسی اور سے دودھ پلوانا بھی جائز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ [البقرة : ٢٣٣] ''اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان کو دستور کے مطابق جو دینا ہو (یعنی دودھ پلانے کا معاوضہ) وہ ان کے حوالے کر دو۔''

660- اگر کسی نے بہن کا دودھ پیا ہو تو باہم ان کی اولاد کا حکم

فی الحقیقت رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب و ولادت سے ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة ﴾(۲)

اس حدیث کی رو سے دودھ پینے والا اپنی بہن کا رضاعی بیٹا ہو گا اور بہن کی اولاد اس کے رضاعی بہن بھائی ہوں گے اور اس کی اولاد کے چچا اور پھوپھیاں ہوں گے لہٰذا ان کا باہم نکاح جائز نہیں ہو گا۔

661- حق رضاعت کے متعلق ایک ضعیف روایت

جس روایت میں ہے کہ ''رضاعت کا حق (دودھ پلانے والی کو) ایک غلام یا لونڈی کی ادائیگی ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔(۳)

---

(۱) [تفسیر قرطبی (۱۰۷/۳)]

(۲) [بخاری (۲٦٤٤)]

(۳) [ضعیف ابو داود (٤٤٥) ضعیف ترمذی (١٩٦) ضعیف نسائی (٢١٣) ابو داود (٢٠٦٤) كتاب النكاح : باب فى الرضخ عند الفصال ، ترمذى (١١٥٣) أحمد (٤٥٠/٣) حميدى (٨٧٧) نسائى (٣٣٢٩) دارمى (١٥٧/٢)

باب الحضانة ❶ پرورش و تربیت کا بیان

اَلْاَوْلٰی بِالطِّفْلِ اُمُّهُ مَا لَمْ تَنْكِحْ	بچے کی سب سے زیادہ مستحق اس کی ماں ہے جب تک کہ وہ اور نکاح نہ کرلے۔ ❷

● لغوی وضاحت: لفظِ حضانة باب حَضَنَ (نصر) سے مصدر ہے اس کا معنی ''پرورش کرنا اور گود میں لینا'' ستعمل ہے۔ باب اِحْتَضَنَ (افتعال) کا بھی یہی معنی ہے۔ اَلْحِضْنُ ''گود''۔ اَلْحَاضِنَةُ ''بچے کی پرورش کرنے والی رت یعنی دایہ۔'' (١)

عی تعریف: جو اپنے معاملے' اپنی تربیت اور مہلک وضرر رساں اشیا سے اپنے بچاؤ میں مستقل نہیں ہے اس کی حفاظت کرنا ضانت ہے)۔ (٢)

● حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا اے اللہ رسول! یہ جو میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا' میری چھاتی (پستان) اس کے لیے مشکیزہ تھی اور میری آغوش کے لیے جائے قرار تھی۔ اس کے والد نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ مجھ سے اس بچے کو بھی چھین لینا چاہتا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أنت أحق به ما لم تنكحي ﴾ ''جب تک تو دوسرا نکاح نہیں کرتی اس وقت تک تو ہی اس زیادہ حق دار ہے۔'' (٣)

اس حدیث میں مذکور تین اوصاف ایسے ہیں جو بچے کی پرورش میں ماں کے ساتھ ہی خاص ہیں لہٰذا پرورش کے استحقاق بھی ماں کو باپ پر فوقیت حاصل ہے۔

ن تیمیہ) بچے کی تربیت کے لیے باپ سے زیادہ حقدار ماں ہے کیونکہ وہ زیادہ رحمدل' اس کی تربیت کو زیادہ سمجھنے والی اور دہ صبر کرنے والی ہے۔'' (٤)

مدیق حسن خان) اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ باپ سے زیادہ ماں بچے کی مستحق ہے۔ (٥)

واضح رہے کہ ماں کا یہ استحقاق اور برتری دوسرے نکاح سے پہلے ہے جب وہ اور نکاح کرلے گی تو یہ حق ساقط ہو جائے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ مالم تنكحي ﴾

---

(١) [القاموس المحيط (ص/١٥٣٦) المنجد (ص/١٦٤) الصحاح (٥/٢١٠٢)]

(٢) [سبل السلام (١٥٦١/٣)]

(٣) [حسن : صحيح ابو داود (١٩٩١) كتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ' ابو داود (٢٢٧٦) دارقطنى (٣٠٥/٣) حاكم (٢٠٧/٢) بيهقى (٤/٨-٥) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٤) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (١٥٦١/٣)]

(٥) [الروضة الندية (١٨٣/٢)]

(شافعیہ، حنفیہ، مالک) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن منذر) انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(۲)

تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نکاح سے بھی یہ حق باطل نہیں ہوتا۔ حسن بصری اور امام ابن حزم بھی اسی کے قائل ہیں۔(۳)

لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ یہ گذشتہ صریح حدیث کے خلاف ہے۔

علما نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کہ مجرد عقد نکاح سے ہی ماں سے پرورش کا حق ساقط ہو جائے گا یا عقد کے بعد ہم بستری کے ساتھ ساقط ہوگا۔

(ابوحنیفہ، شافعی) یہ حق مجرد عقد نکاح سے ہی ساقط ہو جائے گا۔

(مالک) ہم بستری کے بعد ساقط ہوگا۔(٤)

(ابن قیم) انہوں نے پہلے قول کی طرف میلان ظاہر کیا ہے اور اسے جمہور کا موقف قرار دیا ہے۔(٥)

(قرطبی) عقد کے ساتھ ہم بستری بھی ضروری ہے۔(٦)

ثُمَّ الْخَالَةُ ثُمَّ الْأَبُ	پھر خالہ مستحق ہے ❶ اور پھر والد۔ ❷

❶ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں دیا اور فرما ﴿ الخالة بمنزلة الأم ﴾ ''خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔''(۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ﴿ والجارية عند خالتها فإن الخالة والدة ﴾ ''لڑکی اپنی خالہ کے پاس ہوگی کیونکہ خالہ ماں ہے۔''(۸)

یہ روایات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ خالہ بچے کی پرورش کرنے میں ماں کے درجہ میں ہے۔ امام شوکانی نے اس:

---

(۱) [نيل الأوطار (٤٣٤/٤)]

(۲) [الاجماع لابن المنذر (۳۹۲)]

(۳) [الروضة الندية (۱۸۳/۲) المحلى (۳۲۵/۱۰-۳۲۹)]

(٤) [التعليقات الرضية للألباني (۳۳٥/۲)]

(٥) [زاد المعاد (۱۸٦/٤)]

(٦) [تفسير قرطبي (۱۰۱/۳)]

(۷) [بخاری (۲٦۹۹) كتاب الصلح : باب كيف يكتب : هذا ما صالح فلان بن فلان...... ، مسلم (۱۷۸۳) ترمذی (۱۹۰٤) بیهقی (٥/۸)]

(۸) [صحيح : إرواء الغليل (۲٤٦/۷-۲٤۸) أحمد (۹۸/۱) مشكل الآثار (۱۷۳/٤) ابو داود (۲۲۸۰) حاكم (۱۲۰/۳)]

اجماع نقل فرمایا ہے۔(۱)

❷ اس کے متعلق کوئی واضح دلیل تو موجود نہیں البتہ نبی ﷺ کا والدہ سے کہنا کہ ﴿ أنت أحق به ما لم تنكحي ﴾ اس بات کا ثبوت ہے کہ نکاح کے بعد بچہ باپ کی کفالت و پرورش میں رہے گا اور اس طرح جس روایت میں بچے کو ماں اور باپ کے درمیان اختیار دینے کا ذکر ہے وہ بھی اس کا ثبوت ہے کہ ماں کے بعد باپ ہی مستحق ہے۔ تاہم خالہ کو ماں کے بعد اس لیے حق دیا گیا ہے کیونکہ اسے دوسری حدیث میں ماں کی جگہ قرار دیا گیا ہے لہٰذا ماں کے بعد خالہ کا اور پھر والد کا حق ہو گا۔

○ گزشتہ استحقاقِ پرورش کی تمام بحث ایسے بچے کے متعلق ہے جو ابھی صغر سنی یعنی بچپن میں ہو اور سن تمیز کو نہ پہنچا ہو لیکن جب وہ سن شعور کو پہنچ جائے اور اسے تربیت و پرورش کی یکسر ضرورت نہ رہے تو اس صورت میں بچے کو ماں باپ کے درمیان اختیار دیا جائے گا جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک بچے سے کہا ﴿ يا غلام! هذا أبوك وهذه أمك فخذ بيد أيهما شئت ﴾ ''اے لڑکے! یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان دونوں میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے۔'' پھر اس بچے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر چلتی بنی۔(۲)

(شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ) اسی کے قائل ہیں اور انہوں نے اختیار کی حد سات یا آٹھ سال مقرر کی ہے (لیکن سات یا آٹھ سال والا اثر ضعیف ہے)۔(۳)

(ابوحنیفہؒ) بچے کو اختیار نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ ماں کے پاس ہی رہے گا اور جب اس کا حق ساقط ہو گا تو باپ کے پاس رہے گا۔

(مالکؒ) بچے کو اختیار نہیں دیا جائے گا اور لڑکیوں کی زیادہ حق دار ماں ہے حتی کہ ان کا نکاح ہو جائے اور لڑکوں کا زیادہ مستحق باپ ہے حتی کہ وہ جوان اور بالغ ہو جائیں۔(٤)

گزشتہ صحیح حدیث امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مؤقف کے خلاف حجت ہے۔ علاوہ ازیں اگر بچے سے والدین میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا مشکل ہو جائے تو قرعہ کے ذریعے فیصلہ کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ استهما فيه ﴾ ''تم دونوں اس بچے کے متعلق قرعہ ڈال لو۔''(٥)

---

(۱) [نيل الأوطار (٤/٣٣٣)]

(۲) [صحیح : إرواء الغليل (٢١٩٢) كتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ' ابو داود (٢٢٧٧) ترمذی (١٣٥٧) نسائی (٣٤٩٦) ابن ماجة (٢٣٥١) أحمد (٧٣٤٦۔ شاكر) مشكل الآثار (٤/١٧٦)] امام زیلعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[نصب الراية (٣/٢٦٩) تلخيص الحبير (٤/١٢)]

(۳) [إرواء الغليل (٢١٩٥)]

(٤) [الأم (٥/٩٢) المبسوط (٥/٢١١) المغنى (٤/٤٣٥) تفسير قرطبى (٣/١٠٨)]

(٥) [صحیح : صحيح ابو داود (١٩٩٢) كتاب الطلاق : باب من أحق بالولد ' ابو داود (٢٢٧٧) نسائی (٦/١٨٥) ابن أبی شيبة (٥/٢٣٧)]

(ابن قیمؒ) جس میں بچے کے لیے مصلحت اور خیر خواہی کا پہلو زیادہ ہو اسے اختیار کرنا چاہیے۔ اگر باپ کے مقابلے میں ماں زیادہ صحیح تربیت اور حفاظت کر سکتی ہو اور غیرت مند عورت ہو تو ماں کو باپ پر ترجیح دی جائے گی۔ اس صورت میں قرعہ اندازی یا اختیار میں سے کسی چیز کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا کیونکہ بچہ تو کم فہم و کم عقل اور نادان و ناعاقبت اندیش ہوتا ہے۔ ماں باپ میں سے جو بچے کا زیادہ خیال رکھنے والا ہو بچہ اس کے حوالے کر دیا جائے۔ (اگر ماں سے زیادہ باپ میں یہ اوصاف موجود ہوں تو بچہ باپ کے حوالے کر دیا جائے پھر وہی اس کی تربیت کا ذمہ دار ہوگا۔) شریعت اس کے علاوہ کسی چیز کی متحمل نہیں ہو سکتی اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو.......“ (۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ“ [التحریم : ٦] پس جب ماں اسے مکتب و مدرس میں چھوڑتی ہو اور اسے قرآن سکھاتی ہو اور بچہ کھیل کود اور اپنے ساتھیوں سے میل جول کو ہی ترجیح دیتا ہو اور اس کا والد اسے ان کاموں کی اجازت دیتا ہو تو ماں ہی اس کی زیادہ مستحق ہے۔ ایسی صورت میں اختیار اور قرعہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح اس کے برعکس (اگر والد دین سکھاتا ہو اور ماں کھیل کود کی اجازت دیتی ہو تو باپ زیادہ مستحق) ہے۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) یہ (یعنی ابن قیم کا) کلام نہایت ہی عمدہ ہے۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(البانیؒ) انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے (یعنی جس میں بچے کی مصلحت زیادہ ہو اسی کو اختیار کیا جائے)۔(٥)

(راجح) یہی مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

ثُمَّ يُعَيِّنُ الْحَاكِمُ مِنَ الْقَرَابَةِ مَنْ رَأَى فِيهِ صَلَاحًا وَ بَعْدَ بُلُوغِ سِنِّ الْإِسْتِقْلَالِ يُخَيَّرُ الصَّبِيُّ بَيْنَ أَبِيهِ وَأُمِّهِ	پھر حاکم رشتہ داروں میں سے اسے (ولی) مقرر کرے گا جس میں (پرورش کی) صلاحیت دیکھے گا ❶ اور مضبوط عمر کو پہنچ جانے کے بعد بچے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ ❷

❶ کیونکہ جب ماں، خالہ اور باپ تینوں موجود نہیں تو بچہ یقیناً کسی ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کی پرورش، تربیت اور دیکھ بھال کرے اور یہ بات معروف ہے کہ دیگر تمام افراد سے قریبی رشتہ دار ہی یہ ذمہ داری زیادہ خوش اسلوبی، شفقت اور رحمدلی سے نبھا سکتے ہیں۔ لہٰذا حاکم وقت ان میں سے کسی کو جس میں زیادہ صلاحیت ہے بچے کا نگران و مربی مقرر کر دے۔

(۱) [ابو داود (٤٩٤)]

(۲) [زاد المعاد (٥/٤٧٤_٤٧٥)]

(۳) [سبل السلام (١٥٦٤/٣)]

(٤) [نيل الأوطار (٤٣٦/٤)]

(٥) [التعليقات الرضية على الروضة (٣٣٨/٢)]

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ خیر غلاما بین أبیہ و أمہ﴾ ''نبی ﷺ نے ایک لڑکے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دیا۔'' (۱)

(2) حضرت رافع بن سنان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ خود مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو نبی ﷺ نے ماں کو ایک طرف اور باپ کو دوسری طرف بٹھا دیا اور بچے کو دونوں کے درمیان بٹھا دیا' تو بچہ ماں کی جانب مائل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ﴿اللھم اھدہ﴾ ''اے اللہ! اسے ہدایت دے۔'' اس پر وہ بچہ باپ کی طرف مائل ہو گیا اور باپ نے بچے کو پکڑ لیا۔ (۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوری) ان احادیث سے ظاہر ہے کہ اولاد میں سے ایسا بچہ جو سن تمیز کو پہنچ چکا ہو اسے اختیار دینا واجب ہے۔ بغیر اس فرق کے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث۔ (۳)

مزید تفصیل پچھلے مسئلہ میں بیان کر دی گئی ہے۔

فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ أَكْفَلَهُ مَنْ كَانَ لَهُ فِي كَفَالَتِهِ مَصْلَحَةٌ	اگر کوئی ایسا شخص نہ ملے (جسے نص شرعی نے مقرر کیا ہے) تو وہ شخص اس کی کفالت کرے جس کی کفالت میں مصلحت ہو۔ ❶

❶ کیونکہ وہ بچہ اس کا محتاج ہے لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی پرورش کی ذمہ داری قبول کریں اور اس کے مال کو صحیح طور پر صرف کریں جیسا کہ کتاب اللہ میں یتیموں کے اموال کے متعلق تنبیہ کر دی گئی ہے۔

متفرقات

662- حضانت کے متعلق پانچ فیصلے

(ابن قیم) نبی ﷺ نے حضانت (بچے کی پرورش) کے متعلق پانچ فیصلے فرمائے ہیں:

(1) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا فیصلہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ﴿الخالۃ بمنزلۃ الأم﴾ ''خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔'' (٤)

(2) ایک آدمی اپنے نابالغ بچے کو لایا کہ جس کے متعلق اس نے اور اس کی ماں نے جھگڑا کیا اور یہ شخص مسلمان نہیں ہوا تھا تو

(۱) [صحیح : التعلیقات الرضیۃ علی الروضۃ (۲/۳۳۹) ترمذی (۱۳۹۷) کتاب الأحکام : باب ما جاء فی تخییر الغلام بین أبویہ إذا افترقا' ابن ماجۃ (۲۳۵۱) أحمد (۲/٤٤۷) نسائی (۳٤۹٦)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۹٦۳) کتاب الطلاق : باب إذا أسلم أحد الأبوین مع من یکون الولد' ابو داود (۲۲٤٤) نسائی (۳٤۹٥) حاکم (۲/۲۰٦) ابن ماجۃ (۲۳٥۲) دارقطنی (٤/٤۳)]

(۳) [تحفۃ الأحوذی (٤/٦۷۹)]

(٤) [بخاری (۲٦۹۹) کتاب الصلح : باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان]

رسول اللہ ﷺ نے باپ کو ایک طرف اور ماں کو دوسری طرف بٹھا دیا پھر بچے کو اختیار دیا اور کہا ''اے اللہ! اسے ہدایت دے۔'' تو وہ بچہ اپنی ماں کی طرف مائل ہو گیا۔(۱)

(3) رافع بن سنان مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی مسلمان نہ ہوئی...... بچی ماں کی طرف مائل ہوئی تو نبی ﷺ نے دعا کی ''اے اللہ اسے ہدایت دے'' تو وہ اپنے باپ کی طرف مائل ہو گئی پھر اس نے بچی کو پکڑ لیا۔(۲)

(4) نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرا شوہر میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے............الخ۔(۳)

(5) ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا ''یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا پیٹ اس کے لیے برتن تھا......الخ۔(٤)

یہ وہ پانچ فیصلے ہیں کہ جن پر پرورش و تربیت کے مسائل کا دارومدار ہے۔(٥)

663- بچہ کسی کے پاس بھی ہو لیکن جب ماں یا باپ میں سے کسی کو ملنا چاہے

تو اسے اجازت دینی چاہیے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله﴾ ''رشتہ ناتہ عرش سے لٹکا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے کاٹے اللہ اسے کاٹے۔''(٦)

(۱) [ذکرہ أحمد]

(۲) [ابو داود (٢٢٤٤)]

(۳) [ابو داود (٢٢٧٧)]

(٤) [ابو داود (٢٢٧٦)]

(٥) [أعلام الموقعين (٣٦٠/٤-٣٦١)]

(٦) [مسلم (٢٥٥٥) كتاب البر والصلة : باب صلة الرحم وتحريم قطعيتها]

كتاب البيوع

خرید وفروخت کے مسائل

- باب أنواع البيوع المحرمة — حرام بیوع کی اقسام کا بیان
- باب الربا — سود کا بیان
- باب الخيارات — اختیار کا بیان
- باب السلم — بیع سلم کا بیان
- باب القرض — قرض کا بیان
- باب الشفعة — شفعہ کا بیان
- باب الإجارة — اشیاء کو ٹھیکے پر دینے کا بیان
- باب الإحياء والإقطاع — زمین کی آبادکاری اور عنایات کا بیان
- باب الشركة — شرکت کا بیان
- باب الرهن — گروی رکھنے کا بیان
- باب الوديعة والعارية — امانت اور ادھار کا بیان
- باب الغصب — غصب کا بیان
- باب العتق — غلام کی آزادی کا بیان
- باب الوقف — وقف کا بیان
- باب الهدية — ہدیہ کا بیان
- باب الهبة — ہبہ کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرة : ٢٧٥]

''اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله ﴾

''رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اسے تلاش کرتی ہے۔''

[صحيح لغيره : صحيح الترغيب (١٧٠٣)]

کتاب البیوع ❶

خرید وفروخت کے مسائل

باب انواع البیوع المحرمة — حرام بیوع کی اقسام

اَلْمُعْتَبَرُ فِيهِ مُجَرَّدُ التَّرَاضِيْ وَلَوْ بِإِشَارَةٍ مِنْ قَادِرٍ عَلَى النُّطْقِ	(بیع کے صحیح ہونے میں) صرف بائع اور مشتری کی رضامندی ضروری ہے ❷ خواہ یہ ایسے شخص کے محض اشارے کے ساتھ ہی ہو جو بولنے کی طاقت رکھتا ہو۔ ❸

❶ لغوی وضاحت: لفظِ بیوع بیع کی جمع ہے جو باب بَاعَ يَبِيعُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''بیچنا' فروخت کرنا اور بعض اوقات خریدنا بھی'' مستعمل ہے۔ باب بَايَعَ اور تَبَايَعَ (مفاعلة، تفاعل) ''باہم خرید وفروخت کرنا۔'' باب اِبْتَاعَ (افتعال) ''خریدنا''۔ باب أَبَاعَ (إفعال) ''بیچنے کے لیے پیش کرنا۔'' بَائِع اور بَيِّع 'بیچنے والا''۔ مُشْتَرٍ وَشَارٍ ''خریدار۔''(۱)

شرعی تعریف: (ابن قدامہؒ) ایک مال دوسرے کی ملکیت میں دیتے ہوئے اور اس کا مال اپنی ملکیت بناتے ہوئے باہم تبادلہ کرنا۔(۲)

(نوویؒ) ملکیت بنانے کی غرض سے مال کو مال سے بدلنا۔(۳)

مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ ﴾ [البقرة: ٢٧٥]
''اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے۔''

(2) ﴿ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ﴾ [البقرة: ٢٨٢]
''جب ایک دوسرے سے خرید وفروخت کرو تو گواہ بنالو۔''

(3) ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرة: ١٩٨]
''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔''

(4) ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ﴾ [الجمعة: ١٠-١١]
''جب نماز مکمل کر دی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔''

---

(۱) [المنجد (ص/۸۱) القاموس (ص/٦٣٤)]
(۲) [المغنی (۵۵۹/۳)]
(۳) [مغنی المحتاج (۲/۲)]

(5) حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا ﴿ اى الكسب أطيب؟ ﴾ ”کون سی کمائی پاکیزہ تر ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ عمل الرجل بيده و كل بيع مبرور ﴾ ”آدمی کی اپنے ہاتھ سے کمائی اور ہر قسم کی تجارت جو دھوکہ اور فریب دہی سے پاک ہو۔“ (١)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ [النساء : ٢٩]

”اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ الا کہ تمہاری باہمی رضامندی سے خرید و فروخت ہو (تو جائز ہے)۔“

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيبة من نفسه ﴾ ”کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہوتا۔“ (٢)

(3) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إنما البيع عن تراض ﴾ ”صرف خرید و فروخت باہمی رضامندی سے ہی (جائز) ہے۔“ (٣)

❸ اللہ تعالیٰ نے ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف مال کے منتقل ہونے میں صرف (فریقین کی) باہمی رضامندی اور دلی خوشی کا ہی تقاضا کیا ہے خواہ وہ کسی بھی لفظ یا صفت پر واقع ہو جائے اور خواہ وہ (رضامندی) مجرد اشارے یا کتابت کے ذریعے ہی ہو جائے۔ جب یہ چیز حاصل ہو جائے اور بائع (فروخت کار) اور مشتری (خریدار) دونوں مجلس سے جدا ہوتے وقت رضامند ہوں تو (سمجھ لو) فروخت کی جانے والی چیز بائع کی ملکیت سے مشتری کی ملکیت میں منتقل ہو گئی جبکہ وہ ایسی اشیا میں سے ہو جن کی تجارت جائز ہے۔ (٤)

664- صحتِ تجارت کے لیے مالک کا مکلّف (خود مختار) ہونا ضروری ہے

(1) کیونکہ جب تک وہ سنِ تکلیف کو نہیں پہنچتا اس کا مال میں تصرف درست نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ﴾ [النساء : ٦]

”اگر تم ان میں ہوشیاری اور حسنِ تدبیر پاؤ تو ان کے مال انہیں سونپ دو۔“

(2) خود مختار ہونا اس لیے ضروری ہے کیونکہ صحتِ تجارت کے لیے رضامندی اور قلبی خوشی کی شرط لگائی گئی ہے جیسا کہ ابھی پیچھے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

---

(١) [بزار (١٢٥٧، ١٢٥٨) حاكم (٢/١٠) أحمد (٤/١٤١) طبرانی (٤/٢٧٦) تلخيص الحبير ٣/٣) شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٥/٨)]

(٢) [حسن : إرواء الغليل (٥/٢٨١) بيهقی (٦/٩٧)]

(٣) [صحيح : إرواء الغليل (١٢٨٣) ابن ماجة (٢١٨٥)]

(٤) [السيل الجرار (٣/٦)]

665- تجارت کے وقت قرض لکھنا اور گواہ بنانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ...... وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ﴾ [البقرة : ۲۸۲]

''اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے سے مقررہ میعاد پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور لکھنے والے کو چاہیے کہ تمہارا آپس کا معاملہ عدل وانصاف سے لکھے۔ کاتب کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا ہے پس اسے بھی لکھ لینا چاہیے اور جس کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اپنے اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ کمی نہ کرے۔ ہاں جس شخص کے ذمہ حق ہے وہ اگر نادان ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوا دے اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو۔''

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ	شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت جائز نہیں۔ ❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت حرام کی ہے۔'' (۱)

(ابن حجرؒ) خنزیر کے تمام اجزا کی تجارت بالاجماع حرام ہے۔(۲)

(شوکانیؒ) مردار کی کسی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں اِلا کہ جسے کوئی دلیل خاص کر دے مثلاً رنگا ہوا چمڑا وغیرہ۔(۳)

وَالْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ وَالدَّمِ	کتے، بلی ❶ اور خون (کی تجارت جائز نہیں)۔ ❷

❶ (1) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن ثمن الكلب ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔'' (٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن ثمن الكلب والسنور ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔''

---

(۱) [بخاری (۲۲۳٦ ، ٤۲۹٦) کتاب البیوع : باب بیع المیتة والأصنام ، مسلم (۱۵۸۱) أحمد (۳۲٤/۳) ابو داود (۳٤۸٦) ترمذی (۱۲۹۷) ابن ماجة (۲۱٦۷) نسائی (۳۰۹۱۷) ابن الجارود (۵۷۸) بیهقی (۱۲/٦)]

(۲) [فتح الباری (۱۷۸/۵)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۸/۳)]

(٤) [بخاری (۲۲۳۷) کتاب البیوع : باب ثمن الکلب ، مسلم (۱۵٦۷) ابو داود (۳٤۸۱) ترمذی (۱۲۷٦) نسائی (۳۰۹/۷) ابن ماجة (۲۱۵۹) أحمد (۱۱۸/٤) دارمی (۱۷۰/۲) شرح معانی الآثار (۵۱/٤) شرح السنة (۲۱۵/٤)]
[مسلم (۱۵٦۹) کتاب المساقاة : باب تحريم ثمن الکلب...... ، أحمد (۳۱۷/۳) ابو داود (۳٤۷۹) ترمذی (۱۲۷۹)]

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن ثمن الكلب إلا كلب صيد ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے علاوہ کسی بھی کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(شوکانیؒ) اگر (استثناء والی) حدیث قابل حجت ہو تو مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہوئے شکاری کتے کے علاوہ باقی کتوں کی تجارت حرام ہو گی۔“ (۲)

(امیر صنعانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(جمہور، شافعیؒ) کتے کی تجارت مطلقا حرام ہے۔

(ابو حنیفہؒ) کتے کی تجارت مطلقا حرام ہے۔

(عطاءؒ، نخعیؒ) صرف شکاری کتے کی تجارت جائز ہے۔(٤)

(راجح) امام نخعیؒ وغیرہ کا قول راجح ہے کیونکہ گذشتہ سنن نسائی کی صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔

666- جو کتے کو مارے کیا وہ اس کی قیمت ادا کرے گا؟

(جمہور) قیمت کی ادائیگی واجب نہیں (کیونکہ اس کی تجارت حرام ہے)۔

(ابو حنیفہؒ) قیمت ادا کرنا واجب ہے (کیونکہ اس کی تجارت جائز ہے)۔

(مالکؒ) اس کی تجارت تو جائز نہیں لیکن اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔(٥)

(راجح) اگر ایسے کتے کو مارا گیا ہے جس کی خرید و فروخت جائز ہے (مثلاً شکاری کتا وغیرہ) تو اس کی قیمت ادا کی جائے گی جبکہ اس کے علاوہ دوسرے کتوں کی قیمت ادا کرنا ضروری نہیں۔

○ بلی کی تجارت میں بھی اختلاف ہے:

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، طاوسؒ، مجاہدؒ) بلی کی تجارت حرام ہے۔

(جمہور) بلی کی بیع جائز ہے کیونکہ ممانعت والی حدیث ضعیف ہے۔

(امیر صنعانیؒ) حدیث کو ضعیف کہنے والوں کی بات مردود ہے۔

---

(۱) [صحيح : صحيح نسائي (٤٣٥٣) صحيح ابن ماجة (٢١٦١) صحيح الجامع (٦٩٤٦) نسائي (٤٦٦٨) ترمذي (١٢٨١)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (١٠٤٦/٣)]

(۲) [نيل الاوطار (٥١٢/٣)]

(۳) [سبل السلام (١٠٤٦/٣)]

(٤) [فتح الباري (١٧٩/٥) نيل الأوطار (٥١٢/٣) الروضة الندية (١٩٤/٢)]

(٥) [الأم (١٦/٣) بدائع الصنائع (٣٠٠٦/٦) الحجة على أهل المدينة (٧٥٤/٢) الكافي لابن عبدالبر (ص/٣٢٧) الخرشي (١٦/٥) المغني (٣٥٢/٦) كشاف القناع (١٥٤/٣)]

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں۔(۱)

(راجح) بلی کی تجارت حرام ہے کیونکہ گذشتہ صحیح حدیث اس کی دلیل ہے۔(۲)

❷ (1) حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن رسول الله حرم ثمن الدم﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت حرام قرار دی ہے۔''(۳)

(2) خون کی بیع بالاجماع حرام ہے۔(٤)

وَعَسْبِ الْفَحْلِ وَكُلِّ حَرَامٍ	نر چڑھانے ❷ اور ہر حرام چیز ❸ (کی تجارت جائز نہیں)۔

❶ لفظِ عسب باب عَسَبَ يَعْسِبُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ یہ ''نر کی جفتی یا اس سے خارج ہونے والے پانی' یا اس کی نسل واولاد' یا جفتی کے عوض کرایہ دینے'' کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(٥)

اور فحل ''نر حیوان'' کو کہتے ہیں مثلاً گھوڑا' اونٹ یا بکرا وغیرہ۔(٦)

❷ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي نهى عن ثمن عسب الفحل﴾ ''نبی ﷺ نے نر کی جفتی کے معاوضے کو ممنوع قرار دیا ہے۔''(۷)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ نهى عن بيع ضراب الجمل﴾ ''نبی ﷺ نے اونٹ کی جفتی کی تجارت سے منع فرمایا ہے۔''(۸)

(جمہور، شوکانیؒ) نر کی جفتی کا معاوضہ لینا حرام ہے۔

(مالکؒ، حسنؒ، ابن سیرینؒ) نر کو جفتی کے لیے معلوم مدت تک اجرت پر دینا جائز ہے۔(۹)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے نر کی جفتی کے معاوضے کے متعلق دریافت کیا......

﴿فرخص له الكرامة﴾ ''تو آپ ﷺ نے اسے ''کرامہ'' کی اجازت دے دی۔''(۱۰)

---

(۱) [ابن أبي شيبة (٤٠٢/٤) سبل السلام (١٠٥٢/٣) تحفة الأحوذى (٥٦٨/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٥١٣/٣)]

(۳) [بخاری (٢٠٨٦) كتاب البيوع : باب موكل الربا' أحمد (٣٠٨/٤) ابو داود (٣٤٨٣) بيهقى (٦/٦)]

(٤) [فتح البارى (١٨٠/٥)]

(٥) [القاموس المحيط (ص/١٠٦) النهاية (٢٣٤/٣)]

(٦) [القاموس المحيط (ص/٩٣٨)]

(٧) [بخارى (٢٢٨٤) كتاب الإجارة : باب عسب الفحل' ابو داود (٣٤٢٩) ترمذى (١٢٧٣) نسائى (٣١٠/٧) حاكم (٤٢/٢) ابن الجارود (٥٨٢) بيهقى (٣٣٩/٥) أحمد (١٤/٢)]

(٨) [مسلم (١٥٦٥) نسائى (٣١٠/٧) أبو يعلى (١٨١٦)]

(٩) [نيل الأوطار (٥١٥/٣)]

(١٠) [ترمذى (١٢٧٤) نسائى (٣١٠/٧) بيهقى (٣٣٩/٥)]

" کـرامة " ایسے عطیے (یاہدیے) کو کہتے ہیں جو بغیر کسی شرط کے نر کی جفتی کے عوض (فائدہ حاصل کرنے والا مالک کے لیے) پیش کرتا ہے۔(۱)

○ بغیر معاوضے کے جفتی کی غرض سے نر جانور دینے کی ترغیب میں ایک حدیث مروی ہے کہ حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أطرق فرسا فأعقب كان له كأجر سبعين فرسا ﴾ "جس نے جفتی کے لیے عاریتاً گھوڑا دیا پھر کوئی اس کا جانشین بھی بنا (یعنی اس سے اولاد ہوئی) تو اس کے لیے ستر گھوڑوں کے معاوضے کی مانند اجر ہے۔"(۲)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں کو طلا کیا جاتا ہے' چمڑوں کو چکنا کیا جاتا ہے اور لوگ اسے جلا کر روشنی حاصل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا ' هو حرام ﴾ "نہیں' وہ بھی حرام ہے۔" پھر اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ قاتل الله اليهود إن الله لما حرم عليهم شحومها جملوه ثم باعوه فأكلوا ثمنه ﴾ "اللہ تعالیٰ یہود کو غارت کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے چربیوں کو ان کے لیے حرام کر دیا تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔"(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے جب ان پر چربیوں کو حرام کیا گیا تو وہ انہیں بیچ کر ان کی قیمت کھا گئے ﴿ وأن الله إذا حرم على قوم أكل شيئ حرم عليهم ثمنه ﴾ "اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام کر دیتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتے ہیں۔"(٤)

وَفَضْلِ الْمَاءِ وَمَا فِيهِ غَرَرٌ	(ضرورت سے) زائد پانی ❶ اور جس میں دھوکہ ہو ❷ (اس کی تجارت جائز نہیں)۔

❶ (1) حضرت ایاس بن عبد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن بيع فضل الماء ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زائد پانی کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔"(٥)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن بيع فضل الماء ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زائد

---

(۱) [الروضة الندية (۱۹٥/۲)]

(۲) [أحمد (۲۳/٤) ابن حبان (٤٦٧٩) طبراني كبير (۸٥۳) امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۲٦۹/٥)]

(۳) [بخاری (۲۲۳٦) كتاب البيوع : باب بيع الميتة والأصنام ' مسلم (۱٥۸۱) أحمد (۳۲٤/۳) ابو داود (۳٤۸٦) ترمذی (۱۲۹۷) نسائی (۳۰۹/۷) ابن ماجة (۲۱٦۷) أبو يعلى (۱۸۷۳) ابن الجارود (٥۷۸) بيهقى (۱۲/٦) شرح السنة (۲۱۸/٤)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۹۷۸) كتاب البيوع : باب في ثمن الخمر والميتة ' ابو داود (۳٤۸۸) أحمد (۲٤۷/۱)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۰۰۷) ابو داود (۳٤۷۸) كتاب البيوع : باب في بيع فضل الماء ' ترمذى (۱۲۷۱) نسائی (۳۰۷/۷) بيهقى (۱٥/٦) أحمد (۱۳۲/۲)]

پانی کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔‘‘(۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں حدیث مروی ہے ﴿ لا یمنع فضل الماء لیمنع به فضل الکلأ ﴾ ’’زائد پانی سے نہ روکا جائے تاکہ اس کے ذریعے زائد گھاس سے بھی روکا جائے۔‘‘ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا یباع فضل الماء لیباع به الکلأ ﴾ ’’زائد پانی فروخت نہ کیا جائے تاکہ اس کے ساتھ گھاس بھی فروخت کی جائے۔‘‘(۲)

وہ حدیث جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب فرمایا ﴿ من یشتری بئر رومة فیوسع بھا علی المسلمین وله الجنة ﴾ ’’کون بئر رومہ خرید کر اس کے ذریعے مسلمانوں پر فراخی کرے گا اور اسے جنت بھی ملے گی‘ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں اس یہودی سے خرید کر کہ جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔‘‘(۳)

بظاہر گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں جب اسلام کے احکام مقرر ہو گئے تو آپ ﷺ نے پانی کی خرید وفروخت کو حرام قرار دے دیا۔(٤)

○ یاد رہے کہ زائد پانی فروخت کرنے کی ممانعت ہے۔ اپنی ملکیت کی جگہ فروخت کرنے کی ممانعت نہیں ہے اس لیے اگر کوئی اپنا کنواں وغیرہ فروخت کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

❷ دھوکے کی بیع سے مراد ایسی بیع ہے جس کا انجام معلوم نہ ہو۔ اس خیال کی وجہ سے کہ پتہ نہیں ایسا ہوگا کہ نہیں ہوگا مثلاً بھاگے ہوئے غلام کی بیع‘ ہوا میں پرندے کی بیع‘ پانی میں مچھلی کی بیع اور غائب ومجہول چیز کی بیع وغیرہ۔(٥)

1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ نھی عن بیع الغرر ﴾ ’’نبی ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔‘‘(٦)

2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تشتروا السمك فی الماء فإنه غرر ﴾ ’’مچھلی کو پانی میں مت خریدو کیونکہ یہ دھوکہ ہے۔‘‘(٧)

(امام نوویؒ) دھوکے کی تجارت سے ممانعت کتاب البیوع کے اصول میں سے ایک عظیم اصل ہے اور اس میں اَن گنت مسائل ہیں

---

١) [مسلم (١٥٦٥) ابن ماجة (٢٤٧٧) أحمد (٣٥٦/٣) ابن الجارود (٥٩٥) حاکم (٤٤/٢) بیھقی (١٥/٦)]

٢) [بخاری (٢٣٥٣) مسلم (١٥٦٦)]

٣) [بخاری (٢٧٧٨) ترمذی (٣٦٩٩) نسائی (٢٣٦/٦)]

٤) [نیل الأوطار (٥١٤/٣-٥١٥)]

٥) [تحفة الأحوذی (٤٨٣/٤)]

٦) [مسلم (١٥١٣) کتاب البیوع : باب بطلان بیع الحصاة...... ‘ ابو داود (٣٣٧٦) ترمذی (١٢٣٠) نسائی (٢٦٢/٧) ابن ماجة (٢١٩٤) أحمد (٢٧٦/٢) دارمی (٢٥١/٢) ابن الجارود (٥٩) دارقطنی (١٥/٣) بیھقی (٢٦٦/٥) شرح السنة (٢٩٧/٤)]

٧) [ضعیف : ضعیف الجامع الصغیر (٦٢٣١) أحمد (٣٨٨/١)]

مثلاً بھاگے ہوئے غلام کو فروخت کرنا' معدوم ومجہول شے کی بیع' جسے انسان کسی کے سپرد کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو (اس کی بیع)' وہ چیز جسے فروخت کرنے والا اس پر مکمل ملکیت نہ رکھتا ہو (اس کی بیع)' کثیر پانی میں موجود مچھلی کی بیع' جانور کے تھنوں میں موجود دودھ کی بیع' پیٹ میں موجود جنین (یعنی پیٹ کے بچے) کی بیع' مبہم یعنی غیر واضح غلے کے انبار و ڈھیر میں سے بعض حصے کی بیع' بہت زیادہ کپڑوں میں سے کسی ایک کپڑے کی بیع اور بہت سی بکریوں میں سے کسی ایک بکری کی بیع وغیرہ۔ایسی ہی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔اس قسم کی ہر بیع باطل ہے کیونکہ اس میں بلاضرورت دھوکہ پایا جاتا ہے۔(۱)

○ جن اشیا میں تھوڑا بہت دھوکہ ہو ان کے جواز پر اجماع ہے مثلاً گھر' جانور اور کپڑے وغیرہ کو ایک مہینے کے لیے اجرت پر دینا جائز ہے اگرچہ (اس میں یہ دھوکہ موجود ہے کہ) مہینہ کبھی تیس (30) دن کا ہوتا ہے اور کبھی انتیس (29) دن کا۔اور اسی طرح اجرت دے کر حمام میں داخل ہونے کے جواز پر بھی اجماع ہے اگرچہ (اس میں بھی یہ دھوکہ ہے کہ) لوگ پانی استعمال کرنے کے لحاظ سے مختلف ہیں (یعنی کوئی کم استعمال کرتا ہے اور کوئی زیادہ)۔(۲)

وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ	حاملہ کے حمل کی بیع' ❶ ایک دوسرے کی طرف اپنا مال پھینک کر بیع کرنا اور مال کو ہاتھ لگا کر سودا کرنا بھی جائز نہیں۔ ❷

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن بيع حبل الحبلة ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے" اور یہ بیع دور جاہلیت میں تھی ﴿ كان الرجل يبتاع الجزور إلى أن تنتج الناقة ثم تنتج التي في بطنها ﴾ "آدمی اونٹنی اس شرط پر خریدتا کہ اس کی قیمت اس وقت دے گا جب اونٹنی بچہ جنے گی' پھر وہ بچہ جو اونٹنی کے پیٹ میں ہے وہ (آگے ایک بچہ) جنے گا۔"(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن رسول الله نهى عن بيع الملاقيح و المضامين ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقیح اور مضامین کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔"(٤)

"مضامین" لفظِ مضمونہ کی جمع ہے اس کا مطلب "نر اونٹ وغیرہ کی پشت میں منی کے قطرات" (جن سے بچے بنتے ہیں) ہے۔"

"ملاقیح" لفظ ملقوحہ کی جمع ہے۔اس سے مراد" وہ بچے ہیں جو مادہ جانوروں کے پیٹوں میں ہیں۔"(٥)

(۱) [شرح مسلم (٤١٦/٥)]
(۲) [تحفة الأحوذی (٤٨٣/٤)]
(۳) [مسلم (١٥١٤) كتاب البيوع : باب تحريم بيع حبل الحبلة ' موطا (٦٥٣/٢) بخاری (٢١٤٣) ترمذی (١٢٢٩) ابو داود (٣٣٨٠) أحمد (٦٣/٢) نسائی (٤٦٢٤)]
(٤) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٦٩٣٧) كشف الأستار للبزار (١٢٦٧) نصب الراية (١٠/٤)]
(٥) [سبل السلام (١١٠٥/٣) المسوى (٢٣/٢)]

حبل الحبلہ کی دو مشہور تفسیریں ہیں:

1) (مالکؒ، شافعیؒ) مادہ جانور کے پیٹ میں پرورش پانے والا بچہ پیدائش کے بعد جوان ہو کر جو بچہ جنے گا اس کی بیع حرام ہے۔

2) (احمدؒ، اسحاقؒ، ترمذیؒ) اس قیمت پر جانور دینا کہ یہ جو بچہ جنے گا اس کا بچہ مجھے دینا ہو گا۔

ابن حجرؒ، نوویؒ) انہوں نے پہلے مذہب کو ترجیح دی ہے۔

○ اس بیع سے ممانعت کا سبب یہ ہے کہ یہ معدوم و مجہول شے کی بیع ہے اور دھوکے کی بیع میں داخل ہے۔(۱)

● حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله من الملامسة والمنابذة في البيع ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے بیع میں ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے۔''

''ملامسه'' یہ ہے کہ ''خریدار کپڑا بیچنے والے کے کپڑے کو رات یا دن میں ہاتھ لگاتا ہے اور اسے اُلٹ پلٹ کر کے یں دیکھتا اور ''منابذه'' یہ ہے کہ ''ایک شخص دوسرے شخص کی طرف اپنا (برائے فروخت) کپڑا پھینکتا ہے اور بلا غور و فکر ر بلا رضامندی کے ان کے درمیان بیع پختہ ہو جاتی ہے۔''(۲)

شوکانیؒ) بیع ملامسہ اور منابذہ سے روکنے کا سبب دھوکہ، جہالت اور خیار مجلس کا ابطال ہے۔(۳)

وَمَا فِي الضَّرْعِ وَالْعَبْدِ الْآبِقِ وَالْمَغَانِمِ حَتَّى تُقْسَمَ وَالثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ وَالصُّوفِ فِي الظَّهْرِ وَالسَّمْنِ فِي اللَّبَنِ	تھنوں میں دودھ کی بیع' بھاگے ہوئے غلام کی بیع' تقسیم سے پہلے غنیمت کی بیع' پھلوں کی پکنے سے پہلے بیع' جانور کی پشت پر اُون کی بیع اور دودھ میں گھی کی بیع (جائز نہیں)۔ ❶

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن شراء ما في بطون الأنعام حتى ضع وعن بيع ما في ضروعها ' وعن شراء العبد وهو آبق ' وعن شراء المغانم حتى تقسم ﴾ ''نبی ﷺ نے پایوں کے پیٹ میں (پرورش پانے والے) بچے کو اس کی پیدائش سے پہلے خریدنے سے' تھنوں میں (جمع شدہ) دودھ کے ہنے سے پہلے فروخت کرنے سے' بھاگے ہوئے غلام کو خریدنے سے اور اموال غنیمت کو ان کی تقسیم سے پہلے خریدنے سے ؑ فرمایا ہے۔''(٤)

) [فتح الباری (٩٣/٥) تحفة الأحوزی (٤٨٢/٤) نيل الأوطار (٥١٧/٣) سبل السلام (١٠٦١/٣)]

) [بخاری (٢١٤٤) كتاب البيوع : باب بيع الملامسة ' مسلم (٥١٢) ابو داود (٣٣٧٧) نسائی (٢٦٠/٧) ابن ماجة (٢١٧) دارمی (١٦٩/٢) حميدی (٧٣٠) ابن الجارود (٥٩٢) عبدالرزاق (١٤٩٨٧) أبو يعلى (٩٧٦) بيهقی (٣٤٢/٥)]

) [نيل الأوطار (٥٢١/٣)]

). [**ضعيف** : إرواء الغليل (١٢٩٣) كتاب التجارات : باب النهي عن شراء ما في بطون الأنعام و ضروعها ' ابن ماجة (٢١٩٦) نصب الراية (١٤/٤) دارقطنی (١٥/٣) أحمد (٤٢/٣) بيهقی (٣٣٨/٥) العلل لابن أبی حاتم (١١٠٨)]

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن یہ تمام ممنوعہ بیوع دھوکے کی بیع میں داخل ہیں کہ جس سے صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى النبي ﷺ عن بيع المغانم حتى تقسم ﴾ "تقسیم سے پہلے غنائم کی بیع سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔"(۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ نهى رسول الله أن تباع ثمرة حتى تطعم ولا يباع صوف على ظهر ولا لبن في ضرع ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے پکنے اور کھانے کے قابل ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے نیز جانوروں کی پشت پر اُون اور تھنوں میں دودھ کی بیع سے بھی منع فرمایا ہے۔"(۳)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها ﴾ "نبی ﷺ نے پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔"(۴)

(صدیق حسن خانؒ) دھوکے کی بیع سے ممانعت کی (صحیح) احادیث ان روایات کو مضبوط کر دیتی ہیں کیونکہ ان تمام صورتوں میں دھوکہ پایا جاتا ہے۔(۵)

- تھنوں میں دودھ کی بیع کی حرمت پر اجماع ہے۔(۶)
- بھاگے ہوئے غلام کی بیع اس لیے جائز نہیں کیونکہ اسے خریدار کے حوالے کرنا مشکل ہے۔(۷)
- تقسیم سے پہلے غنائم کی بیع اس لیے ممنوع ہے کیونکہ ابھی وہ کسی کی ملکیت نہیں۔(۸)
- پھل پکنے اور صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع ناجائز ہے اس پر اجماع ہو چکا ہے۔(۹) لیکن احناف نے اسے جائز قرار دیا ہے۔(۱۰)

---

(۱) [أيضا]

(۲) [**صحيح** : صحيح نسائی (۴۳۳۰) نسائی (۳۰۱/۷)]

(۳) [مجمع الزوائد (۱۰۲/۴) طبرانی کبیر (۳۳۸/۱۱) دارقطنی (۱۴/۳) ابو داود فی المراسیل (ص/۱۶۸)] شیخ صبحی حلاق نے اسے ضعیف کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (۹۴/۵)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے مرفوعا ضعیف کہا ہے۔[أيضا (۱۱۰۳/۳)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوفا قوی قرار دیا ہے۔[بلوغ المرام (۷۷۵)] امام بیہقیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور امام نوویؒ نے بھی اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح قرار دیا ہے۔[شرح مسلم (۳۲۶/۹)]

(۴) [بخاری (۲۱۹۴) مسلم (۱۵۳۴)]

(۵) [الروضة الندية (۲۰۱/۲)]

(۶) [المحلی (۳۹۴/۸) موسوعة الإجماع (۱۷۶/۱)]

(۷) [سبل السلام (۱۱۰۲/۳)]

(۸) [نيل الأوطار (۵۱۹/۳)]

(۹) [موسوعة الإجماع (۱۹۸/۱)]

(۱۰) [فتح الباری (۳۹۴/۴)]

○ جانور کی پشت پر اُون اور دودھ میں گھی کی بیع جہالت اور دھوکے کی وجہ سے جائز نہیں۔(۱)

وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ	کچے کھیت کی اناج کے بدلے' کچی کھجوروں کی چھوہاروں کے بدلے ❶ اور سال بھر کے لیے کرائے پر معاملے کی بیع جائز نہیں۔ ❷

❶ "محاقلة" باب حَاقَلَ يُحَاقِلُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔اس کا معنیٰ "کھیتی کو خوشے میں ہی فروخت کر دینا" ہے۔ الْحَقْلُ "قابل کاشت زمین کو کہتے ہیں۔"(۲)

بالیوں میں کھڑی کھیتی کو غلے کے عوض فروخت کر دینا جیسے گندم کے کھیت کے بدلے گندم فروخت کرنا وغیرہ محاقلہ کہلاتا ہے۔

"مزابنة" باب زَابَنَ يُزَابِنُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔اس کا معنیٰ "ایک دوسرے سے ہٹانا اور درخت پر پھل بیچنا" مستعمل ہے۔الزَّبَن "گوشے" کو کہتے ہیں۔(۳)

درختوں پر لگے ہوئے پھل کو اُسی جنس کے اتارے ہوئے خشک پھل کے عوض فروخت کرنا مثلاً کھجوروں کے بدلے کھجور کے درخت پر لگی تازہ اور تر کھجوروں کی بیع اور انگور کے بدلے خشک انگور (یعنی کشمش) کی بیع وغیرہ مزابنہ کہلاتی ہے۔(٤)

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ نهى عن المحاقلة والمزابنة ﴾ "نبی ﷺ نے بیع محاقلہ اور بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔"(٥)

(2) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ "محاقلہ" یہ ہے کہ ﴿ أن يبيع الرجل الزرع بمائة فرق حنطة ﴾ "ایک شخص گندم کی کاشت کو ایک سو بیس (120) رطل گندم کے عوض فروخت کر دے۔"(٦)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں بیع مزابنہ کی تعریف یوں موجود ہے ﴿ أن يبيع ثمر حائطه إن كان نخلا بتمر كيلا وإن كان كرما أن يبيعه بزبيب كيلا ﴾ "اپنے باغ کے پھلوں کو مثلاً اگر وہ کھجوریں ہیں تو انہیں خشک کھجور کے عوض ماپ کر' اگر وہ انگور ہیں تو ان کو منقے کے بدلے ماپ کر فروخت کیا جائے۔"(٧)

---

(۱) [نیل الأوطار (۵۲۰/۳) البحر الزخار (۳۲۱/۳) المجموع (۳۲۷/۹) بدائع الصنائع (۱٤۸/۵)]

(۲) [النهاية (٤١٦/١) المنجد (۱۷۰) القاموس المحيط (۸۸۷)]

(۳) [المنجد (ص/۳۲۹)]

(٤) [القاموس المحيط (ص/۱۰۸٤) ترمذی (۱۲۲٤) کتاب البیوع : باب ما جاء فی النهی عن المحاقلة]

(٥) [بخاری (۲۱۸۷) کتاب البیوع : باب بیع المزابنة' ترمذی (۱۲۹۰) نسائی (۳۸۷۹) ابن ماجة (۲۲٦٦) أحمد (۳٦۰/۳)]

(٦) [مسلم (۱٥۳٦)]

(٧) [بخاری (۲۲۰٥) کتاب البیوع : باب بیع الزرع بالطعام کیلا]

(4) ایک روایت میں "بیع مزابنه" کی یہ تعریف موجود ہے کہ "کھجوروں کے درخت پر کھجوریں ہوں' ان کو خشک کھجوروں کے عوض متعین ماپ کے ساتھ فروخت کیا جائے کہ اگر زیادہ ہو جائیں تو میرا حق ہے اور اگر کم ہو جائیں تو میرے ذمے ان کی ادائیگی ہوگی۔" (۱)

ان دونوں بیوع کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ دونوں کی صحیح مقدار کا علم نہیں ہو سکتا۔ یعنی تر میوہ خشک ہو کر کتنا رہ جائے گا' زیادتی کا بھی امکان ہے اور کمی کا بھی۔ دونوں صورتوں میں فریقین میں سے کسی ایک کو نقصان ہو سکتا ہے۔ (۲)

❷ "معاومه" باب عَاوَمَ يُعَاوِمُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنیٰ "سال کے لیے کرائے پر معاملہ کرنا ہے۔" (۳)

ایک سال سے زیادہ مدت کے لیے ایک ہی عقد میں کھجوروں کی ان کے درختوں پر بیع کرنا "بیع معاومہ" کہلاتا ہے۔ (٤)

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهى رسول الله عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة﴾ "رسول اللہ ﷺ نے بیع محاقلہ' بیع مزابنہ اور بیع معاومہ سے منع فرمایا۔" (٥)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ﴿أنه نهى عن بيع السنين﴾ "آپ ﷺ نے سالوں کی بیع کر لینے سے منع فرمایا ہے۔" (٦)

اس بیع میں دھوکہ یہ ہے کہ سودا ہو گیا لیکن درخت کے اوپر پھل کی کوئی گارنٹی نہیں۔ وہ خشک ہو کر کم ہو جائے' قحط پڑ جائے' بارش نہ ہو یا سیلاب آ جائے (کچھ بھی ہو سکتا ہے)۔ اس لیے جب پھل اترا ہوا سامنے موجود ہے اور معلوم وزن کے ساتھ ماپ تول کر بیع کی جائے تب درست ہے ورنہ نہیں۔

(جزریؒ) یہ بیع اس لیے باطل ہے کیونکہ یہ ایسے بچے کی بیع کی طرح ہے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ (۷)

وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْعُرْبُوْنِ	کچے پھلوں کی بیع ❶ اور بیعانے کی بیع ❷ (جائز نہیں)۔

❶ "مخاضرہ" باب خَاضَرَ يُخَاضِرُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنیٰ کچے پھل اور غلہ جات کو پکنے سے پہلے (درختوں پر ہی) فروخت کر دینا ہے۔" (۸)

(۱) [مسلم (۲۸٤۹) کتاب البیوع : باب تحریم بیع الرطب بالتمر إلا في العرايا]
(۲) [تحفة الأحوذي (٤/٤۷۳) شرح السنة (٤۳٦' ٥١٦) النهاية (١/٤١٦)]
(۳) [المنجد (ص/٥۹۳)]
(٤) [الروضة الندية (٢/٢٠٣)]
(٥) [مسلم (١٥۳٦) کتاب البیوع : باب النهي عن المحاقلة والمزابنة......]
(٦) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٦۹۳٢)]
(۷) [النهاية (۳/۳٢۳)]
(۸) [المنجد (ص/۳٠۹) القاموس المحيط (ص/۳٤۸) نيل الأوطار (۳/٥٢١)]

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهى رسول الله عن ...... المخاضرة﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مخاضرہ سے منع فرمایا ہے۔''(١)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ نهى عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها نهى البائع والمبتاع﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بائع اور مشتری کو کچے پھلوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔''(٢)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿لا تتبايعوا الثمار حتى يبدو صلاحها﴾ ''ایک دوسرے سے کچے پھلوں کی بیع نہ کرو۔''(٣)

❷ ''بیع العربون'' یہ ہے کہ خریدار بائع کو بیع سے پہلے ایک درہم یا اس کی مثل کوئی چیز اس شرط پر دے کہ اگر اس نے سودا چھوڑ دیا تو وہ درہم بغیر کسی (عوض) کے بائع کا ہو جائے گا۔(٤)

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿نهى النبي ﷺ عن بيع العربان﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔''(٥)

(2) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیانے کی بیع کے متعلق دریافت کیا گیا تو ﴿فأحله﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جائز قرار دے دیا'' وہ ضعیف ہے۔(٦)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) یہ بیع باطل و ناجائز ہے۔

(احمدؒ) یہ بیع جائز ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول مروی ہے۔(٧)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔(٨)

---

(١) [بخاری (٢٢٠٧) کتاب البیوع : باب بیع المخاضرة]

(٢) [بخاری (٢١٩٤) کتاب البیوع : باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها' مسلم (١٥٣٤) ابو داود (٣٣٦٧) نسائی (٢٦٢/٧) أحمد (٥٦/٢)]

(٣) [أحمد (١٣/٥) مسلم (١٥٣٨) نسائی (٢٦٣/٧) ابن ماجة (٢٢١٥)]

(٤) [الروضة الندية (٢٠٤/٢) سبل السلام (١٠٧٣/٣) نيل الأوطار (٥٢٣/٣) موطا (٦٠٩/٢)]

(٥) [**ضعيف** : ضعیف ابن ماجة (٤٧٥) موطا (٦٠٩/٢) ابو داود (٣٥٠٢) ابن ماجة (٢١٩٢) ابن أبي شيبة (٢٠٥/٤) شرح السنة (١٣٥/٨) أحمد (١٨٣/٢)] شیخ احمد شاکرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [مسند احمد بتحقیق احمد شاکر (٦٧٢٣)]

(٦) [**ضعيف** : ابن ابی شيبة (٢٣١٩٥) تلخيص الحبير (٣٩/٣)] اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ راوی ضعیف ہے۔ [تهذيب التهذيب (١٣٧/١) المجروحين (١٠٥/١) الضعفاء للعقيلي (٦٢/١) الجرح والتعديل (١٢٥/٢) التاريخ الكبير (٣٢٣/١) الكامل لابن عدى (٢١٩/١) ميزان الاعتدال (٥٧/١)]

(٧) [موطا (٦١٠/٢) المجموع (٣٣٥/٩) المغنى (٣١٣/٤) ابن أبي شيبة (٧/٥) الفقه الإسلامي وأدلته (٣٥٠١/٥) تلخيص الحبير (١٧/٣) سبل السلام (٢١/٣)]

(٨) [نيل الأوطار (٥٢٤/٣)]

وَالْعَصِيرِ إِلَى مَنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا	ایسے شخص کو رس فروخت کرنا جو شراب بناتا ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب (کے مسئلہ) میں دس بندوں پر لعنت فرمائی ہے (وہ یہ ہیں) ﴿عاصرها و معتصرها و شاربها و حاملها و المحمولة إليه و ساقيها و بائعها و آكل ثمنها و المشترى لها و المشتراة له﴾ ''اسے نچوڑنے والا اور اسے نچڑوانے والا اور اسے پینے والا اور اسے اٹھا کر لے جانے والا اور جس کی طرف اسے اٹھا کر لے جایا جائے اور اسے پلانے والا اور اسے فروخت کرنے والا اور اس کی قیمت کھانے والا اسے خریدنے والا اور جس کے لیے اسے خریدا گیا ہو۔'' (۱)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من حبس العنب أيام القطاف حتى يبيعه من يهودى أو نصرانى أو ممن يتخذه خمرا فقد تقحم النار على بصيرة﴾ ''جو انگور اُتارنے کے دنوں میں انہیں روک لے حتی کہ اس کی بیع کسی یہودی' عیسائی یا ایسے شخص سے کردے جو اس کی شراب بناتا ہو تو وہ جانتے بوجھتے آگ میں داخل ہو گیا۔'' (۲)

بعض روایات میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿أو ممن يعلم أن يتخذه خمرا﴾ ''یا ایسے شخص سے بیع کرے جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ اس کی شراب بناتا ہے۔'' (۳)

معلوم ہوا کہ شراب بنانے والے شخص کو کوئی ایسی چیز فروخت نہیں کرنی چاہیے جس سے اسے شراب بنانے میں مدد ملے۔ نیز کسی بھی چیز کو گناہ کے کام کے لیے فروخت نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''گانے والی عورتوں کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ انہیں تعلیم دو' ان کی تجارت میں بھی کوئی خیر نہیں ہے اور ان کی قیمت حرام ہے۔'' (٤)

وَالْكَالِئُ بِالْكَالِئِ وَمَا اشْتَرَاهُ قَبْلَ قَبْضِهِ	معدوم شے کی معدوم شے کے ساتھ بیع ❶ اور مال کو قبضے میں لینے سے پہلے اس کی بیع (جائز نہیں)۔ ❷

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أن النبى ﷺ نهى عن بيع الكالئ بالكالئ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھار

(۱) [صحيح : غاية المرام (ص/٥٤) إرواء الغليل (١٥٢٩) ترمذى (١٢٩٥) كتاب البيوع : باب النهى أن يتخذ الخمر خلا' ابن ماجة (٣٣٨١)]

(۲) [صحيح : غاية المرام (٦٢) مجمع الزوائد (٩٠/٤)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[تلخيص الحبير (١٣٧/٤)]

(۳) [طبرانى أوسط (٢٩٤/٥)' (٥٣٥٦)]

(٤) [حسن : صحيح ترمذى (١٣٠٥) صحيح ابن ماجة (٢١٦٨) الصحيحة (٢٩٢٢) ترمذى (١٢٨٢)]

کے بدلے ادھار کی بیع سے منع فرمایا ہے۔'' (۱)

(2) امام شافعیؒ نے ان لفظوں میں ایک روایت بیان کی ہے ﴿ نهى عن الدين بالدين ﴾ ''آپ ﷺ نے قرض کی قرض کے ساتھ بیع سے منع فرمایا ہے۔'' (۲)

(3) طبرانی کی ایک روایت میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن بيع كالئ بكالئ ودين بدين ﴾ ''نبی ﷺ نے ادھار کے بدلے ادھار کی بیع سے اور قرض کے بدلے قرض کی بیع سے منع فرمایا ہے۔'' (۳)

(احمدؒ) اس مسئلے میں کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے لیکن (یہ بات ہے کہ) قرض کے بدلے قرض کے عدم جواز پر لوگوں کا اجماع ہے۔ (٤)

اسی طرح ہر معدوم شے کے بدلے معدوم شے کی بیع جائز نہیں۔ (٥)

اس کی مزید تائید اُن احادیث سے ہوتی ہے جن میں '' حبل الحبلة '' اور ''ملاقیح ومضامین'' کی بیع سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ان میں بھی عدم جواز کا سبب بیع کا معدوم ہونا ہی ہے۔ (٦)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا ابتعت طعاما فلا تبعه حتى تستوفيه ﴾ ''جب تم غلہ خرید لو تو اسے قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔'' (۷)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ نهى رسول الله أن يشترى الطعام ثم يباع حتى يستوفى ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے غلہ خرید کر مکمل حاصل کر لینے سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔'' (۸)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ حتى يكتاله ﴾ ''حتی کہ اسے ماپ لے (پھر فروخت کرے)۔'' (۹)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''لوگ بازار کے بلند مقام میں غلہ خریدتے ہیں اور اسی جگہ فروخت کر دیتے ہیں ﴿ فنهاهم رسول الله عن بيعه في مكانه حتى ينقلوه ﴾ ''پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع فرمایا ہے کہ غلہ وہیں

---

(۱) [ضعیف : إرواء الغليل (۱۳۸۲) دارقطني (۷۱/۳) حاكم (۵۷/۲) بيهقي (۲۹۰/۵)] اس کی سند میں موسی بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔ [ميزان الاعتدال (۲۱۳/٤) المغني (٦٨٥/۲) التاريخ الكبير (۱۹۱/۷) التاريخ الصغير (۸۷/۲) الجرح والتعديل (۱۵۱/۸) الكاشف (١٦٤/٣)]

(۲) [كما في تلخيص الحبير (۲٦/۳)] امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں کہ اہل حدیث اس روایت کو کمزور قرار دیتے ہیں۔]

(۳) [نصب الراية (٤٠/٤) اس کی سند میں بھی گذشتہ بیان کردہ موسی بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

(٤) [نيل الأوطار (۵۲۷/۳) الروضة الندية (۲۰۸/۲)]

(٥) [تلخيص الحبير (٦٢/٣)]

(٦) [الروضة الندية (۲۰۸/۲)]

(۷) [مسلم (۱۵۲۸) كتاب البيوع : باب بطلان بيع المبيع قبل القبض ' أحمد (۳۹۲/۳) بيهقي (۳۱۲/۵)]

(۸) [مسلم (۱۵۲۸) أيضا ' أحمد (۳۳۷/۲)]

(۹) [مسلم (۱۵۲۸) أيضا]

فروخت نہ کریں بلکہ وہاں سے (کہیں اور) منتقل کرنے کے بعد فروخت کریں۔"(۱)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میرا خیال ہے کہ ہر چیز (حکم میں) غلے کی مانند ہی ہے۔"(۲)

(6) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ نهى أن تباع السلع حيث تبتاع حتى يحوزها التجار إلى رحالهم﴾ "نبی ﷺ نے سودے کو اُسی جگہ بیچنے سے منع فرمایا ہے جہاں اسے خریدا جاتا ہو حتی کہ اسے اپنے گھروں کی طرف لے جائیں (تو فروخت کر سکتے ہیں)۔"(۳)

(7) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿إذا اشتريت شيئا فلا تبعه حتى تقبضه﴾ "جب تم کوئی چیز خریدو تو اسے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔"(٤)

اس مسئلے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔

(مالکؒ) طعام (یعنی غلے) کے علاوہ تمام تصرفات میں قبضے سے پہلے بیع جائز ہے۔

(احمدؒ) اگر فروخت کنندہ چیز ماپی یا تولی جا سکتی ہو تو قبضے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں بصورت دیگر جائز ہے۔

(شافعیؒ، زفرؒ، محمدؒ) طعام ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز کچھ بھی قبضے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔

(ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ) غیر منقولہ اشیا کی بیع قبضے سے پہلے جائز ہے جبکہ منقولہ کی نہیں۔

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح احادیث اسی کو ثابت کرتی ہیں۔

○ امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ واضح نص (یعنی حدیث زید بن ثابت اور حدیث حکیم بن حزام) کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قیاس کی ضرورت پیش آئی ہوگی۔(٥)

وَالطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ وَلَا يَصِحُّ الْاِسْتِثْنَاءُ فِي الْبَيْعِ إِلَّا إِذَا كَانَ مَعْلُومًا وَمِنْهُ اِسْتِثْنَاءُ ظَهْرِ الْمَبِيْعِ	اور غلہ (کی بیع جائز نہیں) حتی کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں ❶ اور بیع میں استثناء کرنا جائز نہیں اِلا کہ مال معلوم ہو ❷ اور (معلوم استثناء) کی صورت یہ ہے کہ فروخت کیے جانے والے (جانور) کی سواری کو مستثنی کر لینا۔ ❸

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿نهى رسول الله عن بيع الطعام حتى يجرى فيه الصاعان، صاع

(۱) [مؤطا (٦٤١/٢) مسلم (١٥٢٧) أحمد (٥٦/١) ابو داود (٣٤٩٤) نسائی (٢٨٧/٧)]

(۲) [بخاری (٢١٣٥) مسلم (١٥٢٥) ابو داود (٣٤٩٧) ترمذی (١٢٩١) ابن ماجة (٢٢٢٧) أحمد (٢٢١/١) بیهقی (٣١٢/٥) حمیدی (٢٣٦/١)]

(۳) [صحيح : صحیح ابو داود (٢٩٨٨) کتاب البیوع : باب فی بیع الطعام قبل أن یستوفی ' ابو داود (٣٤٩٩) حاکم (٤٠/٢) دارقطنی (١٣/٣)]

(٤) [أحمد (٤٠٣/٣) طبرانی کبیر (٣١٠٧) نسائی (٢٨٦/٧)]

(٥) [نيل الأوطار (٥٣٢/٣)]

البائع وصاع المشتری ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے غلے کی بیع سے منع فرمایا ہے' حتی کہ اس میں دو صاع جاری ہو جائیں' (ایک) بائع کا صاع (اور دوسرا) مشتری کا صاع۔'' (۱)

(2) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ إذا ابتعت فاكتل وإذا بعت فكل ﴾ ''جب تم خریدو تو ماپ کرلو اور جب بیچو تو ماپ کر دو۔'' (۲)

(جمہور) جو شخص ماپ کر کوئی چیز خریدے اور اسے قبضہ میں لینے کے بعد فروخت کرے تو پہلے کیے ہوئے وزن کے ساتھ اسے مشتری کے حوالے کر دینا جائز نہیں حتی کہ دوسری مرتبہ (فروخت کرتے وقت) اس کا وزن کیا جائے (یا اسے ماپ لیا جائے)۔

(شوکانیؒ) یہی بات راجح ہے۔ (۳)

❷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن الثنيا إلا أن تعلم ﴾ ''نبی ﷺ نے ایک آدھ چیز مستثنیٰ کر لینے سے منع فرمایا ہے الا کہ اس کی مقدار مقرر کر لی جائے۔'' (٤)

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ بیع میں استثناء کی صورت یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز فروخت کرے اور اس کا کچھ حصہ مستثنیٰ کرے۔ اگر تو مستثنیٰ (علیحدہ کی ہوئی چیز) معلوم ہو مثلاً درختوں میں سے ایک درخت' مختلف منازل میں سے ایک منزل اور زمین کی مختلف جگہوں میں سے کوئی ایک جگہ تو بالاتفاق (یہ بیع) صحیح ہے اور اگر (مستثنیٰ) مجہول ہو مثلاً آدمی کسی نامعلوم چیز کو مستثنیٰ کر دے (یعنی وہ کہے میں نے یہ ڈھیر فروخت کر دیا لیکن اس کا بعض حصہ فروخت نہیں کیا) تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔ اور مجہول استثناء کی بیع سے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ یہ بیع جہالت کی وجہ سے دھوکے پر مشتمل ہوتی ہے۔ (٥)

امام نوویؒ سے بھی اسی معنی میں قول مروی ہے۔ (٦)

❸ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اپنا اونٹ فروخت کرتے وقت مدینہ تک اس پر سوار ہو کے جانے کا (معلوم) استثناء کر لیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اوقیہ کے بدلے اسے فروخت کر دیا ﴿ واشترطت حملانه إلى أهلي ﴾ ''اور میں نے اپنے گھر تک اس پر سواری کی شرط لگالی۔'' (۷)

---

(۱) [حسن : صحيح ابن ماجة (۱۸۱۲) كتاب التجارات : باب النهي عن بيع الطعام قبل ما لم يقبض' ابن ماجة (۲۲۲۸) دارقطنی (۸/۳) بیهقی (۳۱٦/٥)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۱۷۹/٥) بخاری تعليقا (۷٥/٥) أحمد (٦۲/۱) فتح الباری (۷٦/٥)]

(۳) [نيل الأوطار (٥۳۳/۳)]

(٤) [مسلم (۱٥۳٦) كتاب البيوع : باب النهي عن بيع الثمار...... ' ابو داود (۳۳۷٥) ترمذی (۱۳۱۳) ابن ماجة (۲۲٦٦) نسائی (۲۹٦/۷) أحمد (۳۱۳/۳)]

(٥) [فتح البارى (۳٥٤/٥)]

(٦) [شرح مسلم (۱۹٥/۱۰)]

(۷) [بخاری (۲٤۰٦) كتاب في الاستقراض : باب الشفاعة في وضع الدين' مسلم (۷۱٥) ابو داود (۳٥۰٥) نسائی (٤٦۳۷) أحمد (۲۹۹/۳)]

وَلَا یَجُوْزُ التَّفْرِیْقُ بَیْنَ الْمَحَارِمِ وَلَا اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ	محارم (خونی رشتوں) میں بیع کے ذریعے تفریق ڈالنا جائز نہیں ❶ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان بیچے۔ ❷

❶ (1) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيمة﴾ ''جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالی اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے اور اس کے اعزاء واقارب کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔'' (۱)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں دو غلام بھائیوں کو فروخت کر دوں' میں نے ان دونوں کو الگ الگ آدمیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أدركهما فارتجعهما ولا تبعهما إلا جميعا﴾ ''ان دونوں کو جا کر واپس لاؤ اور دونوں کو اکٹھا فروخت کرو۔'' (۲)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک لونڈی اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈال دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے روک دیا اور بیع کو رد کر دیا۔ (۳)

ماں اور اولاد کے درمیان' بہن بھائیوں کے درمیان اور لونڈی اور اس کی اولاد کے درمیان جدائی ڈالنا حرام ہے خواہ بیع کے ذریعے ہو یا کسی اور طریقے سے۔ باپ کو بھی ماں پر قیاس کیا جائے گا اور والدہ اور بچے پر تمام محارم کو قیاس کیا جائے گا۔

○ اگر ان کے درمیان جدائی ڈال دی جائے تو کیا بیع منعقد ہو جائے گی یا نہیں؟

(شافعیؒ) بیع منعقد نہیں ہوگی۔

(ابوحنیفہؒ) بیع منعقد ہو جائے گی۔

(راجح) حدیث کے یہ الفاظ ﴿ورد البيع﴾ ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع رد کر دی'' امام شافعیؒ کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔ (٤)

❷ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نهى النبي ﷺ أن يبيع حاضر لباد﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' (٥)

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٦٤١٢) ترمذی (١٢٨٣) کتاب البیوع : باب ما جاء فی کراهية أن يفرق بين الأخوين أو بين الوالدة وولدها فی البيع ' أحمد (٤١٣/٥) حاکم (٥٥/٢) دارقطنی (٦٧/٣) طبرانی کبیر (١٨٢/٤)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ترمذی (٢١٩) أحمد (١٢٦/١) حاکم (٥٤/٢) دارقطنی (٦٥/٣) مجمع الزوائد (١٠٧/٣)] شیخ محمد صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (٧٢/٥)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (٧٣٤٥) ابو داود (٢٦٩٦) دارقطنی (٦٦/٣) حاکم (٥٥/٢)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی (٥٧٢/٤) سبل السلام (١٠٨٦/٣) نیل الأوطار (٥٣٤/٣) المبسوط (١٤٠/١٣) مرقاة (٥٢٨/٦)]

(٥) [بخاری (٢١٥٩) کتاب البیوع : باب من کره أن يبيع حاضر لباد بأجر ' نسائی (٢٥٦/٧)]

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا یبع حاضر لباد ﴾ ''شہری دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے۔'' ''لوگوں کو اپنے حال پر رہنے دو اللہ انہیں ایک دوسرے سے رزق عطا فرمائیں گے۔'' (۱)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهينا أن يبيع حاضر لباد ' إن كان أخاه لأبيه وأمه ﴾ ''ہمیں منع کیا گیا کہ کوئی شہری دیہاتی کا سامان فروخت کرے خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہی ہو۔'' (۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تلقوا الركبان ولا يبع حاضر لباد ﴾ ''سامانِ تجارت لے کر آنے والے قافلوں کو آگے جا کر نہ ملو اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان فروخت کرے (یعنی دلال نہ بنے)۔'' (۳)

(نوویؒ) ہمارے اصحاب کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ ایک اجنبی آدمی دیہاتی سے یا دوسرے شہر سے ایسا ساز و سامان جس کی سبھی کو ضرورت ہے' اس روز کے نرخ کے مطابق فروخت کرنے کے لیے لے کر آتا ہے مگر اسے شہری کہتا ہے کہ اس سامان کو میرے پاس چھوڑ دو تا کہ میں اسے بتدریج اعلیٰ نرخ پر بیچ دوں۔ (٤)

(جمہور، شافعیؒ) شہری کا کسی دیہاتی کے سامان کو فروخت کرنا حرام ہے۔

(ابوحنیفہؒ) ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے (ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں)۔

(امیر صنعانیؒ) نسخ کا دعوی صحیح نہیں ہے۔ (٥)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔ (٦)

○ جس طرح شہری کے لیے کسی دیہاتی کا سامان بیچنا جائز نہیں اسی طرح اس کے لیے خریدنا بھی جائز نہیں کیونکہ لفظِ بیع دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ (٧)

وَالتَّنَاجُشُ وَالْبَيْعُ عَلَى الْبَيْعِ	بولی لگا کر بھاؤ چڑھانا ❶ اور بیع پر بیع کرنا (جائز نہیں)۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ تناجش ''دوسرے سے بڑھ کر بولی دینا اور شکار بھگانا'' کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اور

(۱) [مسلم (۱۵۲۲) کتاب البیوع : باب تحریم بیع الحاضر للبادی ' أحمد (۳۰۷/۳) ابو داود (۳٤٤۲) ترمذی (۱۲۲۳) نسائی (۲۵٦/۷) ابن ماجة (۲۱۷٦) بیهقی (۳٤٦/۵)]

(۲) [بخاری (۲۱٦۱) مسلم (۱۵۲۳) ابو داود (۳٤٤۰) نسائی (۲۵٦/۷)]

(۳) [بخاری (۲۱۵۸) کتاب البیوع : باب هل یبیع حاضر لباد بغیر أجر]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٤۲۵/۵)]

(٥) [فتح الباری (۳۷۱/٤) تحفة الأحوذی (٤٦۹/٤)]

(٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۵۳۷/۳) سبل السلام (۱۰۸۲/۳)]

(٧) [عمدة القاری (۳۸۷/۹) تحفة الأحوذی (٤۷۰/٤) نیل الأوطار (۵۳۸/۳)]

باب تفاعل سے مصدر ہے۔(١)

شرعی تعریف: ایسے شخص کا سودے کی قیمت میں اضافہ کرنا جو خود تو اسے خریدنا نہیں چاہتا لیکن کسی اور کو اس میں پھنسانا چاہتا ہے۔اس کا نام" ناجش" اس لیے رکھا گیا ہے کہ کیونکہ بولی لگانے والا سودے میں لوگوں کی رغبت ابھارتا ہے۔ یہ (یعنی تناجش) بائع کے ساتھ (پہلے) طے ہوتا ہے (اس صورت میں) دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔اور یہ بائع کو علم ہونے کے بغیر بھی ممکن ہے اس صورت میں صرف ناجش (بولی لگانے والا) ہی گناہ گار ہوگا اور بعض اوقات یہ بائع کے ساتھ خاص بھی ہوتا ہے جیسا کہ وہ (بائع) لوگوں کو غیرت دلانے کے لیے اصل قیمت خرید سے بڑھ کر قیمت خرید بتلائے۔(٢)

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن النجش ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا ہے۔"(٣)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى أن يبيع حاضر لباد وأن يتناجشوا ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے سے اور بولی لگا کر بھاؤ چڑھانے سے منع فرمایا ہے۔"(٤)

امام ابن بطال فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ناجش اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔(٥)

❷ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يبع أحدكم على بيع أخيه ﴾ "تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔"(٦)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يبيع الرجل على بيع أخيه ﴾ "آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔"(٧)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أن من باع من رجلين فهو للأول منهما ﴾ "جس نے دو آدمیوں سے بیع کی وہ

---

(١) [المنجد (ص/٨٧٤) القاموس المحيط (٥٤٥)]

(٢) [فتح الباري (٩٠/٥) تحفة الأحوزى (٦٠٤/٤)]

(٣) [بخاری (٢١٤٢) كتاب البيوع : باب النجش ومن قال لا يجوز ذلك البيع، مسلم (١٥١٦) مؤطا (٦٨٣/٢) نسائی (٢٥٨/٧) ابن ماجة (٢١٧٣) أحمد (١٠٨/٢) شرح السنة (٢٩٠/٤)]

(٤) [بخاری (٢١٤٠، ٢١٥٠) مسلم (١٥١٥) نسائی (٢٥٨/٧) ترمذی (١١٩٠) ابن ماجة (٢١٧٢) أحمد (٢٧٤/٢)]

(٥) [فتح الباري (٣٥٥/٤)]

(٦) [مؤطا (٥٢٣/٢) أحمد (١٢٢/٢) بخاری (٥١٤٢) مسلم (١٤١٢) ابو داود (٢٠٨١) ترمذی (١٢٩٢) ابن ماجة (١٨٦٨) دارمی (١٣٥/٢)]

(٧) [بخاری (٥١٤٣) مسلم (١٤١٣) ابو داود (٢٠٨٠) نسائی (٧٣/٦) ابن ماجة (١٨٦٧)]

ان دونوں میں سے پہلے کے لیے ہے۔'' وہ روایت ضعیف ہے۔(۱)

اس بیع کی صورت یہ ہے کہ بیع خیار واقع ہوگئی ہے جتنی مدت اختیار کے لیے دی گئی تھی اس دوران ایک آدمی آجاتا ہے اور خریدار سے کہتا ہے کہ تو اس سے سودے کو فسخ کر دے اور میں تمہیں اس سے ارزاں اور عمدہ و بہترین (چیز) فروخت کر دیتا ہوں اور جس طرح بیع پر بیع جائز نہیں اسی طرح شراء پر شراء (خریداری) جائز نہیں۔

وہ اس صورت میں کہ فروخت کرنے والے سے مدتِ خیار میں یوں کہے کہ تو یہ بیع فسخ کر دے میں تجھ سے یہی چیز اس سے زیادہ قیمت پر خرید لوں گا۔(۲)

(ابن حجرؒ) اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔(۳)

وَتَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَالِاحْتِكَارُ	اور قافلوں (مال لانے والوں) کو (منڈی پہنچنے سے پہلے) جا ملنا ❶ اور ذخیرہ اندوزی کرنا (جائز نہیں)۔ ❷

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تلقوا الركبان﴾ ''سامانِ تجارت لے کر آنے والے قافلوں کو آگے جا کر نہ ملو۔''(٤)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تلقوا الجلب فمن تلقى فاشترى منه فإذا أتى سيده السوق فهو بالخيار﴾ ''باہر سے شہر میں غلہ لانے والوں کو آگے جا کر نہ ملو جس کسی سے راستے ہی میں ملاقات کر کے اس کا سامان خرید لیا گیا تو منڈی میں پہنچنے کے بعد مال کے مالک کو اختیار ہے (چاہے سودا باقی رکھے اور چاہے تو منسوخ کر دے)۔''(٥)

اس کی صورت یہ ہے کہ شہری آدمی بدوی کو شہر کی مارکیٹ میں پہنچنے سے پہلے پہلے راستے ہی میں جا ملے تاکہ بھاؤ کے متعلق غلط بیانی کر کے اس سے سامان سستے داموں خرید لے اور اس کی اصل قیمت سے کم قیمت پر اس سے حاصل کر لے۔ منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فروخت کرنے والا دھوکہ دہی اور ضرر رسانی سے بچ جائے۔

(جمہور) قافلوں کو جا کر ملنا جائز نہیں۔

(۱) [إرواء الغليل (۱۸۰۳)]

(۲) [سبل السلام (۱۰۸٤/۳) نيل الأوطار (٥٤١/۳)]

(۳) [فتح الباري (۸۸/٥)]

(٤) [بخاری (۲۱٥۸) كتاب البيوع : باب هل يبيع حاضر لباد ' مسلم (۱٥۲۱) ابو داود (۳٤۳۹) ابن ماجة (۲۱۷۷) أحمد (۳٦۸/۱)]

(٥) [مسلم (۱٥۱۹) كتاب البيوع : باب تحريم تلقي الجلب ' أحمد (٤۸۷/۲) ابو داود (۳٤۳۷) ترمذی (۱۲۲۱) نسائی (۲٥۷/۷) ابن ماجة (۲۱۷۸)]

(ابوحنیفہؒ) یہ عمل جائز ہے (گذشتہ احادیث اس بات کا رد کرتی ہیں)۔(۱)

○ حدیث کے یہ الفاظ ﴿ فصاحبه بالخيار إذا ورد السوق ﴾ بتلاتے ہیں کہ یہ بیع (فاسد نہیں) بلکہ صحیح ہے۔(۲)

❷ (1) حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يحتكر إلا خاطئ ﴾ ''خطا کار کے سوا ذخیرہ اندوزی کوئی نہیں کرتا۔''(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے چالیس راتیں غلے کو ذخیرہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہو گئے۔''(٤)

(ابن حجرؒ) شرعی احتکار یہ ہے کہ غلہ کو روک لینا' فروخت نہ کرنا' اس انتظار میں کہ نرخ چڑھیں۔ عوام کو اس کی شدید ضرورت ہو جبکہ کرنے والا اس سے مستغنی ہو۔(٥)

(نوویؒ) جس احتکار کو حرام کیا گیا ہے وہ خوراک کے ساتھ خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص غلے کو مہنگائی کے وقت میں خرید لے اور اسے فروخت نہ کرے بلکہ ذخیرہ کر لے تاکہ اس کے نرخ مزید بڑھ جائیں۔ اگر کوئی شخص اسے (غلے کو) ان ایام میں خرید کر ذخیرہ کرے جن میں یہ سستا ہو یا اگر کوئی اسے مہنگائی کے وقت میں اپنی کھانے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے خریدتا ہے یا اسے فی الفور بیچنے کے لیے خریدتا ہے تو یہ احتکار نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرمت ہے۔(٦)

667- کیا احتکار صرف خورد ونوش کی اشیا میں ہے؟

(جمہور، شافعیہ) احتکار صرف انسانوں اور حیوانوں کی خورد ونوش کی اشیا میں ہے۔

(مالکؒ) احتکار خوراک اور غیر خوراک ہر چیز میں حرام ہے۔

(ابو یوسفؒ) ہر وہ چیز جس کا روک رکھنا لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہو احتکار میں شامل ہے خواہ سونا یا کپڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

جمہور علما نے احتکار کی مطلق احادیث کو طعام کے ذکر والی مقید احادیث پر محمول نہیں کیا کیونکہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ محض عوام الناس سے دفع مضرۃ کے لیے یا صحابی (راوی) کے مذہب کی وجہ سے مقید کیا ہے البتہ حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے کیوں اس کی قید لگائی تھی اس کا علم نہیں ہو سکا' ممکن ہے جس مناسب حکمت کے تحت جمہور نے اس کی قید لگائی ہے

---

(۱) [نيل الأوطار (٥٣٩/٣)]

(۲) [تحفة الأحوذى (٤٦٧/٤) نيل الأوطار (٥٣٩/٣)]

(۳) [مسلم (١٦٠٥) كتاب المساقاة : باب تحريم الأحتكار فى الأقوات ' ابو داود (٣٤٤٧) ترمذى (١٢٦٧) ابن ماجة (٢١٥٤) أحمد (٤٠٠/٦) دارمى (٢٤٨/٢)]

(٤) [ضعيف : غاية المرام (٣٢٤) أحمد (٣٣/٢) حاكم (١١/٢) مجمع الزوائد (١٠٠/٤) نصب الراية (٢٦٢/٤)]

(٥) [فتح البارى (٨١/٥)]

(٦) [شرح مسلم (٤٣/١١)]

انہوں نے بھی لگائی ہو۔‘‘(۱)

لفظِ طعام کے ساتھ قید والی حدیث یہ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من احتكر على الناس طعامهم ضربه الله بالجذام والإفلاس﴾ ’’جس نے لوگوں پر ان کا غلہ ذخیرہ کر لیا اللہ تعالیٰ اسے کوڑ اور افلاس میں مبتلا کر دیں گے۔‘‘(۲)

(راجح) کسی بھی چیز کی ذخیرہ اندوزی (جبکہ لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ شخص اسے مسلمانوں کے لیے مہنگا کرنا چاہتا ہو) خوراک کی ہو یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کی' حرام ہے۔(۳)

وَالتَّسْعِيرُ وَيَجِبُ وَضْعُ الْجَوَائِحِ	نرخ مقرر کرنا ❶ (جائز نہیں) اور کسی آفت کی بنا پر ہونے والے نقصان کو معاف کر دینا ضروری ہے۔ ❷

❶ تسعیر سے مراد ’’کسی چیز کا (نرخ) بھاؤ مقرر کرنا‘‘ ہے اور یہ باب سَعَّرَ يُسَعِّرُ (تفعیل) سے مصدر ہے۔(٤)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ ﴾ [البقرة : ٢٤٥] ’’اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے۔‘‘

(2) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ منورہ میں اشیا کا بھاؤ چڑھ گیا۔لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اشیا کے نرخ بڑے تیز ہو رہے ہیں آپ ہمارے لیے (ان کے) نرخ مقرر فرما دیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق وإني لأرجو أن ألقى الله تعالىٰ وليس أحد منكم يطلبني بمظلمة في دم ولا مال﴾ ’’نرخ کا تعین کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے وہی ارزاں وسستا کرتا ہے' وہی گراں کرتا ہے اور روزی دینے والا وہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ کوئی شخص تم میں سے مجھ سے خون میں اور مال میں ظلم و ناانصافی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔‘‘(٥)

امام صنعانی رقمطراز ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نرخ مقرر کرنا ظلم ہے اور ظلم حرام ہے۔(٦)

تسعیر (نرخ مقرر کرنے) کی صورت یہ ہے کہ سلطان یا اس کا نائب یا کوئی حاکم منڈی میں فروخت کرنے والوں کو احکام

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۱۱/٤٣) سبل السلام (۳/۱۰۹۰) تحفة الأحوذی (٤/٥٤٩) ضوء النهار (۳/۱۲۳۷) مرقاة (٦/۱۱۰) البحر الزخار (۳/۳۱۹)]

(۲) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (٤٧٢) كتاب التجارات : باب التجارة والحلب' ابن ماجة (۲۱٥٥)] حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[فتح الباری (٥/٨١)]

(۳) [نيل الأوطار (۳/٦۰٤)]

(٤) [المنجد (ص/۳۷٤)]

(٥) [**صحيح** : غاية المرام (۳۲۳) ابو داود (۳٤٥۱) كتاب البيوع : باب فی التسعير' ترمذی (۱۳۱٤) ابن ماجة (۲۲۰۰) دارمی (۲/۳۲٤) أحمد (۳/۱۰٦)]

(٦) [سبل السلام (۳/۱۰۸۹)]

کے ذریعہ پابند کر دے کہ وہ اتنے نرخ سے زائد اپنی اشیا فروخت نہ کریں اور نرخ کے اتار چڑھاؤ' کی بیشی کو مصلحتاً روک دیں (اس سے ایک تو تاجروں کو نقصان ہوتا ہے دوسرا وہ اشیا کو روک کر عوام کو ضروریاتِ زندگی سے محروم کر دیتے ہیں)۔

(مالکؒ) حکمران کے لیے نرخ مقرر کرنا جائز ہے۔

(بعض شافعیہ) مہنگائی کے دور میں نرخ مقرر کیے جا سکتے ہیں۔

(جمہور) کسی حال میں کبھی بھی تسعیر جائز نہیں۔

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔(۱)

❷ "الجوائح" جائحة کی جمع ہے یعنی ایسی آفت و مصیبت جو پھلوں اور اموال کو ہلاک کر دیتی ہے۔

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ وضع الجوائح ﴾ "نبی ﷺ نے آفت زدہ کے نقصان کو معاف کر دیا ہے۔"(۲)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أمر بوضع الجوائح ﴾ "آپ ﷺ نے مصیبت زدہ کے نقصان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے۔"(۳)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کرو اور اسے کوئی آفت (سیلاب یا طوفان وغیرہ) آن پہنچے تو تمہارے لیے اس سے کچھ بھی (قیمت) لینا جائز نہیں۔ (بالآخر) کس وجہ سے تم ناحق اپنے بھائی کا مال لے سکتے ہو؟"(٤)

(شافعیؒ، لیثؒ) بائع مشتری کو ضمانت (یعنی ادا کی ہوئی رقم واپس) دے گا۔

(احمدؒ، ابو عبیدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ) اگر ثلث سے کم مال کو مصیبت پہنچے تو معاف کرنا ضروری نہیں اور اگر ثلث یا اس سے زیادہ کو پہنچے تو پھر ضروری ہے۔

(امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ثلث کے متعلق کوئی چیز ثابت نہیں)۔

(ابو حنیفہؒ) معاف کرنا مستحب ہے۔

(راجح) ہر حال میں معاف کر دینا چاہیے۔(٥)

---

(۱) [نیل الأوطار (۶۰۳/۳)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۸۸۵) کتاب البیوع : باب فی بیع السنین' ابو داود (۳۳۷٤) نسائی (۲٦٥/۷) أحمد (۳۰۹/۳)]

(۳) [مسلم (۱۵۵٤)]

(٤) [مسلم (۱۵۵٤) کتاب المساقاۃ : باب وضع الجوائح' دارمی (۲۵۲/۲) ابو داود (۳٤۷۰) نسائی (۲٦٤/۷) ابن ماجة (۲۲۱۹) شرح معانی الآثار (۳٤/٤)]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نیل الأوطار (۵۵۲/۳) الأم (۷۲/۳) روضة الطالبین (۷۱۹/۳) المبسوط (۱۹٥/۲) المغنی (۱۷۷/٦) حاشیة الدسوقی (۱۸۲/۳)]

وَلَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ	بیک وقت ادھار اور بیع جائز نہیں۔ ❶

❶ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يحل سلف و بيع ﴾ ''بیک وقت قرض اور بیع حلال نہیں۔'' (۱)

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ لفظ سلف بیع سلم اور قرض دونوں پر بولا جاتا ہے۔ (۲)

امام بغویؒ فرماتے ہیں جیسے کوئی کہے میں تمہیں یہ غلام نقدا ایک ہزار کا دوں گا اور اگر تاخیر سے ادائیگی کرو گے تو دو ہزار کا دوں گا۔ یہ ایک ہی بیع ہے جو کہ دو شرطوں پر مشتمل ہے۔ (۳)

وَلَا بَيْعَتَانِ فِي بَيْعَةٍ وَرِبْحُ مَالَمْ يُضْمَنْ	ایک بیع میں دو بیع ❶ اور قبضہ میں لینے سے پہلے نفع اٹھانا جائز نہیں۔ ❷

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن بيعتين في بيعة ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

سنن أبی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ من باع بيعتين في بيعة فله أو كسهما أو الربا ﴾ ''جس کسی نے ایک چیز کی دو قیمتیں مقرر کیں وہ یا تو کم قیمت لے یا پھر وہ سود ہوگا۔'' (٤)

اس کی صورت وہی ہے جو ایک بیع میں دو شرطوں کی بیان کی جا چکی ہے۔ (٥)

بعض حضرات نے اس کی دو تاویلیں کی ہیں:

(1) ایک شخص دوسرے سے کہے میں تمہیں فلاں کپڑا نقد ادائیگی کی صورت میں دس روپے کا فروخت کرتا ہوں اور ادھار کی صورت میں بیس روپے کا۔ یہ بیع اکثر اہل علم کے نزدیک فاسد ہے۔

(2) کوئی شخص دوسرے آدمی سے کہے کہ میں تمہیں اپنا غلام بیس دینار پر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ تم اپنی لونڈی مجھے فروخت کرو گے۔ یہ بیع بھی فاسد ہے۔ (٦)

(شوکانیؒ) ایک بیع میں دو بیع کی حرمت کی وجہ قیمت مقرر نہ ہونا ہے اس صورت میں کہ ایک چیز کی بیع دو قیمتوں کے

---

(۱) [**صحيح** : الصحيحة (١٢١٢) ابو داود (٣٥٠٤) كتاب البيوع : باب في الرجل يبيع ما ليس عنده ' ترمذی (١٢٣٤)]

(٢) [تحفة الأحوذی (٤٩٣/٤)]

(٣) [شرح السنة (٣٠٦/٤)]

(٤) [**حسن** : إرواء الغليل (١٤٩/٥) ترمذی (١٢٣١) كتاب البيوع : باب ما جآء في النهي عن بيعتين في بيعة ' ابو داود (٣٤٦١) نسائی (٤٢٣٢) دارمی (٣١٩/١) أحمد (٤٣٢/٢)]

(٥) [النهاية لابن الأثير (٤٥٩/٢)]

(٦) [سبل السلام (١٠٧٠/٣) الروضة الندية (٢٢٣/٢) تحفة الأحوذی (٤٨٧/٤)]

ساتھ ہو۔(۱)

❷ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا﴿ ولا ربح ما لم یضمن ﴾ ''قبضہ میں لینے سے پہلے کسی چیز کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔'' (۲)

(شوکانیؒ) اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو خریدنے کے بعد قبضے (ضمانت) میں لینے سے پہلے ہی فروخت کر دے (جبکہ ابھی ضمانت بائع پر ہی ہو) تو بیع باطل ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔(۳)

اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز میں (انسان کے لیے) نفع حاصل کرنا اسی وقت جائز ہوتا ہے جب اس کا نقصان بھی اسی پر ہو اور اگر نقصان اس پر نہ ہو (جیسے قبضہ سے پہلے بیع اور وہ تلف ہو جائے) اور اس کی ضمانت بائع پر ہو تو مشتری کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔(٤)

وَبَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْبَائِعِ	جو چیز بائع کے پاس موجود نہیں اسے فروخت کرنا (جائز نہیں)۔❶

❶ (1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ ولا بیع ما لیس عندك ﴾ ''اور جو تیرے پاس موجود نہ ہو اس کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔'' (٥)

(2) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک شخص آتا ہے وہ مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے میں اسے وہ چیز بازار سے خرید کر دیتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا﴿ لا تبع ما لیس عندك ﴾ ''جو چیز تمہارے پاس موجود نہیں اسے فروخت نہ کرو۔'' (٦)

مذکورہ دوسری حدیث سے مسئلہ کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ ایسی چیز کی خرید و فروخت (جائز نہیں) جو فروخت کے وقت بائع کی ملکیت میں نہ ہو۔(۷)

668- بیع فضولی کا حکم

بیع فضولی جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کی چیز بغیر اجازت فروخت کر دینا لیکن یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی (اگر وہ علم ہونے کے بعد اسے قائم رکھے تو جائز ہے ورنہ نہیں)۔

(۱) [نیل الأوطار (۵۲۳/۳)]

(۲) [صحیح : الصحیحة (۱۲۱۲)' (۲۱۲/۳) بیهقی (۳۳۹/۵) مسند طیالسی (ص/۲۹۸) دارمی (۲۵۳/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۵۵/۳)]

(٤) [شرح السنة (۳۰۷/٤) تحفة الأحوذی (٤٩٣/٤)]

(٥) [صحیح : الصحیحة (۱۲۱۲) دارقطنی (۵۷/۳) حاکم (۱۷/۲) أحمد (۱۸۷/۲)]

(٦) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۲۹۲) ابو داود (۳۵۰۳) کتاب البیوع : باب فی الرجل یبیع ما لیس عنده ' ترمذی (۱۲۳۲) نسائی (۲۸۹/۷) ابن ماجة (۲۱۸۷) أحمد (٤٠٢/۳) بیهقی (۳۱۷/٥)]

(۷) [سبل السلام (۱۰۷۲/۳) تحفة الأحوذی (٤٩٠/٤)]

(مالکؒ، احمدؒ، احناف) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

669- بیع القطوط کا حکم

"القطوط" القِط کی جمع ہے یعنی چیک (Cheque)، چٹھی، حساب کا رجسٹر یا حصہ وغیرہ۔(۲)

اہل علم کے نزدیک چیک وغیرہ کی بیع جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ (چیک) ان کے اس مالک تک پہنچ جائیں جس کے لیے وہ لکھے گئے ہیں تو وہ (انہیں) ملکیت بنانے کے بعد فروخت کر سکتا ہے۔(۳)

اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے ﴿ عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا ﴾ [ص : ١٦] "ہماری سرنوشت یا نامۂ اعمال ہمیں جلدی عطا کر دے۔"

وَيَجُوْزُ بِشَرْطِ عَدَمِ الْخِدَاعِ	دھوکہ نہ دینے کی شرط لگا کر بیع کرنا جائز ہے۔ ❶

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے ذکر کیا کہ اسے بیع میں عام طور پر دھوکہ دیا جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا بايعت فقل : لا خلابة ﴾ "سودا کرتے وقت کہہ دیا کرو کہ کوئی فریب و دھوکہ نہیں ہو گا۔"(٤)

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین دن کا اختیار دیا تھا۔ حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(٥)

وَالْخِيَارُ بِالْمَجْلِسِ ثَابِتٌ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا	جب تک بائع اور مشتری (سودا کرنے کے بعد) جدا نہ ہوں انہیں اس مجلس میں (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ البيعان بالخيار ما لم يتفرقا ﴾ "دو بیع کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں۔"(٦)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه ما لم يتفرقا إلا بيع الخيار ﴾ "دو خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی پر اختیار ہے جب تک

(۱) [مرقاة (٨٨/٦) تحفة الأحوذی (٤٩٠/٤) حاشية ابن عابدين (٤٧/٤) القوانين الفقهية (ص/٢٦٠)]

(۲) [المنجد (ص/٧٠١)]

(۳) [الروضة الندية (٢٢٥/٢)]

(٤) [بخاری (٢١١٧، ٢٤٠٧) كتاب البيوع : باب ما يكره من الخداع فی البيع، مسلم (١٥٣٣) أحمد (٤٤/٢) ابو داود (٣٥٠٠) نسائی (٢٥٢/٧)]

(٥) [مصباح الزجاجة (٢٢٦/٢)]

(٦) [بخاری (٢٠٧٩) كتاب البيوع : باب إذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا، مسلم (١٥٣٣) ابو داود (٣٥٠٠) نسائی (٤٤٧٤) موطا (٦٨٥/٢)]

کہ وہ جدا نہ ہو جائیں اِلا کہ سودا اختیار والا ہو۔‘‘(۱)

بیع خیار کا معنی یہ ہے کہ بائع نے مشتری کو اختیار دیا ہو یا مشتری نے اختیار کی شرط لگائی ہو۔ ایسی صورت میں جدائی کے بعد بھی اختیار باقی رہے گا جب تک مقررہ مدت پوری نہ ہو جائے۔

○ حدیث میں موجود تفرق (جدائی) سے مراد تفرق بالأ بدان ہے یا تفرق بالأ قوال یعنی دونوں کا جسمانی طور پر جدا ہونا مراد ہے یا محض بات ختم ہونے پر ہی اختیار ختم ہو جائے گا اس میں اختلاف ہے۔

تفرق بالأ بدان کے قائل حضرات یہ ہیں: حضرت ابو برزہ اسلمی' حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم' امام شریح' امام شعبی' امام طاؤس' امام عطا' سعید بن مسیب' امام زہری' امام اوزاعی اور حسن بصری رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ۔

امام ابن حزمؒ نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ تابعین میں اکیلے امام نخعیؒ کے سوا کوئی اس کا مخالف نہیں ہے۔

امام شافعی' امام احمد' امام اسحاق اور امام ابو ثور رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (ان کا کہنا ہے کہ بائع اور مشتری بیع کا معاملہ طے کرنے کے بعد جب تک ایک مجلس میں رہیں انہیں فسخ کا اختیار ہے)۔

تفرق بالاقوال کے قائل حضرات یہ ہیں: احناف' مالکیہ (سوائے ابن حبیب کے) اور ابراہیم نخعیؒ (یہ کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری کے درمیان بات مکمل ہوتے ہی اختیار ختم ہو جائے گا اگرچہ وہ ابھی ایک ہی مجلس میں ہوں)۔(۲)

(راجح) بلا تامل پہلا مؤقف راجح ہے کیونکہ واضح نص کا مفہوم یہی ہے۔

(ابن حجرؒ) صحابہ میں ان دونوں (ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ) کا کوئی بھی مخالف معروف نہیں ہے۔ احناف میں سے صاحب ”**التعلیق الممجد**“ نے بھی اسی کا اعتراف کرتے ہوئے احناف کے تمام دلائل کا رد کیا ہے۔(۳)

متفرقات

670- کاروبار میں مشتبہ امور سے اجتناب

حلال و حرام تو واضح ہے لیکن ان کے مابین کچھ مشتبہ اشیا ہیں جن سے اجتناب فلاح و نجات کے لیے از حد ضروری ہے۔

اس لیے کاروبار کے دوران بھی مشتبہ معاملات سے بچنا چاہیے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’یقیناً حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان

---

(۱) [بخاری (۲۱۰۷) کتاب البیوع : باب کم یجوز الخیار' مسلم (۱۵۳۱) موطا (۶۷۱/۲) ابو داود (۳۴۵۴) ترمذی (۱۲۴۵) شرح معانی الآثار (۱۲/۴)]

(۲) [بخاری : کتاب البیوع : باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا' ترمذی کتاب البیوع : باب ما جاء البیعان بالخیار مالم یتفرقا' ابن أبی شیبة (۲۲۵۷۴) فتح الباری (۵۷/۵) تحفة الأحوذی (۵۱۳/۴) المغنی (۱۰/۶) بدایة المجتهد (۱۴۰/۲) الأم (۳/۴-۵) الحاوی (۲۲/۵) المبسوط (۱۷/۱۳)]

(۳) [فتح الباری (۵۷/۵) تحفة الأحوذی (۵۱۴/۴) نیل الأوطار (۵۶۱/۳)]

دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے ﴿ فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام ﴾ ''تو جو شخص شبہوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو شبہ کی چیزوں میں جا پڑا وہ حرام میں جا پڑا۔'' (١)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ دع ما يريبك إلى ما لا يريبك ﴾ ''شک وشبہ والی اشیا کو چھوڑ کر ان اشیا کو اپناؤ جن میں شک وشبہ نہیں ہے۔'' (٢)

(3) رسول اللہ ﷺ نے راستے میں گری کھجور دیکھی تو فرمایا ﴿ لو لا أن تكون صدقة لأكلتها ﴾ ''اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہو سکتی ہے تو میں اسے کھالیتا۔'' (٣)

(4) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے حلال وحرام کے متعلق خبر دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ البر ما سكنت اليه النفس واطمأن إليه القلب والإثم ما لم تسكن إليه النفس، ولم يطمئن إليه القلب، وإن افتاك المفتون ﴾ ''نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس ٹھہر جائے اور اس کی طرف دل اطمینان حاصل کرلے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس نہ ٹھہرے اور نہ ہی اس کی طرف دل اطمینان حاصل کرے اگرچہ (اس کے متعلق) تمہیں مفتی فتوے دے دیں۔'' (٤)

(5) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ البر حسن الخلق والإثم ما حاك في صدرك، وكرهت أن يطلع عليه الناس ﴾ ''نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تجھے ناپسند ہو کہ لوگ اس کی اطلاع پالیں۔'' (٥)

(6) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ سأل رجل النبي ﷺ ما الإثم؟ قال: إذا حاك في نفسك شيئ فدعه قال: فما الإيمان؟ قال: إذا ساء تك سيئتك، وسرتك حسنتك فأنت مؤمن ﴾ ''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی چیز تیرے نفس میں کھٹکے تو تو اسے چھوڑ دے۔ اس نے کہا اور ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تجھے تیری برائی بُری لگے اور تیری نیکی اچھی لگے تو تو مؤمن ہے۔'' (٦)

---

(١) [بخاری (٥٢) كتاب الإيمان : باب فضل من استبرأ لدينه]

(٢) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ٢٠٥٢) كتاب البيوع : باب تفسير المشبّهات]

(٣) [بخاری (٢٠٥٥) كتاب البيوع : باب ما يتنزه من الشبهات]

(٤) [صحيح: صحيح الترغيب (١٧٣٥) كتاب البيوع : باب الترغيب في الورع وترك الشبهات وما يحوك في الصدور، احمد (١٩٤/٤)]

(٥) [مسلم (٢٥٥٣)]

(٦) [صحيح: صحيح الترغيب (١٧٣٩) كتاب البيوع : باب الترغيب في الورع وترك الشبهات وما يحوك في الصدور، احمد (٢٥١/٥)]

671- ذرائع آمدن میں حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنا

(1) یہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں میں سے ایک ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما أخذ منه أمن الحلال أم من الحرام ﴾ ''لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے کس طریقے سے (مال) حاصل کیا' حلال طریقے سے' یا حرام طریقے سے۔''(۱)

(2) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ ما تزال قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل عن أربع : عن عمره فیم أفناه؟ وعن شبابه فیم أبلاه؟ وعن ماله من أین اکتسبه ' وفیم أنفقه؟ وعن علمه ماذا عمل فیه؟ ﴾ ''قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں قدم حرکت بھی نہ کر سکیں گے حتی کہ اس سے چار چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے کہاں اسے فنا کیا؟ اس کی جوانی کے متعلق کہ اس نے کہاں اسے بوسیدہ کیا؟ اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے اس نے کمایا؟ اور کہاں اسے خرچ کر دیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اس نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟۔''(۲)

(3) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ یا کعب بن عجرة ! إنه لا یدخل الجنة لحم نبت من سحت ﴾ ''اے کعب بن عجرہ! بلاشبہ جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو حرام سے اُگا ہو۔''(۳)

(4) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ قال : لا یدخل الجنة جسد غذی بحرام ﴾ ''نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہیں ہوگا جسے حرام کے ساتھ غذا دی گئی ہو۔''(٤)

672- تجارت کے لیے بحری سفر

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ﴾ [الفاطر : ۱۲] ''آپ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔''

(2) آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا تذکرہ فرمایا جو سمندر میں نکل گیا اور اس نے (تجارت کے ذریعے) اپنی حاجت پوری کی۔''(٥)

---

(۱) [بخاری (۲۰۵۹) کتاب البیوع : باب من لم یبال من حیث کسب المال]

(۲) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۲٦) کتاب البیوع: باب الترغیب فی طلب الحلال والاکل منه' بیهقی فی شعب الإیمان (۱۸۷۵)]

(۳) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۲۸) کتاب البیوع: باب الترغیب فی طلب الحلال والاکل منه' ابن حبان فی صحیحه (۵۵٤۱)]

(٤) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۷۳۰) کتاب البیوع: باب الترغیب فی طلب الحلال والاکل منه' ابو یعلی (۸۳/۱۔۸٤) بیهقی فی شعب الایمان (۵۷۵۹)]

(٥) [بخاری (۲۰٦۳) کتاب البیوع : باب التجارة فی البحر]

673- رزق میں کشائش کا نسخہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ من أحب أن يبسط له في رزقه أو ينسأ له في أثره فليصل رحمه ﴾ ''جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی کی جائے یا اس کے اثرات دیر تک رہیں وہ صلہ رحمی کرے۔''(۱)

674- جھوٹ بول کر سودا فروخت کرنا حرام ہے

خرید و فروخت میں جھوٹ بولنا یا جھوٹی قسمیں کھانا قطعا جائز نہیں بلکہ یہ عمل برکت کو بھی مٹا دیتا ہے۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''(جھوٹی) قسم کے ذریعے سودا تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔''(۲)

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم ......والمنفق سلعته بالحلف الكاذب ﴾ ''تین آدمی ایسے ہیں روز قیامت نہ تو اللہ تعالیٰ ان سے کلام کریں گے نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کا تزکیہ کریں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا جو جھوٹی قسم کے ذریعے سودا فروخت کرتا ہے۔''(۳)

(3) حضرت عبدالرحمٰن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ﴿ إن التجار هم الفجار' قالوا : يا رسول الله أليس قد أحل الله البيع؟ قال : بلى' ولكنهم يحلفون فيأثمون ' ويحدثون فيكذبون ﴾ ''بے شک تاجر گنہگار لوگ ہیں۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں لیکن یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔''(٤)

(4) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ﴿ كان رسول الله ﷺ يخرج إلينا و كنا تجارا و كان يقول يا معشر التجار إياكم و الكذب ﴾ ''رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلتے تھے اور ہم تاجر تھے آپ فرماتے تھے اے تاجروں کی جماعت! جھوٹ سے بچو۔''(٥)

(5) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ﴿ أن رجلا أقام سلعة وهو في السوق ' فحلف بالله لقد أعطى بها مالم يعط ليوقع فيها رجلا من المسلمين' فنزلت : " إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا

---

(۱) [بخاری (۲۰٦۷) کتاب البیوع : باب من أحب البسط في الرزق]

(۲) [بخاری (۲۰۸۷) کتاب البیوع :باب يمحق الله الربو ويربي الصدقات ......]

(۳) [مسلم (۱۰٤) کتاب الإيمان : باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية]

(٤) [صحیح : صحيح الترغيب (۱۷۸٦) كتاب البيوع : باب ترغيب التجار في الصدق' احمد (٤۲۸/٤-٤٤٤) حاكم (٦/۲)]

(٥) [صحیح لغیره : صحيح الترغيب (۱۷۹۳) كتاب البيوع : باب ترغيب التجار في الصدق' رواه طبراني في المعجم الكبير باسناد لا باس به]

قَلِيلًا ‘‘ [آل عمران : ۷۷] ﴾’’بازار میں ایک شخص نے ایک سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے۔حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی۔اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا۔اس پر یہ آیت اتری ’’جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدلہ میں بیچتے ہیں۔‘‘(۱)

675- خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانا جائز نہیں

(1) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ثلاثة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة : أشيمط زان ' وعائل مستكبر ' ورجل جعل الله بضاعته لا يشترى إلا بيمينه ' ولا يبيع إلا بيمينه ﴾’’تین آدمی ایسے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے: بوڑھا بدکار' فقیر متکبر اور ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے سامان دے رکھا ہے اور وہ اسے نہیں خریدتا مگر قسم کے ساتھ اور نہ ہی اسے بیچتا ہے مگر صرف قسم کے ساتھ ہی۔‘‘(۲)

(2) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أربعة يبغضهم الله : البياع الحلاف ' والفقير المختال ' والشيخ الزاني ' والإمام الجائر ﴾’’چار بندوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں: بہت زیادہ قسمیں کھا کر خرید و فروخت کرنے والا' متکبر فقیر' بوڑھا بدکار اور ظالم حکمران۔‘‘(۳)

(3) حضرت قتادة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إياكم وكثرة الحلف في البيع فإنه ينفق ' ثم يمحق ﴾ ’’تجارت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیونکہ یہ سودا تو بکوا دیتی ہیں لیکن پھر برکت ختم کر دیتی ہیں۔‘‘(٤)

676- سچے تاجر کی فضیلت

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ التاجر الصدوق الأمين ' مع النبيين والصديقين والشهداء ﴾ ’’سچا اور امانت دار تاجر انبیاء' صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔‘‘(٥)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ التاجر الأمين الصدوق المسلم مع الشهداء يوم القيامة ﴾ ’’امانت دار' سچا اور مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔‘‘(٦)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آپس میں کاروبار کرتے ہوئے دیکھا تو کہا ﴿ يا معشر التجار' فاستجابوا لرسول الله ﴾ ’’اے تاجروں کی جماعت اللہ کے رسول کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔‘‘ لوگوں نے اپنی گردنیں اور اپنی

---

(۱) [بخاری (۲۰۸۸) کتاب البیوع: باب ما یکرہ من الحلف فی البیع]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۷۸۸) کتاب البیوع : باب الترغیب التجار فی الصدق' رواہ الطبرانی فی الکبیر]

(۳) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۷۹۰) کتاب البیوع : باب الترغیب التجار فی الصدق' نسائی (۸٦/٥) ابن حبان فی صحیحه (۵۵۳۲)]

(٤) [مسلم (۱٦۰۷) نسائی (۲٤٦/۷) ابن ماجة (۲۲۰۹)]

(٥) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۷۸۲) کتاب البیوع : باب ترغیب التجار فی الصدق ' ترمذی (۱۲۰۹)]

(٦) [حسن صحیح : صحیح الترغیب (۱۷۸۳) کتاب البیوع : باب ترغیب التجار فی الصدق ' ابن ماجة (۲۱۳۹)]

آنکھیں آپ ﷺ کی طرف اُٹھالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن التجار يبعثون يوم القيامة فجارا إلا من اتقى الله و بر و صدق ﴾ ”بے شک تاجر قیامت کے دن فاجروں کی حیثیت سے اُٹھائے جائیں گے اِلا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا اور نیکی کی اور سچ بولا (اسے اس طرح نہیں اٹھایا جائے گا)۔“ (١)

677- کاروبار میں فیاضی سے کام لینا چاہیے

(1) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله ﷺ قال : رحم الله رجلا سمحا إذا باع وإذا اشترى وإذا اقتضى ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔“ (٢)

(2) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ غفر الله لرجل كان قبلكم ' كان سهلا إذا باع ' سهلا إذا اشترى ' سهلا إذا اقتضى ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو بخش دیا وہ جب بیچتا تھا اور جب خریدتا تھا اور جب تقاضا کرتا تھا تو نرمی سے پیش آتا تھا۔“ (٣)

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أدخل الله عز و جل رجلا كان سهلا ' مشتريا وبائعا ' وقاضيا و مقتضيا ' الجنة ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو جنت میں داخل کر دیا۔ وہ شخص خریدتے وقت' فروخت کرتے وقت' فیصلہ کرتے وقت اور تقاضا کرتے وقت نرمی (اور فیاضی) سے پیش آتا تھا۔“ (٤)

678- اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کی فضیلت

(1) حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده وإن نبي الله داؤد عليه السلام كان يأكل من عمل يده ﴾ ”کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھاتے تھے۔“ (٥)

---

(١) [**صحيح لغيره** : صحيح الترغيب (١٧٨٥) كتاب البيوع : باب ترغيب التجار فى الصدق ' ترمذى (١٢١٠) ابن ماجة (٢١٤٦) ابن حبان فى صحيحه (٤٨٩٠) حاكم (٦/٢) امام حاکمؒ نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(٢) [بخارى (٢٠٧٦) كتاب البيوع : باب السهولة و السماحة فى الشراء و البيع و من طلب حقا فليطلبه فى عفاف ' ابن ماجة (٢٢٠٣)]

(٣) [**صحيح** : صحيح الترغيب (١٧٤٢) كتاب البيوع: باب الترغيب فى السماحه فى البيع و الشراء ' ترمذى (١٣٢٠)]

(٤) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (١٧٤٣) كتاب البيوع: باب الترغيب فى السماحة فى البيع و الشراء ' نسائى (٣١٩/٧) ابن ماجة (٢٢٠٢)]

(٥) [بخارى (٢٠٧٢) كتاب البيوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أن داؤد عليه السلام كان لا ياكل إلا من عمل يده ﴾ ''داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔'' (١)

حضرت آدم علیہ السلام کھیتی کا کام اور حضرت داؤد علیہ السلام لوہار کا کام اور حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام اور حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیا کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پیشہ تھے۔ لہٰذا کسی بھی حلال پیشہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لأن يحتطب أحدكم حزمة على ظهره خير من أن يسأل أحدا فيعطيه أو يمنعه ﴾ ''وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔'' (٢)

(4) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لأن يأخذ أحدكم أحبله خير له من أن يسأل الناس ﴾ ''اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھالے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔'' (٣)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ﴿ كان أصحاب رسول الله ﷺ عمال أنفسهم ، وكان يكون لهم أرواح ، فقيل لهم : لو اغتسلتم ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت و مشقت کی وجہ سے) ان کے جسم سے (پسینے کی) بو آ جاتی تھی۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔'' (٤)

679- بازاروں میں شور و غل مچانا

عطاء بن یسارؒ نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تورات میں آئی ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا ﴿ أجل ، والله إنه لموصوف في التوراة ببعض صفته في القرآن : يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا وحرزا للأميين ، أنت عبدي ورسولي سميتك المتوكل ، ليس بفظ ولا غليظ ولا سخاب في الأسواق ، ولا يدفع بالسيئة السيئة ، ولكن يعفوا ويغفر ، ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء بأن يقولوا : لا إله الا الله ويفتح بها أعين عمي وآذان صم وقلوب غلف ﴾

''ہاں! قسم خدا کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں جیسے کہ ''اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور اَن پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے

(١) [بخاري (٢٠٧٣) كتاب البيوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(٢) [بخاري (٢٠٧٤) كتاب البيوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(٣) [بخاري (٢٠٧٥) كتاب البيوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

(٤) [بخاري (٢٠٧١) كتاب البيوع : باب كسب الرجل وعمله بيده]

بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بدخو ہو نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور وغل مچانے والے (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا' بلکہ معاف اور درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کرا لے' یعنی لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہنے لگیں اور اس کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو بینا' بہرے کانوں کو شنوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کے پردے کھول دے گا۔'' (۱)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی صفات میں یہ صفت بھی تھی کہ آپ بازاروں میں شور وغل نہیں مچاتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ بازاروں میں جا کے شور وغل مچانا اچھے اخلاق کے منافی ہے۔

680- ماپ تول میں کمی کا گناہ

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ [المطففین : ۱۔۶]

''ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا خیال نہیں۔ اس عظیم دن کے لیے۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ لما قدم النبی ﷺ المدینة کانوا من أخبث الناس کیلا ' فأنزل الله عز وجل "ویل للمطففین" فأحسنوا الکیل بعد ذلك ﴾ ''جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ ماپ تول کے معاملے میں انتہائی خبیث تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی ''ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' تو اس کے بعد لوگوں نے ماپ تول کو انتہائی اچھا کر لیا۔ (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ﴿ ما ظهر الغلول فی قوم إلا ألقی الله فی قلوبهم الرعب ' ولا فشا الزنا فی قوم إلا کثر فیهم الموت ' ولا نقص قوم المکیال والمیزان إلا قطع الله عنهم الرزق ' ولا حکم قوم بغیر حق إلا فشا فیهم الدم ' ولا خطر قوم بالعهد إلا سلط علیهم العدو ﴾ ''جس قوم میں خیانت ظاہر ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیتے ہیں' جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے اُن میں اموات کی کثرت واقع ہو جاتی ہے' جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ اُن سے رزق کو کاٹ دیتے ہیں' جو قوم بغیر حق کے فیصلہ کرتی ہے اُن میں قتل وخونریزی پھیل جاتی

---

(۱) [بخاری (۲۱۲۵) کتاب البیوع : باب کراهیة السخب فی السوق]

(۲) [حسن : صحیح الترغیب (۱۷٦۰) کتاب البیوع: باب الترهیب من بخس الکیل والوزن' ابن ماجة (۲۲۲۳) ابن حبان فی صحیحه (٤٨٩٨) بیهقی فی شعب الایمان (٥٢٨٦)]

ہے اور جو قوم عہد توڑ دیتی ہے اُن پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔'' (۱)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ولم ینقصوا المکیال والمیزان إلا أخذوا بالسنین ﴾ ''جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سے دوچار کر دی جاتی ہے۔'' (۲)

681- صبح کے وقت تجارت

حضرت صخر بن وداعة الغامدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اللهم بارك لأمتي في بكورها وكان إذا بعث سرية ' أو جيشا بعثهم من أول النهار ' وكان صخر تاجرا فكان يبعث تجارته من أول النهار فأثرى وكثر ماله ﴾ ''اے اللہ میری اُمت کی صبحوں میں برکت عطا فرما۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی دستہ یا لشکر روانہ کرتے تو دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کرتے تھے۔ حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر تھے وہ اپنی تجارت (کا سامان) دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کیا کرتے تھے تو وہ امیر ہو گئے اور ان کے مال میں اضافہ ہو گیا۔ (۳)

682- عہد رسالت میں موجود پیشے

① **سناروں کا پیشہ:** حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصتی کرا کے لانے کا ہوا ﴿ أعدت رجلا صواغا من بني قينقاع...... ﴾ ''تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اذخر گھاس (جمع کر کے) لائیں کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت لگاؤں۔'' (٤)

② **لوہاروں کا پیشہ:** قرآن میں ہے کہ ''ہم نے داؤد علیہ السلام پر اپنا فضل کیا اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا) ﴿ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ﴾ ''اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔'' [سبا : ۱۰]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ كنت قينا في الجاهلية ﴾ ''میں جاہلیت میں لوہار تھا۔'' (٥)

③ **درزیوں کا پیشہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن خياطا دعا رسول الله ﷺ لطعام صنعه ﴾ ''ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا۔'' (٦)

---

(۱) [حسن لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۷٦۲) کتاب البیوع: باب الترهیب من بخس الکیل والوزن]

(۲) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۷٦۱) کتاب البیوع : باب الترهیب من بخس الکیل والوزن ' ابن ماجة (٤٠١٩) بیهقی فی شعب الإیمان (٣٣١٤)]

(۳) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (١٦٩٣) کتاب البیوع : باب الترغیب فی البکور فی طلب الرزق ' ابو داود (٢٦٠٦) ترمذی (١٢١٢) ابن ماجة (٢٢٣٦) ابن حبان فی صحیحه (٢٧٣٥)]

(٤) [بخاری (٢٠٨٩) کتاب البیوع : باب ما قیل فی الصواغ]

(٥) [بخاری (٢٠٩١) کتاب البیوع : باب ذکر القین والحداد]

(٦) [بخاری (٢٠٩٢) کتاب البیوع : باب ذکر الخیاط]

④ کپڑا بننے کا رواج: ایک عورت نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہا ﴿إني نسجت هذه بيدي أكسوكها﴾ ''میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لیے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے۔'' (۱)

⑤ بڑھیوں کا پیشہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے بڑھئی غلام سے مسجد کا منبر تیار کروایا۔ (۲)

⑥ سینگی لگانے کا پیشہ: حدیث نبوی ہے کہ ﴿حجم أبو طيبة رسول الله فأمر له بصاع من تمر﴾ ''حضرت ابو یبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سینگی لگائی تو آپ نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انہیں دینے کے لیے حکم فرمایا۔'' (۳)

683- بھیک مانگنے کا پیشہ

بھیک مانگنے کا پیشہ دنیا میں بھی ذلت ورسوائی کا باعث ہے اور آخرت میں بھی اور اس کے متعلق چند احادیث حسب یل ہیں:

1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مازال الرجل يسأل الناس حتى يأتي يوم قيامة ليس في وجهه مزعة لحم﴾ ''آدمی لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت والے دن اس الت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔'' (٤)

2) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إنما المسائل كدوح يكدح بها رجل وجهه فمن شاء أبقى على وجهه ومن شاء ترك إلا أن يسأل ذا سلطان أو في أمر لا يجد منه بدا﴾ بے شک سوال خراشیں ہیں جس کے ذریعے انسان اپنے چہرے کو زخمی کرتا ہے پس جو چاہے اسے اپنے چہرے پر باقی کھے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے' الا کہ انسان حاکم سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں سوال رنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔'' (٥)

3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لو يعلم صاحب المسألة ماله فيها م يسأل﴾ ''اگر سوال کرنے والے کو علم ہو جائے کہ اس میں اس کے لیے کیا (ذلت ورسوائی اور گناہ ہے) تو وہ کبھی وال نہ کرے۔'' (٦)

---

١) [بخاری (۲۰۹۳) کتاب البیوع : باب ذکر النساج]

٢) [بخاری (۲۰۹٤) کتاب البیوع : باب النجار]

٣) [بخاری (۲۱۰۲) کتاب البیوع : باب ذکر الحجام]

٤) [بخاری (١٤٨٤) کتاب الزکاة : باب من سأل الناس تكثرا' مسلم (۱۰٤۰) کتاب الزکاة : باب کراهة المسئلة للناس' نسائی (۲٥٨٤) کتاب الزکاة : باب المسئلة]

٥) [صحیح : صحیح الترغیب (۷۹۲) کتاب الصدقات : باب الترهيب من المسألة' ابو داود (۱٦۳۹) نسائی (۱۰۰/٥) ترمذی (٦٨١) ابن حبان فی صحیحه (۳۳۸۸)]

٦) [حسن لغیره : صحیح الترغیب (۷۹۷) کتاب الصدقات : باب الترهيب من المسألة' رواه الطبرانی فی الکبیر]

(4) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من سأل وهو غني عن المسألة يحشر يوم القيامة وهي خموش في وجهه ﴾ ”جس نے سوال کیا اور وہ سوال سے غنی تھا تو اسے قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرے میں خراشیں ہوں گی۔“ (۱)

(5) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من سأل وله ما يغنيه جائت مسئلته يوم القيامة خدوشا أو خموشا أو كدوحا في وجهه قيل يا رسول الله وما يغنيه؟ قال خمسون درهما أو قيمته من الذهب ﴾ ”جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کفایت کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ سوال اس کے چہرے پر چھلا ہوا نشان بن کر آئے گا۔ سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آدمی کو کتنا مال کفایت کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچاس درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔“ (۲)

(6) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ومن يتقبل لي بواحدة وأتقبل له بالجنة؟ قلت أنا قال : لا تسأل الناس شيئا قال فكان ثوبان يقع سوطه وهو راكب فلا يقول لأحد ناولنيه حتى ينزل فيأخذه ﴾ ”جو شخص میری ایک بات قبول کر لے میں اس کے لیے جنت کا ذمہ لیتا ہوں۔ میں نے کہا میں قبول کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے کسی چیز کا بھی سوال نہ کر۔ پھر ثوبان رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ وہ سوار ہوتے اور ان کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے یہ نہ کہتے کہ میرا کوڑا مجھے پکڑا دو بلکہ خود اتر کر اٹھاتے۔“ (۳)

684- ولاء کی خرید و فروخت جائز نہیں

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ نهى عن بيع الولاء وعن هبته ﴾ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو فروخت کرنے اور اسے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ (٤)

685- مدبر غلام کو فروخت کرنا

مدبر غلام کو بوقت ضرورت فروخت کیا جا سکتا ہے۔ (٥)

---

(۱) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۸۰۰) کتاب الصدقات : باب الترهیب من المسألة ' رواه الطبرانی فی الأوسط بإسناد لا بأس به]

(۲) [صحیح : الصحیحة (٤٩٩) ابن ماجه (۱۵۰۲) کتاب الزکاة : باب من سأل عن ظهر غنی ' نسائی (۲۵۹۱) ابو داود (۱٦۲٦) ترمذی (٦٥۰ ' ٦٥۱)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱٤۸۷) کتاب الزکاة : باب کراهیة المسئلة ' ابن ماجة (۱۸۳۷) ابو داود (۱٦٤۳) نسائی (۲۵۸۹) حاکم (٤۱۲/۱)]

(٤) [بخاری (۲۵۳۵) مسلم (۱۵۰٦) ابو داود (۲۹۱۹) نسائی (٤٦٥۸) ابن ماجة (۲۷٤۷)]

(٥) [بخاری (۲۵۳٤) مسلم (۹۹۷) ابو داود (۳۹۵۵) نسائی (٥٤٦) ابن ماجة (۲۵۱۳)]

686- اُم ولد لونڈی کی بیع

اُم ولد لونڈی کو فروخت کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث میں ممنوع ہے۔(۱)
لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اُم ولد کی بیع کا جواز بوقت ضرورت بہر حال موجود ہے۔(۲)

687- بغیر گواہوں کے بیع درست ہے

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے گھوڑے کا سودا کیا اور کسی کو گواہ مقرر نہ کیا پھر تنازعہ ہو گیا تو [خز]یمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا۔''(۳)

688- ٹی وی' وی سی آر اور فلموں کا کاروبار

یہ اور ان جیسی دیگر اشیا کا کاروبار مندرجہ ذیل آیت کی رو سے ناجائز ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النور: ١٩]

''جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ سب کچھ جانتے ہیں اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔''

689- شیو کی کمائی کا حکم

شیو کی کمائی حرام ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول نے جن اعمال کو حرام قرار دیا ہے ان کی اجرت کو بھی حرام کیا ہے۔

1) جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ﴾ ''تو [رس]ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ﴿ فحرم التجارة فى الخمر ﴾ ''آپ نے خمر (شراب) کی تجارت کو بھی حرام قرار دے دیا۔''(٤)

2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ لعن رسول الله ﷺ فى الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها [وا]لمحمولة إليها وساقيها وبائعها والمشترى لها والمشترى له ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق دس افراد پر [لع]نت کی ہے: اسے نچوڑنے والا' اسے نچڑوانے والا' اسے پینے والا' اسے اُٹھانے والا' جس کی طرف اُٹھا کر لے جائی جا رہی ہے' [اس]ے پلانے والا' اسے فروخت کرنے والا' اسے خریدنے والا اور جس کے لیے خریدی جا رہی ہے۔''(٥)

---

١) [مؤطا (٧٧٦/٢) بيهقى (٣٤٢/١٠) دارقطنى (١٣٤/٤)]
٢) [ابن ماجة (٢٥١٧) ابو داود (٣٩٥٤) أحمد (٣٢١/٣) عبدالرزاق (٢٨٨/٧)]
٣) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٣٠٧٣) كتاب القضاء : باب إذا علم الحاكم صدق شهادة الواحد يجوز له أن يقضى به' ابو داود (٣٦٠٧) أحمد (٢١٥/٥)]
٤) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٧٢٧) كتاب الأشربة : باب التجارة فى الخمر' ابن ماجة (٣٣٨٢)]
٥) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٧٢٦) كتاب الأشربة : باب لعنة الخمر على عشرة أوجه' ابن ماجة (٣٣٨١) ترمذى (١٢٩٥) أحمد (٧١/٢)]

اسی طرح داڑھی مونڈنے والے کو دکان کرایہ پر دینا وغیرہ حرام کام میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔قرآن میں ہے﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ [المائدة : ٢] ''اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔''

690- فوٹوگرافی کے پیشے کا حکم

فوٹوگرافی کا پیشہ اختیار کرنا تصویر کی حرمت کی وجہ سے ناجائز ہے۔

(1) حدیث نبوی ہے کہ ''لوگوں میں سب سے سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔''(۱)

(2) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها أبدا ﴾ ''جس نے بھی کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی تصویر میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔''(۲)

یاد رہے کہ یہ وعید ذی روح کی تصویر بنانے والے کے لیے ہے اگر کوئی غیر ذی روح چیز کی تصویر بناتا ہے تو اس کی اجازت ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہیں ہے' تصویریں بنا سکتے ہو۔''

(۱) [بخاری (۵۹۵٤) کتاب اللباس : باب ما وطئ من التصاویر]

(۲) [بخاری (۲۲۲۵) کتاب البیوع : باب بیع التصاویر التی لیس فیها روح]

باب الربا ❶ — سود کا بیان

یَحْرُمُ بَیْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ	سونے کی بیع سونے کے بدلے' چاندی کی بیع چاندی کے بدلے' گندم کی بیع گندم کے بدلے' جو کی بیع جو کے بدلے' کھجور کی بیع کھجور کے بدلے اور نمک کی بیع نمک کے بدلے حرام ہے اِلا کہ سب برابر اور نقد ہوں۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ ربَا باب رَبَی یَرْبُوْ (نصر) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''زیادتی اور سود'' مستعمل ہے۔(۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ أَنْ تَكُوْنَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبٰى مِنْ أُمَّةٍ ﴾ [النحل : ۹۲] ''اس لیے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا جائے۔'' اور ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿ فَإِذَآ أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ﴾ [الحج : ۵] 'جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ اُبھرتی ہے اور پھولتی ہے۔''

شرعی تعریف: (1) خرید و فروخت میں ایک جنس کے تبادلہ کے وقت زیادہ مقدار حاصل کرنا اور ہر قسم کی حرام بیع پر بھی اس کا طلاق ہوتا ہے۔(۲)

(2) سود ایسا زائد مال ہے جو شرعی معیار کے مطابق کسی عوض سے خالی ہو اور دو بیع کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے معاوضہ میں مشروط ہو۔(۳)

(3) مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک ہر فاسد بیع بھی سود ہے۔(٤)

691- سود کی حرمت کے دلائل

(1) ﴿ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ [البقرة : ۲۷۵]

''اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔''

(2) ﴿ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ [البقرة :۲۷۵]

''سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے۔''

(3) ﴿ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ﴾ [البقرة : ۲۷۸۔ ۲۷۹]

''اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو' اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے

(۱) [القاموس المحيط (ص/۱۱۵۸) المنجد (ص/۲۷٦)]
(۲) [فتح الباري (٣٦/٥) سبل السلام (۱۱۱۲/۳)]
(۳) [القاموس الفقهي (ص/۱٤۳)]
(٤) [أيضا]

رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے' دینے والے' اس کے تحریر کرنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے نیز فرمایا (گناہ کے ارتکاب میں) یہ سب مساوی و برابر ہیں۔''(۱)

(5) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الربا ثلاثة وسبعون بابا أيسرها مثل أن ينكح الرجل أمه﴾ ''سود کے تہتر (73) درجے ہیں سب سے کم تر درجہ اس گناہ کی مثل ہے کہ کوئی آدمی اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے۔''(۲)

(6) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ست وثلاثين زنية﴾ ''سود کا ایک درہم جسے جانتے ہوئے آدمی کھالے چھتیس (36) مرتبہ بدکاری کرنے سے بھی برا ہے۔''(۳)

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کر دینے والی اشیا سے اجتناب کرو: (ان میں سے ایک یہ ہے) ''سود کا کھانا۔''(٤)

(8) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ما ظهر في قوم الزنا والربا إلا أحلوا بأنفسهم عقاب الله﴾ ''جس قوم میں زنا اور سود پھیل جاتا ہے وہ اپنے نفسوں پر اللہ کا عذاب حلال قرار دے دیتے ہیں۔''(٥)

(8) سود کی حرمت پر اُمت کا اجماع ہے۔(٦)

❷ (1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سونا سونے کے بدلے' چاندی چاندی کے بدلے' گندم گندم کے بدلے' جو جو کے بدلے' کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے (یہ تمام اشیا) برابر برابر نقد بنقد (فروخت کی جائیں) ﴿فمن زاد أو ازداد فقد أربى ' الآخذ والمعطي فيه سواء﴾ ''پھر جو زیادہ لے یا زیادہ دے تو اس نے سودی کاروبار کیا۔ سود لینے والا اور دینے والا (دونوں گناہ میں) برابر ہیں۔''(۷)

(2) اسی معنی میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔(۸)

(3) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا وزنا

---

(۱) [مسلم (۱۵۹۸) بخاری (۲۰۸٦) أحمد (۳۰٤/۳) ابو داود (۳۳۳۳) ترمذی (۱۲۰٦) ابن ماجة (۲۲۷۷) شرح السنة (٥٤/۸) بیهقی (۲۷٥/٥)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۱۸٤٥) ابن ماجة (۲۲۷٥) حاکم (۳۷/۲)]

(۳) [أحمد (۲۲٥/٥)]

(٤) [بخاری (٦۸٥۷) کتاب الحدود : باب رمی المحصنات]

(٥) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۱۸٦۰) کتاب البیوع : باب الترهیب من الربا ' مسند أبی یعلی (٤۹۸۱)]

(٦) [موسوعة الإجماع (٤۲۹/۱)]

(۷) [مسلم (۱٥۸٤) کتاب المساقاة : باب الرباء ' أحمد (٤۹/۳)]

(۸) [مسلم (۱٥۸۷) کتاب المساقاة : باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا ' ترمذی (۱۲٤۰) ابو داود (۳۳٤۹) نسائی (٤٥٦۰) ابن ماجة (۲۲٥٤) أحمد (۳۱٤/٥)]

بوزن﴾ ”سونے کو سونے کے بدلے صرف برابر برابر (وزن کے ساتھ) ہی فروخت کرو۔“ (۱)

جمہور فقہا کے نزدیک تجارت میں سود کی دو قسمیں ہیں:

① **ربا الفضل:** ایک جنس کی دو اشیا کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا۔

② **ربا النسیئه:** اُس میں کمی بیشی تو نہ ہو لیکن ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار کا معاملہ ہو۔ (۲)

گذشتہ احادیث میں ربا الفضل کی واضح حرمت موجود ہے لیکن مندرجہ ذیل احادیث بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتی ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنما الربا في النسيئة ﴾ ”صرف سود ادھار میں ہی ہے۔“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا ربا في ما كان يدا بيد ﴾ ”دست بدست خرید و فروخت میں سود نہیں ہے۔“ (۳)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

(1) اس کا معنی یہ ہوگا کہ اُس سود سے زیادہ سخت کوئی نہیں ہے جو ادھار میں ہے ﴿ لا ربا أشد إلا في النسيئة ﴾ یعنی لا نفی الکمال ہوگا نہ کہ نفی الاصل۔

(2) حدیث اسامہ کا مفہوم عام ہے کیونکہ اس میں مذکورہ چھ اجناس اور ان کے علاوہ تمام اشیا شامل ہیں۔ لیکن حدیث ابی سعید خاص ہے کیونکہ اس میں صرف مخصوص چھ اجناس ہی شامل ہیں۔ (٤)

(3) امام حاکم رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (٥)

امام حازمی رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوع نقل کیا ہے۔ (٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے رجوع میں اختلاف ہے۔ گذشتہ حدیث سے اس پر استدلال ثابت نہیں لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کو جائز قرار دینے کے باوجود اس کی کراہت ثابت ہے۔ (٧)

○ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں تمام قسم کا سونا و چاندی شامل ہے خواہ عمدہ ہو یا ردی، صحیح ہو یا ٹوٹا ہوا، زیور ہو یا ڈلی اور خالص ہو یا ملاوٹ شدہ اور اس پر اجماع ہے۔ (٨)

---

(۱) [مسلم (۱۵۹۱) ابو داود (۳۳۵۱) ترمذی (۱۲۵۵) نسائی (۲۷۹/۷) شرح معانی الآثار (۷۳/٤) بیهقی (۲۹۲/۵)]

(۲) [المغنی (۱/٤) أعلام المؤقعين (۱۳۵/۲) بداية المجتهد (۱۲۹/۲) بدائع الصنائع (۸۳/۵)]

(۳) [بخاری (۲۱۷۸، ۲۱۷۹) مسلم (۱۵٦۹) نسائی (۲۸۱/۷) ابن ماجة (۲۲۵۷)]

(٤) [فتح الباری (۳۸۲/٤)]

(٥) [حاكم (٤۲/۲) بیهقی (۲۸٦/٥) المحلی (٤۱۷/۷)]

(٦) [الاعتبار (ص/٤۰٦)]

(٧) [فتح الباری (۳۸۲/٤)]

(٨) [شرح مسلم (۱٤/٦)]

وَفِيْ إِلْحَاقِ غَيْرِهَا بِهَا خِلَافٌ	اور دوسری اشیا کو ان کے ساتھ ملانے میں اختلاف ہے۔ ❶

❶ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ چھ اشیا میں تفاضل کی حرمت پر اتفاق ہے جبکہ وہ ایک جنس کی ہوں۔(١)
لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا ان چھ اشیا کے علاوہ بقیہ ایک جنس کی اشیا مثلاً دالیں اور چاول وغیرہ کی بھی خرید و فروخت برابر برابر اور نقد بنقد کی جائے گی اور اگر کمی بیشی یا نقد و ادھار کا معاملہ ہو تو کیا ان میں بھی سود ہو گا؟۔

(اہل ظاہر، ابن حزمؒ) حدیث میں مذکور صرف چھ اشیا میں ہی سود ہے۔

(جمہور، ابو حنیفہؒ، احمدؒ) ان چھ اجناس کے علاوہ جہاں بھی سود کی علت پائی جائے گی وہ سود ہی ہو گا۔

(مالکؒ) انہوں نے سود کی حرمت کو صرف خوراک کے ساتھ خاص کیا ہے۔

(ابن قیمؒ) یہ امام مالکؒ کی حمایت میں ہیں۔(٢)

(شاہ ولی اللہؒ) فقہا کے نزدیک ان چھ اشیا کے علاوہ بھی سود ثابت ہو جاتا ہے۔(٣)

(بغویؒ) علما کا اتفاق ہے کہ سود صرف انہی چھ اشیا میں ہے جن پر حدیث کی نص آئی ہے۔(٤)

(نواب صدیق حسن خانؒ) دوسری اشیا کو ان اشیا کے ساتھ ملانے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔(٥)

(شوکانیؒ) دوسری اجناس کو ان (چھ اشیا) کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا۔(٦)

جو لوگ بقیہ اشیا کو بھی ان چھ اجناس کے ساتھ ملحق کرنے کے قائل ہیں ان کے پاس اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل ہیں ان میں ان کے مقصود کو ثابت کرنے کے لیے کوئی واضح حجت موجود نہیں مثلاً:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی اپنے باغ کے پھل کو اس طرح فروخت کرے کہ اگر کھجور کے درخت ہوں تو انہیں خشک کھجور کے بدلے ماپ کر فروخت کرے اور تازہ انگور ہوں تو انہیں منقہ کے بدلے ماپ کر فروخت کرے اور اگر کھیت ہوں تو انہیں غلے کے بدلے ماپ کر فروخت کرے۔ آپ ﷺ نے ان (بیوع) سے منع فرمایا ہے۔(٧)

---

(١) [المحلى (٤٦٨/٨)]
(٢) [روضة الطالبين (٤٠/٣) الفقه الإسلامي وأدلته (٣٧٠٦/٥) سبل السلام (١١١٩/٣) بداية المجتهد (٢٢٧/٢) الحاوى (٨٢/٥) أعلام الموقعين (١٣٦/٢)]
(٣) [حجة الله البالغة (١٠٧/٢)]
(٤) [شرح السنة (٥٧/٨)]
(٥) [الروضة الندية (٢٣٥/٢)]
(٦) [السيل الجرار (٦٤/٣-٦٥)]
(٧) [بخارى (٢١٨٥) كتاب البيوع : باب بيع المزابنة، مسلم (١٥٤٢) أحمد (٥/٢) ابو داود (٣٣٦١) نسائى (٤٥٣٤) ابن ماجة (٢٢٦٥)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ نهى عن بيع اللحم بالحيوان ﴾ ''آپ ﷺ نے حیوان کے بدلے گوشت کی بیع سے منع فرمایا ہے۔'' (۱)

اگرچہ تجارت کی ان قسموں میں ممانعت موجود ہے لیکن ان سے مذکورہ چھ اشیا کا حکم بقیہ اشیا میں ثابت نہیں ہوتا۔

(راجح) اہل ظاہر کا موقف راجح ہے کیونکہ اگر دوسری اشیا بھی ان میں شامل ہوتیں تو حدیث کے لفظ عام ہوتے یا آپ ﷺ اس کی خبر دے دیتے نیز اس کی علت نکالنے والوں نے بھی علت میں ہی اختلاف کیا ہے۔ (واللہ اعلم) (۲)

فَإِنِ اخْتَلَفَتِ الْأَجْنَاسُ جَازَ التَّفَاضُلُ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ	اگر اجناس مختلف ہوں تو کمی بیشی جائز ہے جبکہ بیع نقد ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سونا سونے کے عوض' گندم گندم کے عوض' جو جو کے عوض' کھجور کھجور کے عوض اور نمک نمک کے عوض ایک دوسرے کی طرح برابر برابر اور نقد بنقد (فروخت کیے جائیں) ﴿ فإذا اختلف هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا بيد ﴾ ''اگر یہ اجناس مختلف ہوں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرلو مگر قیمت کی ادائیگی نقد ہو۔'' (۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أمرنا أن نبيع البر بالشعير والشعير بالبر يدا بيدا كيف شئنا ﴾ ''اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گندم کو جو کے عوض اور جو کو گندم کے عوض جیسے چاہیں فروخت کریں جبکہ وہ نقد بنقد ہوں۔'' (٤)

(3) صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وأمرنا أن نشترى الفضة بالذهب كيف شئنا ﴾ ''اور آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ سونے کے عوض چاندی جیسے چاہیں خریدیں۔'' (٥)

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْجِنْسِ بِجِنْسِهِ مَعَ عَدَمِ الْعِلْمِ بِالتَّسَاوِيْ وَإِنْ صَحِبَهُ غَيْرُهُ	تبادلہ کی جانے والی مقداروں کے برابر ہونے کا علم نہ ہونے کی صورت میں ایک جنس کی بیع بھی درست نہیں ❶ اگرچہ اس کے ساتھ کوئی اور جنس ملی ہو۔ ❷

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ عن بيع الصبرة من التمر لا يعلم كيلها

(۱) [حسن : إرواء الغليل (۱۳۵۱) المشكاة (۲۸۲۱) دارقطنی (۲٦٦) حاكم (۳٥/۲) بيهقی (۲۹٦/٥)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المحلى (٤٦٧/۸) السيل الجرار (٦٤/۳) سبل السلام (۱۱۱۹/۳) بداية المجتهد (۲۲۸/۲)]

(۳) [مسلم (۱٥۸۷) كتاب المساقاة : باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا' ترمذی (۱۲٤۰) ابو داود (۳۳٤۹) ابن ماجة (۲۲٥٤) دارمی (۲٥۸/۲) أحمد (۳۱٤/٥)]

(٤) [أيضا]

(٥) [بخاری (۲۱۷٥' ۲۱۸۲) مسلم (۱٥۹۰) نسائی (۲۸۰/۷) أحمد (۳۸/٥) ابن حبان (٥۰۱٤) بيهقی (۲۸۲/٥)]

بالکیل المسمی من التمر ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے ایسے ڈھیر کو جس کا ماپ نامعلوم ہو کھجوروں کے معین ماپ کے بدلہ میں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' (۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اُس وقت تک ایک جنس کی اشیا کی باہم بیع جائز نہیں جب تک کے برابری کا علم نہ ہو جائے۔

(2) حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الطعام بالطعام مثلا بمثل ﴾ ''اناج کے بدلے اناج برابر برابر ہو۔'' (۲)

(3) صحیحین میں اس معنی کی متعدد احادیث ہیں جن میں یہ ذکر ہے ﴿ مثلا بمثل سواء بسواء وزنا بوزن ﴾ ''اُن تمام کو اس مسئلہ کے ساتھ منطبق کیا جاسکتا ہے۔

❷ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خیبر کے روز ایک ہار بارہ دینار کا خریدا اس میں سونا اور پتھر کے نگینے تھے۔ میں نے ان کو الگ کر دیا تو میں نے اس میں بارہ دینار سے زیادہ پایا۔ میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تباع حتی تفصل ﴾ ''جب تک ان کو الگ الگ نہ کر لیا جائے فروخت نہ کیا جائے۔'' (۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ اور امام محمد بن حکم مالکیؒ حدیث کے ظاہری مفہوم کے ہی قائل ہیں۔

(احناف، ثوریؒ) کسی دوسری جنس کے ملنے کے ساتھ (تفاضل) کمی بیشی کے قائل ہیں اگرچہ علیحدہ سونا' ہار وغیرہ کے سونے سے زیادہ مقدار میں ہو۔ (٤)

(راجح) بلاتردد پہلا مؤقف ہی راجح ہے۔ (٥)

وَلَا بَيْعُ الرُّطَبِ بِمَا كَانَ يَابِسًا إِلَّا لِأَهْلِ الْعَرَايَا	خشک کھجوروں کے بدلے تازہ کھجوروں کی بیع جائز نہیں ❶ مگر اہل عرایا کے لیے جائز ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باغ کی تازہ کھجوریں خشک کھجوروں کے بدلے یا تازہ انگور کشمش و منقی کے بدلے ماپ کر فروخت کرے اور اگر کھیتی ہو تو اس کو

(۱) [مسلم (۱۵۳۰) کتاب البیوع : باب تحریم بیع صبرة التمر...... ' نسائی (٤٥٤٧)]

(۲) [مسلم (۱۵۹۲) أحمد (٤٠٠/٦) دارقطنی (٢٤/٣) بیهقی (٢٨٣/٥)]

(۳) [مسلم (۱۵۹۱) کتاب المساقاة : باب بیع القلادة فیها خرز وذهب ' ابو داود (٣٣٥٢) ترمذی (١٢٥٥) نسائی (٢٧٩/٧) أحمد (٢١/٦) شرح معانی الآثار (٧٣/٤) مشکل الآثار (٢٤٣/٤) دارقطنی (٣/٣)]

(٤) [حلیة العلماء (١٧٠/٤) الحاوی (١١٣/٥) المبسوط (١١٨/١٢) حاشیة الدسوقی (٢٩/٣) المغنی (٩٢/٦) بدایة المجتهد (١١٥/٢)]

(٥) [تلخیص الحبیر (٢٠/٣)]

سوداغلہ سے کرے ﴿ نهى عن ذلك كله ﴾ ”آپ ﷺ نے ان سب صورتوں میں ہونے والی بیع سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا تازہ کھجوریں خشک کھجور کے بدلے فروخت کی جا سکتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أينقص الرطب إذا يبس ﴾ ”کیا وہ خشک ہو کر وزن میں کم رہ جاتی ہیں؟“ لوگوں نے کہا ہاں' تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ (۲)

(جمہور، شافعیؒ، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں (نیز قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کا بھی یہی مؤقف ہے)۔

(ابو حنیفہؒ) انہوں نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳)

❷ (1) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن رسول الله رخص في العرايا أن تباع بخرصها كيلا ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے عرایا کے متعلق رخصت دی کہ گھر والے اندازے سے خشک کھجور دے کر کھانے کے لیے تازہ کھجوریں حاصل کر لیں۔“ (٤)

(2) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى عن المزابنة بيع الثمر بالتمر إلا أصحاب العرايا فإنه قد أذن لهم ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے لیکن اصحاب العرایا کے لیے اجازت دی ہے۔“ (٥)

عرایا: عریۃ کی جمع ہے۔ باب عَرَا يَعْرُو (نصر) ”عطیہ مانگنے کے لیے قصد کرنا“ کے معنی میں مستعمل ہے۔ (٦)

عرایا سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت (ہبہ کرتے ہوئے) دے دے پھر اُس شخص کا اپنے باغ میں آنا اچھا نہ سمجھے تو اس صورت میں وہ شخص (مالک) اتری ہوئی کھجور کے عوض اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کر چکا ہے) خریدے اس کی اُس کے لیے رخصت دی گئی ہے۔

فی الواقع عرب قحط اور خشک سالی کے ایام میں اپنے باغات میں سے 'فقیروں اور مسکینوں کے درختوں کو چھوڑ کر' پھل صدقات کی صورت میں دیا کرتے تھے کہ فلاں درخت کی کھجوریں تمہاری ہیں۔ اسی طرح عطیہ میں دی گئی کھجور کو بھی ”عریہ“

(۱) [بخاری (۲۱۸۵) کتاب البیوع : باب بیع المزابنة' مسلم (۱۵۴۲) أحمد (۵/۲) ابو داود (۳۳۶۱) نسائی (۲۶۶/۷) ابن ماجة (۲۲۶۵) طحاوی (۳۳/٤)]

(۲) [مؤطا (۶۲٤/۲) ابو داود (۳۳۵۹) ترمذی (۱۲۲۵) ابن ماجة (۲۲۶٤) أحمد (۱۷۹/۱) شرح معانی الآثار (۶/٤) دارقطنی (٤۹/۳) بیهقی (۲۹٤/۵)]

(۳) [الأم (۲۶/۳) الحاوی (۱۳۰/۵) المبسوط (۱۸٤/۱۲) الاختیار (۳۲/۲) سبل السلام (۵۶/۳) المغنی (۶۷/۶)]

(٤) [بخاری (۲۱۷۳' ۲۱۸۸) کتاب البیوع : باب بیع المزابنة' مسلم (۱۵۳۹) ابو داود (۳۳۶۲) ترمذی (۱۳۰۲) نسائی (۲۶۷/۷) ابن ماجة (۲۲۶۹) دارمی (۱۶۸/۲) حمیدی (۳۹۹) أحمد (۱۸۱/۵)]

(٥) [بخاری (۲۳۸۳) مسلم (۱۵٤۰) ترمذی (۱۳۰۳) شرح معانی الآثار (۲۹/٤)]

(٦) [المنجد (ص/۵۵۳)]

کہتے ہیں۔یعنی مساکین باغات میں ان کے درختوں کا پھل کھانے جایا کرتے تھے اس لیے ان کے داخلے سے باغات کے مالک تکلیف محسوس کرتے تھے یا پھر یہ ہوتا کہ مساکین اپنی ضرورت ومحتاجی کی وجہ سے پھل پکنے کا انتظار نہ کرتے اور انہیں فروخت کردیتے جبکہ پھل ابھی درختوں پر ہی ہوتے اوران کے عوض خشک کھجوریں لے لیتے اور باغات کے مالک بھی ان کی روزمرہ کی آمدورفت کی پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے درختوں پر موجودتر کھجوروں کو خشک کھجوریں دے کر خرید لیتے تھے۔یہ بیع مزابنہ ہی ہے جوممنوع ہے لیکن عرایا کے لیے اس کی رخصت دی گئی ہے۔(۱)

(شوکانیؒ) عرایا کی وہ تمام صورتیں جو اہل شرع اور اہل لغت سے ثابت ہوتی ہے(سب) مباح ہیں۔(۲)

692- اہل عرایا کے لیے صرف پانچ وسق......

اہل عرایا کے لیے صرف پانچ وسق یعنی بیس (20) من سے کم مقدار کی فروخت ہی درست ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿رخص فى بيع العرايا بخرصها من التمر فيما دون خمسة أوسق أو فى خمسة أوسق﴾ ''نبی کریم ﷺ نے پانچ وسق یا اس سے کم میں بیع عریہ کی اجازت دی ہے۔''(۳)

راوی کے شک کی وجہ سے پہلی بات پر عمل کرنا ہی احوط ہے۔

(شافعیہ،حنابلہ،اہل ظاہر) اسی کے قائل ہیں۔

(حنفیہ) عرایا کی احادیث منسوخ ہو چکی ہیں (نسخ کا دعوی بلا دلیل ہے'اس کا کوئی واضح ثبوت موجود نہیں)۔(٤)

(ابن حبانؒ) احتیاط اسی میں ہے کہ چار وسق سے زیادہ فروخت نہ کیا جائے۔

(ابن حجرؒ) یہی مناسب ہے لیکن حدیث میں پانچ وسق سے کم کا ذکر چار سے زیادتی کے جواز کا متقاضی ہے۔(٥)

وَلَا بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ	گوشت کی بیع زندہ جانور کے بدلے جائز نہیں۔ ❶

❶ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبى ﷺ نهى عن بيع اللحم بالحيوان﴾ ''نبی ﷺ نے گوشت کی بیع کو زندہ جانور کے بدلے ممنوع قرار دیا ہے۔''(٦)

(۱) [فتح البارى (١٣٦/٥) نيل الأوطار (٥٧٩/٣) الروضة الندية (٢٣٨/٢) سبل السلام (١١٣٩/٣) بخارى تعليقا (قبل الحديث/ ٢١٩٢) شرح معانى الآثار (٣٠/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٥٨١/٣)]

(۳) [بخارى (٢١٩٠) كتاب البيوع : باب بيع التمر على رؤوس النخل بالذهب والفضة ' مسلم (١٥٤١) ابو داود (٣٣٦٤) ترمذى (١٣٠١) نسائى (٤٥٤١)]

(٤) [روضة الطالبين (٢١٨/٣) الهداية (٤٤/٣) الحجة على أهل المدينة (٥٤٧/٢) الكافى (ص/ ٣١٥) المغنى (١١٩/٦) كشاف القناع (٢٥٩/٣) الأم (٦٨/٣) سبل السلام (٥٧/٣)]

(٥) [فتح البارى (١٣٢/٥)]

(٦) [حسن : إرواء الغليل (١٣٥١) ' (١٩٨/٥) مؤطا (٦٥٥/٢) ابو داود فى المراسيل (ص/ ٢١) دارقطنى (٧١/٣) حاكم (٣٥/٢) بيهقى (٢٩٦/٥)]

(نواب صدیق حسن خانؒ) میرے نزدیک (مذکورہ) حدیث کا بہترین معنی یہ ہے کہ کوئی شخص قصائی سے کہے اس بکری سے کتنا گوشت نکلے گا جواب میں قصائی کہے کہ ”بیس رطل“ (پوچھنے والا) کہے تو بیس رطل گوشت کے عوض یہ بکری رکھ لو اگر اس سے زیادہ نکل آیا تو وہ تمہارا ہوگا اور اگر کم نکلا تو پھر بھی تم پر ہی ہوگا (یعنی میرے ذمہ کچھ نہیں ہوگا) اور یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔(۱)

(مالکؒ، احمدؒ) زندہ جانور کے بدلے گوشت کی بیع جائز نہیں (امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت میں یہی قول منقول ہے)۔

(ابوحنیفہؒ) یہ بیع مطلق طور پر جائز ہے۔

(محمد بن حسن شیبانیؒ) اگر گوشت غالب ہو تو جائز ہے۔(۲)

(راجح) حدیث اگر صحیح ہے تو اسی پر عمل درست ہے۔ (واللہ اعلم)

وَيَجُوْزُ بَيْعُ الْحَيَوَانِ بِاثْنَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ جِنْسِهِ	ایک جانور کو دو یا اس سے زیادہ اسی جنس کے جانوروں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ اشترى عبدا بعبدين ﴾ ”نبی ﷺ نے دو غلاموں کے عوض ایک غلام خریدا۔“(۳)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ اونٹ ختم ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کو صدقہ کے اونٹوں پر (ادھار اونٹ) لینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ راوی کہتا ہے کہ ﴿ فكنت آخذ البعير بالبعيرين إلى إبل الصدقة ﴾ ”میں ایک اونٹ صدقہ کے دو اونٹوں کے بدلہ میں لیتا تھا۔“(٤)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دحیہ کلبی سے سات غلاموں کے عوض خریدا۔“(٥)

(4) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن بيع الحيوان بالحيوان ﴾ ”نبی ﷺ نے حیوان کو حیوان کے بدلے (اُدھار) فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔“(٦)

---

(۱) [الروضة الندية (۲۰۴۰/۲)]

(۲) [المغنى (۹۰/٦) الإنصاف (۲۳/٥) الأم (۹۸/۳) الحاوى (۱٥۷/٥) المبسوط (۱۸۰/۱۲)]

(۳) [مسلم (۱٦۰۲) كتاب المساقاة : باب جواز بيع الحيوان...... ' ابو داود (۳۳٥۸) ترمذى (۱۲۳۹) ابن ماجة (۲۸٦۹) أحمد (۳٤۹/۳) بيهقى (۲۸٦/٥)]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (۱۳٥۸) أحمد (۱۷۱/۲) ابو داود (۳۳٥۷) كتاب البيوع : باب فى الرخصة فى ذلك ' دارقطنى (۷۰/۳) حاكم (٥٦/۲) بيهقى (۲۷۸/٥)]

(٥) [أحمد (۱۲۳/۳) مسلم (۱۳٦٥) ابو داود (۲۹۹۷) ابن ماجة (۲۲۷۲) بيهقى (۲۸۷/٥)]

(٦) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۸٤۱) المشكاة (۲۸۲۲) ابو داود (۳۳٥٦) ترمذى (۱۲۳۷) ابن ماجة (۲۲۷۰) دارمى (۲٥٤/۲) شرح معانى الآثار (٦۰/٤) بيهقى (۲۸۸/٥)]

امام شافعیؒ نے آخری حدیث اور پہلی حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہاں ادھار سے مراد دونوں طرف سے اُدھار ہے (یعنی بیع الکالی بالکالی)۔

امام خطابیؒ نے اسی کو پسند کیا ہے۔(۱)

اس مسئلے میں علما کا اختلاف ہے:

(جمہور، شافعیؒ، اسحاقؒ) حیوان کی حیوان کے بدلے بیع ادھار اور کمی بیشی کے ساتھ مطلق طور پر جائز ہے۔

(مالکؒ) انہوں نے جنس مختلف ہونے کی شرط لگائی ہے۔

(احناف، ثوریؒ، احمدؒ) اُدھار کے ساتھ یہ بیع کرنا مطلق طور پر ممنوع ہے۔(۲)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔(۳)

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْعِينَةِ	اور بیع عینہ جائز نہیں۔ ❶

❶ " بیع عینہ " یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز مقررہ قیمت پر معین وقت تک کے لیے فروخت کرے جب یہ معین میعاد پوری ہو جائے تو خریدار سے وہی چیز کم قیمت پر خرید لے کہ زائد رقم اس کے ذمہ باقی رہ جائے۔ اس کا نام عینہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ فروخت کردہ چیز (بعینہ) وہی ہے اور اسی حالت میں حاصل ہو جاتی ہے اور اصل مال خریدار سے لوٹ کر فروخت کنندہ کے پاس پھر پہنچ جاتا ہے۔(٤)

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم﴾ ’’جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے، بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی میں ہی راضی ہو جاؤ گے اور جہاد ترک کر دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دیں گے اور اس ذلت کو تم سے اس وقت تک دور نہیں کریں گے جب تک تم اپنے دین کی طرف پلٹ نہ آؤ۔‘‘(٥)

(2) ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ میں نے آٹھ سو درہم اُدھار کے عوض زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک غلام کی بیع کی اور میں نے اس غلام کو چھ سو درہم نقد کے بدلے اس سے خرید لیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے بہت بری

(۱) [معالم السنن (۲۹/٥) سبل السلام (۱۱۳۰/۳)]

(۲) [حلية العلماء (١٥٤/٤) الحاوی (١٠٠/٥) المبسوط (١٢٢/١٢) الهداية (٦٢/٣) المغنی (٦٤/٦) سبل السلام (٥١/٣)]

(۳) [سبل السلام (١١٣٦/٣)]

(٤) [سبل السلام (١١٣٢/٣)]

(٥) [صحيح : الصحيحة (١١) ابو داود (٣٤٦٢) أحمد (٢٧/٧) تلخيص الحبير (١٩/٣) طبرانی کبیر (١٣٥٨٣) بیهقی (٣١٦/٥)]

یدوفروخت کی ہے۔''(۱)

احمدؒ، مالکؒ، ابوحنیفہؒ) بیع عینہ جائز نہیں ہے۔

شافعیہ) یہ بیع جائز ہے۔(۲)

راجح) بیع عینہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں سود کو جائز کرنے کا حیلہ کیا جاتا ہے۔

امام ابن قیمؒ نے اس بیع کی ممانعت کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔(۳)

متفرقات

693- کیا توبہ کے بعد بقیہ سودی رقم وصول کی جائے گی؟

سود سے توبہ کر لینے کے بعد اگر کسی نے لوگوں سے سود کے ذریعے حاصل شدہ رقم وصول کرنی ہو تو اپنی اصل رقم ہی وصول کرے، سودی رقم نہ لے۔

1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ۲۷۹]

''اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصلی مال تمہارا ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ ألا إن كل ربا الجاهلية موضوع إن تبتم فلكم رؤوس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون ﴾ ''خبردار! جاہلیت کا ہر سود ختم کر دیا گیا ہے اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارا اصل مال ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''(٤)

694- شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ

اگر سود سے حاصل شدہ رقم انسان کے پاس موجود ہے اور وہ اسے حرام سمجھنے کے باوجود کما تا رہا تو وہ غاصب ہے اور وہ رقم اس کی ملکیت نہیں بن سکتی اور اگر وہ تاویل وتقلید کر کے جائز سمجھتے ہوئے اسے کما تا اور کھاتا رہا تو یہ اس کی ملکیت ہی ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [البقرة : ۲۷۹]

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باقی سود کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے یہ حکم نہیں دیا جو پہلے لیا ہوا ہے اسے بھی واپس کرو۔(٥)

---

(۱) [أحمد كما في نصب الراية (١٦/٤) عبدالرزاق (١٨٤/٨) دارقطني (٥٢/٣) بيهقي (٣٣٠/٥)]

(۲) [روضة الطالبين (٨١/٣) الأم (٤٨/٣) المغني (٢٦٠/٦) كشاف القناع (١٨٥/٣) الهداية (٤٧/٣)]

(۳) [كما في نيل الأوطار (٥٨٨/٣)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٨٥٢) كتاب البيوع : باب في وضع الربا ' ابو داود (٣٣٣٤)]

(٥) [مجموع الفتاوى لابن تيميه (٢١١/٢٩-٢١٢) تفسير المنار (٩٧/٣-٩٨)]

695- قسطوں پر خریدی ہوئی چیز

قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی قیمت اگر وہی ہے جو نقد ادا کرنے میں ہے تو جائز ہے اور اگر نقد کم اور قسطوں پر (قیمت) زیادہ ہو تو یہ سود کی وجہ سے حرام ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿من باع بيعتين في بيعة فله أوكسهما أو الربا﴾ ''جو ایک بیع میں دو بیع کرتا ہے اس کے لیے دونوں میں سے کم (قیمت) ہے یا پھر سود ہے۔''(۱)

696- سودی بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانا

سودی بینکوں میں اکاؤنٹ کھلوانا بھی ناجائز ہے کیونکہ اگر سیونگ اکاؤنٹ ہوگا تو وہ سود لینے دینے کی وجہ سے حرام ہے اور اگر کرنٹ اکاؤنٹ ہوگا تو وہ سودی کاروبار میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ [المائدة : ۲]

''اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔''

697- بیمہ (انشورنس) کا حکم

بیمہ اصل میں انگریزی زبان کے لفظ (Insure) سے ماخوذ ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا معنی ''یقین دہانی'' ہے۔ چونکہ بیمہ کرانے والے کو مستقبل میں نقصانات کی تلافی اور خطرات سے حفاظت کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے اس لیے اسے انشورنس (Insurance) کا نام دیا گیا ہے۔ اور بیمہ کمپنی کو بھی اسی لیے انشورنس کمپنی کہتے ہیں کیونکہ وہ بیمہ کرانے والے کو یہ یقین دہانی کراتی ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہوتا ہے جو بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی کے درمیان طے ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیمہ کمپنی' جس میں بہت سے سرمایہ دار شریک ہوتے ہیں اسی طرح جس طرح تجارتی کمپنیاں ہوتی ہیں' بیمہ کرانے والے سے ایک بیمہ رقم بالاقساط وصول کرتی رہتی ہے اور ایک معینہ مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اس کے پسماندگان کو حسب شرائط واپس کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک مقررہ شرح فیصد کے حساب سے اصل رقم کے ساتھ کچھ مزید رقم بطور سود دیتی ہے گو اس رقم کا نام ان کی اصطلاح میں ربا یا سود نہیں بلکہ بونس یعنی منافع ہے۔

کمپنی کا مقصد اس رقم کے جمع کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ اسے دوسرے لوگوں کو بطور قرض دے کر ان سے اعلیٰ شرح پر سود حاصل کرے یا کسی تجارت میں لگا کر یا کوئی جائداد خرید کر اس سے منافع حاصل کرے اس کے شرکاء اپنی ذاتی رقم خرچ کیے بغیر کثیر رقم بصورت سود یا منافع حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی سود یا منافع میں سے بیمہ کرانے والے کو حصہ دیتے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ کسی درجے میں ان لوگوں کا مقصد مصیبت زدہ یا پریشان حال افراد کی امداد بھی ہوتا ہو۔ لیکن اصل مقصد وہی ہوتا ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ بیمہ کرانے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ محفوظ رہے اور اس میں اضافہ بھی ہو۔ اس کے علاوہ اس کے پسماندگان کو امداد حاصل ہو یا ناگہانی حادثات کی صورت میں اس کے نقصانات کی تلافی ہو جائے۔

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۲۹۵۵) کتاب البیوع : باب فیمن باع بیعتین فی بیعة' ابو داود (۳۴۶۱)]

بیمہ کی بڑی بڑی تین قسمیں ہیں:

) زندگی کا بیمہ: زندگی کا بیمہ تو مکمل جسم کا بیمہ ہوتا ہے لیکن آج کل انفرادی اعضاء مثلاً ہاتھ' سر اور ٹانگوں وغیرہ کے بیمہ کا ج بھی بکثرت ہوتا جا رہا ہے۔

) املاک کا بیمہ: اس بیمہ میں عمارت' کارخانہ' موٹر اور جہاز وغیرہ جیسی دیگر اشیاء کا بیمہ شامل ہے۔

) ذمہ داریوں کا بیمہ: اس میں بچوں کی تعلیم اور شادی وغیرہ کا بیمہ شامل ہیں۔ بیمہ کمپنی ان کاموں کو سرانجام دینے کی ۔دار ہوتی ہے۔

اصہ: یہ ہے کہ بیمہ کی کوئی بھی صورت ہو اور کوئی بھی قسم ہو ہر صورت اور ہر قسم ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ سود لینے' سودی کاروبار ں تعاون کرنے اور جوئے پر مشتمل ہیں۔ سود لینا اس طرح کہ بیمہ کرانے والا جتنی رقم ادا کرتا ہے اسے اس سے زیادہ رقم بغیر کسی ت کے منافع کی صورت میں ادا کی جاتی ہے جو کہ فی الحقیقت سود ہوتا ہے۔ سودی کاروبار میں تعاون اس لیے کیونکہ بیمہ کمپنی ں شریک سرمایہ دار اس رقم سے سودی کاروبار کرتے ہیں۔ اور جوا اس لیے کیونکہ بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی دونوں کو اس چیز علم نہیں ہوتا کہ ان میں سے کسے نقصان اٹھانا پڑے گا۔ قارئین کے مزید استفادہ کے لیے آئندہ سطور میں مولانا عبیداللہ مانی مبارکپوریؒ کا تفصیلی فتویٰ درج کیا جا رہا ہے۔

بیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ) میرے نزدیک ان لوگوں کا قول صحیح ہے جو زندگی کا بیمہ کرانے کو ناجائز کہتے ہیں اور وہ لوگ لمی پر ہیں جنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

انسان یا جانور کی زندگی یا جائداد کے بیمہ کرنے کی حقیقت پر غور کیا جائے تو سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ نشورنس) بیمہ کرانے کو جائز بتانا سود کو یا قمار کو حلال کرنا ہے۔

بیمہ کمپنیوں کا اصول ہے کہ زندگی کا بیمہ کرانے والا یا بیمہ کرایا ہوا جانور بیمہ کی معینہ مدت سے قبل مر جائے یا بیمہ کرائی ہوئی ئداد کسی ناگہانی آفت سے' مقررہ مدت کے اندر ضائع ہو جائے تو بیمہ کی پوری مقررہ رقم اس کے ورثاء کو یا جائداد اور جانور کے لک کو مل جاتی ہے اور اگر بیمہ کرانے والا یا جانور یا جائداد' مقررہ مدت تک زندہ اور محفوظ رہے تو کل جمع کردہ رقم مع سود کے بیمہ رانے والے کو یا جائداد کے مالک کو ملتی ہے اور اگر کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بیمہ کرانے والا مسلسل دو سال تک مقررہ قسطیں ادا رنے سے قصداً انکار کر دے یا مجبوراً ادا نہ کر سکے تو یہ بیمہ کمپنی ادا شدہ قسطوں کو ضبط کر لیتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مقررہ مدت کے اندر مر جانے یا بیمہ کردہ چیز کے تلف ہو جانے کی صورت میں اور اسی طرح مقررہ مدت ے زندہ اور محفوظ رہنے کی صورت میں بیمہ کمپنیاں بیمہ کرانے والوں کو یا ان کے ورثاء کو ان کی جمع کردہ رقم سے زائد جو کچھ دیتی ں اس کی کیا حیثیت اور نوعیت ہے؟ اور وہ کہاں سے آتا ہے اور کیونکر آتا ہے؟

ظاہر ہے وہ صدقہ وخیرات یا تحفہ وہدیہ تو ہے نہیں اور نہ ہی قرض ہے۔ پھر دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ بیمہ کمپنی جمع مدہ روپیہ دوسروں کو سود دیتی ہو اور اس میں سے ایک معین حصہ بیمہ کرانے والوں میں بانٹ دیتی ہو جیسا کہ عام بنکوں کا طریقہ

ہے یا یہ کہ بیمہ کمپنی خود ہی اس روپیہ سے تجارت کرے اور اسکے منافع سے ایک معین اور طے شدہ حصہ بیمہ کرانے والوں کے حساب میں جمع کرتی رہے اور یہ بلاشبہ سود ہے کیونکہ اصل رقم کے علاوہ طے شدہ منافع کے ادا کرنے ہی کا نام سود ہے۔

اور یہ خیال وتوجیہ کہ بیمہ کرانے والے اس تجارت میں شریک یا رب المال اور مضارب کی حیثیت رکھتے ہیں اور بیمہ کمپنی عامل ومضارَب (بفتح را) کی حیثیت رکھتی ہے' پس زائد رقم اس حیثیت سے بیمہ کرنے والوں کے لیے حلال وطیب ہوگی غلط اور باطل ہے اس لیے کہ اگر یہ صورت حلال ہوتو ان شرکاء یا ارباب اموال (بیمہ کرنے والوں) کو ایک طے شدہ معینہ رقم نہیں ملنی چاہیے بلکہ کمی اور بیشی کے ساتھ نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہنا چاہیے اور یہاں ایک طے شدہ معین نفع (زائد رقم) ہی ملتا ہے اور بیمہ کمپنیاں عام طور پر اصل رقم سے زائد جو کچھ دیتی ہیں اس کی شرح اور مقدار پہلے ہی سے معین کر دیتی ہیں اور اگر کوئی کمپنی اس کو اصولاً معین نہ کرتی ہو بلکہ زائد رقم کو سالانہ نفع اور نقصان کا لحاظ کر کے فی صد پر رکھتی ہو تب بھی یہ طریقہ وجہ جواز نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس کاروبار میں نقصان کا سوال ہی نہیں آنے دیا جاتا نیز بیمہ کمپنیوں کے متفقہ اصولوں میں سے بعض ایسے بھی اصول ہیں جن کی وجہ سے یہ سارا کاروبار اور ڈھانچہ ہی شرعاً ناجائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے بیمہ کرانے والوں کو بعد کے بیمہ کرانے والوں کا روپیہ دیا جاتا ہو۔لیکن اس طرح ایک کی رقم دوسرے کو دے دینے کا حق تو شرعاً کسی کو بھی نہیں ہے ایسی صورت میں جواز کا فتوی دینا سود یا قمار کا فتوی دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

اور کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بقیہ اقساط کے قصداً یا مجبوراً ادا نہ کرنے کی صورت میں ادا شدہ قسطوں کا ضبط کر لینا کس شرعی ضابطہ کی رو سے ہے؟ یہ باطل طریقے سے مال کھانا نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز بیمہ کرانے والوں کے لیے ایسے کاروبار کرنے والوں کو روپیہ دینا جو بغیر کسی شرعی سبب کے ان کی رقم ایک غلط اصول کی رو سے ہضم کر لیں کہاں سے شرعاً جائز ہے؟

بہر حال انشورنس کا کاروبار شرعاً ناجائز ہے یہ یورپ کے نظام سرمایہ داری کا ایک طبعی تقاضا ہے اور اس کا تصور بھی اسلامیت سے سخت بعید ہے پس زندگی وغیرہ کا بیمہ کرانا کیونکر ناجائز نہ ہوگا؟ (واللہ اعلم)(۱)

698- انعامی بانڈز کی شرعی حیثیت

حکومت کی طرف سے جاری کیے جانے والے انعامی بانڈز کی خرید وفروخت ایک ناجائز عمل ہے کیونکہ یہ بھی سود اور جوئے کا ہی مرکب ہے۔سود اس لیے کہ جس شخص کا نمبر نکل آتا ہے اسے تمام لوگوں کی جمع شدہ رقم کا سود بطور انعام دے دیا جاتا ہے' اور جوا اس لیے کہ اس رقم کا ملنا کسی اُصول وضابطے کے تحت نہیں ہے بلکہ محض اتفاق اور قسمت کی بات ہے اور یہی جوا ہے۔مزید برآں یہ عمل اس لیے بھی جائز نہیں ہے کہ اس میں رقم جمع کرانے والے تمام افراد کا حق صرف ایک شخص کو دے دیا جاتا ہے۔

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ' بیمہ کی حیثیت اسلام کی نظر میں (ص/۵-۷)]

باب الخیارات ❶ اختیار کا بیان

يَجِبُ عَلَى مَنْ بَاعَ ذَا عَيْبٍ أَنْ يُبَيِّنَهُ وَإِلَّا ثَبَتَ لِلْمُشْتَرِيْ الْخِيَارُ	بائع پر اپنے مال کا عیب واضح کرنا واجب ہے ورنہ مشتری کے لیے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ خیارات خیار کی جمع ہے۔ باب اِخْتَارَ' تَخَيَّرَ (افتعال' تفعل) اختیار ہونا' انتخاب کرنا۔ باب خَيَّرَ (تفعیل) اختیار دینا۔(۱)

شرعی تعریف: بیع کو قائم رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار طلب کرنا اور اس کی مختلف انواع و اقسام ہیں مثلاً خیار مجلس اور خیار شروط وغیرہ۔(۲)

❷ (1) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ المسلم أخوا المسلم لا يحل لمسلم باع من أخيه بيعا وفيه عيب إلا بينه ﴾ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے ایسی بیع کرے جس میں عیب ہو الا کہ وہ اسے بیان کر دے۔''(۳)

(2) حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يحل لأحد أن يبيع شيئا إلا بين ما فيه ولا يحل لأحد يعلم ذلك إلا بينه ﴾ ''کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی چیز فروخت کرے الا کہ اس کی حقیقت بیان کر دے اور نہ ہی کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اسے (یعنی عیب کو جانتے ہوئے بھی فروخت کر دے) الا کہ اس کی وضاحت کر دے۔''(٤)

(3) حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا کہ یہ وہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عداء بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی مسلمان کے ہاتھ ہے' نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب' نہ فسق و فجور اور نہ کوئی بدباطنی ہے۔(٥)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من غشنا فليس منا ﴾ ''جس نے ہم سے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔''(٦)

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/ ٣٥١) المنجد (ص/ ٢٢٦)]

(۲) [سبل السلام (۱۱۰٦/۳) نيل الأوطار (٥٦١/٣)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (١٣٢١) ابن ماجة (٢٢٤٦) كتاب التجارات : باب من باع عيبا فليبينه ' حاكم (٨/٢) طبراني كبير (٣١٧/١٧) تلخيص الحبير (٢٢/٣) مجمع الزوائد (٨٠/٤)]

(٤) [أحمد (٤٩١/٣) حاكم (٩/٢-١٠) بيهقي (٣٢٠/٥)]

(٥) [بخاري تعليقا (قبل الحديث/ ٢٠٧٩) كتاب البيوع : باب إذا بين البيعان ولم يكتما و نصحا ' ترمذي (١٢١٦) ابن ماجة (٢٢٥١)]

(٦) [مسلم (١٠٢) كتاب الإيمان : باب قول النبي من غشنا فليس منا ' ابو داود (٣٤٥٢) ترمذي (١٣١٥) ابن ماجة (٢٢٢٤) أبو عوانة (٥٧/١) أحمد (٢٤٢/٢) ابن منده (٥٥٠) بيهقي (٣٢٠/٥) حاكم (٩٠٨/٢)]

یہ تمام دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ کوئی بھی معیوب چیز بغیر عیب بیان کیے فروخت کرنا ناجائز ہے۔اس سے خریدار کے لیے بیع فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ اسی پر راضی ہو جائے تو بیع درست ہوگی کیونکہ صحتِ بیع کے لیے دونوں کی رضامندی ہی کافی ہے تاہم بائع غیر شرعی بیع کی وجہ سے گناہ گار ضرور ہوگا۔

وَالْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ	اور نفع ضمانت کے ساتھ ہی ہے۔ ❶

❶ **الخراج :** ایسے فوائد و منافع جو فروخت شدہ چیز سے حاصل ہوتے ہیں۔ **بالضمان :** (یہ منافع) اُس کفالت و ذمہ داری کے عوض ہیں جو اُس پر لازم ہیں۔(۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے کوئی زمین خریدی اور اسے استعمال کیا یا جانور خریدا اور اس نے بچے کو جنم دیا یا جانور خریدا اور اس پر سوار ہوا یا غلام خریدا اس سے خدمت لی پھر اس میں کوئی نقص و عیب پایا تو اس کے لیے اس غلام کو واپس کرنے کی گنجائش ہے اور جتنا فائدہ اس سے حاصل کیا ہے اس کے عوض اس پر کوئی چیز نہیں۔اس لیے کہ اگر یہ چیز فسخ اور عقد کی مدت کے درمیان تلف ہو جاتی تو اس کی ذمہ داری خریدار پر ہوتی تو پھر اس کی آمدن کا بھی وہی حق دار ہے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الخراج بالضمان﴾ ''آمدن (منافع) ضمان (کفالت) کا عوض ہیں۔''(۲)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے غلام خرید کر اس سے مزدوری کروائی پھر اس نے کسی عیب کی وجہ سے اسے واپس لوٹا دیا تو فروخت کنندہ نے غلام سے حاصل کردہ مزدوری کی واپسی کا مطالبہ کیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الغلة بالضمان﴾ ''آمدنی کا مالک وہ ہوگا جو اس کا ذمہ دار ہوگا۔''(۳)

(شافعیؒ) مشتری ہی فوائد اصلیہ و فرعیہ کا مالک ہوگا۔

(احناف) خریدار صرف فرعی فوائد کا ہی مستحق ہوگا (مثلاً کرایہ وغیرہ) اور اصلی فوائد (مثلاً اولاد اور پھل وغیرہ) اسے خریدی ہوئی چیز کے ساتھ ہی واپس لوٹانے ہوں گے۔

(مالکؒ) فوائد اصلیہ میں فرق کیا جائے گا یعنی اُون اور بال وغیرہ کا تو خریدار مستحق ہوگا لیکن اس کے بچے کا نہیں۔(٤)

---

(۱) [نیل الأوطار (۵۹۵/۳)]

(۲) [**حسن :** إرواء الغليل (۱۳۱۵) ابو داود (۳۵۰۸) کتاب البيوع : باب فيمن اشترك عبدا فاستعمله ثم وجد به عيبا ' دارقطنی (۵۳/۳) حاکم (۱۵/۲) تلخيص الحبير (۲۲/۳) ترمذی (۱۲۸۵) نسائی (۴۴۹۰) ابن ماجة (۲۲۴۲) شرح السنة (۱۶۳/۸)]

(۳) [**حسن :** صحيح ابن ماجة (۱۸۲۲) ابو داود (۳۵۱۰) أيضا ' ابن ماجة (۲۲۴۳) أبو يعلى (۸۲/۸) ابن حبان (۱۱۲۶) دارقطنی (۵۳/۳) حاکم (۱۵/۲) شرح السنة (۳۲۰/٤)]

(٤) [بداية المجتهد (۱۵۰/۲) الإنصاف (٤۱۲/٤) حلية العلماء (۲۵۲/٤) الأم (۵۵/۳) المغنى (۲۲٦/٦) المبسوط (۱٦۸/۱۳)]

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف اَقرب اِلی الحدیث ہے۔(۱)

وَلِلْمُشْتَرِي الرَّدُّ بِالْغَرَرِ وَمِنْهُ الْمُصَرَّاةُ فَيَرُدُّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْمَا يَتَرَاضَيَانِ عَلَيْهِ	دھوکے کی وجہ سے مشتری سودا رد کرسکتا ہے ❶ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایسا جانور جس کے تھنوں میں دودھ روکا گیا ہو وہ اس جانور کے ساتھ کھجوروں کا ایک صاع بھی واپس کرے گا ❷ یا جس پر دونوں راضی ہو جائیں۔ ❸

❶(1) جیسا کہ پیچھے حدیث ذکر کی گئی ہے کہ ﴿ ثم وجد به عيبا فرده بالعيب ﴾ ''پھر وہ شخص اس میں کوئی عیب دیکھے تو اس عیب کی وجہ سے اسے واپس لوٹا دے۔''(۲)

(2) اور باہمی رضامندی جو صحتِ بیع کے لیے شرط ہے وہ یہاں مفقود ہے۔

❷(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تصروا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها إن شآء أمسكها وإن شاء ردها وصاعا من تمر ﴾ ''اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو (اگر کسی نے دھوکہ میں آ کر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں چاہے تو جانور کو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدلے دے دے۔''(۳)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فهو بالخيار ثلاثة أيام ﴾ ''اسے تین دن اختیار ہے۔''(٤)

(2) •حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ من اشترى شاة محفلة فردها فليرد معها صاعا ﴾ ''جو شخص ایسی بکری خریدے جس کا دودھ تھنوں میں روک دیا گیا ہو پھر وہ اسے واپس کرے تو اسے چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک صاع بھی واپس کرے۔ ایک روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿ من تمر ﴾ ''کھجور سے (ایک صاع دے)۔''(٥)

مصراۃ: سے مراد ایسی اونٹنی' گائے یا بکری ہے جس کے تھنوں میں اس کا دودھ روک لیا گیا ہو (تا کہ خریدار اسے دودھیل جانور سمجھ کر دھوکہ کھاتے ہوئے اس کی قیمت زیادہ ادا کرے)۔(٦)

(ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) انہوں نے گذشتہ حدیث کے مطابق ہی فتوی دیا ہے۔

(جمہور، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ صحابہ میں اس کا کوئی مخالف نہیں' تابعین اور ان کے بعد بے شمار لوگوں نے

---

(۱) [سبل السلام (۱۰۹۷/۳)]

(۲) [ابو داود (۳۵۱۰)]

(۳) [بخاری (۲۱٤۸) کتاب البیوع : باب النهی للبائع أن لا یحفل الإبل والبقر والغنم' مسلم (۱۵۱۵) ابو داود (۳٤٤۳) نسائی (٤٤۸۷) أحمد (۲٤۲/۲) موطا (٦۸۳/۲) بیهقی (۳۱۸/۵)]

(٤) [مسلم (۱۵۲٤)]

(٥) [بخاری (۲۱٦٤' ۲۱٤۹)]

(٦) [النهایة (۲۷/۳)]

اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور انہوں نے دودھ دوہنے کی کمی بیشی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کھجور کا ایک صاع لوٹانا ہی لازم قرار دیا ہے۔

(احناف) اس عیب کی وجہ سے بیع کو فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں اور نہ ہی کھجور کا کوئی صاع لوٹانا واجب ہے۔

(زفرؒ) انہوں نے جمہور کے قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے لیکن کھجور کے ایک صاع یا گندم کے نصف صاع کی ادائیگی کے درمیان اختیار دیا ہے۔(۱)

اس حدیث کو رد کرنے کے لیے احناف نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے اس لیے ان کی وہ روایت جو قیاسِ جلی کے خلاف ہو گی قابل قبول نہیں ہو گی۔ حالانکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ احادیث کے حافظ تھے۔ علاوہ ازیں ان کے دعوے کا رد اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے جو ان کے نزدیک بھی فقہ اور اجتہاد میں امام تھے۔(۲)

(ابن قیمؒ) احناف کے موقف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقت میں اصول صرف دو ہی ہیں کلام اللہ اور کلام رسول اللہ جو ان کے علاوہ ہیں انہیں بھی ان کی طرف ہی لوٹایا جائے گا پس سنت (حدیثِ مصراۃ) تو اصل قائم بنفسہ ہے اور قیاس فرع ہے تو اصل کو فرع کے بدلے کیسے رد کیا جا سکتا ہے (اس طرح انہوں نے قاطع وساطع دلائل کے ذریعے احناف کا رد کرتے ہوئے جمہور کے موقف کو ثابت کیا ہے)۔(۳)

(ابن عبد البرؒ) یہ حدیث تصریہ (دودھ روکنے) کی حرمت اور اس سے اختیار کے ثبوت پر ایک عظیم دلیل ہے۔(٤)

❸ چونکہ یہ معاملہ حقوق العباد سے متعلقہ ہے اس لیے اسے آدمی کے ہی سپرد کیا جائے گا وہ اگر معاوضہ لینا چاہے تو یہ بھی درست ہے اور اگر کچھ ساقط کرنا چاہے اور کچھ لینا چاہے تو یہ بھی مباح ہے اور اگر مکمل ہی ساقط کرنا چاہے تو یہ بھی اس کی صوابدید پر موقوف ہے۔

وَيَثْبُتُ الْخِيَارُ لِمَنْ خُدِعَ أَوْ بَاعَ قَبْلَ وُصُولِ السُّوقِ	اور اسے بھی اختیار ہے جسے دھوکہ دیا گیا ہو ❶ یا جس نے بازار پہنچنے سے پہلے ہی مال فروخت کر دیا ہو۔ ❷

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے ذکر کیا کہ اسے بیع میں عام طور پر دھوکہ دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا بايعت فقل : لا خلابة﴾ ''سودا کرتے وقت کہہ دیا کرو کہ کوئی فریب و

(۱) [المغنى (٢١٦/٦) الإنصاف (٣٩٩/٤) بداية المجتهد (١٤٤/٢) المبسوط (٣٨/١٣) الأم (٨٢/٣) الحاوى (٢٣٦/٥)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح البارى (١٠٢/٥ ـ ١٠٦) نيل الأوطار (٥٩٨/٣)]

(۳) [أعلام الموقعين (٣٣٠/٢)]

(٤) [الاستذكار (٨٨/٢١)]

دھوکہ نہیں ہوگا۔“(۱)

اور اگر اسے دھوکہ دے دیا گیا تو یقیناً اختیار ثابت ہو جائے گا۔ جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے تین دن کا اختیار دیا تھا حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(۲)

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تلقوا الجلب فمن تلقى فاشترى منه فإذا أتى سيده السوق فهو بالخيار ﴾ ”باہر سے شہر میں غلہ لانے والوں کو آگے جا کر نہ ملو۔ جس کسی سے راستے ہی میں ملاقات کر کے اس کا سامان خرید لیا گیا تو منڈی میں پہنچنے کے بعد مال کے مالک کو اختیار ہے (چاہے سودا باقی رکھے اور چاہے تو منسوخ کر دے)۔“(۳)

مذکورہ حدیث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ ملنے والا بازار کی قیمت کے مطابق ہی خریدے تب بھی اختیار ثابت ہو جائے گا۔(٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ كنا نتلقى الركبان فنشترى منهم الطعام فنهانا رسول الله أن نبيعه حتى يبلغ به سوق الطعام ﴾ ”ہم قافلوں کو جا کر ملتے اور ان سے (راستے ہی میں) غلہ خرید لیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان سے بیع کرنے سے منع فرما دیا حتی کہ وہ اسے لے کر غلے کے بازار میں پہنچ جائیں۔“(٥)

راستے میں ملنے کی صورت یہ ہے کہ شہری آدمی بدوی کو شہر کی منڈی یا مارکیٹ میں پہنچنے سے پہلے پہلے راستے میں ہی جا ملے تاکہ بھاؤ کے متعلق غلط بیانی کر کے اس سے سامان سستے داموں خرید لے اور اس کی اصل قیمت سے کم قیمت پر اس سے حاصل کر لے۔ منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فروخت کرنے والا دھوکہ دہی اور ضرر رسانی سے بچ جائے۔

وَلِكُلٍّ مِّنَ الْمُتَبَايِعَيْنِ بَيْعًا مَنْهِيًّا عَنْهُ الرَّدُّ وَمَنِ اشْتَرَى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَلَهُ رَدُّهُ إِذَا رَآهُ	ناجائز بیع کرنے والوں کو بھی فسخ کا اختیار حاصل ہے ❶ اور جس نے بغیر دیکھے کچھ خریدا ہو اسے بھی دیکھنے کے بعد اختیار ہوگا۔ ❷

❶ گزشتہ صورت بھی ناجائز صورتوں میں سے ایک ہے۔

اگر تو ممانعت ایسے فساد کی متقاضی ہو جو بطلان کے ہم معنی ہے (جیسا کہ اصول میں ثابت ہے) تو بیع کا وجود نہ ہونے کی مانند ہی ہوگا اور یہ ان دونوں میں سے کسی کے لیے بھی لازم نہیں ہوگی اور اختیار کے ساتھ فسخ کر دینا ایسے فسخ کے ہم معنی ہوگا جو غیر لازم ہے۔ اور اگر ممانعت فساد کی متقاضی نہ ہو تو بیع کا وقوع ان صورتوں میں سے کسی بھی صورت پر ہو جائے گا اگر وہ

(۱) [بخاری (۲۱۱۷) كتاب البيوع : باب ما يكره من الخداع فى البيع ' مسلم (۱۵۳۳) ابو داود (۳۵۰۰) نسائی (٤٤٨٤) بیهقی (۲۷۳/٥) شرح السنة (٤٦/٨) دارقطنی (٥٤/۳) حاکم (۲۲/۲)]

(۲) [مصباح الزجاجة (۲۲/۲)]

(۳) [مسلم (۱۵۱۹) كتاب البيوع : باب تحريم تلقى الجلب]

(٤) [سبل السلام (۱۰۸٤/۳)]

(٥) [بخاری (۲۱٦٦) مسلم (۱۵۱۷) ابو داود (۳٤۳٦) نسائی (٤٤٩٨) ابن ماجة (۲۱۷۹)]

دونوں اس بیع کے ساتھ راضی ہوں اور شرعی مقصد (باہمی رضامندی) پورا ہو جائے اور اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بھی شریعت کی مخالفت ہو جانے کی وجہ سے راضی نہ ہو تو (سمجھ لو) مقصد فوت ہو گیا۔(۱)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من اشترى ما لم يره فله الخيار إذا رآه﴾ ''جس نے بغیر دیکھے کچھ خریدا تو اسے وہ چیز دیکھ لینے کے بعد اختیار ہے۔''(۲)

اس حدیث کے ضعف کی وجہ سے اس سے استدلال تو درست نہیں البتہ اس بیع میں دھوکہ بہر حال موجود ہے اور غرر و دھوکہ سے ممانعت کی تمام احادیث اس مسئلے میں بھی مفید ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ ﴿نهى عن بيع الغرر﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔''(۳)

اسی طرح باہمی رضامندی بھی بیع کی صحت کے لیے شرط ہے اگر مشتری سودے کو دیکھنے کے بعد رضامند نہ ہو تو شرط مفقود ہونے کی وجہ سے بھی بیع فسخ ہو جائے گی۔

وَلَهُ رَدُّ مَا اشْتَرَاهُ بِخِيَارٍ	اور اسے بھی فسخ کا اختیار ہے جس نے اختیار کی شرط کے ساتھ سودا کیا ہو۔❶

❶ (1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿البائع والمبتاع بالخيار حتى يتفرقا إلا أن تكون صفقة خيار ولا يحل له أن يفارقه خشية أن يستقيله﴾ ''خریدار اور فروخت کرنے والے کو اختیار حاصل ہے تاوقتیکہ ایک دوسرے سے جدا ہوں الا کہ سودا اختیار والا ہو اور سودا واپس کر دینے کے اندیشے کی وجہ سے جلدی سے الگ ہو جانا جائز نہیں۔''(٤)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿كل بيّعين لا بيع بينهما حتى يتفرقا إلا بيع الخيار﴾ ''ہر دو بیع کرنے والوں کے درمیان اُس وقت تک بیع نہیں ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں سوائے اختیار والی بیع کے۔''(٥)

بیع خیار کا مفہوم یہ ہے کہ سودا کرنے والوں میں سے اگر ایک نے اپنے لیے شرط لگالی ہو تو اس کا اختیار جدائی کے بعد بھی باقی رہے گا جب تک اختیار کی مقررہ مدت ختم نہ ہو جائے۔

خیارِ شرط کا ثبوت اُس حدیث سے بھی ملتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت میں دھوکہ دیے جانے والے شخص کے

(۱) [الروضة الندية (۲/۲٥٤)]

(۲) [دارقطني (۳/٤) بيهقي (٥/٢٦٨)] اس کی سند میں عمر بن ابراہیم کردی راوی ضعیف ہے۔ امام ذہبیؒ نے اسے کذاب کہا ہے اور خطیب بغدادیؒ نے اسے غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ [المغني (۲/٤٦۲) تاريخ بغداد (۱۱/۲۰۲) ميزان الاعتدال (۳/۱۷۹)]

(۳) [مسلم (۱٥۱۳) كتاب البيوع : باب بطلان بيع الحصاة..... ' ابو داود (۳۳۷٦) ترمذي (۱۲۳۰) نسائي (۷/۲٦۲) ابن ماجة (۲۱۹٤) أحمد (۲/۳۷٦) شرح السنة (٤/۲۹۷)]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (۱۳۱۱) ابو داود (۳٤٥٦) كتاب البيوع : باب في خيار المتبايعين ' ترمذي (۱۲٤۷) نسائي (٤٤٨۳) أحمد (۲/۱۸۳) دارقطني (۳/٥٠) بيهقي (٥/۲۷۱)]

(٥) [بخاري (۲۱۰۷) ابو داود (۳٤٥٤) نسائي (٤٤٦٥) ترمذي (۱۲٤٥) ابن ماجة (۲۱۸۱)]

لیے کہا تھا تم بیع کے وقت کہہ دیا کرو ﴿ لا خلابة ﴾ ''کوئی فریب نہیں ہوگا۔'' (۱)

(ابن حجرؒ) بخاری کی یہ روایت خیارِ شرط کی تائید کرتی ہے ﴿ إلا بیع الخیار ﴾

(احمدؒ) بیع کے وقت معین مدت (اگرچہ لمبی ہی کیوں نہ ہو) کے لیے اختیار کی شرط لگانا درست ہے۔

(مالکؒ) مدت بقدرِ ضرورت مقرر کی جائے گی۔

(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ) اختیار کی مدت تین دن یا اس سے کم ہے۔

(راجح) امام احمدؒ کا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (۲)

وَإِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فَالْقَوْلُ مَا يَقُولُهُ الْبَائِعُ	جب بائع اور مشتری کے مابین سودے کے متعلق اختلاف ہو جائے تو بائع کی بات تسلیم کی جائے گی۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا اختلف البیعان ولیس بینهما بینة فالقول ما یقول صاحب السلعة أو یترادان ﴾ ''جب دو بیع کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی دلیل بھی نہ ہو تو مال کے مالک (یعنی بائع) کی بات کو قبول کیا جائے گا یا وہ دونوں (اس سودے کو) رد کر دیں گے۔''

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ''فروخت کرنے والے اور خریدنے والے کے درمیان اختلاف ظاہر ہو ﴿ والمبیع قائم بعینه ﴾ ''اور فروخت کردہ چیز اسی حالت میں ہو۔'' اور ان دونوں کے پاس دلیل بھی نہ ہو تو بات فروخت کرنے والے کی معتبر ہوگی یا دونوں بیع کو فسخ کر دیں گے۔'' اور سنن دارقطنی کی روایت میں ہے ﴿ إذا اختلف البیعان والبیع مستهلك فالقول قول البائع ﴾ ''جب دو سودا کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے اور سودا ہلاک ہو چکا ہو تو بائع کی بات ہی معتبر ہوگی۔''

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے ایک دوسرے سے کسی سودے کی بیع کی تھی۔ اس نے کہا میں نے اس قیمت سے خریدا ہے اور اس نے کہا کہ میں نے اس قیمت سے فروخت کیا ہے۔ تو ابو عبیدہ نے کہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایسا معاملہ لایا گیا تھا ﴿ فأمر بالبائع أن یستحلف ثم یخیر المبتاع إن شاء أخذ وإن شاء ترك ﴾ ''انہوں نے بائع کے متعلق حکم دیا کہ اس سے قسم لی جائے پھر خریدار کو اختیار دیا جائے اگر چاہے تو (سودا) قائم رکھے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔'' (۳)

(۱) [بخاری (۲۱۱۷) کتاب البیوع : باب ما یکره من الخداع فی البیع]

(۲) [فقه السنة (۲۴۱/۳)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۹۹۷) صحیح ابن ماجة (۱۷۷۹) ابو داود (۳۵۱۱) کتاب البیوع : باب إذا اختلف البیعان والمبیع قائم' نسائی (۳۰۲/۷) ابن ماجة (۲۱۸۶) دارقطنی (۲۰/۳) حاکم (۴۵/۲) بیهقی (۳۳۲/۵) الصحیحة (۷۹۸) إرواء الغلیل (۱۳۲۲' ۱۳۲۳)]

جس روایت میں ہے ﴿ والبیع مستھلك ﴾ ''امام ابن عبدالبرؒ نے اسے منقطع قرار دیا ہے اور امام ابن حزمؒ نے بھی اسے منقطع کہا ہے اور امام صنعانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(۱)

گذشتہ احادیث سے ثابت ہوا کہ جب بھی دو باہم بیع کرنے والے آپس میں اختلاف کریں تو بائع کی بات (اس کی قسم کے ساتھ) معتبر سمجھی جائے گی (جیسا کہ ابوعبیدہ کی حدیث میں ہے) اور دلیل پیش کرنا مشتری پر لازم ہوگا قطع نظر اس فرق کے کہ بائع مدعی ہے یا نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گذشتہ حدیث اس حدیث ﴿ البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر ﴾ ''دلیل پیش کرنا مدعی پر لازم ہے اور قسم وہ کھائے گا جس نے انکار کیا'' سے خاص ہے۔(۲)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

اس مسئلے میں اختلاف کا سبب بھی یہی حدیث ہے کیونکہ یہ اپنے عموم کی وجہ سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قسم مدعی علیہ پر جبکہ دلیل مدعی پر ہوگی بغیر اس فرق کے کہ ان میں کوئی بائع یا مشتری ہو یا نہ ہو۔

ان میں سے ایک کو دوسری حدیث پر ترجیح دینے کی کوشش سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ان دونوں کو جمع کر لیا جائے۔ وہ اس طرح کہ بائع جب مدعی ہوگا تب ہی دلیل پیش کرے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصل میں سودا بائع کا ہی ہے۔ اس پر مشتری کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ اس نے مجھے اتنی قیمت پر یہ چیز فروخت کی ہے اور بائع اس کا انکار کرتے ہوئے اس سے زیادہ قیمت کا طلبگار رہتا ہے۔ ثابت ہوا کہ حقیقت میں مشتری ہی مدعی ہوتا ہے اس لیے اس پر دلیل پیش کرنا لازم ہوگا اور بائع منکر ہوتا ہے اس لیے اس پر قسم کھانا ضروری ہے اس جہت سے دیکھا جائے تو احادیث میں تعارض باقی نہیں رہتا اور یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے۔(۳)

(مالکؒ، شافعیؒ، محمد بن حسن الشیبانیؒ) بائع سے قسم لی جائے گی اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا نیز امام شافعیؒ کے نزدیک سودا موجود ہو یا ہلاک ہو چکا ہو ایسا ہی کیا جائے گا۔

(نخعیؒ، ثوریؒ، اوزاعیؒ، ابو یوسفؒ) سودا ہلاک ہونے کے بعد مشتری کی بات کو اس کی قسم کے ساتھ ترجیح دی جائے گی۔(۴)

(۱) [نیل الأوطار (۶۰۷/۳) معالم السنن (۱۵۱/۳) سبل السلام (۱۰۴۵/۳)]

(۲) [ترمذی (۱۳۴۱) دارقطنی (۲۱۸/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۶۰۹/۳) تحفة الأحوذی (۵۵۴/۴) سبل السلام (۱۰۴۵/۳)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: قفو الأثر (۹۵۰/۳) عون المعبود (۴۷۹/۹) الأم (۸۵/۳) الحاوی (۲۹۶/۵) بدائع الصنائع (۲۴۳/۷) المبسوط (۳۰/۱۳) بدایة المجتهد (۱۴۹/۲) الإنصاف (۴۴۷/۴)]

باب السلم ❶ — بیع سلم کا بیان

هُوَ اَنْ يُسْلِمَ رَأْسَ الْمَالِ فِيْ مَجْلِسِ الْعَقْدِ عَلَى اَنْ يُعْطِيَهُ مَا يَتَرَاضَيَانِ عَلَيهِ مَعْلُوْمًا اِلَى اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ	وہ یہ ہے کہ معاملہ طے پانے کی مجلس میں رأس المال اس شرط پر ادھار دے کہ جس معلوم چیز پر معین مدت کے لیے دونوں رضامند ہوئے ہیں وہ اسے (اس کے مطابق) ادائیگی کر دے گا۔ ❷

❶ سَـلَـم لفظا ومعنا سلف ہی ہے (سلف اہل عراق کی جبکہ سلم اہل حجاز کی لغت ہے) اور سلف بیوع کی ایک قسم ہے جس میں "قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور سودا تاخیر سے معین مدت پر لیا جاتا ہے" یعنی سونا چاندی یا مروجہ سکہ کے عوض پیشگی قیمت دے کر ایک معلوم ومتعین مدت تک چیز لینے کا سودا کرنا بیع سلم ہے۔ جو قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے وہ "رأس المال" جو چیز تاخیر سے فروخت کی جاتی ہے اسے "مسلم فيه" قیمت ادا کرنے والے کو "رب السلم" اور جسے وہ چیز فروخت کی جارہی ہے اسے "مسلم إليه" کہتے ہیں۔(۱)

اس بیع کی مشروعیت پر علما کا اجماع ہے۔ فی الحقیقت یہ بیع معدوم ہونے کی وجہ سے ناجائز تھی لیکن اقتصادی مصالح کے پیش نظر لوگوں کے لیے نرمی اور ان پر آسانی کرتے ہوئے اسے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔(۲)

699- بیع سلم کی شرائط

(سعید بن مسیبؒ) فرماتے ہیں کہ اس کی بعض شروط میں تو اختلاف ہے لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ اس میں اُن تمام شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا جن کا لحاظ بیع میں رکھا جاتا ہے۔(۳)

رأس المال کی شرائط: (1) اس کی جنس معلوم ہو۔ (2) اس کی مقدار معلوم ہو۔ (3) اسے مجلسِ عقد میں ادا کر دیا جائے۔

مسلم فیہ کی شرائط: (1) وہ ضمانت وذمہ داری میں ہو۔ (2) اس کا ایسا وصف بیان کیا جائے جس سے اس کی مقدار اور ممتاز اوصاف کا علم ہو جائے تاکہ دھوکہ اور تنازعہ کا خاتمہ ہو سکے۔ (3) اس کی مدت معلوم ہو۔(٤)

کیا اجل (مدت کا تعین) شرط ہے؟:

(جمہور) انہوں نے معین مدت کے شرط ہونے کا اعتبار کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ فی الحال (یعنی دونوں طرف سے بیک وقت ادائیگی) بیع سلم جائز نہیں۔

---

(۱) [أنيس الفقهاء (ص/۲۱۹۔۲۲۰) مصباح المنير (۴۷۳/۱) النهاية (۳۹۶/۲) فتح الباری (۱۸۲/۵) نيل الأوطار (۶۱۰/۳)]

(۲) [المغنی (۲۷۵/٤) بداية المجتهد (۱۹۹/۲) مغنی المحتاج (۱۰۲/۲) فتح القدير (۳۲۳/۵) المبسوط (۱۲٤/۱۲)]

(۳) [مصنف ابن ابی شيبة (۳۰۹/٤) كتاب البيوع : باب فی السلف فی الشیئ الذی ليس فی أيدی الناس]

(٤) [فقه السنة (۲۵۰/۳)]

(شافعیہ) جب تاخیر سے (جس میں دھوکہ بھی ہے) جائز ہے تو اس وقت ادائیگی بالاولیٰ جائز ہے اور حدیث میں اجل کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ صرف یہی شرط ہے (یا اس کا موجود ہونا ہر حال میں ضروری ہے) بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ جب کوئی معاملہ اجل سے متعلق ہو تو اس میں وہ معلوم ہونی چاہیے۔

(راجح) امام شافعیؒ کا مذہب ہی زیادہ برحق ہے۔

(شوکانیؒ) حق بات وہی ہے جسے شافعیہ نے اختیار کیا ہے کیونکہ کسی بھی حکم کو بغیر دلیل کے عبادت بنا لینا درست نہیں۔(۱)

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

مسلم فیہ کا بیع کے وقت مسلم الیہ کے پاس ہونا:

یہ شرط نہیں ہے جیسا کہ عبدالرحمٰن بن أبزی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن أبی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے دریافت کیا ﴿ أكان لهم زرع؟ قالا ما كنا نسألهم عن ذلك ﴾ ''کیا (بیع سلم کے وقت) ان کے پاس کھیتی موجود ہوتی تھی؟ تو ان دونوں نے کہا ہم ان سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے تھے۔'' (۳)

اس مسئلے میں علما نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) بیع سلم کے وقت جنس نہ بھی ہو تب بھی بیع درست ہوگی تاہم اتنا ضروری ہے کہ اختتام مدت پر اس چیز کا دستیاب ہونا ممکن ہو۔

(ابوحنیفہؒ) بیع سلم کے معاہدہ کے آغاز سے لے کر مدت معاہدہ کے اختتام تک وہ چیز دستیاب رہے۔ اس دوران کسی موقع پر بھی اس کا فقدان نہ ہو اور ملنا دشوار و محال نہ ہو۔(٤)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

700- تمام اجناس میں بیع سلم جائز ہے

بیع سلم پھلوں، باغات اور گندم کے علاوہ ہر چیز میں جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من أسلف في شيئ ففي كيل ووزن معلوم إلى أجل معلوم ﴾ ''جو شخص کسی بھی چیز میں بیع سلم کرنا چاہے وہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے ٹھہرا کر کرے۔'' (٥)

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ بیع سلم کی شرائط، مسلم فیہ کی جنس کا معین ہونا، اس کا ماپ یا وزن معلوم ہونا اور اس کی مدت معلوم ہونا محض یہی تین شرائط ہیں ان کے علاوہ کسی شرط پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے (وہ صرف اس بات پر قیاس کرتے ہوئے معین کی گئی

(۱) [نیل الأوطار (٦١٠/٣)]
(۲) [فتح الباری (٨٢/٥)]
(۳) [بخاری (٢٢٥٥) كتاب السلم : باب السلم إلى أجل معلوم]
(٤) [الأم (١٢٤/٣) الحاوی (٣٩١/٥) المبسوط (١٢٥/١٢) الهداية (٧٢/٣) المغنی (٤٠٦/٦)]
(٥) [بخاری (٢٢٤٠) كتاب السلم : باب السلم في كيل معلوم]

ہیں کہ ان شرائط کا سبب تنازعہ وغرر کا خاتمہ کرنا ہے تو جن شرائط سے ایسا لازم ہے ان پر عمل بھی بہتر واولیٰ ہے)۔(۱)

❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کی قیمت پیشگی ادا کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿من أسلف في ثمر فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم﴾ ''جو شخص پھلوں کی پیشگی (قیمت) دے تو اسے چاہیے کہ ماپ' تول کر مقررہ مدت کے لیے دے۔'' اور صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں ﴿من أسلف في شيئ﴾ ''جو شخص کسی بھی چیز میں پیشگی دے۔''(۲)

(2) حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (غزوات میں شرکت کر کے) غنیمت کا حصہ لیتے تھے اور ملک شام کے نبطی جاٹوں میں سے کچھ جاٹ ہمارے پاس آتے تھے۔ ہم ان کو گندم' جو اور منقیٰ (اور ایک روایت میں زیتون بھی ہے) کی پیشگی دے کر ایک مقررہ مدت تک بیع سلم کرتے تھے۔ دریافت کیا گیا کہ کیا وہ خود کھیتی باڑی کرتے تھے تو دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان سے یہ کبھی دریافت نہیں کیا تھا۔''(۳)

وَلَا يَأْخُذُ إِلَّا مَا سَمَّاهُ أَوْ رَأْسَ مَالِهِ وَلَا يَتَصَرَّفُ فِيهِ قَبْلَ قَبْضِهِ	وہ وہی چیز لے گا جس پر ان کا معاملہ طے پایا ہے یا وہ اپنی اصل رقم واپس لے لے گا ❶ اور قبضے میں لینے سے پہلے وہ اس میں تصرف نہیں کرے گا۔ ❷

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أسلف شيئا فلا يشرط على صاحبه غير قضائه﴾ ''جو شخص بیع سلم کرے وہ اپنے ساتھی پر اسے ادا کرنے کے سوا کسی اور چیز کی شرط نہ لگائے۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من أسلف في شيئ فلا يأخذ إلا ما أسلف فيه أو رأس ماله﴾ ''جو شخص بیع سلم کرے وہ صرف وہی چیز لے جس میں اس نے بیع سلم کی ہے یا پھر اپنا اصل مال واپس لے لے۔''(٤)

(مالک ؒ) اگر سودے کے بعد مشتری بائع سے مطلوبہ چیز حاصل نہ کر سکے اور اس نے اس سے اقالہ کر لیا ﴿فإنه لا ينبغي له أن يأخذ إلا ورقه أو ذهبه أو الثمن الذي دفع إليه بعينه﴾ ''تو اب اس کے لیے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے مگر اپنا سونا یا چاندی یا بعینہ اپنی وہی قیمت جو اس کو دی تھی (وہ لے سکتا ہے)۔''(٥)

❷ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أسلف في شيئ فلا يصرفه إلى

(۱) [الروضة الندية (۲/۲٦۱) حجة البالغة (۲/۱۱۳)]
(۲) [بخاری (۲۲٤۰' ۲۲٤۱' ۲۲٤۱) کتاب السلم : باب السلم في وزن معلوم' مسلم (۱٦۰٤) ابو داود (۳٤٦۳) ترمذی (۱۳۱۱) نسائی (٤٦۱٦) ابن ماجة (۲۲۸۰) دارمی (۲/۲٦۰) بیهقی (٦/۱۸) أحمد (۱/۲۱۷) دارقطنی (۳/٤) شرح السنة (۸/۱۷۳)]
(۳) [بخاری (۲۲٤۲' ۲۲٤۳) أیضا' ابو داود (۳٤٦۳) ابن ماجة (۲۲۸۲) أحمد (۱/۲۱۷) حاکم (۲/٤٥) بیهقی (٦/۲۰)]
(٤) [دارقطنی (۳/٤٥)]
(٥) [المسوی علی مؤطا (۲/٥۰)]

غیرہ قبل أن یقبضه ﴾ ”جو شخص کسی چیز کی خرید بصورت بیع سلم کرتا ہے تو جب تک اس چیز پر مکمل قبضہ نہ کر لے اس میں تصرف نہ کرے۔“ (۱)

اگرچہ مذکورہ روایت میں ضعف ہے لیکن اس مسئلہ میں وہ تمام صحیح احادیث شاہد ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ قبضے سے پہلے سودا فروخت کرنا جائز نہیں۔

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إذا ابتعت طعاما فلا تبعه حتی تستوفیه ﴾ ”جب تم کوئی غلہ خریدو تو اسے مکمل وصول کر لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔“ (۲)

(شوکانیؒ) اس (پہلی) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلم فیہ کو قبضے میں لینے سے پہلے کسی اور چیز کی قیمت بنا دینا (یعنی فروخت کر دینا) جائز نہیں۔ کیونکہ جب تک کسی چیز پر مکمل قبضہ نہ ہو جائے اس وقت تک اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳)

﴿ فلا یصرفه ﴾ میں ضمیر کے مرجع میں اختلاف کی وجہ سے اس مسئلے میں بھی اختلاف ہو گیا ہے۔

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) انہوں نے ضمیر کا مرجع رأس المال بنایا ہے اور کہا ہے کہ رأس المال میں تصرف جائز نہیں حتی کہ دوسرا شخص اپنا مقررہ مال وصول نہ کر لے۔

(شافعیؒ، زفرؒ) رأس المال میں تصرف جائز ہے کیونکہ یہ تو قرض کی طرح اس انسان کے ذمے ہے اور وہ اس میں تصرف بھی کر سکتا ہے۔ (٤)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف راجح ہے۔

متفرقات

701- مسلم فیہ میں حوالہ

احناف کے نزدیک مسلم فیہ میں حوالہ جائز ہے جبکہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (٥)

(مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) انہوں نے کپڑوں میں بھی بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے۔ (٦)

(ابن منذرؒ) انہوں نے اسی پر اجماع نقل کیا ہے۔ (٧)

---

(۱) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (٤٩٩) إرواء الغلیل (١٣٧٥) ابن ماجة (٢٢٨٣) ابو داود (٣٤٦٨) دارقطنی (٤٥/٣) بیهقی (٣٠/٦)]

(۲) [مسلم (١٥٢٩)]

(۳) [نیل الأوطار (٦١٢/٣)]

(٤) [نیل الأوطار (٦١٣/٣)]

(٥) [الفقه الإسلامی وأدلته (٣٦٣٤/٥) الشرح الكبیر (١٩٥/٣) مغنی المحتاج (١٠٣/٢) المغنی (٣٠٢/٤)]

(٦) [القوانین الفقهیة (ص/٢٦٩) مغنی المحتاج (١٠٧/٢)]

(٧) [المغنی (٢٧٦/٤)]

باب القرض ❶ — قرض کا بیان

يَجِبُ إِرْجَاعُ مِثْلِهِ	قرض کی رقم کی مثل (رقم) واپس کرنا واجب ہے۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ قرض باب قَرَضَ يَقْرِضُ (ضرب) سے مصدر ہے اس کا معنی ''کاٹنا' قرض دینا اور بدلہ دینا'' مستعمل ہے۔ باب قَارَضَ (مفاعلة) مضاربت کرنا۔ باب أَقْرَضَ (إفعال) قرض دینا' باب اِقْتَرَضَ (افتعال) قرض لینا اور باب اِسْتَقْرَضَ (استفعال) ''قرض مانگنا'' کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔(۱)

شرعی تعریف: قرض ایسے مال کو کہا جاتا ہے جو قرض لینے والے کو بطور قرض دیا جاتا ہے (اس پر قرض کا لغوی معنی ''کاٹنا'' بھی صادق آتا ہے) کیونکہ یہ قرض دینے والے کے مال کا ایک ٹکڑا ہی ہوتا ہے۔(۲)

مشروعیت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما من مسلم يقرض مسلما قرضا مرتين إلا كان كصدقتها مرة ﴾ ''کوئی بھی مسلمان جب کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دیتا ہے تو وہ اس کے ایک مرتبہ صدقہ کی طرح ہوتا ہے۔''(۳)

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُس وقت تک بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔''(۴)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من أخذ أموال الناس يريد أدائها أدى الله عنه ومن أخذها يريد إتلافها أتلفه الله تعالى ﴾ ''جو شخص لوگوں کے اموال ادائیگی کے ارادے سے لے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دیں گے اور جو ہلاک کرنے کے ارادے سے (لوگوں کے) اموال لے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیں گے۔''(۵)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لو كان لي مثل أحد ذهبا ما يسرني أن لا يمر علي ثلاث وعندي منه شيئ إلا شيئ أرصده لدين ﴾ ''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سونے) کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے سوائے اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔''(۶)

---

(۱) [المنجد (ص/ ٦٨٢) القاموس المحيط (ص/ ٥٨٥)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٣٧٨٦/٥)]

(۳) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (١٩٧٢) كتاب الأحكام : باب القرض ' ابن ماجة (٢٤٣٠)]

(٤) [مسلم (٢٦٩٩)]

(٥) [بخاري (٢٣٨٧) ابن ماجة (٢٤١١) أحمد (٣٦١/٢) بيهقي (٣٥٤/٥) شرح السنة (٢١٤٦)]

(٦) [بخاري (٢٣٨٩) كتاب الاستقراض وأداء الديون]

(5) قرض لینے کے جواز پر اجماع ہے۔(۱)

❷ کیونکہ اس سے زیادہ لینا یا دینا سود کے زمرے میں آتا ہے۔حضرت ابو بردہ بن ابی موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ آیا (وہاں) میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا۔اس نے (مجھ سے) کہا تو ایسی جگہ (سکونت پذیر) ہے جہاں سود عام ہے ﴿ فإذا كان لك على رجل حق فاهدى إليك حمل تبن أو حمل شعير أو حمل قتّ فلا تأخذه فإنه ربا ﴾ ''پس جب تیرا کسی شخص پر حق ہو اور وہ تجھے بھوسا یا جو کا گٹھا یا خشک گھاس رسی سے باندھ کر ہدیہ بھیجے تو تجھے چاہیے کہ اس کو نہ لے یقیناً وہ سود ہے۔''(۲)

جب ہدیہ دینا سود ہے اس کے علاوہ کچھ اور دینا تو بالاً ولی ممنوع ہے۔

(شوکانی ؒ) حاصل کلام یہ ہے کہ ہدیہ اور عاریہ وغیرہ جب قرض کی مدت میں مہلت لینے کے لیے ہو یا قرض خواہ کو رشوت دینے کے لیے ہو یا قرض کے بدلے قرض خواہ کو نفع پہنچانے کے لیے ہو تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ سود اور رشوت کی ایک قسم ہے اور اگر یہ قرض کے لین دین سے پہلے قرض دار اور قرض خواہ کے مابین جاری عادت و رسم کی وجہ سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(۳)

وَيَجُوزُ اَنْ يَّكُونَ اَفْضَلَ اَوْ اَكْثَرَ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَشْرُوْطًا وَلَا يَجُوزُ اَنْ تَجُرَّ الْقَرْضُ نَفْعًا لِلْمُقْرِضِ	اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ (قرض) اس رقم سے افضل یا زائد ہو جبکہ یہ پہلے مشروط نہ ہو ❶ اور یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ قرض دینے والے کے لیے قرض نفع لے کر آئے۔❷

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ﴿ و كان لي عليه دين فقضاني وزادني ﴾ ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا آپ نے مجھے وہ ادا کیا اور مجھے (اس سے) زائد بھی دیا۔''(٤)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا کہ ادا کر دو۔صحابہ نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا' لیکن نہیں ملا۔البتہ اس سے زیادہ عمر کا مل گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی اسے دے دو۔اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن خياركم أحسنكم قضاء ﴾ ''تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہیں۔''(٥)

---

(۱) [المغنی (۳۱۳/٤)]

(۲) [بخاری (۳۸۱٤) کتاب المناقب : باب مناقب عبد الله بن سلام]

(۳) [نیل الأوطار (٦۱۷/۳)]

(٤) [بخاری (۲۳۹٤) کتاب الاستقراض وأداء الدیون : باب حسن القضاء' مسلم (۷۱٥) ابو داود (۳۳٤۷) نسائی (۲۸۳/۷)]

(٥) [بخاری (۲۳۰٥) کتاب الوکالة : باب وکالة الشاهد والغائب جائزة' مسلم (۱٦۰۱)]

(3) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(۱)

❷ (1) جیسا کہ ابھی پیچھے صحیح بخاری کی روایت گزری ہے کہ ''جب تیرا کسی شخص پر حق ہو اور وہ تجھے بھوسا یا جو کا گٹھا یا خشک گھاس رسی سے باندھ کر ہدیہ بھیجے تو تجھے چاہیے کہ اسے نہ لے ﴿ فإنه ربا ﴾ ''کیونکہ وہ سود ہے۔''(۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا أقرض أحدكم قرضا فأهدى إليه أو حمله على الدابة فلا يركبها ولا يقبله إلا أن يكون جرى بينه و بينه قبل ذلك ﴾ ''جب تم میں سے کوئی قرض دے تو وہ شخص اسے ہدیہ دے یا جانور پر سوار کرے تو نہ وہ سوار ہو اور نہ ہی اس (ہدیہ) کو قبول کرے الا کہ ان کے مابین پہلے سے ہی ایسا معاملہ چلتا ہو۔''(۳)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ كل قرض جر منفعة فهو ربا ﴾ ''ہر وہ قرض جو نفع لائے' سود ہے۔''(٤)

یہ روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن یہ مسئلہ (قرض پر نفع لینے کی ممانعت) صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ پیچھے بیان گزر چکا ہے۔

(مالکیہ' احناف) ہر وہ قرض جو نفع لائے حرام ہے۔(٥)

702- بطور قرض جانور کا لین دین

جانور کا بطور قرض لین دین جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے اونٹ بطور قرض لیا ہوا تھا۔(٦)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) انہوں نے اسے ناجائز قرار دیا ہے (حالانکہ گذشتہ صحیح حدیث میں اس کا جواز موجود ہے)۔(۷)

---

(۱) [موطا (۲/۲۸۰) مسلم (۱۲۲٤' ۱۶۰۰) ابو داود (۳۳٤۶) ترمذی (۱۳۱۸) ابن ماجة (۲۲۸٥) أحمد (۳۹۰/۶) دارمی (۲٥٤/۲) مسند طیالسی (۹۷۱)]

(۲) [بخاری (۳۸۱٤)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (٥۲۹) کتاب الأحکام : باب القرض' الضعیفة (۱۱۶۲) ابن ماجة (۲٤۳۲) اس کی سند میں یحیی بن اسحاق ہنائی راوی مجہول ہے۔[تقریب التهذیب (۳٤۲/۲)]

(٤) [ضعیف : إرواء الغلیل (۱۳۹۸) ضعیف الجامع الصغیر (٤۲٤٤) اس کی سند میں سوار بن مصعب راوی متروک ہے۔ [الجرح والتعدیل (۲۷۱/٤) میزان الاعتدال (۲٤۶/۲) المجروحین (۳٥۶/۱) المغنی (۲۹۰/۱)]

(٥) [حاشیة الدسوقی (۲۲٤/۳) القوانین الفقهیة (ص/۲۸۸) رد المختار (۱۸۲/٤)]

(۶) [بخاری (۲۳۹۰)]

(۷) [الأم (۱٤۰/۳) الحاوی (۳٥۳/٥) المبسوط (۱۳۱/۱۲) الهدایة (۷۱/۳) المغنی (۳۸۸/۶) بدایة المجتهد (۱۶٥/۲)]

703- قرض کی رقم سے کم ادا کرنا

اگر مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے (جبکہ قرض خواہ اسی پر راضی ہو) یا قرض خواہ اسے معاف کر دے تو جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کر دینے کو کہا تھا۔(۱)

704- قرض سے پناہ مانگنا

رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے ﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَاثَمِ وَالْمَغْرَمِ ﴾ ''اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' کسی نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ قرض سے اس قدر (کیوں) پناہ مانگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الرجل إذا غرم حدث فكذب ووعد فأخلف ﴾ ''جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔''(۲)

705- مقروض کی نماز جنازہ

اگر کوئی شخص مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو بلاشبہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی کیونکہ وہ مسلمان ہے اور اس کا قرض ادا کرنا اسلامی حکمران کے ذمہ ہوگا کہ وہ بیت المال سے اسے ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ومن ترك دينا أو ضياعا فليأتني فأنا مولاه ﴾ ''جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آجائیں' ان کا ولی میں ہوں۔''(۳)

706- قرض وغیرہ کی وصولی میں نرم برتاؤ

اگر کوئی تنگ دست ہو تو اس سے قرض وغیرہ وصول کرنے میں نرمی سے پیش آنا چاہیے اور اگر اسے رقم معاف کر دی جائے تو یہ اس سے بھی بہتر ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ۲۸۰]
''اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کر دو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ''فرشتوں نے تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کی روح قبض کی تو اس سے کہا کہ کیا تو نے کوئی خیر کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا ﴿ كنت آمر فتياني أن ينظروا ويتجاوزوا عن الموسر قال فتجاوزوا عنه ﴾ ''میں اپنے

---

(۱) [بخاری (۲۳۹۵) كتاب الاستقراض وأداء الديون : باب إذا قضى دون حقه]
(۲) [بخاری (۲۳۹۷) كتاب الاستقراض وأداء الديون : باب من استعاذ من الدين]
(۳) [بخاری (۲۳۹۹) كتاب الاستقراض وأداء الديون : باب الصلاة على من ترك دينا]

نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں (جوان کے مقروض ہوں) کو مہلت دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں اور محتاجوں کو معاف کر دیا کریں۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کیا اور سختی نہ کی۔"(۱)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله الله في ظله﴾ "جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف ہی کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سائے میں سایہ عطا فرمائیں گے۔"(۲)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أنظر معسرا أو وضع عنه أظله الله في ظل عرشه يوم القيامة﴾ "جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس سے قرض معاف ہی کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرمائیں گے۔"(۳)

(5) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أنظر معسرا فله بكل يوم مثله صدقة﴾ "جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اسے اس کی (رقم کی) مثل صدقہ کا اجر ملے گا۔"(٤)

❀❀❀

(۱) [بخاری (۲۰۷۷) کتاب البیوع : باب من أنظر موسرا]

(۲) [صحیح : مسند احمد محقق (۱۵۵۲۱) ابن ابی شیبة (۱۱/۷) عبد بن حمید (۳۷۸) دارمی (۲۶۱/۲) طبرانی کبیر (۳۷۲/۱۹) مسند قضاعی (٤٦٠) بیهقی فی الشعب (۱۱۲٤۸) شرح السنة (۲۱٤۲) حاکم (۲۸/۲)]

(۳) [صحیح: مسند احمد محقق (۸۷۱۱) احمد (۳۵۹/۲) شیخ شعیب ارنؤوط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(٤) [صحیح: مسند احمد محقق (۲۳۰٤٦) احمد (۳٦٠/٥) حاکم (۲۹/۲) ابو یعلی فی مسنده الکبیر (۱٦٦/۱) جامع المسانید (۱۲۸/۱) شرح مشکل الآثار (۳۸۱۰) ابو نعیم فی اخبار اصفهان (۲۸٦/۲) بیهقی (۳۵۷/٥) وفی شعب الإیمان (۱۱۲٦۱) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۷۷۸/۱٤) ابن عدی فی الکامل (۱۸۵۵/٥)]

باب الشفعة ❶ شفعہ کا بیان

سَبَبُهَا الْاِشْتِرَاكُ فِيْ شَيْئٍ وَلَوْ مَنْقُوْلًا	اس کا سبب کسی چیز میں شریک ہونا ہے خواہ وہ منقولہ ہی کیوں نہ ہو۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ شفعہ شفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی جوڑا' زائد ملانا اور تقویت وغیرہ ہے۔(۱)

شرعی تعریف: شریک کے اُس حصے کو مقرر معاوضے کے بدلے شریک کی طرف منتقل کرنا جو اجنبی کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔(۲)

مشروعیت: اہل علم کے نزدیک ایسے شریک کے لیے جس نے ابھی مقاسمت نہیں کی حق شفعہ کے اثبات پر اجماع ہے۔(۳)

(ابن حجرؒ) شفعہ کی مشروعیت میں سوائے ابوبکر الأصم کے علما نے کوئی اختلاف نہیں کیا۔(٤)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ قضى رسول الله ﷺ بالشفعة في كل ما لم يقسم ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے ہر اُس چیز میں شفعہ کا فیصلہ دیا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔''(٥)

(2) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ الشفعة في كل شرك في أرض أو ربع أو حائط ﴾ ''شفعہ ہر مشترکہ چیز میں ہے (مثلاً) زمین میں یا مکان میں یا باغ میں۔''(٦)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ قضى النبي ﷺ بالشفعة في كل شيئ ﴾ ''نبی ﷺ نے ہر چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔''(٧)

(احمدؒ، مالکؒ، احناف، اہل ظاہر) حق شفعہ منقولہ وغیر منقولہ ہر چیز میں ثابت ہے (کیونکہ جو ضرر و تکلیف شریک کے لیے غیر منقولہ اشیا میں پیدا ہو سکتی ہے اسی طرح وہ منقولہ میں بھی پیدا ہو سکتی ہے)۔

(جمہور) شفعہ صرف غیر منقولہ اشیا میں ہے مثلاً زمین' گھر یا عمارتیں وغیرہ۔(٨)

(**راجح**) شفعہ کا سبب صرف شراکت ہی ہے اور وہ ہر چیز میں عام ہے زمین ہو یا گھر' راستہ ہو یا پانی کی کوئی ندی یا کوئی بھی

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/٦٦٠) الدرر (٢٠٨/٢)]

(۲) [فتح الباري (١٩٢/٥)]

(۳) [المغني (٢٨٤/٥) السيل الجرار (١٦٩/٣)]

(٤) [فتح الباري (١٩٢/٥)]

(٥) [بخاري (٢٢٥٧) كتاب الشفعة : باب الشفعة فيما لم يقسم...... ' مسلم (١٦٠٨) أحمد (٢٩٦/٣) ابو داود (٣٥١٤) ترمذى (١٣٧٠) ابن ماجة (٢٤٩٩) شرح معاني الآثار (١٢٢/٤)]

(٦) [مسلم (١٦٠٨) ابو داود (٣٥١٣) نسائى (٣٢٠/٧) أحمد (٣١٦/٣)]

(٧) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٠٠٠) صحيح ابن ماجة (٢٤٩٩) صحيح نسائى (٤٦٤٦) شرح معاني الآثار (١٢٢/٤) ابو داود (٣٥١٣) ترمذى (١٣٧٠)]

(٨) [المغني (٤٤١/٧) سبل السلام (٩٦/٣-٩٧) الأم (٤/٤) فتح الوهاب للشيخ زكريا (٢٣٨/١) المبسوط (٩٥/١٤) الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف]

منقولہ چیز۔(۱)

707- کیا پڑوسی کے لیے حق شفعہ ہے؟

(1) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الجار أحق بسقبه﴾ ''ہمسایہ اپنے قریبی ہونے کی وجہ سے زیادہ حق رکھتا ہے۔''(۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿جار الدار أحق بالدار﴾ ''مکان کا پڑوسی اس مکان کا زیادہ حق رکھتا ہے۔''(۳)

بظاہر ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کے لیے بھی حق شفعہ ہے اگرچہ شراکت نہ بھی ہو۔لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان احادیث میں شفعہ کی وضاحت نہیں ہے لہٰذا ان سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ ہمسایہ بھلائی' اعانت' خیر خواہی اور ایثار و ترجیح کا زیادہ حقدار ہو۔

علاوہ ازیں لفظ ''جار'' کا اطلاق جس طرح پڑوسی پر ہوتا ہے اسی طرح شریک پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔(٤)

اور مندرجہ ذیل حدیث یہ بات ثابت کرتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الجار أحق بشفعة جاره ينتظر بها وإن كان غائبا إذا كان طريقهما واحد﴾ ''ہمسایہ اپنے ہمسائے کا شفعہ میں زیادہ حقدار ہے۔شفعہ کی وجہ سے اس کا انتظار کیا جائے گا اگرچہ وہ غائب ہو بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔''(٥)

(شوکانی رحمہ اللہ) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مجرد ہمسائیگی کے ذریعے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے مشترک راستہ ہونا ضروری ہے اس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ ''جب حد بندی ہو جائے اور راستے جدا جدا ہو جائیں تو پھر شفعہ کا استحقاق نہیں رہتا۔''(٦)

(ابن قیم رحمہ اللہ) یہی (امام شوکانی رحمہ اللہ کی) بات زیادہ مبنی بر انصاف ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔(۷)

---

(۱) [السیل الجرار (۱۷۲/۳)]

(۲) [بخاری (۲۲۵۸ ' ٦۹۷۷) كتاب الشفعة : باب عرض الشفعة على صاحبها قبل البيع ' ابو داود (۳٥۱٦) نسائی (٤۷۰۲) ابن ماجة (۲٤۹٥) ترتيب المسند للشافعی (٥۷٤)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۰۳) ابن حبان (٥۱۸۲) طحاوی (۱۲۲/٤) بیهقی (۱۰٦/٦)]

(٤) [القاموس المحیط (ص/۳۳۲)]

(٥) [صحیح : إرواء الغلیل (۱٥٤۰) ' (۳۷۸/٥) ابو داود (۳٥۱۸) كتاب البيوع : باب فی الشفعة ' ترمذی (۱۳٦۹) أحمد (۳۰۳/۳) ابن ماجة (۲٤۹٤)]

(٦) [نیل الأوطار (٤۳/۳) منحة الغفاد (۱٤۲۷/۳)]

(۷) [أعلام الموقعين (۱٥۰/۲)]

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) حق شفعہ صرف شراکت سے ہی ثابت ہوتا ہے محض ہمسائیگی سے نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' سعید بن مسیّب' سلیمان بن یسار' عمر بن عبدالعزیز' امام ربیعہ' امام اوزاعی اور امام اسحاق وغیرہ رحمہم اللہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

(احناف) مجرد ہمسائیگی سے بھی حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔ امام ثوری' امام ابن أبی لیلیٰ اور امام ابن سیرین رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حدیث میں موجود یہ لفظ ﴿ إذا وقعت الحدود وصرفت الطرق ﴾ ''بشرطیکہ حد بندی ہو جائے اور راستے جدا جدا ہو جائیں'' مدرج ہیں۔(۱)

(راجح) تقسیم واقع ہو چکی ہو اور راستے الگ ہو جائیں تو مجرد ہمسائیگی سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔(۲)

فَإِذَا وَقَعَتِ الْقِسْمَةُ فَلَا شُفْعَةَ وَلَا يَحِلُّ لِلشَّرِيكِ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ	جب تقسیم ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا ❶ اور شریک کے لیے اپنے ساتھی (شراکت دار) کو اطلاع دیے بغیر کوئی چیز فروخت کرنا جائز نہیں۔ ❷

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة ﴾ ''جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو پھر حق شفعہ نہیں ہے۔''(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا قسمت الدار وحدت فلا شفعة فيها ﴾ ''جب گھر تقسیم کر دیا جائے اور اس کی حد بندی کر دی جائے تو اس میں کوئی حق شفعہ نہیں۔''(٤)

❷ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''شفعہ ہر مشترک چیز میں ہے جسے تقسیم نہ کیا گیا ہو مکان ہو یا زمین اور ﴿ لا يحل له أن يبيع حتى يوذن شريكه فإن شاء أخذ وإن شاء ترك فإذا باع ولم يوذنه فهو أحق به ﴾ ''اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر (ان اشیاء کو) فروخت کر دے اگر وہ (شریک) چاہے تو اسے رکھ لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ لیکن جب اس نے اطلاع دیے بغیر فروخت کر دیا تو اس کا شریک اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔''(٥)

امام قرطبیؒ اپنے بعض مشائخ سے بیان کرتے ہیں (اس حدیث سے ثابت ہوا) کہ شریک پر واجب ہے کہ جب وہ

(۱) [سبل السلام (۹۸/۳۔۹۹) الأم (٦/٤) روضة الطالبين (١٥٩/٤) المبسوط (٩٢/١٤) فتح العلام (ص/٤٨٠) المغنی (٤٣٦/٧) حلية العلماء فی معرفة مذاهب الفقهاء (٢٦٦/٥) البحر الزخار (٨/٤)]

(۲) [السيل الجرار (١٧٢/٣)]

(۳) [بخاری (٢٢٥٧) كتاب الشفعة : باب الشفعة فيما لم يقسم...... ' مسلم (١٦٠٨) ابو داود (٣٥١٤) ترمذی (١٣٧٠) ابن ماجة (٢٤٩٩) شرح معانی الآثار (١٢٢/٤)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٠٠) صحيح ابن ماجة (٢٤٩٧) ابو داود (٣٥١٥)]

(٥) [مسلم (١٦٠٨) كتاب المساقاة : باب الشفعة ' ابو داود (٣٥١٣) نسائی (٣٢٠/٧) أحمد (٣١٦/٣)]

(کچھ) فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے شریک کو اطلاع دے۔ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حدیث یہ تقاضا کرتی ہے کہ اپنے ساتھی کے سامنے پیش کرنے سے پہلے شریک پر حرام ہے کہ وہ (مشترکہ چیز) فروخت کردے۔(۱)

○ جب شریک کو مطلع کر دیا جائے اور بعد ازاں وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے سے سودا کرے تو کیا شریک کے لیے شفعہ کا حق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) اسے حق شفعہ حاصل ہوگا (کیونکہ پہلے اطلاع دینا حق شفعہ کے لیے مانع نہیں ہے)۔

(ثوریؒ، ابوعبیدؒ) اطلاع دینے کے بعد شفعہ کا استحقاق ساقط ہو جاتا ہے۔

(راجح) دوسرا مؤقف أقرب الی الحدیث ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''اگر وہ چاہے تو اسے رکھ لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔'' (تو جب اطلاع دینے پر شریک نے اسے نہیں رکھا پھر حق شفعہ کس چیز کا باقی رہا؟)۔(۲)

وَلَا تَبْطُلُ بِالتَّرَاخِيْ	اور یہ (حق شفعہ) کچھ تاخیر ہو جانے سے باطل نہیں ہوتا۔❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الجار أحق بشفعة جاره ينتظر بها وإن كان غائبا إذا كان طريقهما واحدا ﴾ ''ہمسایہ (شریک) اپنے ہمسائے کا شفعہ میں زیادہ حقدار ہے' حق شفعہ کی وجہ سے اس کا انتظار کیا جائے گا اگرچہ وہ غائب ہو بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔''(۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ﴿ ينتظر بها وإن كان غائبا ﴾ میں یہ دلیل موجود ہے کہ غیر حاضر (غائب) شخص کا حق شفعہ باطل نہیں ہوتا خواہ اسے کچھ تاخیر ہو جائے۔(٤)

(ابن رشدؒ) اگر (شریک) غائب ہو تو علما کا اجماع ہے کہ غائب اپنے شفعہ کے حق پر باقی رہے گا جب تک کہ اسے شریک کی بیع کا علم نہ ہو جائے۔(٥)

(نواب صدیق حسن خانؒ) حق بات یہی ہے کہ تاخیر ہو جانے سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔(٦)

708- ایک ضعیف روایت

جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا شفعة لغائب ولا لصغير والشفعة كحل العقال ﴾ ''غائب اور بچے کے لیے حق

---

(۱) [كما في نيل الأوطار (٤٠/٣)]

(۲) [نيل الأوطار (٤٠/٣) سبل السلام (١٢١٧/٣)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (١٥٤٠)، (٣٧٨/٥) ابو داود (٣٥١٨) كتاب البيوع : باب في الشفعة، ترمذی (١٣٦٩) أحمد (٣٠٣/٣) ابن ماجة (٢٤٩٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٤٣/٣) سبل السلام (١٢١٩/٣)]

(٥) [بداية المجتهد (٤٦٤/٢)]

(٦) [الروضة الندية (٢٧٠/٢)]

شفعہ نہیں ہے اور شفعہ رسی کھولنے کی طرح ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔(۱)

متفرقات

709- شفعہ کی متفقہ شرط

اس پر اتفاق ہے کہ شراکت کا بیع پر مقدم ہونا شفعہ کی شرائط میں سے ہے۔(۲)

710- اگر شریک اپنا حق خود ہی باطل کر دے؟

شفعہ کرنے والا اگر اپنا حق خود ہی باطل کر دے تو باطل ہو جائے گا۔(۳)

711- اگر شریک فوت ہو جائے؟

تو حق شفعہ شفعہ کرنے والے کی موت سے بھی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایسا حق ہے جس کا وارث بنا جا سکتا ہے جیسا کہ بقیہ تمام حقوق کا وارث بنا جا سکتا ہے۔(٤)

(۱) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (٥٤٢) إرواء الغليل (١٥٤٢) الضعيفة (٤٨٠٣) اس کی سند میں محمد بن عبد الرحمٰن سلمانی راوی انتہائی ضعیف ہے۔[الكامل لابن عدى (٢١٨٧/٦) تهذيب التهذيب (٢٦١/٩)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔[تلخيص الحبير (١٢٥/٣)] امام ابن عدیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[الكامل (١٧٧/٦)] امام ابن حبانؒ نے کہا ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔[تلخيص الحبير (٥٦/٣)] امام ابوزرعہؒ نے اسے منکر کہا ہے۔[العلل (٤٧٩/١)] امام بیہقیؒ نے کہا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔[تلخيص الحبير (٥٦/٣)]

(۲) [بداية المجتهد (٤٦٣/٢)]

(۳) [السيل الجرار (١٧٤/٣)]

(٤) [السيل الجرار (١٧٧/٣)]

باب الإجارة ❶ اشیا کو ٹھیکے پر دینے کا بیان

تَجُوزُ عَلٰی کُلِّ عَمَلٍ لَمْ یَمْنَعْ مِنْهُ مَانِعٌ شَرْعِیٌّ	اجارہ ہر اُس عمل میں جائز ہے جس سے شریعت نے روکا نہ ہو۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ إجارہ باب أَجَرَ یَأْجُرُ (نصر' ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''اُجرت دینا' بدلہ دینا اور اجرت'' مستعمل ہے۔ إیجار (إفعال) اور استیجار (استفعال) کا معنی ''کسی کو مزدور بنانا ہے۔'' استیجار کا ایک اور معنی ہے ''گھر اُجرت پر لینا۔'' أجیر' مزدور کو کہتے ہیں۔(۱)

اصطلاحی تعریف: کسی چیز کے مباح نفع کا معلوم مدت اور معلوم معاوضے کے ساتھ مالک بنانا۔(۲)

مشروعیت: اس کی مشروعیت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ

﴿ قَالَتْ اِحْدٰهُمَا یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴾ [القصص : ٢٦]

''ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی! آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجیے' کیونکہ جنہیں آپ اُجرت پر رکھیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔''

(2) ﴿ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [البقرة : ٢٣٣]

''اور اگر تمہارا ارادہ اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم ان کو دستور کے مطابق جو دینا ہو وہ ان کے حوالے کر دو۔''

حدیث نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: روز قیامت تین آدمیوں کا میں مدمقابل و مخالف ہوں گا (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿ رجل استاجر أجیرا فاستوفی منه ولم یوفه أجره ﴾ ''ایسا آدمی جس نے کسی کو مزدور بنا کر اس سے پورا کام لیا لیکن اس کو اُجرت پوری نہ دی۔''(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمام انبیا بکریاں چراتے رہے'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا اور آپ بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ نعم' کنت أرعاها علی قراریط لأهل مکة ﴾ ''ہاں' میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔''(٤)

(۱) [المنجد (ص/٤) لسان العرب (١٠/٤) القاموس المحیط (ص/٤٣٦)]

(۲) [الشرح الکبیر (٣/٤) الفروق (٤/٤) المغنی (٣٩٨/٥) الفقه الإسلامی وأدلته (٣٨٠٤/٥)]

(۳) [بخاری (٢٢٧٠) کتاب الإجارة : باب إثم من منع أجر الأجیر' الفتح الربانی (٣٩٣)]

(٤) [بخاری (٢٢٦٢) کتاب الإجارة : باب رعی الغنم علی قراریط' ابن ماجة (٣١٤٠)]

(3) رسول اللہ ﷺ کا ہجرت کے راستے میں ایک شخص کو بطور رہنما ''اجیر'' مقرر کرنا بھی اجارہ کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے۔(۱)

وَتَكُونُ الْأُجْرَةُ مَعْلُومَةً عِنْدَ الْاسْتِئْجَارِ	مزدور پکڑتے وقت اُجرت معلوم ہونی چاہیے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے کسی کو مزدور بنانے سے منع فرمایا ہے حتی کہ اس کی اجرت بیان کردی جائے۔''(۲)

(2) اگرچہ گذشتہ روایت میں ضعف ہے لیکن یہ مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین دے دی تھی کہ اس میں محنت کے ساتھ کاشت کریں ﴿ ولهم شطر ما يخرج منها ﴾ ''اور ان کے لیے پیداوار کا نصف حصہ ہوگا۔''(۳)

(3) امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ثابت کیا ہے۔(٤)

(4) اس مسئلے میں علما کا اجماع ہے۔(٥)

فَإِنْ لَمْ تَكُنْ كَذٰلِكَ اسْتَحَقَّ الْأَجِيرُ مِقْدَارَ عَمَلِهِ عِنْدَ أَهْلِ ذٰلِكَ الْعَمَلِ وَقَدْ وَرَدَ النَّهْيُ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ وَعَسْبِ الْفَحْلِ وَأَجْرِ الْمُؤَذِّنِ وَقَفِيزِ الطَّحَّانِ	اگر اُجرت معلوم نہ ہو تو مزدور کو حق ہے کہ وہ اس کام کا معاوضہ معروف (معاوضے) کے مطابق وصول کرلے۔ ❶ حجام (سینگی لگانے والے) کی کمائی ❷ فاحشہ کی اُجرت ❸ کاہن کی شرینی ❹ نر کی جفتی کے معاوضے ❺ مؤذن کی اُجرت ❻ اور آٹا پیسنے والے کے تفیز (ایک معروف ماپنے کا آلہ) ❼ سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

❶ عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے۔(٦)

❷ (i) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن كسب الحجام ﴾ ''نبی ﷺ نے حجام کی کمائی سے منع

(۱) [بخاری (۲۲٦۳) کتاب الإجارة : باب استيجار المشركين عند الضرورة]

(۲) [أحمد (۵۹/۳) بيهقي (۱۲۰/٦) عبدالرزاق (۲۳۵/۸) نسائی (۳۸۵۷) یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ابراہیم بن یزید نخعی کا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ شیخ شعیب أرنؤوط نے بھی اس کی سند کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔[مسند احمد محقق (۱۱۵٦۵)]

(۳) [بخاری (۲۲۸۵) کتاب الإجارة : باب اذا استاجر أرضا فمات أحدهما، مسلم (۲۸۹٦) ترمذی (۱۳۰٤) ابو داود (۲۹۵۹)]

(٤) [نيل الأوطار (٦۸٤/۳)]

(٥) [الفقه الإسلامي وأدلته (۳۸۲۲/٥) المغني (٤۰٤/٥) نيل الأوطار (٦۸٤/۳)]

(٦) [الروضة الندية (۲۸٤/۲)]

فرمایا ہے۔‘‘(۱)

(2) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿ کسب الحجام خبیث ﴾ ’’حجام کی کمائی خبیث ہے۔‘‘(۲)

لیکن بعض صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجام کو خود اُجرت دی۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوطیبہ سے سینگی لگوائی اور اسے (بطور اُجرت) غلہ کے دو صاع دیے۔(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی اُجرت دی ﴿ ولو کان سحتا لم یعطه ﴾ ’’اور اگر یہ حرام ہوتی تو آپ اسے کچھ نہ دیتے۔‘‘(٤)

ان روایات میں یوں تطبیق دی گئی ہے۔

حجام کی کمائی مکروہ ہے حرام نہیں کیونکہ لفظِ خبیث طیب کی ضد ہے حلال کی نہیں اور اس کا معنی گھٹیا' بُرا اور کم تر ہے' حرام نہیں۔ قرآن میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے :

﴿ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ ﴾ [البقرة : ٢٦٧]

’’ان میں سے بُری چیزیں خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا۔‘‘

لفظِ سحت کو بھی اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔(٥)

کراہت کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ عمل ایسے افعال میں سے ہے جو ضرورت کے وقت ایک مسلمان کی اعانت کرنے کے لیے دوسرے مسلمان پر لازم ہیں لہٰذا اس پر اجرت لینا درست نہیں۔(٦)

تعارض کا حل آزاد اور غلام کے مابین فرق کے ساتھ بھی کیا گیا ہے یعنی آزاد کے لیے حجامت کا پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہے جبکہ غلام کے لیے مطلقاً جائز ہے۔(٧)

جمہور علما کا مؤقف یہ ہے کہ حجام کی کمائی حلال ہے۔(٨)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۹۱۹) احمد (۲۹۹/۲) ابو داود (۳٤۲۱) نسائی (٤۲۹٤) ترمذی (۱۲۷٥)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۹۱۹) کتاب البیوع : باب فی کسب الحجام' ابو داود (۳٤۲۱) أحمد (٤٦٤/۳) ترمذی (۱۱۹٦)]

(۳) [بخاری (۲۱۰۲) کتاب البیوع : باب ذکر الحجام]

(٤) [بخاری (۲۱۰۳) کتاب البیوع : باب ذکر الحجام' مسلم (۱۲۰۲) ابو داود (۳٤۲۳) ابن ماجة (۲۱٦۲) أحمد (۲٤۱/۱) ابن الجارود (٥۸٤)]

(٥) [نیل الأوطار (٦۷٦/۳)]

(٦) [سبل السلام (۱۲۳۲/۳)]

(۷) [فتح الباری (۲۲۱/٥)]

(۸) [نیل الأوطار (٦۷۲/۳)]

❸ " مهر البغي " سے مراد زنا کے عوض زانیہ کو ملنے والی اُجرت ہے۔(۱)

رسول اللہ ﷺ نے بدکار و فاحشہ کی اس کمائی کو حرام قرار دیتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ نهى عن مهر البغي ﴾ "آپ ﷺ نے بدکاری کی اُجرت سے منع فرمایا۔"(۲)

❹ " حلوان الكاهن " سے مراد وہ تحائف و ہدایا اور عطیات ہیں جو کاہن کو کہانت کے عوض حاصل ہوتے ہیں۔(۳)

چونکہ کہانت حرام ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس کا معاوضہ بھی حرام قرار دیا ہے ﴿ نهى عن حلوان الكاهن ﴾ "آپ ﷺ نے کاہن کی شرینی سے منع فرمایا ہے۔"(٤)

❺ " عسب الفحل " فحل نر کو کہتے ہیں گھوڑا ہو یا اونٹ یا بکرا' اور عسب نر کی جفتی' اس سے خارج ہونے والے پانی اور اس کی نسل و اولاد کے لیے بولا جاتا ہے۔(٥)

چونکہ اس کی ضرورت عام پیش آتی تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کے عوض اُجرت لینے سے منع فرما دیا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿ نهى النبي ﷺ عن عسب الفحل ﴾ "نبی ﷺ نے نر کی جفتی کے معاوضے سے منع فرمایا ہے۔"(٦)

❻ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن أبي العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ ﴿ واتخذ مؤذنا لا يأخذ على أذانه أجرا ﴾ "ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر اُجرت نہ لے۔"(۷)

❼ " قفيز الطحان " سے مراد غلے کے مجہول ڈھیر (جس کا وزن نہ کیا گیا ہو) کے بارے میں پیسنے والے کو یوں کہنا ہے کہ اسے پیس دو اور معاوضہ میں اتنی قیمت اور ایک قفیز اسی غلے سے لے لو۔(۸)

آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهي رسول الله ﷺ عن قفيز الطحان ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے قفیز الطحان سے منع فرمایا۔"(۹)

---

(۱) [سبل السلام (۱۰٤٦/۳)]

(۲) [بخاری (۲۲۸۲) كتاب الإجارة : باب كسب البغي ' مسلم (۲۹۳۰) ترمذی (۱۰۵۲) نسائی (٤۲۱۹)]

(۳) [سبل السلام (۱۰٤۷/۳)]

(٤) [أيضا]

(٥) [سبل السلام (۱۰٦۰/۳) المعجم الوسيط (ص/٦۰۰)]

(٦) [بخاری (۲۲۸٤) كتاب الإجارة : باب عسب الفحل ' ترمذی (۱۱۹٤) نسائی (٤٥۹۲)]

(۷) [صحیح : صحیح ابن ماجة (٥۸٥) كتاب الأذان : باب السنة في الأذان ' ابن ماجة (۷۱٤) أحمد (۲۱۷/٤) حاكم (۱۹۹/۱) بيهقی (٤۲۹/۱)]

(۸) [فيض القدير (٤۳٤/٦) نيل الأوطار (٦۸٥/۳) تلخيص الحبير (۱۳۳/۳)]

(۹) [صحیح : إرواء الغلل (۱٤۷٦) تلخيص الحبير (٦۰/۳) دارقطنی (۱۹٥) بيهقی (۳۳۹/٥)]

ممانعت کا سبب یہ اندیشہ ہے کہ کہیں مجہول غلے کا ڈھیر وزن میں زیادہ اور اس کا معاوضہ کم' یا معاوضہ زیادہ اور وزن کم نہ ہو۔

وَيَجُوْزُ الْاِسْتِيْجَارُ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ لَا عَلٰى تَعْلِيْمِهِ	قرآن کی تلاوت پر اُجرت لینا جائز ہے ❶ اس کی تعلیم پر جائز نہیں۔ ❷

❶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ دوران سفر عرب قبائل کے کسی قبیلہ میں ٹھہرا۔ ضیافت طلب کرنے پر اہل قبیلہ نے انکار کر دیا چنانچہ جب ان کا سردار ڈسا گیا اور بار ہا علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہوا تو وہ صحابہ کے پاس دم کرانے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ضیافت سے انکار کی وجہ سے صحابہ نے بغیر معاوضے کے دم کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر بکری کے عوض ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو سردار اچھا ہو گیا۔ معاوضہ ملنے پر جب بعض افراد نے تقسیم کا مشورہ دیا تو دم کرنے والے صحابی نے اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لینا ناگزیر سمجھا۔ چنانچہ واپسی پر جب صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قصہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس نے بتایا کہ یہ (فاتحہ) دم ہے پھر فرمایا ﴿ اقتسموا واضربوا لي معكم سهما ﴾ ''اسے تقسیم کر کے میرا حصہ بھی نکالو۔'' ایک روایت میں ہے کہ ''جب معاوضہ پر دم کرنا صحابہ نے ناپسند کیا اور واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب اللہ پر اُجرت لینے کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله ﴾ ''اُجرت کی مستحق اشیا میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے۔'' (۱)

❷ اس مسئلے میں علما کا اختلاف ہے۔

قرآن کی تعلیم پر اُجرت سے منع کرنے والوں کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو قرآن سکھایا تو اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی۔ میں نے اس کا ذکر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن أخذتها أخذت قوسا من النار ﴾ ''اگر تو نے اسے لیا تو تو نے آگ کی کمان پکڑی۔'' تو میں نے اسے (کمان کو) واپس کر دیا۔ (۲)

(2) اسماعیل بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ جب عبدالملک بن مروان نے مجھے کہا اے اسماعیل! میرے بچے کو تعلیم دو میں تمہیں اس کا معاوضہ (اُجرت) بھی عطا کروں گا تو میں نے کہا اے امیر المومنین! یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اُم درداء رضی اللہ عنہا نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أخذ على تعليم القرآن قوسا قلده الله قوسا من نار يوم القيمة ﴾ ''جس نے تعلیم القرآن کے عوض کوئی کمان پکڑی اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن آگ کی کمان کا قلادہ پہنائیں

(۱) [بخاری (۵۷۳۷، ۲۲۷۶) کتاب الطب : باب الشرط في الرقية بقطيع من الغنم، مسلم (۲۲۰۱) ابو داود (۳۹۰۰) ترمذی (۲۰۶۴) ابن ماجة (۲۱۵۶) احمد (۱۰/۳)]

(۲) [صحيح : الصحيحة (۲۵۶) إرواء الغليل (۱۴۹۳) ابن ماجة (۲۱۵۸) كتاب التجارات : باب الأجر على تعليم القرآن، بيهقی (۱۲۵/۶ ـ ۱۲۶)]

گے۔'' عبدالملک نے اسماعیل سے کہا میں تمہیں قرآن کے بدلے میں نہیں بلکہ نحو کے بدلے میں (معاوضہ) دوں گا۔(۱)

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من قرأ القرآن فليسئل الله به فإنه سيجيئ أقوام يقرء ون القرآن يسألون به الناس﴾ ''جو قرآن پڑھے وہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے عنقریب ایسی اقوام آئیں گی جو قرآن پڑھیں گی اور اس کے عوض لوگوں سے سوال کریں گی۔'' (۲)

(4) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تعلموا القرآن و سلوا الله به الجنة قبل أن يتعلمه قوم يسألون به الدنيا﴾ ''قرآن سیکھو اور قبل اس کے کہ کوئی قوم اس کے ذریعے دنیا کا سوال کرے تم اللہ سے جنت کا سوال کرو۔'' قرآن کو تین طرح کے اشخاص پڑھتے ہیں۔ ایسا شخص جو اس کے ذریعے فخر و تکبر کرتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو اسے ذریعہ معاش بناتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو اسے خالصتاً اللہ کے لیے پڑھتا ہے۔(۳)

(5) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس وقت ہمارے پاس آ کر فرمایا جب ہم دیہاتی و عجمی سب (اکٹھے) قرآن پڑھ رہے تھے: پڑھو۔ سب اچھا ہے۔ عنقریب ایسی اقوام آئیں گی جو اسے اس طرح کھڑا کریں گی جیسے تیر کھڑا کیا جاتا ہے وہ تاخیر (آخرت) کے بجائے اسے جلدی (دینا) طلب کریں گی۔(٤)

(6) حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قرآن پڑھو اور اس کے بدلے مت کھاؤ اور نہ اس کے بدلے زیادہ (مال) طلب کرو اور نہ اس سے بے رغبتی اختیار کرو اور نہ اس میں خیانت کرو۔'' (٥)

(احناف) (1) اُجرت لینے اور دینے والے دونوں گناہ گار ہیں۔(٦)

(2) اذان، حج، امامت اور تعلیم القرآن پر اُجرت لینا جائز نہیں۔(۷)

ان کی دلیل ہے کہ تبلیغ الأحکام الشرعیہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح واجب ہے اور واجب عمل کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے انسانوں سے نہیں تاہم دم پر اُجرت کا جواز واضح نص کی وجہ سے بہر حال موجود ہے۔(۸)

(شوکانیؒ) کتاب اللہ کی اُجرت کے عموم سے تعلیم القرآن کو خاص کر کے خارج کر دینا ہی زیادہ ظاہر و مناسب ہے۔(۹)

---

(۱) [صحیح : الصحیحة (۲۵٦) بیهقی (۱۲٦/٦) تاریخ دمشق (٤۲۷/۲)]

(۲) [صحیح : الصحیحة (۲۵۷) ترمذی (٥٥/٤) أحمد (٤۳۲/٤)]

(۳) [صحیح : الصحیحة (۲۵۸) قیام اللیل لابن النصر (ص/٧٤)]

(٤) [صحیح : الصحیحة (۲۵۹) ابو داود (۱۳۲/۱)]

(٥) [صحیح : الصحیحة (۲٦۰) شرح معانی الآثار (۱۰/۲) أحمد (٤۲۸/۳) طبرانی أوسط (۱٤۲/۱) ابن عساکر (٤۸٦/۹)]

(٦) [رد المختار (۳٥/٥)]

(۷) [الهدایه (۳۰۳/۲)]

(۸) [الروضة الندیة (۲۷۹/۲) نیل الأوطار (۳۲٤/٥)]

(۹) [نیل الأوطار (۳۲٦/٥)]

قرآن کی تعلیم پر اُجرت کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل:

(1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اُجرت کی مستحق اشیا میں سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔''(۱)

(2) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم القرآن کو حق مہر کا عوض قرار دیتے ہوئے فرمایا ﴿ ملكتكها بما معك من القرآن ﴾ ''میں نے تجھے قرآن کے عوض اس (عورت) کا مالک بنا دیا۔''(۲)

(3) جمہور علما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے نبی ﷺ نے ان کا خلوص دیکھتے ہوئے عوض (یعنی قوس) لینا ناپسند کیا ہو۔(۳)

(4) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ضعف کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ البانیؒ نے فرمایا کہ اس کی دو سندیں ہیں:

1- بیہقی کے طریق سے 2- ابن ماجہ کے طریق سے

1- بیہقی کی سند تین علل کی بنا پر ضعیف ہے:

① انقطاع ② جہالت ③ اضطراب

2- ابن ماجہ کی سند میں ثور بن یزید اور عبدالرحمٰن کے درمیان ایک راوی خالد بن معدان ساقط ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ ((وجملة القول أن الحديث بهذا الإسناد ضعيف)) ''مختصر بات یہ ہے کہ اس سند کے ساتھ حدیث ضعیف ہے۔''

لیکن اس کے لیے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شاہد موجود ہیں جو اسے درجۂ صحت تک پہنچاتے ہیں۔(٤)

(مالکؒ) انہوں نے اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو حق مہر کا عوض بنایا اور فرمایا کہ ﴿ وبذلك جاز أخذ الأجرة على تعليم القرآن ﴾ ''اس سے تعلیم القرآن پر اُجرت لینے کا جواز نکلتا ہے۔''(٥)

(ابن حزمؒ) تعلیم القرآن پر اُجرت لینے کے ناجائز ہونے کی تمام احادیث صحیح نہیں ہیں ((فلا يصح منها شيئ)) (٦)

(قرطبیؒ) احناف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''مخالفین کا نماز، روزہ پر قیاس نص کے مخالف ہونے کی وجہ سے فاسد ہے۔

---

(۱) [بخاری (۵۷۳۷)]

(۲) [بخاری (٤٦٤٢) کتاب فضائل القرآن : باب القراءة عن ظهر القلب، نسائی (۳۲۸۷) ترمذی (۱۰۳۲) ابو داود (۱۸۰٦)]

(۳) [نیل الأوطار (۳۲٤/٥)]

(٤) [إرواء الغليل (۱٤۹۳)]

(٥) [كما فى فتح البارى (۱۲۱/۹)]

(٦) [المحلى (۱٥/۹)]

پھران دونوں (نماز اور تعلیم القرآن) میں یہ فرق بھی ہے کہ نماز روزہ فاعل کے ساتھ مختص عبادات ہیں جبکہ تعلیم القرآن معلم کے غیر کی طرف متعدی ہے۔اس لیے قرآن کی کتابت کی تعلیم کی مانند اسے نقل (تعلیم القرآن کا ایک شخص سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا) کی کوشش پر بھی اُجرت کا جواز ہے۔(۱)

(شعبیؒ) معلم کو شرط (یعنی طلب کرنے) کے علاوہ کچھ دیا جائے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔(۲)

(حکم بن عتیبہؒ) میں نے کسی کو معلم کی اُجرت پر کراہت کرتے ہوئے نہیں سنا۔(۳)

(حسنؒ) انہوں نے معلم کو (بطور اُجرت) دس درہم دیے۔(٤)

(عطاءؒ) یہ جواز کے قائل ہیں۔(٥)

(ابوقلابہؒ) تعلیم القرآن پر اُجرت جائز ہے۔(٦)

(ابن منذرؒ) انہوں نے احناف کا رد کرتے ہوئے جواز ثابت کیا ہے۔(۷)

(امیر صنعانیؒ) قراءتِ قرآن تعلیم کے لیے ہو یا طب کے لیے اس میں کوئی فرق نہیں۔(۸)

(عبدالمنعم ابراہیم) انہوں نے جواز کے قول کو ہی برحق قرار دیا ہے۔(۹)

حدیث ﴿إن أحق ما أخذ كم عليه أجرا كتاب الله﴾ میں کتاب اللہ کی اُجرت کا عموم تعلیم القرآن کی اُجرت کے جواز پر بھی دلالت کرتا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ((العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب)) ''لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے' سبب کی خصوصیت کا نہیں۔''(۱۰)

(راجح) تعلیم القرآن پر اُجرت لینا جائز ہے اس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) ممانعت کی احادیث میں ''خاص واقعات وشخصیات کے متعلق ہونے کے سبب'' تاویل کا احتمال ہے اور ان میں مطلق منع کی وضاحت بھی نہیں۔(۱۱)

---

(۱) [تفسیر القرطبی (۳۳٥/۱)]
(۲) [بخاری : کتاب الإجارة : باب ما يعطى فى الرقية على أحياء العرب]
(۳) [أيضا]
(٤) [أيضا]
(٥) [المحلى (۱٥/۹)]
(٦) [أيضا]
(۷) [تفسير قرطبی (۳۳٥/۱)]
(۸) [سبل السلام (۱۲۳٤/۳)]
(۹) [قفو الأثر (۱۱۱٤/۳)]
(۱۰) [القواعد والفوائد الأصولية (۲٤۰/۱) المستصفى (۲۳٦/۱) الإبهاج (۱۸٤/۲)]
(۱۱) [فتح البارى (٥٤۰/٤)]

2) ممانعت کی روایات میں سے اکثر ضعیف ہیں اور اگر کسی میں کچھ صحت ہے تو بھی درجہ میں اثبات کی احادیث سے بہت کم ہے۔

3) صحیح احادیث کے معانی کو قرآن کی اِن آیات کے مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔

① ﴿ وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ [البقرة : ٤١]

''میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو۔''

② ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ [البقرة : ١٧٤]

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں نازل کردہ احکامات کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔''

4) عقل بھی اس مؤقف کو رد کرتی ہے کہ ہم دنیاوی ملازم کو تو اُجرت دیں لیکن دین کے خادم کو کچھ نہ دیں۔

5) اگر بالفرض ہم مانعین کے دلائل اور ان کے معانی ومفاہیم کو تسلیم کرلیں اور معلم القرآن کو اُجرت نہ دیں تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ وہ کہاں سے کھائے پیے گا؟ اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلائے گا؟ یقیناً نتیجہ دو صورتوں میں سامنے آئے گا۔

① یا تو وہ تعلیم کے کام کو چھوڑ کر کاروبار شروع کردے گا۔

② یا پھر ایسی جگہ تلاش کرے گا جہاں اسے معقول اُجرت ملے۔

6) اس مسئلے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے کے لیے یہ بات پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ معلم کسی اسلامی ملک میں قیام پذیر ہے یا غیر اسلامی ملک میں۔ اور یہ بھی کہ اس کا تعلیم کے علاوہ اپنا کاروبار ہے یا نہیں۔

7) اگر وہ کسی غیر اسلامی ریاست میں ہے' اس کا ذاتی کاروبار مضبوط ہے' لوگ اس سے تعلیم سیکھنے کے مشتاق وخواہشمند ہیں اور مدمقابل مخالفت ومزاحمت کی فضا بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ بغیر اُجرت کے بھی تعلیمی سرگرمیوں کو حسبِ توفیق جاری رکھے اور عوامی عدم تعاون کو فریضۂ اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ بنائے اگرچہ اس کا جواز موجود ہے۔

8) اگر ریاستِ اسلامیہ اور قوانینِ اسلام کا نفاذ ہے تو حکمران طبقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معلمین ومدرسین کے لیے حسبِ ضرورت تنخواہ مقرر کریں جیسا کہ آثارِ صحابہ سے بھی یہ ثابت ہے۔

9) اگر اسلامی مملکت میں اسلامی نظام رائج نہیں ہے اور معلم کی کیفیت بھی سابق الذکر کی مثل ہے تو مستحب یہی ہے کہ وہ سوال والتجا سے اپنا دامن داغدار نہ کرے لیکن اگر وہ اُجرت کو مقرر یا طلب کرتا ہے تو اس کا جواز بہرحال موجود ہے۔

10) اور اگر معلم اخراجات کے حوالہ سے مجبور ومحبوس ہے تو اتنی اُجرت مقرر کر کے بروقت اسے ادا کرنا جس سے اس کا گھریلو خرچ آسانی چل سکے اُمتِ مسلمہ کے افراد وعناصر کا اولین فریضہ ہے۔

وَاَنْ يُكْرِيَ الْعَيْنَ مُدَّةً مَعْلُوْمَةً بِاُجْرَةٍ مَعْلُوْمَةٍ وَمِنْ ذٰلِكَ الْاَرْضُ لَا بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا	کوئی چیز معلوم مدت تک معین اُجرت کے بدلے کرائے پر دینا جائز ہے ❶ اس کی ایک صورت زمین کو کرائے پر دینا ہے ❷ (زمین کو) نصف پیداوار کے عوض کرائے پر دینا جائز نہیں۔ ❸

❶ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس مدینہ کے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زمین زیادہ تھی۔ ہمارے ہاں طریقہ یہ تھا کہ جب زمین بصورت جنس کرایہ پر دیتے تو یہ شرط لگا دیتے کہ اِس حصے کی پیداوار تو میری رہے گی اور اُس حصے کی تمہاری رہے گی۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حصے کی پیداوار خوب ہوتی اور دوسرے کی نہ ہوتی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس طرح معاملہ کرنے سے منع فرما دیا۔

اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فأما شيئ معلوم مضمون فلا بأس به ﴾ ''ہاں اگر کوئی معین چیز ہو جس کی ضمانت ہو سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (۱)

❷ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار کے عوض معاملہ طے کیا تھا۔ (۲)

❸ ایک طرف تو حدیث میں مطلق طور پر زمین کرایہ پر دینے کی ممانعت موجود ہے ﴿ نهى عن كراء الارض ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔'' (۳)

اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ عمل کیا کرتے تھے۔ (٤)

حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اہل خیبر سے نصف پیداوار پر زمین کا معاملہ طے کر رکھا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ ولهم شطر ما يخرج منها ﴾ (٥)

ان احادیث میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ نصف یا اس سے کم وبیش پیداوار یا کسی اور چیز کے عوض زمین کرایہ پر دینا جائز ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے اور منع کی احادیث کو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ كنا أكثر الأنصار حقلا قال كنا نكري الأرض على أن لنا هذه ولهم هذه فربما أخرجت هذه ولم تخرج هذه فنهانا عن ذلك وأما بالورق فلم ينهنا ﴾ ''تمام انصار میں سے ہمارے ہاں کھیتیاں زیادہ تھیں' جس وجہ سے ہم زمین یہ کہہ کر کرایہ پر دیتے کہ یہاں کی پیداوار ہم لیں گے اور وہاں کی تمہاری ہوگی' پھر کبھی یہاں خوب پیداوار ہوتی اور

(۱) [بخاری (۲۳۳۲) کتاب الحرث والمزارعة : باب ما يكره من الشروط في المزارعة' مسلم (۱۱۸۳) کتاب البیوع : باب كراء الأرض بالذهب والورق]

(۲) [بخاری (۲۲۸۵) کتاب الإجارة : باب إذا استاجر أرضا فمات أحدهما' مسلم (۲۸۹٦) ترمذی (۱۳۰٤) ابو داود (۲۹۰۹)]

(۳) [مسلم (۱۰٤۷) کتاب البیوع : باب كراء الارض بالذهب و الورق]

(٤) [بخاری (۲۳۳۲) کتاب الحرث والمزارعة : باب ما يكره من الشروط في المزارعة]

(٥) [بخاری (۲۲۸۵)]

ں نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا البتہ چاندی کے عوض کرایہ پر دینے سے منع نہیں فرمایا۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ زمین کرائے پر دینے کی ممانعت قطعۂ ارضی کی تخصیص میں ہے' معلوم منافع (مثلاً معین پیداوار' چاندی یا ائج نقدی) کے عوض نہیں۔

وَمَنْ أَفْسَدَ مَا اسْتُؤْجِرَ عَلَيْهِ أَوْ أَتْلَفَ مَا اسْتَأْجَرَهُ ضَمِنَ	جس نے اُس چیز کو خراب کر دیا یا ضائع کر دیا جس پر اسے اجیر مقرر کیا گیا تھا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ ❶

(1) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿على اليد ضمان ما أخذت حتى تؤديه﴾ ہاتھ پر اس چیز کی ضمانت ہے جو اس نے پکڑی حتی کہ اسے ادا کر دے۔'' (۲)

) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من تطبب ولا يعلم منه طب فهو ضامن﴾ ''جس نے علاج کیا اور اس کے متعلق طب معروف نہیں ہے (کہ وہ طبیب ہے یا نہیں) تو وہ ضامن ہوگا۔'' (۳)

مراد یہ ہے کہ کوئی طبیب علم طب میں مہارت کے بغیر کسی کو علاج کے بعد مشقت میں ڈال دے تو وہ ضامن ہوگا۔ (٤)

---

۱) [بخاری (۲۳۳۲) کتاب الحرث والمزارعة : باب ما يكره من الشروط فى المزارعة ' مسلم (۱۱۸۳) كتاب البيوع : باب كراء الأرض بالذهب والورق]

۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۷٦۱) كتاب البيوع : باب في تضمين العارية ' أحمد (۸/٥) ابن ماجة (۲٤۰۰) ترمذی (۱۲٦٦) حاکم (٤۷/۲)]

۳) [حسن : صحيح ابو داود (۳۸۳٤) كتاب الديات : باب فيمن تطبب ولا يعلم منه فأعنت ' ابو داود (٤٥۸٦) شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ [التعليق على شرح السنة (۱۰/ ۳٤۱)]

٤) [حسن : صحيح ابو داود (۳۸۳٥) الصحيحة (٦۳٥) ابو داود (٤٥۸۷) أيضا]

باب الإحیاء ❶ والإقطاع ❷ زمین کی آباد کاری اور عنایات کا بیان

مَنْ سَبَقَ إِلٰى إِحْيَاءِ أَرْضٍ لَمْ يَسْبِقْ إِلَيْهَا غَيْرُهُ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا وَتَكُوْنُ مِلْكًا لَهُ	جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جسے اُس سے پہلے کسی نے آباد نہ کیا ہو تو وہ اُس کا زیادہ حقدار ہے اور وہ اسی کی ملکیت ہوگی۔ ❸

❶ لغوی وضاحت: لفظِ إحیاء باب أُحْيِىٰ يُحْيِي (إفعال) سے مصدر ہے اس کا معنی ''زمین کو آباد کرنا'' ہے۔(۱)
اصطلاحی تعریف: کسی ایسی زمین کو پانی لگانے کے ذریعے' زراعت و کاشتکاری کے ذریعے یا عمارت تعمیر کرنے کے ذریعے آباد کرنا جو پہلے کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔(۲)

❷ لغوی وضاحت: لفظِ إقطاع باب أقطَعَ يُقْطِعُ (إفعال) سے مصدر ہے۔ اس سے مراد ''زمین کا ٹکڑا عطا کرنا'' ہے۔(۳)
اصطلاحی تعریف: بنجر اراضی سے کچھ حصہ بعض حاجت مند افراد کو عطا کر دینا (خواہ زمین ہو یا معدنیات) اقطاع کہلاتا ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ بنجر اراضی پہلے کسی کی ملکیت میں نہ ہوں۔(٤)

❸ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من أحيا أرضا ميتة فهي له﴾ ''جس نے کسی بنجر و بے کار زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ملکیت ہے۔''(٥)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من عمر أرضا ليست لأحد فهو أحق بها﴾ ''جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت میں نہیں تھی تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔''(٦)

بنجر زمین کی آباد کاری کے وقت حاکم وقت سے اجازت لینے میں اختلاف ہے۔

(ابو حنیفہؒ) زمین کی آباد کاری میں حاکم وقت کا اذن ضروری ہے۔

(مالکؒ) اگر زمین آبادی کے قریب ہے تو اجازت لینی چاہیے بصورت دیگر اس کی ضرورت نہیں۔

(شافعیؒ، احمدؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) جس نے کسی بھی بے آباد زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہے خواہ امام سے اجازت نہ لی ہو۔(۷)

---

(۱) [لسان العرب (٤٢٤/٣) القاموس المحيط (ص/١٦٤٩)]
(۲) [نيل الأوطار (٢٢٠/٥)]
(۳) [القاموس المحيط (ص/٩٧٣) لسان العرب (٢٢٤/١١)]
(٤) [نيل الأوطار (٣٢٨/٥) الفقه الإسلامي وأدلته (٤٦٤٢/٦) لسان العرب (٢٢٤/١١)]
(٥) [صحيح : إرواء الغليل (١٥٥٠) أحمد (٣٠٤/٣) ترمذی (١٣٧٩) ابن حبان (١١٣٩۔ الموارد)]
(٦) [بخاری (٢٣٣٥) كتاب الحرث و المزارعة : باب من أحيا أرضا مواتا]
(۷) [بدائع الصنائع (١٩٤/٦) الدر المختار (٣٠٧/٥) الشرح الصغير (٩٤/٤) مغنی المحتاج (٣٦١/٤) المغنی (٥٤٣/٥)]

(راجح) امام شافعیؒ وغیرہ کا موقف راجح ہے کیونکہ یہی اقرب الی الحدیث ہے نیز جمہور علما بھی اسی کے قائل ہیں۔(۱)

وَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يُقْطِعَ مَنْ فِي إِقْطَاعِهِ مَصْلَحَةٌ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ الْمَيْتَةِ أَوِ الْمَعَادِنِ أَوِ الْمِيَاهِ	حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ بنجر (یا بے آباد) زمین، کان یا پانی کے ذخائر کا کچھ حصہ اُس شخص کو عطا کر دے جس کو عطا کرنے میں مصلحت ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اُس زمین سے ﴿ التي أقطعه رسول الله ﴾ "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمائی تھی" گٹھلیاں گھر لایا کرتی تھیں۔(۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أراد النبي ﷺ أن يقطع من البحرين ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین میں کچھ قطعات اراضی بطور جاگیر (انصار کو) دینے کا ارادہ کیا" تو انصار نے عرض کیا کہ ہم تب لیں گے کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطعات عنایت فرمائیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد (دوسرے لوگوں کو) تم پر ترجیح دی جایا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا۔ یہاں تک کہ ہم سے (آخرت میں آ کر) ملاقات کرو۔(۳)

(3) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن النبي ﷺ أقطعه أرضا بحضر موت ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضر موت کے علاقے میں زمین عطا کی۔"(٤)

(4) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس اور اس طرح زمین عطا کی۔"(٥)

معادن کے متعلق دو بظاہر متعارض روایات ہیں:

(1) حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نمک کی کان عنایت فرما دی (یہ دیکھ کر) اہل مجلس سے ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے تو اسے دائمی منفعت عطا فرما دی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے (کان) واپس لے لی۔"(٦)

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو ساحل سمندر کی نشیب و فراز والی جگہ پر کانیں

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سبل السلام (۱۲۳٦/۳) فقو الأثر (۱۱۱٦/۳) حجة البالغة (۱۰۳/۲)]

(۲) [بخاری (٥۲۲٤) کتاب النکاح: باب الغیرة، مسلم (۲۱۸۲)]

(۳) [بخاری (۲۳۷٦) کتاب المساقاة: باب القطائع]

(٤) [صحیح: صحیح ابو داود (۲٦۳۱) کتاب الخراج: باب فی إقطاع الأرضین، ابو داود (۳۰٥۸) ترمذی (۱۳۸۱) بیهقی فی السنن الکبری (۱٤٤/٦)]

(٥) [أحمد (۱۹۲/۱)]

(٦) [حسن: صحیح ابن ماجة (۲۰۰٦) ترمذی (۱۳۸۰) کتاب الأحکام: باب ما جاء فی القطائع، ابو داود (۳۰٦٤) ابن حبان (۱۱٤۰۔ الموارد) ابن ماجة (۲٤۷٥)]

عنایت فرمائیں۔(۱)

ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ معادن کی دو قسمیں ہیں:

① **معادن باطنہ:** جن کے حصول میں محنت ومشقت درکار ہو مثلاً سونا' چاندی' لوہا اور تانبا وغیرہ۔

② **معادن ظاہرہ:** جن میں مشقت نہ ہو مثلاً نمک' تیل اور سرمہ وغیرہ۔

تو دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ حکمران معادن باطنہ تو عنایت کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو دی جبکہ معادن ظاہرہ عنایت نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت اُبیض رضی اللہ عنہ سے واپس لے لی۔(۲)

○ معدن اور رکاز میں یہ فرق ہے کہ معدن زمین کا ایک جزء ہوتی ہے جبکہ رکاز جزء نہیں ہوتا بلکہ عارضی دفینہ ہوتا ہے۔(۳)

❁❁❁

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۲۶۳۲) کتاب الخراج : باب في إقطاع الأرضين' ابو داود (۳۰۶۲) موطا (۵۱۹) الفتح الربانی (۱۵/۱۳۹)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: حجة البالغة (۲/۱۰۴) الفقه الإسلامی وأدلته (۶/۴۶۴۷) الأحکام السلطانیة للماوردی (ص/۱۸۹)]

(۳) [تبیین الحقائق (۱/۲۸۷) الأموال ونظریة العقد للدکتور محمد یوسف موسیٰ (ص/۱۹۴)]

باب الشركة ❶ — شراکت کا بیان

اَلنَّاسُ شُرَكَاءٌ فِي الْمَاءِ وَالنَّارِ وَالْكَلَإِ	تمام لوگ پانی' آگ اور گھاس میں (ایک دوسرے کے) شریک ہیں۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ شركة باب شَرِكَ يَشْرَكُ (سمع) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی شریک ہونا ہے۔ باب أَشْرَكَ (إفعال) شریک کرنا۔ باب شَارَكَ' تَشَارَكَ (مفاعلة' تفاعل) باہم شریک ہونا۔ (۱)

اصطلاحی تعریف: کسی تصرف یا استحقاق میں باہم اکٹھے ہو جانا۔ (۲)

مشروعیت: شراکت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ﴾ [النساء : ۱۲]

''تو ایک تہائی میں سب شریک ہوں گے۔''

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ﴾ [ص : ۲٤]

''اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔''

(3) حدیث قدسی ہے کہ ﴿ أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه ﴾ ''دو شریکوں میں تیسرا میں ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے۔'' (۳)

❷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ المسلمون شركاء في ثلاثة : في الماء والكلأ والنار ﴾ ''مسلمان تین چیزوں میں (ایک دوسرے کے) شریک ہیں: پانی' گھاس اور آگ۔'' (٤)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ اشیا ذاتی ضروریات سے زائد ہوں تو بوقتِ ضرورت لوگوں کو ان سے روکنا جائز نہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے:

(1) ﴿ لا يمنع الماء والنار والكلأ ﴾ ''پانی' آگ اور گھاس کو نہ روکا جائے۔'' (٥)

---

(۱) [المنجد (ص/۵۲۳-۵۲٤)]

(۲) [المغني (۱/۵) الفقه الإسلامي وأدلته (۳۸۷۵/۵)]

(۳) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۷۳۲) كتاب البيوع : باب في الشركة' ابو داود (۳۳۸۳)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (۸/٦) ابو داود (۳٤۷۷) كتاب البيوع : باب في منع الماء' أحمد (۳٦٤/۵)]

(۵) [صحيح : إرواء الغليل (۹۰۷/٦) ابن ماجة (۲٤۷۳)]

(2) ﴿ لا تمنعوا فضل الماء ﴾ ”زائد پانی مت روکو۔“ (۱)

وَإِذَا تَشَاجَرَ الْمُسْتَحِقُّوْنَ لِلْمَاءِ كَانَ الْأَحَقُّ بِهِ الْأَعْلٰى فَالْأَعْلٰى يُمْسِكُهُ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلُهُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ	جب پانی کے حقداروں میں اختلاف ہو جائے تو اس کا زیادہ حقدار وہ ہوگا جو اوپر کی جانب ہو پس اوپر والا اس پانی کو ٹخنوں تک روکے گا پھر اسے اپنے نیچے والوں کی طرف چھوڑ دے گا۔“ ❶

❶ (1) حضرت عبادة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیلابی پانی کھجور کے درختوں کو لگانے کے متعلق اس طرح فیصلہ کیا کہ اوپر والا پہلے ٹخنوں تک فصل میں پانی بھرے پھر نیچے والے کے لیے چھوڑ دے۔“ (۲)

(2) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کا کھجور کے درختوں کو پانی پلانے پر جھگڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اسق يا زبير ثم أرسل الماء إلىٰ جارك ﴾ ”اے زبیر! پہلے تم پانی لگاؤ پھر اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔“ پھر اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ [النساء: ۶۵] (۳)

یاد رہے کہ یہ فرمانِ نبوی نالوں، چشموں، سیلابوں، نہروں اور بارشوں کے پانی کے متعلق ہے اگر کسی نے ذاتی جمع خرچ سے ٹیوب ویل یا موٹریں وغیرہ لگوائی ہوں تو وہ حسبِ منشا استعمال کا مجاز ہے۔

وَلَا يَجُوزُ مَنْعُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ	اور زائد پانی کو روکنا جائز نہیں تا کہ اس کے ذریعے گھاس کو روکا جائے۔ ❶

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تمنعوا فضل الماء لتمنعوا به الكلأ ﴾ ”زائد پانی کو اس لیے نہ روکو کہ اس کے ذریعے تم گھاس کو روک لو۔“ (٤)

اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کے پانی کے قریب گھاس اُگ آئی ہو۔ لوگوں کے مویشی وہاں پانی پینے آئیں تو گھاس بھی چرنے لگ جائیں، یہ بات مالک کو ناگوار گزرے اور وہ گھاس بچانے کے لیے پانی روک دے۔

وَلِلْإِمَامِ أَنْ يَحْمِيَ بَعْضَ الْمَوَاضِعِ لِرَعْيِ دَوَابِّ الْمُسْلِمِينَ فِي وَقْتِ الْحَاجَةِ	حکمران کو حق حاصل ہے کہ وہ بوقتِ ضرورت بعض جگہیں مسلمانوں کے جانور (بیت المال کے مویشی) چرانے کے لیے خاص کر لے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ حمى النقيع وأن عمر رضی اللہ عنہ حمى

(۱) [بخاری (۲۳۵٤) کتاب المساقاة : باب من قال: إن صاحب الماء أحق بالماء]

(۲) [صحيح : صحیح ابن ماجة (۲۰۱٤) كتاب الأحكام : باب الشرب من الأودية ومقدار حبس الماء، ابن ماجة (۲٤۸۳) بیهقی (۱٥٤/٦) مجمع الزوائد (۲۰۳/٤) الفتح الربانی (۲۱۸/۱٥)]

(۳) [بخاری (۲۳٦۰) کتاب المساقاة : باب سكر الأنهار، مسلم (۲۳٥۷) ترمذی (۱۲۸۳) ابو داود (۳۱٥۳)]

(٤) بخاری (۳۳٥٤) کتاب المساقاة : باب من قال إن صاحب المال أحق بالماء حتى يروى، مسلم (۱٥٦٦) موطا (۲۹) ابو داود (۳٤۷۳) ترمذی (۱۲۷۲) ابن ماجة (۲٤۷۸)]

السرف والربذة ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے نقیع میں چراگاہ بنوائی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرف اور ربذہ کو چراگاہ بنایا۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ حمی النقیع لخیل المسلمین ﴾ ''نبی ﷺ نے نقیع کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے چراگاہ بنالیا۔'' (۲)

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جنگل وغیرہ کی چراگاہ یا گھاس روک لینے کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔ خلیفۃ المسلمین یا حاکم وقت بھی رسول کا قائم مقام ہی ہوتا ہے اس کے سوا دوسرے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایسی چراگاہ جو کسی کی ملکیت نہ ہو اپنے لیے روک لیں یا خاص کر لیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حاکم وقت کے لیے بیت المال کے مویشیوں کے لیے چراگاہ خاص کر لینا جائز تو ہے لیکن یہ چراگاہ بنجر وغیر آباد جگہ کے علاوہ کوئی اور زمین نہ ہو کیونکہ اس میں عوام کے لیے نقصان ومشقت ہے۔ (۳)

وَيَجُوزُ الْاِشْتِرَاكُ فِي النُّقُودِ وَالتِّجَارَاتِ وَيُقْسَمُ الرِّبْحُ عَلٰى مَا تَرَاضَيَا عَلَيْهِ	نقدی اور تجارتی اموال میں شراکت جائز ہے اور نفع اس پر تقسیم کیا جائے گا جس پر دونوں فریق رضا مند ہوں۔ ❶

❶ (1) حضرت سائب بن ابی سائب رضی اللہ عنہ، قبل از بعثت، رسول اللہ ﷺ کے شریک تھے۔ فتح مکہ کے دن جب تشریف لائے تو آپ ﷺ سے کہا جاہلیت میں آپ میرے بہترین شریک تھے نہ مجھے فریب دیتے اور نہ مجھ سے جھگڑا کرتے۔ (٤)

(2) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بھی چاندی خریدنے میں ایک دوسرے کے شریک بنے۔ (٥)

(3) حدیث قدسی ہے کہ ﴿ أنا ثالث الشریکین ما لم یخن أحدهما صاحبه ﴾ ''میں دو شریکوں کا تیسرا (ساتھی) ہوں جب تک کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے۔'' (٦)

وَتَجُوزُ الْمُضَارَبَةُ مَا لَمْ تَشْتَمِلْ عَلٰى مَا يَحِلُّ	اور مضاربت ❶ جائز ہے جب تک ناجائز اُمور پر مشتمل نہ ہو۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظ مضاربة باب ضَارَبَ يُضَارِبُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اسے مقارضۃ بھی کہتے ہیں یعنی مشارکت فی التجارۃ (تجارت میں باہم مشارکت کرنا)۔

(۱) [بخاری (۲۳۷۰) کتاب المساقاة : باب لا حمی إلا لله ورسوله، ابو داود (۳۰۸٤) حاکم (۶۱/۲)]

(۲) [صحیح : احمد (٦٤٣٨) ابن حبان (١٦٤١۔ الموارد) شیخ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [المسوی علی موطا (٦٢/٢) الروضة الندية (٢٩٤/٢)]

(٤) [صحیح : صحیح ابن ماجة (١٨٥٣) ابو داود (٤٨٣٦) کتاب الأدب : باب فی کراهية المراء، ابن ماجة (٢٢٨٧) حاکم (٦١/٢)]

(٥) [بخاری (٢٤٩٧، ٢٤٩٨) کتاب الشرکة : باب الاشتراك فی الذهب والفضة وما یکون فیه الصرف، مسلم (١٥٨٩) نسائی (٤٥٧٦)]

(٦) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٧٣٢) کتاب البیوع : باب فی الشرکة، ابو داود (٣٣٨٣) دارقطنی (١٣٥) حاکم (٥٢/٢) بیهقی (٧٨/٦)]

اصطلاحی تعریف: ایسی تجارت جس میں سرمایہ ایک شخص کا اور محنت کسی دوسرے شخص کی ہو اس شرط پر کہ منافع دونوں میں طے شدہ شرائط کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور تجارت کے خسارے میں نقصان صرف مال کے مالک کا ہو گا اور عامل کو اپنی محنت و جدوجہد کا نقصان ہو گا۔(۱)

❷ (1) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جب کسی کو مضاربت پر اپنا سرمایہ دیتے تو شرط لگاتے کہ میرے مال سے حیوان کی تجارت نہیں کرو گے' (میرا مال) سمندر میں لے کر نہیں جاؤ گے اور اسی طرح سیلابی جگہوں پر لے کر نہیں جاؤ گے۔ اگر ایسا کیا تو میرے مال کے ضامن و ذمہ دار تم ہو گے۔(۲)

(2) اس بیع کی مشروعیت کے دلائل میں سے اجماع بھی ہے کیونکہ صحابہ کی کثیر تعداد یتیم بچوں کے اموال مضاربت پر دیتی اور کسی نے اس پر اظہار تعجب نہ کیا۔(۳)

(3) صحابہ کرام میں سے حضرت حکیم بن حزام' حضرت ابن مسعودؓ' حضرت عباسؓ' حضرت جابرؓ' حضرت ابوموسیٰؓ' حضرت ابن عمرؓ' حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے عملی طور پر یہ بیع ثابت ہے۔(٤)

(ابن حزمؒ) دورِ نبوی میں اس بیع کی موجودگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر اظہار تعجب نہ کرنا اس کی مشروعیت کا واضح ثبوت ہے۔(٥)

(البانیؒ) معاملات میں اصل جواز ہے لہٰذا کوئی ممانعت نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع درست ہے۔(٦)

(ابن حجرؒ) اگر مضاربت جائز نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیتے۔(٧)

(ابن تیمیہؒ) اس کی مشروعیت نص پر قائم اجماع کی وجہ سے ہے۔(٨)

○ بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ چونکہ یہ بیع نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس لیے جائز نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی ایک قسم " **تقریری حدیث** " بھی ہے۔ یعنی ایسا کام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا ہو اور آپ کے علم میں بھی ہو لیکن آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو بلکہ خاموشی اختیار کی ہو۔ چنانچہ علم ہونے کے باوجود آپ

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۳۹۲٤/٥) تبيين الحقائق (٥٢/٥) تكملة فتح القدير (٥٧/٧)]

(۲) [صحيح إرواء الغليل (۲۹۳/٥) دارقطني (٦٣/٣) بيهقي (١١١/٦)]

(۳) [نصب الراية (١١٣/٤)]

(٤) [عبدالرزاق (٢٤٨/٨) دارقطني (٢٤٢) تلخيص الحبير (٥٨/٣) نصب الراية (١١٤/٤) ترتيب المسند للشافعي (١٦٩/٢)]

(٥) [مراتب الإجماع (ص/١٩)]

(٦) [إرواء الغليل (٢٩٤/٥)]

(٧) [تلخيص الحبير (٥٨/٣)]

(٨) [مجموع الفتاوى (١٩٥/١٩)]

ﷺ کا اس عمل کو برقرار رکھنا حدیث کی ایک قسم ہے اور اس کے جواز کا ثبوت ہے۔
علاوہ ازیں معاملات میں اصل اباحت و جواز کا اصول معروف ہے جب تک کہ واضح ممانعت نہ ہو۔ لہٰذا یہ بیع عقل و نقل سے ثابت ہے۔(۱)

○ قیاس بھی اس بیع کی مشروعیت ثابت کرتا ہے وہ اس طرح کہ انسان غنی بھی ہیں اور فقیر بھی، جس کے پاس مال نہیں اس کا کسی سرمایہ دار سے بیع مضاربت میں نفع کما کے اپنے اہل و عیال کو کھلانا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے عقود و بیوع کو انسانی فوائد و مصالح اور حاجاتِ لازمہ کو پورا کرنے کے لیے ہی مشروع قرار دیا ہے۔(۲)

وَاِذَا تَشَاجَرَ الشُّرَكَاءُ فِي عَرْضِ الطَّرِيْقِ كَانَ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ وَلَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ	جب شرکاء راستے کی چوڑائی میں جھگڑ پڑیں تو وہ (چوڑائی) سات ہاتھ ہوگی ❶ اور کوئی بھی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے نہ روکے۔ ❷

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا اختلفتم في الطريق فاجعلوه سبعة أذرع﴾ ”اختلاف کے وقت تم راستے کا عرض سات ہاتھ طے کر لو۔“(۳)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبه في جداره﴾ ”کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں شہتیر گاڑنے سے نہ روکے۔“ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے ”یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس سے منہ پھیرنے والا پاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تو اس حدیث کا تمہارے سامنے برابر اعلان کرتا ہی رہوں گا۔(۴)

وَلَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ وَمَنْ ضَارَّ شَرِيْكَهُ كَانَ لِلْاِمَامِ عُقُوْبَتُهُ بِقَلْعِ شَجَرِهِ اَوْ بَيْعِ دَارِهِ	شرکاء میں سے کوئی بھی نہ تکلیف پہنچائے اور نہ ہی پہنچائی گئی تکلیف سے زیادہ اذیت پہنچائے ❶ اور جو شخص اپنے شریک کو نقصان پہنچائے گا تو امام اس کا درخت اکھڑوانے اور اس کا گھر بیچنے کے ساتھ اسے سزا دے سکتا ہے۔ ❷

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا ضرر ولا ضرار﴾ (۵)

(۱) [تلخيص الحبير (۵۸/۳) مجموع الفتاوى (۱۹۵/۱۹)]
(۲) [بدائع الصنائع (۷۹/۶) المبسوط (۸۱/۲۲) المهذب (۳۸٤/۱)]
(۳) [بخاری (۲٤۷۳) كتاب المظالم والغصب : باب اذا اختلفوا فى الطريق الميتاء ' مسلم (۱٦۱۳) ترمذى (۱۳۵٦) ابو داود (۳٦۳۲) ابن ماجة (۲۳۳۸)]
(٤) [بخاری (۲٤٦۳) كتاب المظالم والغصب : باب لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبه فى جداره ' مسلم (۱٦۰۹) ابن ماجة (۲۳۳۷) ابو داود (۳٦۳٤) مؤطا (۳۲) أحمد (۳۱۳/۱) بيهقى (۲۹/٦) ترمذى (۱۳۵۳)]
(۵) [صحيح : إرواء الغليل (۸۹٦) الصحيحة (٤٤۸/۱) ابن ماجة (۲۳٤۱) كتاب الأحكام : باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره ' حاكم (۵۷/۲) أحمد (۳۱۳/۱) طبرانى كبير (۳۰۲/۱) نصب الراية (۳۸٤/٤)]

❷ (1) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان فصلوں کو پانی لگانے کے متعلق جھگڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف پہنچانے والے کے لیے سخت فیصلہ فرمایا۔(۱)

(2) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((الإمام یاتی قوما فیصلح بینھم)) ''امام قوم میں آ کر ان کے باہمی معاملات میں صلح کرائے۔''(۲)

(3) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا ایک درخت کسی انصاری کے باغ میں تھا' جہاں وہ مع اہل وعیال قیام پذیر تھا۔ سمرہ رضی اللہ عنہ کا وہاں جانا اس کے لیے اذیت وضرر کا موجب ہوا تو اس نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ لین دین کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے انکار کر دیا پھر جب معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا درخت فروخت کر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کچھ لین دین کر لو۔ انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ پھر آپ نے کہا کہ وہ درخت ہبہ کر دو۔ انہوں نے تیسری مرتبہ بھی انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے کہا یہ مضار (اذیت دینے والا) ہے اس کا درخت اکھاڑ دو۔(۳)

(۱) [بخاری (۲۳۵۹ '۲۳۶۰) کتاب المساقاۃ : باب سکر الأنھار]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث / ۷۱۹۰) کتاب الأحکام]

(۳) [بیھقی (۱۵۸/۶) ابو داود فی المراسیل (۴۰۷)]

باب الرھن ❶ گروی رکھنے کا بیان

یَجُوْزُ رَهْنُ مَا يَمْلِكُهُ الرَّاهِنُ فِيْ دَيْنٍ عَلَيْهِ ' وَالظَّهْرُ يُرْكَبُ وَاللَّبَنُ يُشْرَبُ بِنَفَقَةِ الْمَرْهُوْنِ	اُس چیز کو قرض (کی حالت) میں گروی رکھنا جائز ہے جس کا مقروض مالک ہے۔ ❷ مرہون کے خرچے کے سبب (رہن رکھے ہوئے) جانور پر سواری کی جاسکتی ہے اور دودھ پیا جاسکتا ہے۔ ❸

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ رھن باب رَھَنَ یَرْھَنُ (فتح) سے مصدر ہے۔ گروی رکھنا' گروی ثابت ہونا' ہمیشہ رہنا' روکنا اور لازم ہونا' سب اس کے معانی ہیں۔ باب اِرْتَھَنَ (افتعال) گروی لینا۔ باب اِسْتَرْھَنَ (استفعال) گروی طلب کرنا۔ راھن ''گروی رکھنے والا۔'' مرتھن ''جسے گروی دی گئی ہے۔'' مَرْھُوْن یا رَھِیْن ''گروی رکھی ہوئی چیز۔'' (۱)

اصطلاحی تعریف: قرض کے بدلے کوئی مال بحیثیت دستاویز دینا۔ (۲)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ﴾ [البقرة : ۲۸۳]

''اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو۔''

سفر کی قید اغلبیت کی بنا پر ہے کیونکہ اکثر و بیشتر کاتب کا فقدان سفر میں ہی ہوتا ہے تاہم رہن فی الحضر کے جواز میں اہل ظاہر' امام ضحاکؒ اور مجاہدؒ کے علاوہ تمام علما کا اتفاق ہے۔ (۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ توفی رسول الله ودرعه مرهونة عند يهودي بثلاثين صاعا من شعير ﴾ ''رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ کی زرع ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔'' (٤)

درج بالا حدیث سے کفار کے ساتھ ایسے معاملات کا جواز نکلتا ہے جن کے متعلق واضح حرمت نہیں آئی۔ نیز اہل حرب کے علاوہ اہل ذمہ کے پاس اسلحہ گروی رکھنے کا بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔ (٥)

---

(۱) [المنجد (ص/۳۱۸) القاموس المحيط (ص/۱۵۵۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۲٤۷/۳) سبل السلام (۱۱۵۵/۳) الدر المختار (۳۳۹/۵) المبسوط (٦۳/۲۱) الفقه الإسلامي وأدلته (٤۲۰۷/٦)]

(۳) [المغني (۳۲۷/٤) المهذب (۳۰٥/۱) بدائع الصنائع (۱۳٥/٦) بداية المجتهد (۲۷۱/۲) القوانين الفقهية (ص/۳۲۳) الإفصاح (۲۳۸/۱) الفقه الإسلامي وأدلته (٤۲۰۹/٦) الروضة الندية (۳۰٤/۲)]

(٤) [بخاري (۲۰٦۹) كتاب الجهاد والسير : باب ما قيل في درع النبي والقميص في الحرب ' مسلم (۱٦۰۳) أحمد (٤۲/٦) نسائي (۲۸۸/۷) ابن ماجة (۲٤۳٦)]

(٥) [نيل الأوطار (٦۱۹/۳)]

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الظهر يركب بنفقته إذا كان مرهونا ولبن الدر يشرب بنفقته إذا كان مرهونا وعلى الذي يركب ويشرب النفقة﴾ ''رہن رکھے ہوئے جانور پر اخراجات و مصارف کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ بھی پیا جا سکتا ہے اور جو سواری کرتا ہے اور دودھ پیتا ہے وہی اخراجات کا ذمہ دار ہے۔'' (۱)

(ابوحنیفہؒ) مرتہن کے لیے رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اُٹھانا جائز ہے۔

(مالکؒ) راہن سے نفع اُٹھانے کی اجازت ہو یا مرتہن نے شرط لگائی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(جمہور) انہوں نے بھی امام مالکؒ کے قول کو ہی ترجیح دی ہے۔

(احمدؒ) اخراجات کے برابر نفع حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(ابن قدامہؒ) مرتہن گروی رکھی ہوئی چیز سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا اِلا کہ وہ چیز ایسی ہو کہ جس پر سواری کی جاتی ہو یا اس کا دودھ دوہا جاتا ہو تو اسے چارہ ڈالنے کے برابر اس پر سواری بھی کی جا سکتی ہے اور اس کا دودھ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔(۲)

(ابن قیمؒ) مطلق طور پر گروی رکھی ہوئی اشیا سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے۔(۳)

(راجح) اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے۔ یعنی اگر گروی رکھی جانے والی چیز خرچے کی محتاج نہ ہو مثلاً گھر اور دیگر سامان وغیرہ تو کسی حال میں بھی مرتہن کے لیے اس چیز سے راہن کی اجازت کے بغیر نفع حاصل کرنا جائز نہیں اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ گروی رکھی ہوئی چیز راہن کی ملکیت ہے اور اس کا منافع بھی اسی کا ہوگا لہٰذا کسی اور کے لیے اس کی اجازت کے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

اور اگر گروی رکھی جانے والی چیز خرچے کی محتاج ہو مثلاً مویشی وغیرہ تو اپنے کیے ہوئے خرچے کے برابر مرتہن اس

---

(۱) [بخاري (۲٥۱۲) كتاب الرهن : باب الرهن مركوب ومحلوب ' ابو داود (۳٥۲٦) ترمذی (۱۲٥٤) ابن ماجة (۲٤٤۰) شرح معانی الآثار (۹۸/٤) دارقطنی (۳٤/۳) بیهقی (۳۸/٦)]

(۲) [المغنی (٥۰۹/٦)]

(۳) [بدائع الصنائع (۱٤٦/٦) تبيين الحقائق (٦۷/٦) بداية المجتهد (۲۷۳/۲) الإفصاح (۲۳۸/۱) مغنی المحتاج (۱۲۱/۲) نيل الأوطار (٦۲۰/۳) أعلام الموقعين (٤۱۱/۲)]

(٤) [المغنی (٥۰۹/٦)]

سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں مذکور ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اگر گھر بھی خرچے کا محتاج ہوگا تو اس سے بھی خرچے کے برابر فائدہ اٹھانا جائز ہوگا کیونکہ فائدہ اٹھانے کو خرچے کے ساتھ معلق قرار دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

وَلَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ بِمَا فِيهِ	اور رہن کو (قرض کی عدم ادائیگی کے سبب) ہمیشہ کے لیے نہ روکا جائے۔ ❶

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا يغلق الرهن من صاحبه الذي رهنه له غنمه وعليه غرمه﴾ ”گروی شدہ چیز اس کے مالک سے روکی نہیں جائے گی اس کا فائدہ بھی اسی کے لیے ہے اور تاوان کا بھی وہی ذمہ دار ہے۔“ (۱)

رہن روک لینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر راہن قرض ادا نہ کر سکے تو اس صورت میں مرتہن رہن کا مستحق (مالک حقیقی) نہیں ہوگا۔ (۲)

جاہلیت میں جب راہن مقررہ مدت تک قرض کی ادائیگی نہ کرتا تو مرتہن مرہونہ شے کا مالک بن جاتا اس لیے شارع نے اسے باطل کر دیا۔ (۳)

○ مرہونہ شے اگر مرتہن کی زیادتی یا خیانت کے بغیر تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن و ذمہ دار نہیں ہوگا بصورت دیگر وہی ذمہ دار ہوگا۔ (٤)

(۱) [ضعیف : دارقطنی (۳۲/۳) حاکم (۵۱/۲) بیهقی (۳۹/٦) موارد الظمآن (۱۱۲۳) ترتیب المسند للشافعی (۱٦٤/۲)] یہ روایت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔ [تلخیص الحبیر (۸٤/۳)] اور بلوغ المرام میں نقل کیا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں مگر ابوداود وغیرہ کے پاس محفوظ اس کا مرسل ہونا ہی ہے۔ [بلوغ المرام (ص/۱۹۳)] یہی روایت مختصر الفاظ میں سنن ابن ماجة (۲٤٤۱) میں بھی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ [ضعیف ابن ماجة (۵۳۱) إرواء الغليل (۲٤۲/۵)]

(۲) [سبل السلام (۱۱۵۷/۳) نيل الأوطار (٦۲۱/۳) الروضة الندية (۳۰۷/۲) ترتيب القاموس (غلق)]

(۳) [نيل الأوطار (٦۲۱/۳) سبل السلام (۱۱۵۷/۳)]

(٤) [الروضة الندية (۳۰۸/۲)]

باب الودیعة ❶ والعاریة ❷ امانت اور ادھار کا بیان

تَجِبُ عَلَى الْوَدِيعِ وَالْمُسْتَعِيرِ تَأدِيَةُ الْأَمَانَةِ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَهُ وَلَا يَخُونُ مَنْ خَانَهُ	امانت دار اور ادھار لینے والے پر واجب ہے کہ وہ امانت ادا کرے اور اس کی بھی خیانت نہ کرے جس نے اس سے خیانت کی ہو۔ ❸

❶ لغوی وضاحت: لفظِ ودیعة ''امانت اور جو چیز حفاظت کے لیے غیر کو دی جائے'' کے معانی میں مستعمل ہے۔ باب أَوْدَعَ ' اِسْتَوْدَعَ اور اِئْتَمَنَ (إفعال' استفعال اور افتعال) ''کسی کے پاس امانت رکھنا۔'' (۱)

اصطلاحی تعریف: یہ لفظ امانت دینے پر یا امانت دی جانے والی چیز پر بولا جاتا ہے۔ (۲)

❷ لغوی وضاحت: لفظِ عاریة کا مطلب ''اُدھار لی ہوئی چیز'' ہے۔ باب أَعَارَ (إفعال) اُدھار دینا۔ باب اِسْتَعَارَ (استفعال) اُدھار لینا۔ (۳)

اصطلاحی تعریف: بغیر عوض کے کسی کو نفع اُٹھانے کی اجازت دینا۔ (٤)

ودیعہ اور عاریہ کی مشروعیت کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ﴾ [النساء : ٥٨]
''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں ان کے اہل لوگوں کے سپرد کرو۔''

(2) ﴿ فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ ﴾ [البقرة : ٢٨٣]
''جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے۔''

(3) ﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ﴾ [المائدة : ٢] ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔''

(4) ﴿ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ﴾ [الماعون : ٧] ''اور وہ عام برتنے کی اشیا سے روکتے ہیں۔''

(5) ودیعہ اور عاریہ کی مشروعیت پر اہل علم کا اجماع ہے۔ (٥)

❸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أد الأمانة إلى من ائتمنك ولا تخن من خانك ﴾ ''اس شخص کو امانت واپس کرو جس نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے اور جس نے تم سے خیانت کی ہے اس سے خیانت نہ کرو۔'' (٦)

---

(۱) [المنجد (ص/٩٥٧) القاموس المحيط (ص/٩٩٤)]
(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٤٠١٦/٥)]
(۳) [المعجم الوسيط (ص/٥٣٧)]
(٤) [مغني المحتاج (٢٦٤/٢) كشاف القناع (٦٧/٤) الفقه الإسلامي وأدلته (٤٠٣٦/٥)]
(٥) [المغني (٣٨٢/٦) المبسوط (١٠٩/١١)]
(٦) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (٣٠١٩) كتاب البيوع : باب في الرجل يأخذ حقه من تحت يده ' ابو داود (٣٥٣٥) ترمذي (١٢٦٤) دارمي (٢٦٤/٢) دارقطني (٣٥/٣) مجمع الزوائد (١٤٥/٤) أحمد (٤١٤/٣) الصحيحة (٧٠٩/١)]

یہ حدیث بظاہر درج ذیل آیات کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

(1) ﴿ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ [الشورى : ٤٠]

''اور برائی کا بدلہ اس کی مثل براہی ہے۔''

(2) ﴿ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ﴾ [النحل : ١٢٦]

''اور اگر بدلہ لو تو بالکل اتنا جتنا تمہیں صدمہ پہنچایا گیا ہو۔''

(3) ﴿ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ ﴾ [البقرة : ١٩٤]

''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے۔''

اس کی تطبیق میں چار مختلف اقوال ہیں:

(1) (احناف) خیانت جائز ہے بشرطیکہ امانت دیا ہوا مال اُس مال کی جنس سے ہو جس میں خیانت کی گئی ہے۔

(2) (شوکانیؒ) حاکم کی اجازت کے بغیر (خیانت) جائز نہیں۔

(3) (ابن حزمؒ) اپنے حق کے مطابق بدلے میں مال رکھ لینا واجب ہے۔

(4) (شافعیؒ) حدیث میں نہی تنزیہی ہے' تحریمی نہیں (جمہور علما بھی اسی کے قائل ہیں)۔(١)

(راجح) مذکورہ حدیث آیات کے عموم سے خاص ہے اور اس میں نہی تنزیہی ہے۔(٢)

وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ إِذَا تَلِفَتْ بِدُونِ جِنَايَتِهِ وَخِيَانَتِهِ	اس کی زیادتی یا خیانت کے علاوہ اگر کوئی چیز تلف ہو جائے تو وہ ذمہ دار ہو گا ❶

❶ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ليس على المستعير غير المغل ضمان ﴾

''جسے امانت دی گئی ہے اس پر خیانت کے بغیر کوئی ضمانت نہیں۔''(٣)

اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن اس مسئلے پر علما کا اجماع ہو چکا ہے۔(٤)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

تاہم عاریہ (ادھار) میں تلف شدہ چیز کی ضمانت دی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن صفوان بن اُمیہ

---

(١) [نيل الأوطار (٦٩١/٣) سبل السلام (١٢٠٣/٣)]

(٢) [نيل الأوطار (٦٩٠/٣) فقه الأثر (١٠٩٥/٣)]

(٣) [ضعيف : دارقطني (٤١/٣)' (١٦٨) امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں عمرو اور عبیدہ دونوں راوی ضعیف ہیں اور اس روایت کو امام بیہقیؒ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔[بيهقي (٩١/٦)]

(٤) [موسوعة الإجماع في الفقه الإسلامي لسعدى أبو حبيب (١١٠٨/٢) الفقه الإسلامي وأدلته (٤٠٢٢/٥)]

(٥) [نيل الأوطار (٢٨٩/٣) الروضة الندية (٣١٢/٢)]

سے کچھ زرعیں اُدھار لیں تو اس نے کہا ﴿ أغصبا یا محمد؟ ﴾ ''اے محمد! کیا زبردستی آپ لے رہے ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ بل عاریة مضمونة ﴾ ''(نہیں) بلکہ ضمانت کے ساتھ عاریتاً لے رہا ہوں۔'' (۱)

عاریہ مضمونہ کا معنی یہ ہے کہ اگر عاریتاً لی ہوئی چیز تلف ہو جائے تو قیمت کی شکل میں ادائیگی ضروری ہے۔ (۲)

وَلَا يَجُوزُ مَنْعُ الْمَاعُونِ كَالدَّلْوِ وَالْقِدْرِ وَإِطْرَاقِ الْفَحْلِ وَحَلْبِ الْمَوَاشِي لِمَنْ يَحْتَاجُ ذٰلِكَ وَالْحَمْلِ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ	کسی محتاج کو عام ضرورت کی اشیاء مثلاً ڈول' ہنڈیا' نر کی جفتی' دودھ دینے والا جانور یا فی سبیل اللہ کوئی سواری دینے سے منع کرنا جائز نہیں۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں' جو ریاکاری سے کام لیتے ہیں اور عام برتنے کی چیز روک لیتے ہیں۔'' [الماعون : ٤ ـ ٨]

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ہم ڈول اور ہنڈیا کے ادھار (لین دین) کو ماعون شمار کرتے تھے۔ (۳)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے درج بالا آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ ﴿ أنه متاع البيت الذي يتعاطاه الناس بينهم ﴾ ''اس سے مراد وہ گھریلو سامان ہے جس کا لوگ باہم لین دین کرتے ہیں۔'' مثلاً کلہاڑی' ڈول' رسی' ہنڈیا اور اس طرح کی دوسری اشیاء وغیرہ۔ (٤)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو بھی اونٹ' گائے اور بھیڑ بکریوں والا شخص ان کا حق ادا نہیں کرے گا اس کے لیے قیامت کے دن ایک چٹیل میدان بچھایا جائے گا۔ (اس میدان میں) کھروں والے جانور اسے اپنے کھروں سے روندیں گے اور سینگوں والے اپنے سینگ ماریں گے۔ ہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! ان کا کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إطراق فحلها وإعارة دلوها ومنحتها وحلبها على الماء وحمل عليها في سبيل الله ﴾ ''ان کے نر کی جفتی' ان کے ڈول عاریتاً دینا اور ان کا عطیہ دینا' ان کا دودھ پانی پر (جہاں لوگ مویشیوں کو پانی پلاتے ہیں) اور فی سبیل اللہ اس پر کسی کو سوار کرنا۔'' (٥)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۰٤۲) کتاب البیوع : باب فی تضمین العاریة' ابو داود (۳٥٦۲) أحمد (٤٠١/٣) نسائی فی الکبری (٤٠٩/٣٠) حاکم (٤٧/٢)] امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ شیخ عبد القادر ارنؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ [تخریج الأصول (١٦٣/٨)]

(۲) [عون المعبود (٤٧٦/٩) قفو الأثر (١٠٩٥/٣) سبل السلام (١٢٠٥/٣)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (١٤٥٩) کتاب الزکاة : باب فی حقوق المال' ابو داود (١٦٥٧) حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (٧٣١/٨)]

(٤) [بیهقی (٨٨/٦) ابن جریر طبری (٣٠/١٥)]

(٥) [مسلم (٩٨٨) کتاب الزکاة : باب إثم مانع الزکاة]

باب الغصب ❶ زبردستی چھین لینے کا بیان

یَأْثَمُ الْغَاصِبُ وَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّ مَا أَخَذَ وَلَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبَةٍ مِّنْ نَفْسِهِ	غصب کرنے والا گناہ گار ہے اور غصب شدہ مال لوٹانا واجب ہے اور کسی مسلمان کا مال اس کی قلبی رضا مندی کے بغیر لینا جائز نہیں۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ غصب باب غَصَبَ يَغْصِبُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے ''زبردستی کوئی چیز چھین لینا'' باب اِغْتَصَبَ (افتعال) بھی اسی معنی میں ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: کسی دوسرے کا حق چھین لینا اور اس پر زبردستی قبضہ کر لینا۔(۲)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ ﴾ [النساء : ۲۹]

''آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إنما أموالكم ودمائكم عليكم حرام ﴾ ''تمہارا مال اور تمہارا خون (آپس میں) تم پر حرام ہے۔''(۳)

(3) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿ من اقتطع شبرا من الأرض ظلما طوقه الله إياه من سبع أرضين ﴾ ''جس نے ایک بالشت زمین بھی زیادتی کرتے ہوئے کسی سے چھین لی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اتنا حصہ زمین ساتوں زمینوں سے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیں گے۔''(٤)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيبة من نفسه ﴾ ''کسی مسلمان کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں۔''(٥)

---

(۱) [المنجد (ص/۲۰۸) القاموس المحيط (ص/۱۵٤)]

(۲) [فقه السنة (۳۲۳/۳)]

(۳) [بخاری (٦٧) كتاب العلم : باب قول النبي رب مبلغ أوعى من سامع ' مسلم (١٦٧٩) ابو داود (١٩٤٨)]

(٤) [بخاری (٢٤٥٢ ' ٢٤٥٤) كتاب المظالم والغصب : باب إثم من ظلم شيئا من الأرض ' مسلم (١٦١٢ ' ١٦١١)]

(٥) [صحيح لغيره : دارقطنی (٢٦/٣) أحمد (٧٢/٥) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں حارث بن محمد الفہری راوی مجہول ہے۔[تلخيص الحبير (٤٦/٣)] اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن دیگر شواہد کی وجہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے اور درجہ صحت تک پہنچ جاتی ہے۔ شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔[مسند احمد محقق (٢١٠٨٢ ' ٢٠٦٩٥)]

وَلَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ حَقٌّ وَمَنْ زَرَعَ فِيْ أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْئٌ وَلَهُ نَفَقَةٌ وَمَنْ غَرَسَ فِيْ أَرْضِ غَيْرِهِ غَرْسًا رَفَعَهُ	اور ظالم کا کوئی حق نہیں۔ جس نے کسی قوم کی زمین میں بغیر اجازت فصل کاشت کی اسے پیداوار سے کچھ نہیں ملے گا البتہ اخراجات مل جائیں گے اور جو کسی زمین میں درخت گاڑے گا تو اسے اکھیڑنا ہوگا۔ ❶

❶ (1) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من زرع فی أرض قوم بغیر إذنهم فلیس له من الزرع شیئ وله نفقة﴾ ”جس نے کسی قوم کی زمین میں ان کی اجازت کے بغیر فصل کاشت کی اسے پیداوار سے کچھ نہیں ملے گا البتہ اخراجات مل جائیں گے۔“ (۱)

” وله نفقة “ کا مفہوم یہ ہے کہ فصل کی کاشت میں جتنی لاگت آئی ہے وہ اسے دے دی جائے گی جبکہ اسے منافع نہیں دیا جائے گا۔ (۲)

(2) دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زمین کا جھگڑا لے کر آئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کی زمین میں (بغیر اجازت) کھجور کے درخت گھاڑ دیے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ”زمین مالک کی ہے اور درخت لگانے والا اپنے درخت اکھاڑ لے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لیس لعرق ظالم حق﴾ ”ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔“ (۳)

وَلَا يَحِلُّ الْاِنْتِفَاعُ بِالْمَغْصُوْبِ وَمَنْ أَتْلَفَهُ فَعَلَيْهِ مِثْلُهُ أَوْ قِيْمَتُهُ	غصب شدہ چیز سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ❶ اور جس نے غصب شدہ چیز تلف کر دی تو اس پر اس کی مثل چیز یا اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہے۔ ❷

❶ جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ ﴿لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیبة من نفسه﴾ ”کسی مسلمان کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر حلال نہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا یاخذن أحدکم متاع أخیه لاعبا ولا جادا ومن أخذ

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۳۵۰/۵)' (۱۵۱۹) ابو داود (۳۴۰۳) کتاب البیوع : باب فی زرع الأرض بغیر إذن صاحبها' ابن ماجة (۲۴۶۶) ترمذی (۱۳۶۶) بیهقی (۱۳۶/۶) ابن أبی شیبة (۸۹/۷) منحة المعبود (۲۷۸/۱) مشکل الآثار (۲۸۰/۳) شرح معانی الآثار (۱۱۷/۴) أحمد (۴۶۵/۳)]

(۲) [فقه الأثر (۱۰۲/۳) تلخیص الحبیر (۵۴/۳) عون المعبود (۲۶۶/۹)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۶۳۸' ۲۶۳۹) کتاب الخراج : باب فی إحیاء الموات' ابو داود (۳۰۷۳' ۳۰۷۴) بیهقی (۱۴۲/۶) دارقطنی (۳۵/۳)]

عصا أخيه فليردها ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی سنجیدگی کی حالت میں ہو یا مذاق کی حالت میں (بغیر اجازت) اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اٹھالے تو اسے واپس لوٹا دے۔''(۱)

❷ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی اہلیہ کے گھر تشریف فرما تھے کہ اُمہات المومنین میں سے کسی (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) نے خادم کے ہاتھ ایک برتن میں کھانا بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس برتن کو اپنے ہاتھ سے گرا کر توڑ دیا۔ آپ ﷺ نے اسے جوڑ کر اس میں کھانا ڈالا اور کہا ''کھاؤ۔'' پھر اپنا صحیح برتن (بدلے میں) واپس بھیج دیا اور ٹوٹا ہوا خود رکھ لیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ طعام بطعام وإناء بإناء ﴾ ''کھانے کے بدلے کھانا ہے اور برتن کے بدلے برتن ہے۔''(۲)

❀❀❀

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۴۱۸۳) كتاب الأدب : باب من ياخذ الشيء من مزاح' ابو داود (۵۰۰۳) ترمذی (۲۱۶۰) الفتح الربانی (۱۵/۱۴۰)]

(۲) [بخاری (۲۴۸۱) كتاب المظالم والغصب : باب إذا كسر قصعة أو شيئا لغيره' ابو داود (۳۵۶۷) ترمذی (۱۳۵۹) ابن ماجة (۲۳۳۴) نسائی (۳۹۵۵)]

باب العتق ❶ غلام کی آزادی کا بیان

أَفْضَلُ الرِّقَابِ أَنْفَسُهَا وَيَجُوزُ الْعِتْقُ بِشَرْطِ الْخِدْمَةِ وَنَحْوِهَا	افضل غلام وہ ہے جس میں زیادہ خوبیاں ہوں ❷ اور خدمت یا اس کی مثل شرط کے ساتھ غلام آزاد کرنا جائز ہے۔ ❸

❶ لغوی وضاحت: لفظِ عتق باب عَتَقَ يَعْتِقُ (ضرب) سے مصدر ہے اس کا معنی ''آزاد ہونا'' ہے۔ باب أَعْتَقَ (إفعال) ''آزاد کرنا'' کے معنی میں مستعمل ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کسی آدمی سے ملکیت کو ساقط کر دینا۔ یہ عمل مستحب ہے لیکن کفارات میں واجب ہے۔(۲)

غلام آزاد کرنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أعتق رقبة مسلمة أعتق الله بكل عضو منه عضوا من النار حتى فرجه بفرجه ﴾ ''جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے اس کے تمام اعضا کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیں گے حتی کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے (آزاد کر دیں گے)۔''(۳)

غالباً اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ (63)' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سڑسٹھ (67)' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ستر (70)' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرے کے دوران بیس (20)' حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے سو (100)' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار (1,000) ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ نے ایک دن میں آٹھ ہزار (8,000) اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار (30,000) غلام آزاد کیے۔ (٤)

❷ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' کون سا غلام سب سے افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أنفسها عند أهلها وأكثرها ثمنا ﴾ ''اپنے اہل میں سب سے زیادہ صلاحیتوں والا اور سب سے قیمتی۔''(٥)

❸ حضرت سفینہ ابو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے آزاد کرتے وقت یہ شرط لگائی کہ

(۱) [القاموس المحيط (ص/۱۱۷۰) المنجد (ص/٥٣٥)]
(۲) [سبل السلام (١٩٥٣/٤)]
(۳) [بخاري (٢٥١٧) كتاب العتق : باب في العتق وفضله ' مسلم (١٥٠٩)]
(٤) [سبل السلام (١٩٥٥/٤)]
(٥) [بخاري (٢٥١٨) كتاب العتق : باب أي الرقاب أفضل ' مسلم (٨٤)]

﴿وشرطت علي أن أخدم النبي ﷺ ما عاش﴾ ''جب تک نبی ﷺ زندہ ہیں میں اُن کی خدمت کرتا رہوں۔'' (۱)

وَمَنْ مَلَكَ رَحِمَهُ عَتَقَ عَلَيْهِ	جو شخص اپنے رشتہ دار کا مالک بن جائے تو وہ (رشتہ دار) آزاد ہو جائے گا۔ ❶

❶ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من ملك ذا رحم محرم فهو حرّ﴾ ''جو شخص کسی محرم رشتہ دار کا مالک بنا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔'' (۲)

(ابو حنیفہؒ) جو شخص کسی بھی محرم رشتہ دار کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ) صرف اولاد، باپ اور ماں آزاد ہوگی ان کے علاوہ اور کوئی قریبی آزاد نہیں ہوگا۔

(مالکؒ) صرف اولاد، والد اور بہن بھائی آزاد ہوں گے۔

(اہل ظاہر) ملکیت سے کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا۔ (۳)

(راجح) مجرد ملکیت ہی تمام رشتہ داروں کے لیے آزادی کا موجب ہے۔ (٤)

مندرجہ ذیل حدیث بھی اس کے مخالف نہیں ہے:

﴿لا يجزي ولد عن والده إلا أن يجده مملوكا فيشتريه فيعتقه﴾ ''بچہ اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا مگر صرف اس صورت میں کہ وہ اسے غلام پائے تو خرید کر آزاد کر دے۔'' (٥)

کیونکہ یہاں تاکیداً عتق کا ذکر کیا گیا ہے یہ مجرد ملکیت سے ہی آزادی کے منافی نہیں ہے۔ (٦)

وَمَنْ مَثَّلَ بِمَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ اَنْ يُعْتِقَهُ وَإِلَّا اَعْتَقَهُ الْإِمَامُ أَوِ الْحَاكِمُ	اور جس نے اپنے غلام کا مثلہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ اسے آزاد کر دے ورنہ امام یا حکمران اسے آزاد کر دے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ﴿من لطم مملوكه أو ضربه فكفارته أن يعتقه﴾

(۱) [حسن : إرواء الغليل (۱۷۵۲) ابو داود (۳۹۳۲) كتاب العتق : باب في العتق على الشرط ' نسائی (۳۷۷۸) ابن ماجة (۲۵۲) أحمد (۲۲۱/٥) حاكم (۲۱۳/۲)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۱۷٤٦) ابو داود (۳۹٤۹) كتاب العتق : باب فيمن ملك ذا رحم محرم ' ترمذی (۱۳٦٥) ابن ماجة (۲٥۲٤) أحمد (۱٥/٥) منحة المعبود (۲٤٥/۱) شرح معانی الآثار (۱۰۹/۳) بیهقی (۲۸۹/۱۰) حاكم (۲۱٤/۲)]

(۳) [نيل (۱٥۲/٤) سبل السلام (۱۹٦۱/٤) شرح مسلم للنووی (۱٥۳/۱۰) الروضة الندية (۳۲۳/۲) عون المعبود (٤۸۰/۱۰) قفو الأثر (۱۷۸۲/٥)]

(٤) [سبل السلام (۱۹٦۱/٤)]

(٥) [مسلم (۱٥۱۰) كتاب العتق : باب فضل عتق الوالد ' ترمذی (۱۹۰٦) ابو داود (٥۱۳۷) احمد (۲۳۰/۲) االأدب المفرد للبخاری (۱۰) ابن ماجة (۳٦٥۹) شرح معانی الآثار (۱۰۹/۳) الحلية لأبی نعيم (۳٤٥/٦)]

(٦) [الروضة الندية (۳۲۳/۲)]

''جس نے اپنے غلام کو (ناحق) تھپڑ مارا یا کوئی ضرب لگائی تو اس کا کفارہ اسے آزاد کرنا ہے۔''(۱)

(2) حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مارتا تھا...... رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: جتنی اس غلام پر تو قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ غلام اللہ کے لیے آزاد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لو لم تفعل لمستك النار ﴾ ''اگر تو ایسا نہ کرتا تو تجھے جہنم کی آگ (ضرور) چھوتی۔''(۲)

(3) عہد رسالت میں ایک غلام کے مالک نے اس کا ذکر (آلۂ تناسل) کاٹ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے تلاش کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا لیکن وہ نہ مل سکا تو آپ ﷺ نے غلام سے کہا ﴿ اذهب فانت حر ﴾ ''جاؤ تم آزاد ہو۔''(۳)

(شافعیؒ) محض مثلہ کر دینے سے غلام آزاد نہیں ہوگا بلکہ آزادی کے لیے سردار کا حکم ضروری ہے اور اگر وہ آزاد نہیں کرتا تو پھر حاکم آزاد کرائے گا (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف ہے)۔

(ابو حنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ) مجرد مثلہ کرنے سے ہی غلام آزاد ہو جائے گا۔(٤)

(راجح) پہلا موقف ہی أقرب إلی الحدیث ہے۔

712- غلاموں کو تادیب کے لیے مارنا

غلاموں کو تادیب و تربیت کے لیے مارنا جائز ہے بشرطیکہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارا جائے۔(٥)

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إذا ضرب أحد كم خادمه فليجتنب الوجه ﴾ ''جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو (تادیبا) مارے تو چہرے سے اجتناب کرے۔''(٦)

وَمَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ ضَمِنَ لِشُرَكَائِهِ نَصِيْبَهُمْ بَعْدَ التَّقْوِيْمِ وَإِلَّا عَتَقَ نَصِيْبُهُ وَاسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ	جو شخص کسی غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ قیمت مقرر کرنے کے بعد بقیہ شرکاء کے حصص کا بھی ضامن ہوگا ورنہ محض اس کا حصہ آزاد ہوگا اور غلام سے محنت کرائی جائے گی۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من أعتق شركا له في عبد و كان له مال

(۱) [مسلم (۱٦٥٧) كتاب الأيمان : باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده ' احمد (٤٥/٢) الأدب المفرد للبخاري (۱۸۰) ابو داود (٥١٦٨) الحلية لأبي نعيم (۱۲۱/۷)]

(۲) [مسلم (۱٦٥٩) كتاب الأيمان : باب صحبة المماليك و كفارة من لطم عبده]

(۳) [حسن : صحيح ابو داود (۳۷۸۹) كتاب الديات : باب من قتل عبده أو مثل به أيقاد منه ' ابو داود (٤٥١٩) ابن ماجة (۲٦۸۰) أحمد (۱۸۲/۲) مجمع الزوائد (۲۳۹/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (١٥٤/٤) الروضة الندية (٣٢٥/٢)]

(٥) [نيل الأوطار (١٥٤/٤)]

(٦) [الأدب المفرد (۱۷٤) ' (٦٧/١) احمد (۷۲۷۹) ابو يعلى (٦٢٧٤) عبد الرزاق (۱۷۹٥۲) بيهقي (۱۸۰۷۱)]

يبلغ ثمن العبد قوم عليه العبد قيمة عدل فأعطى شركائه حصصهم وعتق عليه العبد وإلا فقد عتق عليه ما عتق ﴾ ''جو شخص مشترکہ غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس مزید اتنا مال ہو کہ غلام کو خرید کر آزاد کر سکے تو عدل وانصاف سے اس کی قیمت مقرر کر کے دوسرے شرکاء کو ان کے حصے کی قیمت ادا کر دے تو یہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو گا ورنہ جتنا آزاد ہو چکا ہے اتنا ہی آزاد ہے۔'' (۱)

(2) ایک حدیث میں ہے کہ ''جو شخص اپنا حصہ آزاد کرے اگر اس کے پاس مال ہو تو اسے مکمل آزاد کرائے ﴿ وإلا استسعى غير مشقوق عليه ﴾ ''ورنہ اس پر مشقت ڈالے بغیر اسے حصول آزادی کا موقع فراہم کیا جائے۔'' (۲)

'' استسعى '' کا معنی یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مزید اتنا مال نہیں جو اس کی مکمل قیمت کے برابر ہو تو پھر غلام کو اتنا مال کما کر لانے کی زحمت دی جائے گی جو دوسرے شریک کے حصے کے برابر ہو۔ وہ حصہ جب مالک کو ادا کر دیا جائے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

'' غير مشقوق عليه '' کا مفہوم یہ ہے کہ غلام سے اتنی ہی محنت کرائی جائے جتنی اس میں غلامی باقی ہے۔ (۳)

بعض علما نے پہلی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ غلام کا بقیہ حصہ غلام ہی رہے گا اس سے محنت و سعی نہیں کرائی جائے گی اور کچھ نے دوسری کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور سعی و محنت کی اجازت دی ہے۔

ان بظاہر متعارض اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ تمام شرکائے حصص میں سے صرف ایک اگر اپنا حصہ آزاد کر دے تو فی الفور غلام مکمل آزاد نہیں ہو گا بلکہ اس کی حیثیت ایسے مکاتب غلام جیسی ہو گی جس نے اپنی مکاتبت کا کچھ حصہ تو ادا کر دیا ہے اور کچھ باقی ہے یہی رائے امام بخاریؒ کی ہے۔ (٤)

وَلَا يَصِحُّ شَرْطُ الْوَلَاءِ لِغَيْرِ مَنْ أَعْتَقَ	جو آزاد کرنے والا نہیں اس کے لیے ولاء ❶ کی شرط لگانا درست نہیں۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظ ولاء کا معنی ''نصرت' قرابت' محبت اور ملکیت'' ہے۔

اصطلاحی تعریف: ولاء ایسا تعلق ہے جس کی وجہ سے مالک اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث بنتا ہے بشرطیکہ اس کے اقرباء موجود نہ ہوں۔ (٥)

(۱) [بخاری (۲٤۹۱) کتاب الشركة : باب تقويم الأشياء بين الشركاء بقيمة عدل' احمد (۱۱۲/۲) ابو داود (۳۹٤۰) ترمذی (۱۳٤٦) نسائی (۳۱۹/۷) ابن ماجة (۲۵۲۸) شرح معانی الآثار (۱۰٦/۳) بیهقی (۲۷٤/۱۰)]

(۲) [أيضا]

(۳) [نيل الأوطار (۱۵۷/٤) سبل السلام (۱۹۵۸/٤) الروضة الندية (۳۲۷/۲)]

(٤) [سبل السلام (۱۹۵۸/٤) نيل الأوطار (۱۵۷/٤) الروضة الندية (۳۲٦/۲ ـ ۳۲۸)]

(٥) [الفرائض (ص/۲۰)]

❷ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بریرہ (لونڈی) آ کر کہنے لگی میں نے اپنے مالک کے ساتھ نو اُوقیہ چاندی کے عوض مکاتبت کی ہے جسے میں ہر سال ایک اُوقیہ کی صورت میں ادا کروں گی لہذا آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تیری مجموعی رقم یکبارگی ادا کرنے کے عوض تیرا مالک حق ولاء میرے حوالے کر دے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ بریرہ نے اپنے مالک سے یہ پوچھا تو اس نے انکار کر دیا پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ بریرہ نے مالک کے انکار کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا قصہ رسول اللہ ﷺ کو سنا دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ خذيها واشترطي لهم الولاء فإنما الولاء لمن أعتق ﴾ ''اسے لے لو اور ان سے ولاء کی شرط کر لو کیونکہ ولاء کا حقدار وہی ہے جو اسے آزادی دے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اس کے بعد رسول اللہ لوگوں سے خطاب فرمانے کے لیے کھڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ﴿ أما بعد فما بال رجال يشترطون شروطا ليست في كتاب الله عز وجل ؟ ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل وإن كان مائة شرط ' قضاء الله أحق ' وشرط الله أوثق وإنما الولاء لمن أعتق ﴾ ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں (یاد رکھو!) جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اللہ کا فیصلہ ہی برحق ہے اور اللہ کی شرط نہایت پختہ ہے۔ ولاء کا حق اسی کو ہے جو آزاد کرے۔'' (۱)

(ابو حنیفہؒ) ولاء کی بیع جائز ہے۔

(ابن قیمؒ) انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ولاء کی بیع جائز نہیں۔

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

وَيَجُوْزُ التَّدْبِيْرُ فَيَعْتِقُ بِمَوْتِ مَالِكِهِ وَإِذَا احْتَاجَ الْمَالِكُ جَازَ لَهُ بَيْعُهُ	اور تدبیر (غلام کو مرنے کے بعد آزاد کر دینا) جائز ہے مالک کی موت کے ساتھ ہی وہ غلام آزاد ہو جائے گا لیکن بوقت ضرورت مالک اسے بیچ بھی سکتا ہے۔ ❶

❶ مدبر غلام اسے کہتے ہیں جس کا مالک اسے کہہ دے ((أنت حر بعد موتي)) ''تو میری موت کے بعد آزاد ہے۔'' (۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رجلا أعتق غلاما له عن دبر فاحتاج فأخذه النبي ﷺ فقال من

(۱) [بخاری (۲۵٦۱) کتاب العتق : باب مایجوز من شروط المکاتب ' مسلم (۱۵۰٤) موطا (۷۸۰/۲) ابو داود (۳۹۲۹) ترمذی (۲۱۲٤) ابن ماجة (۲۵۲۱) احمد (۸۱/٦) عبد الرزاق (۱٦۱٦۱) ابو یعلی (٤۱۱/۷) ابن حبان (۳۲۵۸ ۔ الإحسان) دار قطنی (۲۲/۳) بیهقی (۳۳٦/۵)]

(۲) [أعلام الموقعین (۳۳۹/٤) الروضة الندية (۳۲۸/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (٦۰/٤) سبل السلام (۱۹٦٤/٤)]

يشتريه منى فاشتراه نعيم بن عبدالله بكذا و كذا فدفعه إليه ﴾ ''ایک آدمی نے اپنا ایک غلام مرتے وقت آزاد کر دیا' پھر وہ محتاج ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے (غلام کو) پکڑا اور فرمایا مجھ سے کون اسے خریدے گا؟ پھر نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کچھ قیمت (800 درہم) کے عوض اسے خرید لیا تو آپ ﷺ نے وہ غلام اس کے حوالے کر دیا۔'' (۱)

(شافعیؒ) بوقت ضرورت مدبر غلام کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔

(ابو حنیفہؒ) مدبر غلام کو فروخت کرنا مطلق طور پر ناجائز ہے۔

(جمہور، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(نوویؒ) مذکورہ حدیث واضح طور پر مانعین کا رد کرتی ہے۔(۲)

(راجح) بوقت ضرورت مدبر غلام کو فروخت کرنا جائز ہے۔(۳)

وَيَجُوزُ مُكَاتَبَةُ الْمَمْلُوكِ عَلٰى مَالٍ يُؤَدِّيهِ فَيَصِيرُ عِنْدَ الْوَفَاءِ حُرًّا وَيَعْتِقُ مِنْهُ بِقَدْرِ مَا سَلَّمَ	غلام سے ایسا معاملہ طے کرنا کہ وہ کچھ رقم دے کر آزاد ہو جائے' جائز ہے ❶ مکمل ادائیگی کے وقت وہ آزاد ہو جائے گا اور جتنا مال ادا کرے گا اتنا ہی آزاد ہوتا جائے گا۔ ❷

❶ مکاتب ایسے غلام کو کہتے ہیں جس سے مخصوص معاوضے کے بدلے آزادی کا معاہدہ ہو۔(٤)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْراً وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللّٰهِ الَّذِي آتَاكُمْ ﴾ [النور : ٣٣]

''تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کر دیا کرو اگر تم کو ان میں بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو۔''

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يودى المكاتب بقدر ما عتق منه دية الحر' وبقدر ما رق منه دية العبد ﴾ ''مکاتب جس قدر آزاد ہے اتنی آزادی کی دیت ادا کرے گا اور جتنا غلام ہے اتنی غلام کی۔'' (٥)

بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ مکاتب طے شدہ رقم کی مکمل ادائیگی سے پہلے غلام ہی رہے گا خواہ اس نے نصف سے

(۱) [بخاری (۲۵۳٤) کتاب العتق : باب بیع المدبر' ابو داود (۳۹۵۵) ابن ماجة (۲۵۱۳) ترمذی (۱۲۱۹) احمد (۳۶۹/۳) نسائی (٦٩/٥)]

(۲) [فتح الباری (٤٩٣/٤) قفو الأثر (٩٥٦/٣) المهذب (٩/٢) المبسوط (١٧٩/٧) المغنی (٣٩٠/٢)]

(۳) [نیل الأوطار (١٦١/٤) فتح الباری (٤٩٣/٤) الروضة الندية (٣٢٩/٢)]

(٤) [سبل السلام (١٩٦٤/٤) قفو الأثر (١٧٨٥/٥)]

(٥) [صحیح : إرواء الغليل (١٧٢٦) ابو داود (٤٥٨١) کتاب الدیات : باب فی دية المكاتب' نسائی (٤٨٠٩) احمد (٢٦٠/١) ترمذی (٥٦٠/٣) حاکم (٦١٨/٢) بیهقی (٣٢٦/١٠)]

بھی زیادہ رقم ادا کر دی ہو۔ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿ أیما عبد کوتب بمائة أوقیة فأداها إلا عشر أوقیات فهو رقیق ﴾ ''جس غلام سے سو اُوقیہ کے عوض مکاتبت کی گئی اور اس نے دس اُوقیہ کے علاوہ بقیہ رقم ادا کر دی تو وہ غلام ہی ہے۔'' (۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ المکاتب عبد ما بقي علیه من مکاتبته درهم ﴾ ''مکاتب غلام ہی ہے جب تک اس پر ایک درہم بھی باقی ہے۔'' (۲)

فی الحقیقت بظاہر متعارض ہونے کے باوجود یہ احادیث متعارض نہیں ہیں کیونکہ ان میں جمع و تطبیق ممکن ہے اور وہ اس طرح کہ ''جتنی رقم کی ادائیگی ابھی باقی ہے وہ اتنا غلام ہی ہے اگرچہ ایک درہم کے برابر ہی کیوں نہ ہو اور جتنی رقم ادا کر چکا ہے اتنا وہ آزاد ہے۔'' (۳)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے اور اس میں علما کے مختلف مذاہب ہیں:

اول: جب تک غلام مکمل رقم ادا نہ کر دے کچھ بھی آزاد نہیں ہوگا۔حضرت عمر' حضرت زید' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ' حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم' امام مالک' امام شافعی' امام ابو حنیفہ اور امام اسحاق رحمہم اللہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

ثانی: ادائیگی کے مطابق آزادی ہوتی جائے گی۔یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ثالث: نصف رقم ادا کرنے کے بعد وہ غلام نہیں رہے گا البتہ باقی رقم ادا کرنا اس پر لازم ہوگا۔یہ قول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا جاتا ہے۔

رابع: مکاتبت کی رقم کا تین ربع ادا کر دے جبکہ چوتھے ربع کی ادائیگی سے عاجز آجائے تو وہ آزاد ہے۔یہ قول ابو بکر بن عبدالعزیزؒ اور ابو الخطابؒ کی طرف منسوب ہے۔

خامس: مکاتب غلام جب مکاتبت کی رقم کا مالک بن جائے تو آزاد ہے اگرچہ ابھی ادائیگی نہ کی ہو۔یہ قول امام احمدؒ کی طرف منسوب روایات میں سے ایک ہے۔انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے ﴿ إذا کان لإحداکن مکاتب فکان عنده ما یؤدی فلتحتجب منه ﴾ ''جب تم میں سے کسی کا مکاتب غلام ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی رقم موجود ہو تو وہ اس سے حجاب کرے۔'' (٤)

---

(۱) [حسن : إرواء الغلیل (۱٦۷٤) احمد (۲/۱۸٤) ابو داود (۳۹۲۸) کتاب العتق : باب فی المکاتب یودی بعض کتابته فیعجز أو یموت' ابن ماجة (۲۵۱۹) ترمذی (۱۲٦۰) حاکم (۲/۲۱۸)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۳۳۲۳) کتاب العتق : باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابته أو یموت' ابو داود (۳۹۲٦)]

(۳) [نیل الأوطار (٤/۱٦۵) الروضة الندیة (۲/۳۳۱)]

(٤) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۸٤۸) کتاب العتق : باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابته فیعجز أو یموت' إرواء الغلیل (۱۷٦۹) المشکاة (۳٤۰۰) ابو داود (۳۹۲۸) ترمذی (۱۲٦۱) ابن ماجة (۲۵۲۰) أحمد (٦/۲۸۹) حاکم (۲/۲۱۹) عبدالرزاق (۱۵۷۲۹) مسند حمیدی (۲۸۹) ابن حبان (۸/٤۵) بیهقی (۱۰/۳۲۷)]

(راجح) جتنی رقم کی ادائیگی ابھی باقی ہے اتنا وہ غلام ہے اور جتنی رقم ادا کر چکا ہے اتنا آزاد ہے۔(۱)

وَإِذَا عَجَزَ عَنْ تَسْلِيمِ مَالِ الْكِتَابَةِ عَادَ فِي الرِّقِّ وَمَنِ اسْتَوْلَدَ أَمَتَهُ لَمْ يَحِلَّ لَهُ بَيْعُهَا	لیکن اگر وہ مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز آ جائے تو وہ دوبارہ غلامی میں لوٹ آئے گا ❶ اور جس شخص کا اپنی لونڈی سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اسے فروخت کرے۔ ❷

❶ کیونکہ مالک سے آزادی کا معاہدہ صرف رقم کے عوض میں تھا اور اب جبکہ وہ رقم ہی ادا نہیں کر سکا اس لیے یقیناً غلام ہی ہے۔

❷ "اُم ولد" ایسی لونڈی کو کہتے ہیں جس سے اس کے مالک کا بچہ پیدا ہو چکا ہو۔(۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُم ولد لونڈیوں کی بیع سے منع فرمایا اور کہا کہ ﴿ لا تباع ولا تورث يستمتع بها ما بدا له ' فإذا مات فهي حرة ﴾ "یہ لونڈی نہ تو ہبہ کی جا سکتی ہے اور نہ ہی میراث میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ جب تک مالک چاہے اس سے فائدہ اٹھائے اور جب فوت ہو جائے تو وہ لونڈی آزاد ہے۔"(۳)

جو لوگ اُم ولد لونڈیوں کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ كنا نبيع سرارينا أمهات الأولاد والنبي ﷺ حي لا يرى بذلك باسا ﴾ "ہم اپنی اُم ولد لونڈیوں کو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں فروخت کیا کرتے تھے آپ ﷺ اس میں کوئی قباحت و مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔"(۴)

(ابن حزمؒ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اگرچہ سنداً صحیح ہے لیکن اسے اس لیے دلیل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی اس عمل کا علم تھا۔(۵)

(خطابیؒ) ممکن ہے کہ پہلے یہ بیع جائز ہو پھر آخری عمر میں آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا ہو لیکن یہ بات زیادہ مشہور نہ ہوئی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے منع فرما دیا۔(٦)

---

(۱) [مذاہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: قفو الأثر (۱۷۸۸/٥ـ ۱۷۸۹) عون المعبود (۴۲۷/۱۰ـ ٤٣٥) نيل الأوطار (١٦٤/٤ـ ١٦٥)]

(۲) [نيل الأوطار (١٦٨/٤)]

(۳) [موطا (٧٧٦/٢) دارقطنی (١٣٤/٤) بیهقی (٣٤٢/١٠)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٣٤٥) كتاب العتق : باب في عتق أمهات الأولاد ' إرواء الغليل (١٧٧٧) ابو داود (٣٩٥٤) ابن حبان (٤٣٠٨) حاكم (١٩/٢) ابن ماجة (٢٥١٧) بیهقی (٣٤٧/١٠) الفتح الرباني (١٦١/١٤) موارد الظمآن (١٢١٦)]

(٥) [المحلى بالآثار (٢١٤/٨)]

(٦) [معالم السنن (٧٤/٤)]

(جمہور) اُم ولد کی بیع جائز نہیں۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اسی پر صحابہ کا اجماع ہے۔(۲)

(راجح) اُم ولد کی بیع مکروہ ہے حرام نہیں۔

حرام اس لیے نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے کسی صحیح حدیث میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں۔ جواز اس لیے نہیں کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس عمل کا علم تھا اور پھر بھی آپ ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔(۳)

وَعَتَقَتْ بِمَوْتِهِ اَوْبِتَخْيِيْرِهِ لِعِتْقِهَا	اور وہ (اُم ولد لونڈی) مالک کے فوت ہونے یا آزادی کا اختیار دینے سے آزاد ہو جائے گی۔ ❶

❶ (1) جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ فـاذا مات فهي حرة ﴾ ”اور جب مالک فوت ہو جائے تو وہ آزاد ہے۔“(٤)

(2) حضرت جویریہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم میراث میں چھوڑا اور نہ دینار اور نہ کوئی غلام اور نہ لونڈی اور نہ کوئی اور چیز۔ بس ایک سفید خچر' اپنا اسلحہ جنگ اور کچھ زمین جس کو آپ ﷺ نے صدقہ کر دیا تھا۔(٥)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ نے کوئی لونڈی نہیں چھوڑی حالانکہ یہ بات مسلّم ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی اُم ولد لونڈی تھیں' جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئیں۔(٦)
معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی زندگی میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ان کی اُم ولد لونڈی تھیں لیکن جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو وہ لونڈی نہ رہیں بلکہ آزاد ہو گئیں۔

(۱) [نیل الأوطار (١٦٩/٤)]
(۲) [المغنی (٥٨٧/١٤)]
(۳) [سبل السلام (١٠٥٨/٣) نیل الأوطار (١٧٠/٤)]
(٤) [موطا (٧٧٦/٢)]
(٥) [بخاری (٢٧٣٩) باب الوصایا : باب الوصایا]
(٦) [قفو الأثر (١٧٩٦/٥)]

باب الوقف ❶ وقف کا بیان

مَنْ حَبَّسَ مِلْكَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَارَ مُحَبِّسًا	جو شخص اپنی کوئی ملکیت فی سبیل اللہ وقف کر دے تو وہ وقف کنندہ ہو جائے گا۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ وقف باب وَقَفَ يَقِفُ (ضرب) سے مصدر ہے اس کا معنی ''ٹھہرنا' ٹھہرانا اور فی سبیل اللہ وقف کرنا'' ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: قربِ الٰہی کی غرض سے کسی مال کو بعینہ تصرف سے روک دینا اور مباح مصارف میں اس سے نفع پہنچانا۔(۲)

مشروعیت: انفاق فی سبیل کی تمام آیات اس کا ثبوت ہیں' جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۲]
''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔''

(2) ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ﴾ [البقرۃ : ۲۶۷]
''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔''

(3) ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الحدید : ۱۰]
''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے۔''

❷ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة أشياء : صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له ﴾ ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل ایسے ہیں جن کا ثواب اسے موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ' علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو اور صالح اولاد جو مرنے والے کے لیے دعا کرے۔''(۳)

(۱) [القاموس المحيط (ص/۱۱۱۲) المعجم الوسيط (ص/۱۰۱۴) المنجد (ص/۹۸۱)]
(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷۶۰۱/۱۰) فتح القدير (۳۷/۵) اللباب (۱۸۰/۲) الدر المختار (۳۹۱/۳) كشاف القناع (۲۶۷/۴)]
(۳) [مسلم (۱۶۳۱) كتاب الوصية : باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ' الأدب المفرد للبخاري (۳۸) ابو داود (۲۸۸۰) ترمذی (۱۳۷۶) أحمد (۳۷۲/۲) ابن خزيمة (۲۴۹۴) ابو يعلى (۳۴۳/۱۱) مشكل الآثار (۹۰/۱) بيهقي (۲۷۸/۶) شرح السنة (۲۳۷/۱)]

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک قطعہ زمین ملی تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں ایک زمین کا ٹکڑا ملا ہے اس سے بہتر مال مجھے اب تک کبھی نہیں ملا' آپ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ

﴿إن شئت حبست أصلها وتصدقت بها ' قال : فتصدق بها عمر أنه لا يباع ولا يوهب ولا يورث وتصدق بها في الفقراء وفي القربى وفي الرقاب وفي سبيل الله وابن السبيل والضيف ' ولا جناح على من وليها أن يأكل منها بالمعروف ويطعم غير متمول﴾

''اگر جی چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ لو اور پیداوار صدقہ کر دو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ نہ اسے فروخت کیا جائے گا' نہ اسے ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی۔ اسے آپ نے محتاجوں کے لیے' رشتہ داروں کے لیے اور غلام آزاد کرانے کے لیے' اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے اور مہمانوں کے لیے صدقہ (وقف) کر دیا اور یہ کہ اس کا متولی و نگران اگر دستور کے مطابق اس میں سے حسب ضرورت وصول کرے یا کسی محتاج کو دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔'' (١)

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں بئر رومہ (میٹھے پانی کا کنواں) خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (٢)

(4) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أما خالد فقد حبس أدراعه وأعتده في سبيل الله﴾ ''خالد نے تو اپنی تمام زر ہیں اور سامانِ حرب اللہ کے راستے میں وقف کر رکھا ہے۔'' (٣)

(ترمذیؒ) ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور متقدمین علما میں وقف کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ملتا۔ (٤)

(قرطبیؒ) وقف کا منکر اجماع کا منکر ہے۔ (٥)

(جمہور، ابوحنیفہؒ) زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ سب وقف کے جواز کے قائل ہیں۔ (٦)

---

(١) [بخاري (٢٧٣٧) كتاب الشروط : باب الشروط في الوقف ' مسلم (١٦٣٢ ' ١٦٣٣) ابو داود (٢٨٧٨) نسائی (٦/٢٣٠) ترمذی (١٣٧٥) ابن ماجة (٢٣٩٦) أحمد (٢/٥٥) طحاوی (٢/٢٤٩) بيهقى (٦/١٥٨) دارقطنی (٤/١٨٦)]

(٢) [حسن : إرواء الغليل (١٥٩٤) نسائی (٣٦٠٨) كتاب الأحباس : باب وقف المساجد ' ترمذی (٣٧٠٣) بخاری تعليقا (٢٣٥١) كتاب المساقاة : باب من رأى صدقة الماء وهبته ووصيته جائزة مقسوما كان أوغير مقسوم]

(٣) [بخاري (١٤٦٨) كتاب الزكاة : باب قول الله تعالىٰ وفي الرقاب والغارمين...... ' أحمد (٢/٣٢٢) ابو داود (١٦٢٣) نسائی (٢٤٦٤)]

(٤) [سنن ترمذی (٣/٦٦٠)]

(٥) [تفسير قرطبی (٦/٣٣٩)]

(٦) [نيل الأوطار (٤/٨٣) حاشية ابن عابدين (٤/٣٣٨)]

وَلَهُ اَنْ يَجْعَلَ غَلَّاتِهِ لِاَيِّ مَصْرَفٍ شَآءَ مِمَّا فِيْهِ قُرْبَةٌ ' وَلِلْمُتَوَلِّيْ عَلَيْهِ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ	اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کی پیداوار قربت ورضائے الٰہی کے جس مصرف میں چاہے صرف کرے ❶ اور وقف کے متولی کے لیے اس سے معروف طریقے سے فائدہ اٹھانا درست ہے۔ ❷

❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن شئت حبست أصلها وتصدقت بها﴾ ''اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ لو اور پیداوار صدقہ کر دو۔'' (۱)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق طور پر صدقہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقف کرنے والا اپنی مرضی سے کہیں بھی مال وقف کر سکتا ہے بشرطیکہ جائز مصارف میں ہو اور قربت الٰہی کی غرض سے ہو۔

واضح رہے کہ قربت الٰہی میں صرف آٹھ مصارف ہی شامل نہیں بلکہ وہ تمام مصارف شامل ہیں جہاں خرچ کرنے سے اجر وثواب کی امید کی جا سکتی ہے مثلاً:

- جانوروں کے کھانے کے لیے کچھ وقف کر دینا۔
- مسجد کے خادم کے لیے کچھ وقف کر دینا۔
- راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا۔
- باقی تمام اعمال بھی اسی پر قیاس کیے جائیں گے۔ (۲)

❷ صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ولا جناح على من وليها أن ياكل منها بالمعروف﴾ ''اور اس کا متولی ونگران اگر دستور کے مطابق اس میں سے حسب ضرورت وصول کر لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔'' (۳)

وَلِلْوَاقِفِ اَنْ يَجْعَلَ نَفْسَهُ فِيْ وَقْفِهِ كَسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ ' وَمَنْ وَقَفَ شَيْئًا مُضَارَّةً لِوَارِثِهِ كَانَ وَقْفُهُ بَاطِلًا	اور وقف کرنے والا اپنے آپ کو وقف میں عام مسلمانوں کی طرح سمجھے ❶ اور جو شخص اپنے ورثاء کے لیے کوئی ضرر رساں چیز وقف کرے تو اس کا وقف باطل ہے۔ ❷

❶ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من يشترى بئر رومة فيكون دلوه فيها كدلاء المسلمين﴾ ''کوئی ہے جو بئر رومہ (مدینہ کا ایک مشہور کنواں) خریدے اور اپنا ڈول اس میں اسی طرح ڈالے جس طرح اور مسلمان ڈالیں۔'' (٤)

(۱) [بخاری (۲۷۳۷) کتاب الشروط : باب الشروط فی الوقف ' مسلم (۱٦۳۲)]

(۲) [الروضة الندية (۳۳۷/۲)]

(۳) [بخاری (۲۷۳۷) کتاب الشروط : باب الشروط فی الوقف ' مسلم (۱٦۳۲)]

(٤) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ۲۳٥۱) کتاب المساقاة : باب من رأى صدقة الماء وهبته ووصيته جائزة ' نسائی (۳٦۳٦) کتاب الإحباس : باب وقف المساجد ' صحيح نسائی (۳۳۷۲) ترمذی (۳۷۰۳)]

❷ قرآن میں اکثر و بیشتر مقامات پر ضرر رسانی سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ چند آیات حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ﴾ [الطلاق : ٦]
''تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں خود رہتے ہو وہاں ان (طلاق یافتہ) عورتوں کو رکھو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ۔''

(2) ﴿ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ﴾ [البقرة : ٢٨٢]
''نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو۔''

(3) ﴿ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ﴾ [البقرة : ٢٣١]
''اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم و زیادتی کے لیے نہ روکو، جو شخص ایسا کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔''

(4) ﴿ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ﴾ [النساء : ١٢]
''اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جبکہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔''

(5) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام ﴾ ''اسلام میں نہ تو (کسی کو) تکلیف پہنچانا ہے اور نہ ہی پہنچائی گئی تکلیف سے زیادہ اذیت دینا ہے۔'' (١)

(6) حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من ضار أضر الله به ﴾ ''جس نے (کسی کو) تکلیف پہنچائی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے تکلیف پہنچائیں گے۔'' (٢)

وَمَنْ وَضَعَ مَالًا فِي مَسْجِدٍ أَوْ مَشْهَدٍ لَا يَنْتَفِعُ بِهِ أَحَدٌ جَازَ صَرْفُهُ فِي أَهْلِ الْحَاجَاتِ وَمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ وَمِنْ ذَٰلِكَ مَا يُوضَعُ فِي الْكَعْبَةِ وَفِي مَسْجِدِهِ ﷺ	جس شخص نے کوئی مال مسجد یا کسی خانقاہ میں رکھا جس سے کوئی فائدہ نہ اٹھاتا ہو اسے حاجت مندوں اور مسلمانوں کے مفادات میں صرف کرنا جائز ہے اور اسی سے وہ اشیا بھی ہیں جو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں رکھی جاتی ہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ میں حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے کہا ﴿ لقد هممت أن لا أدع فيها صفراء ولا بيضاء إلا قسمتها بين المسلمين ﴾ ''میرا ارادہ ہے کہ اس (کعبہ) میں موجود سونا اور چاندی مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردوں۔'' یہ سن کر حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ یہ کام اس لیے نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کے دو ساتھیوں (یعنی نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی ان دونوں کی پیروی کروں

---

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٨٩٦) كتاب الأحكام : باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره ' ابن ماجة (٢٣٤٠ ' ٢٣٤١) طبرانى كبير (١١/٣٠٢) نصب الراية (٤/٣٨٤)]

(٢) [حسن : صحيح ابن ماجة (١٨٩٧) كتاب الأحكام : باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره ' إرواء الغليل (٨٩٦) ابن ماجة (٢٣٤٢) ابو داود (٣٦٣٥) ترمذى (١٩٤٠) أحمد (١٥٧٥٥)]

گا۔'' (یعنی مسلمانوں کی ضروریات میں بہت زیادہ خرچ کرنا ان دونوں سے ثابت ہے لہٰذا میں بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے یہی کروں گا)۔(۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لولا أن قومك حديثوا عهد بجاهلية أو قال بكفر لأنفقت كنز الكعبة في سبيل الله ﴾ ''اگر تیری قوم جاہلیت یا کفر سے نئی نئی اسلام میں نہ آئی ہوتی تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتا۔''(۲)

یہ حکم قیامت تک باقی رہے گا کہ اگر مساجد کے غیر ضروری مال کو مساجد کے علاوہ دیگر مصارف مثلاً غرباء و مساکین میں صرف کرنے سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کرنا ہی بہتر ہے لیکن اگر ایسا کوئی خطرہ نہ ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ ایسے اموال جو فاضل ہیں انہیں محتاجوں اور مصلحت کے کاموں میں خرچ کر دیا جائے' ایک جگہ پر جمع ہو کر رہ جانے سے روک دیا جائے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جب کعبہ کے اموال کا یہ حکم ہے تو باقی مساجد کا بالأولی یہی حکم ہے۔

713- ایسا وقف مال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو......

اسے کنز بنانے کے مترادف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳٤ ـ ۳٥]

''جو لوگ سونے چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے۔ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔''

714- ایک ضروری وضاحت

مساجد میں وقف شدہ اموال اگر تو اشیائے ضروریہ' تدریس العلوم' تلاوت اور لوازمات نماز وغیرہ کے لیے ہوں تو باعث اجر و ثواب ہیں اور پھر کسی مسلمان کے لیے بھی ان سے اپنی ذاتی ضرورت کے لیے کچھ لینا جائز نہیں اور اگر محض تزئین و آرائش اور حسن و زیبائش کے لیے ہوں تو انہیں لے کر مسلمانوں کی حوائج و مصالح میں صرف کرنا دو وجوہات کی بنا پر لازم ہے۔

(1) کیونکہ یہ عمل منکر ہے کہ مال کو ایک جگہ جمع کر کے رکھ دیا جائے لہٰذا اس سے روکنا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ

(۱) [بخاری (۱۵۹٤' ۷۲۷۵) کتاب الحج : باب کسوة الكعبة' أحمد (۴۱۰/۳)]

(۲) [مسلم (۱۳۳۳) کتاب الحج : باب نقض الكعبة وبنائها]

نے یہی حکم دیا ہے۔

(2) مال کا ضیاع اسلام میں ممنوع ہے۔(۱)

وَ الْوَقْفُ عَلَى الْقُبُوْرِ لِرَفْعِ سُمْكِهَا اَوْتَزْيِيْنِهَا اَوْفِعْلِ مَا يَجْلِبُ عَلٰى زَائِرِهَا فِتْنَةً بَاطِلٌ	قبروں کی تعمیر وتزئین کے لیے یا زائرین کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے عمل کے لیے وقف کرنا جائز نہیں۔ ❶

❶ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ﴿أن لا يدع قبرا مشرفا إلا سواه ولا تمثالا إلا طمسه﴾ ''کہ وہ تمام اونچی قبروں کو برابر کر دیں اور مجسموں کو مسمار کر دیں۔''(۲)

معلوم ہوا کہ اونچی قبر کا وجود اسلام نے روا نہیں رکھا تو اونچی قبر بنانے کے لیے مال وقف کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

لہٰذا قبروں کی تزئین' (سنگ مرمر اور ماربل وغیرہ) ان پر مساجد کی تعمیر' چادریں اور پھول چڑھانے یا ایسے کسی بھی عمل کے لیے وقف کرنا جس سے زائر کے دل میں قبر کی تعظیم اجاگر ہو' جائز نہیں۔

قبروں پر دیگیں چڑھانے' نذر و نیاز یا جانور ذبح کرنے کے لیے وقف بھی جائز نہیں۔

نیز کسی بھی ایسے گناہ کے کام کے لیے جو زائرین کے لیے عقائد فاسدہ پیدا کرنے کا موجب ہو' وقف جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔(۳)

(۱) [الروضة الندية (۲/۳۳۹۔۳۴۰)]

(۲) [مسلم (۹۶۹) کتاب الجنائز : باب الأمر بتسوية القبر' ابو داود (۳۲۱۸) ترمذی (۱۰۴۹) نسائی (۲۰۳۱) احمد (۱/۸۹)]

(۳) [الروضة الندية (۲/۳۴۰۔۳۴۱)]

باب الهدية ❶ — ہدیہ کا بیان

يُشْرَعُ قُبُولُهَا وَمُكَافَأَةُ فَاعِلِهَا	ہدیہ قبول کرنا اور ہدیہ دینے والے کو بدلے میں کوئی تحفہ وغیرہ دینا مشروع ہے۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ هدیه تحفہ کے معنی میں ہے۔ باب أَهْدَى يُهْدِي (إفعال) ہدیہ دینا اور باب تَهَادَى يَتَهَادَى (تفاعل) ایک دوسرے کو ہدیہ دینا' کے معانی میں مستعمل ہیں۔ هدیه کی جمع هدايا ' هداوی اور اداو ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: بغیر عوض کے کسی شخص کو کوئی مال یا حق دے دینا ہدیہ کہلاتا ہے نیز ہبہ بھی اسی کے مترادف ہے۔(۲)

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لو دعيت إلى كراع أو ذراع لأجبت ولو أهدى إلى ذراع لقبلت﴾ "اگر مجھے کسی جانور کے کھر یا بازو کی طرف دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کروں گا اور اگر مجھے کوئی بازو یا کھر ہدیہ میں دیا جائے تو میں اسے بھی قبول کروں گا۔"(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿كان النبي ﷺ يقبل الهدية ويثيب عليها﴾ "نبی ﷺ ہدیہ قبول کرتے اور اس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔"(٤)

وَتَجُوزُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ	ہدیوں کا مسلمان اور کافر کے درمیان تبادلہ بھی جائز ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ﴾ [لقمان : ١٥]

"اور اگر وہ دونوں (یعنی والدین) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا' ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔"

مراد یہ ہے کہ اگر دین کے معاملات میں والدین رکاوٹ بنیں تو ان کی نہ مانو اور اگر دنیاوی معاملات ہوں تو ان

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/١٧٣٤) المنجد (ص/١٠٠٤)]

(۲) [المغنى (٥٩١/٥) الفقه الإسلامي وأدلته (٣٩٨١/٥)]

(۳) [بخاری (٥١٧٨) کتاب النکاح : باب من أجاب إلى كراع ' احمد (٢٠٩/٣) ترمذی (١٣٣٨) ابن حبان (٣٤٩/٧) ' (٥٢٦٧) بیهقی (١٦٩/٦) شرح السنة (٣٦/٧)]

(٤) [بخاری (٢٥٨٥) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب المكافأة في الهبة ' ابو داود (٣٥٣٦) ترمذی (١٩٥٣)]

کے ساتھ حسن سلوک سے ہی پیش آؤ خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو تحفے تحائف دیے جا سکتے ہیں۔

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أهدى كسرى رسول الله ﷺ فقبل منه ' وأهدى له قيصر فقبل منه ' وأهدت له الملوك فقبل منها ﴾ ''کسریٰ (ایران کے بادشاہ) نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے اسے قبول فرمایا' قیصر (روم کے بادشاہ) نے ہدیہ بھیجا تو آپ نے اسے بھی قبول فرمایا' اسی طرح مختلف بادشاہوں نے آپ کو ہدیے بھیجے آپ نے ان سب کو قبول فرمایا۔'' (۱)

(3) حضرت أسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ (مدینہ منورہ) آئیں۔ میں نے آپ ﷺ سے ان کے متعلق پوچھا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے الگ ہیں (کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ نعم ' صلي أمك ﴾ ''ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔'' (۲)

امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ ﴾ [الممتحنة : ۸] ''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا۔'' اسی عورت کے متعلق نازل فرمائی۔ (۳)

(4) دومۃ الجندل کے سردار نے آپ ﷺ کو ایک ریشمی جبہ بطور ہدیہ دیا۔ (٤)

(5) آپ ﷺ نے وفد ثقیف کا ہدیہ بھی قبول فرمایا۔ (٥)

(6) فروہ جذامی نے جو آپ ﷺ کو خچر ہدیہ میں دیا تھا آپ ﷺ نے یوم حنین کو اس پر سواری کی۔ (٦)

(7) یہودی عورت نے آپ ﷺ کو زہر آلود بکری کا ہدیہ دیا آپ ﷺ نے اسے قبول کیا۔ (۷)

(8) یوحنا بن روبہ نے نبی ﷺ کو سفید خچر ہدیہ میں دیا۔ (۸)

---

(۱) [صحيح : صحيح ترمذى ' ترمذى (۱۵۷۲) كتاب السير عن رسول الله : باب ما جاء فى قبول هدايا المشركين الفتح الربانى (۱٥/۱٦۸)]

(۲) [بخارى (۵۹۷۹) كتاب الأدب : باب صلة المرأة أمها ولها زوج]

(۳) [بخارى (۵۹۷۸) كتاب الأدب : باب صلة للوالد المشرك]

(٤) [بخارى (۲٦۱٥ ' ۲٦۱٦ ' ۳۲٤۸) كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب قبول الهدية من المشركين]

(٥) [ضعيف : ضعيف نسائى (۲٤۱) كتاب العمرى : باب عطية المرأة بغير إذن زوجها ' نسائى (۳۷۸۹)]

(٦) [مسلم (۱۷۷٥) كتاب الجهاد والسير : باب فى غزوه حنين]

(۷) [بخارى (۲٦۱۷) كتاب الهبة : باب قبول الهدية من المشركين ' مسلم (۲۱۹۰)]

(۸) [تلخيص الحبير (۳/۱٥٥)]

(9) رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کی بطور ہدیہ دی ہوئی لمبے آستین کی پوستین پہنی۔(۱)

آئندہ حدیث بظاہر گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ نے حالت مشرک میں ایک اونٹنی رسول اللہ ﷺ کو بطور ہدیہ دی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إني نهيت عن زبد المشركين﴾ ''مجھے مشرکین کی میل کچیل (قبول کرنے سے) منع کیا گیا ہے۔''(۲)

ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے:

(1) ممکن ہے کہ ممانعت کی حدیث منسوخ ہو چکی ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ہدیے قبول فرمائے ہیں۔(۳)

(2) تحفہ رد کر کے غصے کا اظہار محض اس لیے کیا تا کہ یہ چیز اسے اسلام پر ابھارے۔

(3) مشرک کی محبت دل میں پیدا ہو جانے کے اندیشے سے آپ نے رد کر دیا۔

(4) آپ ﷺ نے صرف اُن مشرکوں کے ہدیے قبول کیے جو اہل کتاب تھے۔

(5) ممانعت اُس ہدیے میں تھی جو خاص آپ ﷺ کے لیے تھا اور آپ نے اُس ہدیے کو قبول کیا جو تمام مسلمانوں کے لیے تھا۔(٤)

(راجح) آپ ﷺ نے ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کیا جو اپنے ہدیے کے ذریعے محض دوستی و موالاۃ چاہتا تھا اور ان لوگوں کے ہدیے آپ نے قبول فرمائے جن سے یہ امید ہوتی تھی کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت و الفت اتر جائے گی۔(٥)

اسے (ہدیہ) واپس لینا حرام ہے۔ ❶	وَيَحْرُمُ الرُّجُوعُ فِيهَا

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿العائد في هبته كالكلب يقيئ ثم يعود في قيئه﴾ ''ہبہ کر کے واپس لینے والا اُس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر اسے چاٹ لیتا ہے۔''(٦)

(احناف) کسی شرعی رکاوٹ کے بغیر ہبہ واپس لینا جائز ہے۔(۷)

(۱) [**ضعیف** : ضعيف ابو داود (٨٧٤) كتاب اللباس : باب من كرهه ' ابو داود (٤٠٤٧)]

(۲) [**صحیح** : صحيح ابو داود (٢٦٣٠) كتاب الخراج والإمارة والفيئ : باب في الإمام يقبل هدايا المشركين ' ابو داود (٣٠٥٧) ترمذی (١٥٧٧) فتح الباری (٢٣١/٥) الفتح الربانی (١٦٩/١٥)]

(۳) [معالم السنن للخطابی (٤١/٣)]

(٤) [نيل الأوطار (٦٢/٤)]

(٥) [فتح الباری (٥٥١/٥)]

(٦) [بخاری (٢٦٢١ ' ٢٦٢٢) كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها ' باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته وصدقته]

(۷) [حلية العلماء (٥٢/٦) المبسوط (٥٢/١٢) شرح فتح القدير (٤٩٩/٧) الكافی (ص/٥٣١)]

احناف کا یہ مؤقف درست نہیں کیونکہ گذشتہ صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

715- کیا والد بچے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے؟

ہاں والد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دیا ہوا کوئی عطیہ یا تحفہ واپس لے سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يحل للرجل أن يعطى العطية فيرجع فيها إلا الوالد فيما يعطى ولده ﴾ ''کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنا دیا ہوا عطیہ واپس لے سوائے والد کے جو وہ اپنے بچے کو دیتا ہے۔'' (۱)

716- ایک ضعیف روایت

جس روایت میں ہے کہ ''ذی محرم کو دیا ہوا عطیہ واپس نہیں لیا جائے گا۔'' وہ ضعیف و نا قابل حجت ہے۔ (۲)

وَتَجِبُ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْأَوْلَادِ	اور (ہدیہ کے وقت) اولاد کے درمیان مساوات کو ملحوظ رکھنا واجب ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن أباه أتى به إلى رسول الله فقال : إني نحلت ابني هذا غلاما فقال : أكل ولدك نحلت مثله ، قال : لا ، قال : فارجعه ﴾ ''ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر (اس سے بھی) واپس لے لو۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اتقوا الله واعدلوا بين أولادكم ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔'' (۳)

(2) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا ﴿ اعدلوا بين أبنائكم ﴾ ''اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔'' (٤)

(جمہور) اولاد کے درمیان برابر عدل و انصاف سے کام لینا مستحب ہے کیونکہ حدیث میں حکم استحباب کے لیے ہے۔ (اور انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے دس جوابات دیے ہیں جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **فتح الباری** میں اور امام

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳۰۲۳) کتاب البیوع : باب الرجوع فی الهبة ' ابو داود (۳۵۳۹) ترمذی (۲۱۳۳) نسائی (۳۷۰۳) ابن ماجة (۲۳۷۷) ابن حبان (۵۱۰۱) حاکم (۴٦/۲) شرح معانی الآثار (۷۹/٤) دار قطنی (٤۲/۳) بیهقی (۱۸۰/٦)]

(۲) [حاکم (۵۲/۲) دار قطنی (٤٤/۳) نیل الأوطار (۷۰/٤)]

(۳) [بخاری (۲۵۸٦) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب الهبة للولد ' مسلم (۱٦۲۳) احمد (۲٦۸/٤) مؤطا (۷۵۱/۲) ترمذی (۱۳٦۷) ابن ماجة (۲۳۷٦) حمیدی (٤۱۱/۲) شرح معانی الآثار (۸٤/٤) دار قطنی (٤۲/۳) بیهقی (۱۷٦/٦) شرح السنة (٤۲۵/٤)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳۰۲۸) کتاب البیوع : باب فی الرجل يفضل بعض ولده فی النحل ' ابو داود (۳۵٤٤) نسائی (۲٦۲/٦) احمد (۲۷۵/٤)]

ؒ نے نیل الأوطار میں نقل فرمایا ہے۔(۱)

یفہؒ،شافعیؒ) اولاد کے درمیان انصاف نہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر ایسا کر دیا جائے تو نافذ ہو جائے گا۔(۲)

ح) حدیث میں حکم وجوب کے لیے ہے کیونکہ اسے وجوب سے پھیر کر استحباب کی طرف منتقل کرنے والی کوئی دلیل نہیں۔

قیمؒ) جو بات حدیث میں ہے اس سے زیادہ ظاہر و راجح کوئی قیاس نہیں ہو سکتا۔(۳)

یؒ) انہوں نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے سے پہلے بیان کیا ہے کہ ((إذا أعطی بعض ولده شیئا لم حتی یعدل بینهم ویعطی الآخر مثله)) ''اپنے بعض لڑکوں کو اگر کوئی چیز ہبہ میں دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام کو برابر نہ دے یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا۔''(٤)

وَالرَّدُّ لِغَیْرِ مَانِعٍ شَرْعِیٍّ مَکْرُوْهٌ	کسی شرعی رکاوٹ کے بغیر ہدیہ واپس کرنا مکروہ ہے۔ ❶

جیسا کہ مسلمان تو درکنار کفار و مشرکین کے ہدیے بھی رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمائے اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے لیے بلاوجہ ہدیوں کو ٹھکرانا نہیں چاہیے۔

شرعی موانع میں 'اہل سلطہ اشخاص کو مائل کرنے کے لیے ہدیے (یعنی رشوت)' یا کاہن کے معاوضہ سے 'زانیہ کی اجرت یا کسی حرام چیز سے دیے ہوئے ہدیے شامل ہیں۔(٥)

❀❀❀

[فتح الباری (٥/٢٣١) نیل الأوطار (٤/٦٥)]

[شرح السنة (٨/٢٩٧)]

[أعلام الموقعین (٢/٣٢٩)]

[بخاری (قبل الحدیث/ ٢٥٨٦)]

[الروضة الندیة (٢/٣٤٩)]

باب الهبة ❶ — ہبہ کا بیان

إِنْ كَانَتْ بِغَيْرِ عِوَضٍ فَلَهَا حُكْمُ الْهَدِيَّةِ فِيْ جَمِيْعِ مَا سَلَفَ	اگر یہ بغیر بدلے کے ہو تو اس کا حکم تمام گذشتہ معاملات میں ہدیہ جیسا ہے۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ هبة 'باب وَهَبَ يَهِبُ (ضرب) سے مصدر ہے۔اس کا معنی ''ہبہ کرنا' یا عطیہ دینا'' ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: بغیر عوض کے کسی شخص کو کوئی مال یا حق دینا۔ہدیہ بھی اسی کو کہتے ہیں۔(۲)

مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوْهُ هَنِيْئاً مَّرِيْئاً ﴾ [النساء : ٤]
''اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔''

(2) ﴿ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلَ ﴾ [البقرة : ۱۷۷]
''جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کو دے۔''

(3) ﴿ تهادوا تحابوا ﴾ ''ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو (تا کہ) باہمی محبت قائم ہو سکے۔''(۳)

(4) ﴿ لاتحقرن جارة أن تهدى لجارتها ولو فرسن شاة ﴾ ''ہرگز کوئی پڑوسن اپنی دوسری پڑوسن کے لیے (معمولی ہدیہ کو بھی) حقیر نہ سمجھے خواہ بکری کے کھر کا ہی کیوں نہ ہو۔''(٤)

❷ کیونکہ لغوی وشرعی اعتبار سے ہبہ ہدیہ ہی ہے۔

گذشتہ معاملات سے مراد یہ ہے: کافر سے ہدیہ قبول کرنا' ہدیہ دے کر واپس نہ لینا' اولاد کے درمیان انصاف کرنا اور بغیر کسی شرعی مانع کے ہدیہ واپس نہ کرنا۔

وَإِنْ كَانَتْ بِعِوَضٍ فَهِيَ بَيْعٌ وَلَهَا حُكْمُهُ	اگر یہ کسی عوض کے بدلے ہو تو یہ بیع ہے اور اس کا حکم بھی بیع جیسا ہی ہے۔ ❶

❶ کیونکہ بیع میں باہمی رضا مندی اور معاوضے کا اعتبار ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں ہبہ بالعوض میں اس وقت موجود ہوتی ہیں جب عوض ہبہ کے وقت ہی دیا جائے اگر ایسا نہ ہو تو یہ ہدیہ ہے۔

(۱) [لسان العرب (۱۵/٤۱۱) المنجد (ص/۹۸۸)]
(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۳۹۸۱/۵)]
(۳) [موطا : کتاب الجامع : باب ماجاء فی المهاجرة' بخاری فی الأدب المفرد (۵۹٤)]
(٤) [بخاری (۲۵٦٦) کتاب الهبة وفضلها : باب]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر ہبہ بلا عوض ہو تو ہدیہ ہے اور اس کے لیے گذشتہ ہدیے کے احکامات ہوں گے اور اگر بالعوض ہے تو اس پر بیع کے گذشتہ احکامات لاگو ہوں گے۔(۱)

عمریٰ ❶ اور رقبیٰ ❷ اس شخص کے لیے ملکیت کو واجب کر دیتے ہیں جس کے لیے ان کا اقرار کیا گیا ہو اور اس کے بعد وہ اس کے ورثاء کے لیے ہوں گی انہیں واپس لینا جائز نہیں۔ ❸	وَالْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى تُوْجِبَانِ الْمِلْكَ لِلْمُعْمَرِ وَالْمُرْقَبِ وَلِعَقِبِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ لَا رُجُوْعَ فِيْهِمَا

❶ لفظِ عمریٰ عمر سے ماخوذ ہے یعنی وہ چیز جو زندگی بھر کے لیے دی جائے۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جاہلیت میں ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو گھر دیتا تو کہتا ((أبحتها لك مدة عمرك و حياتك)) ''میں نے اسے تیری عمر اور زندگی کی مدت تک مباح قرار دیا ہے۔ پھر کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں کے لیے عمریٰ ہے۔(۲)

❷ لفظِ رقبیٰ مراقبہ سے ماخوذ ہے' اس کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں دونوں ایک دوسرے کے مرنے کا انتظار کرتے ہیں تا کہ وہ چیز اس کی طرف لوٹ آئے (جو زندہ رہ گیا ہے) اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو کچھ ہبہ کرے اس شرط پر کہ اگر تم پہلے فوت ہو گئے تو یہ چیز میری طرف لوٹ آئے گی اور اگر میں پہلے فوت ہو گیا تو یہ تمہاری ہو جائے گی۔(۳)

❸ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ العمرى جائزة ﴾ ''عمریٰ جائز ہے۔''
صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ العمرى ميراث لأهلها ﴾ ''عمریٰ اپنے اہل کی میراث ہے۔''(٤)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ قضى رسول الله بالعمرى لمن وهبت له ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ کا فیصلہ اسی شخص کے لیے کیا جس کے لیے اسے ہبہ کیا گیا ہے۔''(٥)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تعمروا و لا ترقبوا فمن أعمر شيئا أو أرقبه فهو له حياته و مماته ﴾ ''نہ تم عمریٰ کرو نہ رقبیٰ' جس نے عمریٰ یا رقبیٰ دیا تو وہ چیز اسی کے لیے ہے (جس کے لیے اسے ہبہ کیا گیا) زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی (یعنی وفات کے بعد ورثاء اس کے مستحق ہوں گے)۔''(٦)

(۱) [الروضة الندية (۲/ ۳۵۰)]
(۲) [المنجد (ص/ ۵۸۲) نيل الأوطار (٤/ ٧٤) الروضة الندية (۲/ ۳۵۰) قفو الأثر (۳/ ۱۱۳۸)]
(۳) [المنجد (ص/ ۳۰٦) أيضا]
(٤) [بخاري (۲٦۲٦) كتاب الهبة وفضلها : باب ' مسلم (۱٦۲۵) كتاب الهبات : باب العمرى ' ابو داود (۳۵٤۸) نسائي (٦/ ۲۷۷) احمد (۲/ ٤۲۹) طحاوى (٤/ ۹۲) بيهقي (٦/ ۱۷٤)]
(٥) [بخاري (۲٦۲۵) كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب ما قيل في العمرى والرقبى]
(٦) [**صحيح** : صحيح نسائي (۳٤۹۳) كتاب العمرى : باب ذكر اختلاف الفاظ الناقلين لخبر جابر في العمرى ' نسائي (۳۷٦۳) احمد (۲/ ۲٦)]

واضح رہے کہ "رقبی" ایک دوسرے کی موت کے انتظار کی صورت میں جائز نہیں کیونکہ اس کی دلیل ﴿ هـي لك مـ عشت فإنها ترجع إلى صاحبها ﴾ "رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور "رقبی" کی جائز صورت وہ ہے جب یہ عمری کے معنی میں ہو جیسا کہ پیچھے دلائل ذکر کر دیے گئے ہیں۔" (۱)

اس کی تین صورتیں ہیں:

(1) مطلق طور پر عمر بھر کے لیے ہبہ کر دینا۔

(2) موہوب کی زندگی کی شرط پر دینا۔

(3) یوں کہنا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور تمہارے بعد تمہارے ورثاء کے لیے ہے۔

تیسری صورت جمہور کا موقف ہے اور یہی راجح ہے۔(۲)

❀❀❀

(۱) [الروضة الندية (۲/ ۳۵۰) نيل الأوطار (۷٤/٤)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۲۸۲/۵) نيل الأوطار (۷٤/٤) قفو الأثر (۱۱۳۹/۳)]

كتاب الأيمان

قسموں کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ ﴾ [المائدة : ٨٩]

''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ الكبائر......واليمين الغموس ﴾

''کبیرہ گناہ یہ ہیں......اور جھوٹی قسم۔''

[بخاری (٦٦٧٥) كتاب الأيمان والنذور: باب اليمين الغموس]

کتاب الأیمان ❶

قسموں کے مسائل

اَلْحَلْفُ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِاسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْصِفَةٍ لَهُ	قسم صرف اللہ کے نام کی ❷ یا اس کی صفت ❸ کی اٹھائی جا سکتی ہے۔

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ أیمان یمین کی جمع ہے۔ اس کا معنی ''قسم، قوت اور دایاں ہاتھ'' مستعمل ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: ایسے مضبوط عقد کا نام ہے جس کے ذریعے حالف کسی فعل کے کرنے یا اسے چھوڑنے کا عزم کرتا ہے۔(۲)

مشروعیت: اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم اٹھائی ہے اور اپنے نبی کو بھی اس کا حکم دیا ہے۔

(1) ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴾ [اللیل : ۱]

''رات کی قسم جب وہ ڈھانپ لے۔''

(2) ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴾ [الشمس : ۱]

''قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔''

(3) ﴿ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴾ [الفجر : ۱-۲]

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔''

(4) ﴿ وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ ﴾ [التین : ۱-۲]

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔''

(5) ﴿ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴾ [النازعات : ۱]

''ڈوب کر سختی سے کھینچنے والوں کی قسم۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تین مقامات پر قسم کا حکم دیا ہے:

(1) ﴿ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴾ [یونس : ۵۳]

''آپ فرما دیجیے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی وہ واقعی سچ ہے اور تم کسی طرح اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔''

(2) ﴿ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ﴾ [سبا : ۳]

''آپ کہہ دیجیے! کہ مجھے میرے رب کی قسم وہ یقیناً تم پر آئے گی۔''

(۱) [المنجد (ص/۱۰۳۷) لسان العرب (۴۵۷/۱۵)]

(۲) [المبسوط (۱۲۶/۸) فتح القدیر (۲/۴) تبیین الحقائق (۱۰۶/۳)]

(3) ﴿ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ﴾ [التغابن : ۷]
"آپ کہہ دیجیے! کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔"

❷ (1) مشرکین قیامت کے روز یوں کہیں گے:
﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۳]
"قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی! ہم مشرک نہیں تھے۔"

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں قسم اٹھائی تھی:
﴿ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾ [الأنبیا : ۵۷]
"اور اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کے ساتھ جب تم علیحدہ پیٹھ پھیر کر چل دو گے ایک چال چلوں گا۔"

(3) ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ﴾ [فاطر : ٤٢]
"اور ان کفار نے اللہ تعالیٰ کی بڑی زوردار قسم اٹھائی تھی۔"

(4) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فمن كان حالفا فليحلف بالله ﴾ "پس جو قسم اٹھانا چاہے تو اللہ کی قسم اٹھائے۔"(۱)

❸ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ كانت يمين النبي ﷺ : لا ومقلب القلوب ﴾ "نبی ﷺ ان الفاظ میں قسم اٹھاتے تھے " لَا وَمُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ "۔(۲)

(2) رسول اللہ ﷺ سے قسم کے یہ الفاظ بھی ثابت ہیں ﴿ والذي نفسي بيده ﴾ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔"(۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام کو جنت کی طرف روانہ فرمایا اور کہا کہ جنت اور اس میں رہنے والوں کے لیے جو میں نے تیار کیا ہے اسے دیکھو۔ جب جبرئیل علیہ السلام دیکھ کر واپس لوٹے تو انہوں نے کہا ﴿ وعزتك لا يسمع بها أحد إلا دخلها ﴾ "تیری عزت کی قسم! جو بھی اس کے متعلق سن لے گا وہ تو اس میں داخل ہو کر رہے گا۔"(٤)

وَيَحْرُمُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ	اس کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا حرام ہے۔❶

❶ دور جاہلیت میں مشرکین اپنے شرکاء و معبودانِ باطلہ کی قسمیں کھاتے تھے۔(٥)

(۱) [بخاری (٦٦٤٦) کتاب الأیمان والنذور : باب لاتحلفوا بآبائکم]
(۲) [بخاری (٦٦٢٨) کتاب الأیمان والنذور : باب کیف کانت یمین النبی]
(۳) [(٦٦٢٩) أیضا]
(٤) [حسن صحیح : صحیح نسائی (٣٥٢٣) کتاب الأیمان والنذور : باب الحلف بعزة الله ' نسائی (٣٧٩٤) ابو داود (٤٧٤٤)]
(٥) [الروضة الندیة (٣٥٦/٢)]

اسلام نے اس سے روک دیا۔

(1) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا ﴿إن اللہ ینھاکم أن تحلفوا بآبائکم فمن کان حالفا فلیحلف باللہ أو لیصمت﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے والدین کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے جو قسم کھانا چاہے تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔''(۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من حلف بغیر اللہ فقد أشرك ' وفی روایة ' فقد کفر﴾ ''جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائی یقیناً اس نے شرک کیا۔'' اور ایک روایت میں کہ ''پس یقیناً اس نے کفر کیا۔''(۲)

بعض حضرات نے یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ ایک طرف تو غیر اللہ کی قسم اٹھانے کی ممانعت ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ یعنی مخلوقات وغیرہ کی قسم اٹھائی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴾ [الشمس : ۱]

''سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے دیہاتی کے متعلق کہا ﴿أفلح وأبیه إن صدق﴾ ''اس کے باپ کی قسم! وہ کامیاب ہو گیا اگر اس نے سچ کہا ہے۔''(۳)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

(1) اس جیسی قسموں میں ''رب'' کا لفظ مضمر ہے جیسے وَرَبِّ الشَّمْسِ اور وَرَبِّ أَبِیهِ وغیرہ۔

(2) ایسی قسمیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

(3) '' أفلح وأبیه '' کے الفاظ ثابت ہی نہیں بلکہ یہ لفظ ثابت ہیں '' أفلح واللہ إن صدق'' جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ نے یہ وضاحت کی ہے۔

(4) ممانعت ایسی قسم سے ہے جسے غیر اللہ کی تعظیم کی غرض سے اٹھایا جائے جب کہ وہ قسم ممنوع نہیں ہے جسے عرب لوگ کلام میں تاکید پیدا کرنے کے لیے اٹھایا کرتے تھے تاہم یہ مکروہ ضرور ہے کیونکہ غیر اللہ کی قسم سے ممانعت صحیح دلائل سے ثابت ہے۔

---

(۱) [بخاری (۶۱۰۸) کتاب الأدب : باب من لم یر إکفار من قال ذلك متأولا أو جاھلا ' مسلم (۱۶۴۶) احمد (۱۱/۲) ابو داود (۳۲۴۹) ترمزی (۱۵۳۴) مشکل الآثار (۳۵۵/۱) ابن ماجة (۲۰۹۴) دارمی (۱۸۵/۲) بیھقی (۲۹/۱۰) مؤطا (۴۸۰/۲) شرح السنة (۳/۱۰) الحلیلة لأبی نعیم (۱۶۰/۹) حمیدی (۶۸۶)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۷۸۷) کتاب الأیمان والنذور : باب کراھیة الحلف بالآ باء ' ابو داود (۳۲۵۱) ترمذی (۱۵۳۵) حاکم (۵۲/۱) احمد (۳۴/۲)]

(۳) [مسلم (۱۱) کتاب الأیمان : باب بیان الصلوات التی ھی أرکان الإسلام]

(راجح) آخری قول ہی راجح ہے۔(۱)

717- قرآن کی قسم اٹھانا

قرآن کی قسم اٹھانا جائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی صفتِ کلام ہے۔ اکثر و بیشتر فقہا نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۲)

وَمَنْ حَلَفَ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدْ اِسْتَثْنٰى وَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ	جس شخص نے قسم کے وقت اِن شاءاللہ کہا تو اس نے استثناء کر دیا اب اس کی قسم کسی صورت نہیں ٹوٹے گی۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من حلف فقال إن شاء الله لم يحنث﴾ ''جس نے قسم اٹھاتے وقت اِن شاءاللہ کہہ دیا اس پر قسم توڑنے کا کفارہ نہیں۔''(۳)

(2) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ قسم اٹھا کر کہا ﴿والله لأغزون قريشا﴾ ''اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔'' پھر آخر میں آپ ﷺ نے کہا ﴿إن شاء الله﴾ ''اگر اللہ نے چاہا'' اور پھر آپ نے ان سے غزوہ نہ کیا۔(٤)

(3) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں ضرور بضرور ایک رات میں اپنی ستر (70) بیویوں کے قریب جاؤں گا اور ان میں سے ہر ایک بچہ جنے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کے متعلق فرمایا ﴿لو قال إن شاء الله لم يحنث﴾ ''اگر وہ اِن شاءاللہ کہہ دیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی۔''(٥)

(4) اس مسئلے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(٦)

وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى شَيْءٍ فَرَأٰى غَيْرَهُ خَيْرًا مِّنْهُ فَلْيَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهِ	جس شخص نے کسی چیز کی قسم اٹھائی پھر اسے بہتر کام نظر آیا تو وہ بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ ❶

❶ (1) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا حلفت على يمين فرأيت غيرها خيرا منها فأت الذى هو خير وكفر عن يمينك ' وفى لفظ ' فكفر عن يمينك وأت الذى هو خير﴾

(۱) [سبل السلام (١٨٧/٤) قفو الأثر (١٦٧٧/٥) الروضة الندية (٣٥٧/٢)]

(۲) [المغنى (٢٩٥/٨) الشرح الكبير (١٢٧/٢) بدائع الصنائع (٨/٣) الدر المختار (٥٦/٣) فتح القدير (٩/٤)]

(۳) [**صحيح** : إرواء الغليل (٢٥٧٠) ترمذى (١٥٣٢) كتاب النذور والأيمان : باب ماجاء فى الاستثناء فى اليمين ' احمد (٣٠٩/٢) ابن ماجة (٢١٠٤) نسائى (٣٨٥٥) موارد الظمآن (١١٨٥) حاكم (٣٠٣/٤) تلخيص الحبير (١٦٧/٤) نصب الراية (٢٣٤/٣)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٢٨١١) كتاب الأيمان والنذور : باب الحالف يستثنى بعد ما يتكلم ' ابو داود (٣٢٨٥) بيهقى (٤٨/١٠)]

(٥) [بخارى (٦٦٣٩ ' ٣٤٢٤) كتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى ووهبنا لداود وسليمان......]

(٦) [عارضة الأحوذى (١٣/٧)]

''جب تم کسی کام پر قسم اٹھاؤ اور اس کے مخالف کام کو بہتر سمجھو تو بہتر کام کر لو اور قسم کا کفارہ ادا کر دو۔'' اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ''قسم کا کفارہ ادا کر دو اور بہتر کام کر لو۔'' (۱)

(ابو حنیفہؒ) یہ جائز نہیں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا جائے۔

(شافعیؒ) ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ (۲)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف راجح ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث میں دونوں صورتوں کا ذکر ہے اور امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ((الکفارۃ قبل الحنث و بعدہ)) ''قسم توڑنے سے پہلے اور بعد میں کفارہ ادا کرنا۔''

وَمَنْ أُكْرِهَ عَلَى الْيَمِينِ فَهِيَ غَيْرُ لَازِمَةٍ وَلَا يَأْثَمُ بِالْحِنْثِ فِيهَا	جسے قسم اٹھانے پر مجبور کیا جائے تو قسم اس پر لازم نہیں ہوگی اور اسے توڑنے سے وہ گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ [النحل : ۱۰۶]

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ رفع عن أمتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیه ﴾ ''میری امت سے خطا' نسیان اور جس کام پر مجبور کیا گیا ہو' اس کا گناہ مٹا دیا گیا ہے۔'' (۳)

(3) امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((النیة فی الأیمان)) ''قسموں میں نیت کا بیان'' اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے ﴿ إنما الأعمال بالنیات ﴾ ''عملوں کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے۔'' (٤)

درج بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ قصداً اگر کسی کام پر قسم اٹھائی جائے تب ہی اسے پورا کرنا لازم ہوگا اور اسے توڑنے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا پڑے گا بصورت دیگر ایسا کچھ ضروری نہیں ہے نیز فقہا نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ قسم میں شرط ہے کہ انسان کو مجبور نہ کیا گیا ہو۔ (٥)

---

(۱) [بخاری (٦٦٢٢) کتاب الأیمان والنذور : باب قول اللہ تعالی : لایؤاخذکم اللہ باللغو فی أیمانکم...... ' احمد (٦٢/٥) دارمی (١٨٦/٢) ابو داود (٣٢٧٨) نسائی (١٠/٧) بیہقی (٥٢/١٠) مسند طیالسی (١٣٥١)]

(۲) [سبل السلام (١٨٨٢/٤) الروضة الندیة (٣٦١/٢) قفو الأثر (١٦٨٣/٥)]

(۳) [**صحیح** : إرواء الغلیل (٨٢) ابن ماجة (٢٠٤٥) کتاب الطلاق : باب طلاق المکرہ والناسی ' شرح معانی الآثار (٩٥/٣) طبرانی کبیر (١٣٣/١١) دار قطنی (١٧٠/٤) حاکم (١٩٨/٢) بیہقی (٣٥٦/٧)]

(٤) [بخاری (٦٦٨٩) کتاب الأیمان والنذور]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فقه السنة (٨٠/٣) الفقه الإسلامی وأدلته (٢٤٧٦/٤) السیل الجرار (٦/٤)]

وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ هِیَ الَّتِیْ یَعْلَمُ الْحَالِفُ کَذِبَهَا ' وَلَا مُؤَاخَذَةَ بِاللَّغْوِ	اور جھوٹی قسم وہ ہے جس کا جھوٹ قسم اٹھانے والے کے علم میں ہو اور ❶ لغو (بے مقصد) قسموں پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ ❷

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَتَّخِذُوْا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ [النحل : ۹۴]

''اور تم اپنی قسموں کو آپس کی دغابازی کا بہانہ نہ بناؤ' پھر تو تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگا جائیں گے اور تمہیں سخت سزا برداشت کرنا پڑے گی کیونکہ تم نے اللہ کی راہ سے روک دیا اور تمہیں بڑا سخت عذاب ہوگا۔''

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' (ناحق) کسی جان کو قتل کرنا' ﴿ والیمین الغموس ﴾ ''اور جھوٹی قسم۔'' (۱)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ ﴿ وما الیمین الغموس؟ ﴾ ''اور جھوٹی قسم سے کیا مراد ہے؟'' تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ﴿ الذی یقتطع بها مال امرئ مسلم هو فیها کاذب ﴾ ''جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال اُڑا یا جائے حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو۔'' (۲)

(4) اکثر فقہا کی یہ رائے ہے کہ یمین غموس وہ ہے جس کا بطلان قسم اٹھانے والے کے علم میں ہو۔ (۳)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ﴾ [المائدۃ : ۸۹]

''اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں فرماتا لیکن اس پر مؤاخذہ فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو (قصداً) مضبوط کر دو۔''

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ آیت کا مصداق ایسے شخص کو ٹھہراتی ہیں جو اس طرح بار بار قسمیں کھائے ﴿ لا واللہ بلی واللہ ﴾ ''نہیں اللہ کی قسم' ہاں اللہ کی قسم۔'' (٤)

واضح رہے کہ قسم کی تین اقسام ہیں:

(1) لغو (2) غموس (3) معقدہ

لغو قسم وہ ہے جو انسان بات بات میں عادتاً بغیر ارادے اور نیت کے کھاتا رہتا ہے اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ غموس وہ جھوٹی

(۱) [بخاری (٦٦٧٥) کتاب الأیمان والنذور : باب الیمین الغموس]

(۲) [بخاری (٦٩٢٠) کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم : باب إثم من أشرك بالله وعقوبته فی الدنیا والآخرة]

(۳) [سبل السلام (١٨٨٨/٤) مؤطا (٤٧٧/٢) الروضة الندية (٣٦٢/٢) فقه السنة (٨١/٣)]

(٤) [بخاری (٦٦٦٣) کتاب الأیمان والنذور : باب لا یؤاخذکم الله باللغو فی أیمانکم]

قسم ہے جو انسان دھوکہ اور فریب دینے کے لیے کھائے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے لیکن اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ معقدہ وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں تاکید اور پختگی کے لیے ارادۃً اور نیۃً کھائے۔ ایسی قسم اگر توڑے گا تو اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔(۱)

(مالکؒ، احناف) کسی چیز کو سچا گمان کرتے ہوئے اس پر قسم اٹھانا لغو قسم ہے۔(۲)

(شافعیؒ) ایسی قسم لغو یمین ہے جو غیر ارادی طور پر اٹھائی جائے۔(۳)

(جمہور) لغو یمین یہ ہے کہ کوئی شخص گذشتہ واقعہ کی خبر دیتے ہوئے کہے کہ اللہ کی قسم میں نے ایسے نہیں کیا۔(٤)

(راجح) لغو یمین وہ ہے جو غیر ارادی طور پر اٹھائی جائے کیونکہ قرآن میں لغو یمین کو ارادی قسم کے مقابلے میں بیان کیا گیا ہے۔(٥)

بعض حضرات معقدہ قسم کی پانچ قسمیں کرتے ہیں:

1) سچی قسم' اور یہ جائز ہے۔
2) جھوٹی قسم' جس کا جھوٹ واضح ہو اور وہ حرام ہے۔
3) جس کی سچائی کا گمان ہو' یہ جائز نہیں۔
4) جس کے جھوٹ کا گمان ہو' یہ حرام ہے۔
5) جس کے سچ اور جھوٹ میں شک ہو' یہ بھی حرام ہے۔

اور جو قسم قلبی ارادے کے بغیر ہو بلکہ عادتاً زبان سے نکل جائے تو اسی کو لغو یمین کہتے ہیں۔(٦)

وَمِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ اِبْرَارُ قَسَمِهِ' وَكَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ هِيَ مَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ	مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ اگر وہ اس پر کوئی قسم ڈالے تو وہ اسے پورا کرے ❶ اور قسم توڑنے کا کفارہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں بیان کیا ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿ وإبرار المقسم ﴾ ''قسم دینے والے کی قسم کو پورا کرنا۔''(۷)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے انہیں کھجور کا ہدیہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس کا کچھ حصہ کھا لیا اور

(۱) [تفسیر أحسن البیان (ص/۳۲۵)]
(۲) [فقه السنة (۸۰/۳) بدائع الصنائع (۳/۳۔ ٤)]
(۳) [المهذب (۱۲۸/۲)]
(٤) [بدائع الصنائع (۱۷/۳)]
(٥) [فتح الباری (٥٥٦/۱۱) سبل السلام (۱۸۸۷/٤) فقه السنة (۸۰/۳) الروضة الندية (۳٦۳/۲)]
(٦) [سبل السلام (۱۸۸۷/٤)]
(۷) [بخاری (٥٨٦٣) كتاب اللباس : باب خواتيم الذهب' ترمذی (۲۸۰۹) نسائی (۱۹۳۹)]

کچھ چھوڑ دیا تو اس نے کہا: میں آپ ﷺ پر قسم ڈالتی ہوں کہ آپ اس کا باقی حصہ بھی کھالیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أبریها فإن الإثم علی المحنث ﴾ "اسے پورا کرو کیونکہ قسم توڑنے والے پر ہی گناہ ہے۔"(۱)

718- کسی عذر کی وجہ سے قسم پوری نہ کر سکے تو......

اس پر کوئی گناہ نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔(۲)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ﴾ [المائدة : ۸۹]

"اس (قسم) کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں۔"

واضح رہے کہ مذکورہ آیت میں موجود لفظ " أو" کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا یہ تقسیم کے لیے ہے یا تخییر کے لیے؟ نیز طعام و لباس کی مقدار و کیفیت میں بھی ائمہ سے اختلاف ہی منقول ہے لیکن راجح و برحق بات یہ ہے کہ بغیر کسی تعیین و تخصیص کے اعتدال کے ساتھ آیت پر عمل کر لینا چاہیے۔

کفارہ میں محض آیت میں ذکر کردہ اشیاء ہی دی جائیں ان کی قیمت نہ دی جائے۔ یہی امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام شافعیؒ کا موقف ہے۔(۳)

❀❀❀

(۱) [احمد (۱۱٤/٦)]

(۲) [بخاری (۷۰٤٦) کتاب التعبیر : باب من لم یر الرؤیا لأول عابر إذا لم یصب]

(۳) [المغنی (۲٦٥/۱۱)]

كتاب النذر

نذر کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ﴾ [الدهر : ٧]

''وہ (مومن) نذر پوری کرتے ہیں۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ لا نذر في معصية ﴾

''گناہ کے کام میں نذر ماننا جائز نہیں۔''

[مسلم (١٦٤١) كتاب النذر : باب لا وفاء لنذر في معصية الله]

کتاب النذر ❶

نذر کے مسائل

إِنَّمَا يَصِحُّ إِذَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ فَلا بُدَّ أَنْ يَكُونَ قُرْبَةً وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ	نذر صرف اسی وقت درست ہوگی جب اس کے ذریعے اللہ کی رضا مطلوب ہو لہٰذا ضروری ہے کہ نذر قرب الٰہی کا ذریعہ ہو اور اللہ کی نافرمانی کے کام میں نذر جائز نہیں۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ نذر باب نَذَرَ يَنْذُرُ (نصر، ضرب) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''نذر ماننا اور کسی غیر واجب کام کو اپنے اوپر واجب کر لینا'' ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: کسی خیر کے کام کا عہد کر لینا نذر کہلاتا ہے۔(۲)

مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ﴾ [الدهر : ۷]

''وہ (مومنین) نذر کو پورا کرتے ہیں۔''

(2) ایک اور آیت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ﴾ [الحج : ۲۹]

''انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔''

(3) سورۂ مائدۃ کی پہلی آیت میں یہ ارشاد ہے ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴾ [المائدة : ۱]

''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔''

(4) ایک اور آیت میں عہد کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے ﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾ [الإسراء : ۳٤]

''اور عہد و پیمان کو پورا کرو کیونکہ یقیناً عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

❷ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصيه فلا يعصه ﴾ ''جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے پورا کرے اور جو معصیت کی نذر مانتا ہے وہ نافرمانی نہ کرے۔''(۳)

درج ذیل حدیث بظاہر گزشتہ حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

---

(۱) [المعجم الوسيط (ص/۹۱۲) المنجد (ص/۸۸۳) لسان العرب (۱۰۰/۱٤)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۵۵۲/٤)]

(۳) [بخاری (۶۶۹۶) كتاب الأيمان والنذور : باب النذر في الطاعة، موطا (٤۷۶/۲) احمد (۳۶/۶) ابو داود (۳۲۸۹) ترمذی (۱۵۲۶) نسائی (۱۷/۷) ابن ماجة (۲۱۲۶) بیهقی (۶۸/۱۰)]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ نهى النبى ﷺ عن النذر ' قال : إنه لايرد شيئا ' إنما يستخرج به من البخيل ﴾ ''نبی ﷺ نے نذر سے منع فرمایا ہے نیز فرمایا کہ: یہ (نذر) کچھ نہیں لوٹاتی بلکہ اس کے ذریعے صرف بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے۔'' (۱)

ان احادیث میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ مال کے ساتھ نذر ماننا جائز نہیں البتہ دیگر نیکی کے کاموں مثلاً نماز' روزہ وغیرہ کی نذر ماننا درست ہے بلکہ اسے پورا کرنا باعث اجر وثواب ہے جیسا کہ آیت '' يُوفُونَ بِالنَّذْرِ '' کے متعلق امام طبریؒ نے یہی وضاحت کی ہے۔ (۲)

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) نذر ماننا مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا نذر فى معصية ﴾ ''نافرمانی کے کام میں نذر جائز نہیں۔'' (٤)

وَمِنَ النَّذْرِ فِي الْمَعْصِيَةِ مَا فِيهِ مُخَالَفَةٌ لِلتَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْأَوْلَادِ ' أَوْ مُفَاضَلَةٌ بَيْنَ الْوَرَثَةِ مُخَالَفَةٌ لِمَا شَرَعَهُ اللَّهُ	اور معصیت کی نذر کی ایک صورت یہ ہے کہ اولاد کے درمیان مساوات سے پیش نہ آنا ❶ یا شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے ورثاء کے حقوق میں کمی بیشی کرنا۔ ❷

❶ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد کو نبی ﷺ نے حکم دیا تھا ﴿ اتقوا الله واعدلوا بين أولادكم ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔'' (٥)

❷ شریعت کے مخالف ہونے کی وجہ سے یہ نذر معصیت کی نذر ہوگی اور معصیت کی نذر سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ ابھی پیچھے دلائل ذکر کیے گئے ہیں لہٰذا ایسی کوئی بھی نذر ماننا جائز وممنوع ہے۔

وَمِنْهُ النَّذْرُ عَلَى الْقُبُوْرِ وَعَلَى مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ	اور اس کی ایک صورت قبروں پر نذر ماننا ہے ❶ اور ایسے کام کی نذر بھی معصیت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی ہو۔ ❷

❶ قبروں پر نذر ماننا عوام کے ذہنوں میں باطل عقائد مثلاً صاحبِ قبر کی تعظیم وتشریف اُجاگر کرنے کی وجہ سے ممنوع ہے

(۱) [بخاری (٦٦٠٨) كتاب القدر : باب إلقاء العبد النذر إلى القدر ' ابو داود (٣٢٨٧) نسائی (٣٨٠١) ابن ماجة (٢١٢٢)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح البارى (٥٨٥/١١ـ ٥٨٩) سبل السلام (١٨٩٨/٤) قفو الأثر (١٧١٦/٥ـ ١٧١٨)]

(۳) [مغنی المحتاج (٤٥٤/٤) المغنى (٦٢١/١٣) سبل السلام (١٨٩٨/٤)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (٢٨١٦) كتاب الأيمان والنذور : باب من رأى عليه كفارة إذا كان فى معصية ' ابو داود (٣٢٩٠) ترمذی (١٥٢٤) احمد (٢٤٧/٦) إرواء الغليل (٢٥٩٠)]

(٥) [بخاری (٢٥٨٦) كتاب الهبة وفضلها : باب الهبة للولد ' مسلم (١٦٢٣) احمد (٢٦٨/٤) مؤطا (٧٥١/٢) ترمذی (١٣٦٧) ابن ماجة (٣٣٧٦)]

کیونکہ یہ معصیت ونافرمانی ہے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس نے اپنا وراثت کا تمام مال بجائے تقسیم کرنے کے کعبہ کے لیے ہبہ کر دیا تھا﴿ يكفر عن اليمين ﴾ ''کہ وہ قسم کا کفارہ ادا کرے۔'' (۱)

جب بیت اللہ کے لیے درست نہیں تو مشاہد' مزارات' قبوں' آستانوں اور قبور کے لیے بالاولی ممنوع ہے۔(۲)

❷ شربِ خمر' کسی کا ناحق قتل' گالی نکالنے' کسی کو بے جا مارنے' مساجد کی تزئین وآرائش اور گناہگاروں کے لیے نذر ماننا تا کہ وہ گناہوں میں مزید مستحکم ہو جائیں اور اس طرح کے دیگر غیر مشروع کاموں میں نذر ماننا ناجائز ہے کیونکہ یہ تمام معصیت اور نافرمانی کے کام ہیں اور پیچھے صحیح احادیث ذکر کی گئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معصیت کی نذر جائز نہیں۔

وَمَنْ اَوْجَبَ عَلٰى نَفْسِهٖ فِعْلًا لَمْ يَشْرَعْهُ اللّٰهُ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ ' وَكَذٰلِكَ اِنْ كَانَ مِمَّا شَرَعَهُ اللّٰهُ وَهُوَ لَا يُطِيْقُهُ	اور جس نے اپنے نفس پر کوئی ایسا کام واجب کر لیا جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں کیا تو وہ اس پر واجب نہیں ہے ❶ اور اسی طرح اگر وہ کام مشروع ہو لیکن نذر ماننے والا اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بھی واجب نہیں۔ ❷

❶ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص (دھوپ میں) کھڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب میں عرض کیا: اس (ابواسرائیل) نے نذر مانی ہے کہ وہ سورج (کی دھوپ) میں کھڑا رہے گا' نہ بیٹھے گا' نہ سائے میں آئے گا' نہ کسی سے کلام کرے گا اور (نہ کچھ کھائے گا یعنی) روزہ رکھے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مروه ليتكلم وليستظل وليقعد وليتم صومه ﴾ ''اسے حکم دو کہ وہ کلام کرے' سائے میں آئے' بیٹھ جائے لیکن اپنا روزہ پورا کرلے۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں﴿ إنما النذر فيما ابتغي به وجه الله ﴾ ''نذر صرف اس کام میں ہے جس کے ذریعے اللہ کی رضا مقصود ہو۔'' (۳)

❷ (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے بزرگ کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے (کندھوں کے) درمیان سہارا لے کر چل رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إن الله تعالى عن تعذيب هذا نفسه لغني وأمره أن يركب ﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی کے اپنے نفس کو عذاب دینے سے غنی ہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔''

(۱) [موطا (۴۸۱/۲) بیهقی (۶۵/۱۰) تلخيص الحبير (۱۷۶/۴)]

(۲) [الروضة الندية (۳۷۰/۲)]

(۳) [بخاری (۶۷۰۴) کتاب الأيمان والنذور : باب النذر فيما لا يملك وفي معصية ' ابو داود (۳۳۰۰) ابن ماجة (۲۱۳۶) دارقطنی (۱۶۰/۴) بیهقی (۷۵/۱۰) شرح السنة (۲۴/۱۰)]

ایک روایت میں یہ وضاحت ہے کہ اس بزرگ شخص نے بیت اللہ کی طرف پیدل چل کے جانے کی نذر مانی تھی۔(۱)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بیت اللہ کی طرف پیدل چل کے جانے کی نذر مانی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن الله لغني عن مشيها ' مروها فلتركب﴾ ''اللہ تعالیٰ اس کے پیدل چلنے سے بے پرواہ ہے' اسے سوار ہونے کا حکم دو۔'' (۲)

وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ أَوْ كَانَ مَعْصِيَةً أَوْلَا يُطِيقُهُ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ	جس نے کوئی غیر معین یا معصیت کی یا ایسے کام کی نذر مانی جس کی اس میں طاقت نہیں تو اس پر قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہے۔ ❶

❶ (1) جیسا کہ کعبہ کے لیے اپنا تمام وراثت کا مال وقف کرنے والے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ ﴿يكفر عن اليمين﴾ ''وہ قسم کا کفارہ ادا کرے۔'' (۳)

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿كفارة النذر كفارة اليمين﴾ ''نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔'' (٤)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا نذر في معصية و كفارته كفارة يمين﴾ ''معصیت کے کام میں نذر جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔'' (٥)

(ابوحنیفہ، شافعی) ایسے شخص کو چاہیے کہ ایک بکری کفارے کے طور پر ذبح کرے۔(٦)

(راجح) برحق بات وہی ہے جو گذشتہ احادیث میں بیان کی گئی ہے لہٰذا اس پر عمل کرتے ہوئے قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دینا چاہیے۔

وَمَنْ نَذَرَ بِقُرْبَةٍ وَهُوَ مُشْرِكٌ ثُمَّ أَسْلَمَ لَزِمَهُ الْوَفَاءُ	جس نے حالت شرک میں کسی اچھے کام کی نذر مانی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس پر لازم ہے کہ نذر پوری کرے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی

(۱) [بخاری (۱۸٦٥ ' ٦٧٠١) كتاب الأيمان والنذور : باب النذر فيما لا يملك وفي معصية ' احمد (۱۱٤/۳ـ ۱۱۸) ابو داود (۳۳۰۱) ترمذی (۱۵۳۷) نسائی (۳۸۵۲ ' ۳۸۵۳) بیهقی (۷۸/۱۰)]

(۲) [صحيح : صحیح ترمذی () كتاب النذور والأيمان : باب ما جاء فيمن يحلف بالمشي ولا يستطيع ' ترمذی (۱۵۳٦)]

(۳) [بيهقی (٦٥/١)]

(٤) [مسلم (١٦٤٥) كتاب النذر : باب في كفارة النذر ' ابو داود (۳۳۲٤) نسائی (٢٦/٧) أحمد (١٤٤/٤)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (۲۰۹۰) ابو داود (۳۲۹۰) كتاب الأيمان والنذور : باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية ' ترمذی (١٥٢٤) نسائی (۳۸۳٤) ابن ماجة (۲۱۲٥) احمد (٢٤٧/٦)]

(٦) [بدائع الصنائع (٨٤/٥) بداية المجتهد (٤١١/١) مغنى المحتاج (٣٦٣/٤) المهذب (٢٤٥/١)]

کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أوف بنذرك﴾ ''اپنی نذر پوری کرو۔'' (١)

(2) میمونہ بنت کردم کے والد نے عرض کیا میں نے بوانہ مقام پر اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا ''کیا وہاں کوئی بت یا طاغیہ تو نہیں'' اس نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أوف بنذرك﴾ ''اپنی نذر پوری کرو۔'' (٢)

وَلَا يَنفُذُ النَّذْرُ اِلَّا مِنَ الثُّلُثِ ' وَإِذَا مَاتَ النَّاذِرُ بِقُرْبَةٍ فَفَعَلَهَا عَنْهُ وَلَدُهُ اَجْزَاهُ ذٰلِكَ	اور نذر وراثت کے ثلث سے ہی ادا ہو گی ❶ اور جب نذر ماننے والا فوت ہو جائے اور اس کی طرف سے اس کی اولاد نذر پوری کر دے تو اسے کفایت کر جائے گی۔ ❷

❶ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں اپنے مال سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کروں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أمسك عليك بعض مالك فهو خير لك﴾ ''اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ لو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔'' (٣)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ نصف مال صدقہ کر دوں۔ آپ نے فرمایا ''نہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ تیسرا حصہ صدقہ کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿نعم﴾ ''ہاں۔'' (٤)

❷ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی فوت شدہ بہن کے متعلق پوچھا جس نے حج کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لو كان عليها دين أكنت قاضيه؟﴾ ''اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا؟'' اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فاقض الله فهو أحق بالقضاء﴾ ''اللہ تعالیٰ کو بھی ادا کرو کیونکہ وہ قضا کا زیادہ مستحق ہے۔'' (٥)

(2) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے اس نذر کے متعلق فتویٰ مانگا جو اُن کی والدہ کے ذمے تھی اور وہ اسے

(١) [بخاری (٢٠٣٢) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف ليلا ' مسلم (١٦٥٦) ابو داود (٣٣٢٥) ترمذی (١٥٣٩) نسائی (٣٨٢٠) ابن ماجة (٢١٢٩) أحمد (٣٧/١) حمیدی (٣٠٤/٢) بیهقی (٣١٨/٤) دارمی (١٨٣/٢)]

(٢) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٧٣٣) كتاب الكفارات : باب الوفاء بالنذر ' ابن ماجة (٢١٣١) الفتح الربانی (١٨٣/١٤)]

(٣) [بخاری (٦٦٩٠) كتاب الأيمان والنذور : باب إذا أهدى ماله على وجه النذر والتوبة ' مسلم (٢٧٦٩)]

(٤) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (٢٨٤٢) كتاب الأيمان والنذور : باب من نذر أن يتصدق بماله ' ابو داود (٣٣٢١)]

(٥) [بخاری (٦٦٩٩) كتاب الأيمان والنذور : باب من مات وعليه نذر ' مسلم (١٦٣٨)]

پورا کرنے سے پہلے فوت ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں یہ فتویٰ دیا کہ وہ (اس نذر کو) اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے پورا کردیں۔'' (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایک عورت کو مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا حکم دیا جس کی والدہ نے قبل از وفات یہ نذر مانی تھی۔ (۲)

719- کیا نذر کی قضا ورثا پر واجب ہے؟

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) اگر نذر مالی ہو تو اسے ادا کرنا واجب نہیں بلکہ میت کے ترکہ سے ادا کی جائے گی خواہ میت نے اس کی وصیت نہ بھی کی ہو۔ اور اگر نذر غیر مالی ہو تو اسے پورا کرنا بھی واجب نہیں۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) نذر صرف اس صورت میں ورثا پوری کریں گے جبکہ میت نے اس کی وصیت کی ہو۔

(ابن حزمؒ، اہل ظاہر) نذر کی قضا ورثا پر ہر حال میں لازم ہے۔ (۳)

(راجح) اہل ظاہر کا قول راجح ہے (بشرطیکہ کوئی شرعی عذر رمانع نہ ہو) کیونکہ حدیث میں موجود امر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (٤)

❁❁❁

(۱) [بخاری (٦٦٩٨) أیضا]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث / ٦٦٩٨) أیضا]

(۳) [قفو الأثر (١٧٢٦/٥) فتح الباری (٥٩٣/١١ـ٥٩٤) سبل السلام (١٩٠٥/٤)]

(٤) [سبل السلام (١٩٠٥/٤)]

كتاب الأطعمة

کھانے کے مسائل

- باب المحرمات من الأطعمة — حرام کھانوں کا بیان
- باب الصید — شکار کا بیان
- باب الذبح — ذبح کا بیان
- باب الضیافة — مہمان نوازی کا بیان
- باب آداب الأکل — کھانے کے آداب کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ [الأعراف : ٣١]

''کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز مت کرو۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ آكل كما يأكل العبد ﴾

''میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے۔''

[صحيح : الصحيحة (٥٤٤)]

کتاب الأطعمة ❶

کھانے کے مسائل

باب المحرمات من الأطعمة — حرام کھانوں کا بیان

اَلْأَصْلُ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ الْحِلُّ وَلَا يَحْرُمُ إِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَمَا سَكَتَا عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ	اصل میں ہر چیز حلال ہے اور صرف حرام وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور جس سے انہوں نے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے۔ ❷

❶ لفظ أطعمة جمع قلت ہے اس کی واحد طعام ہے۔ طعام سے مراد وہ چیز ہے جسے کھایا جائے یا پیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيْ ﴾ [البقرة : ٢٤٩] ''جس نے اسے (پانی کو) نہ چکھا وہ مجھ سے ہے۔'' باب طَعِمَ يَطْعَمُ (سمع) کھانا۔ باب أَطْعَمَ يُطْعِمُ (إفعال) کھلانا۔ (١)

مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ [البقرة : ٢٩]

''جو کچھ بھی زمین میں ہے اس نے سب تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔''

(2) ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ﴾ [الأعراف : ٣١]

''کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز مت کرو۔''

(3) ﴿ يٰأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [البقرة : ١٦٨]

''اے لوگو! اُن اشیا میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں۔''

(4) ﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧]

''وہ (یعنی نبی ﷺ) ان کے لیے پاکیزہ اشیا حلال قرار دیتا ہے اور خبیث اشیا ان پر حرام کرتا ہے۔''

(5) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ كل واشرب والبس وتصدق من غير سرف ولا مخيلة ﴾ ''کھاؤ' پیو' لباس پہنو اور صدقہ کرو لیکن اسراف اور تکبر کے بغیر۔'' (٢)

○ تمام غیر خبیث اشیا پاکیزہ اور حلال ہیں تاہم خبیث اشیا کی خباثت مندرجہ ذیل اُمور سے معلوم کی جا سکتی ہے:

(١) [المنجد (ص/٤٦٦) القاموس المحيط (ص/١٤٦٢)]

(٢) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٩٠٤) كتاب اللباس : باب البس ما شئت ما أخطاك سرف أو مخيلة ' ابن ماجة (٣٦٠٥) نسائى (٢٥٥٩) أحمد (١٨١/٢)]

(1) شارع علیہ السلام نے نص بیان کی ہو کہ فلاں چیز خبیث ہے مثلاً گھریلو گدھے۔

(2) جس کی تعریف پر نص موجود ہو مثلاً "کل ذی ناب من السباع و کل ذی مخلب من الطیر"۔

(3) جس کی خباثت معروف ہو مثلاً چوہیا اور سانپ وغیرہ۔

(4) شارع علیہ السلام نے جس کے قتل کا حکم دیا ہو یا جس کے قتل سے منع کیا ہو مثلاً چیل اور مینڈک وغیرہ۔

(5) جس جانور کے متعلق مشہور ہو کہ وہ مردار کھاتا ہے مثلاً گدھ۔

(6) جس کی پیدائش حلال و حرام کے مابین ہوئی ہو تو اَغلب تحریم ہی ہوگی۔

(7) جس کی خباثت عارضی ہو مثلاً جلالہ جانور۔

(8) جو چیز انسان کے لیے جسمانی طور پر ضرر رساں ہو مثلاً زہر۔

(9) جو چیز عقل کو نقصان پہنچاتی ہو مثلاً شراب اور تمام نشہ آور اَشیاء وغیرہ۔

(10) جسے ناجائز طریقے سے ذبح کیا گیا ہو مثلاً کسی کافر نے ذبح کیا ہو یا غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو وغیرہ۔(۱)

یاد رہے کہ جن اَشیا میں یہ اسبابِ خبث موجود نہیں وہ حلال ہیں۔

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ﴾ [البقرة : ٢٩]

''وہ اللہ جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔''

(2) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ الحلال ما أحل الله فی كتابه والحرام ما حرم الله فی كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه ﴾ ''حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جس کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی ہے وہ اُن اَشیا میں سے ہے جن سے اس نے درگزر فرما دیا ہے۔''(۲)

(3) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ ما أحل الله فی كتاب فهو حلال ، وما حرم فهو حرام ، وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافية ﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے لہٰذا اس کی معاف کردہ اَشیا کو قبول کرو۔''(۳)

---

(۱) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (١٨١٧/٤)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٧١٥) كتاب الأطعمة : باب أكل الجبن والسمن ، ابن ماجة (٣٣٦٧) ترمذی (١٧١٦) صحيح الجامع الصغير (٣١٩٥)]

(۳) [حسن : غاية امرام (٢) كشف الأستار للبزار (٣٢٥/٣) ، (٢٨٥٥) مجمع الزوائد (١٧١/١٠) حاكم (٣٧٥/٢)]

(4) حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ أن اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا ' وحد حدودا فلا تعتدوھا ' وسکت عن أشیاء رحمة لکم غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں انہیں ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہے انہیں تجاوز مت کرو اور جان بوجھ کر تم پر رحمت کرتے ہوئے کچھ چیزوں سے خاموشی اختیار کی ہے سو تم انہیں مت کریدو۔''(۱)

فَيَحْرُمُ مَا فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ	جو اشیاء کتاب اللہ میں مذکور ہیں وہ حرام ہیں۔ ❶

❶ (1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ ﴾ ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے۔''

مردار سے مراد وہ چیز ہے جو طبعی موت مر جائے۔

﴿ وَالدَّمُ ﴾ ''اور خون''۔

خون سے مراد ﴿ دَماً مَسْفُوحاً ﴾ یعنی بہتا ہوا خون ہے۔

﴿ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ ﴾ ''اور خنزیر کا گوشت۔''

گوشت کے علاوہ بھی اس کی ہر چیز بالاتفاق حرام ہے۔

﴿ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ ﴾ ''جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔''

﴿ وَالْمُنْخَنِقَةُ ﴾ ''جو گلا گھٹنے سے مرا ہو۔''

﴿ وَالْمَوْقُوذَةُ ﴾ ''جسے چھڑی یا لاٹھی ماری جائے اور وہ مر جائے۔''

﴿ وَالْمُتَرَدِّيَةُ ﴾ ''جو بلندی سے گر کر مر جائے۔''

﴿ وَالنَّطِيحَةُ ﴾ ''جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو۔''

﴿ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ ﴾ ''جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو۔''

﴿ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ﴾ ''ہاں اگر اسے ذبح کر لو تو حرام نہیں۔''

﴿ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾ ''اور جسے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔''

﴿ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ﴾ ''قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرنا۔''

﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [المائدة : ۳]

''جسے شدید بھوک ہو اور وہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ

(۱) [دارقطنی (۱۸۳/٤)' (٤۲)]

﴿ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ﴾ [الأنعام : ١٤٥]

''آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ اسے غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔''

پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور الرحیم ہے۔

(ابن تیمیہؒ) ائمہ اربعہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ مجبور آدمی پر مردار کھانا واجب ہے۔(١)

وَكُلُّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ ، وَكُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ	اور ہر چیر پھاڑ کرنے والا درندہ ❶ اور ہر ایسا پرندہ جو پنجوں میں گرفت کر کے کھائے (حرام ہے)۔ ❷

❶ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كل ذي ناب من السباع فأكله حرام ﴾ ''ہر چیر پھاڑ کرنے والا درندہ کھانا حرام ہے۔''(٢)

لفظِ نَاب کی جمع أَنْيَاب ہے۔ اس سے مراد ایسا دانت ہے جو رباعیہ (دانتوں) کے پیچھے ہو (اور رباعیہ ثنایا کے ساتھ ہوتے ہیں اور ثنایا درمیان والے دو دانتوں کو کہتے ہیں)۔(٣)

سِبَاع سَبُعٌ کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جو چیر پھاڑ کرے۔(٤)

'' ذی ناب من السباع '' سے مراد ایسا درندہ ہے جو کچلیوں کے ساتھ شکار کر کے کھائے مثلاً شیر' بھیڑیا اور چیتا وغیرہ۔(٥)

○ لومڑی اور بجو (چرگ) کے متعلق اختلاف ہے۔

(ابو حنیفہؒ) دیگر درندوں کی طرح یہ بھی حرام ہیں۔

(شافعیؒ) محض وہی درندہ حرام ہے جو حملہ کر کے چیر پھاڑ دینے والا ہو اور یہ اس طرح نہیں ہیں اس لیے حلال ہیں۔(٦)

(راجح) انہیں کھایا جا سکتا ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ حضرت ابن ابی عمار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

---

(١) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص/٤٦٤)]

(٢) [بخاری (٥٥٣٠) كتاب الذبائح والصيد : باب أكل كل ذي ناب من السباع ' مسلم (١٩٣٢) ابو داود (٣٨٠٢) ترمذی (١٤٧٧) نسائی (٤٣٢٥) ابن ماجة (٣٢٣٢) مؤطا (٤٩٦/٢)]

(٣) [القاموس المحيط (ص/١٧٩)]

(٤) [القاموس المحيط (ص/٩٣٨)]

(٥) [تحفة الأحوذي (٣٥/٢) النهاية (٣٣٧/٢)]

(٦) [الروضة الندية (٣٨٦/٢) سبل السلام (١٨١٨/٤) الفقه الإسلامي وأدلته (٢٥٩٥/٤)]

دریافت کیا کہ ﴿ الضبع صید هی؟ ﴾ "کیا بجو شکار ہے؟" تو انہوں نے کہا ﴿ نعم ﴾ "ہاں" پھر انہوں نے پوچھا ﴿آکلها؟ ﴾ "کیا میں اسے کھاؤں؟" تو انہوں نے جواب دیا ﴿ نعم ﴾ "ہاں"۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ ﴿ أكله رسول الله ؟﴾ "کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے کھایا ہے؟" تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ﴿ نعم ﴾ "ہاں۔" (۱)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ومن یأكل الضبع؟ ﴾ "اور بجو کون کھاتا ہے؟" اس کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں: ایک عبد الکریم ابو امیہ اور دوسرا اسماعیل بن مسلم۔ اس لیے وہ روایت ضعیف ہے۔ (۲)

❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ عن كل ذی مخلب من الطير ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے ہر ایسے پرندے سے منع فرمایا ہے جو پنجوں میں گرفت کر کے کھائے۔" (۳)

لفظِ مخلب کا معنی "پنجہ یا چنگل" ہے یعنی پرندے کی وہ چیز جو انسان کے ناخنوں کے مثل ہو۔ (٤)

" ذی مخلب " سے مراد ایسا پرندہ ہے جو شکار میں پنجہ کے ذریعے تقویت حاصل کرے (مثلاً چیل، شکرا، شاہین اور باز وغیرہ)۔ (٥)

وَالْحُمُرُ الْاِنْسِيَّةُ، وَالْجَلَّالَةُ قَبْلَ الْاِسْتِحَالَةِ	اور گھریلو گدھے ❶ اور غلاظت کھانے والا جانور غلاظت ختم ہونے سے پہلے حرام ہے۔ ❷

❶ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أمرنا النبی ﷺ فی غزوة خیبر أن نلقی الحمر الأهلية نيئة ونضيجة ثم لم يأمرنا بأكله بعد ﴾ "غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گھریلو گدھوں کا گوشت پھینک دیں، کچا بھی اور پکا ہوا بھی، پھر ہمیں اس کے کھانے کا کبھی آپ نے حکم نہیں دیا۔" (٦)

720- جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے

جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے جیسا کہ صحیح احادیث اس پر شاہد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کو جنگلی گدھے کا

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی، ترمذی (۱۷۹۱) کتاب الأطعمة : باب ما جاء فی أكل الضبع، ابو داود (۳۸۰۱) ابن ماجة (۳۲۳٦) نسائی (٤۳۲۳)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ترمذی (۳۰۳) میزان الاعتدال (٦٤٦/۲) المجروحین (۱۲۰/۱) الجرح والتعدیل (۱۹۸/۲)]

(۳) [مسلم (۱۹۳٤) کتاب الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان : باب تحریم أكل كل ذی ناب من السباع وكل ذی مخلب من الطیر، ابو داود (۳۸۰۲)]

(٤) [تهذیب اللغة (٤۱۷/۷)]

(٥) [سبل السلام (۱۸۲۱/٤)]

(٦) [بخاری (٤۲۲٦) کتاب المغازی : باب غزوة خیبر، مسلم (۱۹۳۸) نسائی (٤۳۳۸)]

گوشت ہدیہ میں دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لو لا أنا محرمون لقبلناه منك ﴾ ''اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اسے تم سے قبول کر لیتے۔'' (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی ﷺ حالت احرام میں نہ ہوتے تو جنگلی گدھے کا گوشت ضرور تناول فرماتے اور یہ اس کے حلال ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ نے جنگلی گدھے کا گوشت کھا لیا اور بعض نے انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إنما هي طعمة أطعمكموها الله ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ کھانا کھلایا ہے۔'' (۲)

721- گھوڑے کا گوشت حلال ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله ﷺ يوم خيبر عن لحوم الحمر و رخص في الخيل ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔'' (۳)

اس واضح حدیث کے باوجود فقہا نے گھوڑے کے گوشت کے متعلق اختلاف کیا ہے؟

(احناف، مالکؒ) گھوڑے کا گوشت حرام ہے۔

(احمدؒ، شافعیؒ، محمدؒ، ابو یوسفؒ) گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔ (٤)

❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن أكل الجلالة وألبانها ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے گندگی خور جانور کے کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔'' (٥)

لغوی اعتبار سے '' جلالة '' باب جَلَّ (نصر، ضرب) سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ''مینگنی چننا'' مستعمل ہے۔ جلالہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے ((هي التي تأكل العذرة من الحيوان)) ''جانوروں میں جو نجاست وغلاظت کھاتا ہو (جلالہ کہلاتا ہے)۔'' (٦)

---

(۱) [مسلم (۱۱۹٤) کتاب الحج : باب تحريم الصيد المأكول البرى]

(۲) [مسلم (۱۱۹٦) کتاب الحج : باب تحريم الصيد الما كول البرى]

(۳) [بخاری (٤۲۱۹) کتاب المغازی : باب غزوة خيبر]

(٤) [سبل السلام (۱۸۲٤/٤) الفقه الإسلامي وأدلته (۲۵۹٤/٤)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۲۱٦) كتاب الأطعمة : باب النهي عن أكل الجلالة وألبانها ' إرواء الغليل (۲۵۰٤) ابو داود (۳۷۸٦) نسائی (٤٤٤۸) ترمذی (۱۸۲۵) موارد الظمآن (۱۳٦۳) حاکم (۳٤/۲) احمد (۲۲٦/۱)]

(٦) [مشارق الأنوار على صحاح الآثار للقاضي عياض (ص/۱٤۹) سبل السلام (۱۸۳۱/٤) لسان العرب (۳۳٦/۲)]

○ یاد رہے کہ جلالہ کی گندگی والی حالت بدل جانے سے حرمت کا حکم بھی حلت میں تبدیل ہو جائے گا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تین دن جلالہ مرغی کو قید کر کے رکھتے تھے (اور پھر کھا لیتے تھے)۔(۱)

ثابت ہوا کہ جلالہ جانور سے اگر نجاست و بدبو زائل ہو جائے تو وہ حلال ہو جائے گا۔(۲)

وَالْكَلْبُ وَالْهِرَّةُ وَمَا كَانَ مُسْتَخْبَثًا	اور کتے اور بلیاں ❶ اور ہر خبیث جانور سب حرام ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت ابو زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ سألت جابرا عن ثمن السنور والكلب ﴾ ''میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے بلی اور کتے کی قیمت کے متعلق دریافت کیا'' تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿ زجر النبي عن ذلك ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے جھڑکا ہے۔''(۳)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: ﴿ نهى عن ثمن الكلب والسنور ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔''(٤)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الله إذا حرم على قوم أكل شيئ حرم عليهم ثمنه ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام قرار دے دیتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتے ہیں۔''(٥)

کتا اور بلی اس لیے حرام ہیں کیونکہ یہ درندے ہیں، مردار کھاتے ہیں اور کتے کو تو شیطان تک کہہ دیا گیا ہے۔(٦)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷]

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر خبیث اشیاء کو حرام قرار دیتے ہیں۔''

مذکورہ آیت میں موجود لفظ '' خبائث '' سے مراد ایسی خبیث اشیا ہیں جنہیں عرب بغیر عادت یا علت کے خبیث سمجھتے ہوں کیونکہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا مثلاً مکھی، مچھر، زنبور، جوں، پسو، مینڈک، چھپکلی، گرگٹ، غطایہ (چھپکلی کے مشابہ ایک

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۱۵۱/۸)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سبل السلام (۱۸۳۱/٤) فتح الباری (٥٦٥/٩) المغنى (٤١/٩) الروضة الندية (۳۹۰/۲)]

(۳) [مسلم (۱۵٦۹) کتاب المساقاة : باب تحريم ثمن الكلب، نسائی (٤٦٦٨) ابو داود (۳٤۷۹) ترمذی (۱۲۷۹) ابن ماجة (۲۱٦۱) احمد (۳۱۷/۳)]

(٤) [أيضا]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۹۷۸) كتاب البيوع : باب فى ثمن الخمر والميتة، ابو داود (۳٤۸۸) أحمد (۳۷۰/۳)]

(٦) [حجة البالغه (۱۸۱/۲) الروضة الندية (۳۹۰/۲)]

جانور)، کھٹل، جعلان (گبریلا کی ایک قسم)، سنڈی اور تمام حشرات الارض وغیرہ۔

بالفرض اگر بعض عرب کسی چیز کو خبیث اور بعض اسے اچھا سمجھتے ہوں تو اکثریت کی رائے کے مطابق حکم ہوگا۔(۱)

722- جن جانوروں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ خمس فواسق يقتلن في الحرم : الفأرة ، والعقرب ، والحديا ، والغراب ، والكلب العقور ﴾ "پانچ جانور فاسق ہیں انہیں حرم میں بھی قتل کر دیا جائے: چوہیا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔"(۲)

(2) حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله أمر بقتل الوزغ ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔"(۳)

723- جن جانوروں کے قتل سے منع کیا گیا ہے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ إن النبي نهى عن قتل أربع من الدواب : النملة ، والنحلة ، والهدهد ، والصرد ﴾ "نبی ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور ممولا۔"(٤)

(2) حضرت عبد الرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے نبی ﷺ سے مینڈک کو دواء میں ڈالنے کے متعلق دریافت کیا ﴿ فنهاه النبي ﷺ عن قتلها ﴾ "تو نبی ﷺ نے اسے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔"(٥)

○ جن جانوروں کو قتل کرنے یا نہ قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیا ان کا کھانا بھی حرام ہے؟ اس کے متعلق اختلاف ہے تاہم راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے پھر جسے شریعت نے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جسے حرام نہیں کیا وہ حلال ہے۔ اسی طرح جنہیں قتل کرنے کا یا نہ کرنے کا حکم ہے ان میں سے شریعت نے جنہیں حرام کیا ہے وہ حرام ہوگا اور اس کے علاوہ تمام جانور حلال ہوں گے۔(٦)

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٦٠١/٤) الروضة الندية (٣٩١/٢)]

(۲) [بخاری (٣٣١٤) كتاب بدء الخلق : باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه ، مسلم (١١٩٨)]

(۳) [بخاری (٣٣٥٩) كتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى : واتخذ الله إبراهيم خليلا ، مسلم (٤١٥٤) كتاب السلام : باب استحباب قتل الوزغ]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (٤٣٨٧) كتاب الأدب : باب في قتل الذر ، ابو داود (٥٢٦٧) ابن ماجة (٣٢٢٤) احمد (٣٣٢/١) دارمي (٨٩/٢) ابن حبان (١٠٧٨ ـ الموارد) بيهقي (٣١٧/٩) إرواء الغليل (١٤٢/٨) ، (٢٤٩٠)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٢٧٩) كتاب الطب : باب في الأدوية المكروهة ، ابو داود (٣٨٧١) نسائي (٤٣٥٥ ، ٤٠٦٢)]

(٦) [الروضة الندية (٣٩٣/٢) الدراري المضية (ص/٢٨٣)]

وَمَا عَدَا ذٰلِکَ فَهُوَ حَلَالٌ	اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ حلال ہیں۔ ❶

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧]
''آپ ﷺ ان کے لیے پاکیزہ اُشیا حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث اُشیا حرام کرتے ہیں۔''
معلوم ہوا کہ گذشتہ بیان کردہ حرام اُشیا کے علاوہ وہ تمام اُشیا جو خبیث نہیں ہیں بلکہ پاکیزہ ہیں' حلال ہیں۔

724- ضب (سانڈے) کا حکم

ضب کھانا جائز ہے کیونکہ اسے رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر کھایا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا وہ الگ بات ہے کہ آپ نے خود اسے تناول نہیں فرمایا جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ فأكلته ورسول الله ينظر ﴾ ''میں نے اسے (ضب کو) کھایا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔''(۱)

725- قنفذ (سیہہ) کا حکم

سیہہ کھانا حلال ہے کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں اور جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیہہ کے متعلق فرمایا ﴿ خبيثة من الخبائث ﴾ ''سیہہ خبیث اُشیا میں سے ایک ہے۔'' وہ روایت ضعیف ہے۔(۲)

726- ٹڈی کا حکم

ٹڈی کھانا جائز ہے۔
حضرت عبداللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ غزونا مع النبي ﷺ سبع غزوات - أو ستا - كنا نأكل معه الجراد ﴾ ''ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سات یا چھ غزوات میں شرکت کی' ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔''(۳)

727- خرگوش کا حکم

خرگوش حلال ہے اور اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔ ہم مرالظہر ان میں تھے۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور تھک گئے پھر میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا ﴿ فذبحها فبعث بوركيها أو قال

(۱) [بخاری (٥٥٣٧) کتاب الذبائح والصيد : باب الضب ' مسلم (١٩٤٣)]
(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٨١٤) كتاب الأطعمة : باب فى أكل حشرات الأرض ' ابو داود (٣٧٩٩) أحمد (٣٨١/٢)]
(۳) [بخاری (٥٤٩٥) کتاب الذبائح والصيد : باب أكل الجراد ' مسلم (٣٦١٠)]

بفخذيها إلى النبى ﷺ فقبلها ﴾ ''انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے دونوں کولہے (یا راوی نے بیان کیا کہ) اس کی دونوں رانیں نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجیں اور آپ نے انہیں قبول فرمایا۔'' (۱)

728- مٹی کا حکم

کتاب وسنت میں کہیں مٹی کھانے کی واضح لفظوں میں ممانعت تو ہمارے علم میں نہیں لیکن چونکہ یہ جسمانی طور پر انسان کے لیے ضرر رساں ہے اس لیے اسے کھانا درست نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ [النساء : ۲۹]

''اور اپنے نفسوں کو مت قتل کرو۔''

❁❁❁

(۱) [بخاری (۵۵۳۵) کتاب الذبائح والصيد : باب الأرنب ' احمد (۳۳۲/۱) ابن حبان (۵۶۴۶/۱۲) تحفة الأشراف (۶۹/۵) إرواء الغليل (۲۴۹۰)]

باب الصيد ❶ شکار کا بیان

مَا صِيْدَ بِالسِّلَاحِ الْجَارِحِ وَالْجَوَارِحِ كَانَ حَلَالًا إِذَا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ	جس جانور کو تیز ہتھیار یا شکاری جانوروں کے ذریعے شکار کیا جائے وہ حلال ہے جبکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ صید باب صَادَ يَصِيْدُ (ضرب) سے مصدر ہے۔اس کا معنی شکار کرنا ہے۔باب تَصَيَّدَ (تفعل) اور باب اِصْطَادَ (افتعال) کا بھی یہی معنی ہے۔"صید" شکار کو اور " صائد " شکاری کو کہتے ہیں۔(۱)

اصطلاحی تعریف: حلال جنگلی جانور کا شکار کرنا جو بالعموم کسی کی ملکیت وقبضہ میں نہیں ہوتا۔(۲)

مشروعیت: اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ﴾ [المائدة : ۲]

''جب تم احرام اتار دو تو شکار کھیل سکتے ہو۔''

(2) ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾ [المائدة : ۹۶]

''تمہارے لیے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔تمہارے فائدے کے لیے اور مسافروں کے لیے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لیے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو۔''

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللهُ فَكُلُوْا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ ﴾ [المائدة : ٤]

''آپ کہہ دیجیے کہ تمام پاک چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں اور جن شکار کھیلنے والے جانوروں کو تم نے سدھا رکھا ہے یعنی جنہیں تم تھوڑا بہت وہ سکھاتے ہو جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے۔پس جس شکار کو وہ تمہارے لیے پکڑ کر روک رکھیں تو تم اس سے کھاؤ اور اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کر لیا کرو۔''

(2) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میں تیر کمان سے بھی شکار کرتا ہوں اور اپنے اُس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا نہیں ہے اور اُس کتے سے بھی جو سکھایا ہوا ہے تو اس میں سے کس کا کھانا میرے لیے جائز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ وما صدت بقوسك فذكرت اسم الله فكل ' وما صدت بكلبك المعلم فذكرت

(۱) [لسان العرب (۷ / ٤٥٠) المنجد (ص / ٤٨٨)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (٤ / ۲۸۰۳) اللباب (۳ / ۲۱۷) تبیین الحقائق (٦ / ٥٠) کشاف القناع (٦ / ۲۱۱)]

اسم اللہ فکل ' وما صدت بکلبك غیر معلم فادرکت ذکاته فکل ﴾ ''جو شکار تم اپنے تیر کمان سے کرو اور (تیر پھینکتے وقت) اللہ کا نام لیا ہو تو (اس کا شکار) کھا سکتے ہو اور جو شکار تم نے سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے کیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو اسے بھی کھا سکتے ہو اور جسے تم اپنے غیر سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے شکار کرو اور پھر اسے ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو اسے بھی کھا سکتے ہو۔'' (۱)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ''جس نے شکاری کتے یا زراعت و مویشیوں کے نگہبان کتے کے علاوہ کوئی کتا رکھا تو روزانہ اس کا ایک قیراط اجر کم ہوتا رہے گا۔'' (۲)

(ابن عبدالبرؒ) یہ احادیث ثبوت ہیں کہ شکاری کتا رکھنا جائز ہے۔ (۳)

لفظ '' جوارح '' جارح کی جمع ہے جو کاسب (کمانے والا) کے معنی میں ہے۔ اس سے مراد شکاری کتا' باز' چیتا' شکرا اور دیگر شکاری پرندے اور درندے ہیں۔

لفظ '' مکلبین '' مکلب کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسا کتا ہے جسے شکار پر چھوڑنے سے پہلے سدھایا گیا ہو۔

سدھانے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کتا شکار پر چھوڑا جائے جو دوڑتا ہوا جائے جب اسے روکا جائے تو رک جائے اور جب شکار پکڑے تو اس سے کچھ نہ کھائے۔ (٤)

729- کیا صرف کتے کے ذریعے ہی شکار کیا جائے گا؟

یا دیگر درندوں مثلاً شیر' چیتا اور باز وغیرہ کے ذریعے بھی شکار کیا جا سکتا ہے؟ تو اس میں اختلاف ہے۔

(مالکؒ) یہ تمام جانور کتے کی مانند ہی ہیں۔

(مجاہدؒ) کتے کے علاوہ کسی کے ساتھ شکار جائز نہیں۔ (٥)

(راجح) امام مالکؒ کا مؤقف راجح ہے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (٥٤٧٨) کتاب الذبائح والصید : باب صید القوس ' مسلم (۱۹۳۰) ابو داود (۲۸۵۵) ابن ماجة (۱۰۷۰) بیهقی (۲٤٤/۹) أحمد (۱۹۳/٤) منحة المعبود للطیاسی (۳٤۰/۱)]

(۲) [بخاری (۲۳۲۲ ' ۳۳۲٤) کتاب بدء الخلق : باب إذا وقع الذباب فی شراب أحد کم...... ' مسلم (۱۵۷۵) ترمذی (۱٤۹۰) ابن ماجة (۳۲۰٤) أحمد (۲٦۷/۲)]

(۳) [الا ستذکار (۱۹۳/۲۷)]

(٤) [سبل السلام (۱۸٤۳/٤) الروضة الندیة (۳۹۹/۲) نیل الأوطار (۲۱۰/٥) کشاف (٦۰٦/۱) تفسیر فتح القدیر (۱۳/۲)]

(٥) [نیل الأوطار (۲۱۰/٥)]

(٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر فتح القدیر (۱۳/۲) سبل السلام (۱۸٤۳/٤)]

وَمَا صِيدَ بِغَيْرِ ذٰلِكَ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّذْكِيَةِ	اور جسے اس کے علاوہ کسی اور جانور کے ذریعے شکار کیا گیا ہو اسے ذبح کرنا ضروری ہے۔ ❶

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ﴾ [المائدۃ : ۳]
''مگر جسے تم ذبح کر لو (وہ حلال ہے)۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ وما صدت بكلبك غير المعلم فأدركت ذكاته فكل ﴾ ''اور جسے تم نے اپنے غیر سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے شکار کیا ہو اور پھر تمہیں اسے ذبح کرنے کا بھی موقع مل جائے تو اسے کھا لو۔'' (۱)

730- معراض سے شکار کا حکم

اگر معراض (بغیر پھل کے تیر یا ایسی لکڑی جس کے اطراف تیز دھار کی شکل میں ہوں) کے ساتھ شکار کیا جائے اور وہ جانور کو دھار کی جانب سے لگے تو کھانا درست ہے اور اگر چوڑائی کی جانب سے لگے تو یہ موقوذہ (چوٹ سے مرنے والا جانور) ہے اس لیے اسے کھانا جائز نہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے معراض کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ﴿ كل ما خزق وما أصاب بعرضه فلا تأكل ﴾ ''اگر اس کی دھار اسے زخمی کر کے پھاڑ ڈالے تو کھا لو لیکن اگر اس کے عرض (چوڑائی) سے شکار مارا جائے تو اسے نہ کھاؤ (وہ مردار ہے)۔'' (۲)

731- پتھر یا غلیل سے کیا ہوا شکار

ایسا شکار حلال نہیں حتی کہ اسے ذبح نہ کر لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى النبي ﷺ عن الخذف وقال : إنه لا يقتل الصيد ولا ينكأ العدو وإنه يفقأ العين ويكسر السن ﴾ ''نبی کریم ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ نہ شکار مار سکتی ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ البتہ آنکھ پھوڑ سکتی ہے اور دانت توڑ سکتی ہے۔'' (۳)

732- بندوق کے شکار کا حکم

بندوق کے ذریعے کیا ہوا شکار حلال ہے یا حرام اس میں علما کا اختلاف ہے۔

چند ایک کے علاوہ اکثر علما بندوق اور پتھر کے ذریعے قتل ہونے والے شکار کو حرام قرار دیتے ہیں۔

---

(۱) [بخاری (۵۴۷۸) کتاب الذبائح والصيد : باب صيد القوس ' مسلم (۱۹۳۰)]

(۲) [بخاری (۵۴۷۷) کتاب الذبائح والصيد : باب ما أصاب المعراض بعرضه ' مسلم (۱۹۲۹)]

(۳) [بخاری (۶۲۲۰) کتاب الأدب : باب النهى عن الخذف ' مسلم (۱۹۵۴) أحمد (۵۴/۵) ابو داود (۵۲۷۰) ابن ماجة (۴۲۲۷)]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت سالم' امام قاسم' امام مجاہد' امام ابراہیم' امام عطاء اور امام حسن رحمہم اللہ اجمعین نے بندوق کے شکار کو ناپسند کیا ہے۔(۱)

(راجح) بندوق سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیونکہ اس کی گولی لاٹھی یا چھڑی کی طرح جسم سے نہیں ٹکراتی بلکہ تیر' نیزہ' کیل یا کسی بھی تیز دھار آلہ کی طرح جسم کو پھاڑ کے نکل جاتی ہے نیز جن روایات میں بندوق کے شکار کی ممانعت یا کراہت موجود ہے اس سے مراد موجودہ گولی نہیں ہے بلکہ مٹی کی بنی ہوئی گولی ہے جو " موقوذة " کی مانند جسم سے ٹکراتی تھی۔(۲)

وَإِذَا شَارَكَ الْكَلْبَ الْمُعَلَّمَ كَلْبٌ آخَرُ لَمْ يَحِلَّ صَيْدُهُمَا ' وَإِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ الْمُعَلَّمُ وَنَحْوُهُ مِنَ الصَّيْدِ لَمْ يَحِلَّ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَىٰ نَفْسِهِ	اگر سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شریک ہو جائے تو ان کا شکار حلال نہیں ❶ اور اگر سدھایا ہوا کتا اس شکار سے خود کھالے تو وہ شکار حلال نہیں کیونکہ اس نے وہ جانور اپنے لیے پکڑا ہے۔ ❷

❶ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ وإن وجدت مع كلبك كلبا غيره وقد قتل فلا تأكل فإنك لا تدري أيهما قتله ﴾ "اگر تم اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو پاؤ اور جانور مردہ حالت میں ہو تو اسے نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔"(۳)

❷ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فكل مما أمسكن عليك إلا أن يأكل الكلب فلا تأكل فإني أخاف أن يكون إنما أمسك على نفسه ﴾ "جو وہ (شکاری جانور) پکڑ کر تمہارے لیے روک لیں اس سے کھاؤ لیکن اگر (شکاری) کتا خود اس سے کھائے پھر نہ کھاؤ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ اس نے اسے اپنے نفس کے لیے نہ پکڑا ہو۔"(٤)

وَإِذَا وَجَدَ الصَّيْدَ بَعْدَ وُقُوعِ الرَّمِيَّةِ فِيهِ مَيِّتًا وَلَوْ بَعْدَ أَيَّامٍ فِي غَيْرِ مَاءٍ كَانَ حَلَالًا مَا لَمْ يُنْتِنْ أَوْ يَعْلَمْ أَنَّ الَّذِي قَتَلَهُ غَيْرُ سَهْمِهِ	اگر تیر لگنے کے کچھ دنوں بعد شکار کو مردہ حالت میں پانی سے باہر پالیا تو جب تک وہ بد بو نہ چھوڑ دے یا یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ کسی اور کے تیر سے مرا ہے اس وقت تک حلال ہے۔ ❶

❶(1) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے شکار کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیر پھینکتے وقت بسم الله پڑھ لو پھر اگر جانور مرا ہوا بھی پاؤ تو کھالو ﴿ إلا أن تجده قد وقع في ماء فإنك لا تدري الماء قتله أو سهمك ﴾ "لیکن اگر

(۱) [فتح الباري (۱۱/۳۰)]
(۲) [سبل السلام (٤/۱۸۵۰) الروضة الندية (۲/۳۹۹)]
(۳) [بخاري (٥٤٨٤) كتاب الذبائح والصيد : باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة ' مسلم (۳٥٦۰)]
(٤) [بخاري (٥٤٨۳) كتاب الذبائح والصيد : باب إذا أكل الكلب ' مسلم (۱۹۲۹)]

ٌم اسے پانی میں گرا ہوا پاؤ (پھر نہ کھاؤ) کیونکہ تم نہیں جانتے پانی نے اسے قتل کیا ہے یا تمہارے تیر نے۔''(۱)

2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وإن رميت الصيد فوجدته بعد يوم أو يومين ليس به إلا أثر سهمك فكل وإن وقع في الماء فلا تأكل ﴾ ''اگر تم نے شکار پر تیر مارا پھر وہ شکار تمہیں دو یا تین دن بعد ملا اور اس پر تمہارے تیر کے نشان کے سوا اور کوئی دوسرا نشان نہیں ہے تو ایسا شکار کھاؤ لیکن اگر وہ پانی میں گر گیا ہو تو نہ کھاؤ۔''(۲)

3) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا رميت سهمك فغاب ثلاثة أيام أدركته فكله ما لم ينتن ﴾ ''جب تم اپنے تیر سے شکار کرو اور وہ (شکار) تم سے تین دن غائب رہنے کے بعد ملے تو جب تک وہ بدبودار نہ ہو کھا لو۔''(۳)

(نوویؒ) اگر تمہیں اپنا شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو بالاتفاق حرام ہے۔(٤)

(۱) [مسلم (۱۹۲۹) كتاب الصيد والذبائح : باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمى]

(۲) [بخارى (٥٤٨٤) كتاب الذبائح والصيد : باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة ' أحمد (۳۷۹/٤)]

(۳) [مسلم (۱۹۳۱) كتاب الصيد والذبائح : باب إذا غاب عنه الصيد ثم وجده]

(٤) [شرح مسلم (۹۰/۷)]

باب الذبائح ❶ ذبح کا بیان

هُوَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَفَرَى الْأَوْدَاجَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَوْ بِحَجَرٍ أَوْ نَحْوِهِ مَا لَمْ يَكُنْ سِنًّا أَوْ ظُفُرًا	جو چیز خون بہادے اور رگیں کاٹ دے اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا گیا ہو اگر چہ وہ پتھر یا اس کی مثل کوئی چیز ہو لیکن دانت یا ناخن نہ ہو تو اس سے ذبح درست ہے۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ ذَبْحٌ باب ذَبَحَ يَذْبَحُ (فتح) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''ذبح کرنا'' معروف ہے۔ الذَّبْحُ اور الذَّبِيْحُ سے مراد وہ جانور ہوتا ہے جسے ذبح کیا جارہا ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: ایسا جانور جو کسی کی ملکیت میں ہو اور حلال ہو' اسے ذبح کر کے اس کی شہ رگ کاٹ دینا ذبح کہلاتا ہے۔(۲)

ذبح کی شرائط:

شرعی ذبح کی تین شرائط ہیں:

(1) چھری پھیرتے وقت بسم اللہ پڑھنا' ورنہ حلال نہیں ہوگا۔

(2) ذبح کرنے والا شخص مسلمان ہو یا اہل کتاب سے ہو۔

(3) شرعی طریقہ سے ذبح کرتے ہوئے جانور کی شہ رگ کاٹ دی جائے۔(۳)

❷ (1) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما أنهر الدم وذكر اسم الله عليه فكل ليس السن والظفر أما السن فعظم وأما الظفر فمدى الحبشة ﴾ ''جو چیز خون کو بہادے اور جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو اس جانور کو کھالو۔ ذبح کا آلہ دانت اور ناخن نہیں کیونکہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔''(٤)

(2) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ أن امرأة ذبحت شاة بحجر ﴾ ''ایک عورت نے پتھر کے ساتھ بکری کو ذبح کردیا'' تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اسے کھانے کا حکم دے دیا۔''(٥)

(۱) [المنجد (ص/۲۶۰) لسان العرب (۲۲/۵)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۷۵۸/٤) مغنى المحتاج (۲٦٥/٤) كشاف القناع (۲۰۱/۳)]

(۳) [التعليق على سبل السلام للشيخ عبدالله بسام (۱۸٤٥/٤)]

(٤) [بخارى (٥٥٤٣) كتاب الذبائح والصيد : باب إذا أصاب قوم غنيمة فذبح بعضهم ...... ' مسلم (۱۹٦۸) ابو داود (۲۸۲۱) ترمذى (۱٤۹۱) نسائى (۲۲٦/۷) ابن ماجة (۳۱۷۸) أحمد (٤٦۳/۳)]

(٥) [بخارى (۲۳۰٤) كتاب الوكالة : باب إذا أبصر الراعى أو الوكيل شاة...... ' ابن ماجة (۳۱۸۲) بيهقى (۲۸۱/۹) أحمد (۳۸٦/٦)]

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض چھری ہی نہیں بلکہ ہر تیز دھار شے سے جانور ذبح کیا جا سکتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت بھی ذبح کر سکتی ہے۔

733- ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے یا سنت اس میں اختلاف ہے۔

(جمہور) بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اس کے علاوہ ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔(۱)

(شافعیؒ) بسم اللہ پڑھنا سنت ہے واجب نہیں تاہم اسے جان بوجھ کر چھوڑ دینا مکروہ ہے۔(۲)

(راجح) بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اکثر اہل علم کا بھی یہی مؤقف ہے۔(۳)

اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ﴾ [الأنعام: ۱۲۱]

''اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔''

(2) امام بخاریؒ نے ان لفظوں میں باب قائم کیا ہے ((باب قول النبی : فلیذبح علی اسم الله)) ''نبی ﷺ کے اس فرمان کا بیان کہ جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرنا چاہیے۔''(٤)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ''مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ اللہ کے نام کو ذکر کرے یا نہ کرے'' وہ روایت ضعیف ہے۔(٥)

734- ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنا

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رخ کرنے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔(٦)

تاہم ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ ذبح کے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹانا چاہیے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرے' خصی' مینڈھے ذبح کیے۔ پس جب آپ نے انہیں قبلہ رخ کر لیا تو یہ دعا پڑھی ﴿ و جهت وجهی للذی فطر السموات...... ﴾ پھر آپ ﷺ

(۱) [المغنی (۵٦٥/۸) الشرح الکبیر (۱۰٦/۲) بدائع الصنائع (٤٦/٥)]

(۲) [المهذب (۲٥۲/۱) مغنی المحتاج (۲۷۲/٤)]

(۳) [الفقه الإسلامی و أدلته (۲۷۷۱/٤) سبل السلام (۱۸٤٦/٤) الروضة الندیة (٤۰٥/۲)]

(٤) [بخاری (قبل الحدیث ۵۵۰۰) کتاب الذبائح والصید]

(٥) [فتح الباری (۵٥١/٩)]

(٦) [السیل الجرار (٦٩/٤)]

نے ذبح کر دیا۔‘‘(۱)

وَيَحْرُمُ تَعْذِيبُ الذَّبِيحَةِ وَالْمُثْلَةُ بِهَا وَذَبْحُهَا لِغَيْرِ اللّٰهِ	ذبیحہ کو تکلیف پہنچانا ❶ اس کا مثلہ کرنا ❷ اور اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے۔ ❸

❶ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کر دیا ہے اس لیے جب تم قتل کرو تو عمدہ طریقے سے قتل کرو ﴿ وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته ﴾ ’’اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ایک اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔‘‘(۲)

❷ امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((باب ما يكره من المثلة والمصبورة والمجثمة)) ’’باب زندہ جانور کے پاؤں وغیرہ کاٹنا یا اسے بند کر کے تیر مارنا یا باندھ کر اسے تیروں کا نشانہ بنانا جائز نہیں۔‘‘

اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے ﴿ أنه ﷺ نهى عن النهبة والمثلة ﴾ ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہزنی کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔‘‘(۳)

❸(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة : ۱۷۳]

’’اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو (وہ جانور حرام ہے)۔‘‘

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لعن الله من ذبح لغير الله ﴾ ’’اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔‘‘(٤)

735- ایک ضروری وضاحت

بادشاہ یا کسی بھی عہدیدار کے اکرام میں ذبح کیا ہوا جانور ٹھیک اسی طرح مباح وحلال ہے جیسے عقیقہ، ولیمہ یا ضیافت کے

(۱) [**ضعیف** : ضعيف ابو داود (۵۹۷) كتاب الضحايا : باب ما يستحب من الضحايا، ابو داود (۲۷۹۵) گرچہ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔]

(۲) [مسلم (۱۹۵۵) كتاب الصيد والذبائح : باب الأمر بإحسان الذبائح...... ، ابو داود (۲۸۱٤) ابن ماجة (۳۱۷۰) ترمذی (۱٤۰۹) أحمد (۱۲۳/٤) بيهقی (۲۸۰/۹) دارمی (۸۲/۲) شرح السنة (۳۱۹/۱۱) منحة المعبود (۳٤۱/۱)]

(۳) [بخاری (۵۵۱٦) كتاب الذبائح والصيد]

(٤) [مسلم (۱۹۷۸) كتاب الأضاحی : باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله، أحمد (۱۱۸/۱) نسائی (۲۳۲/۷) الأدب المفرد للبخاری (۱۷)]

لیے کیا جانے والا حلال ہے۔ بشرطیکہ گذشتہ شرائط اس میں موجود ہوں۔(۱)

وَإِذَا تَعَذَّرَ الذَّبْحُ لِوَجْهٍ جَازَ الطَّعْنُ وَالرَّمْيُ وَكَانَ ذٰلِكَ كَالذَّبْحِ	جب ذبح کرنا کسی سبب سے مشکل ہو جائے تو تیر یا نیزہ مار کر اسے حلال کرنا بھی درست ہے اور یہ ذبح کی طرح ہی ہوگا۔ ❶

❶ (1) امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((باب : إذا ند بعير لقوم' فرماه بعضهم بسهم فقتله فأراد إصلاحهم فهو جائز لخبر رافع عن النبی)) ''باب' جب کسی قوم کا کوئی اونٹ بدک جائے اور ان میں سے کوئی شخص خیر خواہی کی نیت سے اسے تیر سے نشانہ لگا کر مار ڈالے تو جائز ہے؟ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔''(۲)

(2) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اونٹ بدک کر بھاگ پڑا' پھر ایک آدمی نے تیر سے اسے مارا اور اللہ تعالیٰ نے اسے روک دیا' بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن لها أوابد كأوابد الوحش فما عليكم منها فاصنعوا به هكذا ﴾ ''یہ اونٹ بھی بعض اوقات جنگلی جانوروں کی طرح بدکتے ہیں' اس لیے ان میں سے جو تمہارے قابو سے باہر ہو جائیں' ان کیساتھ ایسا ہی کیا کرو۔''(۳)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے یہ جواز نکلتا ہے کہ جسم کے کسی بھی حصے پر تیر مار کر زخمی کیا ہوا جانور کھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ وحشی جانوروں کی طرح حرکتیں کر رہا ہو۔(٤)

وَذَكَاةُ الْجَنِيْنِ ذَكَاةُ أُمِّهِ	جنین ❶ کی ماں کو ذبح کرنا' جنین کو ذبح کرنے کے ہی مترادف ہے۔ ❷

❶ جَنین سے مراد وہ بچہ ہے جو رحمِ مادر میں ہو۔(٥)

❷ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ذكاة الجنين ذكاة أمه ﴾ ''ماں کے ذبح کرنے سے اس کا پیٹ کا بچہ از خود ذبح ہو جاتا ہے۔''(٦)

---

(۱) [نيل الأوطار (۲۱٦/٥) الشرح الكبير (۸٥/۱۲)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث/ ٥٥٤٤) كتاب الذبائح والصيد]

(۳) [بخاری (٥٥٤٤) كتاب الذبائح والصيد : باب إذا ند بعير لقوم' مسلم (۱۹٦۸) ترمذی (۱٤۹۲) ابو داود (۲۸۲۱) نسائی (۲۲۸/۷) ابن ماجة (۳۱۸۳) بيهقی (۲٤٦/۹)]

(٤) [نيل الأوطار (۲۲۱/٥)]

(٥) [المنجد (ص/ ۱۲٦)]

(٦) [**صحیح** : صحيح ابو داود (۲٤٥۲) كتاب الضحايا : باب ما جاء في زكاة الجنين' ابو داود (۲۸۲۸) ابن ماجة (۳۱۹۹) ترمذی (۱٤۷٦) دارقطنی (۲۷۳/٤) أحمد (۳۱/۳) ابن حبان (۱۰۷۷۔ الموارد) شرح السنة (۲۲۸/۱۱) إرواء الغليل (۲٥۳۹)' (۱۷۲/۸)]

(شافعیؒ، محمدؒ، ابو یوسفؒ) پیٹ کے بچے کو دوبارہ ذبح نہیں کیا جائے گا۔

(ابو حنیفہؒ) پیٹ کا بچہ اگر زندہ خارج ہو تو پھر اسے نئے سرے سے ذبح کر کے ہی کھایا جا سکتا ہے بصورت دیگر اسے نہیں کھایا جا سکتا۔(۱)

(راجح) امام شافعیؒ وغیرہ کا موقف برحق ہے کیونکہ یہی أقرب إلی الحدیث ہے۔ نیز یہ حدیث بظاہر اصول " تحریم المیتة " یعنی مردار کی حرمت' کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ جس نے مردار حرام کیا ہے اسی نے جنین کو مچھلی اور ٹڈی کی طرح خاص کر دیا ہے اور فی الحقیقت یہ مردار ہے ہی نہیں بلکہ اپنی ماں کا ایک جزو بدن ہے اور ہر جز کو ذبح کرنا ضروری نہیں۔(۲)

وَمَا اُبِیْنَ مِنَ الْحَیِّ فَهُوَ مَیْتَةٌ وَتَحِلُّ مَیْتَتَانِ وَدَمَانِ ' السَّمَکُ وَالْجَرَادُ وَالْکَبِدُ وَالطِّحَالُ	اور جو حصہ زندہ جانور سے کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے ❶ اور دو مردے اور دو خون " (یعنی) مچھلی اور ٹڈی' جگر اور تلی " حلال ہیں۔ ❷

❶ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ جانوروں کی پشتوں کا گوشت کاٹ دیتے اور اونٹوں کی کوہانیں کاٹ دیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما قطع من البهيمة وهي حية فهي ميتة ﴾ " چوپائے کا جو حصہ کاٹ لیا جائے اور وہ زندہ ہو تو وہ حصہ مردار ہے۔"(۳)

❷ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أحلت لنا ميتتان ودمان : فأما الميتان فالجراد والحوت وأما الدمان فالكبد والطحال ﴾ " دو مری ہوئی چیزیں اور دو خون ہمارے لیے حلال کیے گئے ہیں: دو مری ہوئی چیزیں (جنہیں ذبح نہ کیا گیا ہو) یہ ہیں' ایک ٹڈی اور دوسری مچھلی۔ اور دو خون سے مراد ایک جگر اور دوسری تلی ہے۔"(٤)

(2) حضرت ابن أبی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ غزونا مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات أو ستا كنا نأكل معه الجراد ﴾ " ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات یا چھ غزووں میں شریک ہوئے۔ ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔"(٥)

(3) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھوک سے نڈھال لشکر جب سمندر کے کنارے پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے عنبر مچھلی کا عطیہ

(۱) [نیل الأوطار (۲۲۳/٥) سبل السلام (۱۸٥٥/٤)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: أعلام الموقعين (۳٥۳/۲) سبل السلام (۱۸٥٦/٤)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲٤۸٥) ترمذی (۱٤۸۰) کتاب الصید : باب ما قطع من الحی فهو میت ' ابو داود (۲۸٥۸) دارمی (۹۳/۲) حاکم (۲۳۹/٤) بیهقی (۲۳/۱) أحمد (۲۱۸/٥) ابن ماجة (۳۲۱٦)]

(٤) [صحیح : الصحیحة (۱۱۱۸) ابن ماجة (۳۲۱۸) کتاب الصید : باب صید الحیتان والجراد ' أحمد (۹۷/۲) دارقطنی (۲۷۱/٤) ترتیب المسند للشافعی (۱۷۳/۲) بیهقی (۲٥۷/۹)]

(٥) [بخاری (٥٤۹٥) کتاب الذبائح والصید : باب أکل الجراد ' مسلم (۱۹٥۲)]

دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ﴿کلوا رزقا أخرج الله لكم أطعمونا منه إن كان معكم﴾ "اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اگر اس سے بچا ہوا کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔"(۱)

(احناف) مچھلی کے علاوہ تمام پانی کے (مردہ) جانور حرام ہیں۔

(جمہور) پانی کے وہ جانور جو پانی کے علاوہ زندہ نہیں رہ سکتے خواہ انہیں کسی بھی طرح موت آئے سب حلال ہیں۔(۲)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔(۳)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ﴾ [المائدة : ٩٦]

"تمہارے لیے دریا کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے۔"

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سمندر کے پانی کے متعلق فرمایا ﴿هو الطهور ماءه والحل ميتته﴾ "اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔"(٤)

اور مجبور آدمی کے لیے مردار بھی حلال ہے۔ ❶	وَتَحِلُّ الْمَيْتَةُ لِلْمُضْطَرِّ

❶ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ﴾ [البقرة : ١٧٣]

"جو شخص مجبور ہو جائے اور وہ حد سے تجاوز کرنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو اس پر ان (حرام اشیا) کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں۔"

(2) ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [المائدة : ٣]

"جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا اور بہت بڑا مہربان ہے۔"

(3) اس مسئلے کی تائید اس قاعدے سے بھی ہوتی ہے ((الضرورات تبيح المحضورات)) "ضرورتیں ممنوعہ اشیا کو جائز

(۱) [بخاری (٤٣٦١، ٤٣٦٢، ٥٤٩٣) كتاب الذبائح والصيد : باب قول الله تعالى : أحل لكم صيد البحر، مسلم (١٩٣٥) موطا (٩٣٠/٢) ابو داود (٣٨٤٠) أحمد (٣٠٤/٣) بيهقى (١٩٤/٦) شرح السنة (٢٤٦/١١)]

(۲) [بدائع الصنائع (٣٥/٥) الدر المختار (٢١٤/٥) الفقه الإسلامي وأدلته (٢٧٩١/٤) نيل الأوطار (٢٢٧/٥)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الفقه الإسلامي وأدلته (٢٧٩١/٤) سبل السلام (١١/١) الروضة الندية (٤١٧/٢)]

(٤) [صحیح : صحيح ابو داود (٧٦) كتاب الطهارة : باب الوضوء بماء البحر، ابو داود (٨٣) ترمذى (٦٩) ابن ماجة (٣٨٦) نسائى (١٧٦/١)]

کر دیتی ہیں۔(۱)

736- اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ انہوں نے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا ہو ورنہ حلال نہیں۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ﴾ [المائدة : ٥]

''اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ طعامهم ذبائحهم ﴾ ''اہل کتاب کے کھانے سے مراد ان کے ذبیحے ہیں۔''(۲)

(2) ایک آیت میں ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ﴾ [الأنعام : ١٢١]

''اور جس (ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا گیا ہو اسے مت کھاؤ۔''

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرب کے عیسائیوں کے ذبیحوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا ﴿ لا باس بها ﴾ ''انہیں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔'' اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾ [المائدة : ٥١]

''اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی لگائے گا وہ ان میں سے ہی ہے۔''(۳)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عورت کا کھانا قبول فرمایا جس میں اس نے زہر ملا رکھا تھا۔(٤)

---

(١) [المنثور للزركشي (٣١٧/٢)]

(٢) [بخاري (قبل الحديث / ٥٥٠٨) كتاب الذبائح والصيد : باب ذبائح أهل كتاب]

(٣) [مؤطا (٣٣٢/٢)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٢١٢) كتاب الأطعمة : باب في أكل اللحم' ابو داود (٣٧٨١)]

باب الضیافة ❶
مہمان نوازی کا بیان

يَجِبُ عَلٰى مَنْ وَجَدَ مَا يَقْرِئُ بِهِ مَنْ نَزَلَ مِنَ الضُّيُوفِ اَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ ، وَحَدُّ الضِّيَافَةِ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَصَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لِلضَّيْفِ اَنْ يَّثْوِيَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرِجَهُ ، وَاِذَا لَمْ يَفْعَلِ الْقَادِرُ عَلَى الضِّيَافَةِ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ ، كَانَ لِلضَّيْفِ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ مَالِهِ بِقَدْرِ قِرَاهُ	جو شخص میزبانی کی طاقت رکھتا ہو اس پر مہمانوں کی خدمت کرنا واجب ہے اور مہمان نوازی کی حد تین دن ہے اور اس سے زائد صدقہ ہے اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پاس اتنے دن ٹھہرے جس سے اسے تنگی میں ہی ڈال دے اور اگر طاقت رکھنے کے باوجود میزبان اپنا فرض ادا نہ کرے تو مہمان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی میزبانی کے مطابق اس کے مال سے (زبردستی) وصول کر لے۔ ❷

❶ " ضیافت " سے مراد مہمان نوازی کا کھانا ہے۔ باب ضَافَ يَضِيفُ (ضرب) "مہمان ہونا"۔ باب ضَيَّفَ يُضَيِّفُ (تفعیل) "مہمان بنانا' مہمانی کا کھانا پیش کرنا" اور باب اِسْتَضَافَ يَسْتَضِيفُ (استفعال) "ضیافت طلب کرنا" کے معانی میں مستعمل ہیں۔ (۱)

❷ (1) حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه جائزته قالوا : وما جائزته يا رسول الله ! قال : يوم وليلة ' والضيافة ثلاثة أيام فما كان وراء ذلك فهو صدقة ولا يحل له أن يثوى عنده حتى يحرجه ﴾ "جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے (خاص) عطیے سے مہمان کا اکرام کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! عطیے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات اور مہمان نوازی تین دن ہے۔ اس سے زائد صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے پاس اتنی دیر ٹھہرے کہ اسے تنگی میں ڈال دے۔" (۲)

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں (تبلیغ وغیرہ کے لیے) بھیجتے ہیں اور راستے میں ہم بعض قبیلوں کے دیہاتوں میں قیام کرتے ہیں لیکن وہ ہماری مہمانی نہیں کرتے تو آپ اس سلسلے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن نزلتم بقوم فأمروا لكم بما ينبغي للضيف فاقبلوا فإن لم يفعلوا فخذوا منهم حق الضيف الذي ينبغي لهم ﴾ "جب تم ایسے لوگوں کے پاس جا کر اترو اور وہ جیسا دستور ہے مہمانی کے طور پر تمہیں کچھ دیں تو اسے منظور کر لو اگر نہ دیں تو مہمانی کا حق قاعدے کے موافق ان سے وصول کر لو۔" (۳)

---

(۱) [لسان العرب (۱۰۷/۸ ـ ۱۰۸) المنجد (ص/۵۰۵)]

(۲) [بخاری (۶۱۳۵) کتاب الأدب : باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه ' مسلم (۴۸) موطا (۹۲۹/۲) ابو داود (۳۷۴۸) ترمذی (۱۹۶۷) ابن ماجة (۳۶۷۵) بیهقی (۱۹۷/۹) أحمد (۳۱/۴)]

(۳) [بخاری (۶۱۳۷) کتاب الأدب : باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه ' مسلم (۱۷۲۷) ابو داود (۳۷۵۲) ترمذی (۱۵۸۹) ابن ماجة (۳۶۷۶) احمد (۱۴۹/۴) بیهقی (۱۹۷/۹)]

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ ليلة الضيف واجبة على كل مسلم فإن أصبح بفنائه محروما كان دينا له عليه ' إن شاء اقتضاه وإن شاء تركه ﴾ ''مہمان کی ایک رات (خدمت) ہر مسلمان پر واجب ہے اگر اس نے محرومی کی حالت میں اس کے صحن میں صبح کی تو اس کے لیے میزبان پر قرض ہوگا اگر چاہے تو اسے ادا کرے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے۔''(۱)

737- مہمان نوازی میں تکلف سے اجتناب کرنا چاہیے

حضرت شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے گھر میں موجود پانی سے ہماری ضیافت کی اور فرمایا﴿ لولا أن رسول الله ﷺ نهى عن التكلف للضيف لتكلفت لكم ﴾ ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے مہمان کے لیے تکلف کرنے سے روکا ہے تو میں تمہارے لیے تکلف کرتا۔''(۲)

○ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابتدائے اسلام میں مہمان کے لیے جائز تھا کہ وہ میزبان سے اپنا حق چھین لے۔ امام نووی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تاویل باطل ہے اس لیے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔(۳)

○ ضیافت کے واجب یا مستحب ہونے میں بھی اختلاف ہے:

(جمہور) مہمان کی ضیافت کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(شوکانی) چند وجوہات کی بنا پر مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے۔

(1) مہمان نوازی نہ کرنے پر مہمان کو اپنا حق چھین لینے کی اجازت ہے۔

(2) ضیافت کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی فرع قرار دیا گیا ہے۔

(3) آپ ﷺ کے اس فرمان 'کہ اس سے زائد صدقہ ہے' سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے قبل واجب ہے۔

(4) بعض روایات میں وجوب کی وضاحت بھی ہے مثلاً﴿ ليلة الضيف واجبة ﴾ ''مہمان کی ایک رات (خدمت) واجب ہے۔''(٤)

(راجح) امام شوکانی کا موقف راجح ہے۔(٥)

وَيَحْرُمُ أَكْلُ طَعَامِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ	کسی کی اجازت کے بغیر اس کا کھانا کھالینا حرام ہے۔❶

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۹٦٦) كتاب الأدب : باب حق الضيف ' ابن ماجة (۳٦۷۷) أحمد (۱۳۰/٤) الأدب المفرد (۷٤٤) ابو داود (۳۷۵۰)]

(۲) [احمد (٤٤۱/٥)]

(۳) [شرح مسلم (۲۷٤/٦) نيل الأوطار (۲۳٦/٥)]

(٤) [نيل الأوطار (۲۳٦/٥-۲۳۷)]

(٥) [نيل الأوطار (۲۳٦/٥) الروضة الندية (٤۲٤/۲)]

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ [البقرة : ۱۸۸]

’’آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔‘‘

(2) حضرت عمرو بن یثربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ منیٰ میں فرمایا ﴿ لا يحل لامرئ من مال أخيه إلا ما طابت به نفسه ﴾ ’’کسی شخص کے لیے بھی اس کے بھائی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔‘‘ (۱)

وَمِنْ ذٰلِكَ حَلْبُ مَاشِيَتِهِ وَاَخْذُ ثَمَرَتِهِ وَزَرْعِهِ لَا يَجُوْزُ اِلَّا بِإِذْنِهِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مُحْتَاجًا إِلٰى ذٰلِكَ فَلْيُنَادِ صَاحِبَ الْإِبِلِ أَوِ الْحَائِطِ فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا فَلْيَشْرَبْ وَلْيَاكُلْ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً	اور کسی کے مویشیوں کا دودھ دوہنا اور اس کے پھل یا اناج کو کھانا بھی اسی میں شامل ہے اور (مالک) کی اجازت کے بغیر کھانا جائز نہیں لیکن اگر کوئی ان اشیا کا محتاج ہو تو اونٹ یا باغ کے مالک کو آواز لگائے اور اگر وہ اجازت دے تو کھا لے ورنہ ضرورت کے مطابق دودھ یا پھل کھا لے لیکن کچھ چھپا کر ساتھ نہ لے جائے۔ ❶

❶ (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا ﴿ فإن الله حرم عليكم دمائكم وأموالكم وأعراضكم ﴾ ’’پس بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر (آپس میں) تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں حرام قرار دی ہیں۔‘‘ (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يحلبن أحد كم ما شية أحد إلا بإذنه ﴾ ’’تم میں سے کوئی بھی ہرگز بغیر اجازت کسی کے مویشیوں کا دودھ نہ دوہے۔‘‘ (۳)

(3) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا أتى أحدكم على ماشية فإن كان فيها صاحبها فليستاذنه فإن أذن له فليحتلب وليشرب وإن لم يكن فيها أحد فليصوت ثلاثا فإن أجابه أحد فليستاذنه فإن لم يجبه أحد فليحتلب وليشرب ولا يحمل ﴾ ’’جب تم میں سے کوئی مویشیوں کے پاس آئے تو اگر ان میں ان کا مالک موجود ہو تو اس سے اجازت لے اگر وہ اسے اجازت دے تو وہ دودھ دوہے اور پی لے اور اگر وہاں کوئی نہ ہو تو تین مرتبہ آواز لگائے اگر کوئی جواب دے تو اس سے اجازت لے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو دودھ دوہ کر پی لے لیکن ساتھ لے کر نہ جائے۔‘‘ (٤)

(۱) [صحيح : احمد (۴۲۳/۳) دارقطنی (۲۵/۳) شرح معانی الآثار (۲۴۱/۴) بیهقی (۹۷/۶)]

(۲) [بخاری (۱۷۴۲، ۴۴۰۳) کتاب المغازی : باب حجة الوداع، مسلم (۶۶)]

(۳) [بخاری (۲۴۳۵) کتاب فی اللقطة : باب لا تحتلب ما شية أحد بغير إذنه، مسلم (۱۷۲۶) ابن ماجة (۲۳۰۲) مؤطا (۹۷۱/۲) بیهقی (۳۵۸/۹)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (۲۵۲۱) ابو داود (۲۶۱۹) کتاب الجهاد : باب فی ابن السبيل يا كل من التمر......، ترمذی (۱۲۹۶)]

(4) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی کسی باغ میں آ کر کچھ کھانا چاہے ﴿ فلیناد صاحب الحائط ثلاثا فإن أجابه وإلا فليأكل ﴾ ”تو وہ باغ کے مالک کو تین مرتبہ آواز دے اگر وہ جواب دے تو ٹھیک ورنہ کھا لے۔“ (۱)

❀❀❀

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۲۵۲) أحمد (۷/۳) ابن ماجة (۲۳۰۰) كتاب التجارات : باب من مرعلى ماشية قوم أو حائط هل يصيب منه؟' أبو يعلى (۴۳۹/۲) ابن حبان (۱۱۴۳ ـ الموارد) حاكم (۱۳۲/۴)]

باب أداب الاكل ❶ کھانے کے آداب کا بیان

کھانا کھانے والے کو چاہیے کہ پہلے بسم اللہ پڑھے ❷ پھر دائیں ہاتھ سے کھائے۔ ❸	تُشْرَعُ لِلْأَكْلِ التَّسْمِيَةُ وَالْأَكْلُ بِالْيَمِينِ

❶ لفظِ آداب ادب کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسا اخلاقی ملکہ ہے جو انسان کو ناشائستہ باتوں سے روکے رکھے۔ باب أَدُبَ (کرم) مؤدب ہونا' باب تَأَدَّبَ (تفعل) ادب سیکھنا اور باب أَدَّبَ (تفعیل) ادب سکھانا' کے معانی میں مستعمل ہے۔

لفظِ أکل مصدر ہے باب أَكَلَ يَأْكُلُ (نصر) سے۔ اس کا معنی ''کھانا'' ہے۔ باب أَكَّلَ (تفعیل) ''کھلانا'' اور باب اِسْتَأْكَلَ (استفعال) ''کھانا تیار کرنے کو کہنا'' کے معانی میں مستعمل ہے۔ (۱)

❷ (1) حضرت عمر بن أبی سلمہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يا غلام سم الله و كل بيمينك و كل مما يليك ﴾ ''اے بیٹے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو' دائیں ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو۔'' (۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا أكل أحدكم فليقل : بسم الله فإن نسى فى أوله فليقل : بسم الله أوله وآخره ﴾ ''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہے اور اگر ابتداء میں کہنا بھول جائے تو یوں کہہ دے '' بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ ''۔ (۳)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب کوئی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے ﴿ لا مبيت لكم ولا عشاء ﴾ ''نہ تو تمہارے لیے یہاں رات گزارنے کی اجازت ہے اور نہ ہی رات کا کھانا ہے۔'' اور اگر وہ شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے ﴿ أدركتم المبيت والعشاء ﴾ ''تم نے رات کا قیام اور طعام دونوں کو حاصل کر لیا۔'' (٤)

(4) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الشيطان يستحل الطعام الذى لم

---

(۱) [المنجد (ص/۳٤-٤٢)]

(۲) [بخاری (٥۳۷٦) كتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام والأكل باليمين ' مسلم (۲۰۲۲) موطا (۹۳٤/۲) ابوداود (۳۷۷۷) ترمذی (۱۸٥۷) ابن ماجة (۳۲٦۷) دارمی (۱۰۰/۲) بیهقی (۲۷۷/۷) أحمد (۲٦/٤)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۱۹٦٥) ' (۲٤/۷) ابو داود (۳۷٦۷) كتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام ' أحمد (۲۰۷/٦) ترمذی (۱۸٥۸) نسائی فی الکبری (۷۸/٦) ابن ماجة (۳۲٦٤)]

(٤) [مسلم (۲۰۱۸) كتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ' ابو داود (۳۷٦٥) ابن ماجة (۳۸۸۷)]

یذکر اسم الله علیه ﴾ ”شیطان ایسے کھانے کو حلال بنالیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔“ (۱)

(البانیؒ) فرماتے ہیں کہ ((إنما السنة فیها أن یقول باختصار بسم الله)) ”کھانے کے وقت صرف اختصار کے ساتھ ” بسم الله “ پڑھنا ہی مسنون ہے۔“ (۲)

واضح رہے کہ مکمل بسم اللہ پڑھنا صرف دو مقامات پر ہی ثابت ہے۔

① قرآن کی تلاوت کے وقت۔ جیسا کہ قرآن میں ہر سورت کے ساتھ مذکور ہے۔

② خطوط و رسائل لکھتے وقت جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کے نام لکھے گئے خط میں مکمل ” بسم الله الرحمن الرحیم“ تحریر فرمائی تھی۔ (۳)

❸ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا یاکل أحدکم بشماله ولا یشرب بشماله فإن الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله ﴾ ”تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ ہی اس سے پیے۔ کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔“ (٤)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لیاکل أحدکم بیمینه ولیشرب بیمینه ولیأخذ بیمینه ولیعط بیمینه فإن الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله ویعطی بشماله ویاخذ بشماله ﴾ ”تم میں سے ایک اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور اپنے دائیں ہاتھ سے پیے اور اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑے اور اپنے دائیں ہاتھ سے دے۔ اور بے شک شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے۔“ (٥)

یاد رہے کہ کسی شرعی عذر (مثلاً دایاں ہاتھ معذور یا زخمی ہو وغیرہ) کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے بھی کھایا جا سکتا ہے۔ (٦)

وَمِنْ حَافَتَي الطَّعَامِ لَا مِنْ وَسَطِهِ وَمِمَّا يَلِيهِ	اور برتن کے کناروں سے کھائے نہ کہ درمیان سے ❶ اور اپنے قریب سے کھائے۔ ❷

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ البرکة تنزل فی وسط الطعام فکلوا

(۱) [مسلم (۲۰۱۷) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب ' ابو داود (۳۷٦٦)]

(۲) [إرواء الغلیل (۳۱/۷)]

(۳) [بخاری (۷) کتاب بدء الوحی]

(٤) [مسلم (۲۰۲۰) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحکامهما ' موطا (۹۲۲/۲) ابو داود (۳۷۷٦) ترمذی (۱۸۰۰)]

(٥) [صحیح : الصحیحة (۱۲۳٦) ابن ماجة (۳۲٦٦)]

(٦) [شرح مسلم للنووی (۲۱۲/۷)]

من حافتيه ولا تاكلوا من وسطه ﴾ ”کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے اس لیے اس کے کناروں سے کھاؤ‘ درمیان سے مت کھاؤ۔“(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كلوا من جوانبها ودعوا ذروتها يبارك فيها ﴾ ”برتن کے کناروں سے کھاؤ اور اس کے اوپر والے حصے سے مت کھاؤ (کیونکہ) اس میں برکت ڈالی جاتی ہے۔“(۲)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا أكل أحدكم طعاما فلا ياكل من أعلى الصحفة ولكن ليأكل من أسفلها فإن البركة تنزل من أعلاها ﴾ ”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو برتن کے اوپر والے حصے سے نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے (یعنی قریب) والے حصے سے کھائے کیونکہ اس کے اوپر والے حصے سے برکت نازل ہوتی ہے۔“(۳)

❷ حضرت عمر بن أبي سلمہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ﴿ كل بيمينك وكل مما يليك ﴾ ”اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔“(٤)

وَيَلْعَقُ أَصَابِعَهُ وَالصَّحْفَةَ	(فارغ ہونے کے بعد) اپنی انگلیاں اور برتن صاف کر لے۔❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا أكل أحدكم طعاما فلا يمسح يده حتى يلعقها أو يلعقها ﴾ ”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنا ہاتھ صاف نہ کرے حتی کہ اسے چاٹ لے یا کسی سے چٹوالے۔“(٥)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں اور برتن چاٹ کر صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ﴿ إنكم لاتدرون في أي طعامكم البركة ﴾ ”تم نہیں جانتے تمہارے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔“(٦)

(۱) [حسن : إرواء الغليل (۱۹۸۰)‘ (۳۸/۷) ترمذی (۱۸۰۵) كتاب الأطعمة : باب ما جآء في كراهية الأكل من وسط الطعام‘ ابن ماجة (۳۲۷۷) أحمد (۲۷۰/۱) دارمی (۱۰۰/۲) ابن حبان (٥٢٤٥)]

(۲) [صحيح : صحيح الترغيب (۲۱۲۲) كتاب الطعام : باب الترغيب في الأكل من جوانب القصعه دون وسطها‘ ابو داود (۳۷۷۳) ابن ماجة (۳۲٦۳)]

(۳) [صحيح : الصحيحة (۲۰٤۰) إرواء الغليل (۳۸/۷)‘ (۱۹۸۰) صحيح الترغيب (۲۱۲۳) ابو داود (۳۷۷۲)]

(٤) [بخاری (٥۳۷٦) كتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام والأكل باليمين‘ مسلم (۲۰۲۲) موطا (۹۳٤/۲) ابو داود (۳۷۷۷) ترمذی (۱۸٥۷) ابن ماجة (۳۲٦۷) أحمد (۲٦/٤)]

(٥) [بخاری (٥٤٥٦) كتاب الأطعمة : باب لعق الأصابع ومصها...... ‘ مسلم (۲۰۳۱) ابو داود (۳۸٤۷) ابن ماجة (۳۲٦۹) أحمد (۲۲۱/۱)]

(٦) [مسلم (۲۰۳۳) كتاب الأشربة : باب استحباب لعق الأصابع والقصعة وأكل الساقطة بعد مسح ما يصيبها من أذى‘ أحمد (۳۱٥/۳) ابن ماجة (۳۲۷۹)]

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن رسول الله كان إذا أكل طعاما لعق أصابعه الثلاث﴾ "رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے۔"(۱)

738- انگلیاں چاٹنے سے پہلے تولیے کا استعمال

انگلیاں چاٹنے سے پہلے تولیہ استعمال نہیں کرنا چاہیے اور آج کل تو ٹشو کا استعمال عام ہے لیکن انگلیاں چاٹنے سے پہلے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ولا يمسح يده بالمنديل حتى يلعق أصابعه﴾ "اور (کھانا کھانے والا) اپنے ہاتھ تولیے سے مت صاف کرے حتی کہ اپنی انگلیاں چاٹ لے۔"(۲)

وَالْحَمْدُ عِنْدَ الْفَرَاغِ وَالدُّعَاءِ وَلَا يَأْكُلُ مُتَّكِئًا	کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہے اور دعا مانگے ❶ اور ٹیک لگا کر نہ کھائے۔ ❷

❶ (1) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا دستر خوان اُٹھایا جاتا تو آپ فرماتے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا﴾ "تمام قسم کی حمد اللہ ہی کے لیے ہے، بہت زیادہ پاکیزہ برکت والی، ہم اس کھانے کا حق پوری طرح ادا نہ کر سکے اور یہ ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا گیا (اور یہ اس لیے کہا تاکہ) اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہو، اے ہمارے رب!۔"(۳)

(2) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ﴾ "تمام تعریف اس ذات کے لیے ہے جس نے مجھے یہ کھلایا اور رزق عطا فرمایا، اس کی مدد کے بغیر کسی آفت سے نہ بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی کچھ کرنے کی قوت ہے۔" تو اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔(٤)

739- دودھ پینے کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ومن سقاه الله لبنا فليقل : اللهم بارك لنا

(۱) [مسلم (۲۰۳٤) كتاب الأشربة : باب استحباب لعق الأصابع والقصعة وأكل الساقطة بعد مسح ما يصيبها من أذى، ابو داود (۳۸٤٥) ترمذی (۱۸۰۳)]

(۲) [مسلم (۲۰۳۳) كتاب الأشربة : باب استحباب لعق الأصابع والقصعة أكل الساقطة بعد مسح ما يصيبها من أذى]

(۳) [بخاری (٥٤٥٨) كتاب الأطعمة : باب ما يقول إذا فرغ من طعامه]

(٤) [حسن : إرواء الغليل (۱۹۸۹) ترمذی (۳٤٥۸) كتاب الدعوات : باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ابن ماجة (۳۲۸٥) أحمد (۳/٤۳۹) ابو داود (٤۰۲۳) حاكم (۱/٥۰۷)]

فيه وزدنا منه ﴾ ”اور جسے اللہ تعالیٰ دودھ پلائے وہ یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ”اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت فرما اور ہمیں اس سے بھی زیادہ عطا فرما۔“ (١)

740- ایک ضعیف روایت

جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ ﴾ ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا“ وہ ضعیف ہے۔(٢)

❷ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا آکل متکئا ﴾ ”میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔“ (٣)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی خاص تھا۔(٤)

(بیہقیؒ) دیگر احباب کے لیے بھی ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ متکبرین کا فعل ہے تاہم کسی عذر کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھانا بلا کراہت جائز ہے۔(٥)

(ابراہیم نخعیؒ) ٹیک لگا کر کھانے سے کراہت اس لیے تھی کہ کہیں پیٹ نہ بڑھ جائے۔(٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، امام عبیدہ سلمانیؒ، امام محمد بن سیرینؒ، امام عطاء بن یسارؒ اور امام زہریؒ مطلق طور پر ٹیک لگا کر کھانے کے جواز کے قائل ہیں۔(٧)

(راجح) ٹیک لگا کر کھانا جائز مع الکراہت ہے۔ جائز اس لیے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور کراہت اس لیے کیونکہ یہ رسول اللہ کا طرز عمل نہیں تھا۔

741- ایک ضروری وضاحت

رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کھانے کا میز، چھوٹی پیالیاں، باریک پسا ہوا آٹا، ایسی بکری جس کی اندرونی صفائی کے بعد اسے چمڑے سمیت بھونا گیا ہو اور چھنا ہوا آٹا استعمال نہیں کیا بلکہ جو کا بغیر چھنا آٹا ہی بطور خوراک استعمال فرماتے تھے۔(٨)

---

(١) [حسن : صحیح ترمذی (٢٧٤٩) کتاب الدعوات : باب ما يقول إذا أكل طعاما، ترمذی (٣٤٥٥)]

(٢) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (٧٠٩) کتاب الأطعمة : باب مايقال إذا فرغ من الطعام، ابن ماجة (٣٢٨٣)]

(٣) [بخاری (٥٣٩٨، ٥٣٩٩) کتاب الأطعمة : باب الأكل متكئا، ابو داود (٣٧٦٩) ترمذی (١٨٣٠) ابن ماجة (٣٢٦٢)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٤٢/٥)]

(٥) [أيضاً]

(٦) [ابن ابی شيبة (١٤٠/٥)، (٢٤٥١٩)]

(٧) [فتح الباری (٦٧٩/١٠)]

(٨) [الروضة الندية (٤٣٤/٢)]

742- اکٹھے کھانا مستحب ہے

(1) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ قالوا یا رسول الله ﷺ إنا نأكل ولا نشبع قال : تجتمعون على طعامكم أو تتفرقون قالوا نتفرق قال واجتمعوا على طعامكم واذكروا اسم الله تعالى يبارك لكم فيه ﴾ ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم کھانا کھاتے ہیں اور ہم سیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے کھانے پر اکٹھے ہوتے ہو یا علیحدہ علیحدہ؟ انہوں نے کہا ہم علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اکٹھے کھانا کھایا کرو اور اللہ کا نام ذکر کیا کرو اس کھانے میں تمہارے لیے برکت ڈال دی جائے گی۔“ (١)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ كلوا جميعا ولا تتفرقوا فإن طعام الواحد يكفي الإثنين وطعام الإثنين يكفي الأربعة ﴾ ”اکٹھے کھایا کرو اور الگ الگ نہ کھایا کرو۔ پس بے شک ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کفایت کر جائے گا اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کر جائے گا۔“ (٢)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن أحب الطعام إلى الله ما كثرت عليه الأيدي ﴾ ”بے شک اللہ کے نزدیک بہترین کھانا وہ ہے جس پر زیادہ ہاتھ ہوں۔“ (٣)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ طعام الإثنين كافي الثلاثة وطعام الثلاثة كافي الأربعة ﴾ ”دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔“ (٤)

(5) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ طعام الواحد يكفي الإثنين وطعام الإثنين يكفي الأربعة وطعام الأربعة يكفي الثمانية ﴾ ”ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔ اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔“ (٥)

743- بہت زیادہ سیر ہو کر نہ کھانا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ المسلم يأكل في معى واحد والكافر في

---

(١) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (٢١٢٨) كتاب الطعام : باب الترغيب في الاجتماع على الطعام، ابو داود (٣٧٦٤) ابن ماجة (٣٢٨٦) ابن حبان في صحيحه (٥٢٢٤)]

(٢) [حسن لغيره : الصحيحة (٢٦٩١) صحيح الترغيب (٢١٣٢) كتاب الطعام : باب الترغيب في الاجتماع على الطعام، رواه الطبراني في الأوسط]

(٣) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (٢١٣٣) كتاب الطعام : باب الترغيب في الاجتماع على الطعام، أبو يعلى (٢٠٤٥) طبراني في الأوسط]

(٤) [بخاري (٥٣٩٢) مسلم (٢٠٥٨)]

(٥) [مسلم (٢٠٥٩) ترمذي (١٨٢٠) ابن ماجة (٣٢٥٤) بزار في كشف الاستار (٢٨٧٤)]

سبعة أمعاء ﴾ ”مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔“ (۱)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أن رجلا كان يأكل أكلا كثيرا فأسلم فكان يأكل أكلا قليلا فذكر ذلك لرسول الله فقال إن المؤمن يأكل في معى واحد وإن الكافر يأكل في سبعة أمعاء ﴾ ”ایک آدمی بہت زیادہ کھایا کرتا تھا پھر وہ مسلمان ہوا تو بہت کم کھاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔“ (۲)

(3) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ﴿ أضاف رسول الله ضيفا كافرا فأمر له رسول الله ﷺ بشاة فحلبت فشرب حلابها ثم أخرى فشرب حلابها ثم أخرى فشرب حلابها حتى شرب حلاب سبع شياه ثم إنه أصبح فأسلم فأمر له رسول الله ﷺ بشاة فشرب حلابها ثم أخرى فلم يستتمه فقال رسول الله ﷺ إن المؤمن يشرب في معى واحد والكافر يشرب في سبعة أمعاء ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے ایک کافر مہمان کی ضیافت کی تو اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ وہ اس کا دوہیا ہوا دودھ پی گیا پھر دوسری بکری کا دودھ لایا گیا وہ اسے بھی پی گیا اور پھر ایک اور بکری کا دودھ لایا گیا وہ اسے بھی پی گیا حتی کہ وہ سات بکریوں کا دوہیا ہوا دودھ پی گیا۔ پھر صبح وہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر ایک دوسری بکری کا دودھ لایا گیا لیکن وہ اسے مکمل طور پر نہ پی سکا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔“ (۳)

(4) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما ملأ آدمي وعاء شرا من بطن بحسب ابن آدم أكيلات يقمن صلبه فإن كان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه ﴾ ”کسی آدمی نے پیٹ سے برا برتن نہیں بھرا ابن آدم کو اپنی پشت سیدھی رکھنے کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں اگر وہ لازماً زیادہ کھانا ہی چاہے (تو پیٹ کے تین حصے کرے) ایک تہائی کھانے کے لیے ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے۔“ (٤)

(5) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فإن أكثر الناس شبعا في الدنيا أكثرهم جوعا يوم القيامة ﴾ ”بے شک لوگوں میں سے اکثر وہ لوگ جو دنیا میں سیر ہوتے ہیں ان کی اکثریت قیامت

(۱) [بخاری (۵۳۹٦) کتاب الأطعمة : باب المؤمن یأکل فی معی واحد، مسلم (۲۰٦۲) ابن ماجة (۳۲۵٦) مؤطا (۲/۹۲٤)]

(۲) [بخاری (۵۳۹۳) کتاب الأطعمة : باب المؤمن یأکل فی معی واحد]

(۳) [مسلم (۲۰٦۳) کتاب الأشربة : باب المؤمن یأکل فی معی واحد والکافر یأکل فی سبعة أمعاء، مؤطا (۲/۹۲٤) ترمذی (۱۸۱۹)]

(٤) [صحیح : إرواء الغلیل (۷/٤۱) ترمذی (۲۳۸۰) ابن ماجة (۳۳٤۹) ابن حبان فی صحیحه (۵۲۱۳)]

کے دن بھوکی ہوگی۔''(۱)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن أهل الشبع في الدنيا هم أهل الجوع غدا في الآخرة ﴾ ''بے شک دنیا میں سیر ہو کر کھانے والے لوگ کل آخرت میں بھوکے ہوں گے۔''(۲)

(7) صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ﴿ إنه ليأتي الرجل العظيم السمين يوم القيامة فلا يزن عند الله جناح بعوضة ﴾ ''بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت بھاری جسم والا آدمی آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک وہ مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا ہوگا۔''(۳)

(8) اور بیہقی میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ليؤتين يوم القيامة بالعظيم الطويل الأكول الشروب فلا يزن عند الله جناح بعوضة ﴾ ''قیامت کے دن ایک بہت بڑا، طویل، بہت زیادہ کھانے والا اور بہت زیادہ پینے والا آدمی لایا جائے گا جو اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتا ہوگا۔''(٤)

744- کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر لینے چاہیے

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من بات وفي يده ريح غمر فأصابه شيئ فلا يلومن إلا نفسه ﴾ ''جس شخص نے رات گزاری اور اس کے ہاتھ میں چکناہٹ کی بو تھی پھر اسے کوئی چیز (کیڑا مکوڑہ یا نقصان وغیرہ) پہنچ گئی تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ہرگز ملامت نہ کرے۔''(۵)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من نام وفي يده غمر ولم يغسله فأصابه شيئ فلا يلومن إلا نفسه ﴾ ''جو شخص سو گیا اور اس کے ہاتھ میں چکنائی تھی اور اس نے اسے نہیں دھویا پھر اسے کوئی چیز پہنچ گئی تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ہرگز ملامت مت کرے۔''(٦)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد اگر ہاتھوں پر خوراک کے اجزاء، چکناہٹ وغیرہ موجود ہو تو اسے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے اور اگر کسی نے ایسا نہ کیا اور پھر اسے کسی کیڑے وغیرہ نے کاٹ لیا تو یہ اس کی اپنی غلطی کا نتیجہ ہی ہوگا۔

---

(۱) [**صحیح** : الصحيحة (۳٤۳) صحيح الترغيب (۲۱۳٦) حاكم (۱۲۱/٤)]

(۲) [**حسن لغیرہ** : صحيح الترغيب (۲۱۳۸) كتاب الطعام : باب الترهيب من الإمعان في الشبع]

(۳) [بخاری (٤۷۲۹) كتاب تفسير القرآن : باب أولئك الذين كفروا بآيات ربهم، مسلم (۲۷۸۵)]

(٤) [بیهقی فی الشعب (۵٦۷۰)]

(۵) [**صحیح** : الصحيحة (۲۹۵٦) صحيح الترغيب (۲۱٦۸) بزار في كشف الأستار (۲۸۸٦)]

(٦) [**صحیح** : صحيح الترغيب (۲۱٦٦) ابو داود (۳۸۵۲) ترمذی (۱۸٦۰) ابن ماجة (۳۲۹۷) ابن حبان في صحيحه (۵۵۲۱)]

745- سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے کا حکم

مسلمانوں کے لیے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز نہیں اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الذی یشرب فی آنیة الفضة إنما یجرجر فی طنه نار جهنم ﴾ ''جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے وہ صرف اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔'' (۱)

2) صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إن الذی یأکل أو یشرب فی آنیة الذهب والفضة إنما یجرجر فی طنه نار جهنم ﴾ ''بے شک جو شخص سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا یا پیتا ہے وہ صرف اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ رتا ہے۔'' (۲)

3) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿ لا تلبسوا الحریر ولا الدیباج لا تشربوا فی آنیة الذهب والفضة ولا تأکلوا فی صحافها فإنها لهم فی الدنیا ولکم فی الآخرة ﴾ ''ریشم مت ہنو اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں مت پیو اور ان کی پراتوں میں مت کھاؤ۔ بے شک یہ دنیا میں ان (کافروں) کے لیے ں اور آخرت میں تمہارے لیے ہیں۔'' (۳)

4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسه فی آخرة ومن شرب الخمر فی الدنیا لم یشربه فی الآخرة ومن شرب فی آنیة الذهب والفضة لم یشرب بها ی الآخرة ﴾ ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا' جس نے دنیا میں شراب پی وہ اسے آخرت میں یں پیے گا اور جس نے (دنیا میں) سونے اور چاندی کے برتنوں میں پیا وہ آخرت میں ان میں نہیں پیے گا۔'' (٤)

) [بخاری (۵۶۳۳) کتاب الأشربة : باب آنیة الفضة]

) [مسلم (۲۰۶۵) کتاب اللباس و الزینة : باب تحریم استعمال أوانی الذهب والفضة فی الشرب]

) [بخاری (۵۶۳۳) کتاب الأشربة : باب آنیة الفضة' مسلم (۲۰۶۷)]

) [**صحیح** : صحیح الترغیب (۲۱۱۲) کتاب الطعام : باب الترهیب من استعمال أوانی الذهب' حاکم (۱٤۱/٤) امام حاکمؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔]
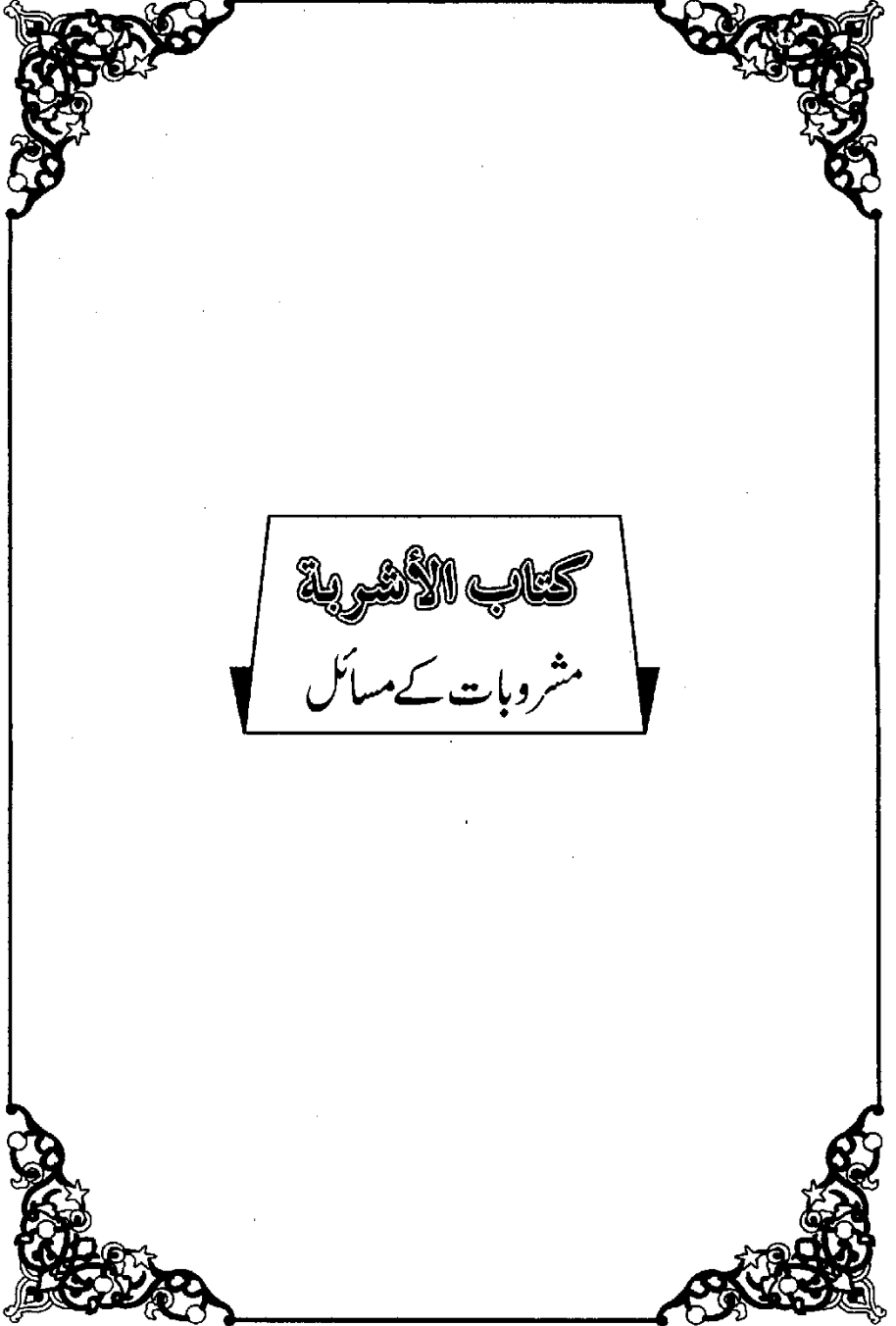
كتاب الأشربة

مشروبات کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ ...... رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ﴾ [المائدة : ۹۰]

”بے شک شراب...... گندی چیز اور شیطانی کام ہے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ ابن القدح عن فيك ثم تنفس ﴾

”اپنے منہ سے برتن ہٹاؤ پھر سانس لو۔“

[صحيح : صحيح الجامع الصغير (٤٦)]

کتاب الأشربة ❶
مشروبات کے مسائل

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَكُلُّ مُفْتِرٍ حَرَامٌ	ہر نشہ آور اور عقل پر پردہ ڈال دینے والی چیز حرام ہے۔ ❷

❶ لفظِ أشربة شراب کی جمع ہے۔ اس سے مراد ہر پینے کی چیز ہے۔ باب شَرِبَ يَشْرَبُ (سمع) پینا' باب أَشْرَبَ يُشْرِبُ (إفعال) پلانا اور باب شَارَبَ يُشَارِبُ (مفاعلة) اکٹھے پینا' کے معانی میں مستعمل ہے۔ (۱)

کھانے اور پینے کی اشیاء میں اصل اباحت و جواز ہی ہے اِلا کہ جن اشیا کے کھانے سے منع کیا گیا ہے صرف وہی حرام ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ

﴿ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ [البقرة : ۲۹]

''وہی ذات (اللہ تعالی) ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔''

❷ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كل مسكر خمر و كل خمر حرام ﴾ ''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔'' (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خمر کے بارے میں تین آیات نازل ہوئیں:

① ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ﴾ [البقرة : ۲۱۹]

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو کہا گیا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ (یہ کیسے حرام ہو سکتی ہے؟ حالانکہ) ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں فائدہ بھی ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

② ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ﴾ [النساء : ٤٣]

''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔''

یہ آیت سن کر لوگوں نے کہا ہم نماز کے وقت نہیں پیتے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی۔

③ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدة : ۹۰]

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں' شیطانی

(۱) [المنجد (ص/٤٢٢) لسان العرب (٦٤/٧)]

(۲) [مسلم (۲۰۰۳) كتاب الأشربة : باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام' ابو داود (٣٦٧٩) ترمذی (١٨٦١) نسائی (٥٥٨٢)]

کام ہیں۔ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو جاؤ۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ حُرِّمت الخمر ﴾ "شراب حرام کر دی گئی ہے۔"(۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من شرب الخمر فی الدنیا ثم لم یتب منها حرمها فی الآخرة ﴾ "جو دنیا میں شراب پی کر بغیر توبہ فوت ہوا وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔"(۲)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ کل شراب أسکر فهو حرام ﴾ "ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔"(۳)

(5) جب شراب حرام ہوئی تو صحابہ نے مدینہ کے راستوں میں بہا دی۔(٤)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مدمن الخمر کعابد وثن ﴾ "ہمیشہ شراب پینے والا کسی بت کے عبادت گزار کی مانند ہے۔"(٥)

(احناف) صرف انگور اور کھجور کی شراب حرام ہے۔

(جمہور) ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ انگور یا کھجور کی شراب ہو یا کسی اور چیز کی۔(٦)

امام شافعیؒ، امام محمدؒ، امام نوویؒ، امام شوکانیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کا بھی یہی موقف ہے۔(۷)

(قرطبیؒ) صحیح احادیث کوفیوں کے مذہب کا رد کرتی ہیں۔(۸)

(راجح) درج ذیل دلائل کی وجہ سے جمہور کا موقف راجح ہے:

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر رسول پر دوران خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! شراب کی حرمت پانچ اشیا سے ہے: انگور، کھجور، شہد، گیہوں، جو ﴿ والخمر ما خامر العقل ﴾ "اور خمر وہ ہے جو چیز عقل پر پردہ ڈال دے۔"(۹)

(۱) [ابو داود طیالسی (۱۷۱٥)]

(۲) [بخاری (٥٥۷٥) کتاب الأشربة : باب قول الله إنما الخمر والمیسر...... ' مسلم (۲۰۰۳) احمد (۱۹/۲) ابو داود (۳٦۷۹) ابن ماجة (۳۳۷۳)]

(۳) [بخاری (۲٤۲) کتاب الوضوء : باب لا یجوز الوضوء بالنبیذ ولا المسکر ' مسلم (۲۰۰۱)]

(٤) [مسلم (۱٥۸۷) کتاب المساقاة : باب تحریم بیع الخمر]

(٥) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۷۲۰) کتاب الأشربة : باب مدمن الخمر ' ابن ماجة (۳۳۷٥)]

(٦) [نیل الأوطار (۲٥٦/٥) الروضة الندیة (٤۳۸/۲) تحفة الأحوذی (٦۱۲/٥) شرح مسلم للنووی (۲٥٦/۷) بدائع الصنائع (۱۱۷/٥) بدایة المجتهد (٤٥۷/۱) المغنی (۳۰٤/۸) المهذب (۲۸٦/۲) فتح الباری (۱٥۷/۱۱)]

(۷) [أیضا]

(۸) [کما فی نیل الأوطار (۲٥۹/٥)]

(۹) [بخاری (٥٥۸۱ ' ٥٥۸۸) کتاب الأشربة : باب الخمر من العنب وغیره ' مسلم (۳۰۳۲) ابو داود (۳٦٦۹) نسائی (۲۹٥/۸)]

(2) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں مرفوع حدیث منقول ہے۔(۱)

(3) جس حدیث میں ہے کہ ”شراب صرف ان دو درختوں سے ہے ﴿ النخلة و العنبة ﴾ ”کھجور اور انگور۔“(۲)

ان دونوں کو اس لیے خاص کیا گیا کیونکہ اعلیٰ اور نفیس شراب ان سے تیار ہوتی تھی جیسے کہا جاتا ہے ((المال الإبل)) ”مال تو صرف اونٹ ہی ہیں“ یعنی زیادہ نفع مند ہیں اور ((الحج عرفات)) ”حج صرف میدان عرفات میں حاضری ہی ہے۔“ حالانکہ عرفہ کے علاوہ دیگر متعدد اُمور بھی حج میں شامل ہیں وغیرہ۔

اسی طرح جن احادیث میں پانچ اشیا کا ذکر ہے وہ بھی اسی معنی میں ہیں کہ اس وقت عمومی طور پر شراب انہی اشیا سے بنتی تھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے علاوہ دیگر اشیا کی شراب جائز ہے بلکہ قاعدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔“(۳)

وَمَا اَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ	اور جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما أسکر کثیرہ فقلیله حرام ﴾ ”جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔“(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ وما أسکر الفرق منه فملء الکف منه حرام ﴾ ”جس چیز کا ایک فرق (16 رطل وزن) نشہ کرے اس کا ایک چلو بھر بھی حرام ہے۔“(٥)

(احناف) شراب کے جس پیالے سے نشہ آئے صرف وہی حرام ہے اس سے پہلے (خواہ کتنے ہی پیالے پی لیے جائیں سب) حلال ہیں۔(٦)

احناف کے اس مؤقف کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے:

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۱۲۳) کتاب الأشربة : باب الخمر مما هی ' ابو داود (۳۶۷٦) احمد (۲٦۷/٤) ترمذی (۱۸۷۲) نسائی فی الکبری (۱۸۱/٤) ابن ماجة (۳۳۷۹)]

(۲) [مسلم (۱۹۸٥) کتاب الأشربة : باب بیان أن جمیع ما ینبذ مما یتخذ من النخل والعنب ' أحمد (۲۷۹/۲) نسائی (۲۹٤/۸) ابن ماجة (۳۳۷۸) ترمذی (۱۸۷٥)]

(۳) [نیل الأوطار (۲٥٦/٥)]

(٤) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۷۳٦) کتاب الأشربة : باب ما أسکر کثیرہ فقلیله حرام ' إرواء الغلیل (۲۳۷۳) ابن ماجة (۳۳۹۲ ' ۳۳۹۳) دارقطنی (۲٦۲/٤) احمد (۹۱/۲) ابو داود (۳٦۸۱) ترمذی (۱۸٦٥) نسائی (۳۰۰/۸)]

(٥) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۱۳٤) کتاب الأشربة : باب ما جآء فی السکر ' ابو داود (۳٦۸۷) ترمذی (۱۸٦٦) دارقطنی (۲٥۰/٤) موارد الظمآن (۱۳۸۸) طبرانی اوسط (۳۷٦/۲) شرح معانی الآثار (۲۱٦/٤) بیهقی (۲۹٦/۸) ابن الجارود (۸٦۱)]

(٦) [الهدایة (٤۹٦/٤) نیل الأوطار (۲٦۰/٥) تحفة الأحوذی (٦۱۷/٥)]

① شراب اسم جنس ہے جو کہ تمام جنس (یعنی پہلے پیالے سے نشہ کرنے والے پیالے تک) کی حرمت کا متقاضی ہے۔

② محض آخری پیالے کو ہی نشہ آور خیال کرنا ہرگز درست نہیں کیونکہ اگر بقیہ تمام پیالے نہ ہوتے تو صرف ایک پیالہ نشہ نہیں کر سکتا تھا اس لیے چونکہ تمام پیالوں کا اس میں حصہ ہے اس لیے تمام ہی نشہ آور ہیں۔(۱)

(راجح) گذشتہ صحیح احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرتی ہے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے لہٰذا آخری پیالہ ہی نہیں بلکہ پہلا پیالہ بھی حرام ہے۔

وَيَجُوزُ الِانْتِبَاذُ فِي جَمِيعِ الآنِيَةِ	تمام برتنوں میں نبیذ بنانا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كنت نهيتكم عن الأشربة إلا في ظروف الأدم فاشربوا في كل وعاء غير أن لا تشربوا مسكرا ﴾ ”میں نے تمہیں چمڑے کے برتنوں کے سوا تمام اشیا میں پینے سے منع کیا تھا تو اب تم نشہ آور چیز پینے کے علاوہ ہر برتن میں پی سکتے ہو۔“(۲)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل حدیث منسوخ ہو چکی ہے:

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفد عبدالقیس نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر نبیذ کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کر دیا ﴿ الدباء، والنقير، والمزفت، والحنتم ﴾ ”کدو سے بنا ہوا مٹکا، کھجور کے تنے کو چیر کے بنایا ہوا برتن، روغن کیا ہوا برتن اور پرانا سبز مٹکا۔“(۳)

ان برتنوں میں (نبیذ بنانے سے) اس لیے منع کیا گیا تھا کیونکہ ان میں نشہ جلد اور شدت سے پیدا ہوتا تھا۔(٤)

وَلَا يَجُوزُ انْتِبَاذُ جِنْسَيْنِ مُخْتَلِطَيْنِ	لیکن دو مختلف اجناس کا نبیذ بنانا جائز نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أنه نهى أن ينبذ التمر والزبيب جميعا ونهى أن ينبذ الرطب والبسر جميعا ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور منقے کا اکٹھا نبیذ بنانے سے اور اسی طرح تر اور خشک کھجور کا اکٹھا نبیذ بنانے سے بھی منع فرمایا ہے۔“(٥)

(2) اسی معنی میں حضرت ابو قتادہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات

---

(۱) [نيل الأوطار (٢٦٠/٥) تحفة الأحوذي (٦١٧/٥)]

(۲) [مسلم (٩٧٧) كتاب الجنائز : باب استئذان النبي ربه عزوجل في زيارة قبر أمه، احمد (٣٥٠/٥) ابو داود (٣٦٩٨) نسائي (٣١٠/٨) ابن ماجة (٣٤٠٥)]

(۳) [مسلم (١٩٩٥) كتاب الأشربة : باب النهي عن الانتباذ في المزفت والدباء والحنتم والنقير، بخاري (٥٥٩٥) احمد (١٣١/٦) نسائي (٣٠٧/٨)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٦٥/٥)]

(٥) [بخاري (٥١٧٢) كتاب الأشربة : باب من رأى أن لايخالط البسر والتمر، مسلم (١٩٨٦) ابو داود (٣٧٠٣) نسائي (٢٩٠/٨) ابن ماجة (٣٣٩٥) احمد (٢٩٤/٣) ترمذي (١٨٧٦)]

مروی ہیں۔(۱)

(نوویؒ) انہوں نے دو مختلف جنسوں کا اکٹھا نبیذ بنانے سے ممانعت کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے جلد نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔(۲)

اس بات میں اختلاف کیا گیا ہے کہ حدیث میں موجود ممانعت حرمت کے لیے ہے یا کہ کراہت کے لیے۔

(جمہور) یہ ممانعت حرمت کے لیے نہیں۔

(خطابیؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ، قرطبیؒ) ان کے نزدیک ممانعت حرمت کے لیے ہے۔

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) جب الگ الگ یہ دونوں اشیا حلال ہیں تو جمع میں حرمت کیسی۔(۳)

(راجح) حدیث کا ظاہر حرمت پر ہی دلالت کرتا ہے۔(٤)

وَيَحْرُمُ تَخْلِيلُ الْخَمرِ وَيَجُوزُ شُرْبُ الْعَصِيرِ وَ النَّبِيذِ قَبْلَ غَلْيَانِهِ وَمَظَنَّةُ ذٰلِکَ مَا زَادَ عَلٰى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ	شراب سے سرکہ بنانا حرام ہے ❶ اور جوش مارنے سے پہلے رس اور نبیذ جائز ہے اور اس کے (جوش مارنے کا) عام گمان یہ ہے کہ جب وہ تین دن سے زیادہ پڑا رہے۔ ❷

❶ (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ سئل عن الخمر يتخذ خلا فقال : لا﴾ ”نبی ﷺ سے شراب سے سرکہ بنانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی۔“(۵)

(2) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جب یتیموں کو وراثت میں ملنے والی شراب کا سرکہ بنانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔(٦)

(3) قتیبہ بن سعیدؒ نے امام مالکؒ کے دور میں مدینہ کے قاضی سے شراب کے سرکہ کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب میں کہا: ”سبحان اللہ“ رسول اللہ کے حرم میں ایسا سوال۔“ لیکن امام مالکؒ کی وفات کے بعد جب جا کر یہی ذکر کیا تو کسی نے تعجب نہ کیا۔(۷)

(۱) [بخاری (۵٦۰۲) مسلم (۱۹۸۷) احمد (٤٤٥/۲) نسائی (۲۸۹/۸) ترمذی (۱۸۷۷)]

(۲) [شرح مسلم (۱۷۳/۷)]

(۳) [التعليق على الروضة الندية للشيخ محمد صبيحي حسن حلاق (٤۳۹/۲) نيل الأوطار (۲٦۹/۵) معالم السنن (۲٦۹/٤)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباري (۱۹۷/۱۱) نيل الأوطار (۲٦۹/۵)]

(۵) [مسلم (۱۹۸۳) كتاب الأشربة : باب تحريم تخليل الخمر ' احمد (۱۱۹/۳) ابو داود (۳٦۷۵) ترمذی (۱۲۹٤)]

(٦) [حسن : صحيح ترمذي ' ترمذي (۱۲۹۳) كتاب البيوع : باب ماجاء في بيع الخمر والنهي عن ذلك]

(۷) [أعلام الموقعين (٤۰٤/۲ـ٤۰۵)]

(جمہور) شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں اور نہ ہی یہ سرکہ بنانے سے پاک ہوتی ہے۔

(ابوحنیفہؒ) کسی اور چیز کو ملا کر سرکہ بنانے سے شراب پاک ہو جاتی ہے۔

(قرطبیؒ) اگر سرکہ بنانا جائز تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے یتیموں کا مال ضائع کر دیا۔(۱)

(راجح) حدیث کا ظاہر سرکہ بنانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے۔(۲)

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی افطاری کرنے کے لیے کدو کے مٹکے میں نبیذ بنایا۔ پھر اسے آپ کے پاس لایا تو وہ جوش مار چکا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اضرب بهذا الحائط فإن هذا شراب من لا يؤمن بالله واليوم الآخر﴾ ''اسے دیوار کے ساتھ دے مارو کیونکہ یہ ان لوگوں کا مشروب ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔''(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے لیے منقیٰ بھگویا جاتا' آپ ﷺ اس سے ایک دن پیتے' پھر اگلے دن پیتے' پھر اس سے اگلے دن یعنی تیسرے دن کی شام تک پیتے اور اس کے بعد خادم کو پلا دینے کا کہتے یا پھر اسے بہا دیتے۔''(٤)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے صبح نبیذ بناتیں تو آپ اسے شام کے کھانے کے ساتھ پیتے۔ اگر کچھ بچ جاتا تو آپ اسے بہا دیتیں۔ پھر رات کو نبیذ بناتیں تو آپ اسے صبح کے کھانے کے ساتھ تناول فرماتے اور مزید فرماتی ہیں کہ ﴿نغسل السقاء غدوة وعشية﴾ ''ہم مشکیزے کو صبح و شام دھوتے تھے۔''(٥)

درج بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک دن نبیذ کا استعمال یا تین دن دونوں طرح درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہی طرز عمل تھا۔

وَآدَابُ الشُّرْبِ أَنْ يَكُوْنَ ثَلَاثَةَ أَنْفَاسٍ وَبِالْيَمِيْنِ وَمِنْ قُعُوْدٍ	پینے کے آداب یہ ہیں کہ تین سانس لیے جائیں ❶ اور دائیں ہاتھ سے ❷ اور بیٹھ کر پیا جائے۔ ❸

❶ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن النبي ﷺ كان يتنفس في الإناء ثلاثا﴾ ''نبی ﷺ برتن میں تین سانس لیتے تھے۔''(٦)

(۱) [الروضة الطالبين (۳/۳۱۳) الهداية (٤/۱۱۰) المغنى (٦/٤٦٠) بداية المجتهد (۱/۳۸۱)]

(۲) [الروضة الندية (۳/٤٤١)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۷۵۲) ابو داود (۳۷۱٦) كتاب الأشربة : باب في النبيذ إذا غلا ' نسائی (٥٦١٠) ابن ماجة (۳٤۰۹)]

(٤) [مسلم (۲۰۰٤) ابو داود (۳۷۱۳) نسائی (٥۷۳۹) ابن ماجة (۳۳۹۹)]

(٥) [مسلم (۲۰۰٥) كتاب الأشربة : باب إباحة النبيذ الذى لم يشتد ولم يصر مسكرا ' ابو داود (۳۷۱۲)]

(٦) [بخاری (٥٦۳۱) کتاب الأشربة : باب الشرب بنفسين أو ثلاثة ' مسلم (۲۰۲۸) ترمذی (۱۸۸٤) ابو داود (۳۷۲۷)]

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أنه كان يتنفس في الشراب ثلاثا ويقول أنه أروى وأمرأ﴾ ''آپ ﷺ پینے کی چیز میں تین سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: یہ زیادہ سیراب کرنے والا ہے اور آرام سے گلے سے اترنے والا ہے۔''(۱)

واضح رہے کہ سانس لینے سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر دوسری مرتبہ پینے کے لیے برتن سے باہر سانس لیتے تھے۔

❷ (1) حضرت عمر بن اُبی سلمہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ﴿كل بيمينك﴾ ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔''(۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے و رہی اس سے پیے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔''(۳)

❸ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ﴿لا يشربن أحد منكم قائما فمن نسي فليستقئ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی کھڑا ہو کر نہ پیے اور جو بھول جائے وہ قے کر دے۔''(٤)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(٥)

درج ذیل احادیث گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿شرب النبي ﷺ قائما من زمزم﴾ ''نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔''(٦)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پانی پیا اور کہا ﴿إن ناسا يكرهون الشرب قائما وإن رسول الله ﷺ صنع مثل ما صنعت﴾ ''بلاشبہ لوگ کھڑے ہو کر پینا ناپسند کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی مثل کیا ہے جو میں نے کیا۔''(۷)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چلتے ہوئے کھا لیا کرتے تھے اور کھڑے ہو کر پی لیا کرتے تھے۔(۸)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے۔(۹)

---

(۱) [مسلم (۲۰۲۸) کتاب الأشربة : باب كراهة التنفس في نفس الإناء]

(۲) [بخاری (۵۳۷٦) کتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام والأكل باليمين ' مسلم (۲۰۲۲)]

(۳) [مسلم (۲۰۲۰) کتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ' ابو داود (۳۷۷٦) ترمذی (۱۸۰۰)]

(٤) [مسلم (۲۰۲٦) کتاب الأشربة : باب كراهية الشرب قائما]

(٥) [مسلم (۲۰۲٤) احمد (۳۲/۳) ترمذی (۱۸۷۹) ابو داود (۳۷۱۷) ابن ماجة (۳٤۲٤)]

(٦) [بخاری (٥٦۱۷) کتاب الأشربة : باب الشرب قائما ' مسلم (۲۰۲۷) ترمذی (۱۸۸۲) نسائی (۲۹٦٤)]

(۷) [بخاری (٥٦۱٦) ابو داود (۳۷۱۸) نسائی (۱۳۰)]

(۸) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲٦۷۰) کتاب الأطعمة : باب الأكل قائما ' ابن ماجة (۳۳۰۱) ترمذی (۱۸۸۰)]

(۹) [فتح الباری (۱۱/٥/۲۱۵)]

تطبیق: ان بظاہر متعارض احادیث میں مختلف طریقوں سے تطبیق دی گئی ہے۔

① جواز کی احادیث کو ممانعت کی احادیث پر ترجیح دی جائے گی۔ یہ ابو بکر اثرم کا قول ہے۔

② ممانعت کی احادیث جواز کی احادیث سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ یہ ابن شاہین کا قول ہے۔

③ جواز کی احادیث ممانعت کی احادیث سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ یہ امام ابن حزمؒ کا قول ہے۔

④ ممانعت کی احادیث حرمت پر نہیں بلکہ کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور جواز کی احادیث اِس بات (یعنی کراہت پر محمول کرنے) کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ یہ حافظ ابن حجرؒ کا قول ہے۔

(راجح) حافظ ابن حجرؒ کا قول راجح و برحق ہے (یعنی کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اور اگر کوئی کھڑے ہو کر پی لے تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا)۔(۱)

وَتَقْدِيمُ الْأَيْمَنِ فَالْأَيْمَنِ وَيَكُونُ السَّاقِي آخِرُهُمْ شُرْبًا	(اور دوسروں کو دیتے وقت) دائیں طرف والوں کو مقدم رکھا جائے ❶ اور پلانے والا آخر میں پیے۔ ❷

❶ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ﴿أن رسول الله ﷺ أتى بلبن قد شيب بماء وعن يمينه أعرابي وعن شماله أبو بكر فشرب ثم أعطى الأعرابي وقال : الأيمن الأيمن﴾ ''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پانی ملا ہوا دودھ پیش کیا گیا۔ آپ کے دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے پی کر باقی دیہاتی کو دیا اور فرمایا: دائیں طرف سے پس دائیں طرف سے۔''(۲)

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن رسول الله أتى بشراب فشرب منه وعن يمينه غلام وعن يساره الأشياخ فقال للغلام : أتاذن لي أن أعطي هؤلاء فقال الغلام : والله يا رسول الله لا أوثر بنصيبي منك أحدا قال فتله رسول الله في يده﴾ ''رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شربت لایا گیا۔ آپ نے اس سے پیا' آپ کے دائیں طرف ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف بوڑھے لوگ (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے لوگ بیٹھے ہوئے) تھے۔ آپ ﷺ نے بچے سے کہا کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں ان شیوخ کو پہلے دے دوں۔ لڑکے نے کہا اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! آپ کے جوٹھے میں سے ملنے والے اپنے حصہ کے معاملہ میں میں کسی پر ایثار نہیں کروں گا۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر آپ ﷺ نے لڑکے کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔''(۳)

---

(۱) [نیل الأوطار (۲۷۸/۵) فتح الباری (۱۱/۲۱٦)]

(۲) [بخاری (۵٦۱۹) کتاب الأشربة : باب الأیمن فالأیمن فی الشرب ' مسلم (۲۰۲۹) مؤطا (۹۲٦/۲) ترمذی (۱۸۹۳) ابو داود (۳۷۲٦) ابن ماجة (۳٤۲۵)]

(۳) [بخاری (۵٦۲۰) کتاب الأشربة : باب هل یستاذن الرجل من عن یمینه فی الشرب لیعطی الأکبر ' مسلم (۲۰۳۰)]

❷ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ساقي القوم آخرهم شربا ﴾ ''لوگوں کو پانی پلانے والا آخر میں خود پیے گا۔''(۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ امیر المومنین پر واجب ہے کہ عوام کی اصلاح اور فلاح و بہبود کو خود پر مقدم رکھے' انہیں نفع پہنچانا' ان سے نقصان دور کرنا' ان کے چھوٹے اور بڑے معاملات کی نگہبانی کرنا اور ان کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا لازمی تصور کرے۔(۲)

وَيُسَمِّي فِي أَوَّلِهِ وَيَحْمَدُ فِي آخِرِهِ	شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے۔ ❶

❶ قرآن میں پینے کے لیے لفظ طعام استعمال ہوا ہے جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيْ ﴾ [البقرة : ۲۴۹]

''جس نے اس (نہر) سے نہ چکھا وہ میرا ہے۔''

(قرطبیؒ) یہ آیت پانی کے طعام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(2) ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا ﴾ [المائدة : ۹۳]

''ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں۔''

معلوم ہوا کہ طعام (کھانے) میں پانی بھی شامل ہے اور پیچھے بیان کر دیا گیا ہے کہ طعام (کھانے) سے پہلے اور بعد میں بسم اللہ' الحمد للہ اور دیگر مسنون دعائیں پڑھنی چاہییں۔ چونکہ طعام میں پانی بھی شامل ہے اس لیے پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور بعد میں الحمد للہ پڑھنا چاہیے۔

وَيُكْرَهُ التَّنَفُّسُ فِي السِّقَاءِ وَالنَّفْخُ فِيْهِ وَالشُّرْبُ مِنْ فَمِهِ	برتن میں سانس لینا اور اس میں پھونکنا ❶ اور مشکیزے کو منہ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى أن يتنفس في الإناء أو ينفخ فيه ﴾ ''نبی ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔''(۳)

(2) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء ﴾

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۷۷۱) كتاب الأشربة : باب ساقي القوم آخرهم شربا' ابن ماجة (۳۴۳۴) ترمذی (۱۸۹۴) أحمد (۳۰۳/۵) دارمی (۱۲۲/۲) نسائی فی السنن الكبرى (۱۹۴/۴)]

(۲) [نيل الأوطار (۲۸۳/۵)]

(۳) [صحيح : إرواء الغليل (۱۹۷۷) ' (۳٦/۷) ابو داود (۳۷۲۸) كتاب الأشربة : باب في النفخ في الشراب و التنفس فيه' ابن ماجة (۳۴۲۹) ترمذی (۱۸۸۸) أحمد (۲۲۰/۱)]

"جب تم میں سے کوئی پیے تو برتن میں سانس مت لے۔"(۱)

❷ (1) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى رسول الله عن اختناث الأسقية أن يشرب من أفواهها ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کھول کر ان کے مونہوں سے پینے سے منع فرمایا ہے۔"(۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهى النبي ﷺ عن الشرب من في السقاء ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔"(۳)

(3) ایک آدمی نے مشکیزے کو منہ لگا کر پیا تو اس سے سانپ نکل آیا۔(٤)

درج ذیل حدیث گذشتہ احادیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے:

حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے ﴿ فشرب من في قربة معلقة قائما فقمت إلى فيها فقطعته ﴾ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا پھر میں نے اس (مشکیزے) کے منہ کو کاٹ (کر محفوظ کر) لیا۔"(٥)

ان بظاہر متعارض احادیث میں مختلف طریقوں سے تطبیق دی گئی ہے۔

(1) (ابن حزم) مشکیزے کو منہ لگا کے پانی پینا حرام ہے۔(٦)

(2) (ابن حجرؒ) جواز کی احادیث میں لٹکے ہوئے مشکیزے کا ذکر ہے مطلق نہیں اس لیے ان احادیث سے مراد ضرورت کی حالت ہے۔(یعنی بوقت ضرورت مشکیزے کے منہ سے بھی پیا جا سکتا ہے بصورت دیگر نہیں)۔(۷)

(راجح) ممانعت کی احادیث حرمت پر نہیں بلکہ کراہت پر دلالت کرتی ہیں۔(۸)

وَإِذَا وَقَعَتِ النَّجَاسَةُ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْمَائِعَاتِ لَمْ يَحِلَّ شُرْبُهُ وَإِنْ كَانَ جَامِدًا أُلْقِيَتْ وَمَا حَوْلَهَا	جب نجاست کسی مائع چیز میں گر جائے تو اسے پینا جائز نہیں اور اگر وہ چیز جامد ہو تو اسے اور اس کے ارد گرد کے حصے کو پھینک دیا جائے۔ ❶

❶ (1) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله سئل عن فأرة سقطت في سمن فقال : ألقوها وما

(۱) [بخاری (٥٦٣٠) کتاب الاشربة : باب النهى عن التنفس فى الإناء ' مسلم (٢٦٧) ترمذی (١٨٨٩) نسائی (٤٣/١)]

(۲) [بخاری (٥٦٢٥) کتاب الأشربة : باب اختناث الأسقية ' مسلم (٢٠٢٣) ابو داود (٣٧٢٠) ترمذی (١٨٩٠) ابن ماجة (٣٤١٨)]

(۳) [بخاری (٥٦٢٩) کتاب الأشربة : باب الشرب من فم السقاء]

(٤) [احمد (٢٣٠/٢ ' ٤٨٧)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٧٦٣) کتاب الأشربة : باب الشرب قائما ' ابن ماجة (٣٤٢٣) ترمذی (١٨٩٢) أحمد (٤٣٤/٦) مسند حمیدی (٣٥٤)]

(٦) [نيل الأوطار (٢٨١/٥)]

(۷) [فتح الباری (٩٢/١٠)]

(۸) [شرح مسلم للنووی (٢١٣/٧) نيل الأوطار (٢٨١/٥)]

حولها فاطرحوه و كلوا سمنكم ﴾ ”رسول اللہ ﷺ سے گھی میں گر(کرمر) جانے والی چوہیا کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے اور اس کے اردگرد کے حصے کو نکال کر پھینک دو اور اپنا گھی کھالو۔“ (۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إذا وقعت الفأرة فى السمن فإن كان جامدا فألقوها وما حولها وإن كان مائعا فلا تقربوه ﴾ ”جب گھی میں چوہیا گر جائے تو اگر گھی جامد ہو تو اسے (چوہیا کو) اور اس کے اردگرد کے حصے کو پھینک دو اور اگر مائع ہو تو اس کے قریب بھی مت جاؤ۔“ (۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث کے مدمقابل کوئی قابل حجت چیز نہیں ہے (یعنی جو کچھ ان احادیث میں موجود ہے اسی پر عمل کر لینا چاہیے)۔ (۳)

(ابوحنیفہؒ) جس گھی میں چوہیا گری ہو اس سے چوہیا نکال کر اس سے فائدہ حاصل کرنا اور اسے فروخت کرنا جائز ہے۔

(ابن حزمؒ) اس گھی سے فائدہ اٹھانا اور اسے فروخت کرنا دونوں کام حرام ہیں اور اگر اسے جائز قرار دے دیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے اموال کے ضیاع کا حکم دیا ہے۔ (٤)

وَيَحْرُمُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ	سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تشربوا فى آنية الذهب والفضة ولا تأكلوا فى صحافها فإنها لهم فى الدنيا ولكم فى الآخرة ﴾ ”سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ہی ان کے پیالوں میں کھاؤ کیونکہ دنیا میں یہ کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں تمہارے لیے ہیں۔“ (٥)

(2) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن الذى يشرب فى إناء الفضة إنما يجرجر فى بطنه نار جهنم ﴾ ”جو شخص چاندی کے برتنوں میں (کھاتا) پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“ (٦)

---

۱) [بخاری (۲۳۵) کتاب الوضوء : باب ما يقع من النجاسات فى السمن والماء ' موطا (۹۷۱/۲) ابو داود (۳۸٤۱) نسائی (۱۷۸/۷) ترمذی (۱۷۹۸) دارمی (۱۸۸/۱) أحمد (۳۲۹/٦) مسند حمیدی (۱٤۹/۱) بیهقی (۳۵۳/۹)]

۲) [شاذ : ضعیف ابو داود (۸۲۷) کتاب الأطعمة : باب فى الفأرة تقع فى السمن ' ابو داود (۳۸٤۲) نسائی (٤۲٦۰) ابن حبان (۳۳۵/۲) ' (۱۳۸۹)]

۳) [السيل الجرار (۱۱۰/٤)]

٤) [المحلى بالآثار (۱٤۷/۱ ـ ۱٤۸)]

٥) [بخاری (٥٤۲٦) کتاب الأطعمة : باب الأكل فى إناء مفضض ' مسلم (۲۰٦۷) ترمذی (۱۸۷۸) ابو داود (۳۷۲۳) ابن ماجة (۳٤۱٤) أحمد (۳۸٥/٥) دارمی (۱۲۱/۲) مسند حمیدی (٤٤۰)]

٦) [بخاری (٥٦۳٤) کتاب الأشربة : باب آنية الفضة ' مسلم (۲۰٦٥) موطا (۹۲٤/۲) ابن ماجة (۳٤۱۳) دارمی (۱۲۱/۲) أحمد (۳۰۱/٦) طیالسی (۱٦۰۱)]

(ابوحنیفہؒ) سونے یا چاندی کے برتنوں میں پینا جائز ہے بشرطیکہ پینے والا اپنا منہ سونے یا چاندی کی جگہ پر نہ رکھے۔(۱)
واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی یہ بات گذشتہ صریح احادیث کے خلاف ہے۔

○ کھانے پینے کے علاوہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اور ان کا ہر قسم کا استعمال بالاجماع حرام ہے۔(۲)

(جمہور، قرطبیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) کھانے پینے کے علاوہ ان برتنوں کے دوسرے استعمال جائز ہیں۔(٤)

(شوکانیؒ) ہر چیز میں اصل حلت ہے جس کی حرمت موجود نہیں وہ حلال ہے۔ ثابت ہوا کھانے پینے کے علاوہ دوسرے استعمال جائز ہیں۔(٥)

(راجح) امام شوکانیؒ اور امام صنعانیؒ کا مؤقف راجح ہے۔(٦)

746- برتنوں میں تھوڑی بہت چاندی جائز ہے

کیونکہ اس میں تکبر و فخر والی کوئی بات نہیں جو کہ برتنوں کے استعمال میں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ أن قدح النبی ﷺ انکسر فاتخذ مکان الشعب سلسلة من فضة ﴾ "نبی ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اس ٹوٹی ہوئی جگہ پر چاندی کا تار لگوالیا۔"(۷)

(۱) [الأم (۱/۱۰) المجموع (۱/۳۰۷) المغنی (۱/۷۷) الکافی (۱/۱۷) الإنصاف (۱/۸۱)]
(۲) [شرح مسلم للنووی (۷/۲۷۷-۲۷۸)]
(۳) [فتح الباری (۱۰/۱۰۰)]
(٤) [سبل السلام (۱/٤۱)]
(٥) [نیل الأوطار (۱/۱۲۲)]
(٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی (٥/٦٤٦) فتح الباری (۱۰/۳٦٥)]
(۷) [بخاری (۳۱۰۹) کتاب فرض الخمس : باب ما ذکر من درع النبی ﷺ وعصاه وسیفه وقدحه وخاتمه]

كتاب اللباس

لباس کے مسائل
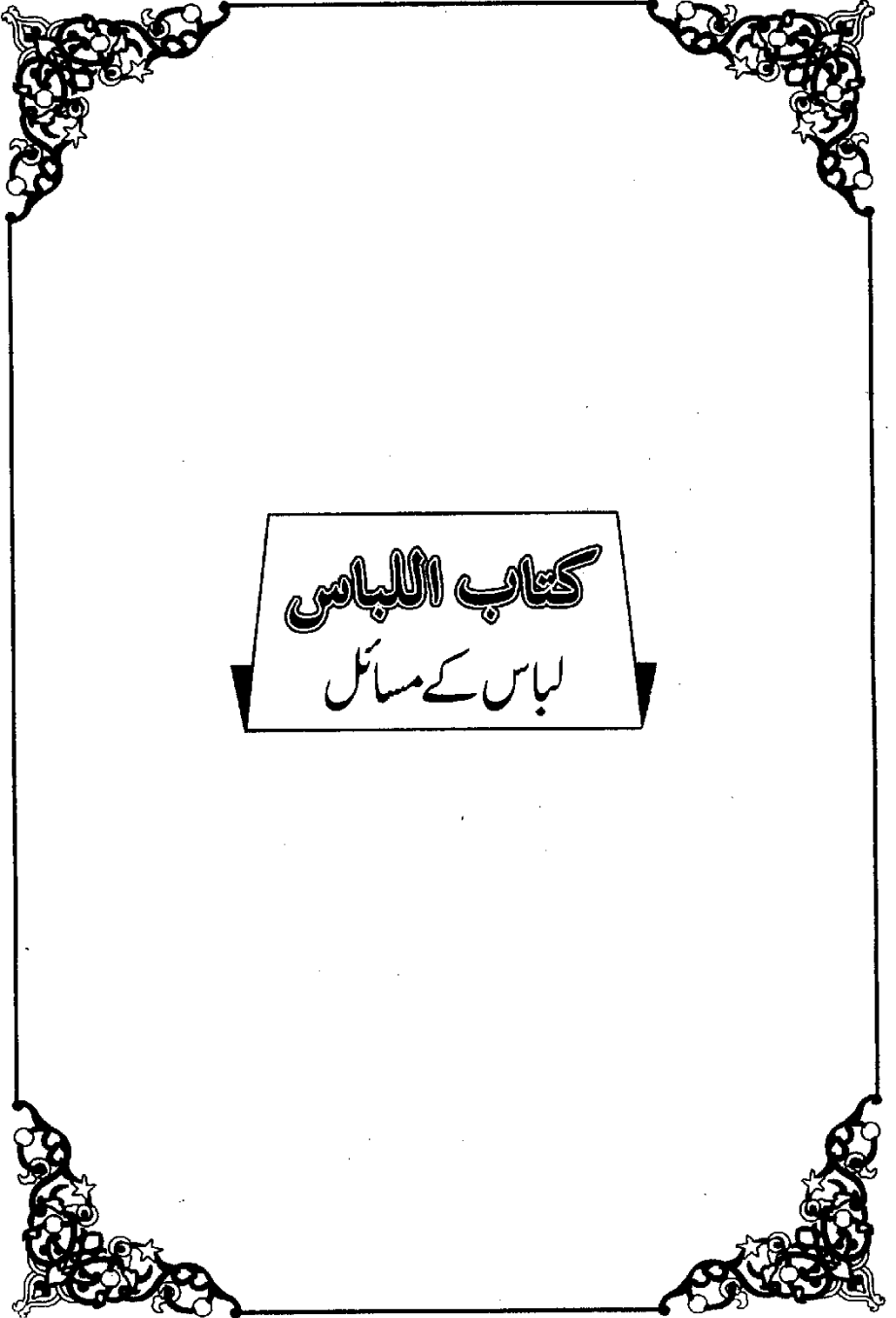
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ [الأعراف: ٣٢]

''کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے کپڑوں کو' جنہیں اس نے اپنے بندوں کے لیے بنایا ہے' کس شخص نے حرام کیا ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿إذا لبستم ...... فابدء وا بميامنكم﴾

''جب تم لباس پہنو تو اپنی دائیں اطراف سے شروع کرو۔''

[صحيح: صحيح الجامع الصغير (٧٨٧)]

کتاب اللباس ❶

لباس کے مسائل

سَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاجِبٌ فِي الْمَلَاءِ وَالْخَلَاءِ	ستر ڈھانپنا خلوت وجلوت میں واجب ہے۔ ❷

❶ لباس اُس کپڑے کو کہتے ہیں جسے پہنا جائے۔ باب لَبِسَ يَلْبَسُ (سمع) کپڑا پہننا' باب اَلْبَسَ يُلْبِسُ (إفعال) کپڑا پہنانا' باب لَبَسَ يَلْبِسُ (ضرب) مشتبہ کر دینا' باب لَبَّسَ يُلَبِّسُ (تفعيل) خلط ملط کر دینا۔ (۱)

یہ لفظ مندرجہ ذیل آیات میں استعمال ہوا ہے:

(1) ﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [البقرة : ۱۸۷]

''وہ عورتیں تمہارا لباس ہے اور تم ان کا لباس ہو۔''

(2) ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴾ [الحج : ۲۳]

''اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔''

(3) ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ﴾ [البقرة : ٤٢]

''اور تم حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو۔''

❷ بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم اپنے ستر کن سے چھپائیں اور کن کے لیے چھوڑ دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك ﴾ ''اپنے ستر کو اپنی بیوی ورلونڈی کے سوا سب سے چھپاؤ۔'' (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ایک آدمی کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی بھی ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن استطعت أن لا يرينها أحد فلا يرينها ﴾ ''حسب استطاعت کوشش کرو کہ اسے (ستر کو) کوئی نہ دیکھے۔'' (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اکیلا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ والله أحق أن يستحيى منه من الناس ﴾ ''اللہ تعالیٰ لوگوں سے بھی زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے حیا کی جائے۔'' (۲)

ستر کی حد اور تعیین کے متعلق مفصل بحث جلد اول میں '' باب شروط الصلاة '' کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔

---

۱) [القاموس المحيط (ص/۷۳۸) المنجد (ص/۷۷۷)]

۱) [حسن : صحیح ابو داود (۳۳۹۰) كتاب الحمام : باب ما جاء في التعرى ' ابو داود (٤٠١٧) ابن ماجة (۱۹۲۰) أحمد (۳/٥ ـ ٤) ترمذی (۲۷٦۹) بیهقی (۱۹۹/۱) حاكم (۱۷۹/٤)]

وَلَا يَلْبَسُ الرَّجُلُ الْخَالِصَ مِنَ الْحَرِيرِ	مرد خالص ریشم مت پہنے۔ ❶

❶ (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تلبسوا الحرير فإنه من لبسه في الدنيا لم يلبسه في الآخرة﴾ ''ریشم مت پہنو کیونکہ جس نے اسے دنیا میں پہنا وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گا۔'' (۱)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ریشمی لباس لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! اسے آپ خرید لیجیے اور عید اور وفود کے لیے خوبصورتی حاصل کیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إنما هذه لباس من لا خلاق له في الآخرة﴾ ''یہ تو صرف اس کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔'' (۲)

(3) حضرت علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿إن نبي الله أخذ حريرا فجعله في يمينه وأخذ ذهبا فجعله في شماله ثم قال : إن هذين حرام على ذكور أمتي﴾ ''بلا شبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑ کر کہا یقیناً یہ دونوں اشیا میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔'' (۳)

○ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حدیث ﴿لا تلبسوا الحرير﴾ ''ریشم مت پہنو'' کے عموم کی وجہ سے عورتوں کے لیے بھی ریشم حرام قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ انہیں عورتوں کی تخصیص والی حدیث پہنچی نہ ہو۔ (٤)

○ چھوٹے بچے چونکہ مکلّف نہیں ہوتے اس لیے اگر وہ ریشم پہن لیں تو گنہگار نہیں ہوں گے البتہ انہیں پہنانے والوں کو گناہ ہوگا اور امام شوکانی رحمہ اللہ بچوں کے لیے مطلق طور پر ریشم کے جواز کے قائل ہیں۔ (٥)

○ ایسا ریشم جو کسی دوسرے کپڑے کے ساتھ ملا ہوا ہو اسے پہننے میں اگرچہ اختلاف تو ہے لیکن راجح حرمت ہی ہے (جبکہ وہ ریشم چار انگلیوں سے زیادہ ہو)۔ (٦)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(نووی رحمہ اللہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۸)

---

(۱) [بخاری (٥٧٣٤) کتاب اللباس : باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر ما يجوز منه' مسلم (٢٠٦٩) احمد (٢٠/١) نسائی (٢٠٠/٨)]

(۲) [بخاری (٥٨٣٥) کتاب اللباس : باب لبس الحرير وافتراشه...... ' مسلم (٢٠٦٨)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (٣٤٢٢) کتاب اللباس : باب في الحرير للنساء' ابو داود (٤٠٥٧) نسائی (٥١٤٥) ابن ماجة (٣٥٩٥) ابن حبان (١٤٦٥ ـ الموارد) غاية المرام (٧٧)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٥٧/١)]

(٥) [تحفة الأحوذی (٣٨٢/٥) نيل الأوطار (٥٥٩/١)]

(٦) [تحفة الأحوذی (٣٨٤/٥) نيل الأوطار (٥٦٣/١) الروضة الندية (٤٥٦/٢)]

(۷) [تحفة الأحوذی (٣٨٤/٥)]

(۸) [شرح مسلم (٢٩٩/٧)]

إِذَا كَانَ فَوْقَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا لِلتَّدَاوِي	جب چار انگلیوں سے زائد ہو ❶ مگر بطور علاج پہن سکتا ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ نھی عن لبس الحریر إلا ھکذا وصف لنا النبی ﷺ إصبعیه ورفع زھیر الوسطی والسبابة ﴾ "نبی ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا تھا سوائے اتنے کے اور اس کی وضاحت نبی ﷺ نے دو انگلیوں کے اشارے سے کی تھی۔ زہیر (راوی حدیث) نے درمیانی اور شہادت کی انگلیاں اٹھا کر بتلایا۔" (۱)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ نھی عن لبس الحریر إلا موضع إصبعین أو ثلاثة أو أربعة ﴾ "آپ ﷺ نے دو' تین' یا چار انگلیوں سے زیادہ ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے۔" (۲)

❷ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رخص النبی ﷺ للزبیر وعبدالرحمن فی لبس الحریر لحکة بھما ﴾ "نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔" (۳)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(شافعیؒ، ابو یوسفؒ، قرطبیؒ) کسی شدید ضرورت کی وجہ سے ریشم پہننا جائز ہے۔

(ابو حنیفہؒ، مالکؒ) چاہے کتنی ہی ضرورت ہو ریشم پہننا ہر صورت میں جائز نہیں۔

(راجح) گذشتہ حدیث میں مذکور دونوں صحابیوں کی مثل کسی عذر میں ریشم پہننا جائز ہے۔ جمہور علما کا یہی موقف ہے۔ (٤)

وَلَا يَفْتَرِشُهُ وَلَا الْمَصْبُوغَ بِالْعُصْفُرِ	اور انسان ریشم کا بچھونا نہ بنائے ❶ اور سرخ رنگ کا لباس بھی نہ پہنے۔ ❷

❶ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نھانا رسول اللہ ﷺ عن لبس الحریر والدیباج وأن نجلس علیه ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حریر اور دیباج (دونوں ریشم کی قسمیں ہیں) پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔" (٥)

(جمہور) حدیث کے واضح لفظ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ریشمی کپڑے پر بیٹھنا حرام ہے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۵۸۲۹) کتاب اللباس : باب لبس الحریر وافتراشه...... ' مسلم (۲۰۶۹) ابو داود (٤٠٤٢) ترمذی (۱۷۲۱) نسائی (۲۰۲/۸) ابن ماجة (۳۵۹۳)]

(۲) [مسلم (۲۰۶۹) کتاب اللباس والزینة : باب تحریم لبس الحریر وغیر ذلك للرجال]

(۳) [بخاری (۵۸۳۹) کتاب اللباس : باب ما یرخص للرجال من الحریر للحکة ' مسلم (۲۰۷٦) ابو داود (٤٠٥٦) ترمذی (۱۷۲۲) ابن ماجة (۳۵۹۲)]

(٤) [نیل الأوطار (٥٦٥/١)]

(٥) [بخاری (٥٨٣٧) کتاب اللباس : باب افتراش الحریر]

(٦) [الأم (١٨٥/١) حلیة العلماء فی معرفة مذاھب الفقھاء (٦٧/٢) الخرشی علی مختصر سیدی خلیل (٢٤٥/١) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (٤٧٥/١)]

(احناف) ریشمی کپڑے کا بچھونا بنانا جائز ہے۔(۱)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ) ان سے بھی ایسی روایات منقول ہیں۔(۲)

(زیلعیؒ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نے حنفی مذہب کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔(۳)

(راجح) ریشم پر بیٹھنا حرام ہے۔(٤)

(ابن قیمؒ) اگر (ریشم پر بیٹھنے کی حرمت کے متعلق) نص موجود نہ بھی ہوتی تب بھی ریشم پہننے کی ممانعت ہی اسے بچھونا یا لحاف بنانے کی ممانعت کے لیے کافی تھی کیونکہ لغوی و شرعی اعتبار سے یہ پہننے میں شامل ہے۔(٥)

❷ (1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رأى رسول الله على ثوبين معصفرين فقال : إن هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو سرخ (زردسرخی مائل) رنگ کے کپڑے دیکھے تو فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں لہٰذا انہیں مت پہنو۔''(٦)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ نهاني رسول الله ﷺ عن لباس المعصفر ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ سے رنگے ہوئے لباس سے مجھے منع فرمایا۔''(۷)

○ جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ رأيته في حلة حمراء ﴾ ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ لباس میں دیکھا۔''(۸)

وہ گذشتہ احادیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ ممانعت صرف اس خاص سرخ رنگ سے ہے جو صرف عصفر بوٹی سے رنگنے سے حاصل ہوتا ہے۔(۹)

---

(۱) [ملتقى الأبحر للعلامه الفقيه إبراهيم بن محمد الحلبي (۲۳۲/۲-۲۳۳)]

(۲) [نيل الأوطار (۵٦۱/۱)]

(۳) [نصب الراية (۲۲۷/٤)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباري (٤۷۲/۱۱) نيل الأوطار (۵٦۲/۱)]

(٥) [أعلام الموقعين (۳٦٦/۲)]

(٦) [مسلم (۲۰۷۷) كتاب اللباس والزينة : باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر' احمد (۱٦۲/۲) نسائی (۲۰۳/۸)]

(۷) [مسلم (۲۰۸۷) كتاب اللباس والزينة : باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر ' موطا (۸۰/۱) ابو داود (٤۰٤٤) ترمذی (۲٦٤) نسائی (۱۸۹/۲) احمد (۹۲/۱) بخاری فی خلق أفعال العباد (ص/٦۹)]

(۸) [بخاری (۳۵۵۱) كتاب المناقب : باب صفة النبي ' مسلم (۲۳۳۷) ابو داود (٤۰۷۲) ترمذی (۱۷۲٤)]

(۹) [نيل الأوطار (۵۷۱/۱) تحفة الأحوذي (۳۹۳/۵)]

حافظ ابن حجرؒ نے اس مسئلے میں سات اقوال نقل فرمائے ہیں تفصیل کا طالب ان کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔(۱)

وَلَا ثَوْبَ شُهْرَةٍ وَلَا مَا يَخْتَصُّ بِالنِّسَاءِ وَلَا الْعَكْسَ	نہ ہی شہرت کا لباس پہنے ❶ اور نہ ہی ایسا لباس جو عورتوں کے ساتھ خاص ہو اور نہ ہی عورتیں مردوں کا خاص لباس پہنیں۔ ❷

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من لبس ثوب شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة ﴾ "جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔"(۲)

شہرت کے لباس سے مراد وہ لباس ہے جو عام لوگوں کے لباسوں کے رنگوں سے مختلف رنگ کا ہونے کی وجہ سے شہرت کا باعث بنے۔ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں اور اسے پہننے والا تعجب وتکبر میں پڑ جائے۔

یاد رہے کہ یہ حدیث نفیس وعمدہ لباس پہننے کے مخالف نہیں بلکہ عوام الناس کے لباس سے مختلف' تکبر اور فخر وریاء کے لیے پہنے گئے لباس کی ممانعت میں واضح دلیل نہیں۔(۳)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس بات کی تائید کرتا ہے ﴿ لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر ﴾ "وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔"(۴)

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله لعن الرجل يلبس لبس المرأة والمرأة تلبس لبس الرجل ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں جیسا لباس پہننے والے مرد اور مردوں جیسا لباس پہننے والی عورت پر لعنت کی ہے۔"(۵)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ لعن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔"(۶)

---

(۱) [فتح الباری (۳۱۸/۱۰) نیل الأوطار (۵۷۵/۱)]

(۲) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۹۰۵) کتاب اللباس : باب من لبس شهرة من الثیاب' ابن ماجة (۳۶۰۶) ابو داود (۴۰۶۹) احمد (۱۳۹/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۹۶/۱)]

(۴) [**صحیح** : الصحیحة (۱۶۲۶) ترمذی (۱۹۹۹) کتاب البر والصلة : باب ما جاء فی الکبر' احمد (۴۵۱/۱) ابو عوانة (۳۱/۱) شرح السنة (۵۳۵/۶) طبرانی کبیر (۱۰۵۳۳/۱۰) حاکم (۲۶/۱)]

(۵) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳۴۵۴) کتاب اللباس : باب فی لباس النساء' ابو داود (۴۰۹۸) احمد (۳۲۵/۲) ابن حبان (۱۴۵۵ ۔ الموارد) حاکم (۱۹۴/۴)]

(۶) [بخاری (۵۸۸۵) کتاب اللباس : باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال]

وَيَحْرُمُ عَلَى الرِّجَالِ التَّحَلِّيْ بِالذَّهَبِ لَا بِغَيْرِهِ	مردوں پر سونے کے زیورات پہننا حرام ہے لیکن اس کے علاوہ دوسری دھاتوں کے زیورات حرام نہیں۔ ❶

❶ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أحل الذهب والحرير للإناث من أمتي وحرم على ذكورها﴾ ''سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال ہے جبکہ مردوں کے لیے حرام ہے۔''(۱)

تاہم چاندی وغیرہ کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ ﴾ [الأعراف : ٣٢]

''کہہ دو کون ہے جس نے اللہ کی وہ زینت حرام کی جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے۔''

(2) ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ ﴾ [البقرة : ٢٩]

''وہی ذات ہے جس نے زمین میں موجود ہر چیز تمہارے لیے پیدا کی۔''

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿عليكم بالفضه فالعبوا بها كيف شئتم﴾ ''چاندی کو لازم پکڑو اور جیسے چاہو اسے استعمال کرو۔''(۲)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار میں چاندی لگی ہوئی تھی۔(۳)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أن رسول الله اتخذ خاتما من ذهب أو فضه وجعل فصه مما يلي كفه ونقش فيه محمد رسول الله فاتخذ الناس مثله فلما رآهم قد اتخذوها رمى به وقال : لا أبسه أبدا ثم اتخذ خاتما من فضه فاتخذ الناس خواتيم الفضة قال ابن عمر : فلبس الخاتم بعد النبي صلی اللہ علیہ وسلم أبو بكر ثم عمر ثم عثمان حتى وقع من عثمان في بئر أريس﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے یا چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کھدوائے پھر دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کی انگوٹھیاں بنوائی ہیں تو آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

(۱) [صحيح : صحيح ترمذي، ترمذي (١٧٢٠) كتاب اللباس : باب ما جآء في الحرير والذهب، ابن ابي شيبة (٣٤٦/٨) احمد (٣٩٢/٤) شرح معاني الآثار (٢٥١/٤) بيهقي في السنن الكبرى (٤٢٥/٢) طيالسي (١٨٢٠)]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (٣٥٦٥) كتاب الخاتم : باب ما جآء في الذهب للنساء، ابو داود (٤٢٣٦) احمد (٣٧٨/٢) بيهقي في السنن الكبرى (١٤٠/٤)]

(۳) [زاد المعاد (٣٣/١)]

آپ ﷺ کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہنا۔ آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ انگوٹھی اَرِیس کے کنوئیں میں گر گئی۔'' (۱)

متفرقات

747- انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے؟

انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہنی جا سکتی ہے البتہ زیادہ راجح دائیں ہاتھ میں پہننا ہے۔

(1) حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ کان یتختم فی یمینه ﴾ ''نبی ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔'' (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ کان یتختم فی یسارہ ﴾ ''نبی ﷺ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔'' (۳)

(3) حضرت نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ﴿ أن ابن عمر کان یلبس خاتمه فی یدہ الیسری ﴾ ''بلاشبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔'' (٤)

748- انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننا

ان دونوں انگلیوں میں انگوٹھی پہننا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ نهانی أن أضع الخاتم فی هذہ أو فی هذہ للسبابة و الوسطی ﴾ ''آپ ﷺ نے مجھے اس اور اس یعنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔'' (٥)

---

(۱) [بخاری (٥٨٦٦) کتاب اللباس : باب خاتم الفضة]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (٣٥٥٧) کتاب الخاتم : باب ما جآء فی التختم فی الیمین أو الیسار ' ابو داود (٤٢٢٦) ترمذی (١٧٤٤)]

(۳) [شاذ : ضعیف ابو داود (٩٠٨) کتاب الخاتم : باب ما جآء فی التختم فی الیمین أو الیسار ' ابو داود (٤٢٢٧) شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''یسارہ'' کے بجائے ''یمینه'' کے لفظ محفوظ ہیں۔]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (٣٥٥٨) کتاب الخاتم : باب ما جآء فی التختم فی الیمین أو الیسار ' ابو داود (٤٢٢٨)]

(٥) [صحیح : صحیح ابو داود (٣٥٥٦) کتاب الخاتم : باب ما جآء فی خاتم الحدید ' ابو داود (٤٢٢٥) ترمذی (١٧٨٦) ابن ماجة (٣٦٤٨)]

749- لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی تو نبی ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ جب اس آدمی نے نبی ﷺ کی ناپسندیدگی دیکھی تو ﴿ ذهب فألقى الخاتم وأخذ خاتما من حديد فلبسه ﴾ ''اس نے سونے کی انگوٹھی اتار دی اور لوہے کی انگوٹھی لے کر پہن لی۔'' اور دوبارہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ هذا شر هذا حلية أهل النار فرجع فطرحه ولبس خاتما من ورق فسكت عنه النبي ﴾ ''یہ بدترین ہے' یہ جہنم والوں کا زیور ہے۔ وہ پلٹ گیا اور اسے اتار کر پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی پہن لی اس پر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔'' (۱)

(البانیؒ) یہ حدیث لوہے کی انگوٹھی کی حرمت کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسے سونے کی انگوٹھی سے بھی برا قرار دیا ہے۔ (۲)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اسے فرمایا: مجھے کیا ہے کہ میں تجھ میں بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں اس نے اس انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا پھر آیا ﴿ وعليه خاتم من حديد ﴾ ''تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی'' آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ مالي أرى عليك حلية أهل النار ﴾ ''کیا ہے مجھے کہ میں تجھ پر آگ والوں کا زیور دیکھ رہا ہوں؟'' اس نے اسے پھینک دیا اور پھر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مثقال (**4.50** ماشے) سے کم چاندی کی بنا لے۔'' (۳)

درج بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں۔

جس روایت میں ہے کہ ﴿ كان خاتم النبي ﷺ من حديد ملوى عليه فضة وربما كان في يدي ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی لوہے سے بنی ہوئی تھی اور اس پر چاندی کی ملمع سازی کی گئی تھی وہ بعض اوقات میرے ہاتھ میں ہوتی تھی۔'' وہ ضعیف ہے۔ (٤)

---

(۱) [**صحيح** : آداب الزفاف (ص/۲۱۷) غاية المرام (ص/۶۸) احمد (۱۶۳/۲ـ ۱۷۹) الأدب المفرد (۱۰۲۱)]

(۲) [آداب الزفاف (ص/ ۲۱۸)]

(۳) [**ضعيف** : ضعيف ابو داود (۹۰۶) كتاب الخاتم : باب ما جاء في خاتم الحديد' ابو داود (٤۲۲۳) نسائي (۵۲۱۰) كتاب الزينة : باب مقدار ما يجعل في الخاتم من فضة : ترمذى (۱۷۸۵) بيهقي في الشعب (۶۳۵۰) ابن حبان (۱٤۶۷) اگرچہ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ روایت حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ [نيل المقصود (٤۲۲۳)]

(٤) [**ضعيف** : ضعيف ابو داود (۹۰۷) كتاب الخاتم : باب ما جاء في خاتم الحديد' ابو داود (٤۲۲٤) نسائي (۵۲۲۰) بيهقي (۶۳۵۲)]

صحیح بخاری کی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ التمس ولو خاتما من حديد ﴾ ''تم تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔''(۱)

اس حدیث میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

(ابن حجرؒ) اس حدیث سے لوہے کی انگوٹھی پہننے پر استدلال کیا گیا ہے حالانکہ اس میں اس کے جواز پر کوئی دلیل نہیں اس لیے کہ انگوٹھی لانا' انگوٹھی پہننے کو لازم نہیں۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے انگوٹھی کے وجود کا ارادہ کیا ہوتا کہ عورت اس کی قیمت سے نفع حاصل کر لے۔(۲)

750- گھروں میں تصویروں والے پردے لٹکانے کا حکم

گھروں میں تصویروں والے پردے یا چادریں لٹکانا جائز نہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ﴿ قدم رسول الله من سفر وقد سترت بقرام لي على سهوة لي فيها تماثيل فلما رآه رسول الله ﷺ هتكه وقال : أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله ﴾ ''رسول اللہ ﷺ سفر (غزوہ تبوک) سے تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا' اس پر تصویریں تھیں جب آپ نے دیکھا تو اسے کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی مخلوق کی طرح خود بھی بناتے ہیں۔''(۳)

751- کالی پگڑی پہننا جائز ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ دخل النبي ﷺ مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء ﴾ ''فتح مکہ کے دن نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ رنگ کی پگڑی پہنی ہوئی تھی۔''(٤)

752- شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا حکم

شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة ﴾ ''جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر بھی نہیں

---

(۱) [بخاری (۵۱۲۱' ۲۳۱۰) کتاب النکاح : باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح]

(۲) [فتح الباری (۳۲۳/۱۰)]

(۳) [بخاری (٥٩٥٤) کتاب اللباس : باب ما وطئ من التصاوير' مسلم (۲۱۰٦) أحمد (۲۲۹/٦)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ترمذی' ترمذی (۱۷۳۵) کتاب اللباس : باب ما جاء في العمامة السوداء' شرح السنة (۱۷۱/٦)]

کریں گے۔''(۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار﴾ ''تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو وہ جہنم میں ہوگا۔''(۲)

(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿بينما رجل يمشي في حلة تعجبه نفسه مرجل جمته إذ خسف الله به فهو يتجلجل إلى يوم القيامة﴾ ''(بنی اسرائیل میں) ایک شخص ایک لباس پہن کر کبر و غرور میں سرمست سر کے بالوں میں کنگھی کیے ہوئے اکڑ کر اتراتا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک اس میں تڑپتا رہے گا یا دھنستا رہے گا۔''

ایک روایت میں ہے کہ ''وہ شخص اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔''(۳)

753- داڑھی کو مہندی لگانے کا حکم

سیاہ رنگ سے اجتناب کرتے ہوئے داڑھی کو مہندی وغیرہ سے رنگنا مشروع ہے۔

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿غيروا الشيب ولا تشبهوا باليهود﴾ ''بڑھاپے کو تبدیل کرو اور یہود کی مشابہت مت کرو (کیونکہ وہ اپنے بالوں کو سفید ہی رکھتے ہیں)۔''(٤)

(2) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إن أحسن ما غير به الشيب الحناء والكتم﴾ ''یقیناً سب سے بہترین چیز جس کے ذریعے بڑھاپے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے مہندی اور کتم بوٹی ہے۔''(٥)

754- ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنی چاہیے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿نهى رسول الله عن الترجل إلا غبا﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے (روزانہ) کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے ہاں اگر ناغے سے کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔''(٦)

755- سرمہ پہننا جائز ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خير أكحالكم الإثمد يجلو البصر وينبت

---

(۱) [بخاری (٥٧٨٤) کتاب اللباس : باب من جر إزاره من غير خيلاء]

(۲) [بخاری (٥٧٨٧) کتاب اللباس : باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار]

(۳) [بخاری (٥٧٨٩، ٥٧٩٠) کتاب اللباس : باب من جر ثوبه من الخيلاء]

(٤) [**صحيح** : الصحيحة (٨٣٦) ترمذی (١٧٥٢) کتاب اللباس : باب ما جاء في الخضاب]

(٥) [**صحيح**: صحيح ترمذی، ترمذی (١٧٥٣) کتاب اللباس : باب ما جاء في الخضاب]

(٦) [**صحيح** : الصحيحة (٥٠١) ترمذی (١٧٥٦) کتاب اللباس : باب ما جاء في النهي عن الترجل إلا غبا]

الشعر ﴾ ''تمہارے سرموں میں سے بہترین سرمہ اثمد ہے۔ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔''(۱)

756- نیا کپڑا پہننے کی دعا

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من لبس ثوبا جديدا فقال : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ ' غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر ﴾ ''جس شخص نے نیا کپڑا پہنا اور کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری کسی طاقت اور کسی قوت کے بغیر مجھے عطا کیا۔ تو اس کے پچھلے اور اگلے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔''(۲)

757- باریک کپڑے پہننے والی عورتوں کا انجام

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ صنفان من أهل النار لم أرهما : قوم معهم أسياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ' ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة ' لا يدخلن الجنة ' ولا يجدن ريحها ' وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا ﴾ ''جہنمیوں کی دو قسموں کو میں نے نہیں دیکھا: ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے وہ اُن کے ساتھ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرا ایسی عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہیں' (دوسروں کو اپنی طرف) مائل کرنے والی ہیں اور (خود دوسروں کی طرف) مائل ہونے والی ہیں۔ اُن کے سر جھکے ہوئے بختی اُونٹوں کی کوہانوں کی مانند ہوں گے' وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ ہی اُس کی خوشبو پائیں گی اور بے شک جنت کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے سے محسوس کی جاسکے گی۔''(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن أسماء بنت أبي بكر دخلت على رسول الله ﷺ ' وعليها ثياب رقاق ' فأعرض عنها رسول الله ﷺ وقال : يا أسماء ' إن المرأة إذا بلغت المحيض لم يصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا ' وأشار إلى وجهه وكفيه ﴾ ''بے شک اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے منہ پھیر لیا اور کہا اے اسماء! بے شک عورت جب بالغ ہو جائے تو اُس سے اس اور اس کے علاوہ کوئی چیز نظر آنا درست نہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔''(٤)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (۲۸۱۹) کتاب الطب : باب الکحل بالإثمد ' ابن ماجة (۳٤۹۷)]

(۲) [**حسن لغیرہ** : صحیح الترغیب (۲۰٤۲) کتاب اللباس والزینة : باب الترغیب فی کلمات یقولهن من لبس ثوبا جدیدا ' ابو داود (٤۰۲۳) کتاب اللباس: باب ' حاکم (۵۰۷/۱) امام حاکمؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [مسلم (۲۱۲۸) کتاب اللباس و الزینة : باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات]

(٤) [**حسن لغیرہ** : صحیح الترغیب (۲۰٤۵) کتاب اللباس والزینة : باب الترھیب من لبس النساء الرقیق من الثیاب التی تصف البشرة ' ابو داود (٤۱۰٤)]

758- تواضع اختیار کرتے ہوئے بہترین لباس چھوڑ دینا

(1) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من ترك لبس ثوب جمال ' وهو يقدر عليه تواضعا كساه الله حلل الكرامة ﴾ ''جس شخص نے تواضع اختیار کرتے ہوئے خوبصورت کپڑا پہننا چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کی طاقت بھی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کا لباس پہنائیں گے۔''(۱)

(2) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من ترك اللباس تواضعا لله ' وهو يقدر عليه ' دعاه الله يوم القيامة على رؤوس الخلائق حتى يخيره من أى حلل الإيمان شاء يلبسها ﴾ ''جس شخص نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتے ہوئے (خوبصورت) لباس چھوڑ دیا اور وہ اس کی طاقت بھی رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے' حتی کہ اسے اختیار دیں گے کہ وہ ایمان کے لباسوں میں سے جسے چاہے پہن لے۔''(۲)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ توفى رسول الله ﷺ وإن نمرة من صوف تنسج له ﴾ ''رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ کے لیے اُون کی ایک چادر بُنی جا رہی تھی۔''(۳)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ إنما كان فراش رسول الله ﷺ الذى ينام عليه أدما حشوه ليف ﴾ ''بے شک رسول اللہ ﷺ کا وہ بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

ایک روایت میں یہ ہے کہ ﴿ كان وسادة رسول الله ﷺ الذى يتكئ عليه من أدم حشوه ليف ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کا وہ تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے' چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔''(٤)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ رأيت عمر رضی اللہ عنہ وهو يومئذ أمير المومنين' وقد رقع بين كتفيه برقاع ثلاث ﴾ ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور وہ اس وقت مسلمانوں کے امیر تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان تین کپڑے کے ٹکڑوں کے ساتھ پیوند لگائے ہوئے تھے۔''(٥)

(۱) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (۲۰۷۳) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا ' ابو داود (٤٧٧٨) بيهقى فى شعب الإيمان (٨٣٠٤)]

(۲) [**حسن لغيره** : صحيح الترغيب (۲۰۷۲) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا ' ترمذى (۲٤٨۱) حاكم (٦١/١) ' (١٨٤/٤) امام حاکمؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [**صحيح** : الصحيحة (٢٦٨٧) صحيح الترغيب (٢٠٧٦) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا ' بيهقى فى شعب الإيمان (٦١٦٥)]

(٤) [مسلم (٢٠٨٢) كتاب اللباس و الزينة : باب التواضع في اللباس و الاقتصار على الغليظ منه واليسير]

(٥) [**صحيح موقوف** : صحيح الترغيب (٢٠٨٢) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب فى ترك الترفع فى اللباس تواضعا ' مؤطا (٩١٨/٢)]

(6) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من لبس ثوب شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة ثم ألهب فيه نارا ﴾ "جس شخص نے دنیا میں شہرت کا (یعنی فخر و تکبر پر ابھارنے والا) لباس پہنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے پھر اس میں آگ کے شعلے بھڑکائیں گے۔" (۱)

759- کسی محتاج کو کپڑے پہنانے کی فضیلت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أفضل الأعمال إدخال السرور على المؤمن ' كسوت عورته ' أو أشبعت جوعته ' أو قضيت له حاجته ﴾ "سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوشی پہنچانا ہے (مثلاً) تم اس کے ستر کو ڈھانپ دو (یعنی اسے لباس پہنا دو) یا اس کی بھوک مٹا دو یا اس کی ضرورت پوری کر دو۔" (۲)

760- سر یا داڑھی کے بالوں سے سفید بال اُکھیڑنا جائز نہیں

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تنتفوا الشيب فإنه ما من مسلم يشيب شيبة في الإسلام إلا كانت له نورا يوم القيامة ' وفي رواية : كتب الله له بها حسنة ' وحط عنه بها خطيئة ﴾ "بڑھاپے کو ختم مت کرو کیونکہ بے شک جو مسلمان اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا تو اس کا بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بڑھاپے کے ذریعے اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیں گے اور اس سے ایک گناہ مٹا دیں گے۔"

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن نتف الشيب ' وقال : إنه نور المسلم ﴾ "نبی ﷺ نے بڑھاپے (کے بالوں) کو اکھیڑنے سے منع فرمایا اور کہا کہ یہ مسلمان کا نور ہے۔" (۳)

(2) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من شاب شيبة في الإسلام كانت له نورا يوم القيامة ' فقال له رجل عند ذلك : فإن رجالا ينتفون الشيب ' فقال رسول الله ﷺ : من شاء فلينتف نوره ﴾ "جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اس وقت ایک آدمی نے آپ ﷺ سے کہا بیشک لوگ تو بڑھاپے (کے بالوں) کو اکھیڑتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چاہے اپنے نور کو اکھیڑ لے۔" (٤)

---

(۱) [حسن : صحيح الترغيب (۲۰۸۹) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في ترك الترفع في اللباس تواضعا ' ابن ماجة (۳٦۰۷)]

(۲) [حسن : الصحيحة (۱٤۹٤) صحيح الترغيب (۲۰۹۰) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في الصدقة على الفقير بما يلبسه كالثوب ونحوه ' رواه الطبراني]

(۳) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۲۰۹۱) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في إبقاء الشيب وكراهة نتفه ' ابو داود (٤۲۰۲) ترمذی (۲۸۲۱) ابن ماجة (۳۷۲۱) نسائی (۱۳٦/۸)]

(٤) [حسن : صحيح الترغيب (۲۰۹۲) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في إبقاء الشيب وكراهة نتفه ' بزار في كشف الأستار (۲۹۷۳) طبراني في الكبير والأوسط]

(3) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من شاب شيبة في سبيل الله كانت له نورا يوم القيامة﴾ ”جو شخص اللہ کے راستے میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔“(۱)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تنتفوا الشيب فإنه نور يوم القيامة ' من شاب شيبة في الإسلام كتب الله له بها حسنه ' وحط عنه بها خطيئة ورفع له بها درجة﴾ ”بڑھاپے (کے بالوں کو) مت اُکھیڑو کیونکہ یہ قیامت کے دن نور ہوگا۔ جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس بڑھاپے کے ذریعے ایک نیکی لکھ دیں گے اور اس سے ایک گناہ مٹا دیں گے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیں گے۔“(۲)

(5) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿كان يكره أن ينتف الرجل الشعرة البيضاء من رأسه ولحيته﴾ ”وہ ناپسند کرتے تھے کہ آدمی اپنے سر اور اپنی داڑھی کے سفید بال کو اُکھیڑے۔“(۳)

(۱) [صحيح : الصحيحة (۱۲٤٤) ابن حبان في صحيحه (۲۹۷۲)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۲۰۹٦) كتاب اللباس والزينة : باب الترغيب في إبقاء الشيب و كراهة نتفه ' ابن حبان في صحيحه (۲۹۷٤)]

(۳) [مسلم (۲۳٤۱) كتاب الفضائل : باب شيبة]

كتاب الأضحية
قربانی کے مسائل

- باب الأحكام الأضحية — قربانی کے احکام کا بیان
- باب الوليمة — ولیمہ کا بیان
- باب أحكام العقيقة — عقیقہ کے احکام کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ﴾ [کوثر : ۲]

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إذا ذبح أحدکم فلیجھز ﴾

''جب تم میں سے کوئی ذبح کرے تو جلدی کام تمام کر دے۔''

[صحیح : الصحیحة (۳۱۳۰)]

کتاب الأضحية ❶

قربانی کے مسائل

باب احکام الاضحية — قربانی کے احکام کا بیان

تُشْرَعُ لِأَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ	قربانی ہر خاندان کے لیے مشروع ہے۔ ❷

❶ لفظِ اُضْحِيَة سے مراد ''قربانی'' ہے۔(١)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اضحیۃ میں چار لغات ہیں:

(1) اُضْحِيَةٌ ۔ (2) اِضْحِيَةٌ اس کی جمع اَضَاحِي ہے۔

(3) ضَحِيَّةٌ اس کی جمع ضَحَايَا ہے۔ (4) أَضْحَاةٌ اس کی جمع اَضْحٰى ہے۔(٢)

اردو کا لفظ قربانی قربان سے مشتق ہے اور لغوی اعتبار سے قربان سے مراد ''ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے چاہے ذبیحہ ہو یا کچھ اور۔''(٣)

صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ ((والقربان بالضم : ما يتقرب به إلى الله تعالىٰ)) اور قربان ''ضمہ کے ساتھ'' یہ ہے کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔''(٤)

❷(1) ﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ﴾ [الحج : ٣٤]

''اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تا کہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھے ہیں۔''

(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے چھری چلا دی تو اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈھا بھیج دیا اور چھری اس پر چل گئی۔ اس بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں کیا ہے:

﴿ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴾ [الصافات : ١٠٧]

''اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔''

(3) ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ [الكوثر : ٢]

---

(١) [المنجد (ص/٤٩٤)]

(٢) [شرح مسلم للنووی (١٢٧/٧) تحفة الأحوذی (٥٠/٥)]

(٣) [مصباح اللغات (ص/٦٦٨)]

(٤) [القاموس المحيط (ص/١٢٧)]

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

(4) ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ [الأنعام : ١٦٢]

''کہہ دیجیے! میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ کان النبی ﷺ یضحی بکبشین وأنا أضحی بکبشین ﴾ ''نبی کریم ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا تھا۔''(١)

(6) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو تنومند' چتکبرے اور سینگوں والے مینڈھے قربان کرتے تھے۔(٢)

(7) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ کان الرجل فی عهد رسول الله یضحی بالشاة عنه وعن أهل بیته ﴾ ''عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا۔''(٣)

(ابن قدامہؒ) مسلمانوں نے قربانی کی مشروعیت پر اجماع کیا ہے۔(٤)

قربانی کے فرض یا سنت ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔

(احناف) قربانی ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے۔(٥)

(شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) قربانی سنت مؤکدہ ہے۔(٦)

(جمہور، ابن حزمؒ) صحابہ سے وجوب کی کوئی دلیل ثابت نہیں۔(٧)

واجب کہنے والوں کے دلائل:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ [الکوثر : ٢]

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہاں حکم قربانی کی فرضیت کے لیے نہیں بلکہ خالص رب کے لیے بتوں کے سوا قربانی

(١) [بخاری (٥٥٥٣) کتاب الأضاحی : باب فی أضحیة النبی]

(٢) [بخاری (١٧١٢) کتاب الحج : باب من نحر هدیه بیده]

(٣) [صحیح : صحیح ابن ماجة (٢٥٤٦) کتاب الأضاحی : باب من ضحی بشاة عن أهله ' ابن ماجة (٣١٤٧) ترمذی (١٥٠٥)]

(٤) [المغنی (٣٦٠/١٣)]

(٥) [بدائع الصنائع (٦٢/٥) اللباب (٢٣٢/٣) تکملة فتح القدیر (٦٧/٨)]

(٦) [بدایة المجتهد (٤١٥/١) القوانین الفقهیة (ص/١٨٦) الشرح الکبیر (١١٨/٢) المهذب (٢٣٧/١) المغنی (٦١٧/٨)]

(٧) [نیل الأوطار (٤٧٢/٣)]

کرنے پر دلالت کرتا ہے۔(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا﴾ ”جس کے پاس وسعت وطاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی ہرگز نہ آئے۔“(۲)

(3) حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يأيها الناس إن على كل أهل بيت في كل عام أضحية ﴾ ”اے لوگو! بے شک ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی (کرنا مشروع) ہے۔“(۳)

سنت کہنے والوں کے دلائل:

(1) رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے وقت فرمایا ﴿ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي ﴾ ”اے اللہ! یہ (قربانی) میری طرف سے اور اس شخص کی طرف سے ہے جس نے میری اُمت سے قربانی نہیں کی۔“(٤)

اگر قربانی فرض ہوتی تو نبی ﷺ ایسا ہرگز نہ کہتے۔

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ثلاث هن على فرائض وهن لكم تطوع : النحر والوتر وركعتا الضحى ﴾ ”تین کام ایسے ہیں جو مجھ پر تو فرض ہیں لیکن تم لوگوں پر نفل ہیں: قربانی، وتر اور نماز چاشت کی دو رکعتیں۔“(٥)

(3) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت منقول ہے کہ وہ وجوب کے قائل حضرات کے قول سے کراہت کرتے ہوئے قربانی نہیں کرتے تھے۔(٦)

(راجح) قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

(1) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((باب سنة الأضحية)) ”قربانی کی سنت کا بیان۔“

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ﴿ هي سنة ومعروف ﴾ ”قربانی سنت ہے اور یہ امر مشہور ہے۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ ﴿ .... ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه

---

(۱) [تحفة الأحوذي (٧٦/٥)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٥٣٢) كتاب الأضاحي : باب الأضاحي واجبة هي أم لا ، ابن ماجة (٣١٢٣) احمد (٣٢١/٢)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٥٣٣) كتاب الأضاحي : باب الأضاحي واجبة هي أم لا ، ابن ماجة (٣١٢٥) ابو داود (٢٧٨٨) ترمذی (١٥١٨)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (١١٣٨) ، (٣٤٩/٤) ابو داود (٢٨١٠) كتاب الضحايا : باب في الشاة يضحى بها عن جماعة ، ترمذی (١٥٢١)]

(٥) [ضعیف : تلخيص الحبير (٢٥٤/٣) بيهقي (٢٦٤/٩) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اپنی تمام سندوں سے ضعیف ہے۔[فتح الباري (١٠/٦)]

(٦) [بيهقي (٢٦٥/٩) نيل الأوطار (٤٧٣/٣)]

واصاب سنة المسلمين ﴾ ''اور جس نے نماز کے بعد جانور ذبح کیا اس کی قربانی مکمل ہوئی اور وہ مسلمانوں کی سنت کو پہنچا۔'' (۱)

(2) امام ترمذیؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((الدليل على أن الأضحية سنة)) ''اس بات کی دلیل کہ قربانی سنت ہے۔'' پھر وہ روایت نقل کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قربانی کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ فرض ہے یا سنت تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف انہی الفاظ پر اکتفا کیا ﴿ ضحى رسول الله والمسلمون ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔'' (۲)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذیؒ رقمطراز ہیں کہ ((والعمل على هذا عند أهل العلم أن الأضحية ليست بواجبة ولكنها سنة من سنن النبي ﷺ يستحب أن يعمل بها وهو قول سفيان الثورى وابن المبارك)) ''اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے (لہٰذا) اسی کے مطابق عمل کرنا مستحب ہے۔ امام سفیان ثوریؒ اور امام ابن مبارکؒ کا بھی یہی قول ہے۔'' (۳)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) رقمطراز ہیں کہ ہم تو وہی کہیں گے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے۔'' (٤)

(شوکانیؒ) قربانی کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ عظیم قربت اور سنت مؤکدہ ہے۔ (٥)

وَأَقَلُّهَا شَاةٌ	اور قربانی میں کم از کم ایک بکری ہے۔ ❶

❶ عطاء بن یسارؒ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوتی تھیں تو انہوں نے کہا ﴿ كان الرجل فى عهد النبى ﷺ يضحى بالشاة عنه وعن أهل بيته ﴾ ''عہد رسالت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربان کرتا تھا۔'' وہ اسے کھاتے تھے اور کھلاتے تھے حتی کہ لوگوں نے تکبر شروع کر دیا تو اس طرح ہو گیا جو تم آج دیکھ رہے ہو۔'' (٦)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ کیا ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کر جائے گی یا صرف ایک

(۱) [بخاری (٥٥٤٦) كتاب الأضاحى : باب سنة الأضحية]

(۲) [**ضعيف** : ضعيف ابن ماجة (٦٧٢) كتاب الأضاحى : باب ثواب الأضحية ' ابن ماجة (٣١٢٧) المشكاة (١٤٧٦) ترمذی (١٥٠٦)]

(۳) [ترمذی (بعد الحديث/ ١٥٠٦)]

(٤) [تحفة الأحوذى (٧٦/٥)]

(٥) [السيل الجرار (٧٣/٤)]

(٦) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٥٤٦) كتاب الأضاحى : باب من ضحى بشاة عن أهله ' ابن ماجة (٣١٤٧) ترمذی (١٥٠٥) كتاب الأضاحى : باب ما جاء أن الشاة الواحدة تجزئ عن أهل البيت]

دمی کو ہی کافی ہوگی۔

(احناف) ایک بکری صرف ایک آدمی کو ہی کفایت کرتی ہے۔(۱)

(نوویؒ) انہوں نے بزعم خویش احناف کے مؤقف کو متفق علیہ مسئلہ قرار دیا ہے۔(۲)

(مالکؒ، اوزاعیؒ، لیثؒ) ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے۔(۳)

(ابن قیمؒ) ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی خواہ گھر والے کثیر تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) حق بات یہ ہے کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی خواہ ان کی تعداد سو یا اس سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔(٥)

(راجح) امام شوکانیؒ اور ان کے ہم رائے حضرات کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث اسی پر دلالت کرتی ہے۔

(زیلعیؒ) اس (حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی) حدیث نے حنفی مذہب کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔(٦)

761- اونٹ اور گائے کے حصے

اونٹ کی قربانی میں دس افراد جبکہ گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں اور اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

﴿ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فحضر الأضحى فاشتركنا في الجزور عن عشرة و البقرة عن سبعة ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے تو قربانی کا وقت ہو گیا۔ہم اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے اور گائے میں سات۔''(۷)

---

(۱) [بدائع الصنائع (٧٠/٥) الدر المختار (٢٢٢/٥) بداية المجتهد (٤٢٠/١) مغنی المحتاج (٢٨٥/٤) المهذب (٢٣٨/١) المغنی (٦١٩/٨) كشاف القناع (٦١٧/٢)]

(۲) [شرح مسلم (١٣٢/٧)]

(۳) [تحفة الأحوذی (٧٢/٥) موطا' كتاب الضحايا : باب الشركة]

(٤) [زاد المعاد (٣٢٣/٢)]

(٥) [نيل الأوطار (٤٨٥/٣)]

(٦) [نصب الراية (٢١٠/٤)]

(۷) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (٢٥٣٦) ابن ماجة (٣١٣١) كتاب الأضحى : باب عن كم تجزی البدنة والبقرة' ترمذی (٩٠٥) نسائی (٤٤٠٤) احمد (٢٤٨٤)]

ایک اور حدیث سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ مقام پر تھے۔ ہمارے ہاتھ بکریاں اور اونٹ لگے۔ لوگوں نے جلدی جلدی انہیں ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا کر اُبالنی شروع کر دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانڈیاں اُلٹ دینے کا حکم دیا ﴿ ثم عدل عشرة من الغنم بجزور ﴾ ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔''(۱)

اور جن روایات میں ہے کہ اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة ﴾ ''گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی جا سکتی ہے' اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیا جا سکتا ہے۔''(۲)

ایسی تمام روایات کے متعلق بعض علما کہتے ہیں کہ یہ حج کے متعلق ہیں یعنی دورانِ حج قربانی کرنے والے ایک اونٹ میں صرف سات افراد ہی شریک ہوں گے۔ اور بعض علما کا خیال ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے یعنی اونٹ میں دس آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں اور سات بھی۔ (واللہ اعلم)

علاوہ ازیں اگر استطاعت ہو تو اکیلا آدمی بھی اونٹ یا گائے کی قربانی کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله ﷺ نحر عن آل محمد فى حجة الوداع بقرة واحدة ﴾ ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر آل محمد کی طرف سے ایک گائے قربان کی۔''(۳)

وَوَقْتُهَا بَعْدَ صَلَاةِ عِيْدِ النَّحْرِ اِلٰى آخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ	اس کا وقت عیدالاضحیٰ کے بعد ❶ سے لے کر ایام تشریق کے آخر تک ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من ذبح قبل الصلاة فإنما ذبح لنفسه ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين ﴾ ''جس نے نماز سے پہلے (جانور) ذبح کر لیا تو اس نے محض اپنے نفس کے لیے ہی ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی مکمل ہوئی اور وہ مسلمانوں کی سنت کو پہنچا۔''(٤)

(۱) [بخاری (۲۵۰۷) کتاب الشركة : باب من عدل عشرة من الغنم بجزور فى القسم ' نسائی (٤٤٠٣) كتاب الضحايا : باب ما تجزئ عنه البدنة فى الضحايا ' ابو داود (۲۸۲۱) ترمذی (۱٤۹۲)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۲٤۳٤) ابو داود (۲۸۰۸) كتاب الضحايا : باب البقر والجزور عن كم تجزى]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲٥٤٠) ابن ماجة (۳۱۳٥) كتاب الأضاحی : باب عن كم تجزئ البدنة والبقرة]

(٤) [بخاری (٥٥٤٦) كتاب الأضاحى : باب سنة الأضحية ' مسلم (۱۹٦۲) نسائی (۲۲۳/۷) احمد (۱۱۳/۳) ابو يعلى (۲۸۲٦) بيهقى (۲٦۲/۹)]

(2) حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من كان ذبح قبل أن يصلي فليذبح مكانها أخرى﴾ ''جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی وہ اس کی جگہ دوسرا جانور قربان کرے۔'' (۱)

❷ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿كلّ أيام التشريق ذبح﴾ ''تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔'' (۲)

(شوکانیؒ) ایام تشریق یوم النحر اور اس کے بعد تین دن ہیں یعنی 10، 11، 12 اور 13 ذوالحجہ۔ (۳)

(علیؒ) قربانی کے دن' یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں۔ (٤)

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام عطا، حضرت حسن بصری، حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام سلیمان بن موسیٰ، امام مکحول، امام شافعی اور داود ظاہری رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (٦)

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ، احمدؒ) قربانی کا وقت یوم النحر اور اس کے بعد دو دن ہیں۔ (۷)

ان کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ اثر ہے ﴿الأضحى يومان بعد يوم الأضحى﴾ ''قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن ہے۔'' (۸)

(راجح) امام شافعیؒ وغیرہ کا موقف راجح ہے کیونکہ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی روایت محض ان کا اپنا قول ہی ہے لہٰذا پہلی حدیث کو ترجیح دی جائے گی نیز جس روایت میں ایک دن کم کا ذکر ہے اس میں زیادتی کی نفی بھی نہیں ہے۔

---

(۱) [بخاری (۵۵۰۰) كتاب الذبائح والصيد : باب قول النبي فليذبح على اسم الله' مسلم (۱۹۶۰) ابن ماجة (۳۱۵۲) نسائی (۲۲٤/۷) حمیدی (۷۷۵) ابو یعلی (۱۵۳۲) ابن حبان (۵۹۱۳) شرح معانی الآثار (۱۷۳/٤) بیهقی (۲۶۲/۹)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٤۵۳۷) احمد (۸۲/٤) ابن حبان (۳۸۵٤) بیهقی (۲۹۵/۵) نیل الأوطار (٤۹۰/۳) فتح الباری (۱۱/۱۰) زاد المعاد (۳۱۸/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (٤۹۰/۳)]

(٤) [زاد المعاد (۳۱۹/۲)]

(۵) [شرح مسلم (۱۲۸/۷)]

(٦) [بیهقی (۲۹٦/۵-۲۹۷) نیل الأوطار (٤۹۰/۳)]

(۷) [نیل الأوطار (٤۹۰/۳) بدائع الصنائع (۷۳/۵) تبيين الحقائق (٤/٦) الدر المختار (۲۲۲/۵) اللباب (۲۳۳/۳)]

(۸) [مؤطا (٤۸۷/۲) بیهقی (۲۹۷/۹) شرح مسلم (۱۲۸/۷)]

وَأَفْضَلُهَا أَسْمَنُهَا وَلَا يُجْزِئُ مَا دُونَ الْجَذَعِ مِنَ الضَّأْنِ وَالثَّنِيِّ مِنَ الْمَعْزِ	افضل قربانی وہ ہے جو زیادہ موٹی تازی ہو ❶ اور بھیڑوں میں جذعے اور بکریوں میں دوندے سے کم عمر کا جانور کافی نہیں ہوتا۔ ❷

❶ (1) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبی ﷺ کان إذا ضحی اشتری کبشین سمینین﴾ ''نبی ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو موٹے تازے صحت مند مینڈھے خرید لاتے۔'' (۱)

(2) حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿کنا نسمن الأضحیة بالمدینة و کان المسلمون یسمنون﴾ ''ہم مدینہ میں قربانی کے جانوروں کو موٹا کرتے تھے اور مسلمان بھی (قربانی کے جانوروں کو) موٹا کرتے تھے۔'' (۲)

واضح رہے کہ ان روایات میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ موٹے جانور دوسرے جانوروں سے افضل ہیں تاہم اگر اس وجہ سے کہ موٹے جانور میں گوشت زیادہ ہوگا اور اس سے غرباء کا زیادہ فائدہ ہو سکے گا' یہ کہہ دیا جائے کہ موٹا جانور افضل ہے تو یقیناً یہ بے جا نہ ہوگا۔

(جمہور) سب سے افضل اونٹ' پھر گائے' پھر بھیڑ اور پھر بکری کی قربانی ہے کیونکہ جس جانور میں سب سے زیادہ فقراء و مساکین کا فائدہ ہے یقیناً وہی زیادہ بہتر و افضل ہے۔(۳)

(ابن قدامہؒ) قربانی کے جانور کا موٹا ہونا اور عمدہ ہونا مسنون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ سن لیا اب اور سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو تعظیم کرلے تو یہ اس کے دل کی پرہیز گاری کی وجہ سے ہے۔'' [الحج : ۳۲]

اس کی تعظیم سے مراد اس کا موٹا ہونا' عمدہ ہونا اور اس کا احترام کرنا ہے کیونکہ یہ بڑے اجر اور زیادہ فائدے کا باعث ہے۔(٤)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضان﴾ ''دوندے کے علاوہ (کوئی جانور) ذبح نہ کرو لیکن اگر اس کا ملنا مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کر لو۔'' (٥)

مسنه: (یعنی دوندا) ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کے دودھ کے دانت گر چکے ہوں۔

---

(۱) [مجمع الزوائد (۲۱/٤۔۲۲) الفتح الربانی (۱۳۔٦۱)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث/۵۵۵۳) کتاب الأضاحی : باب أضحیة النبی بکبیشن أقرنین ویذکر سمینین]

(۳) [نیل الأوطار (٤۷۷/۳)]

(٤) [المغنی (۳٦۷/۱۳)]

(٥) [مسلم (۱۹٦۳) کتاب الأضاحی : باب سن الأضحیة' احمد (۳۱۲/۳) ابو داود (۲۷۹۷) نسائی (۲٦۹/۹) ابن الجارود (۹۰٤)]

(نوویؒ) مسنہ اونٹ' گائے اور بکری وغیرہ میں سے دوندے کو کہتے ہیں اور یہ واضح رہے کہ بھیڑ کے علاوہ کسی حالت میں بھی کھیرا قربان کرنا جائز نہیں۔(۱)

اور جذعہ بھیڑ کا وہ بچہ ہوتا ہے جو ایک سال کا ہو اور دوندا نہ ہو۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ نعمت الأضحية الجذع من الضان ﴾ ''اچھی قربانی بھیڑ کا کھیرا ہے۔''(۲)

(3) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ ضحى خال لي يقال له أبو بردة قبل الصلاة فقال له رسول الله : شاتك شاة لحم فقال يا رسول الله! إن عندى داجنا جذعة من المعز قال : اذبحها ولن تصلح لغيرك ﴾ ''انہوں نے بیان کیا کہ میرے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہاری بکری صرف گوشت کی بکری ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک سال سے کم عمر کا ایک بکری کا بچہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے ہی ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد (اس کی قربانی) کسی اور کے لیے جائز نہیں ہوگی۔''(۳)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ بکری کا کھیرا قربانی میں کافی نہیں ہے۔(٤)

(نوویؒ) اس پر اتفاق ہے۔(٥)

وَلَا الْأَعْوَرُ وَالْمَرِيضُ وَالْأَعْرَجُ وَالْأَعْجَفُ وَأَعْضَبُ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ	نہ ہی بھینگا' مریض' لنگڑا' لاغر اور کٹے ہوئے سینگ اور کان والا جانور کافی ہوگا۔ ❶

❶ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ أربع لاتجوز في الأضاحي العوراء بين عورها والمريضة بين مرضها والعرجاء بين ظلعها والكسير التي لاتنقى ﴾ ''چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کانا' ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو' لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور ایسا کمزور جس میں چربی نہ ہو۔''

(۱) [شرح مسلم (۹۹/۱۳)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ترمذى (۲۵۸) كتاب الأضاحى : باب ما جآء فى الجذع من الضان فى الأضاحى' ترمذى (۱٤۹۹) احمد (٤٤٤/۲)]

(۳) [بخارى (۵۵۵٦) كتاب الأضاحى : باب قول النبى ﷺ لأبى بردة ضح بالجذع من المعز' مسلم (۱۹٦۱) ترمذى (۱۵۰۸) نسائى (۲۲۲/۷) احمد (۲۹۷/٤) شرح معانى الآثار (۱۷۲/٤) بيهقى (۲٦۹/۹) الحلية لأبى نعيم (۳۳۷/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٤۷٦/۳)]

(٥) [شرح مسلم (۱۲۹/۷)]

ایک روایت میں الکسیر کی جگہ العجفاء (لاغر و کمزور) کا لفظ ہے۔(۱)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ أمرنا رسول الله أن نستشرف العين والأذن ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں۔''(۲)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى أن يضحي بعضباء الأذن والقرن ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کا کان اور سینگ کٹا ہوا ہو۔''(۳)

وَيَتَصَدَّقُ مِنْهَا وَيَأْكُلُ وَيَدَّخِرُ وَالذَّبْحُ فِي الْمُصَلّٰى أَفْضَلُ	اور وہ (قربانی کرنے والا) اس سے صدقہ کرے، خود کھائے اور ذخیرہ بھی کر سکتا ہے۔ ❶ عیدگاہ میں قربانی کرنا افضل ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كلوا وادخروا وتصدقوا ﴾ ''(قربانی کا گوشت) کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔''(٤)

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی غرباء کی وجہ سے یہ حکم دیا تھا ﴿ ادّخروا ثلاثا ثم تصدقوا بما بقي ﴾ ''تین دن کا گوشت ذخیرہ کر لو اور باقی گوشت صدقہ کر دو۔'' اس کے بعد لوگوں نے آکر عرض کیا اے اللہ کے رسول! لوگوں نے تو اپنی قربانیوں سے مشکیزے بنا لیے ہیں اور ان میں چربی کی چکناہٹ مل رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کیا ہوا؟ اس پر لوگوں نے آپ کا (گذشتہ) حکم بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنما نهيتكم من أجل الدافة فكلوا وادخروا وتصدقوا ﴾ ''میں نے تو صرف ان آنے والے (غرباء) کی وجہ سے تمہیں منع کیا تھا اب تم کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔''(٥)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله ﷺ قال : من ضحى منكم فلا يصبحن بعد ثلاثة وبقي في بيته منه شيئ فلما كان العام المقبل قالوا يارسول الله : نفعل كما فعلنا العام الماضي قال : كلوا وأطعموا وادخروا فإن ذلك العام كان بالناس جهد فأردت أن تعينوا فيها ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو کوئی قربانی کرے تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس میں سے کوئی چیز باقی نہ ہو۔ پس اگلے سال صحابہ نے عرض

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲٤۳۱) کتاب الضحایا : باب ما یکره من الضحایا ' ابو داود (۲۸۰۲) نسائی (۲۱٤/۷) ترمذی (۱٤۹۷) ابن ماجة (۳۱٤٤) موطا (٤۸۲/۲) دارمی (۷٦/۲) احمد (۳۰۱/٤) حاکم (۲۲۳/٤) بیهقی (۲۷٤/۹) شرح معانی الآثار (۱٦۸/٤) ابن خزیمة (۲۹۲/٤)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲٤۳۲) کتاب الضحایا : باب ما یکره من الضحایا ' إرواء الغلیل (۱۱٤۹) ابو داود (۲۸۰٤) نسائی (۲۱٦/۷) ابن ماجة (۳۱٤۲) دارمی (۷۷/۲) ترمذی (۱٤۹۸)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٦۰۱) کتاب الضحایا : باب ما یکره من الضحایا ' نسائی (۲۱۷/۷) ابن ماجة (۳۱٤٥) حاکم (۲۲٤/٤) طیالسی (۱۰۰۹)]

(٤) [مسلم (۱۹۷۱) کتاب الأضاحی : باب بیان ما کان من النهی عن أکل لحوم الأضاحی......]

(٥) [مسلم (۱۹۷۱) احمد (٥۱/٦) ابو داود (۲۸۱۲) نسائی (۲۳٥/۷)]

کیا اے اللہ کے رسول! کیا اس سال بھی ہم اس طرح کریں جس طرح ہم نے گذشتہ سال کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ بلاشبہ اُس سال لوگ مشقت میں تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ تم ان کی مدد کردو۔''(۱)

❷ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ کان رسول الله یذبح وینحر بالمصلی ﴾ ''رسول اللہ ﷺ (قربانی) ذبح اور نحر عیدگاہ میں کیا کرتے تھے۔''(۲)

وَلَا يَأْخُذُ مَنْ لَهُ أُضْحِيَةٌ مِنْ شَعْرِهِ وَظُفْرِهِ بَعْدَ دُخُولِ عَشْرِ ذِي الْحَجَّةِ حَتَّى يُضَحِّيَ	جس کا قربانی کا ارادہ ہو وہ ذوالحجہ کا چاند طلوع ہونے سے قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ ❶

❶ (1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا رأیتم هلال ذی الحجة وأراد أحدکم أن یضحی فلیمسك عن شعره وأظفاره ﴾ ''جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔''(۳)

(2) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ من کان له ذبح یذبحه فإذا أهل هلال ذی الحجة فلا یأخذن من شعره وأظفاره حتی یضحی ﴾ ''جس کے پاس قربانی کے لیے کوئی جانور ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی کر لینے تک ہرگز اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔''(٤)

(احمدؒ) قربانی کرنے والے کے لیے (عشرہ ذوالحجہ کے دوران) بال یا ناخن کاٹنا حرام ہے۔(٥)

(شافعیؒ) یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے۔(٦)

(ابوحنیفہؒ) عشرہ ذوالحجہ کے دوران بال یا ناخن کاٹنا قربانی کرنے والے کے لیے مکروہ بھی نہیں ہے (حالانکہ یہ صریح حدیث کی مخالفت ہے)۔(۷)

(راجح) امام احمدؒ کا مؤقف اُقرب إلی الحدیث ہے۔

---

(۱) [بخاری (٥٥٦٩) کتاب الأضاحی : باب ما یوکل من لحوم الأضاحی وما یتزود منها ' مسلم (٥١٠٩)]

(۲) [بخاری (٥٥٥٢) کتاب الأضاحی : باب الأضحی والنحر بالمصلی ' ابن ماجة (٣١٦١) ابو داود (٢٨١١) احمد (١٠٨/٢)]

(۳) [مسلم (٣٦٥٥) کتاب الأضاحی : باب نهی من دخل علیه عشر ذی الحجة وهو مرید التضحیة أن یاخذ من شعره وأظفاره شیئا ' نسائی (٢١١/٧) ابن ماجة (٣١٤٩) بیهقی (٢٦٦/٩) احمد (٢٨٩/٦)]

(٤) [مسلم (١٩٧٧) نسائی (٢١٢/٧) ترمذی (١٥٢٣) ابو داود (٢٧٩١) شرح معانی الآثار (٢٠٥/٢) حاکم (٢٢٠/٤) بیهقی (٢٦٦/٩) احمد (٣٠١/٦)]

(٥) [المغنی (٩٦/١١)]

(٦) [المجموع (٣٩١/٨)]

(۷) [تحفة الأحوذی (١٠٢/٥) نیل الأوطار (٤٧٤/٣) الروضة الندیة (٤٧٧/٢)]

(نوویؒ) رقمطراز ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب' امام ربیعہ' امام احمد' امام اسحاق' امام داود' اور بعض اصحاب شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ایسے شخص پر اپنے بال اور ناخن میں سے کچھ بھی کاٹنا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ وہ شخص قربانی کے وقت میں قربانی نہ کرلے۔(۱)

(ابن بازؒ) جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرلے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بال اور اپنے ناخن اور اپنے چمڑے (جسم) سے کچھ بھی کاٹے جبکہ ماہ ذوالحجہ شروع ہو چکا ہوحتی کہ وہ قربانی کرلے۔(۲)

متفرقات

762- جو قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو کیا وہ بھی بال اور ناخن نہ کاٹے؟

جس شخص کا قربانی کا ارادہ نہ ہو اس کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہاں ایسا شخص اگر قربانی کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ عید کے روز اپنے بال اور ناخن تراش لے' مونچھیں کاٹ لے اور زیر ناف مونڈھ لے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

﴿ عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قال أمرت بيوم الأضحى عيدا جعله الله لهذه الأمة قال الرجل أرأيت إن لم أجد إلا منيحة أنثى أفأضحي بها ؟ قال : لا ولكن تأخذ من شعرك وأظفارك وتقص شاربك وتحلق عانتك فتلك تمام أضحيتك عند الله ﴾ ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے یوم الأضحیٰ کو عید کا حکم دیا گیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے مقرر فرمایا ہے ایک آدمی نے عرض کیا آپ مجھے بتلائیں کہ اگر میں قربانی کے لیے مؤنث دودھ دینے والی بکری کے سوا نہ پاؤں تو کیا اس کی قربانی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں' لیکن تم اپنے بال اور ناخن تراش لینا اور اپنی مونچھیں کاٹنا اور شرمگاہ کے بال مونڈ دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ تیری مکمل قربانی ہو جائے گی۔''(۳)

(ابن باز) جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بال اور اپنے ناخن اور اپنے چمڑے (یعنی جسم) سے کچھ بھی کاٹے جبکہ ماہ ذوالحجہ شروع ہو چکا ہو حتی کہ قربانی کرلے۔(٤)

---

(۱) [شرح مسلم (١٥٤/٧)]

(۲) [فتاوی إسلامية (٣١٧/٢)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٥٩٥) ابو داود (٢٧٨٩) كتاب الضحايا : باب ماجاء في إيجاب الأضاحي ' نسائی (٤٣٧٧) ابن حبان (١٠٤٣) حاکم (٢٢٣/٤) اگرچہ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔]

(٤) [فتاوی إسلامیه (٣١٧/٢)]

763- خصی جانور کی قربانی کا حکم

خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله ﷺ كان إذا أراد أن يضحي اشترى كبشين عظيمين سمينين أقرنين أملحين موجوأين ﴾ ''رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے بڑے موٹے تازے سینگ والے، چتکبرے خصی مینڈھے خرید لاتے۔'' (۱)

(2) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ﴿ ذبح النبي ﷺ يوم الذبح كبشين أقرنين أملحين موجئين ﴾ ''نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرے خصی مینڈھے ذبح کیے۔'' (۲)

(ابن قدامہؒ) خصی جانور (قربانی میں) کفایت کر جاتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو خصی مینڈھے ذبح کیے تھے۔ (۳)

(سید سابقؒ) خصی جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (٤)

764- بھینس کی قربانی کا حکم

شریعت نے ایسے جانور بطور قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا ہے جن پر ''**بهيمة الأنعام**'' کا لفظ بولا جا سکتا ہو اور وہ جانور صرف اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری ہیں جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے اس لیے صرف انہی جانوروں کی قربانی کرنی چاہیے اور بھینس کی قربانی سے اجتناب ہی بہتر ہے بالخصوص اس لیے بھی کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی بھینس کی قربانی ثابت نہیں ہے۔

جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں ان کے ہاں دلیل بس یہی ہے کہ لفظِ بقر میں یہ بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقر پر قیاس کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ گائے کی قربانی رسول اللہ ﷺ کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے لہٰذا گائے کی قربانی کرنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

(سید سابقؒ) قربانی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کے علاوہ جائز نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وہ یاد کریں اللہ تعالیٰ کا نام اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں مویشی چوپایوں میں سے عطا کیا۔'' (٥)

(راجح) بھینس کی قربانی نہ کی جائے بلکہ سنت کے مطابق اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری سے قربانی کی جائے۔

---

(۱) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۲۵۳۱) ابن ماجة (۳۱۲۲) كتاب الأضاحي : باب أضاحي رسول الله]

(۲) [**ضعيف** : ضعيف أبو داود (٥٩٧) ابو داود (۲۷۹٥) كتاب الضحايا : باب مايستحب من الضحايا]

(۳) [المغنى (۳۷۱/۱۳)]

(٤) [فقه السنة (۱۹٦/۳)]

(٥) [فقه السنة (۲٦٤/۳)]

765- کس دن کی قربانی افضل ہے؟

اکثر علما کا یہ مؤقف ہے کہ پہلے دن کی قربانی افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی پر عمل پیرا رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور قربانی کرتے رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ قربان کیے۔ ان سب قربانیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہی معمول رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دن قربانی کرتے جیسا کہ ایک حدیث سے بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ﴿عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، قال قال النبی ﷺ إن أول ما نبدأ به فی یومنا هذا نصلی ثم نرجع فننحر' من فعله فقد أصاب سنتنا﴾ ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آج (عیدالاضحیٰ کے دن) کی ابتدا ہم نماز (عید) سے کریں گے پھر واپس آ کر قربانی کریں گے جو اس طرح کرے گا وہ ہماری سنت کے مطابق عمل کرے گا۔'' (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس دن نماز عید پڑھتے اسی دن قربانی کرتے اور یہ بات دلیل کی محتاج نہیں کہ نماز عید پہلے دن ہی ادا کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور حدیث سے بھی پہلے دن کی افضلیت معلوم ہوتی ہے:

﴿عن عبدالله بن قرط عن النبی ﷺ قال : إن أعظم الأیام عندالله یوم النحر ثم یوم القر﴾ ''حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں سب سے عظیم دن یوم النحر (یعنی عید کا پہلا دن) ہے پھر یوم القر (یعنی دوسرا دن) ہے۔'' (۲)

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ ایام عید میں سے افضل دن پہلا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے دن میں ہی قربانی کیا کرتے تھے لہذا پہلے دن کی قربانی ہی افضل ہے لیکن اگر کوئی یہ خیال کرے کہ آخری دنوں میں قربانی کرنے سے غرباء و مساکین کو زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے تو بعض علماء نے اسے بھی پہلے دن کے برابر ہی قرار دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

766- قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہو

(1) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحد أحدكم شفرته ولیرح ذبیحته﴾ ''جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ایک اپنی چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچائے۔'' (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور قربان کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے تا کہ جانور آسانی

(۱) [بخاری (۵۵٤۵) كتاب الأضاحی : باب سنة الأضحية]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۱۵۵۲) ابو داود (۱۷٦٥) کتاب المناسك : باب الهدی إذ اعطب قبل أن یبلغ]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲٤٤۱) ابو داود (۲۸۱٤) کتاب الضحایا : باب فی النهی أن تصبر البهائم والرفق بالذبیحة]

سے ذبح ہو جائے اور اسے زیادہ تکلیف نہ ہو کیونکہ گذشتہ روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں ﴿إن الله كتب الإحسان على كل شيئ فإذا قتلتم فأحسنوا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے پس جب تم قتل کرو تو (اس میں بھی) احسان کرو۔''

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿نهى رسول الله ﷺ أن تصبر البهائم﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

(3) ﴿عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ أمر بكبش أقرن ، يطأ في سواد ، ويبرك في سواد ، وينظر في سواد ، فأتي به ليضحي به ، قال لعائشة : هلمي المدية ، ثم قال : اشحذيها بحجر ففعلت ، ثم أخذها ، وأخذ الكبش فأضجعه ، ثم ذبحه ، ثم قال : باسم الله ، اللهم ! تقبل من محمد وآل محمد ، ومن أمة محمد ، ثم ضحى به﴾ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگ والا ایک مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کے ہاتھ ، پاؤں ، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ تو وہ قربانی کے لیے لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا چھری لاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسے پتھر کے ساتھ تیز کرو تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے چھری کو پکڑا اور مینڈھے کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا۔ پھر کہا: اللہ کے نام کے ساتھ ، اے اللہ! محمد ، آل محمد اور اُمت محمد کی طرف سے قبول فرما ، پھر آپ ﷺ نے اسے ذبح کر دیا۔''(۲)

767- جانور کو قبلہ رخ لٹانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی ﷺ نے قربانی کے دن سینگ والے دو چتکبرے ، خصی مینڈھے ذبح کیے۔ پس جب آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو کہا: '' **وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ** '' پھر آپ ﷺ نے ذبح کر دیا۔''(۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے قبلہ رخ کیا۔ اس لیے یہ عمل بھی مسنون ہے۔

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۴۴۲) ابو داود (۲۸۱۵) كتاب الضحايا : باب في النهى أن تصبر البهائم والرفق بالذبيحة]

(۲) [مسلم (۵۰۹۱) كتاب الاضاحي : باب استحباب استحسان الضحية وذبحها مباشرة بلا توكيل والتسمية والتكبير]

(۳) [**ضعیف** : ضعیف ابو داود (۵۹۷) ابو داود (۲۷۹۵) كتاب الضحايا : باب ما يستحب من الضحايا ، اگرچہ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث حسن درجہ تک پہنچ ہی ہے۔]

768- اونٹ کو نحر کرنا چاہیے

اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے اور نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کا اگلا بایاں گھٹنا باندھ کر اسے تین ٹانگوں پر کھڑا کر دینا چاہیے اور کوئی تیز دھار چیز مثلاً چھری' چاقو' نیزہ یا برچھی وغیرہ اس کی گردن میں مارنی چاہیے آہستہ آہستہ خون بہہ جائے گا اور اونٹ ایک طرف گر جائے گا پھر اس کی کھال وغیرہ اتار کر گوشت بنا لینا چاہیے اونٹ کو نحر کرنے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا ﴾ [الحج : ٣٦]

''قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو۔ پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو ان سے کھاؤ۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ '' صواف '' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا معنی '' قیاما معقولة '' یعنی ایک ٹانگ باندھ کر کھڑا کرنا ہے۔(١)

امام شوکانیؒ آیت ﴿ فإذا وجبت جنوبها ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وجوب (سے مراد) ساقط ہونا ہے یعنی جب نحر ہونے کے بعد اونٹ گر جائے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کی روح نکل جاتی ہے۔(٢)

(2) ﴿ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه أتى على رجل قد أناخ بدنته وهو ينحرها فقال ابعثها قياما مقيدة سنة محمد ﴾ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جس نے اونٹ کو ذبح کرنے کی غرض سے بٹھا رکھا تھا تو انہوں نے کہا ''اس کا گھٹنا باندھ کر اسے کھڑا کرو یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''(٣)

(3) ﴿ عن جابر رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ وأصحابه كانوا ينحرون البدن معقولة اليسرى قائمة على ما بقي من قوائمها ﴾ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹ کی بائیں ٹانگ باندھ کر اسے نحر کرتے تھے اور وہ اپنی باقی ٹانگوں پر کھڑا ہوتا تھا۔''(٤)

---

(١) [تفسیر فتح القدیر (٥٥٨/٣)]

(٢) [تفسیر فتح القدیر (٥٥٦/١٣)]

(٣) [بخاری (١٧١٣) کتاب الحج : باب نحر الإبل مقيدة' مسلم (١٣٢٠) ابو داود (١٧٦٨) احمد (٣/٢) ابن حبان (٥٩٠٣)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (١٥٥٣) ابو داود (١٧٦٧) کتاب المناسك : باب كيف تنحر البدن' شیخ عبدالرزاق مہدی نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على تفسير ابن كثير (٤٣٨/٤)]

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کے بیان میں حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ ﴿ فنحر رسول الله ﷺ بيده ثلاثا وستين بدنة جعل يطعنها بحربة في يده ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ تریسٹھ (63) اونٹ نحر کیے۔ آپ اونٹوں کی گردنوں میں اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹا نیزہ مارتے تھے۔''(۱)

769- چھری چلانے سے پہلے دعا

چھری چلانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے مختلف دعائیں ثابت ہیں جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

(1) **بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ:** جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ ضحى النبي ﷺ بكبشين أملحين أقرنين ذبحهما بيده وسمى وكبر ﴾ ''نبی ﷺ نے سینگ والے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھا۔''(۲)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانور ذبح کرتے وقت یہ الفاظ کہے ﴿ **بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ** ﴾ ''اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے یہ (جانور) میری طرف سے اور اس کی طرف سے ہے جس نے میری اُمت میں سے قربانی نہیں کی۔''(۳)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح کرتے وقت کہا ﴿ **اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ** ﴾ ''اے اللہ! تو محمد کی طرف سے' آل محمد کی طرف سے اور اُمت محمد کی طرف سے (اس جانور کی قربانی) قبول فرما۔''(٤)

(4) سنن أبی داود کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے روز دو مینڈھے قربان کیے اور جب ان دونوں کو قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے:

''**وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ**'' پھر (انہیں) ذبح کر دیا۔(٥)

---

(۱) [مسلم (۱۲۱۸)]

(۲) [بخاری (٥٥٦٥) کتاب الأضاحی : باب التكبير عند الذبائح]

(۳) [**صحيح** : صحیح ابو داود (۲٤۳٦) ابو داود (۲۸۱۰) کتاب الضحايا : باب في الشاة يضحى بها عن جماعة ' ترمذی (۱٥۲۰) احمد (۳٦۲/۳) حاکم (۲۲۹/٤) بیهقی (۲۷٥/٤)]

(٤) [مسلم (۱۹٦۷) کتاب الأضاحی : باب استحباب استحسان الضحية وذبحها مباشرة بلا توكيل التسمية والتكبير ' احمد (۷۸/٦) ابو داود (۲۷۹۲)]

(٥) [ابو داود (۲۷۹٥) کتاب الضحايا : باب ما يستحب من الضحايا]

770- جانور خود ذبح کرنا چاہیے

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کے بیان میں حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ ﴿ فنحر رسول الله ﷺ بيده ثلاثا وستين بدنة جعل يطعنها بحربة في يده ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ساتھ تریسٹھ (63) اونٹ نحر کیے۔ آپ اپنے ہاتھ میں موجود چھوٹا نیزہ اونٹوں کی گردنوں میں مارتے تھے۔" (١)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نحر سبع بدنا بيده قياما وضحى بالمدينة بكبشين أقرنين أملحين ﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے اور مدینہ میں دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے ذبح کیے۔" (٢)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ انكفأ رسول الله ﷺ إلى كبشين أقرنين أملحين فذبحهما بيده ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینگ والے دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔" (٣)

(4) ﴿ عن أنس رضی اللہ عنہ قال: ضحى النبي ﷺ بكبشين أملحين فرأيته واضعا قدمه على صفاحهما يسمي ويكبر، فذبحهما بيده ﴾ "حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں جانور کے اوپر رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔" (٤)

درج بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ انسان کو اپنی قربانی خود ذبح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی قربانی خود ذبح کیا کرتے تھے۔

(شوکانیؒ) انہوں نے بھی اسی مؤقف کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے۔ (٥)

(ابن قدامہؒ) اگر وہ شخص قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے تو یہ افضل ہے۔ (٦)

(سید سابقؒ) جو شخص عمدہ طریقے سے جانور ذبح کر سکتا ہو اس کے لیے مسنون ہے کہ وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ کے ساتھ ذبح کرے۔ (٧)

---

(١) [مسلم (١٢١٨)]

(٢) [صحيح: صحيح ابو داود (٢٤٢٣) ابو داود (٢٧٩٣) كتاب الضحايا: باب ما يستحب من الضحايا]

(٣) [بخاری (٥٥٥٤) كتاب الأضاحي: باب في أضحية النبي]

(٤) [بخاری (٥٥٥٨) كتاب الأضاحي: باب من ذبح الأضاحي بيده]

(٥) [السيل الجرار (٢٤٣/٣)]

(٦) [المغني لابن قدامة (٣٨٩/١٣)]

(٧) [فقه السنة (١٩٨/٣)]

771- قربانی کی کھالوں کا مصرف

قربانی کی کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے یعنی جیسے قربانی کا گوشت خود بھی کھایا جا سکتا ہے دوسروں کو بھی کھلایا جا سکتا ہے اور صدقہ بھی کیا جا سکتا ہے اسی طرح کھال کو خود بھی استعمال کیا جا سکتا ہے کسی دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دی جا سکتی ہے اور صدقہ بھی کی جا سکتی ہے کیونکہ اس کے استعمال کا کوئی الگ طریقہ کتاب وسنت میں موجود نہیں ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

﴿ دف أهل أبيات من أهل البادية حضرة الأضحى زمن رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ ادخروا ثلاثا ثم تصدقوا بما بقي فلما كان بعد ذلك قالوا يا رسول الله! إن الناس يتخذون الأسقية من ضحايا هم ويجملون فيها الودك فقال رسول الله ﷺ وما ذاك ؟ قالو نهيت أن تؤكل لحوم الضحايا بعد ثلاث فقال إنما نهيتكم من أجل الدافة التى دفت فكلوا وادخروا وتصدقوا ﴾ ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قربانی کے وقت اہل بادیہ کے کچھ گھر (مدینہ میں) آباد ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین دن تک قربانی کا گوشت ذخیرہ کرو پھر باقی صدقہ کر دو۔ پس جب اس سے اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ لوگ قربانیوں سے مشکیزے بناتے ہیں اور ان میں چربی پگھلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں صرف ان لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو باہر سے آ کر یہاں آباد ہو گئے تھے اب تم کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔'' (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو گوشت کا ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے مطلق طور پر یہ فرمایا ہے کہ قربانیوں سے کھاؤ' ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ اس لیے کھال کو خود استعمال کر لینا چاہیے مثلاً بطورِ مصلی یا بطور چٹائی وغیرہ جیسا کہ صحابہ نے مشکیزے بنا لیے تھے۔ یا کسی دوست کو استعمال کے لیے دے دینی چاہیے یا صدقہ کر دینی چاہیے۔

(۱) [مسلم (۱۹۷۱) کتاب الأضاحی : باب بیان ما کان من النھی عن أکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی أول الإسلام وبیان نسخه وإباحته إلی متی شاء]

باب الولیمة ❶ ولیمہ کا بیان

هِيَ مَشْرُوْعَةٌ	یہ (ولیمہ کرنا) جائز ہے۔ ❷

❶ ولیمہ سے مراد ہے "شادی کی خوشی کا کھانا" اس کی جمع وَلَائِم ہے۔ باب اَوْلَمَ یُوْلِمُ (إفعال) ولیمہ کرنا۔ اَلْوَلْمَةُ "کسی چیز کا اجتماع۔" (١)

(جوہریؒ، ابن اثیرؒ) ولیمہ خاص شادی کے کھانے کو کہتے ہیں۔

(ازہریؒ) یہ ولم سے مشتق ہے جس کا معنی جمع ہونا ہے (یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے) کیونکہ میاں بیوی جمع ہو جاتے ہیں۔ (٢)

❷ (1) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے ((الولیمة حق)) "ولیمہ کرنا حق ہے۔"

اس کے تحت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا ﴿أولم ولو بشاة﴾ "ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی ہو۔" (٣)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ما أولم النبی ﷺ علی شیئ من نسائه ما أولم علی زینب: أولم بشاة﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی کا اتنا ولیمہ نہیں کیا جتنا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کے ساتھ ولیمہ کیا تھا۔" (٤)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن النبی ﷺ أولم علی صفیة بتمر وسویق﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو کے ساتھ کیا۔" (٥)

(4) ایک روایت میں ہے کہ ﴿أولم النبی ﷺ علی بعض نسائه بمدین من شعیر﴾ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کا ولیمہ دو مد جو کے ساتھ کیا۔" (٦)

(جمہور، مالکؒ) ولیمہ کرنا مستحب ہے۔

---

(١) [المنجد (ص/٩٨٦) لسان العرب (٣٩٩/١٥)]

(٢) [نیل الأوطار (٢٥٩/٤)]

(٣) [بخاری (٥١٥٣) کتاب النکاح : باب الصفرة للمتزوج، مسلم (١٤٢٧) ابو داود (٢٠١٩) ترمذی (١٩٣٣) نسائی (١٣٧/٦) ابن ماجة (١٩٠٧) احمد (١٩٠/٣) مؤطا (٥٤٥/٢) ابن حبان (٤٠٦٠)]

(٤) [بخاری (٥١٦٨) کتاب النکاح : باب الولیمة ولو بشاة، مسلم (١٤٢٨) احمد (٢٢٧/٣) ابو داود (٣٧٤٣) عبد بن حمید (١٣٦٨)]

(٥) [صحیح : صحیح ابو داود (٣١٨٥) کتاب الأطعمة : باب فی استحباب الولیمة للنکاح، ابو داود (٣٧٤٣) احمد (١١٠/٣) ترمذی (١٠٩٥) ابن ماجة (١٩٠٩) حمیدی (١١٨٤) ابو یعلی (٣٥٥٩) ابن جارور (٧٢٧) ابن حبان (٤٠٦١) بیهقی (٢٦٠/٧)]

(٦) [بخاری (٥١٧٢) کتاب النکاح : باب من أولم بأقل من شاة]

(شافعیؒ، احمدؒ، اہل ظاہر) ولیمہ کرنا واجب ہے۔(۱)

(راجح) حدیث کا ظاہری حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔(۲)

وَيَجِبُ الْإِجَابَةُ إِلَيْهَا	اس کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا دعی أحدکم إلی الولیمة فلیأتها﴾ ''جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے۔''(۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿أجیبوا هذه الدعوة إذا دعیتم لها﴾ ''جب تمہیں اس دعوت کی طرف بلایا جائے تو اسے قبول کرو۔''(٤)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿شر الطعام طعام الولیمة یدعی لها الأغنیاء ویترك الفقراء ومن لم یجب الدعوة فقد عصی الله ورسوله﴾ ''ولیمہ کا وہ کھانا سب سے بدترین ہے جس میں اغنیاء کو تو دعوت دی جائے لیکن فقراء کو نہ بلایا جائے اور جس نے دعوت قبول نہ کی تو یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔''(٥)

(قاضی عیاضؒ، نوویؒ) ولیمے کی دعوت قبول کرنے کے وجوب پر اتفاق ہے۔(٦)

(ابن حجرؒ) اس قول میں نظر ہے تاہم علما کے اقوال میں سے عمدہ و مشہور یہی ہے کہ (ولیمہ کی دعوت قبول کرنا) واجب ہے۔(۷)

(جمہور، مالکؒ، شافعیہ، حنابلہ) ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے۔

(بعض حنابلہ، بعض شافعیہ) ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض کفایہ ہے اور ایک روایت کے مطابق ان سے استحباب بھی منقول ہے۔

(راجح) بغیر کسی شرعی عذر کے دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے۔(۸)

(شوکانیؒ) ظاہر وجوب ہی ہے۔(۹)

---

(۱) [الفقه الإسلامی وأدلته (٦٦١٩/٩) المغنی (١٩٢/١٠) نیل الأوطار (٢٦٠/٤)]

(۲) [نیل الأوطار (٢٥٩/٤) الروضة الندیة (٤٧٩/٢)]

(۳) [بخاری (٥١٧٣) کتاب النکاح : باب حق إجابة الولیمة والدعوة...... ' مؤطا (٥٤٦/٢) مسلم (١٤٢٩) ابو داود (٣٧٣٦) ترمذی (١٠٩٨)]

(٤) [بخاری (٥١٧٩) کتاب النکاح : باب إجابة الداعی فی العرس وغیره ' مسلم (١٤٢٩)]

(٥) [بخاری (٥١٧٧) کتاب النکاح : باب من ترك الدعوة فقد عصی الله ورسوله ' مسلم (١٤٣٢) مؤطا (٥٤٦/٢) ابو داود (٣٧٤٢) ابن ماجة (١٩١٣) دارمی (١٠٥/٢) سعید بن منصور (٥٢٤)]

(٦) [شرح مسلم (٢٣٤/٩)]

(۷) [فتح الباری (٣٠٢/١٠)]

(۸) [فتح الباری (٣٠٣/١٠)]

(۹) [نیل الأوطار (٢٦٤/٤)]

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) ظاہر وہی ہے جو امام شوکانیؒ نے فرمایا۔(۱)

772- اگر کوئی کھانا نہ کھانا چاہے......

دعوت قبول کرنا ضروری ہے' کھانا تناول کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر کوئی کھانا چھوڑنا چاہے تو اس کے لیے یہ جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا دعی أحدکم إلی طعام فلیجب فإن شاء طعم وإن شاء ترک ﴾ "جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ ضرور اسے قبول کرے پھر اگر چاہے تو کھا لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔"(۲)

773- اگر روزے دار ہو تو کہہ دے میں روزے دار ہوں

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا دعی أحدکم إلی الطعام وهو صائم فلیقل إنی صائم ﴾ "جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزے دار ہو تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔"

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فإن کان صائما فلیصل ﴾ "اگر وہ شخص (جسے دعوت دی جا رہی ہے) روزے دار ہو تو (داعی کے لیے) دعا کر دے۔"(۳)

وَيُقَدَّمُ السَّابِقُ ثُمَّ الْأَقْرَبُ بَابًا	(اگر دعوت دینے والے زیادہ ہوں تو) پہلے آنے والے کو پھر جس کا دروازہ قریب کو اسے مقدم کیا جائے۔ ❶

❶ (1) حضرت حمید بن عبدالرحمٰن حمیدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا اجتمع الداعیان فأجب أقربهما بابا فإن أقربهما بابا أقربهما جوارا وإن سبق أحدهما فأجب الذی سبق ﴾ "جب دو دعوت دینے والے اکٹھے ہو جائیں تو اس کی دعوت قبول کرو جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے کیونکہ ان دونوں میں سے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے وہ پڑوس میں زیادہ قریب ہے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی پہل کر جائے تو پہلے دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو۔"(٤)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: میں اپنے دو پڑوسیوں میں سے کس

(۱) [تحفة الأحوذی (٢٣١/٤)]

(۲) [مسلم (١٤٣٠) کتاب النکاح : باب الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة' ابو داود (٢٤٦٠) أحمد (٥٠٧/٢) ترمذی (٧٨٠) ابن أبی شیبة (٦٤/٣) حمیدی (١٠١٢) ابن حبان (٥٣٠٦) نسائی فی السنن الکبری (٣٥٠/١٠)]

(۳) [مسلم (١٤٣١) کتاب النکاح : باب الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة' ابو داود (٢٤٦٠) احمد (٥٠٧/٢) ترمذی (٧٨٠) ابن أبی شیبة (٦٤/٣)]

(٤) [ضعیف : ضعیف ابوداود (٨٠٢) کتاب الأطعمة : باب إذا اجتمع داعیان أیهما أحق' إرواء الغلیل (١٩٥١) ابو داود (٣٧٥٦) أحمد (٤٠٨/٥)]

کی طرف ہدیہ بھیجوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إلى أقربهما منك بابا ﴾ ''اس کی طرف ہدیہ بھیجو جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے۔''(۱)

(ابن حجرؒ) انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلی حدیث کے لیے دلیل بنایا ہے۔(۲)

وَلَا يَجُوْزُ حُضُوْرُهَا إِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى مَعْصِيَةٍ	اگر وہ (دعوت ولیمہ) کسی معصیت کے کام پر مشتمل ہو تو اس میں حاضر ہونا جائز نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی ﴿ فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع ﴾ ''آپ ﷺ آئے اور گھر میں کچھ تصویریں دیکھ لیں تو آپ واپس لوٹ گئے۔''(۳)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقعد على مائدة يدار عليها الخمر ﴾ ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دستر خوان پر مت بیٹھے جس پر شراب پیش کی جاتی ہو۔''(٤)

اگر برائی ختم کرنے کی طاقت ہو تو پھر اس نیت سے حاضر ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه و ذلك أضعف الإيمان ﴾ ''تم میں سے جو بھی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے اور یہ سب سے کمزور ایمان کی علامت ہے۔''(٥)

(۱) [بخاری (۶۰۲۰) کتاب الأدب : باب حق الجوار في قرب الأبواب' احمد (۱۸۷-۱۷۵/٦)]

(۲) [نیل الأوطار (۲٦٥/٤)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۷۰۸) کتاب الأطعمة : باب إذا رأى الضيف منكرا رجع ' ابن ماجة (۳۳٥۹) نسائی (۲۱۳/۸)]

(٤) [احمد (۳۳۹/۳) نسائی فی السنن الکبری (۱۷۱/۳) حاکم (۲۸۸/٤)]

(٥) [مسلم (٤۹) کتاب الأيمان : باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ' ابو داود (۱۱٤۰) ترمذی (۲۱۷۲) نسائی (۱۱۱/۸) ابن ماجة (۱۲۷۰) احمد (۲۰/۳)]

باب أحکام العقیقة ❶ — عقیقہ کے احکام کا بیان

وَالْعَقِيقَةُ مُسْتَحَبَّةٌ	عقیقہ کرنا مستحب ہے۔ ❷

❶ عقیقہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو نومولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔

صاحب قاموس فرماتے ہیں کہ ((والعقیقة : صوف الجذع ' والشاة التی تذبح عند حلق شعر المولود)) "اور عقیقہ کھیرے کی اُون کو اور اُس بکری کو کہتے ہیں جو نومولود بچے کے بال منڈانے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔" (۱)

صاحب معجم الوسیط نقل فرماتے ہیں کہ ((العقیقة : شعر کل مولود من الناس والبهائم ینبت وهو فی بطن أمه والذبیحة التی تذبح عن المولود یوم سبوعه عند حلق شعره)) "عقیقہ (کی مختلف تعریفیں ہیں)

(1) ہر بچے کے وہ بال جو اسی وقت اگ آتے ہیں جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے خواہ وہ انسان کا بچہ ہو یا مویشیوں کا۔

(2) وہ جانور جسے نومولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز اس کے بال منڈانے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔" (۲)

عربی گرائمر میں عقیقہ کرنے کے لیے باب عَقَّ يَعُقُّ (نصر) استعمال ہوتا ہے۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نومولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے۔ (٤)

(ابن اثیرؒ) عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے نومولود بچے کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے...... اور ان بالوں کو بھی کہا جاتا ہے جو بچے کے سر پر اس کی ماں کے پیٹ میں ہی نکل آتے ہیں۔ (٥)

❷ عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ اور مستحب عمل ہے اس لیے جو شخص استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنی اولاد کی طرف سے ضرور عقیقہ کرے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ مع الغلام عقیقة فأهریقوا عنه دما وأمیطوا عنه الأذى ﴾ "حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" بچے کے ساتھ عقیقہ (لازم) ہے لہذا

---

(۱) [القاموس المحیط (ص/۸۳۹)]

(۲) [المعجم الوسیط (ص/٦١٦)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المنجد (٥٦٩) تحفة الأحوذی (٨٥/٥) نیل الأوطار (٣٩٨/٣) الفقه الإسلامی وأدلته (٢٧٤٥/٤)]

(٤) [المغنی (٣٩٣/١٣)]

(٥) [النهایة (٢٧٦/٣-٢٧٧)]

تم اس کی طرف سے قربانی کرو اور اس سے تکلیف دور کرو (یعنی اس کا سر منڈاؤ)۔" (١)

(2) ﴿ عن سمرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ كل غلام رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويسمى فيه ويحلق رأسه ﴾ "حضرت سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ اپنے عقیقے کے عوض گروی ہوتا ہے' پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے' اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال منڈائے جائیں۔" (٢)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من ولد له ولد فأحب أن ينسك عنه فلينسك ﴾ "جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو ضرور قربانی کرے۔" (٣)

(شوکانیؒ) حاصل یہی ہے کہ عقیقہ اسلام کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) اور عقیقہ سنت ہے عام اہل علم' جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' فقہائے تابعین اور ائمہ امصار شامل ہیں' کا یہی قول ہے مگر اصحاب الرائے نے کہا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے بلکہ جاہلیت کا کام ہے۔ (٥)

(ابن جبرین) عقیقہ ایسی قربانی کو کہتے ہیں جو نومولود بچے کی طرف سے ذبح کی جاتی ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔ بعض علماء کے خیال میں واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے' پیدائش کے ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔" لیکن یہ حدیث محض اس کی تاکید کا فائدہ دیتی ہے اور اصل عدم وجوب ہی ہے۔ (٦)

(ابن عثیمینؒ) عقیقہ کے سنت یا واجب ہونے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے۔" (٧)

---

(١) [بخاری (٥٤٧٢) كتاب العقيقة : باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة ' ابو داود (٢٨٣٩) ترمذی (١٥١٥) ابن ماجة (٣١٦٤) احمد (١٧/٤) دارمی (٨١/٢) حمیدی (٨٢٣) شرح معانی الآثار (٤٥٩/١) بیهقی (٢٩٩/٩)]

(٢) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٤٦٣) ابو داود (٢٨٣٨) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' ترمذی (١٥٢٢) ابن ماجة (٣١٦٥) نسائی (١٦٦/٧) ابن الجارود (٩١٠) حاكم (٢٣٧/٤) احمد (١٧/٥) دارمی (٨١/٢) مشكل الآثار (٤٥٣/١)]

(٣) [حسن : صحيح ابوداود (٢٤٦٨) ابو داود (٢٨٤٢) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' احمد (١٨٢/٢) نسائی (١٦٢/٧) مشكل الآثار (٤٦١/١) حاكم (٢٣٨/٤)]

(٤) [السيل الجرار (٢٥١/٣)]

(٥) [المغنی (٣٩٣/١٣)]

(٦) [فتاوى إسلامية (٣٢٤/٢)]

(٧) [فتاوى إسلامية (٣٢٤/٢)]

عقیقہ کے فرض یا سنت ہونے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے:

(حسن بصریؒ، اہل ظاہر) عقیقہ کرنا فرض ہے۔

(جمہور) عقیقہ کرنا سنت ہے۔

(احناف) عقیقہ کرنا نہ تو فرض ہے نہ ہی سنت بلکہ فقط مباح و جائز ہے۔(۱)

(راجح) راجح و برحق بات وہی ہے جو ابتداء میں بیان کر دی گئی ہے۔

هِيَ شَاتَانِ عَنِ الذَّكَرِ وَشَاةٌ عَنِ الْأُنْثٰى يَوْمَ سَابِعِ الْمَوْلُوْدِ وَفِيهِ يُسَمّٰى وَيُحَلَّقُ رَأْسُهُ	عقیقہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے جسے پیدائش کے ساتویں روز قربان کیا جائے گا ❶ اس دن نام رکھا جائے گا اور بچے کا سر بھی منڈوایا جائے گا۔ ❷

❶ (1) حضرت اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة﴾ ''لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)۔''(۲)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿نعم، عن الغلام شاتان وعن الأنثى واحدة﴾ ''ہاں' لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک (بکری قربان کرو)۔''(۳)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أن رسول الله عق عن الحسن والحسين بكبشين كبشين﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کیے۔''(٤)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿أمرنا رسول الله ﷺ أن يعق عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة﴾ ''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ

(۱) [نيل الأوطار (۳/۴۹۹) بدائع الصنائع (٦٩/٥) الشرح الكبير (۲/۱۲٦) القوانين الفقهية (ص/۱۹۱) مغني المحتاج (۲۹۳/٤) المهذب (۲٤۱/۱) المغني (٦٤٥/٨) بداية المجتهد (٤٤٨/١) المجموع (٤٤٧/٨)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۲٤٥٨) كتاب الضحايا : باب في العقيقه ' إرواء الغليل (۳۹۰/٤) ابو داود (۲۸۳٤) نسائي (١٦٥/٧) دارمي (٨١/٢) ابن حبان (١٠٦٠ ـ الموارد) احمد(٣٨١/٦) حميدى (١٦٧/١) عبد الرزاق (٧٩٥٣) بيهقي (٣١٠/٩)]

(۳) [احمد (٣٨١/٦) نسائي (١٦٥/٧) ترمذى (١٥١٦) ابن حبان (١٠٥٩ ـ الموارد) حاكم (٢٣٧/٤) دار قطني (٢٧٠/٤) بيهقي (٣٠١/٩) شرح السنة (٢٦٥/١١)]

(٤) [صحيح : صحيح نسائي (٣٩٣٥) كتاب العقيقه : باب كم يعق عن الجارية ' نسائي (٤٢٢٤) إرواء الغليل (١١٦٤)]

قربان کی جائے۔‘‘(۱)

❷ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿كل غلام رهينة بعقيقة تذبح عنه يوم سابعه ويسمى فيه ويحلق رأسه﴾ ’’ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور سر کے بال منڈائے جائیں۔‘‘(۲)

وَيَتَصَدَّقُ بِوَزْنِهِ ذَهَبًا أَوْ فِضَّةً	اس کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کر دے۔ ❶

❶ جب بچے کا سر منڈا دیا جائے تو اس کے سر سے اترنے والے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی مشروع ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ قال عق رسول الله عن الحسن بشاة وقال : يا فاطمة احلقي رأسه وتصدقي بزنة شعره فضة﴾ ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ! اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔‘‘(۳)

(شوکانیؒ) عقیقہ کی تابع اشیا میں سے بچے کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر دینا بھی ہے۔(٤)

(ابن قدامہؒ) اور اگر کوئی بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔(٥)

(سید سابقؒ) سنت سے یہ بھی ہے کہ بچے کے لیے اچھا نام تجویز کیا جائے اور اس کے بال منڈائے جائیں اور ان کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کر دیا جائے اگر یہ میسر ہو۔(٦)

متفرقات

774- عقیقہ کی حکمت

یقیناً اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہر نعمت کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری

(۱) [مصنف عبد الرزاق (٢٤٢٣٦) كتاب العقيقه]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٤٦٣) كتاب الضحايا : باب في العقيقة، ابو داود (٢٨٣٨) ترمذی (١٥٢٢) ابن ماجة (٣١٦٥) نسائی (١٦٦/٧) ابن الجارود (٩١٠) حاكم (٢٣٧/٤) احمد (١٧/٥) دارمی (٨١/٢) مشكل الآثار (٤٥٣/١)]

(۳) [حسن : إرواء الغليل (١١٧٥) ترمذی (١٥١٩) كتاب الأضاحی : باب العقيقة بشاة] اسی معنی کی حدیث مسند احمد (٣٩٠/٦) اور السنن الكبرى للبيهقی (٣٠٤/٩) میں بھی ہے۔ شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ [التعليق على السيل الجرار (٢٥٢/٣)]

(٤) [السيل الجرار (٢٥٢/٣)]

(٥) [المغنی (٣٩٧/١٣)]

(٦) [فقه السنة (١٩٩/٣)]

تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴾ [النحل : ١١٤]

''اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔''

ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴾ [البقرة :١٥٢]

''سو تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا' اور میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔''

اس لیے عقیقہ مشروع قرار دے دیا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے نعمت عطا کرنے پر اس کا شکر بھی ادا ہو جائے اور اقرباء ودوست احباب کی ضیافت کے ساتھ ساتھ غرباء اور مساکین کا بھی فائدہ ہو جائے۔

(شیخ عثیمین) بچے کا عقیقہ ایسی قربانی ہے جسے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور نعمتِ اولاد پر اس کا شکر ادا کرنے کے لیے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔(١)

775- اگر عقیقہ کی طاقت نہ ہو

مندرجہ ذیل دلائل اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں:

(1) ﴿ فَاتَّقُوا اللهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن : ١٦]

''حسب استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔''

(2) ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦]

''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے۔''

(3) ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦]

''اے ہمارے رب! ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں۔''

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إذا أمرتكم بأمر فاتوا منه مااستطعتم ﴾ ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی تم میں طاقت ہو اس پر عمل کرلو۔''(٢)

(5) یہ بات اصول میں بھی ثابت ہے کہ ((لا يجوز التكليف بالمستحيل)) ''ناممکن کام کی تکلیف جائز نہیں ہے۔''(٣)

(شیخ عثیمینؒ) اگر انسان اپنی اولاد کی پیدائش کے وقت فقیر ہو تو اس پر عقیقہ لازم نہیں ہے کیونکہ وہ عاجز ہے اور عاجز ہونے کی

(١) [فتاوى إسلامية (٣٢٤/٢)]

(٢) [مسلم (١٣٣٧) نسائی (١١٠/٥ـ ١١١)]

(٣) [إرشاد الفحول (٣٠/١) الإحكام للآمدى (١٨٧/١) المستصفى للغزالى (٧٤/١) الوجيز (ص/٧٧)]

وجہ سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔(١)

776- کیا عقیقہ میں اونٹ اور گائے کی قربانی درست ہے؟

احادیث میں عقیقہ کے لیے جن جانوروں کی قربانی کا ذکر ملتا ہے وہ بکری اور دنبہ ہے جیسا کہ اُن احادیث میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ عن أم كرز الكعبية رضي الله عنها قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة ﴾ ''حضرت اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)۔''(٢)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من ولد له ولد فأحب أن ينسك عنه فلينسك عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة ﴾ ''جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کر دے۔''(٣)

(3) ﴿ عن ابن عباس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ عق عن الحسن والحسين بكبشين كبشين ﴾ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کیے۔''(٤)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے عقیقہ کے لیے صرف بکری اور دنبے کا ہی ذکر کیا ہے اس لیے صرف یہی جانور ذبح کرنے چاہئیں۔ البتہ بعض علما نے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی درست قرار دیا ہے جیسا کہ امام شوکانی رقمطراز ہیں کہ ((والجمهور على إجزاء البقر والغنم)) ''اور جمہور گائے اور بکری کو (عقیقہ کے لیے) کافی قرار دیتے ہیں۔''(٥)

اور ڈاکٹر وھبہ زحیلی نقل فرماتے ہیں کہ ((هي مثل الأضحية من الأنعام : الإبل والبقر والغنم وقيل لا يعق بالبقر ولا بالإبل)) ''عقیقہ بھی قربانی کی طرح اَنعام یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں سے کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی کہا گیا

---

(١) [فتاوی إسلامية (٣٢٦/٢)]

(٢) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٤٥٨) إرواء الغليل (٣٩٠/٤) ابو داود (٢٨٣٤) كتاب الضحايا : باب في العقيقة، نسائي (١٦٥/٧) دارمي (٨١/٢) ابن حبان (١٠٦٠ - الموارد) احمد (٣٨١/٦) حميدي (١٦٧/١) عبد الرزاق (٧٩٥٣) بيهقي (٣١٠/٩)]

(٣) [حسن : صحيح ابو داود (٢٤٦٨) ابو داود (٢٨٤٢) كتاب الضحايا : باب في العقيقة، احمد (١٨٢/٢) نسائي (١٦٢/٧) مشكل الآثار (٤٢١/١) حاكم (٢٣٨/٤) بيهقي (٣٠٠/٩) امام حاکم اور امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

(٤) [صحيح : صحيح نسائي (٣٩٣٥) إرواء الغليل (١١٦٤) نسائي (٤٢٢٤) كتاب العقيقة : باب كم يعق عن الجارية]

(٥) [نيل الأوطار (٥٠٦/٣)]

ہے کہ گائے اور اونٹ سے عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔''(۱)

جن حضرات نے عقیقہ کے لیے اونٹ اور گائے کی قربانی کو بھی جائز کہا ہے ان کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت ہے جس میں یہ لفظ ہیں ﴿ یعق عنه من الإبل و البقر و الغنم ﴾ ''بچے کی طرف سے اونٹ' گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔'' لیکن وہ روایت ثابت نہیں۔(۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ صحیح احادیث میں صرف بکری اور دنبہ ذبح کرنے کا ذکر ملتا ہے اس لیے عقیقہ میں صرف انہی کو قربان کیا جائے گا۔(واللہ اعلم)

777- عقیقہ کے جانور نر ہوں یا مادہ؟

عقیقہ کے لئے نر اور مادہ دونوں طرح کے جانور قربان کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اس کی دلیل ہے:

﴿ عن أم كرز رضي الله عنها أنها سمعت رسول الله ﷺ في العقيقة قال : عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة لايضركم ذكرانا كن أو إناثا ﴾ ''حضرت اُم کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سنا آپ ﷺ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے' (یہ جانور) نر ہوں یا مادہ تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔''(۳)

778- کیا عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے ایک جانور بھی قربان کیا جا سکتا ہے؟

لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کی جائے گی جیسا کہ حضرت اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔(٤)

البتہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ عن ابن عباس رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ عق عن الحسن و الحسين كبشا كبشا ﴾ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔''(٥)

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (٦٣٧/٣)]

(۲) [طبرانی صغیر (٨٤/١) فتح الباري (١١/١١) امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مسعدة بن الیسع راوی کذاب ہے۔ [مجمع الزوائد (٦١/٤)]

(۳) [صحيح : صحيح موارد الظمآن للألباني (٨٨٥) كتاب الأضاحي : باب ماجاء في العقيقة ' المشكاة (٤١٥٢) إرواء الغليل (٣٩٠/٤) صحيح ابو داود (٢٥٢٥)]

(٤) [ابو داود (٢٨٣٤) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' إرواء الغليل (٣٩٠/٤)]

(٥) [ابو داود (٢٨٤١) كتاب الضحايا : باب في العقيقة ' نسائي (١٦٥/٧) مشكل الآثار (٤٥٧/١) عبد الرزاق (٧٨٦٢) اس روایت کے متعلق شیخ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن سنن نسائی کی وہ روایت جس میں ''کبشین کبشین'' کے لفظ ہیں وہ زیادہ صحیح ہے۔[صحیح ابو داود (٢٤٦٦)]

(1) جن احادیث میں دو بکریوں کا ذکر ہے وہ زیادتی پر مشتمل ہیں لہذا اس حیثیت سے وہ قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کیے۔

(2) قول کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے (یعنی اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لڑکے کی طرف سے بھی ایک دنبہ ذبح کیا ہے لیکن ہمیں لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے کا کہا ہے اس لیے ہمیں اس پر عمل کرتے ہوئے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنے چاہییں)۔

(3) آپ کا ایک بکری پر اکتفا کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ (لڑکے کی طرف سے) دو بکریاں متعین نہیں بلکہ مستحب ہیں اور ایک بکری مستحب نہیں بلکہ جائز ہے۔(۱)

اور شیخ البانی رقمطراز ہیں کہ ''یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن اس سے بھی زیادہ صحیح سنن نسائی کی وہ حدیث ہے جس میں ''کبشین کبشین'' یعنی دو دو دنبے قربانی کرنے کا ذکر ہے۔''(۲)

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی زیادہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لیے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

779- عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط

احادیث میں مطلقاً **شاة** یا **شاتین** کا لفظ ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور کی شرائط عائد نہیں کی جائیں گی۔

(شوکانی) اور تحقیق ''**شاتین**'' (یعنی دو بکریوں کے لفظ) کے مطلق طور پر ذکر سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں وہ شرائط عائد نہیں کی جائیں گی جو قربانی کے جانور کی ہیں اور یہی بات برحق ہے۔(۳)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اصلاً کسی بھی صحیح حدیث سے یہ شرائط عائد کرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ نہ ہی کسی ضعیف حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ یہ شرائط لگانے کے قائل ہیں ان کے پاس قیاس کے سوا کوئی دلیل نہیں۔(٤)

تاہم عقیقہ کے جانور کے ساتھ متقارب یا مساوی کی قید اس بات کی متقاضی ہے کہ شریعت نے قربانی کے جانور میں جن عیوب ونقائص سے بچنے کا حکم دیا ہے انہیں عقیقہ کے جانور میں بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

(ابن قدامہ) اور بلاشبہ عقیقہ کے جانور میں بھی اُن عیوب سے بچا جائے گا جن سے قربانی (کے جانور) میں اجتناب

---

(۱) [نیل الأوطار (۵۰۱/۳)]

(۲) [صحیح ابو داود (۲٤٦٦)]

(۳) [نیل الأوطار (۵۰٦/۳)]

(٤) [تحفة الأحوذی (۹۹/۵)]

کیا جاتا ہے۔(۱)

780- اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے عقیقہ کر لے؟

ایسا شخص سنت کی خلاف ورزی کرنے والا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عقیقہ کے لیے جو دن مقرر فرمایا ہے وہ پیدائش کا ساتواں روز ہے۔ بعض علما نے کہا ہے اتنا ضرور ہے کہ اگر کوئی ساتویں روز سے پہلے ہی عقیقہ کر لیتا ہے تو بچہ گروی سے آزاد ہو جائے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے۔'' اب چونکہ عقیقہ ہو چکا ہے اس لیے وہ گروی سے تو آزاد ہو گیا ہے لیکن یہ شخص سنت کو نہیں حاصل کر سکا کیونکہ سنت یہی ہے کہ ساتویں روز عقیقہ کیا جائے۔ (واللہ اعلم)

781- کیا ساتویں روز کے بعد عقیقہ کیا جا سکتا ہے؟

ساتویں روز کے بعد بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے خواہ بچہ بالغ ہی کیوں نہ ہو گیا ہو کیونکہ وہ بچہ ابھی تک گروی ہے اور اسے گروی سے چھڑانے کے لیے عقیقہ ہی کرنا پڑے گا۔ اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں روز کے بعد چودھویں یا اکیسویں روز عقیقہ کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تذبح لسبع أو لأربع عشرة أو لإحدى وعشرين﴾ ''عقیقہ کا جانور ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز یا اکیسویں روز۔''(۲)

(سعودی مجلس افتاء) ہاں (ساتویں روز کے بعد بھی) عقیقہ کفایت کر جاتا ہے لیکن پیدائش کے ساتویں روز سے اسے مؤخر کر دینا خلاف سنت ہے اور ہر لڑکا اور لڑکی جو بچپن میں فوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے مومن والدین میں سے اُس کو نفع دے گا جس نے صبر کیا۔(۳)

ایک اور فتویٰ کے الفاظ یوں ہیں: ''اگر ساتواں روز گزر جائے اور اس کی طرف سے عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو بعض فقہا کا خیال ہے کہ اس کے بعد اس کی طرف سے عقیقہ کرنا مسنون نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ساتواں روز ہی اس کا وقت مقرر کیا ہے۔

تاہم حنابلہ اور فقہا کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی طرف سے بھی عقیقہ کرنا مسنون ہے خواہ ایک ماہ کے بعد کیا جائے یا سال کے بعد یا اس سے بھی زیادہ مدت کے بعد۔''(٤)

782- کیا انسان خود اپنا عقیقہ کر سکتا ہے؟

اگر کسی کے والدین عقیقہ کے مسائل سے لاعلمی و جہالت یا غربت و افلاس یا کسی اور وجہ سے اس کا اپنی زندگی میں عقیقہ نہ کر سکے ہوں تو وہ خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے کیونکہ وہ عقیقہ کے عوض گروی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ

(۱) [المغنی (۳۹۹/۱۳)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٤٠١١)]

(۳) [فتاوی إسلامیة (۳۲۵/۲)]

(٤) [فتاوی إسلامیة (۳۲٦/۲)]

ﷺ نے فرمایا ''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے۔'' اس لیے گروی سے آزاد ہونے کے لیے اسے عقیقہ کر لینا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

(عطاءؒ، امام حسنؒ) انسان اپنی طرف سے بھی عقیقہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کی طرف سے مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ وہ عقیقہ کے عوض گروی ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس کے لیے اپنے نفس کو (گروی سے) چھڑانا مشروع قرار دیا جائے۔ البتہ حنابلہ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام احمدؒ نے اس مسئلہ کے متعلق یہ فتوی دیا ہے کہ ((ذلك على الوالد)) ''یہ (عقیقہ کرنا صرف) والد کی ذمہ داری ہے۔''(۱)

(شافعیؒ) اگر عقیقہ بلوغت تک مؤخر ہو جائے تو اُس سے (عقیقہ کرنے کا حکم) ساقط ہو جائے گا جو اس بچے کی طرف سے عقیقہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اگر وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔(۲)

783- عقیقہ کے بجائے جانور کی قیمت صدقہ کر دینا

افضل یہ ہے کہ جانور کی قیمت صدقہ کرنے کی بجائے عقیقہ کیا جائے کیونکہ یہی مسنون ہے اور اسی کی نبی ﷺ نے تلقین رمائی ہے۔

(ابن قدامہؒ) عقیقہ کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیقہ کے جانور کو ذبح کر دینا افضل ہے۔ امام احمدؒ نے اس پر نص بیان کی اور کہا کہ جب کسی کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ جس سے عقیقہ کر سکے تو قرض لے لے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے سنت زندہ کرنے کی وجہ سے پورا پورا بدلہ دے گا۔ امام ابن منذرؒ نے کہا: امام احمدؒ نے سچ فرمایا ہے (یقیناً) سنتوں کو زندہ کرنا اور ان کی تباع کرنا ہی افضل ہے اور اس کے متعلق ان روایات میں کہ جنہیں ہم نے روایت کیا ہے اس قدر تاکید وارد ہوئی ہے جو اس کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں وارد نہیں ہوئی۔ اور کیونکہ یہ ایسا ذبیحہ ہے کہ جس کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے لہذا ولیمہ اور قربانی کی طرح بھی زیادہ اولیٰ ہے۔(۳)

784- ناتمام بچے کی طرف سے عقیقہ کا حکم

اگرچہ بعض علما نے کہا ہے کہ اگر بچہ روح پھونکے جانے کے بعد پیدا ہو تو اس کا عقیقہ کیا جائے گا لیکن ہمارے علم کے مطابق ناتمام بچے پر چونکہ ساتواں روز نہیں آیا اور عقیقہ کے لیے پیدائش کا ساتواں روز مقرر کیا گیا ہے اس لیے ایسے بچے کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

(سعودی مجلس افتاء) ناتمام بچے کی طرف سے عقیقہ نہیں ہے اگرچہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی جبکہ وہ روح پھونکے جانے سے پہلے ساقط ہو جائے کیونکہ اسے غلام اور مولود (یعنی بچہ) کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا اور عقیقہ کا

(۱) [المغنی (۳۹۷/۱۳)]

(۲) [کما فی نیل الأوطار (۵۰۰/۳)]

(۳) [المغنی (۳۹۵/۱۳)]

جانور پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔(۱)

785- میت کی طرف سے عقیقہ

فوت ہونے والا بیٹا ہو(بشرطیکہ اس پر ساتواں روز گزر چکا ہو) یا والد دونوں کی طرف سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بچے کو اپنے عقیقہ کے عوض گروی قرار دیا ہے اور گروی کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی کے فوت ہونے کے بعد بھی چھڑایا جا سکتا ہے۔(واللہ اعلم)

(شیخ عثیمین) میت کی طرف سے عقیقہ مشروع نہیں ہے.........میت کی طرف سے عقیقہ تو نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جا سکتی ہے اور اگر کسی نیک عمل کا ثواب میت کو ہدیہ کر دیا جائے مثلاً اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کر دی جائے یا مسلمان دو رکعت نماز ادا کرے یا قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرے اور نیت کرے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ان تمام کاموں سے دعا ہی افضل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اسی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔(۲)

786- زندہ والدین کی طرف سے عقیقہ

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان "کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے" سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی طرف سے اگر عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو اولاد بھی ان کی طرف سے عقیقہ کر سکتی ہے کیونکہ گروی کوئی بھی چھڑا سکتا ہے۔(واللہ اعلم)

787- عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کا مصرف

عقیقہ کے جانور کے گوشت اور کھال کے کسی خاص استعمال کے متعلق احادیث میں کہیں ذکر موجود نہیں اس لیے انہیں بھی اسی طرح استعمال کر لینا چاہیے جیسے قربانی کا گوشت اور کھال استعمال کی جاتی ہے۔

(دکتور وھبہ زحیلی) عقیقہ کے(جانوروں کے) گوشت اور چمڑے کا حکم قربانیوں کی طرح ہی ہے۔(یعنی) ان کا گوشت کھایا جا سکتا ہے اور اس سے صدقہ کیا جا سکتا ہے اور اس سے کوئی چیز فروخت نہیں کی جا سکتی۔(۳)

788- اللہ کے پسندیدہ نام

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ : إن أحب أسمائكم إلى الله عبدالله و عبدالرحمن﴾ "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بے شک تمہارے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔"(٤)

---

(۱) [فتاوى إسلامية (۳۲۶/۲)]

(۲) [فتاوى إسلاميه (۳۲۵/۲)]

(۳) [الفقه الإسلامي و أدلته (٦٣٩/٣)]

(٤) [مسلم (۲۱۳۲) كتاب الأداب : باب النهي عن التكني بأبي القاسم وبيان ما يستحب من الأسماء]

789- بچے کا نام رکھنے کا حق کس کو ہے؟

اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ والدین اگر بچے کا نام رکھنے کے معاملے میں باہم تنازعہ کریں تو باپ کا تجویز کیا ہوا نام ہی رکھا جائے گا اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ بچہ اپنے باپ کے نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے' اپنی ماں کے نام کے ساتھ نہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ﴾ [الأحزاب : ٥]

''لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ' اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔''

اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ولد لی الليلة غلام فسميته باسم أبی إبراهيم ﴾ ''رات کو میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔'' (۱)

نیز بچہ آزادی اور غلامی میں ماں کے تابع ہوتا ہے اور حسب ونسب اور نام رکھنے میں باپ کے تابع ہوتا ہے۔ (ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

790- ایک نام سے زیادہ نام رکھنے کا حکم

ایک نام سے زیادہ نام رکھنا جائز ہے۔ لیکن چونکہ نام رکھنے سے مقصود انسان کی پہچان اور تعارف ہی ہوتا ہے اور اس کے لیے صرف ایک نام ہی کافی ہے لہٰذا اسی پر اکتفاء کرنا زیادہ بہتر ہے۔ لیکن زیادہ نام رکھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ ایک ہی انسان کے لیے نام' کنیت اور لقب ثابت ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ایک چیز کے زیادہ نام اُس چیز کی عظمت وشان پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نام' اس کی کتاب کے نام اور اس کے رسول کے نام ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ [الأعراف : ١٨٠]

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں پس تم اُن ناموں سے اسے ہی پکارا کرو۔''

---

(۱) [مسلم (۲۳۱۵) کتاب الفضائل : باب رحمة النبی الصبیان والعیال' بخاری (۱۳۰۳) کتاب الجنائز : باب قول النبی إنا بك لمحزونون' ابو داود (۳۱۲۶) کتاب الجنائز : باب فی البکاء علی المیت' احمد (۱۹٤/۳) ابن حبان فی صحیحه (۲٤٥/٤) طحاوی (٤٥٤/۱) بیهقی فی السنن الکبری (٥۸۹/۹) وفی دلائل النبوة (٤۳۰/٥) شرح السنة (۲٦۹/۱۱)]

(۲) [تحفة المودود بأحکام المولود (ص/۱۲۹)]

اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لي خمسة أسماء : أنا محمد ، وأنا أحمد ، وأنا الماحي ، الذي يمحوا الله به الكفر ، وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي ، وأنا العاقب ﴾ ''میرے پانچ نام ہیں: میں محمد' احمد اور ماحی ہوں (یعنی مٹانے والا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ تمام انسانوں کا (قیامت کے دن) میرے بعد حشر ہوگا اور میں ''عقاب'' ہوں یعنی خاتم النبیین ہوں' میرے بعد کوئی نیا پیغمبر دنیا میں نہیں آئے گا۔''(۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے اپنے کچھ نام بیان کیے جن میں سے کچھ تو ہم نے یاد کر لیے اور کچھ یاد نہ کر سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أنا محمد وأحمد والمقفي والحاشر ونبي الرحمة ونبي التوبة ونبي الملاحم ﴾ ''میں محمد' احمد' مقفی' حاشر' نبی التوبہ اور نبی الملاحم ہوں۔''(۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿ أنا محمد وأحمد ونبي الرحمة ونبي التوبة والحاشر والمقفي ونبي الملاحم ﴾ ''میں محمد' احمد' نبی الرحمہ' نبی التوبہ' حاشر' مقفی اور نبی الملاحم ہوں۔''(۳)

791- روز قیامت مخلوق کو اپنے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا

امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے کہ ((يدعى الناس يوم القيامة بآبائهم لا بأمهاتهم)) ''قیامت کے دن لوگوں کو ان کے باپوں (کے ناموں) کے ساتھ پکارا جائے گا ان کی ماؤں (کے ناموں) کے ساتھ نہیں۔''

پھر اس باب کے تحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا جمع الله الأولين والآخرين يوم القيامة يرفع الله لكل غادر لواء يوم القيامة فيقال هذه غدرة فلان بن فلان ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پہلوں اور پچھلوں (سب) کو جمع کر لیں گے تو ہر غدر و خیانت کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا بلند کریں گے۔ پھر پکارا جائے گا کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کی دغابازی کا نشان ہے۔''(٤)

---

(۱) [بخاری (۳۵۳۲) کتاب المناقب : باب ما جاء في أسماء رسول الله ' مسلم (۱۵/۱) کتاب الفضائل : باب في أسمائه ' حمیدی (۵۵۵) احمد (۸۰/٤ ـ ۸٤) دارمی (۳۱۷/۲) ترمذی (۲۸٤) کتاب الأدب : باب ما جاء في أسماء النبي ' طبرانی کبیر (۱۵۲۰ ' ۱۵۲۱) ابن حبان فی صحیحه (٦۲۸۰) أبو نعیم فی الدلائل (٦۲/۱) شرح السنة (۳٦۳۰) بیهقی (۱۵۲/۱)]

(۲) [مسلم (۲۳۵۵) کتاب الفضائل : باب في أسمائه ' احمد (۳۹۵/٤) ابن حبان فی صحیحه (٦۲۸۱) أبو نعیم فی الحلیة (۹۹/۵) حاکم (٤۰٦/۲) بیهقی فی دلائل النبوة (۱۵٦/۱)]

(۳) [حسن : احمد (٤۰۵/۵) ترمذی فی الشمائل (۳٦۸) شرح السنة (۳٦۳) ابن حبان فی صحیحه (٦۲۸۲) مجمع الزوائد (۲۸٤/۸)]

(٤) [بخاری (٦۱۷۷) کتاب الأدب : باب ما يدعى الناس بآبائهم ' مسلم (۱۲/٤) کتاب الجهاد : باب تحريم الغدر احمد (۲۹/۲) ابن حبان فی صحیحه (۷۲۹۷ ' ۷۲۹۸) شرح السنة (۲٤۸۲) عمدة الأحكام (٤۱۷)]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فحسنوا أسمائكم ﴾ ''بلاشبہ تمہیں قیامت کے دن تمہارے ناموں کے ساتھ اور تمہارے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔'' (۱)

(ابن قیمؒ) صحیح اور صریح سنت جس بات پر دلالت کرتی ہے وہ یہی ہے کہ مخلوق کو قیامت کے دن اُن کے باپوں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا اُن کی ماؤں کے ناموں کے ساتھ نہیں۔(۲)

بعض حضرات کا یہ زعم ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن اُن کی ماؤں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ لیکن جس روایت سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔(۳)

792- نومولود کو گڑھتی (تحنیك) دینا

لغوی اعتبار سے تحنیک کا معنی ''کسی چیز کو چبا کر نرم بنانا ہے۔'' (٤)

اور اصطلاحی اعتبار سے تحنیک کی تعریف کرتے ہوئے امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ ((والتحنيك : أن يمضغ المحنك التمر أو نحوه حتى يصير مائعا بحيث يبتلع ثم يفتح فم المولود ويضعها فيه ليدخل شيئ منها في جوفه)) ''اور تحنیک یہ ہے کہ تحنیک کرنے والا شخص کھجور یا اسی طرح کی کوئی چیز چبائے حتی کہ وہ مائع بن جائے جسے نگلا جا سکے۔ پھر وہ بچے کا منہ کھول کر اسے اس میں رکھ دے تا کہ اس سے کوئی چیز بچے کے پیٹ میں داخل ہو جائے۔'' (٥)

یہ عمل مسنون و مستحب ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس کا ثبوت ہیں:

(1) ﴿ عن أبي موسى رضی اللہ عنہ قال : ولد لي غلام فاتيت به النبي صلی اللہ علیہ وسلم ' فسماه إبراهيم ' فحنكه بتمرة ' ودعا له بالبركة ' ودفعه إلي وكان أكبر ولد أبي موسى ﴾ ''حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے

(۱) [**ضعيف** : ضعيف ابو داود (١٠٥٣) كتاب الادب : باب في تغيير الاسماء ' ابو داود (٤٩٤٨) دارمی (٢٩٤/٢) ابن حبان في صحيحه (٥٧٨٨) بيهقي في شعب الإيمان (٨٦٣٣) وفي السنن الكبرى (١٩٣٠٨) شرح السنة (٣٣٦٠) امام ابن قیمؒ نے اس روایت کی سند کو جید کہا ہے۔]

(۲) [تحفة المودود بأحكام المولود (ص/١٣٩)]

(۳) [**ضعيف** : طبرانی کبير (٧٩٧٩) مجمع الزوائد (٤٥/٣) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جنہیں میں نہیں جانتا۔ اور حافظ عراقی نے بیان کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [تخريج الإحياء (١٢٨/٦)] اس کی سند میں عتبہ بن السکن ایک راوی ہے' امام دارقطنیؒ نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ اور بعض نے تو اس پر حدیثیں گھڑنے کی تہمت بھی لگائی ہے۔ [ميزان الاعتدال (٤٢٥/٤)]

(٤) [مصباح اللغات (ص/١٨٠)]

(٥) [نيل الأوطار (٥٠٦/٣)]

نرم کر کے اسے چٹایا اور اس کے لیے برکت کی دعا کی پھر مجھے دے دیا۔ یہ ابوموسی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔“(۱)

(2) ﴿عن أسماء بنت أبی بکر رضی الله عنهما أنها حملت بعبد الله بن الزبیر بمکة ' قالت : فخرجت وأنا متم ' فأتیت المدینة ' فنزلت قباء فولدت بقباء ' ثم أتیت به رسول الله ﷺ فوضعته فی حجره ثم دعا بتمرة فمضغها ثم تفل فی فیه ' فکان أول شیئ دخل جوفه ریق رسول الله ﷺ ثم حنکه بالتمرة ' ثم دعا له فبرك علیه﴾ ”حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں ان کے پیٹ میں تھے۔ انہوں نے کہا پھر میں (جب ہجرت کے لیے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قباء میں کی اور یہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہو گئے۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے کھجور طلب فرمائی اور اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیا۔ چنانچہ پہلی چیز جو اس بچے کے پیٹ میں گئی وہ حضور اکرم ﷺ کا لعاب مبارک تھا پھر آپ ﷺ نے کھجور سے تحنیک کی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔“(۲)

(نوویؒ) علما نے اتفاق کیا ہے کہ بچے کو اس کی ولادت کے وقت کھجور کے ساتھ تحنیک کرنا مستحب ہے لیکن اگر کھجور نہ ملے تو جو بھی اس معنی میں یا مٹھاس میں اس کے قریب ہو (اسی سے گڑھتی دے دی جائے)۔(۳)

793- نومولود بچوں کی وفات پر صبر کی فضیلت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾ [البقرة : ۵۵]

”اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے دشمن کے ڈر سے‘ بھوک پیاس سے‘ مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔“

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ما من الناس من مسلم یتوفی له ثلاث لم یبلغوا الحنث إلا أدخله الله الجنة بفضل رحمته ایاهم﴾ ”کسی مسلمان کے اگر تین بچے مر جائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو ان بچوں سے وہ رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کرے گا۔“(٤)

---

(۱) [بخاری (٥٤٦٧) کتاب العقیقة : باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه و تحنیکه]

(۲) [بخاری (٥٤٦٩) کتاب العقیقه : باب تسمیة المولود غداة یولد لمن لم یعق عنه ' و تحنیکه]

(۳) [المجموع (۲٤۲/۸)]

(٤) [بخاری (۱۲٤۸) کتاب الجنائز : باب فضل من مات له ولد فاحتسب ' بیهقی فی السنن الکبری (٦٧/٤) نسائی (۲٤/٤) ابن ماجة (۱٦۰۵) شرح السنة (۲٥٤٥) الأدب المفرد (۱٥۱) احمد (۵۱۰/۲)]

3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ﴿ أن النساء قلن للنبی ﷺ : اجعل لنا یوما فوعظهن وقال : ما امرأة مات لها ثلاثة من الولد كانوا لها حجابا من النار قالت امرأة واثنان ؟ قال : واثنان ﴾''عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نصیحت کرنے کے لیے آپ ﷺ ایک دن خاص فرما دیجیے۔آنحضور ﷺ نے (ان کی درخواست منظور فرماتے ہوئے ایک خاص دن میں) ان کو وعظ فرمایا اور بتلایا کہ جس عورت کے تین بچے مر جائیں تو وہ اس کے لیے جہنم سے پناہ بن جاتے ہیں۔اس پر ایک عورت نے پوچھا' حضور! اگر کسی کے دو ہی بچے مریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو بچوں پر بھی۔''(١)

4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ﴿ لم یبلغوا الحنث ﴾''وہ بچے مراد ہیں جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔''(٢)

5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا﴿ لا یموت لمسلم ثلاثة من الولد فیلج النار إلا تحلة القسم قال ابو عبدالله : "وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا" ﴾''کسی کے اگر تین بچے مر جائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور اگر جائے گا بھی تو صرف قسم پوری کرنے کے لیے۔ابو عبداللہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں (قسم سے مراد قرآن کی یہ آیت ہے)''تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اُوپر سے گزرنا ہوگا۔''(٣)

6) ایک روایت میں ہے کہ﴿ أن رجلا كان یاتی النبی ﷺ ومعه ابن له' فقال له النبی ﷺ : تحبه؟ فقال : یا رسول الله! أحبك الله كما أحبه ففقده النبی ﷺ فقال : ما فعل ابن فلان ؟ قالوا : یا رسول الله! مات فقال النبی ﷺ لأبیه : أما تحب أن لا تاتی بابا من أبواب الجنة ' إلا وجدته ینتظرك علیه ؟ فقال رجل : أله خاصة یا رسول الله أولكلنا ؟ قال : بل لكلكم ﴾

''بے شک ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا۔تو نبی ﷺ نے اسے کہا: تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ آپ سے اس طرح محبت کرے جیسے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔پھر نبی ﷺ نے اس کو غائب پایا تو کہا فلاں کے بیٹے کا کیا بنا؟ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ فوت ہو گیا ہے۔تو نبی ﷺ نے اس کے باپ سے کہا کیا تجھے پسند نہیں کہ تو جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازے کے پاس آئے اور وہاں اسے (اپنے بیٹے کو) پائے کہ وہ تمہارا اس پر انتظار کر رہا ہو؟ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا یہ فضیلت صرف اس کے لیے

١) [بخاری (١٢٤٩) کتاب الجنائز : باب فضل من مات له ولد فاحتسب ' مسلم (١٦/٦) کتاب البر والصلة : باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه ' احمد (٣٤/٣) بیهقی فی السنن الكبری (٦٧/٧) وفی شعب الإیمان (١٣١/٧_١٣٢) شرح السنة (٤٥٤/٥) الأدب المفرد (١٤٨)]

٢) [بخاری (١٢٥٠) کتاب الجنائز : باب فضل من مات له ولد فاحتسب]

٣) [بخاری (١٢٥١) کتاب الجنائز : باب فضل من مات له ولد فاحتسب ' مسلم (١٦/٦) کتاب البر والصلة : باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه ' الأدب المفرد (٤٧٣) موطا (٢٠٣/٢) بیهقی فی السنن الكبری (٦٧/٤) وفی شعب الإیمان (٩٧٤٢) شرح السنة (١٥٤٢) نسائی (٢٥/٤) ترمذی (١٠٦٠) عبدالرزاق (٢٠٣٩)]

خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ یہ تم سب کے لیے ہے۔''(۱)

(7) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے کم عمر فوت ہونے والے بچوں کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں ہوں گے ﴿ یلقی أحدهم أباه أو قال : أبويه فيأخذ بناحية ثوبه أو يده .... فلا يفارقه حتى يدخله الله وأباه الجنة ﴾ ''ان میں سے ایک اپنے باپ سے یا (راوی کو شک ہے کہ) آپ ﷺ نے فرمایا وہ اپنے والدین سے ملے گا تو اس کے کپڑے کے کونے یا اس کے ہاتھ کو پکڑ لے گا.......... پھر وہ اسے نہیں چھوڑے گا حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے باپ کو جنت میں داخل فرما دیں گے۔''(۲)

794- بیٹیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے

کیونکہ بیٹیوں کی پیدائش بھی اللہ کے حکم سے ہی ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَا ٥ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ [الشورى : ۴۹۔۵۰]

''آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ یا انہیں جمع کر دیتا ہے۔ بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے' وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔''

795- بیٹیوں کی پیدائش پر ناراضگی اور غصے کا اظہار کرنا اہل جاہلیت کا فعل تھا

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ٥ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ اَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۸۔ ۵۹]

''ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بُری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے آہ! یہ لوگ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟۔''

(2) ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴾ [الزخرف : ۱۷]

(۱) [صحيح : احمد (۴۳۶/۳) نسائی (۲۲/۴) كتاب الجنائز : باب الأمر بالاحتساب والصبر عن نزول المصيبة ' بيهقی فی شعب الإيمان (۹۷۵۳) طبرانی کبیر (۲۶/۱۹) امام حاکمؒ 'امام ذہبیؒ اور امام منذریؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[الترغيب والترهيب (۹۲/۳)]

(۲) [مسلم (۱۶/۶) كتاب البر والصلة : باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه ' احمد (۴۸۸/۲) بيهقی فی شعب الإيمان (۹۷۵۲) شرح السنة (۱۵۴۴)]

''ان میں سے کسی کو جب اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے (اللہ) رحمٰن کے لیے بیان کی ہے تو اس کا چہرہ یاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بیٹیوں کی پیدائش پر غمگین و پریشان ہونا اہل جاہلیت کا فعل تھا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس ن مخالفت کرتے ہوئے بیٹیوں کو اللہ کی رحمت قرار دیا اور ان کی اچھی پرورش کے نتیجہ میں جنت میں داخلے کا اعلان فرمایا۔

796- بیٹیوں کی اچھی پرورش کے نتیجے میں جنت میں داخلہ

1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ جاء ت امرأة ومعها ابنتان لها تسألني ' فلم تجد عندي شيئا غير سرة واحد فأعطيتها إياها ' فأخذتها فشقتها بين ابنتيها ولم تأكل منها شيئا ثم قامت فخرجت هي وابنتاها ندخل رسول الله ﷺ على أثر ذلك فحدثته حديثها فقال رسول الله ﷺ : من ابتلى من هذه البنات بشيء أحسن إليهن ' كن له سترا من النار ﴾ ''ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا ں وقت اور کچھ نہ تھا میں نے اسے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔ مر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے رمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ ن جائیں گی۔''(۱)

2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم قيامة أنا وهو هكذا وضم إصبعيه ﴾ ''جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ بالغ ہو گئیں۔ تو وہ شخص اور میں قیامت کے دن اس طرح آئیں گے۔ اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا لیا۔''(۲)

3) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا يكون لأحد ثلاث بنات أو بنتان أو ختان ' فيتقي الله فيهن ويحسن إليهن إلا دخل الجنة ﴾ ''جس آدمی کے لیے تین بیٹیاں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں گی ر وہ اُن کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اور اُن سے اچھا سلوک کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔''(۳)

---

۱) [بخاری (۱٤۱۸) کتاب الزکاة : باب اتقوا النار ولو بشق تمرة والقليل من الصدقة ' الأدب المفرد (۱۳۲) مسلم (۱٦/٦) احمد (۸۷/٦ ـ ۸۸ ـ ۲٤۳) ترمذی (۱۹۱۵) شرح السنة (۱۸۷/٦) بیهقی فی شعب الإیمان (۱۱۱۹)]

۲) [مسلم (۱٦/٦) کتاب البر والصلة : باب فضل الإحسان إلى البنات ' ترمذی (۱۹۱٤) کتاب البر والصلة : باب ما جاء في النفقة على البنات والأخوات ' حاکم (۱۷۷/٤) بیهقی فی شعب الإیمان (۸٦۷٤) شرح السنة (۱٦۸۲) احمد (۱٤۷/۳) ابن حبان فی صحیحه (۳۳٦/۱)]

۳) [حسن : صحیح الأدب المفرد (ص/۵۸) ' (۵۹) بخاری فی الأدب المفرد (۷۹) ابو داود (۵۱٤۷ ' ۵۱٤۸) کتاب الأدب : باب فی فضل من عال یتیما ' احمد (٤۲/۳) بیهقی فی شعب الإیمان (۸٦۷٦)]

797- بچوں کو چومنا مستحب ہے

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ قبل رسول الله ﷺ الحسن ابن علي ' وعنده أقرع بن حابس التميمي جالس ' فقال أقرع : إن لي عشرة من الولد ما قبلت أحدا منهم ' فنظر إليه رسول الله عليه الصلاة والسلام فقال : من لا يرحم لم يرحم ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اقرع رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو مخلوقِ خدا پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ قدم ناس من الأعراب على رسول الله عليه الصلاة والسلام فقالوا : تقبلون صبيانكم ؟ فقالوا : نعم ' قالوا : والله لكنا ما نقبل ' فقال : أو أملك إن كان الله نزع من قلوبكم الرحمة ﴾ ''دیہاتیوں میں سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔'' (۲)

798- ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کا منظر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان سنایا اور آپ سچوں کے سچے تھے اور آپ کی سچائی کی زبردست گواہی دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوما ' ثم يكون علقة مثل ذلك ' ثم يكون مضغه مثل ذلك ' ثم يبعث الله ملكا فيؤمر بأربع : برزقه وأجله ' وشقي ' أو سعيد فوالله إن أحدكم أو الرجل يعمل بعمل أهل النار حتى ما يكون بينه وبينها غير باع أو ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل الجنة فيدخلها ' وإن الرجل ليعمل بعمل أهل الجنة ' حتى ما يكون بينه وبينها غير ذراع ' أو ذراعين فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل النار فيدخلها ﴾

''تم میں سے ہر شخص پہلے اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ ہی رکھا جاتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں ''علقہ'' یعنی خون کی پھٹکی (جما ہوا خون) بنتا ہے پھر اتنے ہی عرصہ میں ''مضغہ'' (یعنی گوشت کا لوتھڑا)۔ پھر چار ماہ بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کے بارے میں (ماں کے پیٹ ہی میں) چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کی روزی کا' اس کی موت کا' اس کا کہ وہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔ پس واللہ' تم میں سے ایک شخص دوزخ والوں کے سے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ یا ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر اس پر غالب آتی ہے

---

(۱) [بخاری (۵۹۹۷) کتاب الأدب : باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته]

(۲) [بخاری (۵۹۹۸) کتاب الأدب : باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته ' الأدب المفرد (۹۰/۳۱) باب قبلة الصبيان ' مسلم (۱۵/۵) کتاب الفضائل : باب رحمته وتواضعه ' بيهقي في شعب الإيمان (۱۱۰۱۳)]

اور وہ جنت والوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص جنت والوں کے سے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر اس پر غالب آتی ہے اور وہ دوزخ والوں کے کام کرنے لگتا ہے اور وہ دوزخ میں جاتا ہے۔'' (۱)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا مر بالنطفة ثنتان وأربعون ليلة ' بعث الله إليها ملكا ' فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها ' ثم قال : يارب أذكر أم أنثى؟ فيقضي ربك ما شاء ' ويكتب الملك ' ثم يقول : يا رب أجله؟ فيقضي ربك ما شاء فيكتب الملك ' ثم يقول : يا رب رزقه ! فيقضي ربك ما شاء ويكتل الملك ' ثم يخرج الملك بالصحيفة في يده ' فلا يزيد على ما أمر ولا ينقص ﴾

''جب (ماں کے پیٹ میں) نطفہ کو بیالیس (42) راتیں گذر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں وہ اس کی صورت بناتا ہے' اس کے کان' اس کی آنکھیں' اس کا چمڑا' اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے۔ پھر کہتا ہے: اے میرے رب! کیا یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ تو تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ وہی لکھ لیتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہے؟ تو تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ وہی لکھ لیتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے: اس کا رزق کتنا ہے؟ تو تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ اسے (اس کے رزق کو) ماپ لیتا ہے۔ پھر فرشتہ اپنے ہاتھ میں اس صحیفے کو لے کر نکلتا ہے اور جو اسے حکم ملا ہے اس میں نہ کچھ زیادتی کرتا ہے اور نہ کچھ کمی۔''

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ إن النطفة تقع في الرحم أربعين ليلة ' ثم يتسور عليه الملك ﴾
''بے شک نطفہ رحم مادر میں چالیس (40) راتیں پڑا رہتا ہے پھر اس پر فرشتہ اترتا ہے۔'' (۲)

❀❀❀

---

(۱) [بخاری (٦٥٩٤) كتاب القدر' مسلم (١٦/٦) كتاب القدر : باب كيف خلق الآدمي في بطن أمه ' احمد (٣٨٢/١) ابو داود (٤٧٠٨) كتاب السنة : باب في القدر ' ترمذی (٢١٣٧) ابن ماجة (٧٦) بيهقى فى شعب الإيمان (٢٠٧/١)]

(۲) [مسلم (٢٦٤٥) كتاب القدر : باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله وعمله وشقاوته وسعادته]

کتاب الطب

طب کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ﴾ [النحل : ٦٩]

''اس (شہد) میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ الدواء من القدر وقد ينفع بإذن الله تعالى ﴾

''دواء بھی تقدیر سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی فائدہ دیتی ہے۔''

[حسن : صحيح الجامع الصغير (٣٤١٥)]

کتاب الطب ❶

طب کے مسائل

(مریض کے لیے) دوا لینا جائز ہے۔ ❷	يَجُوزُ التَّدَاوِى

❶ طب سے مراد جسمانی وروحانی علاج ہے۔ باب طَبَّ (نصر، ضرب) علاج کرنا، باب طَبَّبَ (تفعیل) علاج کرنا، باب تَطَبَّبَ (تفعل) طبیب بننا اور باب اِسْتَطَبَّ (استفعال) دوا تجویز کرنا۔(۱)

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء ﴾ "اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اُتاری جس کی دوا نازل نہ کی ہو۔"(۲)

(2) حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ چند دیہاتیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہم دوا نہ لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ نعم، عباد الله تداووا فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء إلا داء واحدا قالوا يا رسول الله! وماهو؟ قال : الهرم ﴾ "ہاں اللہ کے بندو! دوا لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیماری کے سوا ہر بیماری کی شفا بھی بنائی ہے۔ لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بڑھاپا"۔"(۳)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الله لم ينزل داء إلا أنزل له شفاء علمه من علمه وجهله من جهله ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفا بھی نازل فرمائی ہے جو اسے جانتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور جو اس سے جاہل ہے وہ اس سے جاہل ہے۔"(٤)

لیکن جس میں صبر کی طاقت ہو اس کے لیے یہی افضل ہے کہ وہ اللہ کے سپرد کر دے۔ ❶	وَالتَّفْوِيضُ اَفْضَلُ لِمَنْ يَقْدِرُ عَلَى الصَّبْرِ

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ هذه المرأة السوداء أتت النبى ﷺ فقالت إنى أصرع وإنى أتكشف فادع الله لى قال : إن شئت صبرت ولك الجنة وإن شئت دعوت الله أن يعافيك فقالت أصبر فقالت

(۱) [المنجد (ص/۵۰٦)]

(۲) [بخاری (۵٦۷۸) کتاب الطب : باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء، ابن ماجة (۳٤۳۹) نسائی فی السنن الکبری (۳٦۹/٤)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۲٦٤) کتاب الطب : باب الرجل یتداوی، ابو داود (۳۸۵۵) بخاری فی الأدب المفرد (۲۹۱) ترمذی (۲۰۳۸) ابن ماجة (۳٤۳٦) ابن حبان (٦۰٦۲) حاکم (۳۹۹/٤) طبرانی کبیر (٤٦٤/۱) بیهقی (۳٤۳/۹)]

(٤) [أحمد (٤٤٦/۱) حاکم (۳۹۹/٤)]

إنی أتکشف فادع الله لی أن لا أتکشف فدعا لها ﴾ ''ایک سیاہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا کہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو صبر کر تجھے جنت ملے گی اور اگر چاہے تو میں تیرے لیے اللہ سے اس مرض سے نجات کی دعا کر دوں۔ اس نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گی۔ پھر اس نے عرض کیا کہ مرگی کے وقت میرا ستر کھل جاتا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کر دیں کہ ستر نہ کھلا کرے۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔''(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری اُمت میں سے ستر ہزار (افراد) بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور وہ لوگ وہ ہوں گے ﴿ هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون ﴾ ''جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے' بدشگونی نہیں پکڑتے اور داغ کر علاج نہیں کرتے بلکہ اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔''(۲)

یاد رہے کہ ان احادیث اور گزشتہ احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث میں جو دم چھوڑنے کی مدح و تعریف ہے اس سے مراد کفار کا کلام' مجہول دم' غیر عربی' جس کا معنی معلوم نہ ہو یا کفر کے معنی کے قریب ہونے کی وجہ سے مذموم یا مکروہ دم ہے۔ علاوہ ازیں قرآنی آیات اور معروف اذکار کے ساتھ دم ممنوع نہیں بلکہ مسنون ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) یہی پسندیدہ جواب ہے۔(٤)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی وجہ سے ہر حال میں دوا لینا ضروری اور افضل ہے۔ خواہ (آدمی میں) صبر کی طاقت ہو یا نہ ہو۔

وَيَحْرُمُ بِالْمُحَرَّمَاتِ	حرام اشیاء سے علاج حرام ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے شراب کی دوا بنانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إنه ليس بدواء ولكنه داء ﴾ ''یہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔''(٥)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن الدواء الخبيث ﴾ ''نبی ﷺ نے خبیث دوا

(۱) [بخاری (٥٦٥٢) کتاب المرضی : باب فضل من یصرع من الریح' مسلم (٢٥٧٦) احمد (٣٤٦/١)]

(۲) [بخاری (٥٧٠٥) کتاب الطب : باب من اکتوی أو کوی غیره وفضل من لم یکتو' مسلم (٢٢٠) ترمذی (٢٤٤٦)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٤٢٥/٧)]

(٤) [نیل الأوطار (٢٨٦/٥)]

(٥) [مسلم (١٩٨٤) کتاب الأشربة : باب تحریم التداوی بالخمر وبیان أنها لیست بدواء' احمد (٣١١/٤) ترمذی (٢٠٤٦) ابو داود (٣٨٧٣)]

سے منع فرمایا ہے۔''(١)

(3) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ﴿ إن الله لم يجعل شفائكم فيما حرم عليكم ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے حرام اشیا میں تمہاری شفا نہیں رکھی۔''(٢)

واضح رہے کہ یہ احادیث اُن احادیث کے خلاف نہیں ہیں جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کا پیشاب بطور دوا استعمال کروایا تھا۔(٣)

کیونکہ اونٹوں کا پیشاب نہ تو نجس ہے اور نہ ہی حرام۔ اور اگر بالفرض اسے حرام تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی عام کو خاص پر محمول کرتے ہوئے جمع ممکن ہے (یعنی حرام اشیا بطور دوا استعمال کرنا حرام ہے لیکن اونٹ کا پیشاب اس سے خاص ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ ہے)۔(٤)

وَيُكْرَهُ الْاِكْتِوَاءُ وَلَا بَأْسَ بِالْحِجَامَةِ	(گرم سلاخ وغیرہ سے) داغ لگوانا مکروہ ہے ❶ اور سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔ ❷

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ بعث رسول الله إلى أبى بن كعب طبيبا فقطع منه عرقا ثم كواه عليه ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ اس نے ان کی ایک رگ کاٹی پھر انہیں داغ لگایا۔''(٥)

(2) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله كوى سعد بن معاذ فى أكحله مرتين ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں دو مرتبہ داغ لگوایا۔''(٦)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الشفاء فى ثلاثة : فى شرطة محجم أو شربة

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٧٨٥) كتاب الطب : باب النهى عن الدواء الخبيث ' ابن ماجة (٣٤٥٩) ابو داود (٣٨٧٠) ترمذى (٢٠٤٥) احمد (٣٠٥/٢)]

(٢) [بخارى (قبل الحديث / ٥٦١٤) كتاب الأشربة : باب شراب الحلواء والعسل ' ابن أبى شيبة (٣٨/٥) فتح البارى (٢١٠/١١)]

(٣) [بخارى (٥٦٨٦) كتاب الطب : باب الدواء بأبوال الإبل ' مسلم (١٦٧١) ابو داود (٤٣٦٤) نسائى (٩٣/٧) ترمذى (١٨٤٥) ابن ماجة (٢٥٨٧) احمد (١٠٧/٣)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : نيل الأوطار (٢٨٨/٥) الروضة الندية (٤٩٢/٢)]

(٥) [مسلم (٢٢٠٧) كتاب السلام : باب لكل داء دواء واستحباب التداوى ' ابو داود (٣٨٦٤) ابن ماجة (٣٤٩٣) احمد (٣٠٣/٣)]

(٦) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٨١٦) كتاب الطب : باب من اكتوى ' ابن ماجة (٣٤٩٤) احمد (٣١٢/٣)]

عسل أو كية بنار، وأنهى أمتي عن الكي ﴾ ''شفا تین چیزوں میں ہے: پچھنا لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی اُمت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔'' (١)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن كان في شيئ من أدويتكم شفاء ففي شرطة محجم أو لذعة بنار وما أحب أن أكتوي ﴾ ''اگر تمہاری دواؤں میں شفاء ہے تو پچھنا لگوانے اور آگ سے داغنے میں ہے لیکن آگ سے داغ کر علاج کو میں پسند نہیں کرتا۔'' (٢)

جن احادیث میں داغ لگانے کی ممانعت ہے انہیں جواز کی احادیث کی وجہ سے کراہت پر محمول کیا جائے گا اور کراہت کی وجہ آگ کے ساتھ عذاب دینا ہے جو اللہ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔ (٣)

❷ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ احتجم النبي ﷺ وهو صائم ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔'' (٤)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿ أن رسول الله احتجم في رأسه ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر میں پچھنے لگوائے۔'' (٥)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أن جابر بن عبدالله عاد المقنع ثم قال لا أبرح حتى تحتجم فإني سمعت رسول الله يقول : إن فيه شفاء ﴾ ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مقنع بن سنان تابعی کی عیادت کے لیے تشریف لائے پھر ان سے کہا کہ جب تک تم پچھنا نہ لگوا لو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا' کیونکہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''بلاشبہ اس میں شفاء ہے۔'' (٦)

وَبِالرُّقْيَةِ بِمَا يَجُوزُ مِنَ الْعَيْنِ وَغَيْرِهَا	نظر بد وغیرہ کے لیے (شرک سے بچتے ہوئے) دم کروانا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أعرضوا على رقاكم لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك ﴾ ''مجھ پر اپنے دم پیش کرو' دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔'' (٧)

(١) [بخاری (٥٦٨١) کتاب الطب : باب الشفاء في ثلاث ' ابن ماجة (٣٤٩١) احمد (٢٤٥/١)]
(٢) [بخاری (٥٧٠٤) کتاب الطب : باب من اكتوى أو كوى غيره وفضل من لم يكتو ' مسلم (٢٢٠٥)]
(٣) [نيل الأوطار (٢٩٠/٥) الروضة الندية (٤٩٣/٢)]
(٤) [بخاری (٥٦٩٤) کتاب الطب : باب أية ساعة يحتجم]
(٥) [بخاری (٥٦٩٩) کتاب الطب : باب الحجامة على الرأس]
(٦) [بخاری (٥٦٩٧) کتاب الطب : باب الحجامة من الداء]
(٧) [مسلم (٢٢٠٠) کتاب السلام : باب لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك ' ابو داود (٣٨٨٦)]

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دم سے منع فرمایا پھر آل عمرو بن حزم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک ایسا دم ہے ہم اس کے ساتھ بچھو کے ڈسے ہوئے کو دم کرتے ہیں اور آپ نے دم سے منع فرما دیا ہے (پھر انہوں نے وہ دم بھی آپ کے سامنے پیش کیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما أرى بأسا فمن استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل ﴾ ''(ان میں تو) میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لہذا تم میں سے جو بھی اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ ایسا کرے۔''(۱)

درج بالا دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ جاہلیت کا دم بھی اگر شرک سے پاک ہو تو جائز ہے۔

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ رخص رسول الله في الرقية من العين والحمة والنملة ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے نظر بد کی وجہ سے کسی زہریلے جانور کے کاٹنے کی وجہ سے اور جسم پر نکل آنے والے چھالے کی وجہ سے دم کی اجازت دی ہے۔''(۲)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ كان ينفث على نفسه في المرض الذي مات فيه بالمعوذات فلما ثقل كنت أنفث عليه بهن وأمسح بيده نفسه لبركتها فسألت الزهري كيف ينفث؟ قال: كان ينفث على يديه ثم يمسح بهما وجهه ﴾ ''نبی ﷺ اپنے مرض الوفات میں اپنے اوپر معوذات (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا دم کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے دشوار ہو گیا تو میں ان کا دم آپ پر کیا کرتی تھی۔ اور برکت کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر پھیر لیتی تھی۔ پھر میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ ﷺ کس طرح دم کرتے تھے انہوں نے بتلایا کہ اپنے ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ کو چہرے پر پھیرا کرتے تھے۔''(۳)

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أمرني رسول الله أن يسترقي من العين ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ نظر بد لگ جانے پر (معوذتین سے) دم کر لیا جائے۔''(٤)

جن احادیث میں دم کو شرک کہا گیا ہے ان سے مراد ایسے دم ہیں جو شرک پر مبنی ہوں یا جن میں یہ اعتقاد ہو کہ یہی شفا دینے والے ہیں۔(٥)

(قرطبیؒ) دم کی تین قسمیں ہیں:

---

(۱) [مسلم (۲۱۹۹) کتاب السلام : باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة]

(۲) [مسلم (۲۱۹٦) کتاب السلام : باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة' ترمذی (۲۰۵٦) ابن ماجة (۳۵۱٦)]

(۳) [بخاری (۵۷۳۵) کتاب الطب : باب الرقى بالقرآن والمعوذات' مسلم (۲۱۹۲) احمد (۱۰٤/٦) ابن ماجة (۳۵۲۹)]

(٤) [بخاری (۵۷۳۸) کتاب الطب : باب رقية العين' مسلم (۲۱۹۵) احمد (٦۳/٦)]

(۵) [نيل الأوطار (۲۹۷/۵-۲۹۸) تحفة الأحوذی (۲۰۹/٦-۲۱۰)]

① جاہلیت کا وہ دم جس کا معنی معلوم نہ ہو۔اس سے اجتناب واجب ہے کیونکہ اس میں شرک ہو سکتا ہے یا کم از کم یہ شرک تک پہنچا سکتا ہے۔

② جو دم اللہ کے کلام یا اللہ کے ناموں کے ذریعے ہو وہ جائز ہے اور اگر سنت سے بھی ثابت ہو تو اسے کرنا مستحب ہے۔

③ وہ دم جو غیر اللہ کے ناموں کے ساتھ کیا جائے مثلاً فرشتے' صالحین یا مخلوق میں سے عظیم اشیا جیسے عرش وغیرہ۔نہ تو ان سے اجتناب واجب ہے اور نہ ہی یہ مشروع ہیں لیکن اگر انہیں ترک کر دیا جائے تو یہی بہتر ہے۔(۱)

(نوویؒ) اس بات پر اجماع ہے کہ دم کرتے ہوئے بغیر تھوک کے پھونک مارنی چاہیے۔(۲)

متفرقات

799- نظر بد کا علاج

نظر بد کا علاج یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہے اسے غسل کروا کے پانی ایک برتن میں جمع کیا جائے پھر وہی پانی نظر زدہ شخص کے سر اور کمر پر ڈالا جائے۔اور ایک روایت میں تو یہ حکم بھی موجود ہے ﴿ وإذا استغسلتم فاغسلوا ﴾ ''جب تم (جس کی نظر لگی ہے اس) سے غسل طلب کیا جائے تو تم غسل کرو۔''(۳)

800- ایک اہم مسئلہ

(قرطبیؒ) اگر نظر بد لگا کے کوئی قتل کر دے تو اس پر قصاص یا دیت کی ادائیگی لازم ہوگی۔(٤)

(نوویؒ) اس پر کوئی دیت اور کفارہ نہیں۔(٥)

امام نوویؒ کا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

801- حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو یہ دم کرتے ''بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِیْ عَيْنٍ''
ایک روایت میں یہ لفظ ہیں '' بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ

(۱) [فتح الباري (۳٥۳/۱۱)]
(۲) [شرح مسلم (٤۳۸/۷)]
(۳) [مسلم (۲۱۸۸) كتاب السلام : باب الطب والمرض والرقى' ترمذي (۲۰٦۲) نسائي في السنن الكبرى (۳۸۱/٤) احمد (۲۷٤/۱)]
(٤) [كما في فتح الباري (۳٦٤/۱۱)]
(٥) [كما في نيل الأوطار (۳۰۲/٥) فتح الباري (۳٦٤/۱۱)]

اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِاِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ "(١)

802- عورت بھی مرد کو دم کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ كان ينفث على نفسه في مرضه الذي قبض فيه بالمعوذات فلما ثقل كنت أنا أنفث عليه بهن وأمسح بيد نفسها لبركتها ﴾ ''نبی کریم ﷺ اپنے مرض وفات میں معوذات پڑھ کر پھونکتے تھے پھر جب آپ کے لیے یہ دشوار ہو گیا تو میں آپ پر دم کیا کرتی تھی اور برکت کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔'' (٢)

803- سورۂ فاتحہ دم ہے

ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وما أدراك أنها رقية خذوها واضربوا لي بسهم ﴾ ''تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ سورۂ فاتحہ سے دم بھی کیا جا سکتا ہے' ان بکریوں کو لے لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔'' (٣)

804- شہد سے علاج

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اسقه عسلا ﴾ ''اسے شہد پلا دو۔'' پھر دوسری مرتبہ وہی شخص حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اسقه عسلا ﴾ ''اسے شہد پلاؤ۔'' وہ پھر تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ (حکم کے مطابق) میں نے عمل کیا (لیکن شفاء نہیں ہوئی) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ صدق الله وكذب بطن أخيك اسقه عسلا فسقاه فبرأ ﴾ ''اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اسے پھر شہد پلاؤ۔ چنانچہ اس نے پھر شہد پلایا اور اس سے وہ تندرست ہو گیا۔'' (٤)

805- کوڑھ کے مریض سے فرار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم كما تفر من الأسد ﴾ ''چھوت لگنا' بدشگونی لینا' اُلو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں البتہ کوڑھ کے مریض سے اس طرح فرار اختیار کرو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔'' (٥)

❁❁❁

(١) [مسلم (٢١٨٥ ، ٢١٨٦) كتاب السلام : باب الطب والمرض والرقى]

(٢) [بخاری (٥٧٥١) كتاب الطب : باب في المرأة ترقي الرجل]

(٣) [بخاری (٥٧٣٦) كتاب الطب : باب الرقي بفاتحة الكتاب]

(٤) [بخاری (٥٦٨٤) كتاب الطب : باب الدواء بالعسل]

(٥) [بخاری (٥٧٠٧) كتاب الطب : باب الجذام]

كتاب الوكالة

وكالت کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ [آل عمران : ۱۷۳]

''انہوں (صحابہ کرام) نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ أمرني أن أتصدق بجلال البدن ﴾

''آپ ؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اونٹوں کی جلیں صدقہ کر دوں۔''

[بخاری (۲۲۹۹) کتاب الوكالة: باب وكالة الشريك]

کتاب الوکالۃ ❶

وکالت کے مسائل

يَجُوْزُ لِجَائِزِ التَّصَرُّفِ اَنْ يُّوَكِّلَ غَيْرَهُ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ مَالَمْ يَمْنَعْ مِنْهُ مَانِعٌ	اپنے مال میں تصرف کا حق رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ ہر چیز میں کسی کو اپنا نمائندہ بنا لے جب تک کوئی (شرعی) مانع نہ ہو۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ وکالۃ باب وَكَّلَ يُوَكِّلُ (تفعیل) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ''وکیل بنانا'' ہے۔ باب وَكَلَ يَكِلُ (ضرب) سپرد کرنا' کسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے اپنا نائب بنانا۔ باب تَوَكَّلَ يَتَوَكَّلُ (تفعل) وکیل بننا۔''(۱)

یہ لفظ قرآن میں بھی مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے مثلاً:

(1) ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳]

''اللہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے۔''

(2) ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴾ [المزمل : ۹]

''اُس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لہٰذا تم اس کو کارساز بناؤ۔''

(3) ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [ابراهيم : ۱۲]

''اور اللہ پر ہی بھروسہ کرنے والے بھروسہ کریں۔''

(4) ﴿ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ﴾ [هود : ۵۶]

''بلاشبہ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے۔''

شرعی تعریف: مطلق یا مقید طور پر کسی شخص کو اپنا قائم مقام بنانا۔(۲)

❷ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ﴾ [الكهف : ۱۹]

''اپنی اس چاندی کے ساتھ کسی کو شہر کی طرف بھیجو۔''

(2) ﴿ فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ﴾ [النساء : ۳۵]

''تم اس لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایک ایک حکم (فیصل) بھیجو۔''

---

(۱) [المنجد (ص/۹۸٤)]

(۲) [نيل الأوطار (۶۵۸/۳) مغني المحتاج (۲۱۷/۲)]

(3) ﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا ﴾ [يوسف : ٩٣]
''میری یہ قمیض لے جاؤ۔''

(4) ﴿ اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ﴾ [يوسف : ٥٥]
''مجھے زمین کے خزانوں کا والی بنا دیجیے۔''

(5) ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا ﴾ [التوبة : ٦٠]
''صرف صدقات فقراء کے لیے' مساکین کے لیے اور ان کے عاملین کے لیے ہیں۔''

(6) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے مال کا صدقہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى ''(١)

(7) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ واغد يا أنيس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ﴾ ''اے انیس! اس کی بیوی کی طرف صبح جاؤ اور اگر وہ اعتراف (زنا) کرلے تو اسے رجم کر دینا۔''(٢)

(8) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹوں پر مقرر فرمایا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ میں اونٹوں کے چمڑے اور جلیں تقسیم کردوں۔''(٣)

(9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وكلني النبي ﷺ في حفظ زكاة رمضان وأعطى النبي ﷺ عقبة ابن عامر غنما يقسمها بين أصحابه ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ رمضان (یعنی صدقہ فطر) کی حفاظت میں مجھے وکیل بنایا اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کچھ بھیڑ بکریاں دیں کہ وہ انہیں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردے۔''(٤)

(10) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لیے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کو اپنا وکیل بنایا۔(٥)

---

(١) [احمد (٣٥٣/٤) شرح السنة (٣١٤/٣) بيهقی (١٥٧/٤) طبرانی کبير (١١) مشكل الآثار (١٦٢/٤) ابن ماجة (١٧٩٦)]

(٢) [بخاری (٢٦٩٦) کتاب الوكالة : باب الوكالة في الحدود' مسلم (١٦٩٧) ابو داود (٤٤٤٥) نسائی (٢٤٠/٨) ترمذی (١٤٣٣) ابن ماجة (٢٥٤٩) دارمی (١٧٧/٢) احمد (١١٥/٤) حميدی (٣٥٤/٢) طيالسی (٩٥٣) بيهقی (٢١٢/٨) شرح السنة (٢٧٤/١٠)]

(٣) [بخاری (١٧٠٧) کتاب الحج : باب الجلال للبدن' مسلم (١٣١٧) ابو داود (١٧٦٩) ابن ماجة (٣٠٩٩) نسائی فی السنن الكبرى (٤٥٦/٢)]

(٤) [بخاری (٢٣١١) کتاب الوكالة : باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل ...... ' مسلم (١٩٦٥) ترمذی (١٥٠٠) نسائی (٢١٨/٧) ابن ماجة (٣١٣٨) احمد (١٤٩/٢) دارمی (٧٨/٢) ابن حبان (٥٨٩٨) بيهقی (٢٦٩/٩) ابو يعلى (١٧٥٨) ابن خزيمة (٢٩١٦)]

(٥) [مؤطا (٣٤٨/١) مسند شافعی (٣١٧/١)]

(11) رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿ إذا أتيت وكيلي فخذ منه خمسة عشر وسقا ﴾ "جب تمہارے پاس میرا وکیل آئے تو اسے پندرہ وسق دے دینا۔" (۱)

(12) امام بخاریؒ نے صحیح بخاری: کتاب الوکالۃ میں چھبیس (26) احادیث نقل فرما کر یہ مسئلہ ثابت کیا ہے جن میں سے چھ (6) معلق ہیں اور بقیہ موصول ہیں۔ تفصیل کا طالب ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ (۲)

(13) وکالہ کے جواز پر امت کا اجماع ہے کیونکہ مصلحت اور ضرورت اس کی متقاضی ہے۔ (۳)

وَإِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ بِزِيَادَةٍ عَلَى مَا رَسَمَهُ مُوَكِّلُهُ كَانَتِ الزِّيَادَةُ لِلْمُوَكِّلِ	اگر نمائندہ موکل کے مقرر کیے ہوئے ریٹ سے زیادہ پر کوئی چیز فروخت کر دے تو زیادتی (یعنی زائد منافع) بھی موکل کے لیے ہوگا۔ ❶

❶ (1) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ أعطاه دينارا يشتري له به شاة فاشترى له به شاتين فباع إحداهما بدينار فجاءه بدينار وشاة فدعا له بالبركة في بيعه وكان لو اشترى التراب لربح فيه ﴾ "نبی ﷺ نے اسے ایک دینار دیا تا کہ وہ اس کے عوض آپ ﷺ کے لیے ایک بکری خرید لائے۔ اس نے اس دینار کے عوض دو بکریاں خرید لیں پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے بدلے فروخت کر دیا اور آپ ﷺ کے پاس بکری اور دینار دونوں لے کر حاضر ہوا۔ (یہ دیکھ کر) آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی کہ اس کی تجارت میں برکت ہو۔ اور پھر وہ یوں تھا کہ مٹی بھی خریدتا تو اس میں نفع ہوتا۔" (٤)

(2) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک دینار دے کر بھیجا تا کہ وہ آپ ﷺ کے لیے قربانی کا جانور خرید لائیں۔ انہوں نے اس دینار کے عوض جانور خرید لیا پھر اسے دو دینار کے بدلے فروخت بھی کر دیا۔ پھر دوبارہ واپس گئے اور آپ ﷺ کے لیے ایک دینار کا قربانی کا جانور خریدا اور ایک دینار (اور قربانی کا جانور) لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے اس (دینار) کو صدقہ کر دیا ﴿ ودعا له أن يبارك له في تجارته ﴾ "اور ان کے لیے دعا فرمائی کہ ان کی تجارت میں برکت ڈالی جائے۔" (٥)

---

(۱) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۲۸٤) کتاب القضاء : باب في الوكالة ' ابو داود (۳٦۳۲) دارقطنی (١٥٤/٤) بخاری تعلیقا (۲۷۱/٦) کتاب فرض الخمس : باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين]

(۲) [بخاری : کتاب الوكالة ' نيل الأوطار (٦٥٨/٣)]

(۳) [المغنی (۷۹/٥) تكملة فتح القدير (۳/٦) مغنی المحتاج (۲۱۷/۲) المهذب (۳٤۸/۱) المبسوط (۲/۱۹)]

(٤) [بخاری (۳٦٤۲) کتاب المناقب : باب سؤال المشركين أن يريهم النبي ﷺ آية ' احمد (۳۷٥/٤) ابو داود (۳۳۸٤) ترمذی (۱۲٥۸) ابن ماجة (۲٤۰۲) دارقطنی (۱۰/۳)]

(٥) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۷۳۳) کتاب البيوع : باب في المضارب يخالف ' ابو داود (۳۳۸٦) ترمذی (۱۲۸۰)]

وَاِذَا خَالَفَهُ اِلٰی مَا هُوَ اَنْفَعُ اَوْ اِلٰی غَیْرِهٖ وَرَضِیَ بِهٖ صَحَّ	اگر وہ اس (مؤکل) کی ہدایت کے مخالف کام کرے اگرچہ وہ زیادہ نفع مند معاملے کے لیے ہو یا کسی اور کے لیے ہو اور اس کا مؤکل بھی راضی ہو جائے تو معاملہ درست ہو گا۔ ❶

❶ (1) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((إذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا فأجازه المؤكل فهو جائز وإن أقرضه إلى أجل مسمى جاز)) ”کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا پھر وکیل نے (معاملہ میں) کوئی چیز (خود اپنی رائے سے) چھوڑ دی اور بعد میں خبر ہونے پر مؤکل نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مقررہ مدت تک کے لیے قرض دے دیا تو بھی جائز ہے۔“ (۱)

(2) حضرت معن بن یزید فرماتے ہیں کہ میرے والد کچھ دینار صدقہ کرنے نکلے تو اسے مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ آئے۔ میں اس آدمی سے پکڑ لایا تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے یہ (دینار) تمہیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اپنی اولاد پر صدقہ جائز نہیں) پھر وہ دونوں یہ جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لك ما نويت يا يزيد ولك يا معن ما أخذت﴾ ”اے یزید! تیرے لیے وہی ہے جو تو نے نیت کی اور اے معن! جو تو نے پکڑ لیا ہے وہ تیرے لیے ہے۔“ (۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اپنی اولاد یا والدین (جن پر خرچ کرنا لازم ہو) پر صدقہ کرنے کا جواز نہیں نکلتا کیونکہ یہ امکان ہے کہ معن مستقل ہو (یعنی اپنے خرچ کا خود ذمہ دار ہو اور الگ رہتا ہو) اس کے باپ پر اس کا خرچہ لازم نہ ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ صدقہ نفلی صدقہ ہو کیونکہ بالا جماع ثابت ہے کہ فرض صدقہ اولاد کے لیے جائز نہیں۔ (۳)

(3) اس مسئلے کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکاۃ فطر پر محافظ مقرر فرمایا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر غلہ سے محتاج کو کچھ دے دیا...... آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹا تھا لیکن سچ کہہ گیا۔“ (٤)

(4) نواب صدیق حسن خان نقل فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ اس وجہ سے بھی جائز و درست ہے کہ عقد میں محض باہمی رضامندی کا ہی اعتبار ہوتا ہے۔ (٥)

(۱) [بخاری: کتاب الوکالۃ]
(۲) [بخاری (۱٤۲۲) کتاب الزکاۃ: باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر ' أحمد (۳/٤۷۰)]
(۳) [فتح الباری (٤/٤۳)]
(٤) [بخاری (۲۳۱۱) کتاب الوکالۃ: باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل......]
(٥) [الروضۃ الندیۃ (۲/٥۰۱)]

کتاب الضمانة

ضمانت کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴾ [يوسف : ٧٢]

”اور اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ الزعيم غارم ﴾

”ضامن چٹی بھرے گا۔“

[صحيح : إرواء الغليل (١٤١٢)]

کتاب الضمانة ❶

ضمانت کے مسائل

يَجِبُ عَلٰى مَنْ ضَمِنَ عَلٰى حَيٍّ أَوْ مَيِّتٍ تَسْلِيمَ مَالٍ أَنْ يَغْرِمَهُ عِنْدَ الطَّلَبِ	جس نے کسی زندہ یا فوت شدہ کی ضمانت دی اس پر لازم ہے کہ مطالبہ پر مال ادا کرے۔ ❶

❶ لغوی وضاحت: ضمانت کا مطلب ''کفالت یا تاوان'' ہے۔ یہ باب ضَمِنَ يَضْمَنُ (سمع) سے مصدر ہے جس کا معنی ضامن اور کفیل ہونا مستعمل ہے۔ لفظ ضَامِن اور ضَمِين کا معنی ہے ''کفیل اور ذمہ دار'' اور لفظ مَضْمُون کا معنی ہے ''جس کی کفالت یا ذمہ داری لی جائے۔'' (۱)

اصلاحی تعریف: مطالبے میں مطلق طور پر ایک شخص کے ذمہ کو کسی دوسرے کے ذمہ کے ساتھ ملا دینا۔ (۲)

ضمانت کا مفہوم سمجھنے کے لیے قرآن کی درج ذیل آیت کافی ہے:

(1) ﴿ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴾ [یوسف : ۷۲]

''جو اسے لے کر آئے گا اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا اور اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مذکورہ آیت میں لفظ ''زعیم'' سے مراد ''کفیل'' ہے۔ (۳)

ضمانت کے جواز پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔ (٤)

❷ (1) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الزعيم غارم ﴾ ''ضامن چٹی بھرے گا۔'' (٥)

(2) حضرت سلمہ بن اُکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا انہوں نے کہا کہ اس کی نماز جنازہ ادا کر دیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ هل ترك شيئا ؟ ﴾ ''کیا اس نے کچھ ترکے میں چھوڑا ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت کیا ﴿ فهل عليه دين ﴾ ''کیا اس پر کوئی قرض ہے؟'' انہوں نے عرض کیا (ہاں)

(۱) [المنجد (ص/۵۰۲) لسان العرب (۸۹/۸ ـ ۹۰)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (٤١٤٣/٦) فتح القدير (٣٨٩/٥) بدائع الصنائع (٢/٦) الدر المختار (٢٦٠/٤)]

(۳) [الفقه الإسلامی وأدلته (٤١٤٢/٦)]

(٤) [سبل السلام (٦٢/٣) المبسوط (١٦٠/١٩) مغنی المحتاج (١٩٨/٢) المغنی (٥٣٤/٤)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (١٤١٢) ابو داود (٣٥٦٥) كتاب البيوع : باب فی تضمين العور' ابن ماجة (٢٤٠٥) ترمذی (١٢٦٥) مسند طيالسی (١١٢٨) احمد (٢٦٧/٥) بيهقی (٨٨/٦) تلخيص الحبير (٤٧/٣) ابن حبان (٢٧٧/٧) نصب الراية (٥٨/٤)]

تین دینار۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ صلوا على صاحبكم ﴾ ''اپنے ساتھی کی نماز جنازہ (خود ہی) ادا کر لو۔'' یہ سن کر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿ صل عليه يا رسول الله وعلى دينه فصلى عليه ﴾ ''اے اللہ کے رسول! اس کی نماز جنازہ ادا کر دیجیے اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کر دی۔'' (۱)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ ''نبی ﷺ نے مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگ اس ڈر سے (کہ نبی ﷺ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائیں گے) اپنی زندگیوں میں ہی قرض ادا کر دیں۔ (۲)

نیز یاد رہے کہ جس شخص کی طرف سے ضمانت دی گئی ہے وہ محض ضمانت کے لفظ ادا کر لینے سے ہی بری نہیں ہوگا بلکہ وہ مضمون شے کی ادائیگی سے بری ہوگا۔ (۳)

(ابو حنیفہؒ) میت کی طرف سے ضمانت میں یہ شرط ہے کہ میت نے ترکہ میں قرض کے برابر مال چھوڑا ہو ورنہ ضمانت صحیح نہیں ہوگی۔ (٤)

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی حدیث میں ایسی شرط نہیں لگائی لہٰذا ایسی تمام شروط جو کتاب و سنت میں نہیں ہیں باطل و بے بنیاد ہیں۔

وَيُرْجَعُ عَلَى الْمَضْمُوْنِ عَنْهُ إِنْ كَانَ مَأْمُوْرًا مِنْ جِهَتِهِ	اگر وہ اس شخص کا مامور ❶ ہو جس کی ضمانت دے رہا ہے تو اس کی طرف رجوع کرے گا۔ ❷

❶ مامور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقروض نے اسے حکم دیا ہو کہ میری طرف سے تم ادائیگی کر دو جب میرے پاس مال ہوگا تو تمہیں ادا کر دوں گا۔

❷ کیونکہ قرض اسی پر ہے اور اس کی ادائیگی اسی پر لازم ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ﴾ [النساء : ٥٨]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل افراد کو ادا کرو۔''

(۱) [بخاری (۲۲۸۹) کتاب الحوالات : باب إذا أحال دين الميت على رجل جاز' ترمذی (۱۰٦۹) احمد (۳۰/۳۳) ابو داود (۳۳٤۳) نسائی (۱۹٦۲) ابن حبان (۱۱٦۲ ـ الموارد) دارقطنی (۷۹/۳) حاکم (۵۸/۲) إرواء الغليل (۱٤۱٦)]

(۲) [نيل الأوطار (٦۲٤/۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : احمد (۳۰/۳۳) ابو داود (۳۳٤۳) نسائی (۱۹٦۲) دارقطنی (۲۹۳) ابن حبان (۱۱٦۲ ـ الموارد) حاکم (۵۸/۲)]

(٤) [الهداية (۹٥/۳) الحاوی (٤٥٤/٦) الأم (۲٦٤/۳) الكافی (ص/۳۹۹) الخرشی (۲۳/٦) المغنی (۱۰٥/۷) كشاف القناع (۳۷٤/۳) نيل الأوطار (٦۲٤/۳)]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لو كان لي مثل أحد ذهبا ما يسرني أن لا يمر علي ثلاث وعندي منه شيئ إلا شيئ أرصده لدين ﴾ "اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتو مجھے اس بات پر خوشی ہوگی کہ تین دن بھی مجھ پر نہ گزرے ہوں کہ اس سارے مال کو میں نے خرچ کر دیا ہو اِلا کہ صرف اتنا ہی باقی ہو جسے میں نے قرض کی ادائیگی کے لیے روک رکھا ہو۔"(۱)

جو کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن بنے اس پر واجب ہے کہ اسے حاضر کرے ورنہ وہ اس پر موجود تاوان ادا کرے گا۔ ❶	وَمَنْ ضَمِنَ بِإِحْضَارِ شَخْصٍ وَجَبَ عَلَيْهِ إِحْضَارُهُ وَإِلَّا غَرِمَ مَا عَلَيْهِ

❶ (1) گذشتہ حدیث اس پر شاہد ہے۔

(2) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ الزعيم غارم ﴾ "ضمانت دینے والا چٹی بھرے گا۔"(۲)

(۱) [بخاری (۲۳۸۹) کتاب الاستقراض : باب أداء الديون]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۴۴) کتاب البیوع : باب فی تضمين العارية ' ابو داود (۳۵٦۵)]

كتاب الصلح

صلح کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ [النساء: ١٢٨]

''اور صلح میں ہی خیر ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ ستصالحون الروم صلحا أمنا ﴾

''عنقریب تم اہل روم سے امن والی صلح کرلو گے۔''

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (٣٦١٢)]

کتاب الصلح ❶

صلح کے مسائل

هُوَ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ	مسلمانوں کے مابین صلح کرانا جائز ہے۔ ❷

● لغوی وضاحت: صلح سے مراد سلامتی اور درستی ہے۔ یہ باب صَلُحَ (کرم' نصر' فتح) سے مصدر ہے۔ جس کا معنی درست ہونا ہے۔ باب صَالَحَ يُصَالِحُ (مفاعلة) باہم صلح کرنا' باب أَصْلَحَ يُصْلِحُ (إفعال) صلح کروانا' باب تَصَلَّحَ يَسْتَصْلِحُ (استفعال) صلح چاہنا۔(۱)

اصطلاحی تعریف: ایسا عقد جسے اختلاف وافتراق اور تنازعہ وانتشار کے رفع کرنے کے لیے اختیار کیا جائے۔(۲)

● اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ [النساء : ۱۲۸]
"صلح کرنے میں ان دونوں (میاں بیوی) پر کوئی حرج نہیں کیونکہ صلح ہی بہتر ہے۔"

(۲) ﴿ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ﴾ [النساء : ۱۱٤]
"ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خبر ہیں ہاں! خیر اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے۔"

(۳) ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾ [الحجرات : ۹]
"اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرا دو۔"

(۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل قبا نے جھگڑا کیا حتی کہ ایک دوسرے کو پتھر مارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اذهبوا بنا نصلح بينهم ﴾ "ہمیں لے کر چلو ہم ان کے درمیان صلح کراتے ہیں۔"(۳)

إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا	لیکن ایسی صلح جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دے جائز نہیں۔ ❶

● حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم

(۱) [المنجد (ص/۴۷۷) لسان العرب (۳۸٤/۷)]
(۲) [نتائج الأفكار (۲۳/۷) تبيين الحقائق (۲۹/۵) الدر المختار (٤۹۳/٤) مغني المحتاج (۱۷۷/۲)]
(۳) [بخاری (۲۶۹۳) كتاب الصلح : باب قول الإمام لأصحابه اذهبوا بنا نصلح]

حلالا أو أحل حراما﴾ ''مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے لیکن ایسی صلح جائز نہیں جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔''(۱)

حرام کو حلال کرنے والی صلح مثلاً کسی لونڈی سے وطی کرنے پر مصالحت کرنا جس سے وطی حلال نہ ہو یا ایسا مال کھانے کے لیے صلح کرنا جسے کھانا حلال نہ ہو۔

حلال کو حرام کرنے والی صلح مثلاً کوئی بیوی اپنے خاوند سے مصالحت کرے کہ وہ اسے طلاق نہ دے گا یا اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کرے گا۔(۲)

وَيَجُوزُ عَنِ الْمَعْلُومِ وَالْمَجْهُولِ بِمَعْلُومٍ وَبِمَجْهُولٍ	معلوم ومجہول معاملے میں معلوم ومجہول طریقے سے صلح کرانا جائز ہے۔ ❶

❶ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

مجہول معاملے کی معلوم کے ساتھ صلح:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: دو آدمی کوئی پرانا وراثت کا مسئلہ بغیر ثبوت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

﴿إنكم تختصمون إلى رسول الله وإنما أنا بشر ولعل بعضكم ألحن بحجته من بعض وإنما أقضى بينكم على نحو ما أسمع فمن قضيت له من حق أخيه شيئا فلا يأخذه فإنما أقطع له قطعة من النار ياتى بها إسطاما فى عنقه يوم القيمة﴾

''تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم جھگڑتے ہو' میں صرف ایک انسان ہوں اور شاید تمہارا بعض حجت پیش کرنے میں بعض سے زیادہ چرب زبان (فصیح اللسان) ہو۔ میں اسی بات پر فیصلہ کروں گا جسے میں سنوں گا تو جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق سے کچھ بھی فیصلہ کر دوں تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ اسے اپنی گردن میں آگ بھڑکانے والا آلہ لٹکائے ہوئے قیامت کے دن لائے گا۔'' (یہ سننا تھا کہ) دونوں روتے ہوئے کہنے لگے کہ میرا حق میرے بھائی کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أما إذا قلتما فاذهبا فاقتسما ثم توخيا الحق ثم استهما ثم

(۱) [صحیح لغیرہ : إرواء الغليل (۵/۱۴۲۔ ۱۴۶)' (۱۳۰۳) ترمذی (۱۳۵۲) كتاب الأحكام : باب ما ذكر عن رسول الله فى الصلح بين الناس' ابن ماجة (۲۳۵۳) دارقطنی (۳/۲۷) حاكم (۴/۱۰۱) بیهقی (۶/۶۵) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ امام شوکانیؒ نے کثرت طرق کی وجہ سے اس حدیث کو کم از کم حسن درجہ کی قرار دیا ہے [نيل الأوطار (۳/۶۴۴)]

(۲) [نيل الأوطار (۳/۶۴۴)]

یحلل کل واحد منکما صاحبه ﴾ ''جب تم نے یہ کہہ دیا ہے تو جاؤ (مال) تقسیم کرو پھر حق ادا کرنے کا ارادہ کرو پھر قرعہ ڈالو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کو معاف کر دے۔''(۱)

معلوم معاملے کی مجہول کے ساتھ صلح:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد جنگ اُحد میں شہید ہوئے جبکہ وفات کے وقت ان کے ذمہ قرض تھا تو قرض خواہوں نے مطالبے میں شدت اختیار کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں سے کہا کہ وہ ان کے باغ کا پھل لے کر ان کے والد کو معاف کر دیں۔ لیکن قرض خواہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ (کا پھل) انہیں نہ دیا اور کہا کہ ہم صبح تمہارے پاس آئیں گے۔ صبح ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور درختوں میں چکر لگا کر اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی پھر میں نے انہیں کاٹ کر مکمل ادائیگی کر دی لیکن اس کے پھل ابھی بھی ہمارے لیے باقی تھے۔''(۲)

محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم قرض کے بدلے مجہول پھل قبول کرنے کی سفارش کی۔

806- قرعہ ڈالنے کا ثبوت

قرعہ کا ذکر قرآن کی دو آیات میں ہے:

(1) ﴿ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ ﴾ [آل عمران : ٤٤]

''جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے (کہ مریم کی کون کفالت کرے گا؟)۔''

(2) ﴿ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴾ [الصافات : ١٤١]

''پھر قرعہ اندازی ہوئی تو یہ مغلوب ہو گئے۔''

پانچ احادیث میں قرعہ کا ذکر موجود ہے:

(1) گذشتہ حدیث سے پچھلی حدیث میں۔

(2) ﴿ أن النبی ﷺ کان إذا أراد سفرا أقرع بین نسائه ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳۰۵۸) کتاب القضاء : باب فی قضاء القاضی إذا أخطا ' ضعیف ابو داود (۷٦٦) ابو داود (۳۵۸۳ ' ۳۵۸٤) احمد (۳۲۰/٦) ابن ابی شیبة (۲۳۳/۷) ابو یعلی (۳۲٤/۱۲_۳۲۵) شرح معانی الآثار (۱۵٤/٤) مشکل الآثار (۲۲۹/۱) دارقطنی (۲۳۸/٤) حاکم (۹۵/٤) طبرانی کبیر (۲۹۸/۲۳) شرح السنة (۳٤۹/٤) اس کی اصل صحیحین میں ہے۔[بخاری (۲۹٦۷) کتاب الحیل : باب إذا غصب جاریة فزعم أنها ماتت فقضی بقیمته ' مسلم (۱۷۱۳)]

(۲) [بخاری (۲۲٦۵) کتاب فی الإستقراض وأداء الدیون...... ' باب إذا قضی دون حقه أو حلله فهو جائز]

درمیان قرعہ ڈالتے۔''(۱)

(3) ﴿أنه أقرع في ستة مملوكين﴾ ''آپ ﷺ نے چھ غلاموں میں قرعہ ڈالا۔''(۲)

(4) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لو يعلم الناس ما في النداء والصف الأول ثم لم يجدوا إلا أن يستهموا عليه لاستهموا عليه﴾ ''اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کا اجر معلوم ہو جائے تو پھر اگر انہیں یہ دونوں چیزیں صرف قرعہ ڈال کر ہی حاصل ہوں تو یہ قرعہ ڈال کر انہیں حاصل کریں۔''(۳)

(5) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کفن کے لیے دو کپڑے لے کر آئیں' ان کے ساتھ ہی ایک اور مقتول تھا (جسے کفن کی ضرورت تھی) تو دونوں کو ایک ایک کپڑا دے دیا گیا۔ دونوں کپڑوں میں سے ایک زیادہ وسیع تھا۔ اس پر صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿فأقرعنا عليهما﴾ ''ہم نے ان دونوں پر قرعہ ڈالا۔'' پھر قرعہ میں جو کپڑا جس کے لیے نکلا اسی میں اسے کفن دے دیا گیا۔''(٤)

وَعَنِ الدَّمِ كَالْمَالِ بِأَقَلَّ مِنَ الدِّيَةِ أَوْ أَكْثَرَ	قتل کے معاملے میں دیت سے کم یا زیادہ مال پر صلح جائز ہے۔ ❶

❶ گذشتہ تمام دلائل کا عموم اس پر شاہد ہے۔

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ [النساء : ١٢٨]

''اور صلح میں ہی خیر ہے۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿الصلح جائز بين المسلمين﴾ ''مسلمانوں کے مابین صلح کرانا جائز ہے۔''(٥)

(3) ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس نے عمداً کسی کو قتل کیا اسے مقتولین کے اولیاء کے حوالے کر دیا جائے گا وہ اگر چاہیں تو اسے قتل کریں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں اور وہ (دیت) تیس حقے' تیس جذعے اور چالیس حاملہ اونٹنیاں ہے اور یہ قتل عمد کی دیت ہے ﴿وما صولحوا عليه فهو لهم﴾ ''اور جس پر بھی مصالحت کی جائے گی وہ ان کے لیے ہے۔'' اور یہ دیت میں تشدید ہے۔(٦)

(١) [بخاری (٢٤٠٤) کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها : باب هبة المرأة لغير زوجها]

(٢) [مسلم (٣١٥٤) کتاب الأيمان : باب من أعتق شركا له في عبد]

(٣) [بخاری (٥٨٠) کتاب الأذان : باب الاستهام في الأذان]

(٤) [احمد (١٦٥/١)]

(٥) [صحيح لغيره : إرواء الغليل (١٣٠٣) ترمذی (١٣٥٢) کتاب الأحكام : باب ما ذكر عن رسول الله في الصلح بين الناس]

(٦) [حسن : إرواء الغليل (٢٥٩/٧)' (٢١٩٩) ترمذی (١٣٨٧) کتاب الديات : باب ما جآء في الدية كم هي من الإبل' ابن ماجة (٢٦٢٦) ابو داود (٤٥٠٦) نسائی (٤٢/٨) احمد (١٨٣/٢)]

اس حدیث میں محل شاہد یہ لفظ ہیں ﴿ وما صولحوا علیه فهو لهم ﴾ جس پر بھی صلح ہو جائے درست ہے خواہ دیت
ے کم قیمت پر یا زیادہ پر۔

وَلَوْ عَنْ إِنْكَارٍ	(صلح درست ہے) خواہ انکار کی صورت میں ہو۔ ❶

(1) گذشتہ تمام دلائل کا عموم اس پر بھی شاہد ہے۔

) حضرت کعب رضی اللہ عنہ قرض کے معاملے میں دو آدمیوں کے مسجد میں جھگڑنے کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: نبی
ﷺ نے قرض خواہوں کو نصف قرض کی معافی اور بقیہ کی جلدی ادائیگی کا اشارہ کیا۔ جیسا کہ اُس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ قال
ی ﷺ : ضع من دينك هذا وأوما إليه أي الشطر قال لقد فعلت يا رسول الله! قال قم فاقضه ﴾ ''نبی ﷺ
، (قرض خواہ سے) فرمایا اپنا نصف قرض چھوڑ دو۔ اس نے کہا میں نے ایسا کر دیا اے اللہ کے رسول! پھر آپ ﷺ نے
قروض سے) کہا اٹھو اور اسے (باقی قرض کی رقم فورا) ادا کرو'' (۱)

ار کے معاملے میں صلح کی مختلف شکلیں ہیں:

) ایک شخص کسی دوسرے شخص پر سو دینار قرض کا دعوی کرے، دوسرا شخص ان تمام کا ہی انکار کر دے پھر ان کے درمیان
ف مقدار پر مصالحت ہو جائے تو درست ہے کیونکہ صلح میں اعتبار باہمی رضامندی کا ہی ہے اور شریعت میں اس کی مانع
ں کوئی چیز نہیں۔

) اگر تنازعہ مقدار میں ہو یعنی ایک کہے تو نے مجھے پچاس دینار دینے ہیں دوسرا کہے نہیں بلکہ میرے ذمہ صرف پچیس دینار
۔ پھر اگر اسی پر مصالحت ہو جائے تو یہ بھی انکار کے معاملے میں صلح کی ہی ایک صورت ہے اور اسے شارع علیہ السلام نے جائز
ر دیا ہے جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے۔

) اگر تنازعہ تعجیل و تاخیر میں ہو پھر کچھ حصے کی جلدی ادائیگی پر مصالحت ہو جائے تو یہ بھی انکار کے معاملے میں صلح کی ایک
ت ہے۔(۲)

حنیفہؒ، مالکؒ، احمدؒ، جمہور) یہ سب اسی کے قائل ہیں۔

افعیؒ، ابن ابی لیلیٰ) انکار کے معاملے میں صلح جائز نہیں اور ان کے دلائل یہ ہیں:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ [البقرة : ۱۸۸]

''اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ۔''

﴿ لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيبة من نفسه ﴾ ''کسی مسلمان کا مال اس کے نفس کی رضامندی کے بغیر حلال

[بخاری (۴۵۷) کتاب الصلاة : باب التقاضي والملازمة في المسجد، مسلم (۱۵۵۸)]

[الروضة الندية (۵۱۱/۲)]

نہیں۔''(۱)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ جب انکار کے معاملے میں بھی صلح جائز ہو جائے تو اس کا مال باطل طریقے سے نہیں بلکہ اس کے نفس کی رضامندی سے ہی حاصل کیا جاتا ہے۔(۲)

متفرقات

807. صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے

حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس فينمي خيرا أو يقول خيرا ﴾ ''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح (کرانے کے لیے جھوٹ بولتا) ہے وہ تو خیر میں اضافہ کر رہا ہے یا بھلائی کی بات کہہ رہا ہے۔''(۳)

(۱) [الأم (۲۵۷/۳) الحاوی (۳٦۹/٦) المبسوط (۱۷٤/۱٤) تحفة العلماء (٤۲۰/۳) الكافی (ص/٤٥۱) الخرشی (۳/٦-٤) المغنی (٦/۷-۷) كشاف القناع (۳۹۷/۳)]

(۲) [نيل الأوطار (٦٤٤/۳)]

(۳) [بخاری (۲٦۹۲) كتاب الصلح : باب ليس الكاذب الذی يصلح بين الناس]

كتاب الحوالة

حوالہ کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا ﴾ [يوسف : ٩٣]

''تم میرا یہ کرتا لے جاؤ (اور میرے والد کے منہ پر ڈال دو)۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ صل عليه يا رسول الله وعلى دينه فصلى عليه ﴾

''اے اللہ کے رسول! اس کا جنازہ پڑھ دیجیے اور اس کا قرض میرے ذمے ہے تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھ دیا۔''

[بخاری (٢٢٨٩) كتاب الحوالات: باب إن أحال دين الميت]

کتاب الحوالة ❶

حوالہ کے مسائل

مَنْ أُحِيلَ عَلَى مَلِيئٍ فَلْيَحْتَلْ	جس کا قرض کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو اسے یہ سپرد داری (تفویض) قبول کرنی چاہیے۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** حوالہ کا معنی ہے منتقل کرنا۔ باب أَحَالَ يُحِيلُ (افعال) حوالے کرنا' باب حَوَّلَ يُحَوِّلُ (تفعیل) منتقل کرنا' مُحِيلْ ''حوالے کرنے والا' مُحَال' جسے حوالے کیا جا رہا ہے' مُحَال عَلَيْه ' یہ لفظ دوسرے غریم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مُحَال بِهِ ' مال'۔(۱)

اصطلاحی تعریف: ایسا عقد ہے جو قرض کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کی طرف منتقل کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔(۲)

حوالہ کے جواز پر اہل علم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔(۳)

❷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ مطل الغنی ظلم وإذا أتبع أحدكم علی ملیء فلیتبع ' وفی روایة فلیحتل ﴾ ''مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار آدمی کا حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کر لینا چاہیے اور ایک روایت میں ہے کہ ''اسے چاہیے کہ حوالہ قبول کرے۔''(٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وإذا أحلت علی ملیء فاتبعه ﴾ ''اور جب تمہیں کسی مالدار کا حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرو۔''(٥)

حوالہ کی صحت کے لیے حوالے کرنے والے کی رضامندی بلا اختلاف شرط ہے۔ اکثر کے نزدیک جسے کسی اور کے

---

(۱) [المنجد (ص/۱۸۷) لسان العرب (۳۹۹/۳)]

(۲) [الشرح الكبير (۳۲۵/۳) مغنی المحتاج (۱۹۳/۲) المغنی (۵۲۸/٤) غاية المنتهی (۱۱٤/۲) كشاف القناع (۳۷/۳)]

(۳) [المغنی (۵۲۱/٤) المهذب (۳۳۷/۱) مغنی المحتاج (۱۹۳/۲) بداية المجتهد (۲۹٤/۲) فتح القدير (٤٤٤/٥)]

(٤) [بخاری (۲۲۸۷) كتاب الحوالات : باب الحوالة وهل يرجع فی الحوالة ' مسلم (۱۵٦٤) ابو داود (۳۳٤۵) نسائی (۳۱۷/۷) ترمذی (۱۳۰۸) ابن ماجة (۲٤۰۳) الأم للشافعی (۲۳۳/۳) احمد (۲٤۵/۲) دارمی (۲٦۱/۲) حمیدی (٤٤۷/۲) أبو يعلی (۱۷۲/۱۱) مشكل الآثار (۷/٤) بيهقی (۷۰/٦)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۹٤۸) كتاب الصدقات : باب الحوالة ' ابن ماجة (۲٤۰٤) ترمذی (۱۳۰۹) احمد (۷۱/۲)]

حوالے کیا جا رہا ہے اس کی رضامندی بھی شرط ہے اور بعض کے نزدیک جس کے حوالے کیا جا رہا ہے اس کی رضامندی شرط ہے۔(۱)

وَاِذَا مَطَلَ الْمُحَالُ عَلَيْهِ اَوْ اَفْلَسَ كَانَ لِلْمُحَالِ اَنْ يُطَالِبَ الْمُحِيْلَ بِدَيْنِهِ	جس کے سپرد کیا گیا ہے اگر وہ اس میں ٹال مٹول کرے یا اسے دیوالیہ قرار دے دیا جائے تو قرض خواہ اپنے اصل مقروض سے مطالبہ کرے گا۔ ❶

❶ کیونکہ قرض کی ادائیگی حوالے کرنے والے پر ابھی باقی ہے۔

(۱) [نیل الأوطار (۶۲۲/۳) الروضة الندية (۵۱۳/۲) المغنى (۵۲۲/٤) غاية المنتهى (۱۱٤/۲)]

کتاب المفلس

دیوالیہ کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ ﴾ [البقرة : ٢٨٠]

''اگر کوئی تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ فإن لصاحب الحق مقالا ﴾

''مستحق کو بات کہنے کا حق ہے۔''

[بخاری (٢٤٠١) كتاب في الاستقراض : باب لصاحب الحق مقال]

کتاب المفلس ❶

دیوالیہ کا بیان

يَجُوْزُ لِأَهْلِ الدَّيْنِ اَنْ يَأْخُذُوْا جَمِيْعَ مَا يَجِدُوْنَهُ مَعَهُ إِلَّا مَا كَانَ لَا يَسْتَغْنِيْ عَنْهُ وَهُوَ الْمَنْزِلُ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَمَا يَقِيْهِ الْبَرْدَ وَيَسُدُّ رَمَقَهُ وَمَنْ يَعُوْلُ	قرض خواہوں کے لیے جائز ہے کہ انہیں جو کچھ بھی اس کے پاس ملے پکڑ لیں البتہ وہ چیزیں نہ پکڑیں جس کے بغیر گزارہ ممکن نہیں اور وہ ہے گھر، لباس، سردی سے بچاؤ کا سامان اور اہل وعیال سمیت اس کی خوراک۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** دیوالیہ ہونے والے شخص کو مفلس کہتے ہیں۔ باب أَفْلَسَ يُفْلِسُ (إفعال) "مال باقی نہ رہنا" دیوالیہ ہو جانا' باب فَلَّسَ يُفَلِّسُ (تفعیل) دیوالیہ قرار دینا۔(۱)

اصطلاحی تعریف: حاکم کا مقروض کو دیوالیہ قرار دیتے ہوئے مال میں تصرف سے روک دینا۔(۲)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ مفلس وہ ہے جس کا قرض مال سے زائد ہو جائے۔(۳)

❷ (1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد نبوت میں ایک شخص کو پھلوں کی تجارت میں کافی نقصان ہوا جس وجہ سے اس پر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا حتی کہ وہ کنگال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ تصدقوا علیه ﴾ "اس پر صدقہ کرو۔" لوگوں نے اس پر صدقہ کیا مگر وہ صدقہ اتنا نہیں تھا کہ قرض پورا ادا ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے کہا ﴿ خذوا ما وجدتم وليس لكم إلا ذلك ﴾ "(اس کے پاس تو یہی ہے) جو کچھ ملتا ہے لے لو اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔"(٤)

(شوکانیؒ) اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مفلس کے پاس جب معلوم قرض سے کم ادائیگی کی رقم ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ تمام مال (اشیائے ضروریہ کے سوا) قرض خواہوں کے سپرد کر دے اس کے علاوہ اس پر کچھ لازم نہیں اور حدیث کا ظاہری مفہوم یہ بھی بتلاتا ہے کہ اگر چہ وہ بعد میں مالدار بھی ہو جائے اس سے بقیہ قرض ساقط ہو جائے گا۔(٥)

(۱) [لسان العرب (۳۱۸/۱۰) المنجد (ص/٦٥٣)]
(۲) [سبل السلام (۱۱٦٠/۳) بداية المجتهد (۲۸۰/۲) القوانين الفقهية (ص/۳۱۸) الشرح الكبير (۲٦۱/۳) مغنى المحتاج (١٤٦/۲) المغنى (٤٠٨/٤) كشاف القناع (٤٠٥/۳)]
(۳) [نيل الأوطار (۲٦٧/۳)]
(٤) [مسلم (١٥٥٦) كتاب المساقاة : باب استحباب الوضع من الدين]
(٥) [نيل الأوطار (٦٢٨/۳)]

اور اشیائے ضروریہ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ حدیث میں یہ موجود نہیں کہ انہوں نے مفلس شخص کے کپڑے بھی چھین لیے ہوں' اسے گھر سے نکال دیا ہو یا اسے مع اہل وعیال اس حال میں چھوڑا ہو کہ ان کے پاس اپنی ضروری حاجات کے لیے اشیا موجود نہ ہوں۔(۱)

وَمَنْ وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ	جو شخص اپنا مال بعینہ پالے تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من وجد متاعه عند مفلس بعينه فهو أحق به ﴾ ''جو شخص مفلس کے پاس اپنا سامان بعینہ پالے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔''(۲)

اگرچہ اس روایت میں ضعف ہے لیکن آئندہ صحیح احادیث اس کے لیے شاہد ہیں۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أدرك ماله بعينه عند رجل أفلس فهو أحق به من غيره ﴾ ''جو شخص اپنا مال بعینہ مفلس کے پاس پالے تو وہ دوسروں سے اس کا زیادہ حقدار ہے۔''(۳)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أيما رجل أفلس فوجد رجل عنده ماله ولم يكن اقتضى من ماله شيئا فهو له ﴾ ''جو شخص بھی مفلس ہو جائے اور قرض خواہ اس کے پاس اپنا مال پالے لیکن اس نے ابھی کچھ (قیمت سے) وصول نہ کیا ہو تو یہ اسی کا ہے۔''(٤)

(4) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ قال في الرجل الذي يعدم إذا وجد عنده المتاع ولم يفرقه إنه لصاحبه الذي باعه ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محتاج شخص کے متعلق فرمایا کہ اگر اس کے پاس تبدیلی کے بغیر سامان مل جائے تو وہ اس کے بیچنے والے مالک کا ہی ہے۔''(٥)

(5) حضرت ابو بکر بن عبدالرحمٰن (تابعی) اسی معنی میں روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ﴿ وإن مات المشتری

---

(۱) [الروضة الندية (۲/۵۱۶) تلخيص الحبير (۳/۳۷)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۱۷۵۸) كتاب البيوع : باب في الرجل يجد عين ماله عند رجل ' ابو داود (۳۵۳۱) احمد (۵/۱۰)]

(۳) [بخاری (۲٤۰۲) كتاب الاستقراض : باب إذا وجد ماله عند مفلس في البيع والقرض والوديعة فهو أحق به ' مؤطا (۲/۶۷۸) مسلم (۱۵۵۹) ابو داود (۳۵۱۹) ترمذی (۱۲۶۲) نسائی (۷/۳۱۱) ابن ماجة (۲۳۶۰) دارمی (۲/۲۶۲) دارقطنی (۳/۲۹) ابن الجارود (۶۳۰) بيهقی (۶/۳۳) الحلية لأبي نعيم (۵/۳۶۱) شرح السنة (٤/۳۳۹)]

(٤) [احمد (۲/۲۲۸-۲۵۸)]

(٥) [مسلم (۱۵۵۹) كتاب المساقاة : باب من أدرك ما باعه عند المشتري وقد أفلس .... ' نسائی (۷/۳۱۱)]

فصاحب المتاع أسوة الغرماء ﴾ ''اگر خریدار مر جائے تو صاحب مال دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہے۔'' (۱)

(شافعیؒ، جمہور) اگر بائع بعینہ اپنا مال مفلس کے پاس پالے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔

(احناف) بائع اس کا زیادہ حقدار نہیں خواہ وہ بعینہ اپنا مال مفلس کے پاس پالے۔ (۲)

واضح رہے کہ گذشتہ صحیح احادیث احناف کا رد کرتی ہیں۔ (۳)

808- اگر بائع نے مشتری سے کچھ رقم وصول کر لی ہو......

تو پھر بائع اس چیز کا زیادہ حقدار نہیں ہوگا بلکہ وہ بھی بقیہ قرض خواہوں کے مساوی ہوگا۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ) اگرچہ بائع نے کچھ رقم وصول کر لی ہے پھر بھی وہی اس مال کا زیادہ مستحق ہے۔

○ امام صنعانیؒ اور امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ " بعینہ " سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ جب قرض دینے والا یا فروخت کرنے والا اپنی چیز اس حالت میں نہ پائے جس حالت میں دی تھی اور اس کا کوئی وصف تبدیل ہو چکا ہو یا کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو تو پھر صاحب مال اس کا زیادہ مستحق نہیں ہوگا بلکہ پھر وہ سارے قرض خواہوں کے برابر ہوگا۔ (٤)

809- اگر مشتری سامان کی قیمت ادا کیے بغیر فوت ہو جائے......

(شوکانیؒ) اگر مشتری سامان کی قیمت ادا کیے بغیر فوت ہو جائے تو بائع دوسرے قرض خواہوں کے مساوی ہوگا۔

(مالکؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیؒ) اس صورت میں بھی بائع ہی اس چیز کا زیادہ مستحق ہوگا۔

(ابن حجرؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (٥)

ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے ﴿ من أفلس أو مات فوجد الرجل متاعه بعينه فهو أحق به ﴾ ''جو شخص دیوالیہ ہو جائے یا فوت ہو جائے اور انسان اپنا سامان اس کے پاس بعینہ پالے تو وہی اس کا زیادہ مستحق ہوگا۔''

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (١٤٤٢) ابو داود (٣٥٢٠) كتاب البيوع : باب فى الرجل يفلس فيجد الرجل متاعه بعينه عنده ' موطا (٦٧٨/٢) ابن عبدالبر (٤٠٥/٨)]

(۲) [الأم (٢٢٩/٣) الحاوى (٢٧٣/٦) الكافى (ص/٤١٧) حاشية الدسوقى (٢٩٠/٣) المغنى (٥٣٨/٦) كشاف القناع (٤٢٥/٣)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (٦٣٠/٣) الروضة الندية (٥١٧/٢)]

(٤) [سبل السلام (١١٦٣/٣) نيل الأوطار (٦٢٩/٣)]

(٥) [فتح البارى (٣٤٦/٥)]

لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔(۱)

- صاحب متاع کے لیے جائز ہے کہ وہ حاکم کے حکم کے بغیر بھی اپنا مال وصول کرے۔(۲)
- أسوة الغرماء: اُسوہ کا معنی ہے مساوی و برابر ہونا اور غرماء غریم کی جمع ہے اس سے مراد قرض خواہ ہیں۔ یعنی وہ شخص بقیہ قرض خواہوں کے برابر حصہ وصول کرے گا۔

وَإِذَا نَقَصَ مَالُ الْمُفْلِسِ عَنِ الْوَفَاءِ بِجَمِيعِ دَيْنِهِ كَانَ الْمَوْجُودُ أُسْوَةَ الْغُرَمَاءِ وَإِذَا تَبَيَّنَ إِفْلَاسُهُ فَلَا يَجُوزُ حَبْسُهُ	جب مفلس کا مکمل مال بھی پورے قرض کی ادائیگی سے کم ہو تو جو موجود ہوگا وہ تمام قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ❶ اور جب اس کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے تو اسے قید کرنا درست نہیں ہے۔ ❷

❶ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں یہ لفظ ہیں ﴿ فصاحب المتاع أسوة الغرماء ﴾(۳)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ﴾ [البقرة : ۲۸۰]

”اگر وہ تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو۔“

لَيُّ الْوَاجِدِ ظُلْمٌ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ	مالدار شخص کی ٹال مٹول ظلم ہے جو اس کی عزت کو پامال کر دیتی ہے اور اسے سزا کا مستحق بنا دیتی ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ والظلم مطل الغنى ﴾ ”اور مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔“(٤)

(2) حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لي الواجد يحل عرضه وعقوبته ﴾ ”مالدار شخص کی ٹال مٹول اس کی عزت پامال کر دیتی ہے اور اسے سزا کا موجب بنا دیتی ہے۔“(٥)

(۱) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۷۵۷) کتاب البیوع : باب فی الرجل یفلس فیجد الرجل متاعه بعینه عنده ' إرواء الغلیل (١٤٤٢) المشكاة (٢٩١٤) ابو داود (٣٥٢٣) ابن ماجة (٢٣٦٠) ابن الجارود (٦٣٤) دارقطنی (٢٩/٣) حاکم (٥٠/٢) بیهقی (٤٦/٦)]

(۲) [فتح الباری (٣٤٦/٥)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (١٤٤٢) ابو داود (٣٥٢٠) کتاب البیوع : باب فی الرجل یفلس فیجد الرجل متاعه بعینه عنده ' مؤطا (٦٧٨/٢) ابن عبدالبر (٤٠٥/٨)]

(٤) [صحیح : صحیح نسائی (٤٣٧١) کتاب البیوع : باب مطل الغنی ' نسائی (٤٦٩٢)]

(٥) [حسن : صحیح نسائی (٤٣٧٢) کتاب البیوع : باب مطل الغنی ' نسائی (٤٦٩٣) ابو داود (٣٦٢٨) کتاب القضاء : باب فی الدین هل یحبس به]

○ اگر اس شخص کا مفلس یا غنی ہونا مجہول ہو تو تفتیش کرائی جائے اگر وہ غنی ثابت ہو جائے تو حبس و قید اور عقوبت و سزا کے ذریعے اس سے مال نکلوایا جائے اور اگر مفلس ہو تو اسے آسانی ہونے تک مہلت دی جائے۔(۱)

وَیَجُوزُ لِلْحَاکِمِ اَنْ یَحْجُرَهُ عَنِ التَّصَرُّفِ فِی مَالِهِ وَیَبِیعَهُ لِقَضَاءِ دَیْنِهِ	حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ مفلس کو اس کے مال میں تصرف سے روک دے اور اس کے مال کو قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دے۔ ❶

❶ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبی ﷺ حجر علی معاذ وباع ماله فی دینه﴾ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے مال میں تصرف سے روک دیا پھر اسے (مال کو) قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دیا۔'' (۲)

(ابو حنیفہؒ) نہ تو مقروض کو مال میں تصرف سے روکنا جائز ہے اور نہ ہی مال کو فروخت کرنا درست ہے۔(۳)

یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے مقروض کو مال میں تصرف سے روک دیا تھا اور اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔(٤)

(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے بھی اس (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل) پر انکار ثابت نہیں ہے۔(٥)

وَکَذٰلِکَ یَجُوزُ لَهُ الْحَجْرُ عَلَى الْمُبَذِّرِ وَمَنْ لَا یُحْسِنُ التَّصَرُّفَ	اسی طرح حاکم وقت فضول خرچ اور نا معاملہ فہم شخص پر بھی پابندی عائد کر سکتا ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ ﴾ [النساء : ٥]

''بے وقوفوں کو اپنے اموال مت دو۔''

(۱) [الروضة الندیة (۲/۵۱۹)]

(۲) [ضعیف : إرواء الغلیل (۱٤۳٥) حاکم (۲/۵۸) دارقطنی (۵۲۳) بیهقی (٦/٤۸) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۱٦/۳۱٥/۱) طبرانی اوسط (۱/۱٤٦/۱) الضعفاء للعقیلی (ص/۲۳) امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (۳/۲٤۲) فتح الوهاب (۱/۲۰۱) بدائع الصنائع (۷/۱۷۳) الهدایة (۳/۱۰٤) الاختیار (۲/۹۸) الکافی (ص/٤۱۸) الخرشی (٥/٦٦۹) المغنی (٦/٥۸٥) کشاف القناع (۳/٤۲۰) تبیین الحقائق (٥/۱۹۹)]

(٤) [موطا (۲/۷۷۰) بیهقی (٦/٤۹) اس کی سند منقطع ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے۔[تلخیص الحبیر (۳/۹۱)] امام دارقطنیؒ نے اسے موصول بھی بیان کیا ہے۔[دارقطنی فی العلل (۲/۱٤۷)]

(٥) [نیل الأوطار (۳/٦۳۲)]

تفسیر کشاف میں ہے کہ ((السفهاء المبذرون)) ''آیت میں سفہاء سے مراد فضول خرچی کرنے والے ہیں جو نامناسب جگہوں میں مال خرچ کرتے ہیں۔ اور آیت میں خطاب ان کے اولیاء کو ہے کہ وہ ان کے مال پر پابندی عائد کریں۔(۱)

(2) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے کچھ خریدا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تم پر لازماً پابندی لگواؤں گا۔ یہ بات عبداللہ بن جعفر نے زبیر رضی اللہ عنہ کو بتلا دی تو انہوں نے کہا میں تجارت میں تمہارا شریک ہوں (اُدھر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا آپ اس پر (مالی تصرف میں) پابندی لگائیے تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کا شریک ہوں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿ أحجر على رجل شريكه الزبير؟ ﴾ ''کیا میں ایسے شخص پر پابندی لگاؤں جس کے شریک زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔'' (۲)

(3) ایک آدمی نے اپنا غلام یوں آزاد کیا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا حالانکہ اس کے پاس کوئی اور مال بھی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا رد کرتے ہوئے غلام کو نعیم بن نحام کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔(۳)

اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((من رد أمر السفيه والضعيف العقل وإن لم يكن حجر عليه الإمام)) ''نادان یا کم عقل شخص کے معاملے کو رد کیا جائے گا اگرچہ اس پر حاکم نے پابندی نہ لگائی ہو۔''

(ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ بے وقوف پر مالی تصرف کی پابندی لگانے میں حکمت یہ ہے کہ اموال کی حفاظت ہو سکے۔ کیونکہ انہیں انتفاع کے لیے بنایا گیا ہے کہ ضیاع کے لیے نہیں۔(٤)

○ بڑے آدمی پر پابندی لگانے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور) بڑے آدمی پر پابندی لگانا جائز ہے۔

(ابوحنیفہؒ) جائز نہیں۔(٥)

(طحاویؒ) فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے سوائے ابراہیمؒ اور ابن سیرینؒ کے کسی ایسے کو نہیں دیکھا جس نے کبیر (بڑے آدمی) پر پابندی لگانے سے روکا ہو۔(٦)

---

(۱) [تفسير الكشاف (٤٧١/١)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (١٤٤٩) مسند شافعی (١٢٢٩) بیهقی (٦١/٦)]

(۳) [بخاری (٢٤١٥) كتاب الخصومات : باب من رد أمر السفيه والضعيف العقل......]

(٤) [فتح الباری (٣٥٠/٥)]

(٥) [فتح الباری (٣٥٠/٥) الأم (٢٥١/٣) روضة الطالبين (٣٦٣/٣) بدائع الصنائع (١٦٩/٧) الاختيار (٩٦/٢) الكافی (ص/٤٢٣) المغنی (٥٩٣/٦) كشاف القناع (٤١٧/٣) بداية المجتهد (٢٣١/٢) نيل الأوطار (٦٣٣/٣)]

(٦) [ابن أبی شيبة (٣٦٢/٤)]

(راجح) بڑے آدمی پر بھی پابندی لگانا جائز ہے (کیونکہ بڑا آدمی بھی نادان وکم عقل ہوسکتا ہے)۔(۱)

وَلَا يُمَكَّنُ الْيَتِيمُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِي مَالِهِ حَتَّى يُؤْنَسَ مِنْهُ الرُّشْدُ	یتیم کو مال میں تصرف کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک کہ اس کی فہم وفراست کا علم نہ ہو جائے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ﴾ [النساء : ٦]

''جب تم ان میں رشد (فہم وفراست) محسوس کرو تو انہیں (یتیموں کو) ان کے مال ادا کردو۔''

(جمہور' احناف' حنابلہ' مالکیہ) ان سب کے نزدیک رشد مال کا استعمال' اس سے فائدے کا حصول' اس کی حفاظت' اس کی اصلاح اور اس کے ساتھ حسن تصرف کے طریقوں کی پہچان کو کہتے ہیں اگرچہ وہ شخص فاسق ہی کیوں نہ ہو۔(۲)

منہاج السنہ میں ہے کہ بچے کے بالغ ہونے پر اس سے پابندی اٹھالی جائے گی لیکن اگر وہ بلوغت کے بعد بھی سمجھدار نہ ہو تو پابندی پہلے کی طرح ہی برقرار رہے گی۔(۳)

810- بلوغت کی علامات

بچے کے بالغ ہونے کے متعلق مختلف احادیث ہیں:

(1) ﴿ لا يتم بعد احتلام ﴾ ''احتلام کے بعد یتیم نہیں ہے۔''(٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنگ اُحد کے دن چودہ سال کے تھے تو انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی لیکن جنگ خندق کے دن پندرہ سال کے تھے تو انہیں اجازت دے دی گئی۔(٥)

(3) جنگ قریظہ کے دن جس شخص کے زیر ناف بال اُگے ہوتے اسے قتل کر دیا جاتا اور جس کے بال نہ ہوتے اسے چھوڑ دیا جاتا۔(٦)

---

(۱) [نيل الأوطار (٦٣٣/٣)]

(۲) [بدائع الصنائع (١٧٠/٧) الدر المختار (١٠٥/٥) بداية المجتهد (٢٧٨/٢) المغنى (٤٦٧/٤) كشاف القناع (٤٣٣/٣)]

(۳) [منهاج مع مغنى المحتاج (١٦٦/٢)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٤٩٧) كتاب الوصايا : باب ما جاء متى ينقطع اليتم' ابو داود (٢٨٧٣) بيهقى (٣٢٠/٧) طيالسى (١٦٦٧)]

(٥) [بخارى (٤٠٩٧) كتاب المغازى : باب غزوه الخندق وهى الأحزاب' مسلم (١٨٦٨) ابو داود (٤٤٠٦) ترمذى (١٧١١) ابن ماجة (٢٥٤٣) احمد (١٧/٢)]

(٦) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٧٠٤) كتاب الحدود : باب فى الغلام يصيب حدا' ابو داود (٤٤٠٤) ترمذى (١٥٨٤) نسائى (١٥٥/٦) ابن ماجة (٢٥٤١) عبدالرزاق (١٨٧٤٢) احمد (٣١٠/٤) ابن حبان (١٤٩٩)]

درج بالا احادیث سے بلوغت کی تین علامات سامنے آتی ہیں:

(1) احتلام

(2) پندرہ سال عمر

(3) زیرناف بال اُگنا

اس پر اجماع ہے کہ احتلام مع انزال بلوغت کی علامت ہے۔(۱)

(ابوحنیفہؒ) لڑکا اٹھارہ (18) سال کی عمر میں اور لڑکی سترہ (17) سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے۔(۲)

(جمہور) لڑکا اور لڑکی دونوں پندرہ (15) برس کی عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔(۳)

زیرناف بال اُگنا بھی بلوغت کی علامت ہے۔(٤)

وَيَجُوْزُ لِوَلِيِّهِ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ	اس کے ولی کے لیے اس کے مال سے معروف طریقے سے کھانا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء : ٦]

''غنی کو بچنا چاہیے اور فقیر معروف طریقے سے (یتیم کے مال سے) کھالے۔''

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت یتیم کے ولی کے متعلق نازل ہوئی کہ وہ جب فقیر ہو تو معروف طریقے سے اس کے مال سے کھالے۔(٥)

(3) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقیر ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ كل من مال يتيمك غير مسرف ولا مبادر ولا متاثل ﴾ ''تم یتیم کے مال سے کھا لو لیکن تم اسراف کرنے والے نہ ہو، نہ جلدی ختم کرنے والے ہو اور نہ ہی ذخیرہ کرنے والے ہو''(٦)

---

(۱) [نيل الأوطار (٦٣٧/٣)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : الأم (٢٤٧/٣) الحاوى (٣٤٢/٦) الهداية (٢٨٤/٣) الاختيار (٩٥/٢) المغنى (٥٩٨/٦) كشاف القناع (٤٤٤/٣)]

(۳) [نيل الأوطار (٦٣٧/٣)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : حلية العلماء (٥٣٣/٤) روضة الطالبين (٤١٢/٣) بدائع الصنائع (٧١/٧) شرح فتح القدير (٢٠٢/٨) المغنى (٥٩٧/٦) الإنصاف (٣٢٠/٥)]

(٥) [بخارى (٤٥٧٥) كتاب التفسير : باب ومن كان فقيرا فلياكل بالمعروف ' مسلم (٣٠١٩)]

(٦) [حسن : إرواء الغليل (٢٧٧/٥) ' (١٤٥٦) مسند احمد (٢١٥/٢) ابو داود (٢٨٧٢) كتاب الوصايا : باب ما جآء فيما لولى اليتيم أن ينال من مال اليتيم ' نسائى (٣٦٦٨) ابن ماجة (٢٧١٨) بيهقى (٢٨٤/٦) ابن الجارود (٩٥٢) شرح السنة (٣٠٥/٨)]

811- ناحق یتیموں کے اموال کھانا حرام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴾

[النساء : ۱۰]

''بے شک جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کے اموال کھاتے ہیں وہ صرف اپنے پیٹوں میں (جہنم کی) آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔''

(2) رسول اللہ ﷺ نے سات ہلاک کر دینے والی اشیا میں ﴿ أكل مال اليتيم ﴾ ''ناحق یتیم کا مال کھانا'' بھی شمار کیا۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یتیموں کے اموال تجارت کے لیے دے دیا کرتی تھیں۔(۲)

(۱) [بخاری (۲۷٦٦) کتاب الوصایا : باب قول اللہ تعالیٰ : إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلما ' مسلم (۸۹)]

(۲) [موطا (۲۵۱/۱)]

کتاب اللقطة

گمشدہ اشیاء کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ [المائدة : ٢]

''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ والله فی عون العبد ما کان العبد فی عون أخیه ﴾

''اور اللہ اس وقت تک بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔''

[مسلم (٢٦٩٩) کتاب الذکر والدعا: باب فضل الاجتماع]

کتاب اللقطة ❶

گمشدہ اشیا کے مسائل

مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُعَرِّفْ عِفَاصَهَا ❷ وَوِكَاءَهَا ❸ فَإِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا دَفَعَهَا إِلَيْهِ	جو شخص کوئی گمشدہ چیز پائے اسے اس کے ظرف اور تسمے کی تشہیر کرنی چاہیے اور اگر اس کا مالک آجائے تو اسے اس کے حوالے کر دے۔ ❹

❶ لقطه سے مراد ایسی گمشدہ چیز ہے جو راستے میں گری پڑی ملے یا اس کا مالک لا پتہ ہو۔ باب اِلْتَقَطَ يَلْتَقِطُ (افتعال) اور باب لَقَطَ يَلْقُطُ (نصر) ''زمین سے اٹھانا''۔ اللُّقَط اور لَقِيط ''وہ چیز جسے اُٹھایا جائے۔''(۱)

یہ لفظ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے کہ

﴿ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ ﴾ [القصص : ۸]

''اسے آل فرعون نے اٹھا لیا۔''

اس کی مشروعیت کے لیے درج ذیل دلائل کافی ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ [المائدة : ۲]

''نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه ﴾ ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔''(۲)

❷ وہ برتن جس میں لقطہ ملے خواہ وہ برتن چمڑے کا ہو یا کپڑے کا۔

❸ وہ دھاگہ یا تسمہ جس سے تھیلے وغیرہ کا منہ باندھا جاتا ہے۔(۳)

❹ (1) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من وجد لقطة فليشهد ذوي عدل أو ليحفظ عفاصها ووكاءها فإن جاء صاحبها فلا يكتم فهو أحق بها وإن لم يجئ صاحبها فهو مال الله يؤتيه من يشاء ﴾ ''جو شخص کوئی گمشدہ چیز پائے تو دو گواہ بنا لے یا اس کے ظرف و تسمے کی حفاظت کرے۔

(۱) [المنجد (ص/۷۹۹) لسان العرب (۳۱۱/۱۲)]

(۲) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر والدعاء : باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر ' تحفة الأشراف (۳۷۵/۹)]

(۳) [نيل الأوطار (۴۷/۴) فتح الباري (۳۶۵/۵)]

اگر اس کا مالک آ جائے تو اس سے کچھ نہ چھپائے کیونکہ وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر وہ نہ آئے تو یہ اللہ کا مال ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گمشدہ سونا اور چاندی اٹھانے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے تسمے اور ظرف کی ایک سال تشہیر کرو اگر مالک نہ ملے تو اسے استعمال کر لو لیکن یہ تمہارے پاس امانت ہوگی اگر اس کا مالک (تمہاری زندگی میں) کبھی بھی آ جائے تو اسے ادا کرنا ہوگی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گمشدہ اونٹ کے متعلق سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دے کیونکہ اس کے پاس اس کی جوتی (کھر) اور مشکیزہ (یعنی پانی محفوظ کرنے کی جگہ) ہے وہ پانی کے گھاٹ پر جائے گا' درختوں سے کھائے گا حتی کہ اس کا مالک اسے مل جائے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکری کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسے پکڑ لے یہ تو صرف تیرے لیے ہے یا تیرے (کسی اور) بھائی کے لیے ہے یا پھر بھیڑیے کے لیے ہے۔'' (۲)

(3) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لقطہ کے متعلق فرمایا ﴿ عرفها فإن جاء أحد يخبرك بعدتها ووعائها ووكائها فأعطها إياه وإلا فاستمتع بها ﴾ ''اس کی تشہیر کرو اگر کوئی آ کر اس کی مدت' اس کا ظرف اور اس کے تسمے کے متعلق خبر دے تو اسے دے دو ورنہ اس سے فائدہ حاصل کرو۔'' (۳)

ثابت ہوا کہ گمشدہ چیز اٹھانے والے کو چاہیے کہ وہ مذکورہ علامات بیان کرنے والے کو وہ چیز ادا کر دے اگرچہ ثبوت مہیا نہ ہو۔ (٤)

وَإِلَّا عَرَّفَ بِهَا حَوْلًا وَبَعْدَ ذٰلِكَ يَجُوزُ لَهُ صَرْفُهَا وَلَوْ فِي نَفْسِهِ وَيَضْمَنُ مَعَ مَجِيئِ صَاحِبِهَا	ورنہ سال بھر اس کی تشہیر کرتا رہے اور اس کے بعد اسے استعمال کرنا اس کے لیے جائز ہوگا اگرچہ وہ اسے اپنے نفس پر خرچ کرے لیکن مالک کے آنے پر وہ اس کا ضامن ہوگا۔ ❶

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۱۵۰۳) كتاب اللقطة : باب التعريف باللقطة ' ابو داود (۱۷۰۹) احمد (۲٦٦/٤) ابن ماجة (۲۵۰۵) موارد الظمآن (۱۱٦۹) مسند طيالسى (۱۰۸۱) طبرانى كبير (۳۵۸/۱۷) مشكل الآثار (۲۰۷/٤) شرح معانى الآثار (۱۳٦/٤) بيهقى (۱۸۷/٦) ابن الجارود (٦۷۱)]

(۲) [بخارى (۲٤۲۹) كتاب اللقطة : باب إذا لم يوجد صاحب اللقطة بعد سنة فهى لمن وجدها ' مسلم (۱۳٤٦) ابو داود (۱۷۰٤) ترمذى (۱۳۷۲) ابن ماجة (۲۵۰٤) مسند شافعى (۱۳۷/۲) احمد (۱۱۵/٤) شرح معانى الآثار (۱۳٤/٤) دارقطنى (۲۳۵/٤) بيهقى (۱۸۵) عبدالرزاق (۱۳۰/۱۰) حميدى (۳۵۷/۲) شرح السنة (٤۳۸/٤)]

(۳) [بخارى (۲٤۳۷) كتاب اللقطة : باب هل يأخذ اللقطة ولا يدعها...... ' مسلم (۱۷۲۳) ابو داود (۱۷۰۱) ترمذى (۱۳۷٤) ابن ماجة (۲۵۰٦) احمد (۱۲٦/۵) منحة المعبود (۲۷۹/۱) بيهقى (۱۸٦/٦)]

(٤) [نيل الأوطار (۵۰/٤)]

❶ گذشتہ احادیث اس مسئلہ میں بھی دلیل ہیں مثلاً جس حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ فإن جاء طالبها يوما من الدهر فأدها إليه ﴾ "اگر اس چیز کا طلبگار عمر کے کسی حصے میں بھی آ جائے تو وہ چیز اسے ادا کرنا ہوگی۔" (۱)

(جمہور) سال کے بعد تشہیر کرنا واجب نہیں ہے۔(۲)

لیکن مندرجہ ذیل حدیث جمہور کے موقف کے خلاف معلوم ہوتی ہے:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سو دینار کی ایک تھیلی ملی تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ عرفها حولا ﴾ "ایک سال اس کی تشہیر کرو۔" چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا لیکن جب اسے جاننے والا نہ ملا تو میں دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے پھر ایک سال کی تشہیر کا حکم دیا۔ میں نے کسی کو نہ پایا تو میں تیسری مرتبہ پھر آپ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ احفظ وعاءها وعددها ووكاءها فإن جاء صاحبها وإلا فاستمتع بها ﴾ "تم اس کے ظرف' اس کے عدد اور اس کے تسمے کی حفاظت کرو اگر اس کا مالک آ جائے تو ٹھیک ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔" (۳)

اہل علم کے درمیان اس روایت کے متعلق اختلاف ہے۔

(ابن حزمؒ) ایک سال پر زیادتی غلط ہے۔(٤)

(ابن جوزیؒ) جو بات میرے سامنے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سلمہ (راوی) نے اس میں خطا کی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ ایک سال ہی تشہیر کرتے رہے۔(۵)

(منذریؒ) ائمہ میں سے کسی نے بھی تین سال کی تشہیر کا فتویٰ نہیں دیا۔(٦)

بعض حضرات نے یوں تطبیق دی ہے کہ ایک سال سے زائد تشہیر کرنا مزید تقویٰ کی علامت ہے' واجب نہیں۔(۷)

812- کیا غنی لقطہ استعمال کر سکتا ہے؟

(جمہور) غنی اور فقیر دونوں کے لیے تشہیر کے بعد لقطہ کو اپنی ذات پر صرف کرنا دلائل کے عموم کی وجہ سے جائز ہے۔(۸)

---

(۱) [بخاری (۲٤۲۸)]

(۲) [نيل الأوطار (٤/٥٠) الروضة الندية (٢/٥٢٧)]

(۳) [بخاری (۲٤۲٦) كتاب اللقطة : باب إذا أخبره رب اللقطة بالعلامة دفع إليه]

(٤) [المحلى بالآثار (٧/١١٨)]

(٥) [فتح البارى (٥/٧٩)]

(٦) [نيل الأوطار (٤/٤٩)]

(۷) [الروضة الندية (٢/٥٢٧)]

(۸) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : الأم للشافعي (٤/٧٢) حلية العلماء (٥/٥٣٠) بدائع الصنائع (٦/٢٠٢) المبسوط (١١/٥) الكافي (ص/٤٢٦) الخرشي (٧/١٢٣) المغني (٨/٣٠٠) كشاف القناع (٤/٢٢٤) فتح العلام (ص/٤٩٧)]

وَلُقَطَةُ مَكَّةَ اَشَدُّ تَعْرِيفًا مِنْ غَيْرِهَا	مکہ کی گمشدہ چیز بہت زیادہ تشہیر کی متقاضی ہے۔ ❶

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أنها لا تحل لقطة مكه إلا لمعرف ﴾ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ولا تحل ساقطتها إلا لمنشد ﴾ ”مکہ کی گمشدہ چیز اٹھانا صرف اعلان وتشہیر کرنے والے کے لیے ہی جائز ہے۔“ (۱)

(جمہور) مکہ کی گری پڑی چیز اٹھانے والا ہمیشہ اس کا اعلان کرے گا۔

(احناف) حرم اور اس کے علاوہ دیگر علاقوں کی گری پڑی چیز کے احکام میں چنداں فرق نہیں۔ (۲)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ حدیث سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَّنْتَفِعَ الْمُلْتَقِطُ بِالشَّيْئِ الْحَقِيْرِ كَالْعَصَا وَالسَّوْطِ وَنَحْوِهِمَا بَعْدَ التَّعْرِيْفِ بِهِ ثَلَاثًا	تین مرتبہ اعلان کے بعد ہلکی قیمت کی گری پڑی اشیا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً چھڑی اور کوڑا وغیرہ۔ ❶

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ رخص لنا رسول الله في العصا والسوط والحبل وأشباهه يلتقطه الرجل ينتفع به ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی، کوڑا، رسی اور اس کی مثل (حقیر اشیا) کے متعلق ہمیں رخصت دی ہے کہ آدمی انہیں اٹھا کر فائدہ حاصل کر لے۔“ (۳)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بازار میں ایک دینار ملا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ﴿ عرفه ثلاثا ﴾ ”تین مرتبہ اس کا اعلان کرو۔“ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن اس کا کوئی مالک نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كله ﴾ ”اسے تم کھا لو۔“ (٤)

(3) حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص کوئی ہلکی (حقیر) چیز اٹھائے مثلاً رسی، درہم یا اس کے مشابہ کوئی چیز تو ﴿ فليعرفها ثلاثا ﴾ ”تین مرتبہ اس کا اعلان کرے۔“ اور اگر وہ چیز اس سے کچھ زیادہ قیمتی ہو تو چھ دن اعلان کرے۔“ (٥)

امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ گذشتہ بیان ان اشیا کے متعلق ہے جنہیں کھایا نہیں جا سکتا اور جنہیں کھایا جا سکتا ہے انہیں بغیر

(۱) [بخاری (۲٤۳٤) کتاب اللقطة : باب کیف تعرف لقطة أهل مكة ، مسلم (۱۳۵۵)]

(۲) [نیل الأوطار (٥٢/٤) فتح الباری (۳۷٤/٥)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۳۷۷) کتاب اللقطة : باب التعریف باللقطة ، ابو داود (۱۷۱۷)]

(٤) [عبدالرزاق (۱٤۲/۱۰) ، (۱۸٦۳۷)]

(٥) [أحمد (۱۷۳/٤) طبرانی کبیر (۲۷۳/۲۲) بیهقی (۱۹٥/٦)]

اعلان کے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے (جیسا کہ آئندہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے)۔(۱)

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک کھجور (گری ہوئی) دیکھی تو فرمایا: ﴿لولا أنی أخاف أن تكون من الصدقة لأكلتها﴾ ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوسکتی ہے تو میں اسے کھالیتا۔''(۲)

(2) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک (گری ہوئی) کھجور دیکھی تو اٹھا کر کھالی اور فرمایا ﴿لا يحب الله الفساد﴾ ''اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے۔''(۳)

(ابن حجرؒ) اگر وہ (میمونہ رضی اللہ عنہا) اسے نظر انداز کر دیتیں اور اسے کوئی نہ اٹھاتا تو وہ پڑی پڑی خراب ہو جاتی (اس لیے انہوں نے اس کھجور کو اٹھا کر کھالیا)۔(٤)

وَتُلْتَقَطُ ضَالَّةُ الدَّوَابِ اِلَّا الْاِبِلَ	اونٹ کے علاوہ دیگر گمشدہ جانوروں کو پکڑا جاسکتا ہے۔ ❶

❶ (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پکڑنے سے منع فرمایا اور پھر بکری کے متعلق فرمایا ﴿خذها فإنما هى لك أو لأخيك أو للذئب﴾ ''اسے پکڑ لو کیونکہ یہ محض تمہارے لیے یا تمہارے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔''(٥)

(2) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من آوى ضالة فهو ضال ما لم يعرفها﴾ ''جو کسی بھی گمشدہ چیز کو اٹھائے وہ گمراہ ہے جب تک کہ اس کی تشہیر نہ کرے۔''(٦)

واضح رہے کہ لفظ '' ضالة '' بکری اور اس کے علاوہ دیگر اشیا پر بھی بولا جاسکتا ہے۔

نواب صدیق حسن خانؒ رقمطراز ہیں کہ بکری کے مثل ہونے کی وجہ سے باقی جانوروں کو بھی اسی حکم میں شامل کیا جائے گا۔(۷)

اونٹ وغیرہ کو اٹھانے کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے ﴿مالك ولها ؟ دعها﴾

---

(۱) [نيل الأوطار (٤٥/٤)]

(۲) [بخاری (۲٤۳۱) كتاب اللقطة : باب إذا وجد تمرة فى الطريق ' مسلم (۱۰۷۱) احمد (۱۷٤/۳) ابو داود (۱٦٥۱) منحة المعبود (۱۷۷/۱) شرح معانى الآثار (۹/۲) الحلية لأبى نعيم (۲٥۲/٦) بيهقى (۱۹٥/٦) ابو يعلى (۲٤٥/٥) ابن حبان (۳٦۹۳)]

(۳) [ابن ابى شيبة (٤۱٦/٤) ' (۲۱٦٥۲)]

(٤) [فتح البارى (۳۷۱/٥)]

(٥) [بخارى (۲٤۲۸) كتاب فى اللقطة : باب ضالة الغنم]

(٦) [مسلم (۱۷۲٥) كتاب اللقطة : باب فى لقطة الحاج ' ابو داود (۱۷۲۰) احمد (٤٦۰) ابن ماجة (۲٥۰۳)]

(۷) [الروضة الندية (٥۲۹/۲)]

''تیری اس سے کیا نسبت؟ اسے چھوڑ دو۔'' (۱)

○ ایسے حیوان جو چھوٹے درندوں سے اپنی جان محفوظ رکھ سکتے ہیں مثلاً اونٹ' گھوڑا' گائے' اُڑنے والے پرندے یا چیتا وغیرہ انہیں پکڑنا حاکم اور اس کے نائب کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔(۲)

❁❁❁

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم (۸٤/٤) فتح الوهاب (۲٦۲/۱) بدائع الصنائع (۲۰۰/٦) المبسوط (۱۰/۱۱) الكافی (ص/٤۲۷) الخرشی (۱۲۷/۷) المغنی (۳٤۳/۸) كشاف القناع (۲۱۰/٤) فتح العلام (ص/٤۹۷) سبل السلام (۱۲٦/۳)].

(۲) [نیل الأوطار (۵۳/٤) الروضة الندية (۵۲۹/۲)]

کتاب القضاء

قضاء کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ﴾ [المائدة : ٤٢]

”ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجیے۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ إذا حكمتم فاعدلوا ﴾

”جب تم فیصلہ کرو تو انصاف کرو۔“

[حسن : صحيح الجامع الصغير (٤٩٤)]

کتاب القضاء ❶

قضا کے مسائل

إِنَّمَا يَصِحُّ قَضَاءُ مَنْ كَانَ مُجْتَهِدًا	صرف فیصلہ اس کا درست ہوگا جو مجتہد ہو۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ قضاء کا معنی ہے ''حکم' فیصلہ وغیرہ''۔ اس کی جمع أقضية ہے۔ باب قَضٰى يَقْضِي (ضرب) فیصلہ کرنا' باب قَضّٰى يُقَضِّي (تفعيل) قاضی بنانا' باب قَاضٰى يُقَاضِي (مفاعلة) اور باب تَقَاضٰى يَتَقَاضٰى (تفاعل) حاکم کے پاس فیصلہ لے کر جانا۔ قَاضِي' شرعی حاکم کو کہتے ہیں' اس کی جمع قُضَاة ہے۔ قَضِيَّة کا معنی ہے ''معاملہ'' اور اس کی جمع قَضَايَا ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف: جھگڑوں کا فیصلہ اور تنازعات کا خاتمہ کرنا۔(۲)

❷ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ [المائدة : ٤٩]

''اور آپ ﷺ ان کے درمیان اس چیز کے ساتھ فیصلہ کیجیے جو اللہ نے اتاری ہے۔''

(2) ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ﴾ [المائدة : ٤٢]

''ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔''

(3) ﴿ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ ﴾ [النساء : ١٠٥]

''بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ رہنمائی کے مطابق لوگوں کے مابین فیصلہ کریں۔''

(4) ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾ [المائدة : ٨]

''کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل کے خلاف آمادہ نہ کرے' عدل کرو کیونکہ یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''

(5) ﴿ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٤] ﴿ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٥] ﴿ هُمُ الفَاسِقُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٧]

''اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرامین کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔'' (دوسری آیت میں ہے) ''وہ ظالم ہیں۔'' (اور تیسری آیت میں ہے) ''وہ فاسق و نافرمان ہیں۔''

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/١١٩٢)]

(۲) [الدر المختار (٣٠٩/٤) الشرح الكبير (١٢٩/٤) الفقه الإسلامي وأدلته (٦٢٣١/٨)]

یہ تمام آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دکھلائے ہوئے عدل وانصاف پر مبنی فیصلہ کرنا فرض ہے اور عدل وانصاف کو وہی شخص جانتا ہے جو کتاب وسنت کو جانتا ہے اور کتاب وسنت کو وہی جانتا ہے جو مجتہد ہو کیونکہ مقلد کو محض اپنے امام کے قول کی پہچان ہوتی ہے اس کی دلیل کی نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دکھلائے ہوئے راستے کے مطابق صرف مجتہد ہی فیصلہ کر سکتا ہے کیونکہ مقلد تو اپنے امام کے دکھلائے ہوئے راستے پر ہی اکتفا کر چکا ہے۔ فیصل وقاضی کے مجتہد ہونے کی دلیل درج ذیل حدیث بھی ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ القضاة ثلثة واحد في الجنة واثنان في النار فأما الذي في الجنة فرجل عرف الحق فقضى به ورجل عرف الحق وجار في الحكم فهو في النار ورجل قضى للناس على جهل فهو في النار ﴾ ”قاضی کی تین اقسام ہیں جن میں سے دو جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے ایک وہ شخص جس نے حق کو پہچانا اور اس کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جنتی ہے۔ دوسرا وہ جس نے حق کی پہچان کر لی مگر فیصلہ حق کے ساتھ نہ کیا بلکہ فیصلہ میں ظلم کیا وہ دوزخی ہے اور تیسرا وہ جس نے نہ حق کو پہچانا نہ حق کے ساتھ فیصلہ کیا بلکہ اس نے لوگوں میں جہالت ونادانی سے فیصلہ کر دیا وہ بھی دوزخی ہے۔(۱)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ حق کو مجتہد ہی پہچان سکتا ہے نہ کہ مقلد۔

813- مجتہد اور مقلد میں فرق

مجتہد کی تعریف یہ ہے ((من قامت فيه ملكة الاجتهاد أي القدرة على استنباط الأحكام الشرعية العمليه من أدلتها التفصيلية)) ”مجتہد وہ ہے جس میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں تفصیلی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔“ (۲)

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مجتہد وہ ہے جس کے پاس پانچ قسم کے علوم ہوں:

(1) کتاب اللہ کا علم (2) سنتِ رسول اللہ کا علم (3) علمائے سلف کے اقوال اور اجماع واختلاف کا علم
(4) علم لغت (5) علم قیاس (۳)

اور مقلد وہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے کی بات پر بغیر دلیل کے عمل کر لیتا ہے اور بعض علما نے کہا ہے کہ کسی کی بات بلا دلیل قبول کر لینا تقلید ہے اور ایسا کرنے والا مقلد ہے۔(۴)

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۲۳۶/۸) ابن ماجة (۲۳۱۵) كتاب الأحكام : باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق ' ابو داود (۳۵۷۲) ترمذی (۱۳۲۲) حاكم (۹۰/۴)]

(۲) [الوجيز (ص/۴۰۱) الموافقات للشاطبي (۵۷/۴) المستصفى للغزالي (۱۰۳/۲)]

(۳) [إرشاد النقاد إلى تيسير الاجتهاد للأمير صنعاني ' سبل السلام (۱۹۱۱/۴)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : إرشاد الفحول (ص/۳۷۸) الإحكام للآمدي (۱۹۲/۴)]

814- قاضی کے مجتہد نہ ہونے کی ایک دلیل اور اس کا رد

نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ﴿ بعثتني بينهم وأنا شاب لاأدري ما القضاء ﴾ ''آپ مجھے ان کے درمیان (قاضی بنا کر) بھیج رہے ہیں حالانکہ میں ایسا جوان ہوں جسے ابھی قضاء کا (صحیح طور پر) علم نہیں۔'' مزید فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا کی ﴿ اللهم اهده وثبت لسانه ﴾ ''اے اللہ! اسے ہدایت دے اور اس کی زبان کو ثابت کر دے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ فوالذي فلق الحبة ما شككت في قضاء بين اثنين ﴾ ''اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا ہے (اس کے بعد) میں نے کبھی بھی کسی دو افراد میں فیصلہ کرتے وقت شک نہیں کیا۔'' (۱)

اس حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿ أنا شاب لا أدري ما القضاء ﴾ ''میں ایسا نو جوان ہوں کہ ابھی مجھے قضا کا صحیح علم نہیں۔'' اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا انہیں قاضی مقرر فرما دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ قاضی کا مجتہد ہونا ضروری نہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ:

(1) اس حدیث میں یہ کہیں موجود نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد نہیں تھے۔

(2) اگر کچھ علمی کمزوری تھی بھی تو وہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا کے ذریعے رفع کر دی۔

(3) دنیا کا کوئی قاضی علم نہ ہونا تو درکنار علم ہونے پر بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے (کہ مجھے کبھی اس کے بعد فیصلہ کرتے وقت شک نہ ہوا) اس کے باوجود یہ سمجھنا کہ وہ مجتہد نہیں تھے خلاف عقل ہے۔

(شوکانی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ مقلد کو قاضی بنانا ایسے ہی ہے جیسے کسی کو طاغوت کے ساتھ فیصلہ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ کیونکہ مقلد حق کو پہچانتا نہیں اور حق کے سوا جو کچھ بھی ہے سب طاغوت ہے۔ (۲)

815- اجتہاد کے متعلق ایک حدیث اور اس کی تحقیق

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان سے دریافت کیا: تم کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا ﴿ بكتاب الله ﴾ ''اللہ کی کتاب کے ساتھ'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو (وہ مسئلہ) اس میں نہ پائے۔ تو انہوں نے کہا ﴿ فبسنة رسول الله ﴾ ''پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ (فیصلہ کروں گا)۔'' پھر آپ ﷺ

---

(۱) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۸٦۹) كتاب الأحكام : باب ذكر القضاة ' إرواء الغليل (۲۵۰۰) ابن ماجة (۲۳۱۰) ابو داود ((۳۵۸۲) ترمذى (۱۳۳۱) طبقات ابن سعد (۳۳۷/۲) حاكم (۱۳۵/۳) احمد (۸٤/۱) بيهقى (۸٦/۱۰) أخبار القضاة للوكيع (۸٤/۱) طيالسى (۹۸)]

(۲) [السيل الجرار (۲۷۵/٤)]

نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پائے تو انہوں نے کہا ﴿ فبرأيي ﴾ ''پھر میں اپنی رائے کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔''(۱)

(بخاریؒ) یہ روایت مرسل ہے۔(۲)

(ابن حزمؒ) اس کی سند میں حارث بن عمرو راوی مجہول ہے۔(۳)

(شیخ حمدی بن عبدالمجید سلفی) انہوں نے درج ذیل علماء سے اس روایت کی تضعیف نقل کی ہے:

(1) بخاریؒ (2) ترمذیؒ (3) عقیلیؒ (4) دارقطنیؒ (5) ابن حزمؒ

(6) ابن طاہر مقدسیؒ (7) جوزقانیؒ (8) ابن جوزیؒ (9) ذہبیؒ (10) سبکیؒ

(11) عراقیؒ (12) ابن ملقنؒ (13) ابن حجرؒ (٤)

(البانیؒ) انہوں نے اس روایت کو سلسلہ ضعیفہ میں نقل فرمایا ہے۔(٥)

(ابن جوزیؒ) یہ حدیث صحیح نہیں ہے اگرچہ تمام فقہا اپنی کتب میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسے ذکر کرتے ہیں۔(٦)

(ابن تیمیہؒ) اس کی سند عمدہ ہے۔(۷)

(ابن کثیرؒ) اس کی سند جید ہے۔(۸)

(ابن قیمؒ) یہ حدیث صحیح ہے۔(۹)

(شیخ زاہد کوثری) یہ حدیث قابل حجت ہے۔(۱۰)

(شیخ عبدالقادر اَرنؤوط) یہ حدیث صحیح ہے۔(۱۱)

بعض اہل علم نے یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ اس روایت کا معنی صحیح ہے جیسا کہ امام ابن جوزیؒ نے یہی بات نقل فرمائی ہے۔(۱۲)

---

(۱) [دارمی (۱/۶۰) أحمد (۲۳۰/٥) بیهقی (۱۱٤/۱۰) طیالسی (۲۸٦/۱) طبقات ابن سعد (۳٤۷/۲) الجامع لابن عبدالبر (٥٥/۲) الأحكام لابن حزم (۲٦/٦) الفقيه والمتفقه للخطيب (۱٥٤/۱)]

(۲) [التاريخ الكبير (۲۷۷/۲)]

(۳) [الأحكام (۳٥/٦)]

(٤) [تحقيق كتاب المعتبر للزركشي (ص/٦٨)]

(٥) [السلسلة الضعيفة (۲۷۳/۲)' (۸۸۱)]

(٦) [العلل المتناهية (۷٥۸/۲)' (۱۲٦٤)]

(۷) [دقائق التفسير (۱۱۰/۱)]

(۸) [تفسير ابن كثير (٤/۱)]

(۹) [أعلام الموقعين (۲۰۲/۱)]

(۱۰) [مقالات (ص/٦۰-٦۱)]

(۱۱) [تخريج جامع الأصول (۱۷۸/۱۰)]

(۱۲) [العلل المتناهية (۱۲٦٤)]

(البانیؒ) فرماتے ہیں کہ ((هو صحيح المعنى فيما يتعلق بالاجتهاد عند فقدان النص)) ''یہ حدیث نص کی عدم موجودگی میں اجتہاد کے متعلق معناً صحیح ہے۔''(۱)

(راجح) ہمارے علم کے مطابق اگرچہ مذکورہ روایت ضعیف ہے لیکن معنوی اعتبار سے صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

مُتَوَرِّعًا عَنْ اَمْوَالِ النَّاسِ عَادِلًا فِي الْقَضِيَّةِ حَاكِمًا بِالسَّوِيَّةِ	جو لوگوں کے مال سے بچنے والا ہو' فیصلے میں عدل کرے اور مساوات کے اصول پر فیصلہ کرے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَادَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ [ص : ٢٦]

''اے داود! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گی' یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔''

یقیناً جو حکمران یا قاضی لوگوں کے اموال سے اجتناب نہیں کرے گا وہ رشوت لینے سے بھی گریز نہیں کرے گا اور اس وجہ سے حق کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح غیر عادل قاضی بھی حق کو جانتے ہوئے اسے چھوڑ دے گا۔ تو پھر یہ ان قاضیوں میں سے ہی ہیں جنہیں جہنم کی وعید سنائی گئی ہے کہ ﴿ رجل عرف الحق و جار في الحكم ﴾ ''(جہنم میں جانے والا ایک قاضی وہ ہے) جس نے حق کو جانتے ہوئے فیصلے میں ظلم کیا۔''

(ابن تیمیہؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ محض خواہش کے ساتھ فیصلہ کرنا یا فتویٰ دینا حرام ہے۔(۲)

(شاہ ولی اللہؒ) منصب قضا پر متمکن ہونے والا شخص ایسا عادل ہو جو ظلم کرنے یا کسی بھی طرف مائل ہونے سے بری ہو اور ایسا عالم ہو جو حق کو پہچانتا ہو بالخصوص مسائلِ قضا اور اس کے پنہاں دقائق سے اچھی طرح واقف ہو۔ اس کے علاوہ مصلحت کے وجود کا تصور بھی ممکن نہیں۔(۳)

وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ الْحِرْصُ عَلَى الْقَضَاءِ وَطَلَبِهِ	منصب قضا کی حرص وطلب حرام ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ﴿ لا تسأل الإمارة فإنك إن أعطيتها من غير مسألة أعنت عليها و إن أعطيتها عن مسألة و كلت إليها ﴾ ''امارت کا سوال نہ کرو اور اگر

(۱) [السلسلة الضعيفة (۲۸٦/۲)]
(۲) [أخبار العلمية في الاختيارات الفقهية (ص/۴۸۰)]
(۳) [حجة الله البالغة (١٦٦/٢)]

تمہیں بغیر مانگنے کے مل جائے تو تمہاری اس پر مدد کی جائے گی اور اگر طلب کرنے پر دی جائے تو تم اسی کے حوالے کر دیے جاؤ گے۔"(۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنکم ستحرصون علی الإمارة وستکون ندامة یوم القیامة فنعمت المرضعة وبئست الفاطمة ﴾ "تم لوگ لازماً حکومت کی حرص وخواہش کرو گے اور وہ قیامت کے روز باعث ندامت ہوگی۔ پس اچھی ہے دودھ پلانے والی ماں اور بری ہے دودھ چھڑانے والی ماں۔"(۲)

"دودھ پلانے والی" سے مراد دنیا میں حکومت کرتے ہوئے مال ودولت' جاہ ومنصب' عزت وکرامت' حکم کا نفاذ' لوگوں کو دبا کر رکھنا اور دیگر مختلف فوائد ہیں۔ "دودھ چھڑانے والی" سے مراد قیامت کے روز کا وہ تاوان ہے جو امارت کی وجہ سے انسان پر ہوگا۔(۳)

جس روایت میں ہے کہ "جسے بلا طلب جبراً حکومت دی جائے اس کی مدد میں ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی رہنمائی کرتا ہے۔" وہ ضعیف ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں ﴿ لا تتمنین الإمارة ﴾ "تم ہرگز امارت کی تمنا مت کرو۔"(٥)

(ابن حجرؒ) حکومت طلب کرنے کی ممانعت سے حکومت کی تمنا کرنے کی ممانعت زیادہ بلیغ ہے۔(٦)

816- ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر حکومت کی حرص وطلب حرام ہے تو انبیاء نے ایسا کیوں کیا؟

(1) یوسف علیہ السلام نے کہا ﴿ اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ ﴾ [یوسف : ٥٥]

"مجھے زمین کے خزانوں کا والی بنا دیجیے۔"

(2) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا ﴿ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ﴾ [ص : ٣٥]

"(اے اللہ!) مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔"

---

(۱) [بخاری (٦٦٢٢) کتاب الأیمان والنذور : باب قول الله تعالیٰ لا یؤاخذکم الله باللغو...... ' مسلم (١٦٥٢) نسائی (٢٢٥/٨) ابو داود (٢٩٢٩) ترمذی (١٥٢٩) احمد (٦٢/٥) عبدالرزاق (٢٠٦٥٤) ابو یعلی (١٥١٦) طبرانی اوسط (٣٧/١) بیهقی (١٠٠/١٠) الحلیة لأبی نعیم (١٦١/٧) دارمی (١٨٦/٢) ابن الجارود (٩٩٨)]

(٢) [بخاری (٧١٤٧) کتاب الأحکام : باب ما یکره من الحرص علی الإمارة]

(٣) [نیل الأوطار (٣٤٩/٥)]

(٤) [**ضعیف** : الضعیفة (٢٩٦/٣) ' (١١٥٤)]

(٥) [نیل الأوطار (٣٤٨/٥)]

(٦) [فتح الباری (١٩/١٥)]

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے:

(1) انبیاء کو قابل یقین حد تک یہ وثوق تھا کہ وہ گناہوں سے باز رہیں گے۔

(2) جو مسائل ہماری شریعت میں ثابت ہیں ضروری نہیں کہ وہ اس سے پچھلی شریعتوں میں بھی ثابت ہوں۔ عین ممکن ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں امارت طلب کرنا جائز ہو۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا سوال محل نزاع ہے ہی نہیں کیونکہ اختلاف تو مخلوق سے سوال کرنے میں ہے نہ کہ خالق سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے۔

(3) یہ بھی احتمال موجود ہے کہ طلب امارت کی ممانعت انبیاء کے علاوہ دوسروں کے لیے ہو۔ (۱)

وَلَا يَحِلُّ لِلْإِمَامِ تَوْلِيَةُ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ وَمَنْ كَانَ مُتَاَهِّلًا لِلْقَضَاءِ فَهُوَ عَلٰى خَطَرٍ عَظِيْمٍ	اور حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شخص کو قاضی بنائے (جو اسے طلب کرتا ہو) ❶ اور جو شخص قضا کا اہل ہو وہ سخت خطرے میں ہے۔ ❷

❶ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کی اولاد سے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا ﴿ یا رسول الله ! أمرنا على بعض ما ولاك الله عزوجل ﴾ ”اے اللہ کے رسول! ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ولایت سے کچھ حصے کا امیر بنا دیجیے۔“ پھر دوسرے نے بھی اسی طرح کی بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنا والله لا نولى هذا العمل أحدا يسأله أو أحدا حرص عليه ﴾ ”بے شک اللہ کی قسم ہم اس کام (حکومت) پر کسی ایسے شخص کو والی نہیں بنائیں گے جو اس کا طلبگار یا حریص ہو۔“ (۲)

❷ (1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من جعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين ﴾ ”جسے لوگوں کے مابین قاضی بنا دیا گیا وہ (ایسے ہی ہے جیسے) بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔“ (۳)

(2) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الله مع القاضي ما لم يجر فإذا جار وكله إلى نفسه ﴾ ”جب تک قاضی ظلم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتے ہیں۔“

اور جامع ترمذی میں یہ لفظ ہیں ﴿ فإذا جار تخلى عنه ولزمه الشيطان ﴾ ”جب قاضی ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس

(۱) [نیل الأوطار (۳۴۸/۵)]

(۲) [بخاری (۷۱۴۹) کتاب الأحکام : باب ما یکره من الحرص علی الإمارة، مسلم (۱۷۳۳)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۶۱۹۰) احمد (۲۳۰/۲) ابو داود (۳۵۷۱) کتاب الأقضیة : باب فی طلب القضاء، ابن ماجة (۲۳۰۸) ترمذی (۱۳۲۵) حاکم (۹۱/۴) بیهقی (۹۶/۱۰) دارقطنی (۲۰۴/۴) ابن حبان (۱۳۷۵)]

سے الگ ہو جاتے ہیں اور شیطان اسے چمٹ جاتا ہے۔“(١)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لتأتين على القاضي العدل يوم القيامة ساعة يتمنى أنه لم يقض بين اثنين في تمرة قط ﴾ ”عادل قاضی پر بھی قیامت کے دن ایک ایسا لمحہ لازماً آئے گا جس سے وہ تمنا کرے گا کہ (کاش!) اس نے کبھی بھی دو افراد کے درمیان ایک کھجور کے معاملے میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔“(٢)

(4) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے عامل بنا دیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إنك ضعيف وإنها أمانة وإنها يوم القيامة خزي وندامة إلا من أخذها بحقها وأدى الذي عليه فيها ﴾ ”بلاشبہ تم کمزور ہو اور یہ امانت ہے اور یقیناً یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی اِلا کہ جس نے اس کا حق ادا کیا اور جو بھی اس کی ذمہ داری تھی اسے مکمل طور پر ادا کیا۔“(٣)

(نوویؒ) ولایت وحکومت سے اجتناب کے متعلق یہ حدیث ایک بہت بڑی دلیل ہے۔(٤)

817- عادل قاضی کی فضیلت

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إن المقسطين عند الله على منابر من نور ﴾ ”عادل (حکمران) اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے۔“(٥)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله.....إمام عادل ﴾ ”سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں سایہ دیں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا (ان سات افراد میں سے ایک یہ ہے) عادل حکمران۔“(٦)

وَلَهُ مَعَ الْإِصَابَةِ أَجْرَانِ وَمَعَ الْخَطَإِ أَجْرٌ إِنْ لَمْ يَأْلُ جُهْدًا فِي الْبَحْثِ	درست فیصلہ کرنے پر اسے دوہرا اجر ملے گا جبکہ غلط فیصلہ کرنے پر ایک اجر، بشرطیکہ وہ صحیح فیصلے پر پہنچنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ ❶

❶ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ إذا اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران

(١) [حسن : صحيح ابن ماجة (١٨٧٠) كتاب الأحكام : باب التغليظ في الحيف والرشوة' ابن ماجة (٢٣١٢) ترمذي (١٣٣٠) حاكم (٩٣/٤) بيهقي في السنن الكبرى (٨٨/١٠) ابن حبان (١٥٤٠ ـ الموارد)]

(٢) [أحمد (٧٥/٦) مجمع الزوائد (١٩٥/٤)]

(٣) [مسلم (١٨٢٥) كتاب الإمارة : باب كراهة الإمارة بغير ضرورة' احمد (١٧٣/٥)]

(٤) [شرح مسلم (٤٥٠/٦)]

(٥) [مسلم (١٨٢٧) كتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر' نسائي (٢٢١/٨) احمد (١٦٠/٢)]

(٦) [بخاري (١٤٢٣) كتاب الزكاة : باب الصدقة باليمين]

إن اجتهد فأخطا فله أجر ﴾ ''جب کوئی حاکم فیصلہ کرتے وقت پوری جدوجہد کرے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے تو اسے دگنا ثواب ملے گا اور جب وہ فیصلہ کرنے میں جدوجہد تو پوری کرے لیکن صحیح فیصلہ کرنے میں غلطی کر جائے تو اسے یک اجر ملے گا۔'' (۱)

واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ ''جب حاکم صحیح فیصلہ کرے تو اسے دس اجر ملیں گے'' وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں فرج بن فضالہ راوی ضعیف ہے۔ (۲)

وَتَحرُمُ عَلَيهِ الرِّشوَةُ وَالْهَدِيَّةُ الَّتِي اُهدِيَتْ اِلَيهِ لِاَجلِ كَونِهِ قَاضِيًا	رشوت لینا ❶ اور ایسے تحفے کو قبول کرنا جو اسے قاضی ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے حرام ہے۔ ❷

❶ نواب صدیق حسن خانؒ رقمطراز ہیں کہ رشوت کے دو معنی ہیں:

① جس کے قبول کرنے والے پر حق کے خلاف فیصلے کی شرط لگائی جائے۔

② مال خرچ کر کے کسی کے جاہ و منصب کے وسیلے سے اپنے (خفیہ) مقاصد کو پہنچنا۔ (۳)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۸۸]

''ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو اور نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لعنة الله على الراشي والمرتشي في الحكم ﴾ ''کسی فیصلے میں بھی رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔'' (٤)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ لعن رسول الله الراشي والمرتشي ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔'' (٥)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [بخاری (۷۳۵۲) کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة : باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطا ' مسلم (۱۷۱٦)]

(۲) [نیل الأوطار (۳۵۳/٥)]

(۳) [الروضة الندية (٥٤٢/٢)]

(٤) [احمد (۳۸۷/۲) ابن حبان (۱۱۹٦ ۔ الموارد) ابن الجارود (٥٨٥) حاكم (۱۰۳/٤)]

(٥) [صحيح : صحيح ترمذی ' ترمذی (۱۳۳۷) کتاب الأحكام : باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم]

﴿ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ﴾ [المائدة : ٤٢]

''وہ لوگ حرام کھانے والے ہیں۔''

حضرت حسنؒ اور حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں موجود لفظ سحت کا معنی رشوت ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: سحت یہ ہے کہ ایک آدمی تجھ سے اپنے ظلم پر مدد طلب کرے اور پھر وہ تجھے ہدیہ بھی دے۔ تم اسے قبول مت کرو۔(۱)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من استعملناه علی عمل فرزقناه رزقا فما أخذه بعد ذلك فهو غلول ﴾ ''جسے ہم کسی کام پر والی بنائیں اور ہم اسے اس کا مقرر معاوضہ بھی دیں تو پھر وہ جو کچھ بھی اس کے علاوہ پکڑے گا خیانت ہوگی۔''(۲)

(3) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من شفع لأخيه شفاعة فأهدى له هدية عليها فقبلها فقد أتى بابا عظيما من أبواب الربا ﴾ ''جو شخص اپنے بھائی کی سفارش کرے پھر اس پر اسے ہدیہ بھی دے اور وہ اسے قبول کرلے تو یہ سود کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو آیا ہے۔''(۳)

(4) بنی اسد کے ایک آدمی ابن الاتبیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی وصولی کے لیے تحصیلدار بنایا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا ﴿ ما بال العامل نبعثه فياتي يقول : هذا لك وهذا لي فهلا جلس في بيت أبيه وأمه فينظر أيهدى له أم لا ﴾ ''اس عامل کا کیا حال ہوگا جسے ہم تحصیل کے لیے بھیجتے ہیں پھر وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ میرا ہے۔ کیوں نہ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھا رہا اور دیکھا کہ اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے عامل جو چیز بھی (ہدیہ کے طور پر) لے گا اسے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہوگا تو وہ اپنی آواز نکالتا آئے گا' اگر گائے ہوگی تو وہ اپنی آواز نکالتی آئے گی' اگر بکری ہوگی تو وہ بھی بولتی آئے گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے پہنچادیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔(٤)

ہدیہ اگر بغیر کسی غرض کے ہو مثلا کوئی شخص قاضی کو اس عہدہ سے پہلے بھی ہدیے دیتا تھا تو اسے قبول کرنے میں اور اس کا بدلہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر لازماً ہدیہ دینے والا حکام کو اپنی طرف مائل کر کے اپنے مقاصد کا

(۱) [تفسیر طبری (٤/٥٨٠) الدر المنثور للسیوطی (٢/٥٠٢)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (٢٥٥٠) کتاب الخراج : باب فی أرزاق العمال' ابو داود (٢٩٤٣)]

(۳) [حسن : صحیح ابو داود (٣٠٢٥) کتاب البیوع : باب فی الهدیة لقضاء الحاجة' ابو داود (٣٥٤١) احمد (٥/٢٦١)]

(٤) [بخاری (٧١٧٤) کتاب الأحکام : باب هدایا العمال]

حصول مثلاً دشمن پر دباؤ' اپنے حق میں فیصلہ وغیرہ جیسے کام کروانا چاہتا ہے اور قاضی بھی اس کے حق میں فیصلہ دے گا کیونکہ یہ اس ہدیے کی وجہ سے یہی (فیصلہ کرنا) درست سمجھ رہا ہے تو رشوت سے بھی یہی کام لیا جاتا ہے اس لیے اس (ہدیے) سے بھی منع کیا گیا ہے۔(۱)

وَلَا يَجُوزُ لَهُ الْحُكْمُ حَالَ الْغَضَبِ	غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ ❶

❶ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ لا يقضين حاكم بين اثنين وهو غضبان ﴾ ''حاکم دو بندوں کے درمیان غصے کی حالت میں ہرگز فیصلہ نہ کرے۔'' (۲)

(شوکانیؒ) کسی ایسے قرینہ صارفہ کا موجود نہ ہونا جو اس حدیث میں موجود حکم کو کراہت کی جانب پھیرتا ہو اس بات کا ثبوت ہے کہ غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا حرام ہے۔(۳)

جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ غصے کی حالت میں فیصلہ کیا تھا۔(٤)

وہ گذشتہ حدیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غصے اور رضا دونوں حالتوں میں دوسرے لوگوں کے برعکس معصوم عن الخطاء تھے۔(٥)

○ غصے کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ نافذ ہوگا کہ نہیں اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(جمہور) غصے کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ اگر حق کے مطابق ہوگا تو نافذ ہو جائے گا۔

(بعض حنابلہ) غصے کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

بعض حضرات نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اگر تو حاکم کے نزدیک فیصلہ ہو جانے کے بعد غصے کی حالت پیش آئی ہوگی تو فیصلہ درست ہوگا ورنہ نہیں۔(٦)

(راجح) تفصیل ہی معتبر ہے۔(۷)

---

(۱) [نیل الأوطار (٣٦٢/٥) أعلام الموقعين (٢٣٢/٤)]

(۲) [بخاری (۷۱۵۸) كتاب الأحكام : باب هل يقضى القاضي أو يفتي وهو غضبان ؟' مسلم (۱۷۱۷) ابو داود (٣٥٨٩) ترمذی (١٣٣٤) نسائی (٢٣٧/٨) ابن ماجة (٢٣١٦) احمد (٣٦/٥) بيهقى (١٠٤/١٠) ابن حبان (٥٠٦٣)]

(۳) [نیل الأوطار (٣٦٦/٥)]

(٤) [بخاری (٢٣٦١)]

(٥) [نیل الأوطار (٣٦٦/٥) الروضة الندية (٥٤٥/٢)]

(٦) [أعلام الموقعين (٢٢٧/٤) نيل الأوطار (٣٦٦/٥)]

(۷) [فتح الباری (٣٦/١٥)]

وَعَلَيْهِ التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ إِلَّا إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا كَافِراً	اس پر لازم ہے کہ فریقین سے (مجالس میں) مساوات کا سلوک کرے الا کہ ان میں سے کوئی ایک کافر ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ قضى رسول الله ﷺ أن الخصمين يقعدان بين يدى الحاكم ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جھگڑا کرنیوالے دونوں حاکم کے روبرو بیٹھیں گے۔" (۱)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک یہودی کے ساتھ جھگڑا ہوا' فیصلہ کرانے کے لیے قاضی شریح کے پاس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی کے ساتھ بیٹھ گئے اور کہا اگر میرا مدمقابل مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا ہے ﴿ لا تساووهم فى المجالس ﴾ "مجالس میں ان (غیر مسلموں) سے برابری اختیار نہ کرو۔" (۲)

اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں کچھ ضعف ہے لیکن معناً اس کی تصدیق مختلف احادیث سے ہوتی ہے مثلاً:

﴿ وإذا لقيتموهم فى طريق فاضطروهم إلى أضيقه ﴾ "(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جب تم ان سے کسی راستے میں ملو تو انہیں اس کی تنگ جگہ کی طرف مجبور کردو۔" (۳)

ایک اور حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ الإسلام يعلو ولا يعلى عليه ﴾ "اسلام بلند ہوتا ہے اس پر کوئی (اور دین) بلند نہیں کیا جاسکتا۔" (٤)

وَالسَّمَاعُ مِنْهُمَا قَبْلَ الْقَضَاءِ	فیصلے سے پہلے فریقین سے معاملے کو سنے۔ ❶

❶ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ﴿ إذا جلس إليك الخصمان فلا تقض بينهما حتى تسمع من الآخر كما سمعت من الأول فإنك إذا فعلت ذلك تبين لك القضاء ﴾ "جب دو جھگڑنے والے تیرے پاس (فیصلے کے لیے) آ کر بیٹھیں تو کسی ایک کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسروں کی بات نہ سن لو۔ اس سے تمہیں

(۱) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۷٦۹) كتاب القضاء : باب كيف يجلس الخصمان بين يدى القاضى' ابو داود (۳٥۸۸) احمد (٤/٤) بيهقى (۱۳٥/۱۰)] شیخ حازم علی قاضی نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔[التعليق على سبل السلام (۱۹۲۷/٤)]

(۲) [تلخيص الحبير (۳٥٥/٤) الحلية لأبى نعيم (۱۳۹/٤) العلل لابن الجوزى (۳۸۸/۲) سبل السلام (۱۹۲۷/٤) نيل الأوطار (۳٦۹/٥)]

(۳) [مسلم (۲۱٦۷) كتاب السلام : باب النهى عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام...... ' ترمذى (۲٦۲٤) احمد (۷۲٥۱)]

(٤) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲۷۷۸) إرواء الغليل (۱۲٦۸)]

معلوم ہو جائے گا کہ تم نے فیصلہ کیسے کرنا ہے؟''(۱)

حسب امکان حجاب دور کرنے کی کوشش کرے۔ ❶	وَ تَسْهِيلُ الْحِجَابِ بِحَسْبِ الْإِمْكَانِ

❶ (1) حضرت ابومریم اَزدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من ولاه الله شيئا من أمر المسلمين فاحتجب عن حاجتهم وفقرهم احتجب الله دون حاجته ﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے کسی کام کا حاکم بنا دیا اور وہ (ان کی ضروریات پوری کرنے کی بجائے) پردے میں ہی رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت (پوری کرنے) سے پردے میں رہیں گے۔''(۲)

(2) حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما من إمام أو وال يغلق بابه دون ذوى الحاجة والخلة والمسكنة إلا أغلق الله أبواب السماء دون خلته وحاجته ومسكنته ﴾ ''جو بھی امام یا والی اپنے دروازے کو حاجت مند' فقیر اور مسکین لوگوں (کے تعاون) سے بند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی آسمان کے دروازوں کو اس کے فقر' اس کی حاجت اور اس کی مسکینی (دور کرنے) سے بند کر دے گا۔''(۳)

تاہم حکمران کے لیے بوقت ضرورت حجاب کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے نفس' اس کے اہل و عیال اور اس کے ضیوف کا بھی اس پر حق ہے۔(٤)

جیسا کہ ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ إن لربك عليك حقا و لنفسك عليك حقا و لأهلك عليك حقا ﴾ ''بیشک تمہارے رب کا' تمہارے نفس کا' اور تمہارے گھر والوں کا تجھ پر حق ہے۔''(٥)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات حجاب اختیار فرما لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان تھے۔(٦)

ایک اور روایت میں یہ مذکور ہے کہ ﴿ أنه كان له (لعمر) حاجب يقال له يرفأ ﴾ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ایک

---

(۱) [صحيح : إرواء الغليل (۲۲٦/۸)' (۲٦۰۰) احمد (۱۱۱/۱) ابو داود (۳٥۸۲) كتاب القضاء : باب كيف القضاء' ترمذى (۱۳۳۱) ابن حبان (٥۰٤۲)]

(۲) [صحيح : الصحيحة (٦۲۹) ابو داود (۲۹٤۸) كتاب الخراج : باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجبة عنه' ترمذى (۱۳۳۳) حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [فتح البارى (۱۳۳/۱۳)]

(۳) [صحيح : الصحيحة (٦۲۹) المشكاة (۳۷۲۸) صحيح ابو داود (۲٦۱٤) ترمذى (۱۳۳۲) كتاب الأحكام : باب ماجاء فى إمام الرعية' احمد (۲۳۱/٤) حاكم (۹٤/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (۳٦۳/٥)]

(٥) [بخارى (۱۹٦۸) كتاب الصوم : باب من أقسم على أخيه ليفطر فى التطوع]

(٦) [بخارى (۳٦۷٤) كتاب فضائل أصحاب النبى : باب' مسلم (۲٤۰۳)]

حاجب (دربان) تھا جسے یرفأ کہا جاتا تھا۔'' (۱)

○ (شوکانیؒ) حاکم کو چاہیے کہ عوام کو فیصلے کی جگہ پر یکبارگی نہ بلالے بلکہ ایک ایک کر کے بلائے تاکہ شور وغل کی وجہ سے فیصلے میں خرابی نہ ہو۔ (۲)

○ (ابن حجرؒ) علما کا اتفاق ہے کہ پہلے آنے والے کا پہلے فیصلہ کرنا چاہیے اور اسی طرح مسافر کا مقیم سے پہلے' اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جسے دربان یا حاجب مقرر کیا جائے وہ امین' ثقہ' پاکدامن' حسن اخلاق جاننے والا اور لوگوں کے ذہنوں کو سمجھنے والا ہو۔ (۳)

وَيَجُوْزُلَهُ اِتِّخَاذُ الْاَعْوَانِ مَعَ الْحَاجَةِ ' وَالشَّفَاعَةُ وَالْاِسْتِيْضَاعُ وَالْاِرْشَادُ اِلَى الصُّلْحِ	بقدر ضرورت حاکم اپنے مددگار بھی رکھ سکتا ہے ❶ اور صلح کرانے کے لیے سفارش' جھکاؤ طلبی اور رہنمائی بھی کر سکتا ہے۔ ❷

❶ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿إن قيس بن سعد رضي الله عنه كان يكون بين يدي النبي ﷺ بمنزلة صاحب الشرط من الأمير﴾ ''حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسے تھے جیسے امیر کا کوئی سپاہی ہوتا ہے۔'' (٤)

اس حدیث میں یہ جواز موجود ہے کہ حکام و اُمراء نقصان سے بچاؤ کے لیے مددگار (سپاہی وغیرہ) مقرر کر سکتے ہیں۔ (٥)

❷ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ابن أبی حدرد سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا۔ مسجد میں جب دونوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر سے سن لیا اور کمرے کا پردہ ہٹا کر کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا ﴿ضع من دينك هذا وأوما إليه أي الشطر﴾ ''اپنے قرض سے اتنا چھوڑ دو اور آپ نے نصف کا اشارہ کیا'' تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے ایسا کر دیا پھر آپ ﷺ نے مقروض سے کہا ﴿قم فاقضه﴾ ''کھڑے ہو جاؤ اور اسے قرض ادا کر دو۔'' (٦)

اس معنی کی احادیث پیچھے ''باب الصلح'' میں گزر چکی ہیں مزید تفصیل کے لیے اس کی طرف رجوع کریں۔

---

(۱) [بخاری (۳۰۹٤) کتاب فرض الخمس : باب ' مسلم (۱۷۵۷)]
(۲) [نیل الأوطار (۳٦۳/۵)]
(۳) [فتح الباری (۳۰/۱۵)]
(٤) [بخاری (۷۱۵۵) کتاب الأحکام : باب الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیه دون الإمام الذی فوقه ' ترمذی (۳۸۵۰)]
(٥) [فتح الباری (۳۳/۱۵)]
(٦) [بخاری (٤٥۷) کتاب الصلاة : باب التقاضی والملازمة فی المسجد ' مسلم (۱۵۵۸) ابو داود (۳۵۹۵) ابن ماجة (۲٤۲۹) نسائی (۲۳۹/۸) ابن حبان (۵۰٤۸) احمد (۳۹۰/٦) دارمی (۲٦۱/۲) طبرانی (۱۲۷/۱۹)]

وَحُكْمُهُ يَنْفُذُ ظَاهِرًا فَقَطْ	قاضی کا فیصلہ صرف ظاہری طور پر نافذ ہوگا۔ ❶

❶ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إنما أنا بشر وإنكم تختصمون إلى ولعل بعضكم يكون ألحن بحجته من بعض فأقضي بنحو ما أسمع فمن قضيت له من حق أخيه شيئا فلا يأخذ فإنما أقطع له قطعة من النار ﴾ ''میں تو صرف ایک انسان ہوں تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس لے کر آتے ہو اور تم میں سے بعض اپنے دلائل بڑی خوبی و چرب زبانی سے بیان کرتا ہے تو میں نے جو کچھ سنا ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں پس جسے اس کے بھائی کے حق میں سے کوئی چیز دوں تو میں اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔'' (۱)

(نوویؒ) یہ سمجھنا کہ حاکم کا حکم ظاہر و باطن کو حلال کر دیتا ہے اس صحیح حدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔ (۲)

(شوکانیؒ) حاکم کا فیصلہ حرام باطن کو حلال نہیں کر سکتا۔ (۳)

(شافعیؒ) حاکم کا حکم حرام کو حلال نہیں کرتا اس پر اجماع ہے۔

(ابن حجرؒ) یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حاکم کا حکم صرف ظاہری طور پر ہی نافذ ہوگا اور اس کا کوئی مانع بھی نہیں۔

(جمہور، قاضی ابو یوسفؒ) اس طرح باطنی طور پر حکم نافذ نہیں ہوگا کہ اس سے حلال حرام ہو جائے۔

(ابن حزمؒ) قاضی کا حکم اس چیز کو حلال نہیں کر سکتا جو فیصلے سے پہلے (من جانب اللہ) حرام ہو اور نہ اس چیز کو حرام کر سکتا ہے جو فیصلے سے پہلے حلال ہو۔

(ابو حنیفہؒ) حاکم کا حکم ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے نافذ ہوگا (احناف کے مؤقف کو سمجھنے کے لیے درج ذیل مثالیں دیکھیے):

(1) اگر دو جھوٹے گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کر دے تو جدائی لازم ہو جائے گی اور گواہوں میں سے ہر ایک کے لیے اُس عورت سے نکاح جائز ہوگا (خواہ اس کے حقیقی خاوند نے اسے طلاق نہ بھی دی ہو)۔

(2) اسی طرح اگر دو جھوٹے گواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی سے فلاں شخص کے ساتھ کر دیا ہے اور حاکم اس کے مطابق فیصلہ کر دے تو اس عورت سے وطی و ہم بستری (شرعی طور پر بھی) حلال ہو جائے گی۔ (باطنی طور پر

(۱) [بخاری (۲٤٥٨، ۲٦٨٠، ٦٩٦٧) كتاب المظالم والغصب : باب إثم من خاصم في باطل وهو يعلمه، مسلم (۱۷۱۳) ابو داود (۳٥٨۳) ترمذی (۱۳۳۹) نسائی (۲۳۳/۸) ابن ماجة (۲۳۱۷) احمد (۲۰۳/٦) حمیدی (۲۹٦) ابن حبان (٥۰۷۰) دارقطنی (۲۳۹/٤) بیهقی (۱٤۹/۱۰)]

(۲) [شرح مسلم (۲٤۷/٦)]

(۳) [نيل الأوطار (۳۷۳/٥)]

نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خواہ فی الحقیقت کوئی چیز حرام ہو لیکن اگر حاکم اسے جائز قرار دے دے تو وہ چیز شرعی طور پر بھی حلال ہو جائے گی یعنی اسے اختیار کر لینے کی صورت میں کوئی سزا و مؤاخذہ نہیں ہوگا اور یقیناً یہ بات سراسر کتاب وسنت کی واضح نصوص کے خلاف ہے)۔(۱)

(راجح) حدیث کے مخالف ہر مؤقف باطل ہے اور اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کا مؤقف حدیث کے خلاف ہے۔

فَمَنْ قُضِیَ لَهُ بِشَيْئٍ فَلَا يَحِلُّ لَهُ إِلَّا إِذَا كَانَ الْحُكْمُ مُطَابِقًا لِّلْوَاقِعِ	جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے اس کے لیے وہ چیز حلال نہیں ہوگی اِلا کہ فیصلہ حقیقت پر مبنی ہو۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ۱۸۸]

''ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو اور نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔''

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ فمن قضيت له بشيئ من مال أخيه فلا يأخذه فإنما أقطع له قطعة من النار ﴾ ''پس جسے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کوئی چیز دوں تو وہ اسے مت لے کیونکہ میں اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔''(۲)

818- حکومت کو شرط کے ساتھ معلق کر دینا جائز ہے

غزوہ موتہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور کہا ﴿ إن قتل زيد فجعفر وإن قتل جعفر فعبدالله بن رواحة ﴾ ''اگر زید رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔''(۳)

819- جنہیں حکومت نہیں دی جا سکتی

عورت، بچہ اور جو شخص حکومتی اُمور سے ناواقف وعاجز ہے اسے والی وامیر بنانا جائز نہیں۔اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لن يفلح قوم ولوا أمرهم إمرأة ﴾ ''وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے معاملات

(۱) [شرح مسلم للنووی (۳٤٧/٦) نیل الأوطار (۳۷۳/٥) فتح الباری (۱۸۰/۵) شرح معانی الآثار (١٥٥/٤) المحلی بالآثار (٥١٦/٨) الروضة الندية (٥٥٠/٢) قفو الأثر (١٨٤٢/٥) سبل السلام (١٩٢١/٤)]

(۲) [بخاری (٦٩٦٧) کتاب الحیل : باب إذا غصب جارية فزعم أنها ماتت فقضى بقيمته...... ، مسلم (٣٢٣١) نسائی (٥٣٠٦) احمد (٢٥٢٨٦) مؤطا (١٢٠٥)]

(۳) [بخاری (٤٢٦١) کتاب المغازی : باب غزوة موته من أرض الشام ، احمد (٢٩٩/٥)]

کسی عورت کے سپرد کر دیے۔''(۱)

(2) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿ تعوذوا من إمارة الصبیان ﴾ ''بچوں کی حکومت سے پناہ مانگو۔''(۲)

(3) جہنم میں جانے والا ایک قاضی وہ ہوگا جس نے جہالت پر ہی فیصلہ کر دیا۔(۳)

(4) نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ ﴿ أراك ضعیفا...... لا تأمرن علی اثنین ﴾ ''میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں...... دو آدمیوں پر بھی ہرگز امیر نہ بننا۔''(٤)

820- منصبِ قضا پر اجرت لینے کا حکم

منصبِ قضا پر اجرت لینا جائز ہے جبکہ حد سے تجاوز نہ ہو۔

(1) قاضی شریح عہدہ قضا پر اجرت لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (یتیم کا) نگران اپنے کام کے مطابق خرچہ لے گا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی (خلیفہ ہونے پر) بیت المال سے بقدر کفایت تنخواہ لی تھی۔''(٥)

(2) حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ان کے پاس گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا مجھ سے جو کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمہیں لوگوں کے کام سپرد کیے جاتے ہیں اور جب اس کی تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے لینا ناپسند کرتے ہو۔ (عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) یہ صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' تمہارا اس سے مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں خوشحال ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے بھی اسی کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے۔ آپ ﷺ مجھے عطا فرماتے تو میں کہہ دیتا کہ اسے مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عنایت کر دیجیے۔ آخر آپ ﷺ نے مجھے ایک بار مال عطا کیا اور میں نے وہی بات دہرائی کہ اسے ایسے شخص کو دے دیجیے جو اس کا مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ خذه فتموله وتصدق به فما جاءك من هذا المال وأنت غير مشرف ولا سائل فخذه وإلا فلا تتبعه نفسك ﴾ ''اسے پکڑو اور اس کا مالک بننے کے بعد اسے صدقہ کرو۔ یہ مال تمہیں جب اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہش مند ہو اور نہ تم نے اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ لگا کرو۔''(٦)

---

(۱) [بخاری (٤٤٢٥) كتاب المغازی : باب كتاب النبی إلی كسری وقيصر' ترمذی (٢٢٦٢) احمد ((٤٣/٥)]

(۲) [احمد (٣٢٦/٢) مجمع الزوائد (٢٢٣/٧)]

(۳) [ابو داود (٣٥٧٣) كتاب القضاء : باب فی القاضی يخطيئ' ابن ماجة (٢٣١٥) حاكم (٩٠/٤)]

(٤) [مسلم (١٨٢٥) كتاب الإمارة : باب كراهة الإمارة بغير ضرورة' احمد (١٧٣/٥)]

(٥) [بخاری (قبل الحديث /٧١٦٣) كتاب الأحكام : باب رزق الحكام والعاملين]

(٦) [بخاری (٧١٦٣) كتاب الأحكام : باب رزق الحكام والعاملين عليها]

(ابن حزمؒ) عہدۂ قضا پر رزق (اجرت) لینا جائز ہے۔(١)

(صدیق حسن خانؒ) بقدر ضرورت بیت المال سے اجرت لینا اس قاضی کے لیے جائز ہے جو لوگوں کے اموال سے اجتناب کرتا ہو اور حرص و طمع نہ رکھتا ہو۔(٢)

(جمہور) بقدر کفایت حکومت و قضا کی تنخواہ لینا جائز ہے۔(٣)

(ابو علی کرابیسیؒ) قاضی کے لیے قضا پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں۔(٤)

(ابن حجرؒ) مجھے فقہا کے مابین اس مسئلہ کے متعلق کسی اختلاف کا علم نہیں۔(٥)

821- حاکم کے لیے رعایا پر ظلم و زیادتی کرنا حرام ہے

(1) ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ [النساء: ٤٠]

''بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔''

(2) ﴿ وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴾ [الفرقان: ١٩]

''اور تم میں سے جو ظلم و زیادتی کرے گا ہم اُسے بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔''

(3) ﴿ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ [الأنعام: ٤٥]

''پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

(4) ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ ﴾ [النساء: ١٦٨]

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا' نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں بخش دے۔''

(5) ﴿ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ﴾ [هود: ١١٣]

''اور تم اُن لوگوں کی طرف مائل مت ہو جاؤ جنہوں نے ظلم کیا پس تمہیں آگ چھو لے گی۔''

(6) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿ يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي' وجعلته بينكم محرما فلا تظالموا ﴾ ''اے میرے بندو! بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کیا ہے۔ اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔''(٦)

---

(١) [المحلى بالآثار (٥٣٦/٨)]

(٢) [الروضة الندية (٥٣٩/٢)]

(٣) [فتح الباري (٥١٨/١٦)]

(٤) [أيضا]

(٥) [أيضا]

(٦) [مسلم (٢٥٧٧) كتاب البر والصلة والآداب : باب تحريم الظلم' ترمذي (٢٤٩٥) ابن ماجة (٤٢٥٧)]

(7) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اتقوا الظلم ' فإن الظلم ظلمات يوم القيامة ' واتقوا الشح فإن الشح أهلك من كان قبلكم ' حملهم على أن سفكوا دماء هم واستحلوا محارمهم ﴾ ''ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہیں۔ اور بخیلی سے بچو کیونکہ بخیلی نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا' انہیں اس بات پر ابھارا کہ وہ لوگوں کا خون بہائیں اور ان کی محارم کو حلال بنالیں۔''(۱)

(8) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الظلم ظلمات يوم القيامة ﴾ ''ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہیں۔''(۲)

(9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إياكم والظلم ' فإن الظلم هو الظلمات يوم القيامة ﴾ ''ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔''(۳)

(10) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تظلموا فتدعوا فلا يستجاب لكم وتستسقوا فلا تسقوا وتستنصروا فلا تنصروا ﴾ ''ظلم مت کرو پھر تم دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی اور تم پانی مانگو گے لیکن تمہیں نہیں پلایا جائے گا اور تم مدد طلب کرو گے لیکن تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔''(٤)

822- ظالم حکمران کا انجام

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن أشد أهل النار عذابا يوم القيامة من قتل نبيا أو قتله نبي وإمام جائر ﴾ ''بے شک قیامت کے دن جہنمیوں میں سے سب سے سخت عذاب اُسے ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا' یا اسے کسی نبی نے قتل کیا اور ظالم حکمران کو۔''(٥)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما من أمير عشرة إلا يؤتى به يوم القيامة مغلولا لا يفكه إلا العدل ﴾ ''جو شخص دس آدمیوں کا امیر بنا اسے قیامت کے دن طوق ڈال کر لایا جائے گا' اسے کوئی چیز نہیں چھڑا سکے

---

(۱) [مسلم (۲۵۷۸) كتاب البر والصلة والآداب : باب تحريم الظلم]

(۲) [بخاری (۲٤٤۷) كتاب المظالم والغصب : باب الظلم ظلمات يوم القيامة ' مسلم (۲۵۷۹) ترمذی (۲۰۳۰)]

(۳) [صحيح : صحيح الترغيب (۲۲۱۷) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله والترغيب في نصرته ' ابن حبان في صحيحه (٦۲۱۵) حاكم (۱۱/۱)]

(٤) [الترغيب والترهيب (۳۲۸۲) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله والترغيب في نصرته رواه طبراني في الأوسط]

(٥) [حسن : الصحيحه (۲۸۱) صحيح الترغيب (۲۱۸۵) كتاب القضاء : باب ترغيب من ولي شيئا من أمور المسلمين في العدل إماما كان أو غيره وترهيبه أن يشق على رعيته ' بزار في كشف الأستار (۱٦۰۳) رواه الطبراني]

گی مگر صرف اس کا کیا ہوا عدل۔'' (۱)

(3) ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ ما من أمير عشرة إلا يؤتى به مغلولا يوم القيامة حتى يفكه العدل أو يوبقه الجور ﴾ ''جو بھی دس آدمیوں کا امیر بنا اسے قیامت کے دن طوق پہنائے ہوئے لایا جائے گا حتی کہ اسے (اس کا) عدل چھڑا لے گا یا (اس کا کیا ہوا) ظلم اُسے ہلاک کر دے گا۔'' (۲)

(4) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ صنفان من أمتي لن تنالهما شفاعتي : إمام ظلوم غشوم و كل غال مارق ﴾ ''میری اُمت کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں ہرگز میری شفاعت نہیں پہنچے گی۔ ظالم وغاصب حکمران اور ہر خائن اور دین سے نکل جانے والا شخص۔'' (۳)

(5) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الله يملي للظالم فإذا أخذه لم يفلته ثم قرأ " وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ " [هود : ۱۰۲] ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں پھر جب اُسے پکڑ لیتے ہیں تو اسے نہیں چھوڑتے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی'' اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے اور وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ سخت دردناک ہے۔'' (٤)

823- مظلوم کی بددعا سے بچو

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں یہ نصیحت کی کہ ﴿ اتق دعوة المظلوم فإنه ليس بينها وبين الله حجاب ﴾ ''مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ بے شک اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔'' (٥)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ثلاثة لا ترد دعوتهم : الصائم حتى يفطر ' والإمام العادل ' ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام ويفتح لها ابواب السماء ' ويقول الرب : وعزتي

(۱) [**حسن صحيح** : صحيح الترغيب (۲۱۹۸) كتاب القضاء : باب ترغيب من ولي شيئا من أمور المسلمين في العدل إماما كان أو غيره وترهيبه أن يشق على رعيته ' احمد (۴۳۱/۲)]

(۲) [**صحيح** : صحيح الترغيب (۲۲۰۰) كتاب القضاء : باب ترغيب من ولي شيئا من أمور المسلمين في العدل إماما كان أو غيره وترهيبه أن يشق على رعيته ' بزار في كشف الأستار (۱٦٤۰) طبراني في الأوسط]

(۳) [**حسن** : صحيح الترغيب (۲۲۱۸) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ' رواه الطبراني في الكبير والأوسط]

(٤) [بخاري (٤٦٨٦) كتاب تفسير القرآن : باب قوله وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة ' مسلم (۲۵۸۳) ترمذي (۳۱۱۰)]

(٥) [بخاري (١٤٩٦) كتاب الزكاة : باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء حيث كانوا ' مسلم (۱۹) ابو داود (۱۵۸٤) نسائي (۲/۵) ترمذي (٦٢٥)]

لأنصرنك ولو بعد حين ﴾ ''تین بندے ایسے ہیں جن کی دعارد نہیں کی جاتی: روزے دار کی دعا حتی کہ وہ روزہ افطار کرلے عادل حکمران کی دعا' اور مظلوم کی دعا' اللہ تعالیٰ اسے بادلوں کے اُوپر اٹھاتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میری عزت کی قسم! میں تمہاری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی۔'' (۱)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ ثلاث دعوات لا شك في إجابتهن ' دعوة المظلوم ' ودعوة المسافر ' و دعوة الوالد على الولد ﴾ ''تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے لیے دعا۔'' (۲)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اتقوا دعوة المظلوم فإنها تصعد إلى السماء كأنها شرارة ﴾ ''مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ بے شک یہ اس طرح آسمان کی طرف چڑھتی ہے گویا کہ ایک چنگاری ہو۔'' (۳)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ دعوة المظلوم مستجابة ' وإن كان فاجرا ' ففجوره على نفسه ﴾ ''مظلوم کی دعا قبول کی گئی ہے' اگرچہ گناہ گار ہی کیوں نہ ہو اور اس کا گناہ اس کے اپنے نفس پر ہے۔'' (٤)

(6) ابو عبد اللہ اسدی سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ دعوة المظلوم وإن كان كافرا ' ليس دونها حجاب ﴾ ''مظلوم کی دعا خواہ وہ کافر ہی ہو اس کے درمیان (اور اللہ کے درمیان) کوئی پردہ نہیں ہے۔'' (٥)

(7) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ثلاثة تستجاب دعوتهم : الوالد' والمسافر والمظلوم ﴾ ''تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ والد' مسافر اور مظلوم۔'' (٦)

(۱) [احمد (۲/٤٤٥) ترمذی (۳۵۹۸) ابن ماجة (۱۷۵۲) ابن خزیمة (۱۹۰۱) ابن حبان فی صحیحه (۳٤۱۹) بزار فی کشف الأستار (۳۱۳۹)]

(۲) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۲٦) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ' ترمذی (۳٤٤۸)]

(۳) [**صحیح** : صحیح الترغیب (۲۲۲۸) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ' حاكم (۱/۲۹)]

(٤) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۲۹) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ' احمد (۲/۳٦۷)]

(٥) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۳۱) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ' احمد (۳/۱٥۳)]

(٦) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۲۷) كتاب القضاء : باب الترهيب من الظلم ودعاء المظلوم وخذله ' رواه الطبرانی]

824- حکمران کے ظلم سے بچنے کی دعا

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی بادشاہ سے ڈرتا ہو تو یہ کلمات کہے:
﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ كُنْ لِّيْ جَارًا مِنْ شَرِّ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَاَتْبَاعِهِمْ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ اَحَدٌ مِنْهُمْ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کسی ایسے حکمران کے پاس آؤ جس کے حملے کا تمہیں خوف ہو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہو:

﴿ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَعَزُّ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيْعًا اَللّٰهُ أَعَزُّ مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمَوَاتِ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُوْدِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ اَللّٰهُمَّ كُنْ لِيْ جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ ﴾(۲)

(3) حضرت ابومجلز لاحق بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو حکمران کے ظلم سے خائف ہو اور وہ یہ کلمات کہے:
﴿ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَ بِالْقُرْآنِ حَكَمًا وَإِمَامًا ﴾
تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے نجات عطا فرما دیں گے۔"(۳)

825- اللہ کو ناراض کر کے رعایا کو راضی کرنا جائز نہیں

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من التمس رضا الله بسخط الناس رضي الله عنه وأرضى عنه الناس ، ومن التمس رضا الناس بسخط الله سخط الله عليه ، وأسخط عليه الناس ﴾ "جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے باوجود اللہ کو راضی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی ناراضگی کے باوجود لوگوں کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتے ہیں۔"(٤)

---

(۱) [**صحيح موقوف** : صحيح الترغيب (۲۲۳۷) كتاب القضاء : باب الترغيب في كلمات يقولهن من خاف ظالما ، رواه الطبراني]

(۲) [**صحيح موقوف** : صحيح الترغيب (۲۲۳۸) كتاب القضاء : باب الترغيب في كلمات يقولهن من خاف ظالما ، ابن ابي شيبة (۹۲۲٦)]

(۳) [**صحيح موقوف** : صحيح الترغيب (۲۲۳۹) كتاب القضاء : باب الترغيب في كلمات يقولهن من خاف ظالما ، ابن ابي شيبة (۹۲۳۰)]

(٤) [**صحيح لغيره** : صحيح الترغيب (۲۲۵۰) كتاب القضاء : باب ترهيب الحاكم وغيره من إرضاء الناس بما يسخط الله عزوجل ، ابن حبان في صحيحه (۲۷٦)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أرضى الله بسخط الناس كفاه الله ومن أسخط الله برضا الناس وكله الله إلى الناس﴾ ''جس نے لوگوں کی ناراضگی کے باوجود اللہ کو راضی کیا تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جائیں گے اور جس نے لوگوں کی رضامندی کے ساتھ اللہ کو ناراض کر لیا تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد ہی کر دیں گے۔'' (۱)

826- رعایا کے ساتھ شفقت ورحمت سے پیش آنا چاہیے

(1) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من لا يرحم الناس لا يرحمه الله﴾ ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے۔'' (۲)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ﴿من لم يرحم الناس لم يرحمه الله﴾ ''جس نے لوگوں پر رحم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کریں گے۔'' (۳)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء﴾ ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے (لٰہذا) تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔'' (٤)

(4) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لن تؤمنوا حتى تراحموا قالو : يا رسول الله! كلنا رحيم ؟ قال : إنه ليس برحمة أحدكم صاحبه، ولكنها رحمة العامة﴾ ''تم ہرگز مومن نہیں ہو سکتے حتی کہ ایک دوسرے پر رحم کرو۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر کوئی رحیم ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں پر رحم کیا جائے۔'' (٥)

(5) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک ایسے گھر میں تھے جس میں مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ موجود

---

(۱) [بیهقی (۸۹۰) فی کتاب الزهد الکبیر، الترغیب والترهیب (۳۳۲۹)]

(۲) [مسلم (۲۳۱۹) کتاب الفضائل : باب رحمته الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك، بخاری (۶۰۱۳) ترمذی (۱۹۲۲) احمد (۴۰/۳)]

(۳) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۵٤) کتاب القضاء : باب الترغیب فی الشفقة علی خلق الله تعالی من الرعیة، رواه الطبرانی بإسناد حسن]

(٤) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۵٦) کتاب القضاء : باب الترغیب فی الشفقة علی خلق الله تعالی من الرعیة، ابو داود (٤٩٤١) ترمذی (۱۹۲٤)]

(٥) [**حسن لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۵۳) کتاب القضاء : باب الترغیب فی الشفقة علی خلق الله تعالی من الرعیة، رواه الطبرانی، اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔]

تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہر آدمی اس امید پر کشادہ ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ اس کے پہلو میں بیٹھیں گے۔ پھر آپ ﷺ دروازے کے پاس کھڑے ہوئے اور اس کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑ لیا اور کہا ﴿ الائمة من قریش ‘ …… إذا استرحموا رحموا ‘ وإذا حكموا عدلوا ‘ وإذا عاهدوا وفوا فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين ﴾ ”حکمران قریش سے ہوں گے……… جب ان سے رحم کی اپیل کی جائے گی تو وہ رحم کریں گے اور جب وہ فیصلہ کریں گے تو انصاف کریں گے اور جب عہد کریں گے تو پورا کریں گے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔“ (۱)

827- اچھا وزیر اور بُرا وزیر

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا أراد الله بالأمير خيرا جعل له وزير صدق ‘ إن نسي ذكره ‘ وإن ذكر أعانه ‘ وإذا أراد الله به غير ذلك جعل له وزير سوء إن نسي لم يذكره وإن ذكر لم يعنه ﴾ ”جب اللہ تعالیٰ کسی حکمران کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لیے ایک سچائی کا وزیر مقرر کر دیتے ہیں۔ اگر حکمران بھول جائے تو وہ اسے یاد کراتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کا تعاون کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ حکمران کے ساتھ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لیے برائی کا ایک وزیر مقرر کر دیتے ہیں۔ اگر حکمران بھول جائے تو وہ اسے یاد نہیں کراتا اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کا تعاون نہیں کرتا۔“ (۲)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما بعث الله من نبي ولا استخلف من خليفة إلا كانت له بطانتان : بطانة تأمره بالمعروف وتحضه عليه ‘ وبطانة تأمره بالشر وتحضه عليه ‘ والمعصوم من عصم الله ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا اور نہ ہی خلیفہ مقرر کیا ہے مگر لازماً اس کے لیے دو طرح کے رازدار بنائے ہیں۔ ایک رازدار وہ جو اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور اس پر اسے رغبت دلاتا ہے اور دوسرا رازدار وہ جو اسے برائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر اسے رغبت دلاتا ہے۔ اور معصوم وہ ہے جسے اللہ نے بچا لیا۔“ (۳)

❁❁❁

(۱) [**صحیح** : صحیح الترغیب (۲۲۵۹) کتاب القضاء : باب الترغیب فی الشفقة علی خلق الله تعالیٰ من الرعیة ‘ احمد (۱۲۹/۳) ابو یعلی (۴۰۳۲ ‘ ۴۰۳۳) رواه الطبرانی فی الکبیر بإسناد حسن]

(۲) [**صحیح لغیره** : صحیح الترغیب (۲۲۹۶) کتاب القضاء : باب ترغیب الإمام وغیره من ولاة الأمور فی اتخاذ وزیر صالح وبطانة حسنة ‘ ابو داود (۲۹۳۲) ابن حبان فی صحیحه (۴۴۷۷) نسائی (۱۵۹/۷)]

(۳) [بخاری (۷۱۹۸) کتاب الأحکام : باب بطانة الإمام وأهل مشورته البطانة الدخلاء ‘ الصحیحة (۱۶۴۱)]
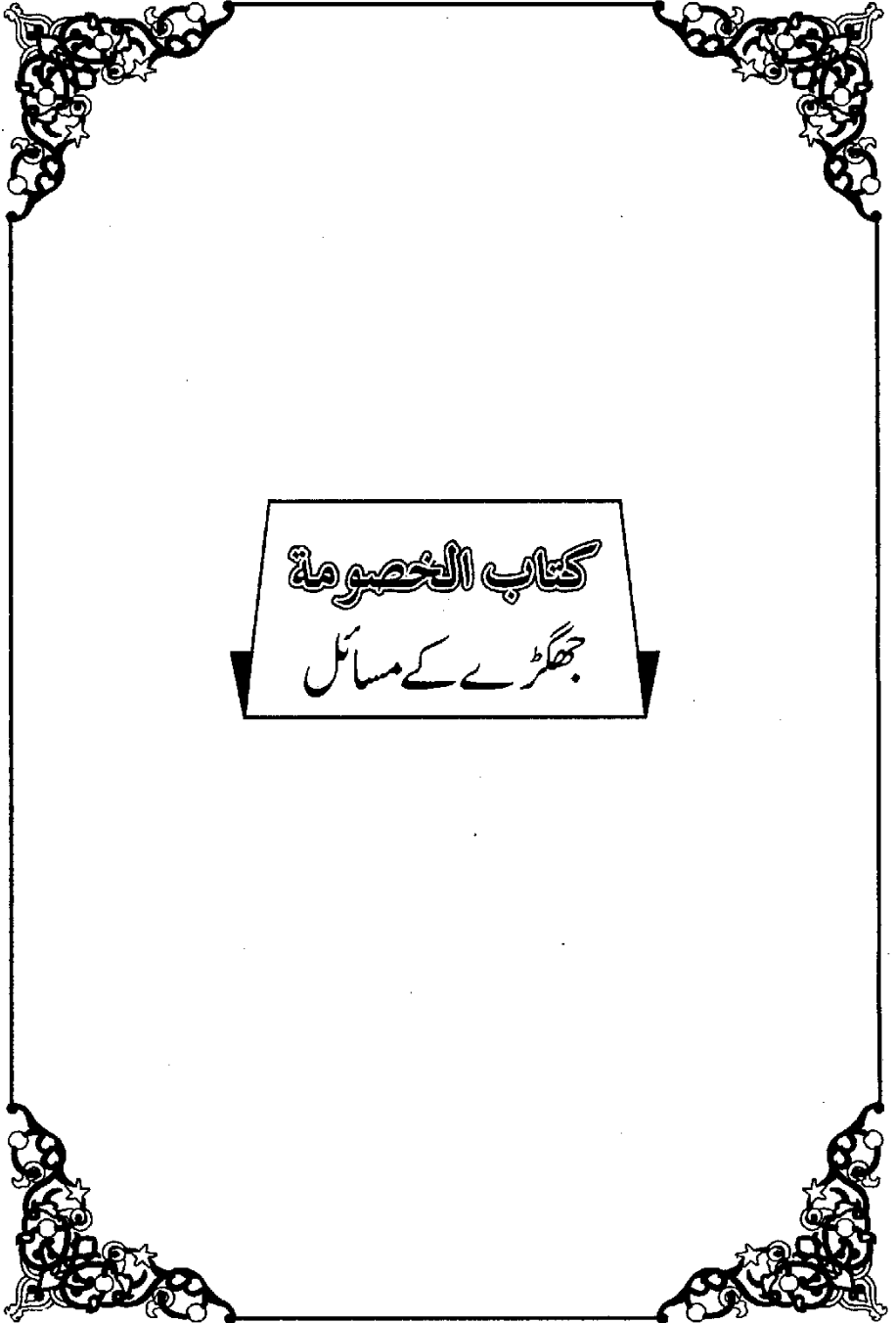
كتاب الخصومة

جھگڑے کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴾ [آل عمران : ٤٤]

''اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ شاهداك أو يمينه ﴾

''دو گواہ پیش کر دیا اس سے قسم لی جائے گی۔''

[بخاری (٢٦٦٩) کتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه]

کتاب الخصومة ❶

جھگڑے کے مسائل

عَلَى الْمُدَّعِي الْبَيِّنَةُ وَعَلَى الْمُنْكِرِ الْيَمِينُ	دلیل پیش کرنا مدعی پر اور قسم کھانا منکر (مدعی علیہ) پر لازم ہے۔ ❷

❶ لفظِ خصومة کا معنی ہے ''جھگڑا''۔ باب خَاصَمَ يُخَاصِمُ (مفاعلة) جھگڑا کرنا۔ باب خَصَمَ يَخْصِمُ (ضرب) جھگڑے میں غالب آنا۔ اَلْخَصْم 'مدمقابل' باب تَخَاصَمَ وَاخْتَصَمَ (تفاعل' افتعال) ایک دوسرے سے جھگڑنا۔(۱)

❷ (1) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک آدمی جھگڑا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ شاهداك أو يمينه ﴾ ''تجھے دو گواہ پیش کرنے ہوں گے یا پھر اس سے قسم لی جائے گی۔''(۲)

2) حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرموت کا اور ایک کندہ کا جھگڑا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی کے لیے کہا ﴿ ألك بينة ؟ قال لا ' قال فلك يمينه ﴾ ''کیا تیرے پاس ثبوت ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تجھے اس کی قسم کو تسلیم کرنا ہوگا۔''(۳)

3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ قضى باليمين على المدعى عليه ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔''(۴)

4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ البينة على المدعى واليمين على من أنكر ﴾ ''مدعی پر دلیل پیش کرنا لازم ہے اور قسم وہ اٹھائے گا جس نے انکار کیا۔''(۵)

---

۱) [المنجد (ص/۲۰۸) القاموس المحيط (ص/۹۹٤)]

۲) [بخاری (۲٦٦۹) كتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه فى الأموال والحدود ' مسلم (۱۳۸) احمد (۲۱۱/۵) ابو داود (۳٦۲۱) ترمذی (۲۹۹٦) ابن ماجة (۲۳۲۲)]

۳) [مسلم (۱۳۹) كتاب الإيمان : باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار ' ابو داود (۳٦۲۳) ترمذی (۱۳٤۰) احمد (۳۱۷/٤) طيالسی (۱۰۲۵) مشكل الآثار (۲٤۸/٤) دارقطنی (۲۱۱/٤) بيهقی (۱۳۷/۱۰)]

٤) [بخاری (۲٦٦۸) كتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه فى الأموال والحدود ' مسلم (۱۷۱۱) ابو داود (۳٦۱۹) ترمذی (۱۳٤۲) نسائی (۲٤۸/۸)]

٥) [بيهقى فى السنن الكبرى (۲۵۲/۱۰)]

وَيَحْكُمُ الْحَاكِمُ بِالْإِقْرَارِ وَبِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ	قاضی مدعی علیہ کے اقرار ❶ یا دو مردوں کی شہادت یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ ❷

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... ﴿ واغد يا أنيس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ﴾ ”اے انیس! صبح اس کی بیوی کے پاس جاؤ اور اگر وہ (زنا کا) اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا۔“ (۱)

جب اقرار کے ذریعے رجم کیا جا سکتا ہے تو رجم سے ہلکا فیصلہ بالاولیٰ درست ہے۔

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ ﴾ [البقرة : ۲۸۲]

”اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لو پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرو۔“

أَوْ رَجُلٍ وَيَمِينِ الْمُدَّعِي	یا ایک مرد کی شہادت اور مدعی کی قسم (کے ساتھ فیصلہ ہوگا)۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن رسول الله قضى بيمين وشاهد ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔“ (۲)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ قضى باليمين مع الشاهد ﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے ساتھ فیصلہ کیا جس کے ساتھ ایک گواہ بھی موجود تھا۔“ (۳)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عراق میں قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔ (٤)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن النبي ﷺ قضى باليمين مع الشاهد ﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے ساتھ

(۱) [بخاری (۲٦۹٦، ۲٦۹٥) ابو داود (٤٤٤٥) ترمذی (۱٤۳۳) نسائی (۲٤۰/۸) ابن ماجة (۲٥٤۹) احمد (۱۱٥/٤) حمیدی (۸۱۱)]

(۲) [مسلم (۱۷۱۲) كتاب الأقضية : باب وجوب الحكم بشاهد ويمين ' ابو داود (۳٦۰۸) ابن ماجة (۲۳۷۰) احمد (۲٤۸/۱)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۹۱۹) كتاب الأحكام : باب القضاء بالشاهد واليمين ' ابن ماجة (۲۳٦۹) إرواء الغليل (۳۰۳/۸) ترمذی (۱۳٤٤) احمد (۳۰٥/۳) بيهقی (۱۷۰/۱۰)]

(٤) [صحيح : صحيح ترمذی ' ترمذی (۱۳٤٥) كتاب الأحكام : باب ما جاء فی اليمين مع الشاهد ' دارقطنی (۲۱۲/٤)]

فیصلہ فرمایا جس کے ساتھ ایک گواہ بھی تھا۔'' (۱)

(5) اس معنی کی احادیث بیان کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیس کے قریب ہے۔(۲)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) مدعی کی قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔

(ابن حجرؒ، شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احناف) قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز نہیں۔(۳)

احناف کا مستدل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مرد کی غیر موجودگی میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا ذکر کیا ہے' اس کے بعد قسم کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ یہ استدلال اس وجہ سے غلط ہے کہ صحیح حدیث کے ذریعے ثابت ہونے والی قرآن پر زیادتی مستقل عمل کی حیثیت رکھتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے گا۔

بعض حنفیہ نے اس بات کا یوں جواب دیا ہے کہ قرآن پر حدیث کی زیادتی منسوخ ہے اور خبر واحد متواتر کو منسوخ نہیں کر سکتی نیز احادیث کی زیادتی کو قبول نہیں کیا جائے گا الا کہ اس کے ساتھ خبر مشہور ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا مطلب ہے ایک حکم کو ختم کرنا اور یہاں کسی حکم کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ قرآن کا حکم اپنی جگہ ثابت ہے اور حدیث کا حکم اپنے مقام پر۔

اگر قرآن پر حدیث کی زیادتی قابل قبول نہیں تو عورت اور اس کی پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع کرنا اور دوسری مرتبہ چوری میں پاؤں کاٹنا وغیرہ جیسے مسائل احناف کیوں تسلیم کرتے ہیں حالانکہ یہ قرآن کے علاوہ محض سنت سے ہی ثابت ہیں۔(۴)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح و برحق ہے۔(۵)

○ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ صرف مالی مسائل میں ہی فیصلہ ہوگا یا دوسرے معاملات میں بھی کیا جا سکتا ہے' اس میں اختلاف ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ) یہ فیصلہ صرف اموال کے معاملات میں خاص ہے۔ حدود' نکاح' طلاق' رجوع' چوری' قصاص وغیرہ میں اس کے ساتھ فیصلہ درست نہیں کیونکہ ان کی الگ تعیین موجود ہے مثلاً حد قذف میں ﴿ أَرْبَعَةَ شُهَدَاءَ ﴾ [النور: ٤] 'چار گواہ۔'' طلاق میں ﴿ أَشْهِدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِّنكُمْ ﴾ [الطلاق : ٢] ''اپنے دو عادل گواہ مقرر کرلو۔'' قرض میں ﴿ وَاسْتَشْهِدُوا

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۷٦) کتاب القضاء : باب القضاء بالیمین والشاهد' ابو داود (۳٦۱۰) ابن ماجة (۲۳٦۸) ترمذی (۱۳٤۳)]

(۲) [تلخیص الحبیر (٤/۲۰٦)]

(۳) [نیل الأوطار (٥/۳۷۹) الأم للشافعی (٦/۲٥٦) المغنی لابن قدامة (۱٤/۱۲۹) بدایة المجتهد (۲/٤٦۷)]

(٤) [نیل الأوطار (٥/۳۷۹۔۳۸۰)]

(٥) [فتح الباری (٥/٦۱٥)]

شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ...... ﴾ [البقرة : ۲۸۲] ''دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔'' (۱)

(ابن حزمؒ) حدود کے علاوہ باقی سب مسائل میں قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ درست ہے اور جنہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف نبی ﷺ نے اموال کے متعلق فیصلہ فرمایا تھا وہ بات ثابت نہیں۔ (۲)

(نواب صدیق حسن خانؒ) عادل گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا واجب ہے۔ (۳)

وَبِيَمِينِ الْمُنكِرِ وَبِيَمِينِ الرَّدِّ	مدعی علیہ کی قسم ❶ اور تردیدی قسم کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ ❷

❶ ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک حضرمی اور ایک کندی جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے کندی سے کہا﴿ ألك بينة ؟ قال لا قال فلك يمينه ﴾ ''کیا تیرے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تجھے اس کی قسم کا اعتبار کرنا ہوگا۔'' اس نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ تو گنہگار آدمی ہے وہ پرواہ نہیں کرے گا کہ کس بات پر قسم اٹھا رہا ہے اور وہ کسی چیز سے نہیں بچے گا (یعنی اس کے لیے جھوٹی قسم کھانا کوئی بڑی بات نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ليس لك منه إلا ذلك ﴾ ''اب تیرے لیے اس کی طرف سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔'' (٤)

❷ اس سے مراد یہ ہے کہ مدعی علیہ انکار کر دے تو مدعی سے قسم اٹھوالی جائے۔ اس کے اثبات میں کوئی واضح دلیل موجود نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا﴿ أن النبي ﷺ رد اليمين على طالب الحق ﴾ ''کہ نبی ﷺ نے قسم کو مدعی پر لوٹا دیا۔'' لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ (٥)

البتہ وہ حدیث صحیح ہے جس میں ذکر ہے کہ قسم صرف مدعی علیہ کے ذمہ ہی ہے جیسا کہ اس میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ ولكن اليمين على المدعى عليه ﴾ ''اور لیکن قسم مدعی علیہ پر ہے۔''

وَبِعِلْمِهِ	حاکم اپنے علم کے ساتھ بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے مدعی سے کہا﴿ أقم البينة ﴾ ''دلیل پیش کرو۔'' جب وہ دلیل پیش نہ کر سکا تو آپ ﷺ نے دوسرے شخص سے کہا کہ تم قسم اٹھاؤ۔ اس نے اللہ کی قسم اٹھالی (جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں) کہ اس کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں۔ تو رسول اللہ

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الروضة الندية (۲/٥٥٦_٥٥٧) المسوى (۲/۲۲٦)]
(۲) [المحلى بالآثار (۸/٤٩٠_٤٩١)]
(۳) [الروضة الندية (۲/٥٥٨) اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: أعلام الموقعين (۱/۳۲_۳۸)]
(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۰۸٤) كتاب القضاء : باب الرجل يحلف على علمه فيما غاب عنه، ابو داود (۳٦۲۳)]
(٥) [ضعیف : إرواء الغليل (۸/۲٦۷)، (۲٦٤۲) دارقطنی (٤/۲۱۳) حاکم (٤/۱۰۰)]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ قد فعلت ولكن غفر لك بإخلاص لا إله إلا الله ﴾ ''تو نے ایسا کیا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے لا إله إلا الله کے اخلاص کی وجہ سے تجھے بخش دیا ہے۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں﴿ بل هو عندك ادفع إليه حقه ﴾ ''بلکہ وہ چیز تیرے پاس ہی ہے لہٰذا اسے اس کا حق ادا کردو۔'' (١)

(2) امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے ((من رأى للقاضي أن يحكم بعلمه في أمر الناس إذا لم يخف الظنون والتهمة)) ''جس کا یہ خیال ہے کہ قاضی لوگوں کے معاملات میں اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے جبکہ وہ (برے) گمان اور تہمت سے نہ ڈرتا ہو۔''

اور اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کو کہا﴿ خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف ﴾ ''(اس کے مال سے) معروف طریقے سے اس قدر پکڑ لو جتنا تمہیں اور تمہارے بچے کو کافی ہو۔'' (٢)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی ثبوت اور گواہوں کے محض اپنے علم کے مطابق ہی فیصلہ کر دیا۔

(ابوحنیفہؒ، ابو یوسف) قاضی اپنے علم کے مطابق صرف مالی مسائل میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

(بعض مالکیہ، شافعیہ) قاضی اپنے علم کے مطابق حدود کے علاوہ تمام معاملات میں فیصلہ کر سکتا ہے۔

(ابن عربیؒ) محض اپنے علم کے ساتھ کوئی فیصلہ بھی نہیں کر سکتا۔

(شوکانیؒ) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حاکم کے لیے اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ (٣)

(ابن حزمؒ) اپنے علم کے ساتھ حاکم پر تمام معاملات کا فیصلہ کرنا فرض ہے۔ (٤)

(راجح) حاکم کے لیے مطلق طور پر تمام معاملات میں اپنے علم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ (٥)

وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ لَيْسَ بِعَدْلٍ وَلَا الْخَائِنِ وَلَا ذِي الْعَدَاوَةِ وَالْمُتَّهَمِ وَالْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ وَالْقَاذِفِ	غیر عادل ❶ 'خائن' دشمن' جسے تہمت لگی ہو' ایک گھر سے وابستہ شخص ❷ اور قاذف (تہمت لگانے والے) ❸ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(١) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٨٠٣) كتاب الأيمان والنذور : باب في الحلف كاذبا متعمدا ' ابو داود (٣٢٧٥) نسائي في السنن الكبرى (٤٨٩/٣) ' (٦٠٠٦) احمد (٢٥٣/١) حاكم (٩٥/٤)]

(٢) [بخاري (قبل الحديث/ ٧١٦١) كتاب الأحكام : باب من رأى للقاضي أن يحكم بعلمه]

(٣) [نيل الأوطار (٢٨٢/٥) فتح الباري (٦٤/١٥)]

(٤) [المحلى بالآثار (٥٢٣/٨)]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نيل الأوطار (٣٨٤/٥) الروضة الندية (٥٦١/٢)]

﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [الطلاق : ۲]

''اپنے میں سے دو عادل افراد کو گواہ بناؤ۔''

(2) ﴿ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ ﴾ [البقرة : ۲۸۲]

''(انہیں گواہ بناؤ) جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرلو۔''

(3) ﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا ﴾ [الحجرات : ٦]

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔''

(4) اس بات پر اجماع ہے کہ فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔(۱)

❷ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا ذی غمر علی أخیه ولا تجوز شهادة القانع لأهل البیت ﴾ ''خائن مرد اور خائن عورت کی گواہی جائز نہیں' اور کینہ رکھنے والے کی گواہی اس کے بھائی کے خلاف جائز نہیں اور جو شخص کسی دوسرے کے زیر کفالت ہو اس کی گواہی کفیل خاندان کے حق میں جائز نہیں۔''(۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا زان ولا زانیة ﴾ ''خائن مرد اور خائن عورت کی گواہی جائز نہیں۔''(۳)

(جمہور، شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ) دشمن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

(ابوحنیفہؒ) دشمن کی گواہی قبول کی جائے گی۔(٤)

(راجح) برحق بات یہی ہے کہ دشمن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔(٥)

❷ اس بات پر بھی اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے کہ غلام کی اپنے مالک کے حق میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔(٦)

❸ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ

(۱) [البحر الزخار (٢٤/٥) نیل الأوطار (٣٨٧/٥) الروضة الندیة (٥٦٢/٢)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (٣٠٦٧) کتاب القضاء : باب من ترد شهادته ' احمد (١٨١/٢) ابو داود (٣٦٠٠) دار قطنی (٥٢٨) بیهقی (٢٠٠/١٠) تاریخ دمشق لا بن عساکر (١٨٧/١٥) شیخ حازم علی قاضی نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (١٩٣١/٤)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (٣٠٦٨) کتاب القضاء : باب من ترد شهادته ' ابو داود (٣٦٠١) تلخیص الحبیر (١٩٨/٤) إرواء الغلیل (٢٦٦٩)]

(٤) [الأم (١٦/٧ ـ ٨٨) المبسوط (١٣٣/١٦) المغنی (١٧٤/١٤) بدایة المجتهد (٤٦٤/٢)]

(٥) [نیل الأوطار (٣٨٧/٥)]

(٦) [البحر الزخار (٣٦/٥) الروضة الندیة (٥٦٤/٢)]

شَهَادَةً اَبَداً وَاُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ [النور : ٤]

"جولوگ پاکدامنہ عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو' یہ فاسق لوگ ہیں۔

توبہ کے بعد قاذف کی گواہی قبول ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ استثناء کا مرجع دو جملے ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَداً وَاُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ ہیں یا ایک جملہ ﴿ واُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾

(مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ) ان کے نزدیک استثنا کا مرجع دونوں جملے ہیں لہٰذا قاذف کی گواہی توبہ کے بعد قبول کی جائے گی۔

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) آیت میں واضح اشارہ موجود ہے کہ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا ﴾ "مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں۔"

(2) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ التائب من الذنب كمن لا ذنب له ﴾ "گناہ سے توبہ کرنے والا شخص اس طرح ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔" (١)

(3) کفر قذف سے بڑا جرم ہے جب کافر کی توبہ قبول ہے تو قاذف کی کیوں نہیں؟۔

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کو زنا کی حد لگائی اور انہیں کہا ﴿ توبوا تقبل شهادتكم فتاب رجلان ولم يتب أبو بكرة فكان لا يقبل شهادته ﴾ "توبہ کر لو تمہاری گواہی قبول کی جائے گی تو دو آدمیوں نے توبہ کر لی لیکن ابوبکرہ نے نہیں کی پھر ابوبکرہ کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی۔" (٢)

(ابوحنیفہؒ) استثنا کا مرجع صرف آخری جملہ ہے۔ یعنی توبہ کے بعد فسق کی صفت تو ختم ہو جائے گی لیکن گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) قرآن میں اللہ تعالیٰ نے قاذف کی گواہی قبول نہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے ﴿ أبَداً ﴾ کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ تہمت لگانے والے کی کبھی بھی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی جانب لکھ کر بھیجا ﴿ المسلمون عدول بعضهم على بعض إلا محلود فى حد ﴾ "مسلمان ایک دوسرے پر عادل ہیں مگر وہ جسے کسی حد میں کوڑے لگائے گئے ہوں۔" (٣)

واضح رہے کہ جسے کسی حد میں تہمت لگی ہو اس کا غیر عادل ہونا اور لفظ " أبدا " سے ہمیشہ گواہی قبول نہ کرنے کا استدلال

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٣٤٢٧) كتاب الزهد : باب ذكر التوبة ' ابن ماجة (٤٢٥٠)]

(٢) [مصنف عبد الرزاق (٣٨٤/٧) ' (١٣٥٦٤)]

(٣) [صحيح : إرواء الغليل (٢٦١٩) ابن أبى شيبة (١٧/٦) دار قطنى (٢٠٧/٤) بيهقى (١٣٥/١٠)]

اس وقت تک ہوسکتا ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے اور جب وہ توبہ کر لے تو ان شاء اللہ وہ شخص ایسے ہی ہے جیسے اس پر کوئی گناہ تھا ہی نہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) توبہ کے بعد گواہی قبول کر لی جائے گی۔(۲)

(بخاریؒ) صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے ابوبکرہ، شبل بن معبد اور نافع کو کوڑے لگائے پھر انہیں توبہ کرنے کا کہا اور فرمایا ﴿من تاب قبلت شهادته﴾ ''جو توبہ کرے گا میں اس کی گواہی قبول کروں گا۔''(۳)

(جمہور) توبہ کے بعد قاذف کی گواہی قبول کی جائے گی۔(٤)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔

وَلَا بَدَوِیٌّ عَلٰی صَاحِبِ قَرْيَةٍ	اور نہ ہی شہری کے خلاف دیہاتی کی گواہی قبول کی جائے گی۔ ❶

❶ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لا تجوز شهادة بدوی علی صاحب قرية﴾ ''کسی دیہاتی کی شہری کے خلاف گواہی جائز نہیں۔''(٥)

(خطابیؒ) دیہاتی کی شہادت سے کراہت اس لیے ہے کیونکہ (ممکن ہے) وہ علم میں کمی کے باعث شہادت کا حق ادا نہیں کریں گے اور (بات کو) اصل واقعہ سے تبدیل کر دیں گے۔(٦)

امام احمدؒ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت اس حدیث پر عمل کی قائل ہے مگر انہوں نے اسے اُس دیہاتی پر محمول کیا ہے جس کی عدالت وثقاہت معلوم نہ ہو اور غالباً ان کی یہ صفت نامعلوم ہی ہوتی ہے۔(۷)

(شوکانیؒ) یہی بات راجح ہے۔(۸)

---

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : التعليق على الروضة الندية للشيخ صبحي حسن حلاق (٥٦٦/٢) فتح الباری (٩٨/٧) المحلی بالآثار (٥٢٩/٨۔٥٣٠)]

(۲) [ایضا]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ٢٦٤٨) کتاب الشهادات : باب شهادة القاذف والسارق والزانی]

(٤) [فتح الباری (٩٨/٧)]

(٥) [صحیح : إرواء الغلیل (٢٨٩/٨)، (٢٦٧٤) ابو داود (٣٦٠٢) کتاب القضاء : باب شهادة البدوی علی أهل الأمصار، ابن ماجة (٢٣٦٦) بیهقی (٢٥٠/١٠)]

(٦) [معالم السنن (١٧٠/٤)]

(٧) [المغنی (٣٢/١٢)]

(٨) [نیل الأوطار (٣٨٨/٥)]

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے چاند دیکھنے کے متعلق ایک دیہاتی کی گواہی قبول فرمائی تھی۔(۱)

وَيَجُوْزُ شَهَادَةُ مَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى تَقْرِيْرِ فِعْلِهٖ اَوْ قَوْلِهٖ اِذَا انْتَفَتِ التُّهْمَةُ	ایسے شخص کی شہادت جائز ہے جو اپنے قول یا فعل کو ثابت کرنے کے لیے شہادت دے جب کہ اس کی صورت تہمت کی نہ ہو۔ ❶

❶ (1) پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے دودھ پلانے والی عورت کی گواہی قبول کر لی اور حرمت کا حکم لگا دیا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تو ایک عورت نے آ کر کہا ﴿ إني قد أرضعتكما ﴾ ''میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے'' پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھے اس عورت (بیوی) کو چھوڑنے کا حکم دے دیا۔(۲)

(راجح) راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ماتن کا مؤقف درست نہیں کیونکہ حدیث میں عورت نے صرف ایک خبر دی تھی اور پھر اسے قاعدہ کلیہ بنا لینا اور ہر ایک کے لیے جائز قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ جب کہ قرآن میں واضح حکم موجود ہے کہ ''دو عادل گواہ مقرر کرو۔'' نیز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کوئی ایسا مسئلہ منقول نہیں۔(واللہ اعلم)

وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ	جھوٹی شہادت بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [الحج : ۳۰]

''اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو۔''

(2) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ [الفرقان : ۷۲]

''وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔''

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ الشرك بالله ، وعقوق الوالدين وقتل النفس وشهادة الزور ﴾ ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا' ناحق کسی جان کا قتل اور جھوٹی گواہی دینا۔''(۳)

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۰۵۲) کتاب الصیام : باب فی شهادة الواحد علی رؤیة هلال رمضان ' ابو داود (۲۳۴۲)]

(۲) [بخاری (۲۶۶۰) کتاب الشهادات : باب شهادة المرضعة]

(۳) [بخاری (۲۶۵۳) کتاب الشهادات : باب ما قیل فی شهادة الزور ' مسلم (۸۸) ترمذی (۱۲۰۷) نسائی (۸۸/۷) احمد (۱۳/۳)]

(4) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتلاؤں؟ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے لیکن اب آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا ﴿ ألا وقول الزور ﴾ ''خبردار! اور جھوٹی بات بھی (کبیرہ گناہ ہے)'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے کو اتنی مرتبہ بیان کیا کہ صحابہ کہتے ہیں ہم نے کہا کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔(۱)

وَإِذَا تَعَارَضَ الْبَيِّنَتَانِ وَلَمْ يُوجَدْ وَجْهُ تَرْجِيحٍ قُسِّمَ الْمُدَّعٰى	جب دو دلائل باہم متعارض ہو جائیں اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو مدعی (وہ چیز جس کا دعوی کیا گیا ہے) کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ ❶

❶ عہد نبوی میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعوی کیا۔ پھر اس پر دونوں نے دو دو گواہ بھی پیش کر دیے تو ﴿ فقسمه النبي ﷺ بينهما نصفين ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔'' (۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ دونوں آدمیوں کے پاس نہ تو کوئی ثبوت تھا اور نہ کوئی گواہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلوبہ چیز کو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔(۳)

درج بالا دونوں روایات ضعیف ہیں۔ اس لیے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا البتہ وہ حدیث صحیح ہے جس میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن النبي ﷺ عرض على قوم اليمين فأسرعوا فأمر أن يسهم بينهم في اليمين أيهم يحلف ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر قسم پیش کی تو وہ فوراً قسم کھانے پر تیار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان لوگوں میں قرعہ اندازی کی جائے کہ ان میں سے کون قسم اٹھائے گا۔'' (٤)

اس کی صورت یہ ہے کہ جب فریقین مدعی ہوں اور جس چیز کا دونوں دعوی کر رہے ہوں وہ دونوں کے پاس موجود نہ ہو اور نہ ہی اس کا دونوں کے پاس کوئی ثبوت ہو تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی پھر جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ قسم کھا کر اس چیز کا مستحق قرار پائے گا۔(٥)

(۱) [بخاری (٢٦٥٤) کتاب الشهادات : باب ما قيل في شهادة الزور' مسلم (٨٧) ترمذی (١٩٠١) احمد (٣٦/٥)]

(٢) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٦٦) ابو داود (٣٦١٥) كتاب القضاء باب الرجلين يدعيان شيئا وليس لهما بينة' حاكم (٩٥/٤) بيهقی (٢٥٤/١٠)]

(٣) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٦٥٦) ابو داود (٣٦١٣) نسائی (٢٤٨/٨) ابن ماجة (٢٣٣٠) احمد (٤٠٢/٤)]

(٤) [بخاری (٢٦٧٤) كتاب الشهادات : باب إذا تسارع قوم في اليمين]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (١٤٥/٧) سبل السلام (١٩٤١/٤) نيل الأوطار (٣٩٦/٥) قفو الأثر (١٧٦٢/٥-١٧٦٣)]

اس کی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ دو آدمی کسی چیز میں جھگڑ پڑے اور کسی کے پاس گواہ بھی نہیں تھا تو نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ قسم کے لیے قرعہ اندازی کر لیں۔ (یعنی جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ قسم اٹھا کر وہ چیز لے لے)۔(۱)

ثابت ہوا کہ دلائل میں تعارض کی صورت میں دونوں کے پاس شواہد ہوں یا نہ ہوں قسم کے لیے قرعہ اندازی سے ہی فیصلہ کرنا زیادہ صحیح ہے۔

(ابوحنیفہؒ) دونوں کے پاس دلائل ہوں یا نہ ہوں فیصلہ یوں کیا جائے گا کہ جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہے اسے دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ خواہ وہ چیز ان کے پاس موجود ہو یا نہ ہو۔(۲)

(راجح) پہلا مؤقف راجح و برحق ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

وَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمُدَّعِي بَيِّنَةٌ فَلَيْسَ لَهُ إِلَّا يَمِينُ صَاحِبِهِ وَلَوْ كَانَ فَاجِرًا	اور جب مدعی کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو پھر اسے مدعی علیہ کی قسم تسلیم کرنا ہوگی اگرچہ وہ گنہگار و فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے اور ایک آدمی کے درمیان کنوئیں کے معاملے میں جھگڑا تھا۔ ہم جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ شاهداك أو يمينه ﴾ ''تمہیں دو گواہ پیش کرنے ہوں گے یا پھر اس سے قسم لی جائے گی۔'' میں نے کہا ﴿ إذن يحلف ولا يبالي ﴾ ''پھر تو وہ بغیر کسی پرواہ کے قسم اٹھا لے گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ من حلف على يمين يقتطع بها مال امرئ مسلم لقي الله وهو عليه غضبان ﴾ ''جو شخص قسم اٹھا کر کسی مسلمان کا مال ناحق اڑا لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے جب ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر ناراض ہوگا۔''(۳)

(2) ایک روایت میں ہے کہ دو آدمی جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک (کندی) کے لیے کہا کہ کیا تمہارے پاس دلیل ہے۔ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فلك يمينه ﴾ ''تیرے لیے پھر اس کی قسم ہے'' تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! ﴿ الرجل فاجر لا يبالي على ما حلف عليه وليس يتورع من شيئ فقال ليس لك منه إلا ذلك ﴾ ''وہ آدمی تو گنہگار ہے وہ پرواہ نہیں کرے گا کہ کس بات پر قسم اٹھا رہا ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز سے بچے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لیے اب اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔''(٤)

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۰۷۸) كتاب القضاء : باب الرجلين يدعيان شيئا وليس بينهما بينة ' ابو داود (۳٦۱٦) ابن ماجة (۲۳٤٦) نسائی (٦۰۰۱)]

(۲) [المحلى بالآثار (٥۳۹/۸)]

(۳) [بخاری (۲٦٦۹ ' ۲٦۷۰) كتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه فى الأموال والحدود ' مسلم (۱۳۸)]

(٤) [مسلم (۱۳۹) كتاب الإيمان : باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار ' ابو داود (۳٦۲۳) ترمذی (۱۳٤۰) احمد (۳۱۷/٤)]

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ اليمين على من أنكر ﴾ ''قسم وہ شخص اٹھائے گا جس نے انکار کیا۔'' (۱)

وَلَا تُقْبَلُ الْبَيِّنَةُ بَعْدَ الْيَمِيْنِ وَمَنْ اَقَرَّ بِشَيْئٍ عَاقِلًا بَالِغًا غَيْرَ هَازِلٍ وَلَا بِمُحَالٍ عَقْلًا اَوْعَادَةً لَزِمَهُ مَا اَقَرَّ بِهِ كَائِنًا مَّا كَانَ	اور قسم کے بعد کوئی دلیل قبول نہیں کی جائے گی ❶ اور عاقل و بالغ شخص سنجیدگی سے کسی ایسے معاملے کا اقرار کرے جو عقل و عرف میں ناممکن نہ ہو تو وہ اس پر لازم ہوگا خواہ وہ کوئی بھی معاملہ ہو۔ ❷

❶ (1) جیسا کہ ابھی پیچھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ شاهداك أو يمينه ﴾ ''تمہیں دو گواہ پیش کرنے ہوں گے یا پھر اس سے قسم لی جائے گی۔'' (۲)

(2) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مدعی علیہ کے لیے قسم کا ذکر کیا اور پھر مدعی کے لیے کہا ﴿ ليس لك منه إلا ذلك ﴾ ''اب تیرے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔'' (۳)

❷ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ واغد يا أنيس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ﴾ ''اے انیس! صبح اس کی بیوی کے پاس جانا' اگر وہ اعتراف (زنا) کرے تو اسے رجم کر دینا۔'' (٤)

عاقل اور بالغ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کیونکہ پاگل اور بچہ دونوں مکلّف نہیں ہیں۔ سنجیدگی کی قید اس لیے کیونکہ ہازل (مذاق کرنے والے) کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور عقلا و عرفا محال نہ ہو' کی قید اس لیے ہے کیونکہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو اقرار جھوٹ پر منحصر ہوگا اور جھوٹ کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ (٥)

وَيَكْفِيْ مَرَّةً وَاحِدَةً مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَ مُوْجِبَاتِ الْحُدُوْدِ وَغَيْرِهَا كَمَا سَيَأْتِيْ	اور یہ اقرار ایک مرتبہ ہی کافی ہے خواہ حدود کو لازم کرنے والے اسباب سے ہو یا کسی اور سے' جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ ❶

❶ جیسا کہ نبی ﷺ نے انیس کے لیے کہا تھا کہ اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔ (٦)

اقرار میں تکرار لازم ہے یا نہیں اس کی مزید بحث آئندہ کتاب الحدود میں آئے گی۔

(۱) [بیهقی (۱۰/۲۵۲)]

(۲) [بخاری (۲٦٦۹) کتاب الشهادات : باب اليمين على المدعى عليه فى الأموال والحدود]

(۳) [مسلم (۱۳۹) کتاب الإيمان : باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين]

(٤) [بخاری (۲٦۹٥) کتاب الصلح : باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود' مسلم (۱٦۹۷)]

(٥) [الروضة الندية (۲/٥۷۲)]

(٦) [بخاری (۲٦۹٥) کتاب الصلح]

متفرقات

828- غلام اور لونڈی کی گواہی کا حکم

غلام اور لونڈی کی گواہی قبول کی جائے گی بشرطیکہ وہ عادل ہوں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ شهادة العبد جائزة إذا كان عدلا ﴾ ''غلام کی گواہی جائز ہے جبکہ وہ عادل ہو۔'' نیز امام شریح اور زرارہ بن اوفی نے بھی غلام کی گواہی کو جائز قرار دیا ہے اور امام ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ ((شهادته جائزة إلا العبد لسيده)) ''غلام کی گواہی جائز تو ہے لیکن اگر غلام اپنے مالک کے حق میں گواہی دے گا تو قبول نہیں کی جائے گی۔''(۱)

ایک حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کی گواہی قبول فرمائی جیسا کہ اس حدیث میں یہ لفظ ہیں ﴿ فجاءت أمة سوداء فقالت قد أرضعتكما ﴾ ''ایک سیاہ رنگ کی لونڈی آئی اور اس نے کہا یقیناً میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی کی گواہی قبول فرمائی اور ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی۔(۲)

829- گواہی چھپانے والا گنہگار ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ ﴾ [النساء : ۱۳۵]

''اور گواہی مت چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا یقیناً وہ گنہگار دل والا ہے۔''

مذکورہ آیت میں بالخصوص دل کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ کسی چیز کو چھپائے رکھنا دل کا فعل ہے۔ علاوہ ازیں تمام اعضائے بدن میں دل ہی وہ حصہ ہے کہ اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔

830- گواہی دیتے ہوئے مبالغہ آرائی سے اجتناب کرنا چاہیے

اور جس قدر علم ہو صرف اتنا ہی بیان کر دینا چاہیے جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا وہ کسی دوسرے آدمی کی تعریف کر رہا ہے اور اس کی مدح میں مبالغے سے کام لے رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أهلكتم ۔ أو قطعتم ۔ ظهر الرجل ﴾ ''تم نے (اسے) ہلاک کر دیا' (یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۲۶۵۹) کتاب الشهادات : باب شهادة الإماء والعبيد]

(۲) [بخاری (۲۶۵۹) کتاب الشهادات : باب شهادة الإماء والعبيد]

(۳) [بخاری (۲۶۶۳) کتاب الشهادات : باب ما يكره من الإطناب في المدح وليقل ما يعلم]

831- مشرکین سے گواہی نہیں لی جائے گی

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ (مختلف) اہل ادیان کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

﴿ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ ﴾ [المائدة : ١٤]

''ہم نے ان کے مابین دشمنی اور بغض ونفرت ڈال دی ہے۔''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہ تو اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب اور یہ کہو

﴿ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا ﴾ [البقرة : ١٣٦]

''ہم اللہ کے ساتھ اور جو (ہماری طرف) نازل کیا گیا ہے' ایمان لائے۔(١)

832- بغیر مطالبے کے گواہی دینے کی مذمت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سب سے بہترین میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے جو ان کے قریب ہیں.......... پھر ان کے بعد ایسے (برے) لوگ پیدا ہو جائیں گے ﴿ يشهدون ولا يستشهدون ﴾ ''جو گواہی دیں گے لیکن ان سے گواہی مانگی نہیں گئی ہوگی۔'' وہ خائن ہوں گے امین نہیں ہوں گے' وہ نذر مانیں گے لیکن نذر پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔''(٢)

❁❁❁

(١) [بخاری (قبل الحديث / ٢٦٨٥)]

(٢) [بخاری (٦٤٢٨) کتاب الرقاق : باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها]

كتاب الحدود

حدود کے مسائل

- باب حد الزانی — زانی کی حد کا بیان
- باب السرقة — چوری کا بیان
- باب حد القذف — تہمت کی حد کا بیان
- باب حد الشرب — نشہ آور چیز پینے کی حد کا بیان
- باب التعزیر — تعزیر کا بیان
- باب حد المحارب — باغی کی حد کا بیان
- باب من یستحق القتل حدا — بطور حد قتل کے مستحق افراد کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا ﴾ [النساء : ١٤]

''جو اللہ کی مقررہ حدود سے آگے نکلے گا اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ أقيموا حدود الله في البعيد و القريب ﴾

''خواہ کوئی دور کا ہو یا قریبی ہو اللہ کی حدود قائم کر دو۔''

[صحيح : صحيح الجامع الصغير (١١٩٠)]

کتاب الحدود ❶

حدود کے مسائل

باب حد الزانی — زانی کی حد کا بیان

إِنْ كَانَ بِكْرًا حُرًّا جُلِدَ مِائَةَ جَلْدَةٍ وَبَعْدَ الْجَلْدِ يُغَرَّبُ عَامًا	اگر زانی کنوارہ اور آزاد ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کے بعد اسے ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ حدود حد کی جمع ہے اس کا معنی ہے "رکاوٹ"۔ باب حَدَّ يَحُدُّ (نصر) حد مقرر کرنا۔ باب حَدَّدَ يُحَدِّدُ (تفعیل) حدود قائم کرنا۔(۱)

شرعی تعریف: ایسی سزا جو اللہ تعالیٰ کا حق ہونے کی وجہ سے مقرر ہو۔ اس سے تعزیر' غیر مقرر سزا اور قصاص وغیرہ خارج ہے۔(۲)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [النور : ۲]

"زنا کار مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ ان پر شرعی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز نرمی نہیں اختیار کرنی چاہیے۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔"

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق میرا فیصلہ فرمائیں اور دوسرا جو اس کی بہ نسبت زیادہ سمجھدار تھا' نے بھی کہا کہ ہمارے درمیان آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیان کرو۔ وہ بولا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدوری پر کام کرتا تھا۔ اس کی اہلیہ سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اور مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے تو میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر اس کی جان چھڑائی۔ اس کے بعد میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اس عورت کو سزائے رجم ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) [المنجد (ص/۱٤۳) القاموس المحيط (ص/۲۰۱) نيل الأوطار (٥۳۳/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٥۳۳/٤) المبسوط (۳٦/۹) فتح القدير (۱۱۲/٤) بدائع الصنائع (۳۳/۷) تبيين الحقائق (۱٦۳/۳) مغني المحتاج (۱٥٥/٤)]

﴿ والذی نفسی بیدہ لأقضین بینکما بکتاب اللہ ' الولیدۃ والغنم رد علیك وعلی ابنك جلد مائة وتغریب عام واغد یا أنیس إلی امرأۃ هذا فإن اعترفت فارجمها ﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے عین مطابق ہی فیصلہ کروں گا۔ لونڈی اور بکریاں تمہیں واپس لوٹائی جائیں گی اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور سال بھر کی جلا وطنی ہے۔ اے انیس! تم اس آدمی کی اہلیہ کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دو۔''(۱)

(3) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے (احکام شریعت) سیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راستہ بنا دیا ہے ﴿ البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرجم ﴾ ''کنوارہ لڑکا کنواری لڑکی سے زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اگر شادی شدہ عورت کے ساتھ شادی شدہ مرد زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔''(۲)

(4) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کے لیے ان الفاظ میں فیصلہ فرمایا ﴿ بنفی عام وباقامة الحد علیه ﴾ ''اسے ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے اور اس پر حد بھی قائم کی جائے۔''(۳)

(5) خلفائے راشدین' عام صحابہ' تابعین اور اکثر فقہا نے جلا وطنی کے حکم پر مسلسل عمل کیا ہے۔(٤)

(6) کنوارے زانی کو جلا وطن کرنے پر اجماع ہے۔(٥)

(ابو حنیفہؒ) کنوارے زانی کو جلا وطن کرنا واجب نہیں ہے۔(٦)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ ''گذشتہ تمام احادیث و آثار اس (امام ابو حنیفہؒ) کا رد کرتے ہیں۔(۷)

833- عورت کو جلا وطن کرنے کا حکم

عورت کو جلا وطن کرنے کے متعلق اختلاف ہے:

(شافعیؒ) احادیث میں جلا وطنی کا حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔

---

(۱) [بخاری (٦٨٤٢ ' ٦٨٤٣) کتاب الحدود : باب إذا رمی امرأته أو امرأۃ غیرہ بالزنا ' مسلم (١٦٩٧ ' ١٦٩٨) ابو داود (٤٤٤٥) ترمذی (١٤٣٣) نسائی (٢٤٠/٨) ابن ماجة (٢٥٤٩) حمیدی (٨١١) احمد (١١٥/٤)]

(۲) [مسلم (١٦٩٠) کتاب الحدود : باب حد الزنا ' ابو داود (٤٤١٥) ترمذی (١٤٣٤) ابن ماجة (٢٥٥٠) نسائی (٢٧٠/٤) احمد (٣١٣/٥)]

(۳) [بخاری (٦٨٣٣) کتاب الحدود : باب البکران یجلدان وینفیان]

(٤) [شرح السنة للبغوی (٢٧٨/١٠)]

(٥) [الإجماع لابن المنذر (ص/١٤٢) شرح فتح القدیر (٢٦/٥)]

(٦) [المبسوط (٤٤/٩) بدایة المجتهد (٤٣٦/٢) الام للشافعی (١٣٣/٦) المغنی (٣٢٢/١٢)]

(۷) [نیل الأوطار (٥٣٥/٤)]

(مالکؒ، اوزاعیؒ) عورت کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

(ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿إذا زنت أمة أحدكم فليجلدها﴾ ''جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے تو وہ اسے کوڑے لگائے۔'' (۱)

(شوکانیؒ) درج بالا حدیث کی وجہ سے صرف لونڈی پر جلاوطنی واجب نہیں ہے اور یہ عموم جلاوطنی کے حکم سے خاص ہو گا۔ اس کے علاوہ جلاوطنی کے حکم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں کوئی تفریق نہیں فرمائی۔ (۲)

(راجح) امام شوکانیؒ کا موقف ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

وَإِنْ كَانَ ثَيِّبًا جُلِدَ كَمَا يُجْلَدُ الْبِكْرُ ثُمَّ يُرْجَمُ حَتَّى يَمُوتَ	اور اگر وہ شادی شدہ ہو تو اسے کنوارے کی طرح کوڑے مارے جائیں گے پھر رجم کیا جائے گا حتی کہ اسے موت آ جائے۔ ❶

❶ (1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿الثيب بالثيب جلد مائة والرجم﴾ ''شادی شدہ اگر شادی شدہ سے زنا کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے پھر رجم کر دیا جائے گا۔'' (۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان آدمی (ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہ بآواز بلند کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے گھوم کر پھر آپ کے سامنے آ گیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زنا کیا ہے آپ ﷺ نے پھر اپنا رخ پھیر لیا اس طرح اس شخص نے چار مرتبہ سامنے آ کر اقرار کیا یوں اس نے جب اپنے آپ پر چار مرتبہ گواہیاں دے دیں تو آپ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا ﴿أبك جنون؟﴾ ''کیا تو پاگل ہے؟'' وہ بولا نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا ﴿فهل أحصنت؟﴾ ''کیا تو شادی شدہ ہے'' اس نے کہا ہاں' پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اذهبوا به فارجموه﴾ ''اسے لے جاؤ اور رجم کر دو۔'' (٤)

(3) اسی طرح غامدیہ عورت کو بھی آپ ﷺ نے رجم کرا دیا۔ (کیونکہ اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کی تھی)۔ (٥)

(4) رجم کی آیت قرآن میں موجود تھی پھر اس کی قراءت کو منسوخ کر دیا گیا لیکن اس کا حکم ابھی بھی باقی ہے وہ آیت یہ ہے

(۱) [بخاری (۲۱۵۳) کتاب البیوع : باب بیع العبد الزانی]

(۲) [نیل الأوطار (٥٣٥/٤) سبل السلام (١٦٧٢/٤)]

(۳) [مسلم (١٦٩٠) کتاب الحدود : باب حد الزنی]

(٤) [بخاری (٦٨٢٤) کتاب الحدود : باب سؤال الإمام المقر هل أحصنت ' مسلم (١٦٩٣)]

(٥) [مسلم (١٦٩٥) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی]

﴿الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما﴾ ''بوڑھا مرد اور عورت جب بدکاری کریں تو انہیں رجم کر دو۔''(۱)

834- کیا رجم سے پہلے کوڑے بھی لگائے جائیں گے؟

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) شادی شدہ زانی کو صرف رجم کیا جائے گا' کوڑے نہیں لگائے جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ اور غامدیہ عورت کے متعلق صرف رجم کا ہی حکم دیا تھا۔

(احمدؒ، اسحاقؒ، داودؒ ظاہری) رجم سے پہلے کوڑے لگانا بھی فرض ہے (ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رجم کے ساتھ کوڑے لگانے کا بھی ذکر ہے)۔

(شوکانیؒ) رجم سے پہلے کوڑے بھی لگائے جائیں گے کیونکہ کسی چیز کا عدم ذکر عدم الشی کو مستلزم نہیں۔(۲)

(علی رضی اللہ عنہ) انہوں نے ایک عورت کو بروز جمعرات کوڑے لگائے اور بروز جمعہ رجم کرا دیا اور فرمایا ﴿جلدتها بكتاب الله ورجمتها بسنة رسول الله﴾ ''میں نے اسے اللہ کی کتاب (کے حکم) سے کوڑے لگائے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی وجہ سے رجم کیا ہے۔''(۳)

(صدیق حسن خانؒ) امام کے لیے جائز ہے کہ وہ شادی شدہ زانی کو کوڑوں اور رجم دونوں کی اکٹھی سزا دے لیکن بہتر یہی ہے کہ صرف رجم کرے۔(٤)

وَيَكْفِيْ اِقْرَارُهُ مَرَّةً وَمَا وَرَدَ مِنَ التَّكْرَارِ فِيْ وَقَائِعِ الْاَعْيَانِ فَلِقَصْدِ الْاِسْتِثْبَاتِ	اور اس کا ایک مرتبہ اقرار کرنا بھی کافی ہے اور مختلف واقعات میں جو تکرار کا ذکر ہے وہ صرف جرم کی تحقیق کے مقصد سے تھا۔ ❶

❶ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿واغد يا أنيس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها﴾ ''اے انیس! صبح کو اس کی بیوی کے پاس جانا اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔''(٥)

(2) غامدیہ عورت کو رسول اللہ ﷺ نے اس کے صرف ایک مرتبہ اقرار کے ساتھ ہی رجم کر دیا۔(٦)

(3) خالد بن لجلاج اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو اس کے صرف ایک مرتبہ اقرار کرنے پر ہی

---

(۱) [طبرانی کبیر (۳۵۰/۲٤)' (۸٦۷) حاکم (۳٥۹/٤) مجمع الزوائد (۲٦۸/٦) تلخیص الحبیر (۹۷/٤) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔]

(۲) [نيل الأوطار (٥۳۷/٤) سبل السلام (۱٦۷۳/٤) تحفة الأحوذي (۸۰۸/٤ ـ ۸۰۹)]

(۳) [تحفه الأحوذي (۸۰۹/٤) سبل السلام (۱٦۷۳/٤) نيل الأوطار(٥۳۸/٤)]

(٤) [الروضة الندية (٥۷۸/۲)]

(٥) [بخاری (۲۱٤۷) كتاب الوكالة : باب الوكالة في الحدود]

(٦) [مسلم (۱٦۹٥) كتاب الحدود : باب من اعترف على نفسه بالزنى]

رجم کر دیا۔(۱)

(4) ایک عورت نے کسی مرد کے خلاف اپنے ساتھ جبراً زنا کا دعوی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے رجم کا حکم دے دیا پھر ایک دوسرے آدمی نے کھڑے ہو کر اعتراف کر لیا کہ میں نے زنا کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے عورت سے کہا کہ جاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے اور پہلے آدمی کو اچھی بات کہہ کر رخصت کر دیا اور اعتراف کرنے والے کو رجم کرنے کا حکم دے دیا۔(۲)

(ابوحنیفہؒ، احمدؒ) چار مرتبہ زنا کا اقرار کرنا شرط ہے ورنہ حد ساقط ہو جائے گی۔

(شافعیؒ، مالکؒ) ایک مرتبہ اقرار ہی کافی ہے۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) ایک مرتبہ اقرار کافی ہے۔(٤)

(نوویؒ) ماعز اسلمی سے جو رسول اللہ ﷺ نے سوال کیے وہ محض تحقیق و تفتیش کے لیے تھے۔(٥)

(شوکانیؒ) ایک مرتبہ اقرار کافی ہے۔اور جن احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماعز اسلمی سے بار بار دریافت کیا وہ محض معاملے کی تحقیق پر مبنی ہیں۔وہ سوال اس لیے نہیں تھے کہ ان سے تکرار کا شرط ہونا ثابت ہو جائے اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ غامدیہ عورت کو ایک مرتبہ اقرار پر کبھی رجم نہ کرتے۔(٦)

(راجح) امام شوکانیؒ کا مؤقف برحق ہے کیونکہ چار مرتبہ اقرار اگر شرط ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ایسا خود بھی کرتے اور اس کا حکم بھی دیتے۔

ماعز اسلمی کو رسول اللہ ﷺ نے یوں سوال کیے تھے:

(1) ﴿ هل بك جنون؟ ﴾ ”کیا تو پاگل ہے۔“(۷)

(2) ﴿ أشرب خمرا ؟ ﴾ ”کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟۔“(۸)

---

(۱) [حسن : صحیح ابو داود (۳۷۲۸) کتاب الحدود : باب رجم ماعز بن مالك ' ابو داود (٤٤٣٥) احمد (۳۷۹/۳)]

(۲) [حسن : صحیح ترمذی (۱۱۷٥) کتاب الحدود : باب ما جاء فی المرأة إذا استکرهت علی الزنا ' ترمذی (١٤٥٤) ضعیف ترمذی (٢٤٣) ابو داود (٤٣٧٩) بیهقی (٢٨٤/٨) شیخ البانیؒ نے آخری رجم کے حکم کے علاوہ باقی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔]

(۳) [الأم للشافعی (۱۳۳/٦) المبسوط (۹۱/۹) المغنی (۳٥٤/۱۲)]

(٤) [الروضة الندية (٥٨٠/٢)]

(٥) [شرح مسلم (٢١٥/٦)]

(٦) [نيل الأوطار (٥٤٥/٤)]

(۷) [بخاری (٥٢٧١) کتاب الطلاق : باب الطلاق فی الإغلاق والکره والسکران والمجنون وأمرهما]

(۸) [مسلم (١٦٩٥) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی]

(3) ﴿ لعلك قبلت أو غمزت أو نظرت؟ ﴾ ''شاید تو نے بوسہ لیا ہو یا اشارہ کیا ہو یا محض دیکھا ہی ہو؟'' (۱)

وَأَمَّا الشَّهَادَةُ فَلَا بُدَّ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَلَا بُدَّ أَنْ يَّتَضَمَّنَ الْإِقْرَارُ وَالشَّهَادَةُ التَّصْرِيحَ بِإِيلَاجِ الْفَرْجِ فِي الْفَرْجِ	چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے ❶ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اقرار اور شہادت میں ایک شرمگاہ کے دوسری شرمگاہ میں دخول کی صراحت موجود ہو۔ ❷

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ......سَبِیْلًا ﴾ [النساء : ۱۵]

''تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو' اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو حتیٰ کہ موت ان کی عمریں پوری کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکال دے۔''

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ...... الخ ﴾ [النور : ٤]

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو کیونکہ یہ فاسق لوگ ہیں۔''

❷ (1) رسول اللہ ﷺ نے مکمل تحقیق کے لیے ماعز اسلمی سے سوال کیا تھا کہ ﴿ لعلك قبلت أو غمزت أو نظرت ﴾ ''شاید تو نے بوس وکنار کیا ہو یا ہاتھا پائی کی ہو یا محض دیکھا ہی ہو؟'' اس نے کہا' نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے دریافت کیا' کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے؟ آپ کنایۃً نہیں کہہ رہے تھے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا پھر آپ نے اسے رجم کا حکم دیا۔ (۲)

(2) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے پاس آئے تو انہوں نے چار مرتبہ اعتراف زنا کیا اور آپ ﷺ نے چار مرتبہ ہی منہ پھیر لیا۔ جب انہوں نے پانچویں مرتبہ اقرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے اس نے کہا ہاں پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ﴿ کما یغیب المرود فی المکحلة و الرشاء فی البئر ﴾ ''جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی ہوتی ہے'' تو اس نے کہا ہاں ...... پھر اسے رجم کرنے کا حکم دیا گیا۔ (۳)

اگر چہ یہ روایت کمزور ہے لیکن مذکورہ مسئلہ دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلی صحیح بخاری کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

(۱) [بخاری (٦٨٢٤) کتاب الحدود : باب هل یقول الإمام للمقر لعلك لمست أو غمزت ' احمد (۲۳۸/۱)]

(۲) [احمد (۲۳۸/۱) بخاری (٦٨٢٤) ابو داود (٤٤٢٧)]

(۳) [**ضعیف** : ضعیف ابو داود (۹۵۲) کتاب الحدود : باب رجم ماعز بن مالك ' إرواء الغلیل (٢٣٥٤) الضعیفة (۲۹۵۷) ابو داود (٤٤٢٨) بخاری فی الأدب المفرد (۷۳۷) نسائی (۲۷٦/٤) دار قطنی (۱۹٦/۳) ابن الجارود (۸۱٤) ابن حبان (۱۵۱۳) بیهقی (۲۲۷/۸)]

(حد زنا) شبہات پیدا ہو جانے سے ❶ اور اقرار سے رجوع کر لینے سے ساقط ہو جائے گی۔ ❷	وَيَسْقُطُ بِالشُّبْهَاتِ الْمُحْتَمِلَةِ وَبِالرُّجُوْعِ عَنِ الْإِقْرَارِ

❶ (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ ادرء وا الحدود بالشبهات ما استطعتم ﴾ ''حسب استطاعت شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دو۔'' (١)

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے کتاب الایصال میں اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔(٢)

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''شبہات کی وجہ سے حدود ساقط کر دینا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں شبہات کے باوجود حدود قائم کر دوں۔'' (٣)

(شوکانی رحمہ اللہ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ دلیل پکڑنا درست ہے کہ شبہات محتملہ (احتمال پیدا کر دینے والے شبہات) کی وجہ سے حدود ہٹا دینا مشروع ہے۔(٤)

(3) ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لو كنت راجما أحدا بغير بينة لرجمتها ﴾ ''اگر میں کسی کو بغیر دلیل کے رجم کرتا تو اس عورت (عجلانی کی بیوی) کو رجم کر دیتا۔'' (٥)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے چوتھی مرتبہ زنا کا اقرار کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ اسے پتھریلے میدان میں لے جا کر رجم کیا گیا۔ جب اس نے پتھر لگنے کی تکلیف محسوس کی تو جلدی سے بھاگ نکلا، وہ ایک شخص کے پاس سے گزرا جس کے پاس اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی اس نے اسے ہڈی کے ساتھ مارا اور پھر دوسرے لوگوں نے بھی اسے مارا حتی کہ وہ فوت ہو گیا چنانچہ اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا کہ اس نے جب پتھر لگنے کی وجہ سے موت کو محسوس کیا تو وہ بھاگ گیا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ هلا تركتموه ﴾ ''تم لوگوں نے اسے کیوں نہ چھوڑا؟۔'' (٦)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ هلا تركتموه لعله أن يتوب فيتوب الله عليه ﴾ ''تم نے اسے کیوں نہیں چھوڑا، شاید کہ وہ توبہ کر لیتا تو اللہ تعالیٰ

(١) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٣١٦) بيهقى (٢٣٨/٨) تاريخ دمشق لابن عساكر (٢/١٧١/١٩)]

(٢) [تلخيص الحبير (٥٦/٤) نيل الأوطار (٥٥٣/٤)]

(٣) [ابن أبى شيبة (٢/٧٠/١١)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٥٣/٤)]

(٥) [مسلم (١٤٩٧) كتاب اللعان : باب]

(٦) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٠٦٨) كتاب الحدود : باب الرجم، إرواء الغليل (٣٥٣/١) ترمذى (١٤٢٨) احمد (٢٨٦/٢) ابن ماجة (٢٥٥٤) حاكم (٣٦٣/٤) ابن حبان (٢٤٢٢)]

بھی اس کی توبہ قبول فرما لیتے۔"(۱)

(احمدؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) اقرار کرنے والے سے رجوع قبول کیا جائے گا اور پھر اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

(ابن ابی لیلیؒ، ابوثورؒ) اقرار کے بعد رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔ ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہی مؤقف ہے۔(۲)

(ملا علی قاریؒ) اسے چھوڑنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے اس لیے دیا تھا کہ شاید وہ اپنے اس فعل سے رجوع کر لیتا اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف رجوع کرتا یعنی اس کی توبہ قبول کر لیتا۔(۳)

(بغویؒ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زنا کا اقرار کرنے کے بعد حد قائم کرنے کے دوران ہی انکار کر دے اور کہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا' یا کہے کہ میں نے زنا نہیں کیا تھا یا کہے میں رجوع کرتا ہوں تو باقی حد اس سے ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح چور اور شراب پینے والا بھی ہے۔(٤)

وَيَكُونِ الْمَرْأَةِ عَذْرَاءَ أَوْ رَتْقَاءَ وَيَكُونَ الرَّجُلِ مَجْبُوْبًا أَوْ عِنِّينًا	عورت کے باکرہ یا شرمگاہ ملی ہوئی ہونے کی وجہ سے اور مرد کے ذکر کٹے ہوئے یا نامرد ہونے کی وجہ سے (حد) ساقط ہو جائے گی۔ ❶

❶ عَذْرَاءَ سے مراد 'باکرہ' عورت ہے اور رَتْقَاءَ ایسی عورت جس کی شرمگاہ ملی ہوئی ہونے کی وجہ سے اس سے جماع ممکن نہ ہو۔(٥)

ان تمام اقسام کے افراد سے شرعی حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ تمام اس قابل نہیں ہیں کہ زنا و بدکاری کا فعل سرانجام دے سکیں اور اگر ایسا کوئی فرد اقرار کر بھی لے تب بھی حد قائم نہیں کی جائے گی کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا اقرار جھوٹا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی کو قتل کرنے کے لیے روانہ کیا وہ شخص ماریہ قبطیہ کے پاس جایا کرتا تھا۔ ﴿فأتاه علی فإذا هو فی رکی یتبرد فیها فقال له علی اخرج فناوله یده فأخرجه فإذا هو مجبوب لیس له ذکر فکف علی عنه ثم أتى النبی ﷺ فقال إنه لمجبوب ما له ذکر﴾ "جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو وہ پانی میں نہا رہا تھا۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اسے پانی سے باہر نکالا تو کیا دیکھا کہ وہ تو مجبوب (جس کا آلۂ

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۷۱٦) کتاب الحدود : باب رجم ماعز بن مالك ' ابو داود (٤٤١٩) نسائی (۳۰٥/٤) إرواء الغلیل (۲۳۲۲) شیخ البانیؒ نے "لعله أن یتوب" کے الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

(۲) [نیل الأوطار (٥۰۰/٤)]

(۳) [مرقاة (۱٥۲/۷)]

(٤) [شرح السنة (٤٦۷/٥) تحفة الأحوذی (۷۹٦/٤)]

(٥) [المنجد (ص/٥٤٥) القاموس المحیط (ص/٦۹۷)]

تناسل کٹا ہو) ہے۔ پھر اسے چھوڑ کر واپس آ گئے اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی۔(۱)

وَتَحْرُمُ الشَّفَاعَةُ فِي الْحُدُودِ وَيُحْفَرُ لِلْمَرْجُومِ إِلَى الصَّدْرِ	حدود کے معاملات میں سفارش کرنا حرام ہے ❶ اور رجم کیے جانے والے کے لیے سینے تک گڑھا کھودا جائے گا۔ ❷

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من حالت شفاعته دون حد من حدود الله فهو مضاد لله في أمره ﴾ ''جس شخص کی سفارش حدود الٰہی میں سے کسی حد کے درمیان حائل ہوگئی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہے۔''(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ایک مخزومی عورت نے چوری کی تو اس کے گھر والوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا چنانچہ ان کے کہنے پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (ڈانٹتے ہوئے) فرمایا ﴿ أتشفع في حد من حدود الله ﴾ ''کیا تو اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے معاملے میں سفارش کرتا ہے۔''(۳)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ هلا كان قبل أن تاتيني به ﴾ ''اسے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔''(٤)

اس بات کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل حدیث کرتی ہے:

(4) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ تعافوا الحدود فيما بينكم فما بلغني من حد فقد وجب ﴾ ''آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو لیکن جو حد کا معاملہ میرے پاس پہنچ گیا تو (سمجھ لو) وہ واجب ہوگئی۔''(٥)

(ابن عبد البرؒ) اس بات پر اجماع ہے کہ جب معاملہ سلطان وحکمران کے پاس پہنچ جائے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ حد کو نافذ کرے۔(٦)

---

(۱) [مسلم (۲۷۷۱) كتاب التوبة : باب براءة حرم النبي من الريبة]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۰٦٦) كتاب القضاء : باب في الرجل يعين على خصومة من غير أن يعلم أمرها ' ابو داود (۳۵۹۷) احمد (٥٥٤٤۔ بتحقيق شاكر) حاكم (۳۸۳/٤)]

(۳) [مسلم (۱٦۸۸) كتاب الحدود : باب قطع السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحدود ' بخاري (۳۷۳۲)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (۲۳۱۷) ' (۳٤٥/۷) احمد (٤٦٦/٦) ابو داود (٤۳۹٤) نسائي (٦۹/۸) ابن ماجة (۲٥۹٥) حاكم (۳۸۰/٤) ابن الجارود (۸۲۸)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (۳٦۸۰) كتاب الحدود : باب يعفى عن الحدود ما لم تبلغ السلطان ' ابو داود (٤۳۷٦) نسائي (٦۰/۸) حاكم (۳۸۳/٤)]

(٦) [الاستذكار لابن عبدالبر (۱۷۷/۲٤)]

❷ (1) غامدیہ عورت کو رجم کرنے کے قصے میں یہ بات مذکور ہے کہ ﴿ ثم أمر بها فحفر لها إلى صدرها وأمر الناس فرجموها ﴾ ''آپ ﷺ نے حکم دیا تو اس عورت کے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اسے رجم کر دیا۔'' (۱)

(2) ایک آدمی نے زنا کا اعتراف کیا تو اس کو رجم کرنے کے متعلق صحابہ فرماتے ہیں کہ ﴿ فخرجنا به فحفرنا له ﴾ ''ہم اسے لے کر نکلے اور ہم نے اس کے لیے گڑھا کھودا۔'' (۲)

درج ذیل حدیث گذشتہ احادیث کے مخالف نہیں ہے:

(3) جب ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے لیے پتھر مارے گئے تو وہ تکلیف کی وجہ سے بھاگ نکلے۔ (۳)

ان میں باہم تطبیق یوں دی گئی ہے کہ:

① ممکن ہے پہلے ماعز اسلمی کے لیے گڑھا نہ کھودا گیا ہو لیکن جب وہ بھاگا تو پھر اس کے لیے گڑھا کھودا گیا۔

② گڑھا پہلے ہی کھودا گیا تھا لیکن وہ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

③ مثبت کو نافی پر مقدم کیا جائے گا یعنی اس بات کو ترجیح دی جائے گی کہ گڑھا کھودا گیا تھا کیونکہ یہ مثبت ہے۔ (٤)

(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ) آدمی کے لیے گڑھا نہیں کھودا جائے گا۔

(ابویوسفؒ) مرد اور عورت دونوں کے لیے گڑھا کھودا جائے گا۔ (٥)

(راجح) امام ابویوسفؒ کا مؤقف راجح ہے۔

وَلَا تُرْجَمُ الْحُبْلٰى حَتّٰى تَضَعَ وَتُرْضِعَ وَلَدَهَا اِنْ لَمْ يُوْجَدْ مَنْ يُرْضِعُهُ	حاملہ کو وضع حمل سے پہلے رجم نہ کیا جائے اور اگر اس کے بچے کو دودھ پلانے والی کوئی عورت نہ ہو تو جب تک وہ اسے دودھ نہ پلا لے اسے رجم نہ کیا جائے۔ ❶

❶ (1) نبی ﷺ کے پاس غامدیہ 'قبیلہ ازد کی ایک عورت' آئی اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو' تو چلی جا اور اللہ سے مغفرت کا سوال کر اور توبہ کر۔ اس نے کہا آپ مجھے بھی بار بار اسی طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جیسے آپ نے ماعز بن مالک کو واپس کیا تھا میں تو زنا کی وجہ سے حاملہ ہو چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو (حاملہ) ہے؟ اس نے کہا جی ہاں' آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اپنے پیٹ کے حمل کو وضع

(۱) [احمد (۳٤٧/٥) مسلم (١٦٩٥) ابو داود (٤٤٤٢)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (۳۷۲۸) کتاب الحدود : باب رجم ماعز بن مالك' ابو داود (٤٤٣٥) احمد (۳۷۹/۳)]

(۳) [احمد (٦١/٣) مسلم (١٦٩٤) ابو داود (٤٤٣١) دارمی (١٧٨/٢)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٦٠/٤)]

(٥) [أيضا]

کرنے کے بعد آنا چنانچہ جب وہ وضع حمل کے بعد آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اذن لا نرجمها وندع ولدها صغیر السن لیس له من یرضعه ﴾ ''ایسی حالت میں ہم اسے رجم نہیں کریں گے کہ اس کے بچے کو بچپن میں ایسے چھوڑ دیں کہ اسے دودھ پلانے والا کوئی نہ ہو۔'' ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا اس کی رضاعت کی ذمہ داری مجھ پر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فارجمها ﴾ ''پھر اسے رجم کر دو۔'' (۱)

(2) ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بچے کو اسی عورت کے سپرد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ﴿ اذهبی فأرضعیه حتی تفطمیه ﴾ ''جا اسے دودھ پلا حتی کہ تو اسے دودھ پلانا بند کر دے۔'' پھر وہ اس بچے کو اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا پکڑا کر لائی اور اس نے کہا کہ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس بچے کو ایک مسلمان کے سپرد کیا اور اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ (۲)

وَيَجُوزُ الْجَلْدُ بِعِثْكَالٍ وَنَحْوِهِ	حالتِ مرض میں سوشاخے وغیرہ سے بھی کوڑے مارنا جائز ہے۔ ❶

❶ حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک چھوٹا سا کمزور آدمی رہتا تھا وہ ہماری ایک لونڈی سے جرمِ زنا میں ملوث ہو گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اضربوا حده ﴾ ''اسے حد لگاؤ۔'' تو سب لوگ بول اٹھے کہ اے اللہ کے رسول! وہ تو نہایت کمزور و لاغر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ خذوا عثكالا فيه مائة شمراخ ثم اضربوه به ضربة واحدة ﴾ ''کھجور کے درخت کی ایک ایسی ٹہنی لو جس میں سو شاخیں ہوں۔ پھر اسے ایک ہی مرتبہ اس آدمی پر دے مارو۔'' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔ (۳)

(2) رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے بدکاری کی تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس پر حد قائم کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں اس کے پاس آیا تو وہ ابھی ابھی حالت نفاس سے فارغ ہوئی تھی۔ میں ڈر گیا کہ کہیں کوڑے لگانے کی وجہ سے وہ مر نہ جائے۔ لہٰذا میں نے واپس جا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أحسنت اتركها حتى تماثل ﴾ ''تو نے اچھا کیا۔ اس کے تندرست ہونے تک اسے چھوڑ دو۔'' (٤)

ان دونوں احادیث میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ اگر مریض کے تندرست ہونے کی توقع ہو تو اسے صحت یاب ہونے تک مہلت دی جائے گی پھر اسے حد لگا دی جائے گی (جیسا کہ نفاس والی عورت کے ساتھ کیا گیا) اور اگر اس کے صحت یاب ہونے

(۱) [مسلم (١٦٩٥) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی ' دارقطنی (٩٢/٣)]

(۲) [مسلم (١٦٩٥) کتاب الحدود : باب من اعترف علی نفسه بالزنی ' احمد (٣٤٧/٥) ابو داود (٤٤٤٢)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (٢٠٨٧) کتاب الحدود : باب الکبیر والمریض یجب علیه الحد ' ابن ماجة (٢٥٧٤) احمد (٢٢٢/٥) بیهقی (٢٣٠/٨) المعرفة للشافعی (٣٤٧/٨)]

(٤) [مسلم (١٨٠٥) کتاب الحدود : باب تاخیر الحد عن النفساء ' احمد (١٥٦/١) ترمذی (١٤٤١)]

کی امید نہ ہو تو اسے سو شاخوں والی ٹہنی سے ہی ایک مرتبہ مار کر حد قائم کر دی جائے گی۔(۱)

وَمَنْ لَاطَ بِذَكَرٍ قُتِلَ وَلَوْ كَانَ بِكْرًا وَكَذٰلِكَ الْمَفْعُوْلُ بِهِ إِذَا كَانَ مُخْتَارًا	جو شخص کسی مرد سے بدفعلی کرے اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ کنوارہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح مفعول بہ کو بھی قتل کیا جائے گا جبکہ وہ رضا مند ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به﴾ "جسے تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ اس کے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔"(۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿اقتلوا الفاعل والمفعول به أحصنا أولم يحصنا﴾ "فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو اگرچہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ ہوں۔"(۳)

لوطی کی حد کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔

(ابو بکر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ) اسے تلوار سے قتل کر کے جلا دیا جائے۔

(عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ) اس پر دیوار گرا دی جائے۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) اسے شہر کی بلند عمارت سے گرا دیا جائے۔

(شافعیؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) اس کی سزا وہی ہے جو زانی کی سزا ہے۔

(مالکؒ، احمدؒ) اسے رجم کیا جائے گا خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

(ابو حنیفہؒ) اس پر کوئی حد نہیں بلکہ تعزیر کے چند کوڑے لگا دیے جائیں گے۔(٤)

(راجح) کوئی بھی ایسی سزا دی جائے جو سرکش نافرمانوں کے لیے باعث عبرت ہو اور وہ اُس سزا کے بھی مشابہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو دی تھی۔ انہیں زمین میں دھنسا دیا تھا اور پتھروں کی بارش برسائی تھی۔(٥)

---

(۱) [نيل الأوطار (٥٦٣/٤)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (٣٧٤٥) كتاب الحدود : باب فيمن عمل عمل قوم لوط ، ابو داود (٤٤٦٢) احمد (٣٠٠/١) ابن ماجة (٢٥٦١) ترمذی (١٤٥٦) حاكم (٣٥٥/٤) بيهقی (٢٣٢/٨) إرواء الغليل (٢٣٥٠)]

(۳) [حسن : صحيح ابن ماجة (٢٠٧٦) كتاب الحدود : باب رجم اليهود واليهودية ، ابن ماجة (٢٥٦٢) حاكم (٣٥٥/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٦٧/٤) الترغيب والترهيب (٢٨٩/٣) شرح السنة للبغوی (٣٠٩/١٠) تحفة الأحوذی (٨٤٧/٤) الام للشافعی (١٦٣/٧) المغنی (٣٥٠/١٢)]

(٥) [نيل الأوطار (٥٦٨/٤)]

جو کسی جانور سے برائی کرے تو اسے بھی سزا دی جائے ۔ ❶	وَيُعَزَّرُ مَنْ نَكَحَ بَهِيمَةً

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من وقع على بهيمة فاقتلوه واقتلوا البهيمة ﴾ "جو شخص کسی جانور سے برائی کرے تو اسے اور جانور کو قتل کر دو۔" (١)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آئندہ اس کے مخالف حدیث زیادہ صحیح ہے۔(٢)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من أتى بهيمة فلا حد عليه ﴾ "جو کسی جانور سے بد فعلی کرے اس پر کوئی حد نہیں۔" (٣)

اس کی سزا کے متعلق علما نے اختلاف کیا ہے:

(حسن بصری) ایسا شخص زانی کے درجے میں ہی ہے۔

(حاکم) اسے حد (زنا) سے کم کوڑے لگائے جائیں گے۔

(ابو یوسف) اس پر حد (زنا) لگائی جائے گی۔

(ابو حنیفہ، مالک، احمد) اس پر صرف تعزیر لگائی جائے گی۔

(صدیق حسن خان) جس حدیث میں قتل کا حکم ہے وہ قابل حجت نہیں ہے اس لیے ظاہر تعزیر ہی ہے۔

(ملا علی قاری) قتل کا مطلب یہ ہے کہ اسے سخت مار ماری جائے یا اس سے وعید یا ڈانٹنا مقصود ہے۔(٤)

(راجح) اسے صرف تعزیر ہی لگائی جائے گی۔(٥)

○ جانور کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ چوپائے کو کس لیے قتل کیا جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا البتہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ بد فعلی کی وجہ سے اس کا گوشت کھانے یا اس سے فائدہ حاصل کرنے کو مکروہ سمجھا ہے۔(٦)

---

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢٥٦٤) احمد (٢٦٩/١) ترمذی (١٤٥٥) كتاب الحدود : باب ما جاء فيمن يقع على البهيمة ' ابو داود (٤٤٦٤) ابن ماجة (٢٥٦٤)]

(٢) [تلخيص الحبير (٥٥/٤)]

(٣) [حسن : صحيح ابو داود (٣٧٤٨) ترمذی (١٤٥٥) كتاب الحدود : باب ما جآء فيمن يقع على البهيمة ' ابو داود (٤٤٦٥)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٦٩/٤) تحفة الأحوذى (٨٤٥/٤) بيهقى (٢٣٤/٨) الروضة الندية (٥٩٣/٢) المرقاة (١٦٣/٧) سبل السلام (١٦٨٩/٤)]

(٥) [تلخيص الحبير (٥٥/٤)]

(٦) [حسن صحيح : صحيح ترمذی ' ترمذی (١٤٥٥) كتاب الحدود : باب ما جآء فيمن يقع على البهيمة]

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) جس جانور سے بدفعلی کی گئی ہو اس کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔(۱)

ایک اور روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانور کو قتل نہیں کرنا چاہیے اور وہ یہ ہے ﴿ أن النبي ﷺ نهى عن ذبح الحيوان إلا لأكله ﴾ "نبی ﷺ نے جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے مگر صرف اسے کھانے کے لیے (ذبح کرنا جائز ہے)۔"(۲)

(راجح) مفعول بہ جانور کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اگر اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کوئی حدیث معلوم ہوتی تو وہ اس حدیث کی مخالفت نہ کرتے' البتہ اس کا گوشت کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ (واللہ اعلم)(۳)

وَيُجْلَدُ الْمَمْلُوكُ نِصْفَ جَلْدِ الْحُرِّ	غلام کو آزاد کی سزا سے نصف کوڑے لگائے جائیں گے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ﴾ [النساء : ٢٥]

"ان عورتوں (یعنی لونڈیوں) پر آزاد عورتوں سے نصف سزا ہے۔"

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک لونڈی کو کوڑے لگانے کے لیے بھیجا جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو وہ حالت نفاس میں تھی۔ میں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا تعالت من نفاسها فاجلدها خمسين ﴾ "جب وہ نفاس سے نکل آئے تو اسے پچاس کوڑے لگا دینا۔"(٤)

(3) حضرت عبداللہ بن عیاش مخزومی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے قریش کے چند نوجوانوں کے ساتھ حکم دیا پھر ہم نے (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) حکومتی لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کرنے کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے۔(٥)

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ غیر شادی شدہ غلام پر کوئی حد نہیں کیونکہ قرآن میں ہے کہ ﴿ فَإِذَا أُحْصِنَّ ﴾ "جب وہ شادی کر لیں (تب انہیں نصف سزا دو)۔"(٦)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ احصان سے مراد یہاں اسلام ہے۔ فی الحقیقت لفظ احصان کلام عرب میں روکنے کے معنی

---

(۱) [نيل الأوطار (٥٦٩/٤)]
(۲) [تلخيص الحبير (١٢١/٣) موطا (٤٤٧/٢) ابو داود في المراسيل (٣١٦)]
(۳) [معالم السنن (٢٨٨/٣) تحفة الأحوذى (٨٤٦/٤)]
(٤) [عبدالله بن احمد في زوائد المسند (١٣٥/١) احمد (١٥٦/١) مسلم (١٧٠٥)]
(٥) [موطا (٨٢٧/٢)]
(٦) [تفسير فتح القدير (٤٥٠/١)]

میں مستعمل ہے اور کتاب وسنت میں اسلام' حریت' پاکدامنی اور شادی کے لیے استعمال ہوا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات اس پر شاہد ہیں:

(1) ﴿ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ﴾ [النساء : ٢٤] ''شادی کے لیے۔

(2) ﴿ اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [النساء : ٢٥] ''حریت کے لیے۔''

(3) ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ﴾ [النور : ٤] ''عفت وپاکدامنی کے لیے۔''

(4) ﴿ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ﴾ [النساء : ٢٤] ''شادی کے لیے۔''

(5) ﴿ فَإِذَا أُحْصِنَّ ﴾ [النساء : ٢٥] ''شادی کے لیے۔''

اسی پر اہل علم ہیں۔(١)

(جمہور) لونڈی کی سزا پچاس کوڑے ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر شادی شدہ ہو یا کنواری۔(٢)

(راجح) جمہور کا مؤقف ہی راجح ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ سے غیر شادی شدہ لونڈی کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ زنا کرے تو کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ إن زنت فاجلدوها ثم إن زنت فاجلدوها ثم إن زنت فبيعوها ولو بضفير ﴾ ''اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر پھر زنا کرے تو فروخت کردو اگرچہ (بالوں کی بنی ہوئی) ایک رسی کے بدلے۔''(٣)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لونڈی خواہ غیر شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو اگر زنا کرے گی تو اسے (پچاس کوڑے) حد لگائی جائے گی۔

وَيَحُدُّهُ سَيِّدُهُ اَوِ الْإِمَامُ	اسے اس کا سردار (مالک) یا حاکم وقت حد لگائے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ إذا زنت أمة أحدكم فتبين زناها فليجلدها الحد ولا يثرب عليها ﴾ ''جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے تو وہ اسے حد کے کوڑے لگائے اور پھر اسے اس پر ملامت نہ کرے۔'' پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگائے اور اس پر اسے ملامت نہ کرے' پھر اگر وہ تیسری مرتبہ زنا کرے تو اسے فروخت کردے خواہ (بالوں کی بنی ہوئی) ایک رسی کے بدلے ہی بیچے۔''(٤)

---

(١) [الروضة الندية (٥٩٣/٧ـ ٥٩٤)]

(٢) [تفسير فتح القدير (٤٥١/١)]

(٣) [بخاری (٢١٥٣) کتاب البيوع : باب بيع العبد الزاني ' احمد (١١٦/٤) مسلم (١٧٠٤) ابو داود (٤٤٦٩) ترمذی (١٤٣٣) ابن ماجة (٢٥٦٥)]

(٤) [بخاری (٢٢٣٤) کتاب البيوع : باب بيع المدبر ' مسلم (١٧٠٣) ترمذی (١٤٤٠) ابو داود (٤٤٦٩) ابن ماجة (٢٥٦٥)]

(2) حضرت ابوعبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا ﴿ یـأیها الناس أقیموا علی أرقائكم الحد من أحصن منهم و من لم یحصن ﴾ ''اے لوگو! اپنے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ہر طرح کے غلاموں پر حد قائم کرو۔''(۱)

(3) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أقیموا الحدود علی ماملکت أیمانکم ﴾ ''اپنے غلام لونڈیوں پر حدود قائم کرو۔''(۲)

(شوکانیؒ ،شافعیؒ ،احمدؒ) ان تمام احادیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ مالک کو ہی چاہیے کہ وہ اپنے غلام کو حد لگائے۔

(احناف) صرف حاکم وقت ہی غلاموں پر حد قائم کرسکتا ہے۔

(ابن حزمؒ) مالک حد قائم کرے گا اِلا کہ وہ کافر ہو۔

(ترمذیؒ) حاکم وقت نہیں بلکہ آدمی خود اپنے غلام پر حد قائم کرے گا۔(۳)

(راجح) حاکم وقت موجود ہو یا نہ ہو مالک کو ہی اپنے غلام کو حد لگانی چاہیے۔(٤)

835- محرم عورت سے شادی کرنے والے کا حکم

ایسے شخص کو قتل کردیا جائے گا۔جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچا کو ملا ان کے پاس ایک جھنڈا تھا میں نے انہیں کہا' کہاں کا ارادہ ہے؟ تو انہوں نے کہا ﴿ بعثنی رسول الله إلی رجل نكح امرأة أبیه فأمرنی أن أضرب عنقه وآخذ ماله ﴾ ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے والد کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑادوں اور اس کا مال چھین لوں۔''(٥)

836- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بھی رجم کرایا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ رجم النبی ﷺ رجلا من الیهود وامرأة زنیا ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) [مسلم (۱۷۰۵) كتاب الحدود : باب تاخیر الحد عن النفساء' ابن الجارود (۸۱٦) بیهقی (۲٤٤/۸) طیالسی (۱۱۲)]

(۲) [صحیح : صحیح ابوداود (۳۷۵۵) كتاب الحدود : باب فی إقامة الحد علی المریض' الصحیحة (۲٤۹۹) ابو داود (٤٤۷۳) احمد (۱۳٥/۱-۱٤٥) ابن ابی شیبة (۱/٦۲/۱۱) بیهقی (۲٤٥/۸) طیالسی (۱٤٦) بغوی فی الجعدیات (۱۰۱/۲)]

(۳) [نیل الأوطار (٥۷٤/٤) تحفة الأحوذی (۸۲۱/٤) الأم للشافعی (۱۳٥/٦) المبسوط (۸۰/۹) المغنی (۳۳٤/۱۲) المحلی بالآثار (۷۳/۱۲-۷٥)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : نیل الأوطار (٥۷٤/٤)]

(٥) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۷٤٤) كتاب الحدود : باب فی الرجل یزنی بحریمه' ابو داود (٤٤٥۷) ترمذی (۲٥٥/۱) ابن ماجة (۲٦۰۷) طحاوی (۸٥/۲) ابن ابی شیبة (۸۷/۱۱) دارقطنی (۳۷۰) بیهقی (۲۳۷/۸) احمد (۲۹۲/٤)]

یہود کے ایک آدمی اور ایک عورت کو رجم کیا۔انہوں نے زنا کیا تھا۔‘‘(۱)

837- پاگل کو رجم نہیں کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے مسجد میں حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور پوچھا ﴿ أبك جنون ﴾ ’’کیا تو پاگل ہے؟‘‘ اس نے کہا نہیں......’ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اسے رجم کر دو۔‘‘(۲)

یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے کا مقصد یہی تھا کہ اگر وہ پاگل ہے تو اس سے رجم کی سزا کو ساقط کر دیا جائے۔

838- لونڈی کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا زنت الأمة فتبين زناها فليجلدها ولا يثرب ثم إن زنت فليجلدها ولا يثرب ثم إن زنت الثالثة فليبعها ولو بحبل من شعر ﴾ ’’جب لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اسے ملامت مت کرو، پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور ملامت مت کرو۔ پھر اگر وہ تیسری مرتبہ زنا کرے تو اسے فروخت کر دو۔ خواہ بالوں کی بنی ہوئی ایک رسی کے بدلے۔‘‘(۳)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کی حد بیان کرتے ہوئے صرف کوڑوں کا ہی حکم دیا ہے، جلاوطنی کا نہیں۔

---

۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۷۴۲) کتاب الحدود : باب فی رجم الیهودیین ' ابو داود (٤٤٥٥)]

۱) [بخاری (٦٨١٥) کتاب الحدود : باب لا یرجم المجنون والمجنونة]

۱) [بخاری (٦٨٣٩) کتاب الحدود : باب لا یثرب علی الأمة إذا زنت ولا تنفی]

باب السرقة ❶ چوری کا بیان

مَنْ سَرَقَ مُكَلَّفًا مُخْتَارًا مِنْ حِرْزٍ رُبْعَ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا	جو شخص مکلف وخود مختار ہو کر زیر حفاظت مال سے ❷ ربع دینار یا اس سے زیادہ چرا لے۔ ❸

❶ لغوی وضاحت: لفظِ سَرِقه سے مراد ''چرائی ہوئی چیز ہے۔'' باب سَرَقَ يَسْرِقُ (ضرب) اور باب اِسْتَرَقَ يَسْتَرِقُ (افتعال) چرانا۔ سَارِق اور سَرُوْق ''چور'' کو کہتے ہیں۔(۱)

شرعی تعریف: کسی کا مال اس کی حفاظت کی جگہ سے چھپ کر لینے کے لیے آنا۔(۲)

❷ (1) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے اس بکری کے متعلق سوال کیا جسے اس کی چراگاہ سے چرایا گیا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فيها ثمنها مرتين وضرب نكال وما أخذ من عطنه ففيه القطع إذا بلغ ما يؤخذ من ذلك ثمن المجن﴾ ''اسے دگنی قیمت ادا کرنی پڑے گی اور عبرت کے لیے سزا بھی دی جائے گی اور جسے اس کے باڑے سے پکڑا جائے تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ پکڑی ہوئی چیز ڈھال کی قیمت کو پہنچتی ہو۔'' پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! پھل اور جو کچھ خوشوں سے پکڑ لیا جائے (اس کے متعلق کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا ﴿من أخذ بفمه ولم يتخذ خبنة فليس عليه شيئ ومن احتمل فعليه القطع إذا بلغ ما يؤخذ من ذلك ثمن المجن﴾ ''جو شخص اسے اپنے منہ سے پکڑے اور چھپا کر نہ لے جائے تو اس پر کچھ (سرزنش) نہیں اور جو اسے اٹھا کر لے جائے اس پر دگنی قیمت ادا کرنا لازم ہے اور عبرت کے لیے اسے سزا بھی دی جائے گی اور جو چیز (غلے کے) ڈھیروں سے اٹھائی جائے تو اس میں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ اس کی قیمت ڈھال کی قیمت (تین درہم) کو پہنچتی ہو۔''(۳)

ثابت ہوا جس چیز کو حفاظت میں لیا گیا ہو اگرچہ اس کے اردگرد دیوار نہ ہو اسے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا جیسا کہ غلے کے ڈھیر اور جانوروں کے باڑوں سے چرانے والے کا ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے اور ڈھال کی قیمت سے مراد تین درہم ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں موجود ہے۔(۴)

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا اس نے ایک ڈھال چرائی تھی جس کی

---

(۱) [المنجد (ص/۳۷۱) القاموس المحيط (ص/۷۰٤)]

(۲) [القاموس المحيط (ص/۸۰٤) نيل الأوطار (٥٨٢/٤)]

(۳) [حسن : إرواء الغليل (۲٤۱۳) احمد (۱۸۰/۲) ابو داود (٤۳۹۰) كتاب الحدود : باب ما لا قطع فيه ' نسائی (۸٤/۸) حاكم (۳۸۱/٤) ترمذی (۱۲۸۹) ابن ماجة (۲٥۹٦) ابن الجارود (۸۲۸) بیهقی (۲۷۸/۸) دارقطنی (۲۳٦/٤)]

(٤) [بخاری (٦۷۹۷) مسلم (۱٦۸٦)]

یمت تین درہم تھی۔(۱)

ثابت ہوا کہ چور اگر کسی کے گھر کے علاوہ عام داخلے کی جگہ سے بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس کے لیے ندر دروازوں کو کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اکثر علما اس بات کے قائل ہیں کہ ہاتھ کاٹنے کے لیے مسروقہ چیز کا حفاظت میں ہونا شرط ہے۔تاہم امام احمدؒ، امام اسحاقؒ ر اہل ظاہر کا کہنا ہے کہ یہ شرط نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت صفوان بن اُمیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں اپنی چادر پر سویا ہوا تھا کہ اسے چوری کر لیا گیا' پھر ہم نے چور کو پکڑ کر سول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا رف ایک چادر کی وجہ سے (اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا) جس کی قیمت تیس درہم ہے۔ میں نے یہ چادر اسے ہبہ کر دی۔تو رسول لہٰ ﷺ نے فرمایا ﴿ هلا كان قبل أن تاتيني به ﴾ ''اسے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔''(۲)

یہ دلیل درست نہیں کیونکہ مسجد خود ایک حفاظت کی جگہ ہے اس پر مستزاد یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ وہ چادر نا کے سر کے نیچے تھی۔(۳)

یعنی چادر حفاظت میں تھی لہٰذا ثابت ہوا کہ ہاتھ کاٹنے کے لیے کسی بھی چیز کا حفاظت میں ہونا شرط ہے۔

احناف) جو پھل ابھی درخت پر ہوں اور تر ہوں وہ محفوظ جگہ میں ہوں یا غیر محفوظ جگہ میں' ان کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا یں ہے۔پھر اسی پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ گوشت' دودھ' مشروبات' روٹیاں وغیرہ جیسی کھانے کی اشیا میں بھی تھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔

جمہور) ہر محفوظ کی ہوئی چیز پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ہے خواہ اسے کاٹ لیا گیا ہو یا ابھی وہ درختوں پر ہی موجود ہو۔(٤)

اجح) جمہور کا مؤقف برحق ہے کیونکہ گذشتہ تمام احادیث اس پر شاہد ہیں۔

شوکانیؒ) ''حرز'' سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں مالک اپنی ملکیت کو محفوظ کرتا ہے یا ذخیرہ کرتا ہے اور یہ ان تمام شیا پر صادق آئے گا جنہیں لوگ عرف عام میں مختلف اشیاء کی حفاظت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔مثلاً پھلوں کے لیے ''جرین'' (یعنی وہ ڈھیر جہاں غلے کو خشک کیا جاتا ہے) مویشیوں کے لیے باڑے' نقدی رقوم کے لیے خاص قفل

) [احمد (۸۰/۲) مسلم (۱٦۸٦) كتاب الحدود : باب د السرقة ونصابها' ابوداود (٤٣٨٦) نسائی (۷٦/۸)]

) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٦٩٣) كتاب الحدود : باب فيمن سرق من حرز' ابو داود (٤٣٩٤) ابن ماجة (۲۵۹۵) احمد (٤٦٦/٦) نسائی (٦٩/٨) موطا (۸۳٤/۲) بدائع المنن للشافعی (۱۵۰۹) حاکم (۳۸۰/٤)]

) [نيل الأوطار (۵۸۲/٤)]

) [سبل السلام (۱۷۰۹/٤) نيل الأوطار (۵۸۰/٤)]

لگی ہوئی جگہیں' اسی طرح دفن کرنے کی جگہیں بھی ان اشیا کے لیے حرز ہیں جو کچھ ان میں مدفون ہے۔ اور قبریں ان کے لیے حرز ہیں جو ان میں داخل ہیں۔ اور اسی طرح مساجد ان میں موجود صفوں' چٹائیوں اور مختلف آلات مسجد کے لیے حرز ہیں۔(۱)

(صدیق حسن خانؒ) حرز (یعنی چیز کا حفاظت کی جگہ میں ہونا) ہاتھ کاٹنے کے لیے شرط ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو غیر محرز (جسے حفاظت میں نہ لیا گیا ہو) ہے وہ لقطہ ہے جس سے احتراز واجب ہے۔(۲)

3 (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ربع دینار یا اس سے زیادہ مالیت کی چیز میں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔''(۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لا تقطع يد السارق إلا في ربع دينار فصاعدا﴾ ''چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر صرف ربع دینار یا اس سے زیادہ (مالیت کی چیز) میں۔''(٤)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿اقطعوا في ربع دينار ولا تقطعوا في ما هو أدنى من ذلك وكان ربع دينار يومئذ ثلاثة دراهم والدينار اثنى عشر درهما﴾ ''ربع دینار میں ہاتھ کاٹ دو اس سے کم میں نہ کاٹو اور اس وقت ربع دینار تین درہم کے برابر تھا اور ایک دینار بارہ (12) درہموں کے برابر تھا۔''(٥)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لا تقطع يد السارق فيما دون المجن﴾ ''ڈھال کی قیمت سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا ڈھال کی قیمت کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ''ربع دینار۔''(٦)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال (کی چوری) میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔(۷)

(خلفائے اربعہ، جمہور) تین درہم یا ربع دینار کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

---

(۱) [السيل الجرار (٣٦٠/٤-٣٦١)]

(۲) [الروضة الندية (٥٩٨/٢)]

(۳) [بخاری (٦٧٨٩) كتاب الحدود : باب قول الله تعالى والسارق والسارقة...... ' مسلم (١٦٨٤) ابو داود (٤٣٨٣) ترمذی (١٤٤٥) نسائی (٧٨/٨)]

(٤) [احمد (٨٠/٦) مسلم (١٦٨٤) نسائی (٨٠/٨) ابن ماجة (٢٥٨٥)]

(٥) [احمد (٨٠/٦)]

(٦) [صحيح : صحيح نسائی (٤٥٨٣) كتاب قطع السارق : باب القدر الذي إذا سرقه السارق قطعت يده ' نسائی (٤٩٣٩)]

(٧) [بخاری (٦٧٩٥) كتاب الحدود : باب قول الله تعالى والسارق والسارقة...... ' مسلم (١٦٨٦) ابو داود (٤٣٨٥) نسائی (٧٦/٨) موطا (٨٣١/٢) ترمذی (١٤٤٦)]

(احناف) ہاتھ کاٹنے کا نصاب دس درہم ہے۔ (اس مسئلے کے متعلق امام شوکانیؒ نے گیارہ (11) مذاہب اور حافظ ابن حجرؒ نے انیس (19) مذاہب نقل فرمائے ہیں تفصیل کا طالب انکی طرف رجوع کر سکتا ہے)۔(۱)

(راجح) بلا تردد جمہور کا موقف گذشتہ صحیح احادیث کے موافق ہونے کی وجہ سے برحق ہے۔

○ سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر اشیا کی قیمت ان دونوں میں سے کس کے ساتھ ملائی جائے گی اس میں اختلاف ہے۔

(مالکؒ) درہموں کے ساتھ قیمت لگائی جائے گی۔

(شافعیؒ) قیمت لگانے میں اصل سونا ہے۔

قُطِعَتْ كَفُّهُ الْيُمْنٰى	تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ ❶

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا ﴾ [المائدة : ٣٨]

''چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔''

(شوکانیؒ) صرف دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اس کے بعد دوسری مرتبہ چوری کرنے کی صورت میں نہ ہاتھ کاٹا جائے گا اور نہ پاؤں۔(۲)

(شافعیؒ، صدیق حسن خانؒ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب چور پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا' پھر اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا' پھر اگر تیسری مرتبہ چوری کرے تو اکثر اہل علم کے نزدیک اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا پھر اسی طرح اگر وہ دوبارہ چوری کرتا ہے تو اس کا دایاں پاؤں بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے بعد پھر اگر وہ چوری کرے تو اسے سزا دی جائے گی اور قید کر دیا جائے گا۔

(ابو حنیفہؒ) اس کا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں نہیں کاٹا جائے گا لیکن اسے سزا دی جائے گی اور قید کر دیا جائے گا۔(۳)

○ نبی ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ چور کا ہاتھ اس کے جوڑ (کلائی) سے کاٹتے تھے۔

وَيَكْفِي الْإِقْرَارُ مَرَّةً وَاحِدَةً اَوْ شَهَادَةُ عَدْلَيْنِ	اس کے لیے ایک مرتبہ اقرار ❶ یا دو عادل آدمیوں کی گواہی کافی ہے۔ ❷

❶ (1) رسول اللہ ﷺ نے ڈھال چرانے والے شخص کو دوبارہ اقرار کا حکم نہیں دیا۔(٤)

---

(١) [نيل الأوطار (٥٧٦/٤ ـ ٥٧٨) فتح البارى (٦١/١٤) الأم للشافعى (١٣٠/٦) الاختيار (١٠٣/٤) المغنى (٤١٦/١٢) بداية المجتهد (٤٤٧/٢)]

(٢) [السيل الجرار (٣٦٤/٤)]

(٣) [الروضة الندية (٦٠١/٢)]

(٤) [بخارى (٦٧٩٥) كتاب الحدود : باب قول الله تعالى : والسارق والسارقة......]

(2) اسی طرح آپ ﷺ نے صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کی چادر چرانے والے کو بھی ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔(۱)

جس روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چور سے کہا تھا ﴿ ما إخالك سرقت ؟ ﴾ ''میں خیال نہیں کرتا کہ تم نے چوری کی ہو۔'' اس نے کہا کیوں نہیں۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہ تکرار ہوا۔ تو یاد رہے کہ وہ روایت ضعیف ہے۔(۲)

(مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) ایک مرتبہ اقرار ہی کافی ہے۔

(احمدؒ، ابو یوسفؒ) کم از کم دو مرتبہ اقرار لازم ہے۔(۳)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔(٤)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [الطلاق : ۲]

''دو عادل شخصوں کو گواہ بنا لو۔''

وَيُنْدَبُ تَلْقِينُ الْمُسْقِطِ وَيُحْسَمُ مَوْضِعُ الْقَطْعِ	سزا معاف کرنے کے مجاز شخص کی تلقین مستحب ہے ❶ اور کاٹی ہوئی جگہ کا علاج کیا جائے گا۔ ❷

❶ (1) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ ادرء وا الحدود بالشبهات ﴾ ''شبہات پیدا ہو جانے کی وجہ سے حدود ہٹا دو۔''(٥)

(2) حضرت ابوامیہ مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا اس نے اعتراف تو کر لیا لیکن اس سے کوئی سامان برآمد نہ ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے کہا ﴿ ما إخالك سرقت؟ ﴾ ''میں خیال نہیں کرتا کہ تو نے چوری کی ہے۔'' اس نے کہا کیوں نہیں (دو مرتبہ یا تین مرتبہ) پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اقطعوه ثم جيئو به ﴾ ''اس (کا ہاتھ) کاٹ دو پھر اسے لے کر آؤ۔''(٦)

(3) امام عطاءؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ گزر چکے ہیں جب ان کے پاس کوئی چور لایا جاتا تو وہ اسے کہتے تھے ﴿ أسرقت؟ قل

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۳۶۹۳) کتاب الحدود : باب فیمن سرق من حرز ' ابو داود (٤٣٩٤)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۹٤۳) کتاب الحدود : باب فی التلقین فی الحد ' إرواء الغليل (۲٤۲٦) ابو داود (٤٣٨٠)]

(۳) [نيل الأوطار (٥٨٧/٤)]

(٤) [الروضة الندية (٦٠٠/٢)]

(٥) [ضعیف : إرواء الغليل (۲۳۱٦)]

(٦) [ضعیف : إرواء الغليل (۲٤۲٦) احمد (۲۹۳/٥) ابو داود (٤٣٨٠) کتاب الحدود : باب فی التلقین فی الحد ' نسائی (٤٨٧٧) ابن ماجة (۲٥۹۷) دارمی (۱۷۳/۲) بیهقی (۲۷٦/۸) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔[بلوغ المرام (۲۷۱)]

لا ﴾ ''کیا تو نے چوری کی ہے؟ کہہ دو نہیں۔'' پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔'' (۱)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا تو انہوں نے اس سے کہا ﴿ أسرقت؟ قل لا ﴾ ''کیا تو نے چوری کی ہے۔ کہہ دو کہ نہیں۔'' اس نے کہا' نہیں' تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔ (۲)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا قصہ منقول ہے۔ (۳)

(شوکانی ؒ) اس میں یہ ثبوت موجود ہے کہ ایسی تلقین کرنا جو حد کو ساقط کر دے مستحب ہے۔ (٤)

❷ رسول اللہ نے ایک چور کے متعلق یہ حکم دیا ﴿ اذھبوا به فاقطعوه ثم احسموه ﴾ ''اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ کر اسے داغ دو۔'' (٥)

اگر چہ اس روایت میں ضعف ہے لیکن اگر یہ عمل نہ کیا جائے تو چور کی جان کو خطرہ ہے جسے بچانا تمام مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے اور یہ خیر کے کام میں تعاون بھی ہے۔ قرآن میں ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔''

○ ہاتھ کاٹنے والے کو اُجرت اور داغنے والے کو ادویہ وغیرہ کی قیمت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ (٦)

وَتُعَلَّقُ الْيَدُ فِي عُنُقِ السَّارِقِ	کاٹا ہوا ہاتھ چور کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا' اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ﴿ ثم أمر بها فعلقت في عنقه ﴾ ''پھر آپ ﷺ کے حکم سے وہ ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔'' (۷)

اس کی مشروعیت کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ (۸)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ کاٹا پھر جب لوگ اس کے پاس سے گزرے تو اس کا ہاتھ گردن میں لٹکا ہوا تھا۔ (۹)

(۱) [عبدالرزاق (۱۰/۲۲٤)]

(۲) [عبدالرزاق (۱۸۹۲۰)]

(۳) [تلخيص الحبير (٤/١٢٦) بيهقى (٨/٢٧٦)]

(٤) [نيل الأوطار (٤/٥٨٧)]

(٥) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٤٣١) دارقطنى (٣/١٠٢) حاكم (٤/٣٨١) بيهقى (٨/٢٧٥) كشف الأستار للبزار (١٥٦٠) امام ابن قطانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تلخيص الحبير (١٧٧٦)]

(٦) [سبل السلام (٤/١٧١١) نيل الأوطار (٤/٥٨٩)]

(٧) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٤٣٢) ابو داود (٤٤١١) كتاب الحدود : باب فى تعليق يد السارق فى عنقه' ترمذى (١٤٤٧) نسائى (٨/٩٢) ابن ماجة (٢٥٨٧) احمد (٦/١٩)]

(٨) [حجة الله البالغة (٢/١٦٣) نيل الأوطار (٤/٥٨٩)]

(٩) [بيهقى (٨/٢٧٥) نيل الأوطار (٤/٥٨٩)]

جس کی چوری ہوئی ہے وہ اگر حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے چور کو معاف کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی لیکن عدالت میں پہنچنے کے بعد نہیں کیونکہ اب تو حد واجب ہو چکی ہے۔ ❶	وَيَسْقُطُ بِعَفْوِ الْمَسْرُوْقِ عَلَيْهِ قَبْلَ الْبُلُوْغِ إِلَى السُّلْطَانِ لَا بَعْدَهُ فَقَدْ وَجَبَ

❶ (1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ تعافوا الحدود فيما بينكم فما بلغني من حد فقد وجب ﴾ ''آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو اور جو میرے پاس پہنچ جائے گی (سمجھ لو) کہ وہ واجب ہو گئی۔''(۱)

(2) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو جس کی چوری ہوئی تھی اس نے کہا کہ میں نے یہ چیز اسے ہبہ کر دی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ هلا كان قبل أن تأتيني به ﴾ ''اسے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔''(۲)

(ابوحنیفہؒ) حاکم کے پاس معاملہ پہنچنے کے بعد بھی معاف کر دینے کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔(۳)

(شوکانیؒ) حدیث اس (ابوحنیفہؒ کے مؤقف) کا رد کرتی ہے۔(٤)

839- پردہ پوشی کرنا بہتر ہے

حاکم وقت کے پاس جانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ پردہ ڈال دیا جائے اور معاف کر دیا جائے جیسا کہ

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ من ستر مسلما ستره الله يوم القيامة ﴾ ''جس نے کسی مسلمان پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر پردہ ڈال دیں گے۔''(٥)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يستر عبد عبدا في الدنيا إلا ستره يوم القيامة ﴾ ''کوئی بندہ کسی بندے پر دنیا میں پردہ نہیں ڈالتا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈال دیں گے۔''(٦)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من علم من أخيه سيئة فسترها ستر الله عليه يوم

(١) [صحيح : الصحيحة (١٦٣٨) ابو داود (٤٣٧٦) كتاب الحدود : باب العفو عن الحدود ما لم تبلغ السلطان ' نسائى (٧٠/٨) حاكم (٣٨٣/٤)]

(٢) [صحيح : إرواء الغليل (٢٣١٧) ابو داود (٤٣٩٤) كتاب الحدود : باب من سرق من حرز ' احمد (٤٦٦/٦) مؤطا (٨٣٤/٢) ابن ماجة (٢٥٩٥) حاكم (٣٨٠/٤) نسائى (٢٥٥/٢) ابن الجارود (٨٢٨)]

(٣) [المبسوط (١٨٦/٩)]

(٤) [نيل الأوطار (٥٨٢/٤)]

(٥) [بخارى (٢٤٤٢) كتاب المظالم : باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه ' مسلم (٢٥٨٠) ترمذى (١٤٢٦) ابو داود (٤٨٩٣)]

(٦) [مسلم (٢٥٩٠) كتاب البر والصلة والآداب : باب بشارة من ستره الله عيبه فى الدنيا]

القیامة﴾ ”جسے اپنے بھائی کی کسی برائی کا علم ہو اور وہ اس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس پر پردہ ڈال دیں گے۔“ (۱)

وَلَا قَطْعَ فِيْ ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ مَا لَمْ يُؤْوِهِ الْجَرِيْنُ إِذَا أَكَلَ وَلَمْ يَتَّخِذْ خُبْنَةً وَإِلَّا كَانَ عَلَيْهِ ثَمَنُ مَا حَمَلَهُ مَرَّتَيْنِ وَضَرْبُ نَكَالٍ	پھل اور کھجور کا گودا چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جب تک مالک نے توڑ کر محفوظ جگہ میں ڈھیر نہ کر لیا ہو۔ جب وہ اسے کھائے اور کچھ چھپا کر نہ لے جائے ورنہ اسے چرائے ہوئے مال کی دگنی قیمت ادا کرنا ہوگی اور اسے تادیبی سزا بھی دی جائے گی۔ ❶

❶ حدیث نبوی ہے کہ ﴿من أخذ بفمه ولم يتخذ خبنة فليس عليه شيئ ومن احتمل فعليه ثمنه مرتين وضرب نكال وما أخذ من أجرانه ففيه القطع إذا بلغ ما يوخذ من ذلك ثمن المجن﴾ ”جو شخص (پھلوں کو) اپنے منہ سے پکڑے اور چھپا کر نہ لے جائے تو اس پر کچھ (سرزنش) نہیں اور جو اسے اٹھا کر لے جائے اس پر لازم ہے کہ دگنی قیمت ادا کرے اور عبرت کے لیے اسے سزا بھی دی جائے گی اور جو چیز (غلے کے) ڈھیروں سے اٹھائی جائے تو اس میں (ہاتھ) کاٹا جائے گا جبکہ اس کی قیمت ڈھال کی قیمت (یعنی تین درہم) کو پہنچتی ہو۔“ (۲)

” کثر “ کھجور کے درخت کا گوند جو چربی کی طرح رنگت میں (سفید اور ذائقہ و مزہ میں گری کی طرح) کھجور کے تنے کے وسط میں پایا جاتا ہے (اور کھایا جاتا ہے)۔ (۳)

”خبنة “ کپڑے کا پلو۔ مطلب یہ ہے کہ کپڑے میں باندھ کر نہ لے جائے۔ (٤)

” جرین “ کھجور خشک کرنے کی جگہ۔ جیسے گندم کے لیے کھلیان وغیرہ۔ (٥)

وَلَيْسَ عَلَى الْخَائِنِ وَالْمُنْتَهِبِ وَالْمُخْتَلِسِ قَطْعٌ	خائن، ڈاکو اور غاصب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ليس على خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع﴾ ”خائن، ڈاکو اور غاصب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔“ (٦)

(۱) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۲۳۳٦) کتاب الحدود : باب الترغیب فی ستر المسلم والترهیب من هتکه وتتبع عورته ' رواه طبرانی فی الکبیر ' اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔]

(۲) [حسن : إرواء الغلیل (۲٤۱۳) ' (٦٩/٨) احمد (۱۸۰/۲) ابو داود (٤٣٩٠) کتاب الحدود : باب ما لا قطع فیه ' نسائی (٨٤/٨) حاکم (٣٨١/٤) ترمذی (۱۲۸۹) ابن ماجة (۲٥٩٦)]

(۳) [سبل السلام (۱۷۰۸/٤)]

(٤) [المنجد (ص/۱۹۳) سبل السلام (۱۷۱۳/٤)]

(٥) [النهاية لابن الأثير (۲٦٣/۱) سبل السلام (۱۷۱۳/٤)]

(٦) [صحیح : إرواء الغلیل (۲٤٠٣) احمد (۳۸۰/۳) ابو داود (٤٣٩١) کتاب الحدود : باب القطع فی الخلسة والخیانة ' نسائی (٨٨/٨) ابن ماجة (۲٥٩۱) حاکم (۳۸۲/٤) ابن حبان (٤٤٥٧) بیهقی (۲۷۹/۸) العلل المتناهية لابن الجوزی (۷۹۳/۲)]

(شافعیہ، حنفیہ) اسی کے قائل ہیں کہ ان سب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(۱)

(احمدؒ) ان سب کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔(۲)

(نوویؒ) قاضی عیاضؒ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی سزا چور پر واجب کی ہے جبکہ اس کے علاوہ اختلاس' انتہاب اور غصب میں نہیں کی۔(۳)

(راجح) پہلا مؤقف راجح ہے۔

○ "خائن" وہ ہے جو ظاہراً خیر خواہ اور خفیہ مال (دھوکہ وفریب کے ذریعے) حاصل کرنے والا ہو۔

"منتھب" جو زبردستی غلبہ پا کر مال چھین لے۔

"مختلس" جو کسی کا مال جھپٹا مار کر سلب کرلے۔(٤)

وَقَدْ ثَبَتَ الْقَطْعُ فِي جَحْدِ الْعَارِيَةِ	لیکن ادھار لی ہوئی چیز کا انکار کرنے کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ❶

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مخزومی عورت ادھار سامان لے کر اس کا انکار کر دیتی تھی ﴿ فامر النبی ﷺ بقطع یدھا ﴾ "تو نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔"(٥)

(احمدؒ، اسحاقؒ، ابن حزمؒ، اہل ظاہر) ادھار لی ہوئی چیز کے انکار پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(جمہور) ہاتھ کاٹنا واجب نہیں کیونکہ قرآن میں سارق کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے اور یہ لغوی اعتبار سے سارق نہیں۔(٦)

(ابن قیمؒ) ادھار کا انکار بھی سرقہ میں شامل ہے۔(٧)

(صدیق حسن خانؒ) اگرچہ لغوی اعتبار سے سارق نہیں لیکن شرعی اعتبار سے تو سارق ہے اور شرع کو لغت پر ترجیح حاصل ہے۔(٨)

(شوکانیؒ) یہ حدیث امانت کا انکار کرنے والے پر بھی صادق آتی ہے کہ بلاشبہ وہ چور ہے اور برحق بات یہی ہے کہ امانت کا

(١) [تحفة الأحوذی (٨٣٥/٤)]

(٢) [نیل الأوطار (٥٨٣/٤)]

(٣) [شرح مسلم (١٩٩/٦)]

(٤) [تحفة الأحوذی (٨٣٤/٤) نیل الأوطار (٥٨٣/٤) النهاية (٦١/٢)]

(٥) [**صحیح** : صحیح ابو داود (٣٦٩٤) کتاب الحدود : باب فی القطع فی العارية إذا جحدت ' احمد (١٥١/٢) ابو داود (٤٣٩٥) نسائی (٧٠/٨) مشکل الآثار (٩٧/٣)]

(٦) [نیل الأوطار (٥٨٥/٤) المحلی بالآثار (٣٥٨/١٢)]

(٧) [زاد المعاد (٥٠/٥)]

(٨) [الروضة الندية (٦٠٥/٢)]

انکار کرنے والے کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہ ان دلائل سے خاص ہو گا جن میں حرز کا اعتبار ہے۔(۱)

(راجح) امام احمدؒ وغیرہ کا موقف ہی اقرب الی الحدیث معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے گھر سے ایک چادر چرائی تھی' وہ ضعیف ہے۔(۲)

❁❁❁

(۱) [نیل الأوطار (٥٨٦/٤)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (٥٥٥) کتاب الحدود : باب الشفاعة فی الحدود ' ابن ماجة (٢٥٤٨) ابن ابی شیبة (٤٧٤/٥) ' (٢٨٠٨١) حاکم (٣٧٩/٤) بیهقی (٢٨١/٨)]

باب حد القذف ❶ — تہمت کی حد کا بیان

مَنْ رَمٰی غَیْرَہٗ بِالزِّنَا وَجَبَ عَلَیْہِ حَدُّ الْقَذْفِ ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃً اِنْ کَانَ حُرًّا وَاَرْبَعِیْنَ اِنْ کَانَ مَمْلُوْکًا	جو شخص کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگائے (اور گواہ پیش نہ کر سکے) تو اس پر تہمت کی سزا واجب ہو جائے گی اگر آزاد ہو تو اسی (80) کوڑے اور اگر غلام ہو تو چالیس (40)۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ قذف کا معنی ہے ''تہمت لگانا' پھینکنا' یہ باب قَذَفَ یَقْذِفُ (ضرب) سے مصدر ہے۔ باب قَاذَفَ یُقَاذِفُ (مفاعلة) ایک دوسرے کو تہمت لگانا' باب اِسْتَقْذَفَ یَسْتَقْذِفُ (استفعال) تہمت لگانا۔(۱)

شرعی تعریف: آدمی کا کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگانا قذف کہلاتا ہے۔(۲)

یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ ﴾ [النور : ۲۳]

''یقیناً جو لوگ پاکدامن' بے خبر' مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔''

(2) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی اشیاء سے بچو...... (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿ قذف المحصنات المؤمنات الغافلات ﴾ ''پاکدامن' بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔''(۳)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں (حضرت حسان رضی اللہ عنہ، حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد قذف لگائی تھی۔(٤)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَاءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃً ﴾ [النور : ٤]

''اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہیں لاتے انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ۔''

(شوکانیؒ) اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(٥)

---

(۱) [المنجد (ص/٦٧٦) القاموس المحیط (ص/٧٥٩)]

(۲) [الفقۃ الإسلامی وأدلتہ (٥٣٩٨/٧)]

(۳) [بخاری (٦٨٥٧) کتاب الحدود : باب رمی المحصنات......]

(٤) [حسن : صحیح ابن ماجۃ (٢٠٨١) احمد (٣٥/٦) ابو داود (٤٤٧٤) کتاب الحدود : باب فی حد القذف' ترمذی (٣١٨١) ابن ماجۃ (٢٥٦٧)]

(٥) [السیل الجرار (٣٤١/٤)]

غلام کے متعلق اختلاف ہے کہ اسے مکمل (80 کوڑے) حد لگائی جائے گی یا نصف۔ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ غلام کو آزاد سے نصف حد لگائی جائے گی ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلفاء کو اپنے غلاموں کو چالیس (کوڑوں) سے زائد حد قذف لگاتے نہیں دیکھا۔(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام لیث، امام زہری، امام اوزاعی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز آیت ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ...... ﴾ کے عموم کی وجہ سے غلام کو بھی مکمل حد لگانے کے قائل ہیں۔(۲)

(ابن حزم) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(صدیق حسن خان) جس آیت میں نصف حد کا ذکر ہے وہ زنا کے متعلق ہے

﴿ فَإِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ...... ﴾ [النساء : ۲۵]

لہٰذا حد قذف کو حد زنا پر قیاس کرنا درست نہیں بلکہ غلام کو بھی مکمل حد قذف لگائی جائے گی۔(۴)

(امیر صنعانی) غلام کو بھی مکمل حد لگائی جائے گی۔(۵)

(سید سابق) اسی کے قائل ہیں۔(۶)

(جمہور، ابن حجر) غلام پر آزاد سے نصف حد ہے مرد ہو یا عورت۔(۷)

(راجح) جن حضرات کے نزدیک غلام کو بھی مکمل حد قذف لگائی جائے گی ان کی رائے زیادہ معتبر ہے۔

840- کیا تعریض سے حد واجب ہو جاتی ہے؟

کیا تعریض یعنی اشارہ کرنے یا کسی دوسرے پر ڈال کر بات کرنے سے حد واجب ہو جاتی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے:

(احناف) تعریض سے حد واجب نہیں ہوگی اگرچہ نیت قذف کی ہو۔

(مالکیہ) اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ تعریض سے قذف مراد ہے تو حد واجب ہو جائے گی۔

(شافعیہ) اگر قذف کی نیت ہو اور پھر وہ اسے واضح بھی کر دے تو تعریض پر حد واجب ہوگی۔

(حنابلہ) امام احمد سے مختلف روایات منقول ہیں۔

---

(۱) [مؤطا (۸۲۸/۲)]
(۲) [فتح الباری (۴۹۵/۱۵) سبل السلام (۱۶۹۷/۴)]
(۳) [المحلی بالآثار (۷۱/۱۲)]
(۴) [الروضة الندية (۶۰۷/۲)]
(۵) [سبل السلام (۱۶۹۷/۴)]
(۶) [فقه السنة (۵۳۵/۲)]
(۷) [فتح الباری (۴۹۵/۱۵)]

(1) اس پر کوئی حد نہیں۔

(2) اس پر حد ہے۔(۱)

(راجح) اگر قرائن واحوال سے معلوم ہو جائے کہ تعریض یا محتمل الفاظ سے مراد زنا کی تہمت ہے یا غیر محتمل الفاظ میں وہ خود اقرار کر لے تو حد واجب ہوگی بصورت دیگر نہیں۔

کیونکہ کتاب اللہ میں مذکور تہمت سے مراد قاذف کا ایسے الفاظ سے تہمت لگانا ہے جو لغوی' شرعی یا عرفی اعتبار سے زنا کی تہمت پر صادق آتے ہوں۔(۲)

841- تہمت میں تکرار کا حکم

اگر کوئی تہمت میں تکرار کرے (یعنی بار بار تہمت لگائے) تو اسے ایک ہی حد لگائی جائے گی جب کہ اسے پہلی حد نہ لگائی گئی ہو اگر حد لگانے کے بعد وہ دوبارہ تہمت لگائے تو پھر دوبارہ حد لگائی جائے گی۔(۳)

842- اگر کوئی شخص جماعت کو تہمت لگائے......

(احناف، مالکیہ) جب کوئی جماعت کو تہمت لگائے تو اسے ایک ہی حد لگائی جائے گی۔

(شافعیؒ، زفرؒ) اس پر ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ حد لگائی جائے گی۔

(حنابلہ) اگر وہ جماعت کو ایک ہی کلمہ سے تہمت لگائے تو اسے ایک حد لگائی جائے گی لیکن اگر وہ زیادہ کلمات سے تہمت لگائے تو پھر ہر ایک کے لیے اس پر حد قائم کی جائے گی کیونکہ قذف آدمی کا حق ہے اور ایک آدمی کا حق ادا کرنے سے دوسروں کا حق ادا نہیں ہوگا مثلاً قرض اور قصاص وغیرہ۔(٤)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک کلمہ بھی پوری جماعت پر تہمت لگانے کے لیے کافی ہے۔(واللہ اعلم)

843- عدالت میں پہنچنے سے پہلے معافی......

عدالت میں پہنچنے سے پہلے معافی کی صورت میں حد قذف ساقط ہو جائے گی جیسا کہ پیچھے حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ هلا كان قبل أن تاتيني به ﴾ ''اسے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔''(٥)

(۱) [المبسوط (۱۲۰/۹) فتح القدير (۱۹۱/٤) بدائع الصنائع (٤۲/۷) تبين الحقائق (۲۰۰/۳) بداية المجتهد (٤۳۲/۲) حاشية الدسوقى (۳۲۷/٤) القوانين الفقهية (ص/۳۵۷) المهذب (۲۷۳/۲) المغنى (۲۲۲/۸)]

(۲) [فقه السنة (۵۳۷/۲) الروضة الندية (٦۰۸/۲)]

(۳) [فقه السنة (۵٤۰/۲)]

(٤) [المبسوط (۱۱۱/۹) بدائع الصنائع (٤۲/۷) القوانين الفقهية (ص/۳۵۸) بداية المجتهد (٤۳۳/۲) الشرح الكبير (۳۲۷/٤) المهذب (۲۷۵/۲) المغنى (۲۳۳/۸)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (۳٦۹۳) كتاب الحدود : باب فيمن سرق من حرز' ابو داود (٤۳۹٤)]

844- والد کو حد قذف

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ دلائل کے عموم کی وجہ سے والد کو بھی حد قذف لگائی جائے گی۔(۱)

وَيَثْبُتُ ذٰلِكَ بِإِقْرَارِهِ مَرَّةً أَوْبِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ وَإِذْ لَمْ يَتُبْ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُ	اور یہ سزا اس کے اقرار ❶ یا دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو جائے گی ❷ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔❸

❶ کیونکہ آدمی کا ایک مرتبہ ہی اقرار کر لینا حد لازم کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اے انیس! اس کی بیوی کے پاس صبح جاؤ ﴿فإن اعترفت فارجمها﴾ ''اور اگر وہ اعتراف (زنا) کر لے تو اسے رجم کر دینا۔''(۲)

❷ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [الطلاق : ۲]

''اور اپنے (ساتھیوں) میں سے دو عادل گواہ مقرر کر لو۔''

❸ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ...... ﴾ [النور : ٤-٥]

''اور کبھی بھی ان (تہمت لگانے والوں) کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی (ان کی گواہی قبول کر لو)۔''

○ توبہ کے بعد قاذف کی گواہی قبول ہو گی یا نہیں اس کے متعلق اختلاف " **باب الشهادات** " میں گزر چکا ہے۔

فَإِنْ جَاءَ بَعْدَ الْقَذْفِ بِأَرْبَعَةِ شُهُوْدٍ سَقَطَ عَنْهُ الْحَدُّ وَهٰكَذَا إِذَا أَقَرَّ الْمَقْذُوْفُ بِالزِّنَا	اگر وہ تہمت لگانے کے بعد چار گواہ پیش کر دے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی ❶ اور اسی طرح جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زنا کا اقرار کر لے تو بھی اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔❷

❶ اس وقت وہ قاذف نہیں ہے کیونکہ چار گواہوں کی موجودگی کی وجہ سے زنا ثابت ہو چکا ہے پھر زانی پر حد لگائی جائے گی۔ یہی اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مفہوم ہے ﴿ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ﴾ [النور : ٤] ''یعنی تہمت لگانے والے اگر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں کوڑے لگاؤ'' اور یقیناً اگر وہ گواہ لے آئیں تو پھر انہیں کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

❷ پھر اعتراف کرنے والے پر ہی حد لگائی جائے گی قاذف پر نہیں جیسا کہ یہ پیچھے ثابت کیا جا چکا ہے۔

(۱) [السيل الجرار (٣٤٤/٤)]

(۲) [أحمد (١١٥/٤) بخارى (٦٨٤٢ ' ٦٨٤٣) مسلم (١٦٩٧ ' ١٦٩٨) ابو داود (٤٤٤٥) ترمذى (١٤٣٣) ابن ماجة (٢٥٤٩) حميدى (٨١١)]

باب حد الشرب ❶ نشہ آور چیز پینے کی حد کا بیان

جو شخص مکلّف و خود مختار ہو کر نشہ آور چیز پی لے اسے امام کی رائے کے مطابق چالیس یا اس سے کم و بیش کوڑے لگائے جائیں گے خواہ جوتے ہی مار دیے جائیں۔ ❷	مَنْ شَرِبَ مُسْكِراً مُكَلَّفاً مُخْتَاراً جُلِدَ عَلٰى مَا يَرَاهُ الْإِمَامُ إِمَّا أَرْبَعِيْنَ جَلْدَةً أَوْ أَكْثَرَ وَلَوْ بِالنِّعَالِ

❶ (احناف) حرام مشروبات پر حد کی دو قسمیں ہیں:

(1) حد الشرب: جو صرف خاص شراب (یعنی خمر) پینے پر نافذ ہوتی ہے۔(ان کے نزدیک صرف انگور سے بنائی جانے والی شراب خمر ہے) اس حد کے وجوب کا سبب محض اسے پینا ہی ہے خواہ اسے کم پیا جائے یا زیادہ' اور خواہ نشہ آئے یا نہ آئے۔

(2) حد السکر: جو خاص شراب (یعنی خمر) کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء (جو گندم' جو' مکئی' شہد' انجیر اور باجرے وغیرہ جیسی اشیاء سے بنائی گئی ہوں) کے پینے پر نافذ ہوتی ہے۔ اس حد کے وجوب کا سبب نشے کا حصول ہے (یعنی اگر ایک یا دو گلاس پینے سے نشہ نہ آئے اور تیسرا گلاس پینے سے نشہ آئے تو پہلے دونوں گلاسوں پر کوئی حد واجب نہیں ہوگی بلکہ تیسرے گلاس پر حد واجب ہوگی کیونکہ اسے پینے سے ہی نشہ آیا ہے)۔(۱)

(جمہور) شراب یا اس کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات میں کوئی فرق نہیں ہر نشہ آور مشروب حرام ہے قلیل ہو یا کثیر یہی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ﴿ كل مسكر خمر و كل خمر حرام ﴾ ''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔''(۲)

(راجح) جمہور کا مؤقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

❷(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی ﴿ فجلده بجريدتين نحو أربعين ﴾ ''اسے دو چھڑیوں سے چالیس کے قریب کوڑے لگائے گئے۔''

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سزا دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿ أخف الحدود ثمانون ﴾ ''ہلکی ترین سزا اسی (80) کوڑے ہے۔''

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کا حکم صادر فرما دیا۔(۳)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملے میں چھڑی اور جوتیوں کے ساتھ حد لگائی اور

---

(۱) [بدائع الصنائع (۳۹/۷) تبین الحقائق (۱۹۵/۳) فتح القدیر (۱۷۸/٤)]

(۲) [بداية المجتهد (٤٣٤/٢) مغنی المحتاج (١٨٧/٤) المغنی (٣٠٤/٨) المهذب (٢٨٦/٢)]

(۳) [احمد (۱۱۵/۳) مسلم (۱۷۰٦) کتاب الحدود : باب حد الخمر ' ابو داود (٤٤٧٩) ترمذی (۱٤٤٣) ابن ماجة (۲٥۷۰)]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگائے۔(۱)

(3) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جب ولید بن عقبہ کو کوڑے لگا رہے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ شمار کر رہے تھے جب وہ چالیس تک پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں روک کر فرمایا ﴿جلد النبی ﷺ أربعین و أبو بکر أربعین وعمر ثمانین و کل سنة وهذا أحب إلى﴾ ''نبی ﷺ نے چالیس (40) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس (40) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی (80) کوڑے سزا دی اور ہر ایک سنت ہے اور یہی مجھے زیادہ پسند ہے۔''(۲)

(4) حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نعمان یا ابن نعمان کو شراب پینے کی وجہ سے لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے تمام گھر والوں کو اسے مارنے کا حکم دیا ﴿فکنت فیمن ضربه بالنعال و الجرید﴾ ''میں ان میں تھا جنہوں نے اسے جوتیوں اور چھڑیوں سے مارا۔''(۳)

(5) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں' امارتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اور امارتِ عمر رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں ہمارے پاس شراب پینے والا لایا جاتا تو ہم اسے اپنے ہاتھوں' جوتیوں اور چادروں کے ساتھ مارتے تھے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں انہوں نے چالیس کوڑے لگائے لیکن جب لوگوں نے (شراب پینے میں) سرکشی کی تو انہوں نے اسی (80) کوڑے لگانے شروع کر دیے۔(٤)

6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے لیے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔(٥)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شرابی کو حد لگانا واجب ہے لیکن اس کی مقدار مقرر نہیں۔ حاکم وقت جرم کی شناعت کے مطابق کوڑوں کی سزا تجویز کرے گا۔(٦)

شرابی کی حد کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

مالکؒ، ابوحنیفہؒ) شرابی کی حد اسی (80) کوڑے ہے۔

احمدؒ، شافعیؒ) شرابی کی حد چالیس (40) کوڑے ہے۔(۷)

---

۱) [بخاری (٦٧٧٣) کتاب الحدود : باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر' مسلم (١٧٠٦)]

۲) [مسلم (١٧٠٧) کتاب الحدود : باب حد الخمر]

۳) [احمد (٧/٤) بخاری (٦٧٧٤' ٦٧٧٥) کتاب الحدود : باب الضرب بالجرید و النعال]

٤) [احمد (٤٤٩/٣) بخاری (٦٧٧٩) کتاب الحدود : باب الضرب بالجرید و النعال' نسائی فی السنن الکبری (٢٥٠/٣)]

٥) [احمد (٣٢٢/١) ابو داود (٤٤٧٦)]

٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: السیل الجرار (٣٤٧/٤) الروضة الندية (٦١٢/٢) نیل الأوطار (٥٩٧/٤) سبل السلام (١٧٢٤/٤)]

٧) [المبسوط (٢٤/٣) بداية المجتهد (٤٤٤/٢) الأم للشافعی (١٤٤/٦) فتح القدير (١٨٥/٤) بدائع الصنائع (١١٣/٥) المغنی (٣٠٤/٨) القوانین الفقهية (ص/٣٦١)]

(راجح) شرابی کی حد متعین نہیں جیسا کہ پیچھے دلائل ذکر کر دیے گئے ہیں۔

○ شرابی کو ہاتھ سے' چھڑی سے' جوتی سے یا کپڑے سے امام کی مقرر کردہ مقدار کے مطابق حد لگائی جاسکتی ہے۔(۱)

(نوویؒ) علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ حد صرف چھڑی' جوتی اور کپڑوں کے کناروں سے لگائی جائے گی (پھر خود فرماتے ہیں کہ) راجح یہی ہے کہ کوڑے کے ساتھ بھی حد لگانا جائز ہے۔(۲)

○ غلام کو بھی مکمل حد لگائی جائے گی کیونکہ اس کی تخصیص کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ (واللہ اعلم)

وَيَكْفِي إِقْرَارُهُ مَرَّةً أَوْ شَهَادَةُ عَدْلَيْنِ وَلَوْ عَلَى قَيْئٍ	اس کے لیے شرابی کا ایک مرتبہ اقرار یا دو عادل گواہوں کی گواہی کافی ہے ❶ اگر چہ وہ قے پر ہی شہادت دیں۔ ❷

❶ اس کا کئی مرتبہ پیچھے بیان گزر چکا ہے۔

❷ کیونکہ کسی آدمی کے پیٹ سے شراب کی بدبو اس وقت آتی ہے جب اس نے شراب پی ہو اور (شراب کی) قے بھی صرف وہی شخص کرتا ہے جس نے شراب پی ہو۔(۳)

اسی وجہ سے صحابہ نے ولید بن عقبہ کو حد لگائی تھی۔ حمران اور ایک دوسرے آدمی نے اس کے خلاف گواہی دی تھی۔ ان میں سے ایک نے تو یہ گواہی دی کہ میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ اور دوسرے نے کہا میں نے اسے شراب کی قے کرتے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک شراب نہ پی ہو تے کیسے کر سکتا ہے۔(٤)

وَقَتْلُهُ فِي الرَّابِعَةِ مَنْسُوْخٌ	اور چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل منسوخ ہے۔ ❶

❶ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إذا شرب فاجلدوه ثم إذا شرب الثانية فاجلدوه ثم إذا شرب الثالثه فاجلدوه ثم إذا شرب الرابعة فاضربوا عنقه﴾ "جب کوئی شراب پیے تو اسے کوڑے مارو' پھر دوسری مرتبہ شراب پیے تو پھر کوڑے لگاؤ' پھر تیسری مرتبہ شراب پیے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ مگر جب چوتھی دفعہ شراب نوشی کرے تو اس کی گردن اُڑا دو۔"(٥)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه﴾ "اگر کوئی شراب پیے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر وہ چوتھی مرتبہ پیے تو اسے قتل کر دو۔" پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی

(۱) [الروضة الندية (٢/٦١٢)]

(۲) [شرح مسلم (٦/٢٣٤)]

(۳) [السيل الجرار (٤/٣٥٠)]

(٤) [مسلم (١٧٠٧) كتاب الحدود : باب حد الخمر]

(٥) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (٣٧٦٤) كتاب الحدود : باب إذا تتابع في شرب الخمر' احمد (٢/٥١٩) ابو داود (٤٤٨٤) ترمذى (١٤٤٤) ابن ماجة (٢٥٧٣) نسائى فى السنن الكبرى (٥٢٩٩)]

لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی آپ نے اسے مارا لیکن قتل نہیں کیا۔(۱)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ شراب پینے والے کو قتل کرنے کا حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو چکا ہے......اسی پر عام اہل علم ہیں اور ہم ان کے درمیان کسی اختلاف کو نہیں جانتے اور اس مسئلے کی مزید تائید وہ حدیث کرتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تینوں میں سے ایک کے ساتھ: جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور مرتد۔''(۲)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شراب پینے والا لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔(۳)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(ابن حزمؒ) اسے چوتھی مرتبہ قتل کر دیا جائے گا۔

(جمہور، شافعیؒ) اسے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قتل کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔(٤)

○ حد قائم کرنے کی چار شرائط ہیں:

(1) عقل (2) بلوغت

(3) خود مختاری (4) علم (کہ یہ چیز نشہ آور ہے اور پھر بھی اسے پی لے۔)

نیز اسلام اور حریت شرط نہیں ہیں۔(٥)

○ شرابی اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔(٦)

845- حدود قائم کرنے کی فضیلت

1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لحد يقام فى الأرض خير لأهل الأرض من أن يمطروا ثلاثين صباحا﴾ ''زمین میں قائم کی جانے والی ایک حد زمین والوں کے لیے تیس دنوں کی

---

۱) [صحيح : نصب الراية (۳٤٧/۳) ترمذی تعليقا (٤٩/٤) بزار (۲۲۱/۲) شرح معانى الآثار (١٦١/۳) حاكم (۳۷۳/٤) بيهقى (۳١٤/۸)]

۲) [ترمذی (بعد الحديث ١٤٤٤) كتاب الحدود : باب ما جاء من شرب الخمر فاجلدوه ومن عاد فى الرابعة فاقتلوه]

۳) [أحمد (۲۹۱/۲)]

٤) [نيل الأوطار (٦٠٤/٤) سبل السلام (١٧٢٦/٤) الروضة الندية (٦١٤/۲)]

٥) [فقه السنة (٤٩٢/۲)]

٦) [بخاری (٦٧٨٠) كتاب الحدود : باب ما يكره من لعن شارب الخمر......]

بارش سے بہتر ہے۔''(۱)

(2) ﴿وفي رواية قال أبو هريرة : إقامة حد في الأرض خير لأهلها من أن يمطروا أربعين ليلة﴾ ''اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین میں ایک حد کا قائم کر دینا اس کے رہنے والوں کے لیے چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔''(۲)

(3) سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ﴿حد يعمل به في الأرض خير لأهل الأرض من أن يمطروا أربعين صباحا﴾ ''ایک حد جس کے مطابق زمین میں عمل کیا جاتا ہے وہ اہل ارض کے لیے چالیس دنوں کی بارش سے بہتر ہے۔''(۳)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إقامة حد من حدود الله خير من مطر أربعين ليلة في بلاد الله﴾ ''اللہ کی حدود میں سے ایک حد قائم کر دینا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔''(٤)

❁❁❁

(۱) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۲۳۵۰) كتاب الحدود : باب الترغيب في إقامة الحدود ' نسائی (۷٦/۸)]

(۲) [صحيح : صحيح الترغيب ' أيضا]

(۳) [حسن لغيره : صحيح الترغيب ' أيضا ' ابن ماجة (۲۵۳۸)]

(٤) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۲۳۵۱) كتاب الحدود : باب الترغيب في إقامة الحدود والترهيب من المداهنة فيها ' ابن ماجة (۲۵۳۷)]

باب التعزیر ❶ تعزیر کا بیان

وَالتَّعْزِيْرُ فِي الْمَعَاصِي الَّتِيْ لَا تُوْجِبُ حَدًّا ثَابِتٌ بِحَبْسٍ أَوْ ضَرْبٍ أَوْ نَحْوِهِمَا وَلَا يُجَاوِزُ عَشَرَةَ أَسْوَاطٍ	اُن جرائم میں جن کی وجہ سے کوئی حد مقرر نہیں ہے قید یا مارنا یا اس کی مثل کوئی اور سزا دی جا سکتی ہے لیکن وہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو۔❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ تعزیر کا معنی ہے "سخت مارنا اور ادب دینا۔" یہ باب عَزَّرَ يُعَزِّرُ (تفعیل) سے مصدر ہے۔(۱)

شرعی تعریف: ایسی سزا جو حد کے علاوہ (ہلکے درجے کی) ہو۔(۲)

❷ (1) حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يجلد فوق عشرة أسواط إلا في حد من حدود الله ﴾ "اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے علاوہ (کسی جرم میں) دس کوڑوں سے زیادہ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔"(۳)

(2) بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو تہمت کے معاملے میں قید کیا پھر اسے چھوڑ دیا۔(٤)

(احمدؒ، اسحاقؒ) دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر درست نہیں۔

(ابو حنیفہؒ، شافعیؒ) دس کوڑوں سے زیادہ بھی تعزیر لگائی جا سکتی ہے۔(٥)

(راجح) برحق بات یہ ہے کہ حدیث کے مدلول پر عمل کیا جائے (یعنی دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر جائز نہیں)۔(٦)

اس حدیث سے تعزیر کا وجوب نہیں بلکہ جواز ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض معاملات کی اطلاع دی گئی جن پر حد لازم نہیں تھی تو آپ نے انہیں کچھ نہ کہا مثلاً:

① ماہِ رمضان میں دن کو بیوی سے جماع کرنے والے کے متعلق۔

(۱) [المنجد (ص/٥٥٤)]

(۲) [القاموس المحیط (ص/٣٩٦) الفقه الإسلامي وأدلته (٥٥٩١/٧)]

(۳) [بخاری (٦٨٤٩، ٦٨٥٠) کتاب الحدود : باب كم التعزير والأدب، مسلم (١٧٠٨) احمد (٤٦٦/٣) ابو داود (٤٤٩١) ترمذی (١٤٦٣) ابن ماجة (٢٦٠١) نسائی فی السنن الکبری (٣٢٠/٤) حاکم (٣٦٩/٤) دارمی (١٧٦/٢)]

(٤) [حسن : صحيح ابو داود (٣٠٨٧) کتاب القضاء : باب الرجل يحلف على حقه، احمد (٤٤٧/٤) ابو داود (٣٦٣٠) ترمذی (١٤١٧) نسائی (٦٦/٨) حاکم (١٢٥/١)]

(٥) [نيل الأوطار (٦٠٧/٤) تحفة الأحوذی (٨٥٨/٤) فتح الباری (١٨٥/١٢)]

(٦) [نيل الأوطار (٦٠٨/٤)]

② جو شخص ایک عورت سے ملا پھر اس نے جماع کے علاوہ اس کے ساتھ سب کچھ کیا۔(۱)

846- تعزیر کی اقسام

تعزیر کی اقسام میں سے چند یہ ہیں:

① قید کرنا' جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا۔

② جلاوطن کرنا' جیسا کہ آپ ﷺ نے مخنثین کو کیا۔

③ کلام چھوڑ دینا' جیسا کہ جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین صحابیوں سے کیا۔

④ ایسی گالی جس میں فحش نہ ہو' جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ قَالَ لَهُ مُوْسٰى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [القصص : ١٨]

''موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا یقیناً تم واضح گمراہ اور بھٹکے ہوئے ہو۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا﴿ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ﴾ [یوسف : ۷۷] ''تم بدتر جگہ میں ہو۔''

نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا﴿ إنك امرؤ فيك جاهلية ﴾ ''بے شک تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت موجود ہے۔''(۲)

مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے والے کے لیے کہا﴿ لا ردها الله عليك ﴾ ''اللہ تعالیٰ اسے تجھ پر نہ لوٹائے۔''(۳)

مسجد میں تجارت کرنے والے کو دیکھو تو کہو﴿ لا أربح الله تجارتك ﴾ ''اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔''(٤)

❀❀❀

---

(۱) [الروضة الندية (٦١٥/٢)]

(۲) [بخاری (٣٠) كتاب الإيمان : باب المعاصي من أمر الجاهلية]

(۳) [مسلم (٥٦٨) كتاب المساجد : باب النهي عن نشد الضالة في المسجد]

(٤) [ترمذی (١٣٢١) كتاب البيوع : باب النهي عن البيع في المسجد]

باب حد المحارب ❶ — باغی کی حد کا بیان

هُوَ اَحَدُ الْاَنْوَاعِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْقُرْآنِ الْقَتْلُ اَوِ الصَّلْبُ اَوْ قَطْعُ الْيَدِ وَالرِّجْلِ مِنْ خِلَافٍ اَوْ نَفْيٌ مِّنَ الْاَرْضِ	یہ (محارب کی حد) قرآن میں مذکور اقسام میں سے ایک ہو گی۔ قتل یا پھانسی یا مخالف اطراف سے ہاتھ پاؤں کاٹنا یا جلاوطن کرنا۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: محارب کا معنی ہے لڑائی کرنے والا۔ یہ باب حَارَبَ يُحَارِبُ (مفاعلة) سے اسم فاعل ہے۔(۱)

شرعی تعریف: جو لوگوں کو قتل ہونے یا مال چھن جانے کے ڈر سے گھبراہٹ میں ڈال کر رکھے وہ محارب ہے خواہ شہر میں ہو یا اس سے خارج ہو۔(۲)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [المائدة : ۳۳]

''جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔''

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ قدم على النبي ﷺ نفر من عكل فأسلموا...... ﴾ ''نبی ﷺ کے پاس قبیلہ عکل کے کچھ لوگ آئے اور اسلام قبول کیا لیکن مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے ریوڑ میں جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ ملا کر پییں۔ انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا اور تندرست ہو گئے لیکن اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے اور ان اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ ہنکا لے گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی تلاش میں سوار بھیجے اور انہیں پکڑ کے لایا گیا پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں (کیونکہ انہوں نے چرواہے کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا) اور ان کے زخموں پر داغ نہیں لگوایا گیا حتی کہ وہ مر گئے۔''

حضرت ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ ﴿ هؤلاء قوم سرقوا وقتلوا و كفروا بعد إيمانهم و حاربوا الله و رسوله ﴾ ''یہ وہ

---

(۱) [المنجد (ص/۱٤۸) القاموس المحيط (ص/٦٩)]

(۲) [السيل الجرار (٤/۳۷۰)]

لوگ ہیں جنہوں نے چوری کی اور قتل کیا اور اپنے ایمان کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔''(۱)

آیت محاربہ (یعنی إنما جزاء الذین......) کی تفسیر کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی یا عرنیین کے متعلق جنہیں رسول اللہ ﷺ نے سزا دی تھی جیسا کہ گذشتہ حدیث میں مذکور ہے۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔(۲)

(ابن عمر رضی اللہ عنہما) یہ آیت عرنیین (جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کیا تھا) کے بارے میں نازل ہوئی۔(۳)

(بخاریؒ) انہوں نے ابوقلابہؒ کا قول نقل فرمایا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تائید میں ہے۔(٤)

(مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مسلمانوں سے نکل کر فتنہ وفساد اور رہزنی کرتے تھے۔(۵)

(راجح) یہ آیت عرنیین کے متعلق ہی نازل ہوئی۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(٦)

لیکن یہ حدیث عرنیین کے ساتھ خاص نہیں کی جائے گی کیونکہ ((الاعتبار بعموم اللفظ لا بخصوص السبب)) ''اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے خاص سبب کا نہیں۔'' علاوہ ازیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی انہوں نے کلمۂ اسلام بھی پڑھا تھا جیسا کہ صحیحین کی گذشتہ حدیث میں موجود ہے۔ اور مجرد اس واقعہ سے انکا مرتد ہونا ثابت نہیں ہوتا اور اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ وہ کافر یا مشرک ہو گئے تھے تو کتاب اللہ میں یہ حکم بالتفصیل موجود ہے کہ مشرکین کو جہاں پاؤ وہیں قتل کر دو۔ مشرک کے لیے برابر ہے کہ وہ محاربہ کرے یا نہ کرے جب تک مشرک ہے' اس کا خون حلال ہے۔ آیت کو فقط مشرکین کے لیے خاص کر دینے میں فائدے کو معطل کر دینے اور حق کے مقتضیٰ کی مخالفت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ صحابہ اور ان کے بعد والوں نے بھی یہ حد محاربین پر انتہا درجے تک قائم کی ہے۔(۷)

---

(۱) [بخاری (٦٨٠٢، ٦٨٠٥) کتاب الحدود : باب قول الله تعالى إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ' مسلم (١٦٧١) ابو داود (٤٣٦٧) ترمذی (١٨٤٥) ابن ماجة (٢٥٨٧)]

(۲) [حسن : صحیح ابو داود (٣٢٧٥) کتاب الحدود : باب ما جآء فی المحاربة ' ابو داود (٤٣٧٢) نسائی (١٠١/٧) اس کی سند میں علی بن حسین بن واقد راوی میں مقال ہے۔[نیل الأوطار (٦١٠/٤)]

(۳) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (٣٦٧٤) کتاب الحدود : باب ما جاء فی المحاربة ' ابو داود (٤٣٦٩) نسائی (١٠٠/٧)]

(٤) [بخاری (بعد الحدیث / ٦٨٠٥)]

(۵) [فتح الباری (٣٧٨/١٥)]

(٦) [فقه السنة (٥٦٤/٢)]

(۷) [السيل الجرار (٣٦٩/٤)]

يَفْعَلُ الْإِمَامُ مِنْهَا مَا رَأَى فِيهِ صَلَاحًا لِكُلِّ مَنْ قَطَعَ طَرِيقًا وَلَوْ فِي الْمِصْرِ إِذَا كَانَ قَدْ سَعَى فِي الْأَرْضِ فَسَادًا	حاکم جس سزا میں مصلحت سمجھے گا وہی دے گا اور یہ سزا ہر اس شخص کو دی جائے گی جو راستوں یا شہروں میں لوگوں کو لوٹے جب وہ اس طرح زمین میں فساد برپا کرنا چاہتا ہو۔ ❶

❶ آیت محاربہ میں ہے کہ

﴿ أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ﴾ [المائدة : ٣٣]

''(ان کی سزا یہ ہے کہ) وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے۔''

اس آیت میں امام کو اختیار دیا گیا ہے اور امام کی غیر موجودگی میں اس کا کوئی قائم مقام یہ سزا دے سکتا ہے کیونکہ اس سے پھیر دینے والا کوئی قرینہ کتاب وسنت میں موجود نہیں۔

آیت کے ظاہری مفہوم سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ حاکم وقت ان سزاؤں میں سے کوئی ایک سزا ہی اختیار کر سکتا ہے۔(۱)

محارب شہر میں لوٹنے والے کو کہتے ہیں یا شہر سے باہر لوٹنے والے کو اس میں اختلاف ہے:

(ابوحنیفہؒ) شہروں میں لوٹنے والے محارب نہیں ہیں۔

(مالکؒ) ان سے دو روایتیں منقول ہیں:

① جب وہ شہر سے تین میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہو تو محارب ہے اس سے کم فاصلے پر نہیں۔

② شہر کے اندر اور شہر کے باہر کوئی فرق نہیں۔

(شافعیؒ، ابو یوسفؒ) امام مالکؒ کے دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(راجح) قرآن مجید نے شہر یا غیر شہر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ لہٰذا محارب کے لیے شہر میں موجود ہونا یا شہر سے باہر ہونا برابر ہے۔(۳)

○ جب محاربین ایک جماعت ہوں تو ان کی سزا میں اختلاف ہے:

(شافعیؒ) ہر ایک کو اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے گی۔

(ابوحنیفہؒ) سب کو برابر سزا دی جائے گی۔(٤)

(۱) [الروضة الندية (٦١٧/٢ ـ ٦١٨)]
(۲) [نيل الأوطار (٦١٤/٤)]
(۳) [السيل الجرار (٣٧٠/٤)]
(٤) [نيل الأوطار (٦١٤/٤)]

فَإِنْ تَابَ قَبْلَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ سَقَطَ عَنْهُ ذٰلِكَ	لیکن اگر وہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ❶

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٣٤]

''جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم والا ہے۔''

یاد رہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ محارب سے محض توبہ کے بعد محاربے کی حد ساقط ہوگی ایسا نہیں ہے کہ باقی حدود بھی ساقط ہو جائیں گی خواہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کر لے۔(١)

(مالکؒ) توبہ سے صرف محاربہ کی حد ساقط ہوگی باقی حقوق العباد کا اس سے مؤاخذہ کیا جائے گا۔

(سید سابقؒ) توبہ سے حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے لیکن حقوق العباد میں اس سے محاربہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ قصاص کی حیثیت سے مؤاخذہ کیا جائے گا مثلاً اموال یا قتل کے جرائم میں معاملہ حاکم کی طرف نہیں بلکہ ان کی طرف ہوگا جن پر جرم کیا گیا ہے اگر وہ معاف کر دیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قصاص دیا جائے گا۔(٢)

(نواب صدیق حسن خانؒ) اسی کے مشابہ قول امام شافعیؒ کا ہے۔(٣)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ کفر کے علاوہ کوئی نافرمانی محاربہ میں شامل نہیں تو اس کا جواب یہ آیت ہے۔

(1) ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا...... فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ﴾ [البقرة : ٢٧٨۔ ٢٧٩]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور جو باقی سود ہے اسے چھوڑ دو...... اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

(2) ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الحجرات : ٩]

''اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں جھگڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ اور اگر ان میں سے ایک دوسری پر بغاوت کرے تو باغی گروہ سے لڑائی کرو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔''

(3) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ تقتل عمارا الفئة الباغية ﴾ ''حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت قتل کرے گی۔''(٤)

---

(١) [السيل الجرار (٣٧١/٤)]

(٢) [فقه السنة (٥٧١/٢)]

(٣) [الروضة الندية (٦٢٠/٢)]

(٤) [أحمد (٢٢/٣) مجمع الزوائد (٢٤١/٧) تلخيص الحبير (٤٣/٤)]

لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر نافرمان محارب نہیں اور نہ ہی ہر محارب کافر ہے۔(۱)

○ اگر محارب کافر ہو تو اس پر بھی وہی حد لگائی جائے گی جو مسلمان محارب کی ہے لیکن جب وہ کفر پر رہتے ہوئے محارب سے توبہ کرے تو آیت کے عموم کی وجہ سے اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ البتہ جب وہ مسلمان ہو جائے تو گذشتہ تمام گناہ اسلام مٹا دے گا۔(۲)

847- محارب کی نماز جنازہ کا حکم

محارب اگر مسلمان ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور اگر کافر ہو تو نہیں پڑھائی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف کفار و مشرکین کے لیے دعا و استغفار سے ہی منع فرمایا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ...... فَاسِقُوْنَ ﴾ [التوبة : ٨٤]

''ان (کفار و منافقین) میں سے اگر کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی ان پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور نافرمانی کی حالت میں ہی فوت ہوئے ہیں۔''

ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى ﴾ [التوبة : ١١٣]

''نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔''

❁❁❁

---

۱) [المحلى بالآثار (٢٧٧/١٢)]

۲) [السيل الجرار (٣٧١/٤)]

باب من يستحق القتل حدا بطور حد قتل کے مستحق افراد کا بیان

هُوَ الْحَرْبِيُّ وَالْمُرْتَدُّ	وہ حربی ❶ اور مرتد ہے۔ ❷

❶ حربی سے مراد دار الحرب میں رہنے والا مشرک (جنگی دشمن) ہے۔(۱) اسے قتل کرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔(۲)
اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ [التوبة : ۲۹]
''ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔''

(2) ﴿ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً ﴾ [التوبة : ۳٦]
''تم تمام مشرکوں سے قتال کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔''

(3) ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ﴾ [البقرة : ۱۹۰]
''اور اللہ کے راستے میں ان سے قتال کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں۔''

(4) رسول اللہ ﷺ جب کسی کو لشکر کا امیر بناتے تو اسے تقویٰ اللہ اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتے پھر فرماتے ﴿ اغزوا بسم الله في سبيل الله قاتلوا من كفر بالله ﴾ ''اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے راستے میں جنگ کرو اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان سے قتال کرو۔''(۳)

❷ (1) ﴿ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْماً كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ [آل عمران : ۸٦]
''اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے ہدایت دے جس نے اپنے ایمان کے بعد کفر کر لیا۔''

(2) ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْراً لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ﴾ [آل عمران : ۹۰]
''بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر وہ مزید کفر میں بڑھ گئے ہرگز ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔''

(3) ﴿ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَأْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ ﴾ [المائدة : ٥٤]
''تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔''

---

(۱) [المنجد (ص/۱٤۸)]
(۲) [السيل الجرار (۳۷۲/٤)]
(۳) [مسلم (۱۷۳۱) كتاب الجهاد والسير : باب تامير الإمام الأمراء على البعوث ووصيته إياهم ' ابو داود (۲٦۱۲) ترمذی (۱٦۱۷)]

(4) ﴿ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ ﴾ [النحل : ١٠٦]
”لیکن جو (ایمان کے بعد) کھلے دل سے کفر کریں ان پر اللہ کا غضب ہے۔“

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من بدل دینه فاقتلوه ﴾ ”جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔“ (١)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا یحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث : النفس بالنفس والثیب الزاني والمفارق لدینه التارك للجماعة ﴾ ”کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب سے: (قصاص میں) جان کے بدلے جان' شادی شدہ زانی' اپنے دین کو چھوڑنے والا جماعت کو ترک کر دینے والا۔“ (٢)

(7) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن پہنچے اور انہوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی دیکھا جو مسلمان ہو کر پھر یہودی ہو گیا تھا تو فرمایا ﴿ لا أجلس حتى یقتل قضاء الله ورسوله ﴾ ”میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا حتی کہ اسے قتل کر دیا جائے' اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے“ پھر اسے قتل کر دیا گیا۔ (٣)

848- مرتد کو جلایا نہیں جائے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو جلا دیا۔ یہ بات جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا اگر میں قتل کرتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ لا تعذبوا بعذاب الله ﴾ ”اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب مت دو۔“ جب علی رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا۔“ (٤)

849- مرتد عورت کو قتل کرنے کا حکم

(ابن عمر رضی اللہ عنہما، زہریؒ، ابراہیمؒ) مرتد عورت کو قتل کیا جائے گا۔ (٥)

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابو حنیفہؒ) عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف قید کیا جائے گا۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران جنگ عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (٦)

---

(١) [بخاری (٣٠١٧) کتاب الجهاد والسير : باب لايعذب بعذاب الله' ابو داود (٢٥٣٥) ترمذی (١٤٥٨) نسائی (١٠٤/٧) ابن ماجة (٢٥٣٥) احمد (٢١٧/١) عبد الرزاق (١٦٨/١٠) ابن أبي شيبة (١٣٩/١٠)]

(٢) [بخاری (٦٨٧٨) کتاب الديات : باب قول الله تعالى : إن النفس بالنفس...... ' مسلم (١٦٧٦)]

(٣) [بخاری (٦٩٢٣) کتاب استتابة المرتدين : باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم' مسلم (١٧٣٣)]

(٤) [ترمذی (١٤٥٨) کتاب الحدود : باب ما جاء في المرتد' بخاری (٣٠١٧)]

(٥) [بخاری (قبل الحديث / ٦٩٢٢) کتاب استتابة المرتدين : باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم]

(٦) [تحفة الأحوذی (٨٥٠/٤) فتح الباری (٢٨٤/١٢)]

(راجح) مرتد عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔

اور جن عورتوں کے قتل سے نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا وہ ایسی عورتیں تھیں جو اصل میں کافر تھیں اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں تھیں۔ البتہ جو مسلمان ہو کر مرتد ہو جائیں وہ دلائل کے عموم کے تحت ہوں گی یعنی ﴿ من بدل دینه فاقتلوه ﴾ ''جس نے (مرد ہو یا عورت) اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔'' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ایک مرتد عورت کو قتل کیا تھا لیکن کسی صحابی سے اس پر انکار ثابت نہیں۔ (۱)

850- متاول مرتد نہیں ہے

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ متاول (تاویل کرنے والا) مرتد نہیں ہے۔ (۲)

(1) مثلاً جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوٹ نہ کی۔'' تو صحابہ نے اس کی یہ تاویل کی کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو (اس لیے ہماری نجات تو مشکل ہے) لیکن پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے تم سمجھ رہے ہو ویسا معاملہ نہیں ہے بلکہ ظلم سے مراد تو وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کے لیے کہا تھا ﴿ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' (۳)

اسی طرح اگر آج کوئی قرآن میں مذکور ﴿ يَدُ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ کا ہاتھ۔'' میں ہاتھ کی تاویل کرتے ہوئے کہے کہ اس سے مراد قدرتِ الٰہی ہے تو ہم اسے کافر یا مرتد نہیں کہیں گے۔ اگرچہ اس کی تاویل باطل ہے لیکن وہ عقیدۃً اسے صحیح سمجھ رہا ہے۔ البتہ اگر کوئی یہ جاننے کے باوجود کہ میری تاویل باطل ہے پھر بھی اس کا اعتقاد رکھے یا اس کی تبلیغ کرے تو پھر وہ کافر و مرتد کہلانے کا مستحق ہے ان شاء اللہ۔ (واللہ اعلم)

851- کسی کو کافر قرار دینے سے پہلے واضح دلیل ناگزیر ہے

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ ''کسی کو کافر قرار دینے سے پہلے ایسی دلیل ضرور ہونی چاہیے جو چڑھتے سورج سے بھی زیادہ واضح ہو۔ (٤)

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ من قال لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما ﴾ ''جو شخص اپنے بھائی کو کہے 'اے کافر! تو ان

(۱) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي (۸۰۰/٤) السيل الجرار (۳۷۳/٤) فتح الباري (۲۸٤/۱۲) الروضة الندية (۲۲۳/۲) نيل الأوطار (٦٥٥/٤) الأم للشافعي (۱٥٦/٦) الإختيار (۱٤٩/٤) الحجة على أهل المدينة (٥۳۰/۳)]

(۲) [السيل الجرار (٥۸٤/٤-٥۸٥)]

(۳) [بخاری (٦۹۳۷) كتاب استتابة المرتدين : باب ما جاء في المتأولين]

(٤) [السيل الجرار (٥۸۷/٤)]

میں سے ایک اس کے ساتھ لوٹے گا (یعنی سامنے والا کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہو جائے گا)۔''(۱)

(2) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ومن رمی مؤمنا بکفر فھو کقتله ﴾ ''جو شخص کسی مومن کو کفر کی تہمت لگائے وہ اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔''(۲)

852- کافر ہونے کے لیے کفر پر شرح صدر ضروری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [النحل : ۱۰۶]

''لیکن جو کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے۔''

853- جو مجبوراً کلمہ کفر کہے وہ کافر نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ ﴾ [النحل : ۱۰۶]

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو (تو وہ کلمۂ کفر کہنے سے بھی کافر نہ ہو گا)۔''

854- ایک ضروری وضاحت

جن روایات میں رسول اللہ ﷺ نے بعض افعال کو خود کفر قرار دیا ہے مثلاً:

(1) ﴿ لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ﴾ ''میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹنا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''(۳)

(2) ﴿ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر ﴾ ''مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔''(٤)

ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ اعمال کفر کو لازم کرنے والے ہیں (یعنی انہیں اختیار کرنے سے کوئی نہ کوئی کفر کا کام سرزد ہو سکتا ہے) ایسا نہیں ہے کہ ان اعمال کو کرنے والا اسلام سے خارج ہو جائے گا۔........... علاوہ ازیں کسی کو کافر کہنا ہرگز جائز نہیں الا کہ اس کا کفر کے ساتھ شرح صدر ہو چکا ہو (یعنی دل مطمئن ہو چکا ہو) تب ہی تم خطرے کی چوٹ سے بچ سکتے ہو۔(٥)

(۱) [بخاری (۶۱۰۳) کتاب الأدب : باب من أکفر أخاه بغیر تاویل فهو کما قال]

(۲) [بخاری (۶۱۰۵) کتاب الأدب : باب من کفر أخاه بغیر تاویل فهو کما قال]

(۳) [بخاری (۶۷۸۵) کتاب الحدود : باب ظهر المومن حمی إلا فی حد أو حق]

(٤) [بخاری (۶۰٤٤) کتاب الأدب : باب ما ینهی من السباب واللعن]

(٥) [السیل الجرار (٤/٥٧٩)]

نیز یہ بھی واضح رہے کہ جو کسی کافر کا قول بیان کرے اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بے شمار جگہوں پر طاغوتوں اور فرعونوں کا ذکر کیا ہے۔(۱)

اور جادوگر ❶ اور کاہن۔ ❷	وَالسَّاحِرُ وَالْكَاهِنُ

❶ جادو کفر کی ایک قسم ہے اور اس کا فاعل مرتد ہے اور اس سزا کا مستحق ہے جس کا مرتد ہے۔(۲)

(1) ﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ [البقرة : ۱۰۲]
''اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہیں کفر کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔''

(2) حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف حدیث میں ہے کہ ﴿ حد الساحر ضربة بالسيف ﴾ ''جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار کے ساتھ مارا جائے۔''(۳)

(3) حضرت بجالہ بن عبدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے لکھ کر بھیجا تھا ﴿ أن اقتلوا كل ساحر وساحرة ﴾ ''کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دو۔'' (حضرت بجالہ فرماتے ہیں کہ) ﴿ فقتلنا في يوم ثلاثة سواحر ﴾ ''ہم نے ایک دن میں تین جادوگر قتل کر دیے۔''(٤)

(4) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی جادو کرنے کی وجہ سے اپنی ایک لونڈی کو قتل کروا دیا تھا۔(٥)

(نوویؒ) جادو کا عمل حرام ہے اور اس پر اجماع ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔(٦)

(احناف) جادو کرنا کفر ہے۔(۷)

جادوگر کی حد کے متعلق اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(احمدؒ، مالکؒ) جادوگر کو قتل کیا جائے گا۔

(شافعیؒ) جادوگر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب وہ کوئی جادو کا ایسا عمل کرے جو کفر تک پہنچتا ہو ورنہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(نوویؒ) ہمارے نزدیک جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا ہاں اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

---

(۱) [الروضة الندية (۶۲۶/۲)]
(۲) [الروضة الندية (۶۲۷/۲)]
(۳) [ضعیف : الضعيفة (۱٤٤٦) المشكاة (۳۵۵۱۔ التحقيق الثاني) ترمذی (۱٤٦۰) كتاب الحدود : باب ما جاء في حد الساحر، حاكم (۳٦۰/٤) دارقطنی (۲٦٦/٤) بيهقي (۱۳٦/۸)]
(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (۲٦۲٤) كتاب الخراج والإمارة والفيئ : باب في أخذ الجزية من المجوس، ابو داود (۳۰٤۳) احمد (۱۹۰/۱) عبدالرزاق (۱۸۷٤۵) بيهقي (۱۳٦/۸)]
(٥) [موطا (۸۷۱/۲) عبدالرزاق (۱۸۷٤۷) بيهقي (۱۳٦/۸)]
(٦) [شرح مسلم (٤۳۲/۷)]
(۷) [تبيين الحقائق (۳۹۳/۳) الأم للشافعي (۲۵٦/۱)]

(ابو حنیفہؒ) جادوگر کو قتل کیا جائے گا۔

(ابن حزمؒ) جادوگر کو قتل کرنے کے متعلق کوئی صریح نص نہیں ہے۔(۱)

(راجح) امام شافعیؒ کا قول راجح ہے۔(۲)

جس حدیث میں ہے کہ لبید بن اعصم جادوگر نے رسول اللہ ﷺ کو جادو کر دیا تھا لیکن آپ ﷺ نے اسے قتل نہیں کروایا تھا۔(۳)

وہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر گذشتہ دلائل کے مخالف نہیں ہے:

① ممکن ہے یہ واقعہ جادوگر کی حد (قتل) مقرر ہونے سے پہلے کا ہو۔

② یہودی اس وقت قوت میں تھے اس لیے فتنے کے ڈر سے اسے قتل نہیں کروایا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت کو خاک میں ملا دیا تو پھر خلفائے راشدین نے جادوگروں کو قتل کیا۔(٤)

855- جادوگر کی تصدیق کرنے والے کا انجام

جادوگر کی تصدیق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(٥)

❷ کاہن کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً:

① جو غیب کی خبریں بتائے جن میں بعض تو درست ہوں لیکن اکثر غلط ہوں۔

② جو ستاروں کو دیکھ کر حالات معلوم کرے۔

③ ایسا آدمی جس کے پاس جن ہو اور وہ اسے آسمان سے چرائی ہوئی باتیں بتائے۔

اسی طرح "عرّاف" کی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔

① جو گمشدہ یا چوری شدہ چیز کی جگہ بتائے۔

② کاہن کو ہی عراف اور منجم کہتے ہیں۔(٦)

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من أتى كاهنا أو عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد﴾ "جو کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس نے ان کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر

---

(۱) [نيل الأوطار (٦٣٨/٤) شرح مسلم للنووی (٤٣٢/٧) المحلی بالآثار (٤١٩/١٢) تحفة الأحوذی (٨٥٣/٤ ـ ٨٥٤)]

(۲) [الروضة الندية (٦٢٨/٢) السيل الجرار (٣٧٤/٤) نيل الأوطار (٦٤١/٤)]

(۳) [بخاری (٣١٧٥، ٣٢٦٨) مسلم (٢١٨٩) ابن حبان (٦٥٨٣) ابن ابی شيبة (٣٠/٨)]

(٤) [الروضة الندية (٦٢٨/٢) السيل الجرار (٣٧٤/٤) نيل الأوطار (٦٤١/٤)]

(٥) [احمد (٣٩٩/٤) ابن حبان (١٣٨١ ـ الموارد) ابو يعلی (٧٢٤٨) حاكم (١٤٦/٤)]

(٦) [نيل الأوطار (٦٤٢/٤) معالم السنن (٢٢٩/٤) النهاية (٢١٥/٤)]

نازل شدہ تعلیمات کا کفر کر دیا۔'' (۱)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿من أتی عرافا فسأله عن شیئ لم تقبل له صلاة أربعین لیلة ﴾ ''جس نے عراف کے پاس آ کر کچھ پوچھا' چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔'' (۲)

جب کاہن کی تصدیق کرنے والا کفر کا مرتکب ٹھہرتا ہے تو جو اس کا اعتقاد رکھتے ہوئے (اسے پھیلائے اور بے شمار لوگوں کے کفر کا موجب ہو) وہ تو بالاَولیٰ کافر ہے۔(۳)

اور ایک حدیث میں تو یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ علم نجوم بھی جادو کی ہی ایک قسم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد ﴾ ''جس نے علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا' جتنا زیادہ علم نجوم سیکھے گا اتنا زیادہ جادو سیکھتا جائے گا۔'' (٤)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کے باعث کہانت کی وجہ سے حاصل شدہ کوئی چیز کھا لی لیکن جب علم ہوا تو گلے میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔(٥)

وَالسَّابُّ لِلّٰهِ اَوْ لِرَسُوْلِهٖ اَوْ لِلْاِسْلَامِ اَوْ لِلْكِتَابِ اَوْ لِلسُّنَّةِ وَالطَّاعِنُ فِي الدِّيْنِ	اللہ اور اس کے رسول یا اسلام یا کتاب اللہ یا سنت (رسول) کو گالی دینے والا اور دین میں طعن کرنے والا۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اندھے آدمی کی اُم ولد لونڈی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کی مرتکب ہوتی تھی تو ایک روز جب وہ اس آدمی کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہی تھی تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ فرمایا ﴿ألا اشهدوا إن دمها هدر ﴾ ''خبردار! گواہ ہو جاؤ بلاشبہ اس لونڈی کا خون رائیگاں ہے۔'' (٦)

(ابن منذرؒ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح طور پر گالی دینے والے کے قتل پر اجماع ہے۔(۷)

---

(۱) [احمد (۲/۴۲۹)]

(۲) [مسلم (۲۲۳۰) کتاب السلام : باب تحریم الكهانة وإتيان الكهان]

(۳) [الروضة الندية (۲/۶۲۹)]

(٤) [حسن : صحیح ابو داود (۳۳۰۵) کتاب الطب : باب فی النجوم' ابو داود (۳۹۰۵) احمد (۱/۲۲۷) ابن ماجة (۳۷۲۶) عبد بن حمید (۷۱٤)]

(٥) [بخاری (۳۸٤۲) کتاب مناقب الأنصار : باب أيام الجاهلية]

(٦) [صحيح : صحیح ابو داود (۳٦٦٥) کتاب الحدود : باب الحكم فيمن سب النبی' ابو داود (٤۳٦۱) نسائی (۷/۱۰۷) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔[بلوغ المرام (۲٦٤)]

(۷) [الإجماع لابن المنذر (ص/۱۵۳)' (رقم/۷۲۲)]

(خطابیؒ) میں اس کے قتل کے وجوب میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا جبکہ وہ مسلمان ہو۔(۱)

جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کے حق میں ثابت ہے تو جو اللہ یا اس کی کتاب کو یا اسلام کو گالی دے یا اس کے دین میں طعن کرے تو اسے قتل کرنا بالا ولیٰ لازم ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جو دلیل کی محتاج نہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) اللہ یا اس کے رسول یا سنت مطہرہ یا اسلام کو گالی دینے والا کفرِ بواح کا ارتکاب کرتا ہے اس لیے اسے قتل کیا جائے گا اِلا کہ وہ خالص توبہ کر لے۔(۳)

(دکتور وھبہ زحیلی) جو شخص اللہ تعالیٰ یا نبی ﷺ یا فرشتوں اور انبیاء میں سے کسی کو گالی دے بالا تفاق اسے قتل کر دیا جائے گا جبکہ وہ مسلمان ہو۔(٤)

856- شاتمِ رسول ذمیوں کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا ﴿ السام عليك ﴾ ''آپ پر موت ہو'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ وعليك ﴾ ''اور تجھ پر بھی۔'' صحابہ نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا ' إذا سلم عليكم أهل الكتاب فقولوا وعليكم ﴾ ''نہیں' بلکہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کہیں تو تم انہیں (جواب میں صرف) وعلیکم کہو۔''(٥)

شاتم رسول ذمیوں (اہل کتاب) کو قتل کیا جائے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے:

(احمدؒ، شافعیؒ، مالکؒ) اگر اسلام قبول نہیں کرتا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(احناف) اگر ذمی ہو تو اسے سخت مارا جائے گا اور اگر مسلمان ہو تو وہ مرتد ہے۔

(طحاویؒ) یہود اگر ایسا کریں تو جس پر وہ پہلے ہیں وہ تو کفر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(ابن حجرؒ، شوکانیؒ) رسول اللہ ﷺ نے یہودی کو تالیف قلب کی مصلحت کی وجہ سے قتل نہیں کیا یا اس لیے کہ وہ ظاہری طور پر (گالی) نہیں دیتے تھے یا ان دونوں وجوہات کی بنا پر اور یہی زیادہ بہتر ہے۔(٦)

(راجح) جب وہ اعلانیہ سب وشتم نہ کریں بلکہ تعریض وکنایہ کے ذریعے ہی عداوت کی بھڑاس نکالیں تو انہیں قتل نہ کرنا ہی

---

(۱) [فتح الباری (۲۸٤/۱٤)]

(۲) [الروضة الندية (۲/ ٦٣٠)]

(۳) [السيل الجرار (٣٧٥/٤)]

(٤) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٥٧٧/٧)]

(٥) [بخاري (٦٩٢٦) كتاب استتابة المرتدين : باب إذا عرض الذمي أوغيره بسب النبي ولم يصرح نحو قوله : السام عليك ' احمد (٣/ ٢١٠) نسائي في عمل اليوم والليلة (٣٨٥)]

(٦) [نيل الأوطار (٦٥٢/٤) غاية المنتهى (٣٥٩/٣) القوانين الفقهية (ص/٣٦٤)]

زیادہ بہتر ہے بصورت دیگر انہیں قتل کر دیا جائے گا۔(۱)

وَالزِّنْدِيقُ	اور زندیق۔ ❶

❶ زندیق کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں مثلاً:

جو اسلام ظاہر کرتے ہوئے کفر کو چھپائے اور شریعتوں کے بطلان کا عقیدہ رکھے۔ یہ فقہائے شوافع کی تعریف ہے۔(۲)

(نوویؒ) جو دین کی طرف منسوب نہ ہو وہ زندیق ہے۔(۳)

(مالکؒ) زندقہ سے مراد وہ چیز ہے جس پر منافقین تھے۔(٤)

(1) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أتي علي رضی اللہ عنہ بزنادقة فأحرقهم ﴾ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں جلا دیا۔''(٥)

(شوکانیؒ) زندیق بھی اللہ کے دشمنوں میں بہت زیادہ قتل کا مستحق ہے۔(٦)

(دکتور وھبہ زحیلی) اسے قتل کیا جائے گا۔(۷)

857- کافر، منافق اور زندیق میں فرق

کافر: جو دین حق کا نہ ظاہری طور پر اعتراف کرے اور نہ ہی باطنی طور پر۔

منافق: جو زبان سے تو اعتراف کرے لیکن دل میں کفر رکھے۔

زندیق: جو ظاہر و باطن میں اعتراف کرے لیکن بعض ثابت و واضح مسائل کی ایسی تاویل و تفسیر کرے جو صحابہ و تابعین کی تفسیر اور اجماع امت کے خلاف ہو۔

مثلاً وہ قرآن اور اس میں مذکور جنت و جہنم کو برحق مانے لیکن ان میں یوں تاویل کرے کہ جنت سے مراد اچھی صلاحیتوں کی وجہ سے حاصل ہونے والی خوشی ہے اور جہنم سے مراد بری خصلتوں کی وجہ سے ندامت کا حصول ہے اور خارج میں جنت و جہنم کا وجود نہیں ہے۔

تاویل کی دو قسمیں ہیں:

---

(۱) [فتح الباری (۲۸٤/۱٤)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۵۷۷/۷) الروضة الندية (٦۳۱/۲) فتح الباری (۲۷۱/۱٤)]

(۳) [كما في فتح الباری (۲۷۱/٤)]

(٤) [أيضا]

(٥) [بخاری (٦۹۲۲) كتاب استتابة المرتدين : باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم]

(٦) [السيل الجرار (۳۷٥/٤)]

(۷) [الفقه الإسلامي وأدلته (۵۵۷۷/۷)]

① جو کتاب وسنت اور اتفاق امت سے قطعی طور پر ثابت مسائل کی مخالفت نہ کرے۔

② جو اِن مسائل کے خلاف ہو یہی زندقہ ہے۔ ہر وہ شخص جو شفاعت' روز قیامت' رؤیۃ الٰہی' عذاب قبر' منکر نکیر کے سوال' پل صراط اور حساب وکتاب کا انکار کرتے ہوئے ایسی فاسد تاویل پیش کرے جو پہلے کبھی نہ سنی گئی ہو تو وہ زندیق ہے۔

اسی طرح جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہے کہ وہ جنتی نہیں ہیں حالانکہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔ یا کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبوۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کا نام رکھنا جائز نہیں ہے یہ بھی زندیق ہے۔

جمہور متاخر احناف وشوافع ایسے شخص کے قتل پر متفق ہیں۔(۱)

واضح رہے کہ جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أولئك الذين نهانی الله عنهم ﴾ ''ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے۔'' وہ منافقین کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر منافقین میں سے ایک آدمی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا ﴿ أليس يشهد أن لا إله إلا الله ﴾ ''کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔'' تو انصاری نے کہا' ہاں۔ اے اللہ کے رسول! لیکن اس کے لیے کوئی شہادت نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دریافت کیا کہ ﴿ أليس يشهد أن محمدا رسول الله ﴾ ''کیا وہ یہ شہادت نہیں دیتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔'' اس نے کہا' ہاں اے اللہ کے رسول! لیکن اس کے لیے کوئی شہادت نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ﴿ أليس يصلى ﴾ ''کیا وہ نماز ادا نہیں کرتا۔'' تو اس نے کہا' ہاں۔ اے اللہ کے رسول! لیکن اس کے لیے کوئی نماز نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أولئك الذين نهانی الله عنهم ﴾ ''ان لوگوں (کے قتل) سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا ہے۔''(۲)

بَعْدَ اِسْتِتَابَتِهِمْ	ان تمام سے توبہ طلب کر لینے کے بعد (انہیں قتل کیا جائے گا)۔ ❶

❶ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اُم رومان مرتد ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سلام پیش کرنے کا حکم دیا کہ اگر وہ تائب ہو جائے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔(۳)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے چار مرتبہ توبہ طلب کی۔(٤)

(۱) [فقه السنة (۲/ ٥٤) الروضة الندية (۲/ ٦٣٢)]

(۲) [أحمد (٥/ ٤٣٢_ ٤٣٣)]

(۳) [ضعیف : تلخيص الحبير (٤/ ٤٩) دارقطنی (۳/ ۱۱۹) بیهقی (۸/ ۲۰۳) الكامل لابن عدی (٤/ ۱٥۳۰) امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں عبداللہ بن عطارد بصری منکر الحدیث ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کی دونوں سندوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔]

(٤) [ضعیف : تلخيص الحبير (٤/ ۹۳) مجمع الزوائد (٦/ ۲٦٥) اس کی سند میں علاء بن ہلال راوی متروک ہے۔ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث اور ضعیف ہے۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ وہ اسناد اور اسماء کو تبدیل کر دیتا ہے۔ [المجروحين (۲/ ۱۸٤) الجرح والتعديل (٦/ ۳٦۱) الميزان (۳/ ۱۰٦)]

(3) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتد آدمی کو بیس راتوں کے قریب دعوت دیتے رہے۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دعوت دی اوراس نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کی گردن اُڑا دی۔(۱)

(4) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی نے آ کر ایک مرتد شخص کو قتل کرنے کے متعلق بیان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿هلا حبستموه ثلاثا وأطعمتموه كل يوم رغيفا واستتبتموه لعله يتوب﴾ ''تم نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ اسے تین دن قید کرتے اور ہر روز اسے کھانا کھلاتے اوراس سے توبہ طلب کرتے شاید وہ توبہ کر لیتا۔''(۲)

(جمہور) اسے توبہ کے لیے کہا جائے گا' اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(حسنؒ، اہل ظاہر) اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا خواہ توبہ کرے یا نہ کرے۔

(نخعیؒ) اس سے صرف توبہ ہی طلب کی جائے گی قتل نہیں کیا جائے گا۔

(شافعیؒ) زندیق سے توبہ طلب کی جائے گی۔

(ابوحنیفہؒ، احمدؒ) اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی۔

(مالکؒ) اگر وہ تائب ہو کر آئے تو قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں۔(۳)

(راجح) مرتد کو قتل کرنے کے صحیح وصریح دلائل میں توبہ طلب کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ فوراً قتل کرنے کا حکم ہے اور بعض صحابہ سے جو توبہ سے پہلے قتل کرنے پر انکار منقول ہے وہ قابل حجت نہیں ہے اوراس پر اجماع کا دعویٰ بھی باطل ہے۔ لہٰذا حق بات یہی ہے کہ مرتد کو کہا جائے گا کہ اسلام کی طرف لوٹ آؤ اگر وہ توبہ کرے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا ورنہ اسی وقت اسے قتل کر دیا جائے گا۔

جادوگر' کاہن' اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ یا اسلام یا کتاب اللہ یا سنتِ رسول کو گالی دینے والا' دین میں طعن کرنے والا اور زندیق' ان سب کو اسی طرح ایک مرتبہ دعوت دینا ضروری ہے جیسا کہ جنگی دشمن کو (قتال سے پہلے) دعوت دینا ضروری ہے۔(٤)

○ ایک مرتبہ توبہ طلب کرنا کافی ہوگا یا تین مرتبہ ضروری ہے؟ اور تین مرتبہ ایک مجلس میں یا ایک دن میں یا تین دنوں میں توبہ طلب کی جائے گی۔ ان تمام مسائل میں اختلاف ہے۔ تفصیل کا طالب فقہ کی اُمہات الکتب کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔(٥)

---

(۱) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٣٦٦٢) كتاب الحدود : باب الحكم فيمن ارتد' ابو داود (٤٣٥٦)]

(۲) [موطا (٧٣٧/٢) بدائع المنن (١٨٩/٢)]

(۳) [نيل الأوطار (٦٥٦/٤) فتح الباري (٢٧٣/١٤)]

(٤) [الروضة الندية (٦٣٥/٢) السيل الجرار (٣٧٣/٤)]

(٥) [الأم (٢٥٧/١) بدائع الصنائع (٤٣٨٤/٩) المغني (٢٦٤/١٢) بداية المجتهد (٤٩٥/٢)]

وَالزَّانِي الْمُحْصَنُ وَاللُّوْطِيُّ مُطْلَقًا وَالْمُحَارِبُ	شادی شدہ زانی' قوم لوط کا عمل کرنے والا اور محارب۔ ❶

❶ ان تینوں کے متعلق بالتفصیل ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

858- دیوث کا حکم

دیوث اگر چہ بہت بڑے گناہگاروں میں سے ہے لیکن اس کے قتل کے متعلق کوئی واضح نص موجود نہیں اس لیے اسے قتل نہیں کیا جائے گا بالخصوص اس حدیث کی وجہ سے ﴿ لا يحل دم امرئ إلا بإحدى ثلاث...... ﴾ ''کسی آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب کے ساتھ: (قصاص میں) جان کے بدلے جان' شادی شدہ زانی اور اپنے دین کو چھوڑ دینے والا جماعت کو چھوڑ دینے والا۔''(۱)

دیوث کی تعریف یہ کی گئی ہے ((هو الذي لا غيرة له على أهله)) ''دیوث وہ ہے جو اپنے گھر والوں پر غیرت نہ کھائے۔''(۲)

859- ایمان چھپانے والے کا حکم

جو شخص اپنے ایمان کو کسی وجہ سے چھپاتا ہے اگر پتہ چل جائے تو...... اسے بھی قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے ایک آدمی کو جو ایمان چھپاتا تھا مومن کہا ہے

﴿ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ ﴾ [المؤمن : ۲۸]

''آل فرعون سے ایک مومن آدمی نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا۔''

(۱) [بخاری (۶۸۷۸) کتاب الدیات : باب قول الله تعالیٰ : أن النفس بالنفس' مسلم (۱۶۷۶)]

(۲) [حاشیة سندی علی نسائی (۱/۸۰/۲) السیل الجرار (۳۷۳/۴) الروضة الندیة (۶۳۶/۲)]

کتاب القصاص

قصاص کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ [البقرة : ١٧٩]

''اے عقلمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ لا تقام الحدود فی المساجد ولا یستقاد فیها ﴾

''مساجد میں نہ تو حدود قائم کی جائیں اور نہ ہی قصاص لیا جائے۔''

[صحیح : صحیح ابو داود (٣٧٦٩)]

کتاب القصاص ❶

قصاص کے مسائل

يَجِبُ عَلَى الْمُكَلَّفِ الْمُخْتَارِ الْعَامِدِ اِنِ اخْتَارَ ذٰلِكَ الْوَرَثَةُ وَاِلَّا فَلَهُمْ طَلَبُ الدِّيَةِ	اگر ورثا چاہیں تو قصاص مکلّف وخود مختار شخص پر واجب ہو جاتا ہے ورنہ وہ دیت طلب کر سکتے ہیں۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ فصاص کا معنی ہے بدلہ اور گناہ کی سزا۔ باب اِقْتَصَّ يَقْتَصُّ (افتعال) قصاص لینا۔ باب تَقَاصّٰى يَتَقَاصّٰى (تفاعل) ایک دوسرے سے قصاص لینا۔(۱)

شرعی تعریف: مجرم کو اس کے جرم کی مثل سزا دینا۔(۲)

قصاص کی مشروعیت وفرضیت:

(1) ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ﴾ [البقرة : ۱۷۸]

''اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔''

(2) ﴿ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰاُولِى الْاَلْبَابِ ﴾ [البقرة : ۱۷۹]

''اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو!''

(3) ﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ.......... ﴾ [المائدة : ۴۵]

''اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔''

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث : النفس بالنفس والثيب الزاني والتارك لدينه المفارق للجماعة ﴾ ''کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب کے ساتھ: (قصاص میں) جان کے بدلے جان' شادی شدہ زانی اور اپنا دین چھوڑ دینے والا' جماعت سے علیحدہ ہو جانے والا۔''(۳)

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص فرض تھا دیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے فرمایا ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ﴾ [البقرة : ۱۷۸] ''مقتولین میں تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔'' اور

---

(۱) [المنجد (ص/٦٩٤) القاموس المحيط (ص/٥٦٤)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٦٦١/٧)]

(۳) [بخاری (٦٨٧٨) كتاب الديات : باب قول الله تعالى : أن النفس بالنفس...... ' مسلم (١٦٧٦) ترمذی (١٤٠٢) ابو داود (٤٣٥٢) نسائی (٩٢/٧) ابن ماجة (٢٥٣٤) احمد (٣٨٢/١)]

فرمایا﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ ﴾ [البقرة : ۱۷۸] ”پس جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز معاف کر دی جائے۔“

(آیت میں) عفو سے مراد قتلِ عمد میں دیت قبول کرنا ہے۔(۱)

(6) قصاص کے وجوب پر اُمت کا اجماع ہے۔(۲)

❷ **(1)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں سوائے تین خصائل میں سے کسی ایک کے ساتھ (ان میں سے ایک یہ ہے)﴿ أو يقتل نفسا فيقتل بها ﴾ ”جو کسی نفس کو قتل کر دے اور پھر اس کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔“(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ من قتل له قتيل فهو بخير النظرين إما أن يفتدى وإما أن يقتل ﴾ ”جس کسی کا کوئی آدمی مارا جائے تو اسے دو اختیار ہیں یا تو وہ دیت وصول کرے یا قاتل کو مقتول کے عوض قتل کر دیا جائے۔“(٤)

(شافعیؒ) قصاص اور دیت واجب ہیں لیکن ان دونوں میں اختیار ہے۔

(مالکؒ، طبریؒ، احناف) قتل کے بدلے میں قصاص واجب ہے دیت نہیں۔(۵)

(راجح) امام شافعیؒ کا مذہب راجح ہے۔(٦)

860- قتل کی اقسام

قتل کی تین اقسام ہیں:

① قتل عمد ② قتل شبہ عمد ③ قتل خطا

① قتل عمد سے مراد ایسا قتل ہے جس سے مکلف شخص کسی قتل کے غیر مستحق شخص کو ایسے آلے سے قتل کرنے کی نیت کرے جس میں اغلب گمان یہی ہو کہ وہ اسے قتل کر دے گا (مثلاً بندوق، تلوار یا تیر وغیرہ)۔

---

(۱) [بخاری (٤٤٩٨) کتاب تفسير القرآن : باب قوله تعالى : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى ' نسائی في السنن الكبرى (١١٠١٤) دارقطنی (١٩٨/٣)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٦٦٢/٧)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابو داود (٣٦٥٩) کتاب الحدود : باب الحكم فيمن ارتد ' ابو داود (٤٣٥٣) احمد (٢١٤/٦) نسائی (١٠١/٧) حاكم (٣٦٧/٤) مسلم (١٦٧٦)]

(٤) [بخاری (٢٤٣٤) کتاب في اللقطة : باب كيف تعرف لقطة أهل مكة ' مسلم (١٣٥٥) ابو داود (٤٥٠٥) ترمذی (١٤٠٥ ' ٢٦٦٧) نسائی (٣٨/٨) ابن ماجة (٢٦٢٤) احمد (٢٣٨/٢)]

(٥) [الأم (١٠/٦) بدائع الصنائع (٤٦٣٣/١٠) المغنی (٤٥٧/١١)]

(٦) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : نیل الأوطار (٤٤٣/٤)]

② وہ قتل جس میں مکلف کسی کو ایسی چیز سے مارنے کا ارادہ کرے جس سے عموماً انسان مرتا نہیں مثلاً چھڑی' کنکری یا چھوٹا پتھر وغیرہ اور اس سے وہ شخص مرجائے۔اس میں قصاص نہیں بلکہ دیت واجب ہوگی۔

③ قتل خطا یہ ہے کہ مارنا کسی اور کو چاہے لیکن قتل کوئی اور ہوجائے مثلاً شکاری گولی تو شکار کی طرف چلائے لیکن کسی انسان کو لگ جائے۔اسی طرح اگر کوئی کنواں کھودے تو اس میں کوئی انسان گر جائے وغیرہ۔اس میں دیت اور کفارہ (ایک گردن کی آزادی) لازم آئے گا۔(۱)

○ دار الحرب میں بھی ٹھیک اسی طرح قصاص و دیت فرض ہے جیسے دار الاسلام میں ہے کیونکہ احکام شرعیہ پر عمل ہر جگہ مسلمانوں پر لازم ہے۔(۲)

وَتُقْتَلُ الْمَرْأَةُ بِالرَّجُلِ وَالْعَكْسُ وَالْعَبْدُ بِالْحُرِّ وَالْكَافِرُ بِالْمُسْلِمِ	عورت کو مرد کے بدلے اور مرد کو عورت کے بدلے اور غلام کو آزاد کے بدلے اور کافر کو مسلمان کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک لونڈی ایسی حالت میں پائی گئی کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا تھا۔صحابہ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کس نے ایسا کیا ہے؟ پھر خود ہی کہا فلاں نے فلاں نے۔اس طرح نام لیتے ہوئے ایک یہودی کے نام پر پہنچے تو اس نے سر کے اشارے سے کہا ہاں! وہ یہودی گرفتار کر لیا گیا۔اس نے اس جرم کا اقرار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ﴿أن يرض رأسه بين حجرين﴾ ''اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا جائے۔''(۳)

(2) حضرت عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف اپنے خط میں یہ بھی لکھا کہ ﴿أن الذكر يقتل بالأنثى﴾ ''مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔''(٤)

یعقوب بن أبی سفیان کہتے ہیں کہ میں تمام منقولہ خطوط میں عمرو بن حزم کے اس خط سے زیادہ صحیح کسی خط کو نہیں سمجھتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور تابعین اپنی رائے کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔(٥)

(حاکم) عمر بن عبد العزیزؒ اور اس کے ہم عصر امام زہریؒ نے بھی اس خط کی صحت کی شہادت دی ہے۔(٦)

(۱) [الروضة الندية (٦٣٩/٢) فقه السنة (١٦/٣)]

(۲) [الروضة الندية (٦٤٠/٢)]

(۳) [بخاری (٢٤١٣) كتاب الخصومات : باب ما يذكر في الأشخاص والخصومة بين المسلم واليهود ' مسلم (١٦٧٢) ابو داود (٤٥٢٧) نسائی (٢٢/٨) ترمذی (١٣٩٤) ابن ماجة (٢٦٦٥) احمد (١٨٣/٣)]

(٤) [موطا (٨٤٩/٢) ترتيب المسند للشافعی (١٠٨/٢) ' (٣٦٣)]

(٥) [نيل الأوطار (٤٥٦/٤)]

(٦) [حاكم (٣٩٧/١)]

(بخاریؒ) اہل علم نے کہا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔(۱)

(ابن منذرؒ) حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسنؒ اور امام عطاءؒ سے منقول روایت کے سوا عورت کے بدلے مرد کو قتل کرنے پر اجماع ہے۔(۲)

(جمہور) مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

(مالکؒ، حسن بصریؒ) مرد کو عورت کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف دیت ہی واجب ہوگی (لیکن یہ بات درست نہیں)۔

(شوکانیؒ) مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔(۳)

یہ تو تھا مرد کو عورت کے بدلے قتل کرنے کا معاملہ۔ اس کے علاوہ عورت کو مرد کے بدلے، غلام کو آزاد کے بدلے، کافر کو مسلمان کے بدلے اور فرع (اولاد) کو اصل (والدین) کے بدلے قتل کرنا بلا اختلاف واضح ہے۔ لیکن ان آخری تین صورتوں کے برعکس صورتوں میں اختلاف ہے، جس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے:

آزاد کو غلام کے بدلے قتل کرنا:

(1) حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه﴾ ''جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے اور جس نے اس کا ناک، کان کاٹا ہم بھی اس کا ناک، کان کاٹ دیں گے۔''(٤)

یہ روایت اُن حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں مالک کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(2) ایک روایت میں ہے کہ ''ایک آدمی نے اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوڑے لگائے اور ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا اور اس کا حصہ مسلمانوں سے ختم کر دیا اور اس سے قصاص نہیں لیا اور اسے حکم دیا کہ ایک گردن آزاد کر دے۔(٥)

یہ روایت ان کی دلیل ہے جو مالک کو غلام کے بدلے نہ قتل کرنے کے قائل ہیں لیکن یہ روایت بھی کمزور ہے کیونکہ اس کی

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث/ ٦٨٨٦) کتاب الدیات : باب القصاص بین الرجال والنساء فی الجراحات]

(۲) [الإجماع لابن المنذر (ص/ ١٤٤)، (رقم/ ٦٥٣)]

(۳) [نیل الأوطار (٤/ ٤٥٣) السیل الجرار (٤/ ٣٩٧)]

(٤) [**ضعیف** : ضعیف ابو داود (٩٧٤) کتاب الدیات : باب من قتل عبده أو مثل به أیقاد منه، ابو داود (٤٥١٥) ترمذی (١٤١٤) نسائی (٨/ ٢٠) ابن ماجة (٢٦٦٣)]

(٥) [دار قطنی (٣/ ١٤٣)، (رقم/ ١٨٧)]

سند میں اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔(۱)

(3) قرآن میں ہے کہ

﴿ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ﴾ [البقرة : ۱۷۸]

''آزاد کو آزاد کے بدلے اور غلام کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے۔''

یہ بھی قتل سے روکنے والوں کی دلیل ہے لیکن اس میں بھی واضح اشکال ہے۔

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ من السنة لا يقتل حر بعبد ﴾ ''سنت یہ ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔''(۲)

(5) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يقاد مملوك من مالكه ولا ولد من والده ﴾ ''غلام کا قصاص اس کے مالک سے نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی بچے کا باپ سے۔''(۳)

(احناف، سعید بن مسیبؒ، شعبیؒ، قتادہؒ، ثوریؒ) آزاد کو غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا جبکہ مقتول قاتل کا اپنا غلام نہ ہو اور اگر مالک کا اپنا غلام ہو تو بالاجماع اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(احمدؒ، اسحاقؒ، مالکؒ، شافعیؒ) مطلق طور پر مالک کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا خواہ وہ غلام اس کا اپنا ہو یا کسی اور کا ہو۔(٤)

(راجح) آزاد کو غلام کے بدلے قتل کرنے کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔(٥)

لَا الْعَكْسُ	لیکن مسلمان کو کافر کے بدلے نہیں قتل کیا جائے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أن لا يقتل مؤمن بكافر ﴾ ''کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔''(٦)

---

(۱) [الجرح والتعديل (۱۹۱/۲) ميزان الاعتدال (۲٤۰/۱)]

(۲) [بيهقی (۳٤/۸) اس کی سند میں جابر جعفی راوی متروک ہے۔[المجروحين (۱٦۸/۱) الجرح والتعديل (٤۹۷/۲) المغنی (۱۲٦/۱) الكاشف (۱۲۲/۱)]

(۳) [بيهقی (۳٦/۸) الكامل لا بن عدی (۱۷۱۳/٥) اس کی سند میں عمر بن عیسی اسلمی راوی منکر الحدیث ہے۔[الكامل لا بن عدی (۱۷۱۳/٥)]

(٤) [نيل الأوطار (٤٥۱/٤) الأم للشافعی (۲٦/٦) المبسوط (۱۲۹/۲٦) المغنی (٤۷۳/۱۱) بداية المجتهد (۳۹۸/۲)]

(٥) [السيل الجرار (۳۹۳/٤) سبل السلام (۱٥۷٦/٤)]

(٦) [صحيح : إرواء الغليل (۲٦٦/۷) ' (۲۲۰۹) احمد (۱۱۹/۱) نسائی (۱۹/۸) ابو داود (٤٥۳۰) كتاب الديات : باب أيقاد المسلم بالكافر ' شرح معانی الآثار (۱۹۲/۳) دارقطنی (۹۸/۳) بيهقی (۲۹/۸) نسائی (۲٤/۸)]

(2) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگوں کے پاس قرآن کے علاوہ وحی کے ذریعے نازل شدہ کوئی اور چیز بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے غلہ اگایا اور نفس کو پیدا کیا۔ سوائے اُس فہم و فراست کے جو اللہ تعالیٰ کسی انسان کو قرآن کے بارے میں عطا فرماتا ہے اور جو کچھ اِس صحیفہ میں ہے (میرے پاس کچھ نہیں)۔ میں نے سوال کیا کہ اِس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو انہوں نے بتلایا ﴿ المؤمنون تتكافأ دمائهم وفكاك الأسير وأن لا يقتل مسلم بكافر ﴾ ''سب مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی بھی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔'' (۱)

○ ذمی کے متعلق اختلاف ہے۔

(جمہور) ذمی بھی کافر ہے اس لیے مسلمان کو اس کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(احناف، شعبیؒ، نخعیؒ) ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

(مالکؒ) مسلمان کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا الا کہ مسلمان اسے دھوکے سے قتل کر دے۔

(شافعیؒ) کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ (۲)

جن حضرات کے نزدیک ذمی کے بدلے مسلمانوں کو قتل کیا جائے گا ان کی دلیل یہ ہے ﴿ لا يقتل مؤمن بكافر ولا ذو عهد في عهده ﴾ ''کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی معاہد (ذمی) کو اپنے عہد میں۔'' (۳)

(راجح) اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ ذمی کو عہد توڑنے سے پہلے قتل نہیں کیا جائے گا' یہ وضاحت نہیں ہے کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کر دیا جائے گا اور نہ ہی اس پر کوئی قابل حجت دلیل موجود ہے (لہذا یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذمی کے بدلے بھی مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا)۔ (٤)

وَالْفَرْعُ بِالْأَصْلِ لَا الْعَكْسُ	اور فرع کو اصل کے بدلے (قتل کیا جائے گا) لیکن اصل کو فرع کے بدلے نہیں۔ ❶

❶ اصل سے مراد والدین اور فرع سے مراد اولاد ہے۔ بچے کو باپ کے بدلے قتل کرنا تو دلائلِ قصاص کے عموم سے ثابت ہوتا ہے لیکن باپ کو بیٹے کے بدلے اس لیے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں اس کی تخصیص کر دی گئی ہے جیسا کہ حضرت

(۱) [احمد (۷۹/۱) بخاری (۱۱۱، ۱۸۷۰) کتاب العلم : باب كتابة العلم' ابو داود (٤٥٣٠) نسائی (۲۳/۸) ترمذی (۱٤۱۲)]

(۲) [نيل الأوطار (٤٤٦/٤) الأم للشافعی (۲٥/٦) المبسوط (۱۳۱/۲٦) المغنی (٤٦٦/۱۱) بداية المجتهد (۳۹۹/۲)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۷۹۷) كتاب الديات : باب أيقاد المسلم بالكافر' ابو داود (٤٥۳۰) احمد (۱۸۰/۲)]

(٤) [السيل الجرار (۳۹٤/٤) نيل الأوطار (٤٤٦/٤) فقه السنة (۲٦/۳) سبل السلام (۱٥۸۱/۳)]

عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ لا یقاد الوالد بالولد ﴾ ''والد سے بچے کے بدلے قصاص نہیں لیا جائے گا۔'' (۱)

(شافعیؒ) میں نے اکثر علما سے ملاقات کی (وہ یہی کہتے ہیں کہ) والد کو بچے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(جمہور، احناف، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں (کیونکہ باپ بچے کے وجود کا سبب ہے لہٰذا بچہ باپ کے خاتمے کا سبب نہیں بن سکتا)۔(۲)

وَيَثْبُتُ الْقِصَاصُ فِي الْأَعْضَاءِ وَنَحْوِهَا وَالْجُرُوحِ مَعَ الْإِمْكَانِ	اعضاء وغیرہ میں بھی قصاص لاگو ہوگا اور اسی طرح زخموں میں بھی اگر ممکن ہو۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ......الخ ﴾ [المائدۃ : ٤٥]

''اور ہم نے یہودیوں کے ذمے تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی کفارہ ہے۔''

اگرچہ آیت میں خطاب بنی اسرائیل کو ہے لیکن نبی ﷺ نے اسی حکم کو قائم و ثابت رکھا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ان کی پھوپھی ربیع بنت نضر نے ایک انصاری لڑکی کے دانت توڑ دیے۔ ربیع کے رشتہ داروں نے اس سے معافی طلب کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے دیت دینے کی پیش کش کی تو اسے بھی انہوں نے رد کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں حاضر ہو کر قصاص کا مطالبہ کیا اور قصاص کے سوا کسی بھی چیز کو لینے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے قصاص کا فیصلہ فرما دیا۔ یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ربیع کا دانت توڑا جائے گا؟ نہیں اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس! ﴿ كتاب الله القصاص ﴾ ''اللہ کا نوشتہ تو قصاص ہی ہے۔'' اتنے میں وہ لوگ اس پر رضامند ہو گئے اور پھر معافی دے دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دیتے ہیں۔'' (۳)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ترمذی (۱۱۲۹ ' ۱۱۳۰) کتاب الدیات : باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنه یقاد منه أم ' صحیح ابن ماجة (۲۶۶۲ ' ۲۵۹۹) ترمذی (۱٤۰۰) احمد (۱٦/۱) ابن ماجة (۸۸۸/۲) بیهقی (۳۸/۸)]

(۲) [سبل السلام (۱۵۷۷/۳) تحفة الأحوذی (۷۵۲/٤) الأم (۱۹۵/٤) السیل الجرار (۳۹۰/٤) السنن الکبری للبیهقی (۳۸/۸)]

(۳) [بخاری (٤۵۰۰) کتاب تفسیر القرآن : باب یأیها الذین آمنو کتب علیکم القصاص فی القتلی ' ابو داود (٤۵۹۵) نسائی (۲٦/۸) ابن ماجة (۲٦٤۹) احمد (۱۲۸/۳) ابن الجارود (۸٤۱)]

(شوکانیؒ) (مذکورہ) حدیث کا ظاہر قصاص کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اگر چہ دانت اکھیڑا نہ گیا ہو بلکہ ٹوٹا ہی ہو لیکن ٹوٹے ہوئے دانت کی مقدار معلوم ہونا اور بدلے میں اتنی مقدار کے توڑنے کا امکان ہونا شرط ہے۔

(احمدؒ) ایسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے جس سے ہلاکت کا خدشہ ہو۔

(طحاویؒ) (اہل علم نے) اتفاق کیا ہے کہ سر کی ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔

(شافعیؒ، احنافؒ) دانت کے علاوہ کسی ہڈی میں قصاص نہیں (یہ قول مرجوع ہے)۔(۱)

(نواب صدیق حسن خانؒ) ہر معلوم جوڑ مثلاً انگلی، ہاتھ، کہنی، پاؤں، دانت، ناک، کان، آنکھ، ذکر اور خصیتین وغیرہ ہر ایک میں قصاص ہے۔(۲)

" مع الإمكان " اس لیے کہا گیا ہے کہ جیسے کسی کا سر زخمی ہو جائے تو اس کی مثل قصاص کی کوشش نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ مدمقابل کی ہلاکت کا موجب بن سکتا ہے۔

861- زخم صحیح ہونے سے پہلے قصاص نہیں

زخم کے مندمل ہو جانے سے پہلے قصاص نہیں لیا جائے گا جیسا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے میں سینگ چبھو دیا تو وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے اس سے قصاص لے کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا زخم مندمل ہونے کے بعد آنا وہ پھر آپ کے پاس آ گیا اور بولا مجھے قصاص دلوایئے آپ ﷺ نے اسے قصاص دلوا دیا اس کے بعد وہ پھر آ کر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میں لنگڑا ہو گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے تجھے منع کیا تھا لیکن تو نے میری بات نہ مانی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے دور کر دیا اور تیرے لنگڑے پن کو رائیگاں کر دیا ہے پھر ﴿ نهى رسول الله ﷺ أن يقتص عن جرح حتى يبرأ صاحبه ﴾ "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا زخموں کا قصاص اس وقت تک لینا ممنوع ہے جب تک زخمی آدمی صحت مند نہ ہو جائے۔"(۳)

وَيَسْقُطُ بِإِبْرَاءِ أَحَدِ الْوَرَثَةِ وَيَلْزَمُ نَصِيبُ الْآخَرِينَ مِنَ الدِّيَةِ	قصاص کسی ایک وارث کے معاف کرنے سے ساقط ہو جائے گا اور دوسرے ورثا کے لیے دیت لینا لازم ہوگا۔ ❶

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ على المقتتلين أن ينحجزوا الأول فالأول وإن كانت إمرأة ﴾ "مقتول کے اولیاء پر لازم ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی قریبی کے معاف کرنے سے قصاص سے رک

(۱) [نیل الأوطار (٤٦٢/٤) سبل السلام (١٥٩٢/٣)]

(۲) [الروضة الندية (٦٤٧/٢)]

(۳) [احمد (٢١٧/٢) دار قطنی (٨٨/٣) بیهقی (٦٧/٨)]

جائیں خواہ وہ ایک عورت ہی ہو۔'' (۱)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا اسے مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے گا ﴿فإن شاء وا قتلوہ وإن شاء وا أخذوا الدية﴾ ''پھر اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو دیت وصول کر لیں۔'' (۲)

حدیث کے یہ الفاظ ﴿فإن شاء وا قتلوہ﴾ ''اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں'' اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ یہ ان سب کا حق ہے لہٰذا قصاص ان سب کے یا بعض کے معاف کر دینے سے ساقط ہو جائے گا۔

ایک کے معاف کرنے سے باقیوں پر دیت لازم کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ جب ایک معاف کر دے گا تو اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اب یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ قتل میں ایک کا حصہ کتنا ساقط ہے باقیوں کے لیے کتنا قتل کیا جائے۔ لہٰذا باقیوں پر بھی دیت لینا ہی لازم ہے۔

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، زہریؒ) یہ صرف عصبہ رشتہ داروں کے ساتھ خاص ہے۔ (۳)

862- قصاص لینے سے معافی بہتر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''میں نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب بھی کوئی قصاص کا معاملہ لایا جاتا ﴿إلا أمر فيه بالعفو﴾ ''مگر آپ اس میں معافی کا ہی حکم دیتے۔'' (٤)

فَإِذَا كَانَ فِيهِمْ صَغِيرٌ يُنْتَظَرُ فِي الْقِصَاصِ بُلُوغُهُ ، وَيُهْدَرُ مَا سَبَبُهُ مِنَ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ	اگر ورثاء میں کوئی چھوٹا ہو تو قصاص کے لیے اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا ❶ اور مظلوم کے لگائے ہوئے زخم رائیگاں ہوں گے۔ ❷

❶ جیسا کہ حدیث گزری ہے کہ یہ تمام ورثاء کا حق ہے اس لیے بچے کو اختیار تب ہی ہے جب وہ بالغ ہو جائے۔ (٥)

(١) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٩٨١) کتاب الدیات : باب عفو النساء من الدم ' ابو داود (٤٥٣٨) نسائی (٤٧٨٨)]

(٢) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (٣٧٨١) کتاب الدیات : باب ولی العمد بأخذ الدية ' ابو داود (٤٥٠٦) نسائی (٤٨٠١) ابن ماجة (٢٦٢٦) احمد (١٧٨/٢)]

(٣) [نیل الأوطار (٤٦٧/٤)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (٣٧٧٤) کتاب الدیات : باب الإمام يأمر بالعفو فی الدم ' ابو داود (٤٤٩٧) احمد (٢١٣/٣) نسائی (٣٧/٨) ابن ماجة (٢٦٩٢)]

(٥) [الروضة الندية (٦٤٩/٢)]

لیکن یہ بات بہر حال محل نظر ہے کیونکہ سابقہ حدیث اس مسئلے میں واضح نص نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

❷ (1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ چبایا تو دوسرے نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ (زور سے) کھینچا۔ اس پر اس کے کچھ دانت گر گئے۔ وہ (دونوں) جھگڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يعض أحدكم يد أخيه كما يعض الفحل لا دية لك ﴾ ”تم میں سے ایک اپنے بھائی کے ہاتھ کو اس طرح چباتا ہے جیسے کوئی نر (جانور) چباتا ہے تمہارے لیے کوئی دیت نہیں۔“ (۱)

(2) حضرت یعلی بن اُمیہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۲)

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

وَإِذَا اَمْسَکَ رَجُلٌ وَقَتَلَ آخَرُ قُتِلَ الْقَاتِلُ وَحُبِسَ الْمُمْسِکُ	جب ایک شخص پکڑے اور دوسرا قتل کرے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ إذا أمسك الرجل الرجل وقتله الآخر يقتل الذى قتل ويحبس الذى أمسك ﴾ ”جب ایک آدمی (دوسرے) آدمی کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کرے تو قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔“ (٤)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل ایک معاملے میں یوں فیصلہ کیا ﴿ يقتل القاتل ويحبس الآخر فى السجن حتى يموت ﴾ ”قاتل کو قتل کر دیا جائے گا اور دوسرے کو جیل میں قید کر دیا جائے گا حتی کہ وہ فوت ہو جائے۔“ (٥)

(احناف، شافعیہ) قاتل کو قتل اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں مذکور ہے:

﴿ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ﴾ [البقرة : ١٩٤]

”جو تم پر زیادتی کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر کی ہے۔“

(مالکؒ، لیثؒ) پکڑنے والے کو بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ اگر وہ نہ پکڑتا تو قتل ممکن ہی نہیں تھا۔

(شوکانیؒ) حدیث پر عمل کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ نیز قید کرنے کی مدت جمہور نے حاکم کی رائے پر چھوڑ دی ہے۔ (٦)

(١) [بخاری (٦٨٩٢) كتاب الديات : باب إذا عض رجلا فوقعت ثناياه ، مسلم (١٦٧٣) ترمذی (١٤١٦) نسائی (٢٨/٨)]

(٢) [بخاری (٢٢٦٥) كتاب الإجارة : باب الأجير فى الغزو ، مسلم (١٦٧٤) ابو داود (٤٥٨٤) نسائی (٣٠/٨) حمیدی (٧٨٨) عبد الرزاق (١٧٥٤٦) ابن الجارود (٧٩٢) ابن حبان (٥٩٩٧)]

(٣) [نيل الأوطار (٤٦٤/٤)]

(٤) [دار قطنی (١٤٠/٣) (رقم / ١٧٦) عبد الرزاق (٤٢٧/٩) (رقم / ١٧٨٩٣)]

(٥) [شافعی فی معرفة السنن والآثار (٤٨٤٥) بیهقی (٥٠/٨)]

(٦) [نيل الأوطار (٤٦١/٤) سبل السلام (١٥٩٥/٣) فقه السنة (٣٠/٣) الروضة الندية (٦٥٠/٢)]

(راجح) اگر قاتل کے پکڑنے کے سوا مقتول کو قتل کرنا ممکن نہیں تھا اور وہ قتل کے وقت حاضر تھا تو دونوں کو قتل میں شریک ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس حدیث میں قید کا ذکر ہے اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب پکڑنے والا قتل کے وقت حاضر نہ ہو وہ محض پکڑ کے حوالے کر گیا ہو تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

863- اگر جماعت ایک آدمی کے قتل میں شریک ہو؟

تو جماعت کے تمام افراد کو قتل کر دیا جائے گا۔

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دھوکے سے قتل کرنے والے پانچ یا سات افراد کو قتل کیا اور کہا ﴿ لو تمالأ عليه أهل صنعاء لقتلتهم جميعا ﴾ ''اگر تمام اہل صنعاء اس کے خلاف تعاون کرتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔'' (۱)

اور صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿ لو اشترك فيه أهل صنعاء لقتلتهم به ﴾ ''اگر تمام اہل صنعاء بھی اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں اس کے بدلے سب کو قتل کر دیتا۔'' (۲)

(2) عرنیین نے بھی ایک چرواہے کو قتل کیا تھا لیکن قصاص میں ان سب کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (۳)

(شوکانیؒ) اگر ان تمام سے قتل کرنا ثابت ہو جائے تو سب کو قصاصاً قتل کر دیا جائے۔ (٤)

(صدیق حسن خانؒ) ایک کے بدلے جماعت کو قتل کرنے کے خلاف کوئی شرعی دلیل ثابت نہیں۔ (٥)

(سید سابقؒ) جماعت کے افراد کی تعداد کم ہو یا زیادہ جب تمام ایک شخص کے قتل پر جمع ہو جائیں تو سب کو قتل کیا جائے گا۔ (٦)

(دکتور وھبہ زحیلی) جماعت کو ایک کے بدلے قتل کرنا ائمہ اربعہ کے اتفاق کے ساتھ واجب ہے۔ (۷)

- اگر مقتول کے ورثاء دیت لینا چاہیں تو قتل کے شرکاء میں سے ہر ایک پر مکمل دیت لازم ہے۔ (۸)
- ایک آدمی کو بھی جماعت کے بدلے قصاصاً قتل کیا جا سکتا ہے۔ (۹)

---

(۱) [موطا (۲۰۱/٤)]

(۲) [بخاری (٦٨٩٦) كتاب الديات : باب إذا أصاب قوم من رجل هل يعاقب أو يقتص منهم كلهم]

(۳) [بخاری (٥٦٨٥، ٥٦٨٦) كتاب الطب : باب الدواء بالبان الإبل]

(٤) [السيل الجرار (۳۹۸/٤)]

(٥) [الروضة الندية (٦٥١/٢)]

(٦) [فقه السنة (۲۹/۳)]

(۷) [الفقه الإسلامی وأدلته (٥٦٣٣/٧) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: بدائع الصنائع (٢٣٨/٧) اللباب (١٥٠/٣) الدر المختار (٣٩٤/٥) تبيين الحقائق (١١٤/٦)]

(۸) [السيل الجرار (۳۹۸/٤)]

(۹) [السيل الجرار (۳۹۹/٤) الفقه الإسلامی وأدلته (٥٦٣٦/٧)]

وَفِيْ قَتْلِ الْخَطَأِ الدِّيَةُ وَالْكَفَّارَةُ وَهُوَ مَا لَيْسَ بِعَمْدٍ أَوْمِنْ صَبِيٍّ أَوْ مَجْنُوْنٍ	قتل خطا میں دیت اور کفارہ دونوں لازم ہیں ❶ اور وہ یہ ہے کہ جو بغیر ارادے کے ہو یا اس کا فاعل بچہ یا پاگل ہو۔ ❷

❶ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ ﴾ [النساء : ۹۲]

''جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے۔''

کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان گردن آزاد کردی جائے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں۔

دیتِ خطاء کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فی دية الخطاء عشرون حقة...... ﴾ ''قتلِ خطا کی صورت میں پانچ قسم کے اونٹ دیت میں وصول کیے جائیں گے' بیس ایسے جن کی عمر تین سال ہو اور بیس جن کی عمر چار سال ہو اور بیس مادہ اونٹ جن کی عمر دو سال ہو اور بیس مادہ جن کی عمر ایک ایک سال ہو اور بیس نر اونٹ جن کی عمر ایک سال ہو۔'' (۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام زہری' امام عکرمہ' امام لیث' امام ثوری' حضرت عمر بن عبدالعزیز' حضرت سلیمان بن یسار' امام مالک' احناف اور شافعیہ رحمہم اللہ اجمعین' ان سب کا وہی مذہب ہے جو گذشتہ حدیث میں مذکور ہے صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آخری قسم میں بیس دو سال کی عمر کے نر اونٹ ہیں۔ (۲)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیس ایسے اونٹ جن کی عمر چار سال ہو' تیس ایسے جن کی عمر تین سال ہو اور بیس نر اونٹ جن کی عمر ایک سال ہو اور بیس ایسے مادہ اونٹ جن کی عمر دو سال ہو۔ (۳)

(راجح) دیت خطا کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ضعیف ہے لہٰذا کوئی سے سو اونٹ دیے جا سکتے ہیں اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ألا إن دية الخطأ وشبه العمد ما كان بالسوط والعصا مائة من الإبل منها أربعون في بطونها أولادها﴾ ''قتل خطا کی دیت شبہ عمد (کی دیت ہی ہے) جو کوڑے اور لاٹھی سے مارا گیا ہو۔ اس کی دیت سو اونٹ ہے جن میں چالیس

(۱) [ضعیف : ضعيف ابو داود (۹۸٤) كتاب الديات : باب الدية كم هي ' ابو داود (٤٥٤٥) بيهقي (١٣٨٦) نسائي (٤٣/٨) ابن ماجة (٢٦٣١) احمد (٧٨٤/١) بزار (١٩٢٢) دار قطني (١٧٣/٣) ابن أبي شيبة (١٣٣/٩)]

(۲) [الأم للشافعي (١١٣/٦) الإختيار (٣٥/٥) المغني (١٥/١٢) بداية المجتهد (٤١٠/٢) نيل الأوطار (٥٢١/٤) سبل السلام (١٦٠٧/٣) الفقه الإسلامي وأدلته (٥٧٣٥/٧)]

(۳) [نيل الأوطار (٥٢١/٤)]

حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔‘‘(۱)

❷ (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل﴾ ’’تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے سونے والے سے حتی کہ وہ جاگ جائے‘ بچے سے حتی کہ وہ بالغ ہو جائے اور پاگل سے حتی کہ وہ سمجھدار ہو جائے۔‘‘(۲)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ بچوں پر قصاص نہیں ہے کیونکہ ان کا قصداً قتل کرنا بھی خطا ہی ہے جب تک کہ ان پر شرعی حدود واجب نہ ہو جائیں اور وہ بالغ نہ ہو جائیں اور بچے کا کسی کو قتل کر دینا صرف قتل خطا ہی ہوگا۔(۳)

وَهِيَ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَهُمُ الْعَصَبَةُ	اور یہ دیت برادری کے لوگوں پر لازم ہے۔ ❶

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہذیل قبیلہ کی دو عورتیں آپس میں جھگڑ پڑیں اور ایک نے دوسری کو پتھر دے مارا۔ اس پتھر سے وہ عورت اور اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا‘ اس کے وارث مقدمہ نبی ﷺ کی عدالت میں لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچے کے بدلے لونڈی یا غلام (کی ادائیگی) ہے ﴿وقضى بدية المرأة على عاقلتها﴾ ’’اور آپ ﷺ نے عورت کے بدلے قاتل عورت کے ورثاء پر دیت ڈال دی۔‘‘ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وأن العقل على عصبتها﴾ ’’اور دیت اس کے عصبہ رشتہ داروں (جو اصحاب الفروض کے علاوہ ہوں) پر لازم ہے۔‘‘(٤)

(2) ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں میں سے ایک نے دوسری کو قتل کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کا خاوند اور اولاد تھی ﴿فجعل رسول الله ﷺ دية المقتولة على عاقلة القاتلة وبرأ زوجها وولدها﴾ ’’تو رسول اللہ ﷺ نے مقتولہ کی دیت قاتل عورت کے ورثاء پر ڈال دی اور اس کے خاوند اور اولاد کو بری قرار دے دیا۔‘‘(٥)

ثابت ہوا کہ قتل کرنے والے کے تمام رشتہ دار دیت کی ادائیگی میں اس کے شریک ہوں گے جب کہ خاوند یا بیوی اور اولاد اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۳۸۰۷) كتاب الديات : باب في دية الخطأ شبه العمد ' ابو داود (٤٥٤٧) نسائی (٤٠/٨) ابن ماجة (٢٦٢٧) ابن حبان (٦٠١١/١٣) بيهقی (٦٨/٨)]

(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (۳۷۰۳) كتاب الحدود : باب في المجنون يسرق ' ابو داود (٤٤٠٣)]

(۳) [موطا مع المسوی (۲٤٠/۲)]

(٤) [بخاری (٦٩١٠ ' ٦٩٠٩) كتاب الديات : باب جنين المرأة وأن العقل على الوالد ...... ' مسلم (١٦٨١) تحفة الأشراف (٥٢/١١)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢١٤٣) ابو داود (٤٥٧٥) كتاب الديات : باب دية الجنين ' ابن ماجة (٢٢٤٨)]

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

بعض نے مندرجہ ذیل دلائل کی وجہ سے اس کی مخالفت کی ہے:

(1) ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَى ﴾ [الأنعام : ١٦٤]
''کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''

(2) ﴿ لا يجني جان إلا على نفسه ﴾ ''جرم کرنے والے کا جرم صرف اسی پر ہوگا۔''(۲)

ان میں تطبیق یوں دی گئی ہے کہ

① دیت کے احکام اس سے خاص ہیں۔

② ان دلائل میں اُخروی جزا کا ذکر ہے جبکہ دیت کا تعلق دنیاوی اُمور سے ہے۔(۳)

○ عصبہ رشتہ داروں سے مراد وہ ہیں جو اولاد (اصحاب الفروض) اور ذوی الأرحام کے علاوہ ہیں۔(٤)

864- قصاص کس چیز سے لیا جائے گا؟

(احناف) قصاص صرف تلوار سے ہی لیا جائے گا۔(٥)

ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ ﴿ لا قود إلا بالسيف ﴾ ''قصاص صرف تلوار کے ساتھ ہے۔''(٦)

یہ روایت ضعیف ہے لہٰذا یہ مسئلہ صحیح نہیں اور قصاص کسی بھی چیز کے ذریعے لیا جا سکتا ہے۔

865- گھر میں جھانکنے والا اور دیت

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ لو أن رجلا اطلع عليك بغير إذن فخذفته بحصاة ففقأت عينه ما كان عليك جناح ﴾ ''اگر کوئی آدمی بغیر اجازت کے آپ (کے گھر میں) جھانکے اور آپ اسے کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں۔''(٧)

---

(١) [المغنى (٧٧٠/٧)]

(٢) [حسن : صحيح ترمذى ، ترمذى (٣٠٨٧) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة التوبة]

(٣) [الروضة الندية (٦٥٤/٢) سبل السلام (١٥٩٠/٣)]

(٤) [بدائع الصنائع (٤٦٦٦/١٠) المغنى (٣٩/١٢) نيل الأوطار (٥١٤/٤)]

(٥) [المبسوط (١٢٢/٢٦) المغنى (٥١٠/١١) بداية المجتهد (٤٥/٢) نيل الأوطار (٤٥٧/٤)]

(٦) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٥٨١) إرواء الغليل (٢٨٧/٧) ابن ماجة (٢٦٦٧) كتاب الديات : باب لا قود إلا بالسيف ، شرح معانى الآثار (١٨٤/٣) دارقطنى (١٠٦/٣) بيهقى (٦٢/٨) كشف الأستار للبزار (١٥٢٧) حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[تلخيص الحبير (٣٨/٤)]

(٧) [بخارى (٦٩٠٢) كتاب الديات : باب من اطلع فى بيت قوم...... ، مسلم (٢١٥٨) نسائى (٦١/٨) ابو داود (٥١٧٢) احمد (٢٤٣/٢)]

866- حرم میں قصاص یا حد قائم کرنا کیسا ہے؟

حرم میں خون بہانا اور حد قائم کرنا جائز نہیں ہے حتی کہ پناہ لینے والا حرم سے خارج ہو جائے۔(۱)
اور جو شخص حرم کے اندر حد یا قصاص کے موجب فعل کا مرتکب ہو تو بعض اہل علم کے نزدیک اسے حرم سے باہر نکال کر سزا دی جائے گی تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ من سرق أو قتل في الحرم أقيم عليه في الحرم ﴾ ''جو شخص حرم میں چوری یا قتل کرے اس پر حرم میں ہی حد قائم کی جائے گی۔''(۲)
(راجح) احادیث میں مطلق طور پر حرم میں خون بہانے یا حد قائم کرنے کی ممانعت ہے خواہ کوئی وہاں آ کر پناہ لینے والا ہو یا حرم کے اندر ہی حد یا قصاص کے موجب فعل کا مرتکب ہوا ہو اور یہ آیت:

﴿ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ ﴾ [البقرة: ١٩١]
''اور تم مسجد حرام کے نزدیک ان سے قتال مت کرو حتی کہ وہ اس میں تم سے لڑائی شروع کر دیں۔''
صرف لڑائی کے وقت دفاع کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔(۳)

867- بعض اوقات قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں

حدیث نبوی ہے کہ ﴿ إذا تواجه المسلمان بسيفهما فقتل أحدهما صاحبه فالقاتل والمقتول في النار فقيل هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال قد أراد قتل صاحبه ﴾
''جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آ جائیں اور ان میں سے ایک اپنے (دوسرے) ساتھی کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں جائیں گے۔ دریافت کیا گیا کہ یہ قاتل (تو جہنمی ہے) مقتول کیوں آگ میں جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کیونکہ) وہ بھی اپنے مدمقابل ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔''(٤)

868- قتلِ عمد کے بعد اگر قاتل توبہ کر لے

قتل عمد کے بعد اگر قاتل توبہ کر لے تو اس کی توبہ ان شاء اللہ قبول ہو جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [تفصیل کے لیے دیکھیے: المغني (٤١٣/١٢) بداية المجتهد (٤٠٥/٢) حاشية ابن عابدين (٦٢٥/٣) الأم للشافعي (٢٩٠/٤) نيل الأوطار (٤٨٢/٤)]
(۲) [عبدالرزاق (٣٠٤/٩)، (١٧٣٠٦) بيهقى (٢١٤/٩)]
(۳) [نيل الأوطار (٤٨٣/٤)]
(٤) [بخارى (٦٨٧٥) كتاب الديات: باب قول الله تعالى ومن أحياها، مسلم (٢٨٨٨) احمد (٤٣/٥) ابو داود (٤٦٦٨) نسائى (١٢٥/٧) ابن ماجة (٣٩٦٥) ابن حبان (٥٩٤٥) طيالسى (٨٨٤) بيهقى (١٩٠/٨)]

﴿ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ...... اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُوْلٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ ﴾ [الفرقان : ٦٨-٧٠]

''اور وہ (مومنین) کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا......سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں' اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔''

اور اس آیت ﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ ﴾ [النساء : ٩٣]

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کی جزا جہنم ہے۔''

کا معنی یہ ہے کہ اس گناہ کی سزا جہنم ہی ہے لیکن اگر وہ توبہ کر لے تو دیگر شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سزا معاف ہو جائے گی۔

❁❁❁

کتاب الدیات

خون بہا کے مسائل

- باب أحكام الدية والشجاج — دیت اور زخموں کے احکام کا بیان
- باب القسامة — قسمیں تقسیم کرنے کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ......اَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ﴾ [البقرة : ۱۷۸]

''جس کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے......اسے آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ أول ما يقضى بين الناس في الدماء ﴾

''لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے معاملے میں فیصلہ کیا جائے گا۔''

[بخاری (٦٨٦٤) کتاب الدیات: باب قول الله تعالیٰ ومن يقتل]

کتاب الدیات ❶

خون بہا کے مسائل

باب احکام الدیۃ والشجاج — دیت اور زخموں کے احکام کا بیان

دِيَةُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ اَوْ مِائَتَا بَقَرَةٍ اَوْ اَلْفَا شَاةٍ اَوْ اَلْفُ دِيْنَارٍ اَوْ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفَ دِرْهَمٍ اَوْ مِائَتَا حُلَّةٍ	ایک مسلمان آدمی کی دیت یہ ہے سو اونٹ یا دو سو گائے یا دو ہزار بکریاں یا ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم یا دو سو حلے (لباس)۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: لفظِ دیات دیۃ کی جمع ہے اس سے مراد ''خون بہا'' ہے۔ یہ باب وَدَى يَدِى (ضرب) سے مصدر ہے جس کا معنی دیت دینا آتا ہے اور باب اِتَّدٰى يَتَّدِى (افتعال) ''دیت لینا۔'' (۱)

شرعی تعریف: ایسا مال جو کسی جرم کی وجہ سے انسان پر واجب ہو۔

مشروعیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهِ ﴾ [النساء : ۹۲]

''جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے۔''

(دکتور وھبہ زحیلی) اس کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ (۲)

❷ (1) حضرت عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے کہ ﴿ أن فی النفس الدیة مائة من الإبل ﴾ ''کسی بھی جان میں سو اونٹ دیت ہے۔'' اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ﴿ وعلى أهل الذهب ألف دينار ﴾ ''اور جن کے پاس سونا ہے ان پر ہزار دینار دیت ہے۔'' (۳)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿ قضی رسول الله أن من كان عقله فی البقر على أهل البقرة مائتی بقرة ومن كان عقله فی الشاء على أهل الشاء ألفی شاة ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ دیت میں جن کے پاس گائے ہیں ان پر دو سو گائے اور جن کے پاس بکریاں ہیں ان پر دو ہزار بکریوں کی ادائیگی ہے۔'' (٤)

(۱) [المنجد (ص/۹۵۸) القاموس المحیط (ص/۱۲۰۷)]

(۲) [الفقہ الإسلامی وأدلتہ (۵۷۰۳/۷)]

(۳) [موطا (۸٤۹/۲) دارمی (۱۸۸/۲)]

(٤) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۱۲۸) کتاب الدیات : باب دیة الخطأ' ابن ماجة (۲٦۳۰) ابو داود (٤٥٤۱) نسائی (٤٨۱٥) احمد (٦٧٥٥) الفتح الربانی (۳۲/۱٦)]

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ ''عہد رسالت میں دیت کی قیمت آٹھ سو (800) دینار یا آٹھ ہزار (8,000) درہم تھی اور اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت کا نصف تھی لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو خطبہ دیا کہ سنو! اونٹ مہنگے ہو گئے ہیں ﴿ ففرضها عمر على أهل الذهب ألف دينار وعلى أهل الورق اثنى عشر ألفا ......وعلى أهل الحلل مائتى حلة ﴾ ''پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیت یوں مقرر کی کہ جن کے پاس سونا ہے ان پر ایک ہزار دینار' جن کے پاس چاندی ہے ان پر بارہ (12) ہزار درہم ......اور جن کے پاس حلے (لباس) ہیں ان پر دو سو (200) حلوں کی ادائیگی ہے۔'' (۱)

(شافعیؒ) دیت میں اصل اونٹ ہیں ان کے علاوہ جو کچھ بھی دیا جائے گا وہ اونٹوں کی قیمت کے مطابق دیا جائے گا۔

(ابو حنیفہؒ) دیت سو اونٹ' ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہے۔

(ابو یوسفؒ' محمدؒ) جن کے پاس اونٹ ہیں ان پر سو اونٹ' جن کے پاس گائے ہیں ان پر دو سو گائے' جن کے پاس بکریاں ہیں ان پر دو ہزار بکریاں اور جن کے پاس حلے (لباس) ہیں ان پر ہزار حلے دیت ہے۔ (۲)

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح و برحق ہے۔

وَتُغَلَّظُ دِيَةُ الْعَمَدِ وَشِبْهِهِ بِاَنْ يَّكُوْنَ الْمِائَةُ مِنَ الْاِبِلِ فِيْ بُطُوْنِ اَرْبَعِيْنَ مِنْهَا اَوْلَادُهَا	قتل عمد یا شبہ عمد کی دیت مزید سخت ہو گی اور وہ اس طرح کہ سو اونٹوں میں سے چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔ ❶

❶ (1) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ألا إن دية الخطأ شبه العمد' ما كان بالسوط والعصا ـ مائة من الإبل منها أربعون فى بطونها أولادها ﴾ ''خوب سمجھ لو! قتل شبہ عمد جو کہ کوڑے یا لاٹھی سے (کیا گیا ہو) اس میں سو اونٹ دیت ہے جن میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔'' (۳)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ عقل شبه العمد مغلظ مثل عقل العمد ولا يقتل صاحبه ﴾ ''قتل شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی مانند دیت مغلظہ ہے اور قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا۔'' (٤)

(جمہور) قتل عمد اور قتل شبہ عمد میں دیت مغلظ لازم آئے گی۔

(مالکیہ) قتل عمد میں اولیاء کی رضامندی کے مطابق اور والد کے اپنے بچے کو قتل کرنے میں دیت مغلظہ لازم ہو گی۔

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (٣٨٠٦) كتاب الديات : باب الدية كم هى ' ابو داود (٤٥٤٢)]

(۲) [الروضة الندية (٦٥٧/٢) الأم للشافعى (١٢٣/٦) بدائع الصنائع (٤٦٦٣/١٠) المغنى (٦/١٢) بداية المجتهد (٤١١/٢)]

(۳) [حسن : صحيح ابو داود (٣٨٠٧) كتاب الديات : باب فى دية الخطأ شبه العمد ' ابو داود (٤٥٤٧) نسائى (٤١/٨) ابن ماجة (٢٦٢٧) التاريخ الكبير للبخارى (٤٣٤/٣)]

(٤) [حسن : صحيح ابو داود (٣٨١٩) كتاب الديات : باب ديات الأعضاء ' ابو داود (٤٥٦٥) دارقطنى (٩٥/٣) إرواء الغليل (١١٨/٦)]

بوحنیفہؒ) یہ دیت صرف قتل شبہ عمد میں ہی لازم آئے گی۔(۱)

) دیت مغلظہ وہ ہے جو قتل شبہ عمد پر لاگو ہوتی ہے۔

دیت مخففہ وہ ہے جو قتل خطا میں لاگو ہوتی ہے۔

قتل عمد میں دیت مغلظہ ہوگی۔ امام شافعیؒ اور حنابلہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قتل عمد میں کوئی دیت یں بلکہ وہی واجب الأ دا ہوگا جس پر طرفین صلح کرلیں۔(۲)

نیز یاد رہے کہ تغلیظ کا اعتبار صرف اونٹوں میں ہی کیا جائے گا۔

وَدِيَةُ الذِّمِّي نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ	ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔ ❶

❶ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿ دية عقل الكافر نصف دية عقل المؤمن ﴾ ''کافر کی دیت مسلمان ی دیت کا نصف ہے۔'' (۳)

2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أن رسول الله قضى أن عقل أهل الكتابين نصف عقل المسلمين وهم يهود والنصارى ﴾ ''رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف ہے اور وہ یہود و نصاری ہیں۔'' (٤)

3) ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ودية أهل الكتاب يومئذ النصف من دية المسلمين ﴾ ''اس دن (عہد رسالت یں) اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف تھی۔'' (٥)

مالکؒ) کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے۔

احنافؒ، ثوریؒ، زہریؒ) ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہی ہے۔

احمدؒ) اگر ذمی نے قتل عمد کیا ہو تو اس کی دیت بھی مسلمان کی دیت کی مانند ہے بصورت دیگر نہیں۔

(١) [بداية المجتهد (٤٠٩/٢) الأم (١١٣/٦) المغني (٢٣/١٢) بدائع الصنائع (٢٥٦/٧) تبيين الحقائق (١٢٦/٦) مغني المحتاج (٥٣/٤) المهذب (١٩٥/٢) كشاف القناع (١٧/٦) الشرح الكبير (٢٦٦/٤)]

(٢) [فقه السنة (٥٢/٣)]

(٣) [حسن صحيح : صحيح ترمذي ' ترمذي (١٤١٣) كتاب الديات : باب ما جاء في دية الكفار ' احمد (١٨٠/٢) نسائي (٤٥/٨) ابن ماجة (٢٦٤٤) ابو داود (٤٥٤٢) طيالسي (١٤٩٩) بيهقي (١٠١/٨) دارقطني (١٢٩/٣) ابن ابي شيبة (٢٨٧/٩) عبدالرزاق (٩٢/١٠) شرح السنة (٢٠٣/١٠) ' (٢٥٤٢)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢١٣٩) كتاب الديات : باب دية الكافر ' ابن ماجة (٢٦٤٤) احمد (٢١٥/٢) نسائي (٥٥/٨)]

(٥) [حسن : صحيح ابو داود (٣٨٠٦) كتاب الديات : باب الدية كم هي ' ابو داود (٤٥٤٢)]

(شافعیؒ) کافر کی دیت چار ہزار درہم ہے۔(۱)

(راجح) بلاتردد امام مالکؒ کا قول ہی برحق ہے کیونکہ یہی حدیث کے زیادہ قریب ہے اور اس کے برخلاف ہر قول مردود و باطل ہے۔

واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ مجوسی کی دیت آٹھ سو (800) درہم ہے' وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن لھیعہ راوی ضعیف ہے۔(۲)

وَدِيَّةُ الْمَرْأَةِ نِصْفُ دِيَةِ الرَّجُلِ وَالْأَطْرَافُ وَغَيْرُهَا كَذٰلِكَ فِي الزَّائِدِ عَلَى الثُّلُثِ	اور عورت کی دیت آدمی کی دیت سے نصف ہے اور جن اعضاء میں دیت کے ثلث سے زائد دیت لاگو ہوتی ہے ان میں بھی یہی اصول ہے۔ ❶

❶ (1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿عقل المرأة مثل عقل الرجل حتى يبلغ الثلث من ديته﴾ ''عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہی ہے حتی کہ وہ اپنی دیت کے ثلث تک پہنچ جائے (یعنی ثلث تک مرد کی طرح ہے اس کے بعد نہیں)۔''(۳)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ﴿فدية المرأة على النصف من دية الرجل﴾ ''عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔''(٤)

(3) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ عورت کی انگلی میں کتنی دیت ہے؟ انہوں نے کہا' دس اونٹ' پھر پوچھا دو انگلیوں میں کتنی ہے؟ انہوں نے کہا' بیس اونٹ' پھر پوچھا تین انگلیوں میں کتنی ہے؟ انہوں نے کہا تیس اونٹ۔ پھر پوچھا چار انگلیوں میں کتنی ہے؟ انہوں نے کہا' بیس اونٹ۔ اس پر ربیعہ نے کہا ﴿لما عظم جرحها واشتدت مصيبتها نقص عقلها؟﴾ ''جس وقت اس کا زخم بڑا ہو گیا اور مصیبت سخت ہو گئی تو اس کی دیت کم ہو گئی ہے؟'' تو سعیدؒ نے کہا کیا تم عراقی ہو؟ (ربیعہ کہتے ہیں) میں نے کہا' دلائل سے ثابت کرنے والا عالم ہوں یا کم علم متعلم ہوں۔ تو سعید نے کہا ﴿هي السنة يا ابن أخي﴾ ''اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ سنت ہے۔''(٥)

جمہور اہل مدینہ' مالکیہ' سعید بن مسیب' امام احمد' امام اسحاق اور امام شافعی رحمہم اللہ وغیرہ سب کا یہی مذہب ہے (کہ جو

(۱) [نيل الأوطار (٥٠٧/٤) المبسوط (٨٤/٢٦) المغنى (١٥/١٢) بداية المجتهد (٤١٤/٢) الأم (٩٢/٦)]

(۲) [تلخيص الحبير (٦٦/٤) نيل الأوطار (٥٠٧/٤) الكامل لابن عدى (١٥٢٤/٤)]

(۳) [ضعيف : إرواء الغليل (٢٢٥٤) دارقطنى (٩١/٣) عبدالرزاق (١٧٧٥٦) نسائى (٤٤/٨)] شیخ حازم علی قاضی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (١٦١٣/٣)]

(٤) [صحيح : إرواء الغليل (٣٠٧/٧) '(تحت الحديث ٢٢٥٠) ابن ابى شيبة (٢/٢٨/١١)]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (٢٥٥٥) موطا (٨٦٠/٢) بيهقى (٦٩/٨)]

اتن نے اختیار کیا ہے)۔(۱)

وَتَجِبُ الدِّيَةُ كَامِلَةً فِي الْعَيْنَيْنِ وَالشَّفَتَيْنِ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَالْبَيْضَتَيْنِ وَفِي الْوَاحِدَةِ مِنْهَا نِصْفُهَا وَكَذٰلِكَ تَجِبُ كَامِلَةً فِي الْأَنْفِ وَاللِّسَانِ وَالذَّكَرِ وَالصُّلْبِ وَأَرْشُ الْمَأْمُومَةِ وَالْجَائِفَةِ ثُلُثُ دِيَةِ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ وَفِي الْمُنَقِّلَةِ عُشْرُ الدِّيَةِ وَنِصْفُ عُشْرِهَا وَفِي الْهَاشِمَةِ عُشْرُهَا وَفِي كُلِّ سِنٍّ نِصْفُ عُشْرِهَا وَكَذَا فِي الْمُوْضِحَةِ

دونوں آنکھوں، ہونٹوں، ہاتھوں، پاؤں اور خصیوں میں پوری دیت ہے اور ان میں سے ایک پر نصف دیت ہے۔ اسی طرح ناک، زبان، ذکر، پشت اور دماغ تک پہنچنے والے اور پیٹ تک پہنچنے والے زخم میں مظلوم کی دیت کا ایک ثلث لاگو ہوگا اور ہڈی کو اپنی جگہ سے ہلا دینے والے زخم میں دیت کا دسواں اور دسویں کا نصف (یعنی پندرہ اونٹ) اور ہڈی کو توڑ دینے والے زخم میں دیت کا دسواں حصہ ہے اور ہڈی کو واضح کرنے والے زخم میں بھی اسی طرح دیت ہوگی۔ ❶

❶ المامومة: ایسا زخم جو دماغ تک پہنچ جائے (یعنی دماغ اور زخم کے درمیان صرف باریک جھلی حائل ہو)۔

المنقلة: وہ زخم جو پیٹ تک پہنچ کر اس میں داخل ہو جائے۔

المنقلة: وہ زخم جو ہڈی کو اپنی جگہ سے ہلا دے۔

الموضحة: جو ہڈی کو توڑے نہ لیکن اسے ظاہر کر دے۔

الهاشمة: ہڈی توڑ دینے والا زخم۔(۲)

(1) حضرت عمرو بن حزم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو جو خط لکھا اس میں یہ بھی تھا کہ ”جس نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کیا اور اس قتل کے گواہ بھی موجود ہوں تو اس پر قصاص لازم ہے الا کہ اگر مقتول کے ورثاء (معاف کرنے پر) رضامند ہو جائیں تو ایک جان کے قتل کی دیت سو اونٹ ہے اور ناک میں بھی پوری دیت ہے جبکہ اسے جڑ سے کاٹا گیا ہو اور دونوں آنکھوں اور زبان اور دونوں ہونٹوں کے عوض بھی پوری دیت ہے۔ اسی طرح عضو مخصوص اور خصیتین میں پوری دیت ہے اور پشت میں بھی پوری دیت ہے اور ایک پاؤں کی صورت میں آدھی دیت ہے اور دماغ کے زخم اور پیٹ کے زخم میں ایک تہائی دیت ہے اور وہ زخم جس سے ہڈی ٹوٹ جائے اس میں پندرہ اونٹ اور ایک دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے اور ایسے زخم میں جس سے ہڈی نظر آنے لگے پانچ اونٹ دیت ہے۔“(۳)

---

(۱) [نيل الأوطار (٥١٠/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٤٩٩/٤) سبل السلام (١٦٠٠/٣) الروضة الندية (٦٦٦/٢)]

(۳) [موطا (٨٤٩/٢) نسائى (٧٧/٨) ابو داود فى المراسيل (٢٥٩) دارمى (١٨٨/٢) ابن حبان (٦٥٥٩) حاكم (٣٩٥/١) بيهقى (٨٧/١) دارقطنى (١٢١/١) ابن خزيمة (٢٢٦٩)]

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ هذه وهذه سواء يعني الخنصر والإبهام ﴾ ''یہ اور یہ یعنی چھنگلی اور انگوٹھا (دیت میں) برابر ہیں۔''(۱)

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ دية أصابع اليدين والرجلين سواء عشر من الإبل لكل إصبع ﴾ ''ہاتھوں اور پاؤں کی دیت برابر ہے۔ ہر انگلی کے بدلے دس اونٹ دیت ہے۔''(۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الأصابع سواء والأسنان سواء الثنية والضرس سواء ﴾ ''تمام انگلیاں برابر ہیں' تمام دانت برابر ہیں ثنیہ (اوپر اور نیچے کے درمیانی دو دانت) اور داڑھ برابر ہے۔''(۳)

(5) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ في المواضح خمس خمس من الإبل ﴾ ''جن زخموں سے ہڈی ظاہر ہو جائے ان میں پانچ اونٹ (دیت) ہے۔''(٤)

(6) سنن أبي داود کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ في كل إصبع عشر من الإبل ...... وفي كل سن خمس من الإبل ﴾ ''ہر انگلی میں دو اونٹ اور ہر دانت میں پانچ اونٹ دیت ہے۔''(٥)

(7) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ أن النبي ﷺ أوجب في الهاشمة عشرا من الإبل ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی توڑ دینے والے زخم میں دس اونٹ واجب کیے ہیں۔''(٦)

(احناف، شافعیہ) ہر (انگلی کے) پورے میں انگلی کی دیت کا ثلث ہے لیکن انگوٹھے کے پورے میں اس کا نصف ہے۔

(مالکؒ) نہیں بلکہ اس میں بھی ثلث ہی ہے۔(۷)

(مالکؒ، شافعیؒ) داڑھ کے ٹوٹنے میں ایک اونٹ ہے اور امام شافعیؒ سے ایک روایت میں یہ قول مروی ہے کہ ہر دانت میں پانچ

---

(۱) [بخاری (٦٨٩٥) كتاب الديات : باب دية الأصابع ' ابو داود (٤٥٥٨) ترمذی (١٣٩٢) نسائی (٥٦/٨) ابن ماجة (٢٦٥٢) عبد بن حميد (٥٧٢) دارمی (١٩٤/٢) احمد (٢٢٧/١)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (٢٢٧٢) ترمذی (١٣٩١) كتاب الديات : باب ما جاء في دية الأصابع ' ابن حبان (٦٠/١٢/١٣)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (٣٨١٣) كتاب الديات : باب أسنان الإبل ' ابو داود (٤٥٥٩) احمد (٢٨٩/١)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٢١٥٠) كتاب الديات : باب الموضحة ' ابن ماجة (٢٦٥٥) إرواء الغليل (٢٢٨٥ ' ٢٢٨٨) نسائی (٥٧/٨) ترمذی (١٣٩٠) احمد (١٧٩/٢)]

(٥) [حسن : صحيح ابو داود (٣٨١٨) كتاب الديات : باب ديات الأعضاء ' ابو داود (٤٥٥٤) نسائی (٥٧/٨) ابن ماجة (٢٦٥٣) ابن الجارود (٧٨١) احمد (٢١٧/٢)]

(٦) [دارقطنی (٢٠١/٣) ' (٣٥٧) بيهقی (٨٢/٨) عبدالرزاق (٣١٤/٩) ' (١٧٣٤٨)]

(٧) [نيل الأوطار (٥٠٢/٤)]

اونٹ ہیں (اور یہی برحق ہے جیسا کہ پیچھے حدیث گزری ہے)۔(۱)

وَمَا عَدَا هٰذِهِ الْمُسَمَّاةِ فَيَكُوْنُ اَرْشُهُ بِمِقْدَارِ نِسْبَتِهِ اِلٰى اَحَدِهَا تَقْرِيْبًا	اور جوان مذکورہ زخموں کے علاوہ زخم ہیں ان کی دیت ان میں سے کسی کی طرف اقرب نسبت کے لحاظ سے ہوگی۔ ❶

❶ اس صورت میں فیصلہ مجتہد کی رائے پر ہوگا نہ کہ گذشتہ صحابہ وتابعین کے اقوال اور فیصلوں پر۔ مثلاً دیکھا جائے گا کہ گوشت کی کتنی مقدار اتری ہے اور کتنی مقدار باقی ہے پھر اس زخم کی مکمل دیت سے اترے ہوئے (گوشت) کے مطابق دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔(۲)

وَفِي الْجَنِيْنِ اِذَا خَرَجَ مَيِّتًا الْغُرَّةُ	اگر پیٹ میں سے بچہ مردہ نکلے تو ایک غلام دیت ہے۔ ❶

❶ غرة: اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے چہرے پر ہوتی ہے اور امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ گویا کہ غرہ سے تمام جسم مراد لیا گیا ہے۔(۳)

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی عورت کے پیٹ کے بچے کے متعلق (جو کہ مردہ ساقط ہوا تھا) ﴿ بغرة عبد أو أمة ﴾ "ایک غلام یا لونڈی ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا"(٤)

(2) ایک روایت میں ہے کہ "قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں جھگڑ پڑیں اور ایک نے دوسری پر پتھر دے مارا۔ اس پتھر سے وہ عورت اور اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا تو اس کے وارث مقدمہ نبی ﷺ کی عدالت میں لائے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ﴿ أن دية جنينها غرة عبد أو وليدة ﴾ "جنین (پیٹ کے بچے) کے بدلے ایک لونڈی یا غلام دیت ہے۔"(٥)

○ دیت کے وجوب کے لیے جنین کی کیا کیفیت وصورت ہونی چاہیے اس میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(احناف) پیدائش کا کچھ حصہ ظاہر ہو جانا ہی کافی ہے مثلاً ناخن اور بال وغیرہ۔(٦)

(مالکیہ) دیت تب واجب ہوگی جب جنین مکمل ہو یا (کم از کم) گوشت کا لوتھڑا بن چکا ہو۔(٧)

---

(۱) [الأم (٤٥٧/١٢) بيهقى (٩٠/٨)]

(۲) [الروضة الندية (٦٦٧/٢) السيل الجرار (٤٥٠/٤)]

(۳) [نيل الأوطار (٥١٢/٤) مختار الصحاح (غرر)]

(٤) [بخارى (٥٧٥٨، ٥٧٥٩) كتاب الطب : باب الكهانة، مؤطا (٨٥٥/٢) ترمذى (١٤١٠) ابو داود (٤٥٧٦) نسائى (٤٧/٨)]

(٥) [بخارى (٥٧٥٩) كتاب الطب : باب الكهانة، مسلم (١٦٨١) نسائى (٤٨/٨) احمد (٢٣٦/٢)]

(٦) [الفتاوى الهندية (٣٤/٦) حاشية ابن عابدين (٥٨٧/٦)]

(٧) [مواهب الجليل للحطاب (٢٥٧/٦) الخرشى (٣٨/٨) حاشية الدسوقى على الشرح الكبير (٢٦٨/٤)]

(شافعی، حنابلہ) دیت اس وقت واجب ہوگی جب گوشت کا لوتھڑا بن چکا ہو اور یہ شہادت سے ثابت بھی ہو جائے۔ شافعیہ کے نزدیک چار عورتوں کی شہادت اور حنابلہ کے نزدیک کچھ ثقہ عورتوں کی شہادت قبول ہوگی۔(۱)

(ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ فقہا نے غرہ (غلام یا لونڈی) کے وجوب میں یہ شرط لگائی ہے کہ جنین ماں کے پیٹ سے مردہ نکلے اور زندہ نکلے گا تو اس میں قصاص یا دیت واجب ہوگی۔(۲)

○ جنین کی موت اگر ماں کی موت کے بعد ہو......

(احناف، مالکیہ) اگر جنین ماں کی موت کے بعد مردہ نکلے تو مارنے والے پر ماں کی دیت ہے اور جنین میں سوائے تعزیر کے کچھ نہیں ہے۔(۳)

(شافعیہ، حنابلہ) مارنے والے پر ماں کی دیت اور جنین کا غلام ادا کرنا واجب ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ ماں کی موت کے بعد مردہ نکلے یا اس کی زندگی میں مردہ نکلے۔(٤)

(راجح) شافعیہ وغیرہ کا مؤقف ہی احادیث کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

وَفِي الْعَبْدِ قِيمَتُهُ وَاَرْشُهُ بِحَسَبِهَا	غلام کی دیت اس کی قیمت ادا کرنا ہے اور اس کے زخموں کا ہرجانہ اس کی قیمت کے حساب سے ہی ہوگا۔ ❶

❶ اس مسئلے میں نبی ﷺ سے کوئی مرفوع روایت تو ہمیں نہیں ملتی لیکن یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے اسی طرح ثابت ہے۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر غلام کی قیمت آزاد کی دیت سے بھی زیادہ ہو جائے تو کیا اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی یا نہیں؟ تو زیادہ راجح بات یہی ہے کہ لازم ہوگی۔(٥)

869- اگر کوئی کسی کا جانور قتل کر دے......

تو اسے اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی اور اسے زخم پہنچانے کی صورت میں بھی اس کی قیمت کے حساب سے ادائیگی کی جائے گی۔ اس لیے کہ غلام اور جانور وغیرہ ایسی اشیا ہیں کہ انسان جن کا مالک بن سکتا ہے تو جو انہیں ہلاک کرے گا اس پر ان کی قیمت یا زخموں کا ہرجانہ ادا کرنا لازم ہوگا۔(٦)

---

(۱) [المهذب (۱۹۸/۲) المغنى (٤٠٦/۸)]

(۲) [فتح البارى (۲٤۷/۱٤)]

(۳) [بدائع الصنائع (۳۲٦/۷) الشرح الكبير (۲٦۹/٤) بداية المجتهد (٤٠۸/۲) القوانين الفقهية (ص/۳٤۷)]

(٤) [المغنى (۸٠۲/۷) كشاف القناع (۲۲/٦) مغنى المحتاج (۱٠۳/٤)]

(٥) [الروضه الندية (٦٦۱/۲)]

(٦) [الروضة الندية (٦٦۹/۲) الفقه الإسلامي وأدلته (٥۷۷۸/۷)]

870- عمارت گرنے کی صورت میں......

عمارت گرنے کی صورت میں (اگر کوئی ہلاک ہو جائے) تو اس کا سبب بننے والے پر ضمانت دینا واجب ہے۔(۱)

871- اگر مؤمن مقتول دشمن کے علاقے میں رہائش پذیر ہو

تو اس میں کوئی دیت نہیں بلکہ صرف ایک مومن غلام آزاد کرنے کا کفارہ ہی ہے۔قرآن میں ہے کہ

﴿ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ﴾ [النساء : ۹۲]

''اگر مقتول تمہاری دشمن قوم کا ہو اور ہو وہ مسلمان تو صرف ایک مومن غلام کی گردن آزاد کرنا لازم ہے۔''

872- اگر اپنے دفاع میں کسی کو قتل کر دے

تو اس پر کوئی دیت اور کفارہ نہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر دریافت کیا کہ اگر کوئی میرا مال چھیننا چاہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' اسے نہ دو' پھر اس نے پوچھا اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تو بھی اس کے ساتھ لڑائی کر' پھر اس نے پوچھا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا' پھر تم شہید ہو۔ پھر اس نے پوچھا اگر میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا﴿ فهو في النار ﴾ ''تو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔''(۲)

(سید سابقؒ) اگر کوئی اس دفاعی قتل کا دعوی کرے اور اس پر دلیل و شواہد قائم کر دے تو اس سے قصاص و دیت ساقط ہو جائے گی ورنہ اسے مقتول کے اولیاء کے حوالے کر دیا جائے گا وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔(۳)

(۱) [الفقہ الإسلامی وأدلتہ (۵۷۹۰/۷)]

(۲) [مسلم (۱٤۰) کتاب الإیمان : باب الدلیل علی من قصد أخذ مال غیر بغیر حق ' احمد (۳۳۹/۲)]

(۳) [فقہ السنۃ (۷۵/۳)]

باب القسامة ❶ — قسمیں تقسیم کرنے کا بیان

إِذْ كَانَ الْقَاتِلُ مِنْ جَمَاعَةٍ مَحْصُوْرِيْنَ ثَبَتَتْ وَهِيَ خَمْسُوْنَ يَمِينًا	اگر قاتل محصور جماعت سے ہو تو قسامت ثابت ہو جائے گی اور وہ پچاس قسمیں ہے۔❶

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ قسامة کا معنی ہے ''دشمن اور مسلمانوں کے درمیان صلح' یا جماعت جو کسی چیز کے لیے قسم اٹھائے اور پھر وہ اسے وصول کرلے۔'' باب أَقْسَمَ يُقْسِمُ (إفعال) قسم کھانا' باب قَاسَمَ يُقَاسِمُ (مفاعلة) قسم اٹھوانا۔(۱)

شرعی تعریف: (احناف) ایسی متعدد قسمیں جو قتل کے دعوے میں اٹھائی جائیں اور وہ پچاس قسمیں ہیں جنہیں (اہل محلّہ) کے پچاس افراد اٹھائیں گے۔(۲)

(جمہور) ایسا حلف جسے مقتول کے اولیاء مجرم پر قتل ثابت کرنے کے لیے اٹھائیں کہ اللہ کی قسم! فلاں نے اسے قتل کیا ہے۔(۳)

مشروعیت: حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری صحابی سے بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أقر القسامة علی ما كانت عليه فی الجاهلية ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسامت کو اسی پر برقرار رکھا جس پر جاہلیت میں تھا۔''(۴)

قسامت کی صورت: قسامت کی صورت یہ ہے کہ کسی بستی یا شہر میں کوئی آدمی مقتول پایا جائے جبکہ اس کے قاتل کا علم نہ ہو اور اس کے قتل پر کوئی گواہ بھی کھڑا نہ ہو۔ لیکن مقتول کا ولی اس کے قتل کا الزام کسی آدمی یا جماعت پر لگائے اور ان کے خلاف ثبوت کمزور ہو جس علاقے میں مقتول پایا گیا ہے اس کی ان کے ساتھ دشمنی تھی تو پھر مقتول کے اولیاء سے ان کے خلاف پچاس قسمیں کھانے کا حکم دیا جائے گا اگر انہوں نے قسمیں اٹھا لیں تو دیت کے مستحق قرار پائیں گے جبکہ قتل خطا یا قتل شبہ عمد ہو اور اگر قتل عمد کیا گیا ہو تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے قدیم قول کے مطابق اور امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کے نزدیک وہ قصاص کے مستحق ہوں گے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے صحیح ترین قول کے مطابق قتل عمد میں بھی وہ دیت لینے کے ہی مستحق ہوں گے۔

اور اگر مقتول کے اولیاء اعراض کریں اور قسم اٹھانے سے گریز کریں اور پیچھے ہٹیں تو پھر جن کے خلاف انہوں نے دعوی کیا

---

(۱) [المنجد (ص/۶۹۱) القاموس المحيط (ص/۱۰۳۶)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۵۸۰۵/۷) بدائع الصنائع (۲۸۶/۷) الكتاب مع اللباب (۱۷۲/۳) تبيين الحقائق (۱۶۹/۶) الدر المختار (۴۴۲/۵)]

(۳) [الشرح الكبير (۲۹۳/۴) بداية المجتهد (۴۲۱/۲) مغنی المحتاج (۱۰۹/۴) المهذب (۳۱۸/۲) المغنی (۶۸/۸) كشاف القناع (۶۶/۶)]

(۴) [مسلم (۱۶۷۰) كتاب القسامة والمحاربين : باب القسامة' احمد (۶۲/۴) نسائی (۴/۸)]

ہے ان کو قسمیں اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔ وہ اس بات کی قسم اٹھائیں گے کہ نہ تو انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ ہی انہیں اس کے قاتل کا علم ہے۔ اگر وہ قسم اٹھالیں تو بری ہو جائیں گے اور ان پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی اور اگر انہوں نے قسم اٹھانے سے گریز کیا اور منہ پھیرا تو ان پر دیت کی ادائیگی لازم کر دی جائے گی۔(۱)

جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے کہ قسامت مشروع ہے۔(۲)

❷ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ ﴿ فتبرئكم يهود بخمسين يمينا ﴾ ''یہود پچاس قسموں کے ساتھ تم سے (اپنے آپ کو) بری کر لیں گے۔''(۳)

يَخْتَارُهُمْ وَلِيُّ الْقَتِيلِ وَالدِّيَةُ إِنْ نَكَلُوا عَلَيْهِمْ وَإِنْ حَلَفُوا سَقَطَتْ	قسم کھانے والوں کو مقتول کا ولی منتخب کرے گا۔ اگر وہ قسم کھانے سے انکار کریں تو ان پر دیت لازم ہوگی اور اگر قسم کھالیں تو دیت ساقط ہو جائے گی۔ ❶

❶ حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے جاہلیت کی قسامت کو برقرار رکھا۔ جاہلیت کی قسامت یہ ہے کہ (طویل حدیث میں ہے کہ) قاتل معین شخص تھا تو ابو طالب اس کے پاس آئے اور کہا ﴿ اخترمنا إحدى ثلاث إن شئت أن تؤدى مائة من الإبل فإنك قتلت صاحبنا وإن شئت حلف خمسون من قومك إنك لم تقتله فإن أبيت قتلناك به ﴾ ''ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک پسند کر لو اگر تم چاہو تو سو اونٹ دیت دے دو کیونکہ تم نے ہمارے قبیلے کے آدمی کو قتل کیا ہے اور اگر چاہو تو تمہارے قبیلے کے پچاس آدمی یہ قسم اٹھالیں کہ تم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اگر تم اس کے لیے تیار نہیں تو ہم تمہیں اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔'' وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا تو وہ قسم کھانے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر بنو ہاشم کی ایک عورت ابو طالب کے پاس آئی جو اسی قبیلے کے ایک شخص کی منکوحہ تھی اور اپنے اس شوہر سے اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ اس نے کہا اے ابو طالب! آپ مہربانی کریں اور ان پچاس آدمیوں میں سے میرے اس لڑکے کو معاف کر دیں اور جہاں قسمیں لی جاتی ہیں (یعنی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان) اس سے وہاں قسمیں نہ لیں۔ ابو طالب نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد ان کا ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا اے ابو طالب! آپ نے سو اونٹوں کی جگہ پچاس آدمیوں سے قسم طلب کی ہے۔ اس طرح ہر شخص پر دو اونٹ پڑتے ہیں۔ یہ اونٹ آپ میری طرف سے قبول کر لیں اور مجھے اس مقام پر قسم کے لیے مجبور نہ کریں جہاں قسم لی جاتی ہے۔ ابو طالب نے اس بات کو بھی منظور کر لیا۔ اس کے بعد باقی اڑتالیس (48) آدمیوں نے قسم اٹھالی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی اس واقعے کو پورا

---

(۱) [سبل السلام (۱۶۲۱/۳ـ۱۶۲۲) فقه السنة (۷۹/۳) الروضة الندية (۶۶۹/۲ـ۶۷۰)]

(۲) [نيل الأوطار (۴۷۴/۴)]

(۳) [مسلم (۱۶۶۹) كتاب القسامة والمحاربين : باب القسامة ' بخاری (۶۸۹۸ ' ۶۸۹۹) ابو داود (۴۵۲۰) ترمذی (۱۴۲۲) نسائی (۵/۸) ابن ماجة (۲۶۷۷)]

سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اڑتالیس آدمیوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں رہا جو آنکھ ہلا سکتا ہو۔'' (۱)

وَإِنِ الْتَبَسَ الْأَمْرُ كَانَتْ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ	اگر معاملہ مشتبہ ہو جائے تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔ ❶

❶ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود اپنی تنگ دستی کی وجہ سے خیبر کی طرف نکلے۔ محیصہ نے آ کر اطلاع دی کہ عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا گیا ہے۔ محیصہ یہود کے پاس آیا اور کہا کہ خدا کی قسم! تم لوگوں نے اسے قتل کیا ہے۔ وہ بولے اللہ کی قسم! ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ پھر محیصہ اور اس کا بھائی حویصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل تینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پہنچے اور محیصہ نے گفتگو کرنی چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے کو بات کرنے دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھی جو تم میں عمر میں بڑا ہے اسے بات کرنی چاہیے۔ چنانچہ حویصہ نے بیان کیا پھر محیصہ بولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إما أن يدوا صاحبكم وإما أن ياذنوا بحرب ﴾ ''وہ لوگ یا تو تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں گے یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔'' پھر اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خط تحریر فرمایا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ اللہ کی قسم ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حویصہ' محیصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل سے فرمایا ﴿ أتحلفون وتستحقون دم صاحبكم ﴾ ''کیا تم لوگ قسم کھا کر اپنے ساتھی کے خون کے حقدار بنو گے؟'' انہوں نے جواب دیا' نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ ﴿ فيحلف لكم يهود ﴾ ''تم کو یہودی قسم دیں۔'' انہوں نے جواب دیا کہ وہ تو مسلمان نہیں (اس لیے ان کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت اپنے پاس سے دی (یعنی بیت المال سے) اور ان کو سو اونٹنیاں بھیج دیں۔ (۲)

(صدیق حسن خانؒ) اہل علم نے قسامت کی کیفیت میں بہت زیادہ اختلاف کیا ہے لیکن جو ماتن نے بیان کر دیا ہے وہی اقرب الی الحق اور شرعی قواعد کے زیادہ مطابق ہے۔ (۳)

873- دو ضعیف روایات

(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بستیوں کے درمیان ایک مقتول دیکھا تو بستیوں کا درمیانی فاصلہ ماپنے کا حکم دیا۔ دونوں جانبوں میں سے ایک کی طرف وہ ایک بالشت زیادہ قریب تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر دیت ڈال دی۔ (٤)

(۱) [بخاری (۳۸٤٥) کتاب مناقب الأنصار : باب القسامة فی الجاهلية ' نسائی (۲/۸)]

(۲) [بخاری (۲۷۰۲ ' ۳۱۷۳) کتاب الجزية والموادعة : باب الموادعة والمصالحة مع المشركين بالمال ' مسلم (۱٦٦۹) مؤطا (۸۷۷/۲) ابو داود (٤٥۲۰) ترمذی (۱٤۲۲)]

(۳) [الروضة الندية (٦۷۳/۲)]

(٤) [بیهقی (۱۲٦/۸) یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں اسماعیل بن اسحاق رافضی منکر الحدیث راوی ہے اور اس کی توہین کرنے پر اجماع ہے۔ [المجروحین (۱۲٤/۱) الضعفاء للعقیلی (۷٥/۱)]

(2) جس روایت میں ہے کہ یہود نے قسم کھانے سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے ان پر دیت ڈال دی" وہ ضعیف ہے۔(۱)

○ قسامت صرف خون (قتل) میں ہی ہے۔(۲)

○ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پہلی جماعت کے لوگ قسامت کے ساتھ کسی کو قتل نہیں کرتے تھے۔(۳)

○ (جمہور، شافعیؒ، احمدؒ) پہلے مدعین سے قسم لی جائے گی اگر وہ انکار کر دیں تو پھر مدعی علیہم پر قسم پیش کی جائے گی۔

(اہل کوفہ) ان کا مذہب جمہور کے برعکس ہے۔(٤)

(راجح) جمہور کا موقف حدیث کے مطابق ہے۔(٥)

874- قسامت کے لیے شبہ یا علامت کا ہونا ضروری ہے

(ابن حجرؒ) اس بات پر سب متفق ہیں کہ مجرد اولیاء کے دعوے سے قسامت واجب نہیں ہو گی حتی کہ کوئی شبہ نہ مل جائے۔(٦)

(جمہور، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) قسامت کسی شبہ یا علامت کے بغیر نہیں ہو گی۔(۷)

○ قسامت کے لیے احناف نے سات شروط لگائی ہیں:

① مقتول کے ساتھ قتل کی کوئی علامت ہونا لازم ہے مثلاً زخم یا ضرب کا نشان وغیرہ۔

② قاتل مجہول ہو۔

③ مقتول اولادِ آدم سے ہو۔ کیونکہ جانوروں میں قسامت نہیں۔

④ مقتول کے اولیاء کی طرف سے فیصلے کے لیے دعوی دائر کرنا۔

⑤ مدعی علیہ کا انکار کر دینا۔

⑥ قسامت کا مطالبہ کرنا۔

⑦ جس جگہ مقتول پایا گیا ہے وہ کسی انسان کی ملکیت یا حفاظت میں ہو۔(۸)

---

(۱) [نصب الراية (٣٩٢/٤) المختصر للمنذرى (٣٢٣/٦)]

(۲) [بيهقى (١٢٢/٨) الفقه الإسلامى وأدلته (٥٨١٠/٧)]

(۳) [ابن أبى شيبة (٤٤٤/٥)، (٢٧٨٣٢)]

(٤) [المغنى (١٩١/١٢) كشاف القناع (٦٦/٦) بداية المجتهد (٤٢٦/٢) الأم (٩١/٦) بدائع الصنائع (٤٧٣٥/١٠) نيل الأوطار (٤٧٧/٤) تبيين الحقائق (١٧٠/٦)]

(٥) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: بخارى (٧١٩٢)]

(٦) [فتح البارى (٢٢٧/١٤)]

(٧) [الشرح الكبير (٢٨٧/٤) بداية المجتهد (٤٢٢/٢) مغنى المحتاج (١١١/٤) نهاية المحتاج (١٠٥/٧) المهذب (٣١٨/٢) المغنى (٦٨/٨) كشاف القناع (٦٨/٦) القوانين الفقهية (ص/٣٤٩)]

(٨) [بدائع الصنائع (٢٨٧/٧) الكتاب مع اللباب (١٧٣/٣) تبيين الحقائق (١٧١/٦) الدر المختار (٤٤٣/٥)]

○ بعض حضرات کے نزدیک قسامت ثابت نہیں ہے۔ان میں ابوقلابہ' حضرت سالم' حکم بن عتیبہ' امام قتادہ' حضرت سلیمان' ابراہیم' امام مسلم' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ شامل ہیں۔ان کے نزدیک قسامت شرعی اصولوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہے مثلاً ﴿ البينة على المدعى واليمين على من أنكر ﴾ حدیث ہے کہ ''دلیل پیش کرنا مدعی پر لازم ہے اور قسم کھانا منکر پر ہے۔'' لیکن قسامت میں مدعی بھی قسمیں کھاتا ہے۔

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ قسامت کو حدیث نے عام دلائل سے خاص کر دیا ہے' اس پر عمل نہیں چھوڑا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں انسانی جانوں کی حفاظت اور مجرموں کے لیے زجر وتوبیخ ہے اور یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے یہ مشروع نہیں' بالکل بے بنیاد بات ہے کیونکہ پہلی بات یہ ہے کہ کسی عمل کے مشروع ہونے کے لیے آپ ﷺ کا حکم ضروری نہیں بلکہ آپ ﷺ کا عمل ہی کافی ہے دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کا ان پر یہ معاملہ پیش کرنا کہ ''یا وہ تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔'' دلیل ہے کہ یہ مشروع تھا اسی لیے آپ نے ایسا فرمایا۔(۱)

○ قسامت میں غیر مسلم کی قسموں کا بھی اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ سہل کی حدیث میں یہود کی قسموں کا ذکر ہے۔(۲)

(۱) [نيل الأوطار (٤٧٥/٤) الفقه الإسلامى وأدلته (٥٨١٠/٧) فقه السنة (٨٢/٣ ـ ٨٣)]

(۲) [بخاری (۲۷۰۲)]

كتاب الوصية

وصیت کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ ...... الْوَصِيَّةُ﴾ [البقرة: ۱۸۰]

''تم پر...... وصیت فرض کر دی گئی ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ فلا وصية لوارث ﴾

''کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔''

[صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۱۷۸۸)]

کتاب الوصیة ❶
وصیت کے مسائل

تَجِبُ عَلٰی مَنْ لَهُ مَا يُوْصِيْ فِيْهِ	وصیت اس پر واجب ہے جس کے پاس قابل وصیت کوئی چیز ہو۔ ❶

❶ **لغوی وضاحت:** وصیت سے مرادوہ چیز بھی ہے جس کی وصیت کی جائے اور بمعنی مصدر وصیت کرنا۔ باب اَوْصٰی يُوْصِيْ (إفعال) غیر سے کسی کام کا عہد کرنا زندگی میں یا وفات کے بعد۔ باب تَوَاصٰی يَتَوَاصٰی (تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت کرنا۔ باب اِسْتَوْصٰی يَسْتَوْصِيْ (استفعال) وصیت قبول کرنا۔ وَصِيّ سے مراد وصیت کرنے والا ہے یا جسے وصیت کی جائے۔(۱)

شرعی تعریف: ایسا خاص عہد جس کی نسبت مرنے کے بعد کسی کام کی طرف کی گئی ہو۔(۲)

مشروعیت: (1) ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۸۰]

''تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے وصیت کر جائے۔''

(2) ﴿ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ۱۲]

''اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد۔''

❷ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما حق امرئ مسلم يبيت ليلتين وله شيئ يريد أن يوصى فيه إلا ووصيته مكتوبة عند رأسه ﴾ ''کسی مسلمان کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی چیز کو وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر دو راتیں بھی اس حالت میں گزار دے کہ اس کے پاس وصیت تحریری شکل میں موجود نہ ہو۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿ لم أبت ليلة منذ سمعت رسول الله يقول ذلك إلا ووصيتي عندي ﴾ ''جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے ایک رات بھی ایسی نہیں گزاری کہ میری وصیت میرے پاس نہ ہو۔''(۳)

(۱) [المنجد (ص/ ۹۷۰) القاموس المحيط (ص/ ۱۲۰۸) الفقه الإسلامی وأدلته (۷۴۳۹/۷)]

(۲) [سبل السلام (۱۲۸٤/۳) نيل الأوطار (۹٦/٤)]

(۳) [بخاری (۲۷۳۸) كتاب الوصايا : باب الوصايا ' مسلم (۱٦۲۷) مؤطا (۷٦۱/۲) ابو داود (۲۸٦۲) نسائی (۲۳۸/٦) ترمذی (۲۱۱۸) ابن ماجة (۲۷۰۲) دارمی (٤۰۲/۲) طیالسی (۱۸٤۱) ابن الجارود (۹٤٦) بیهقی (۲۷۲/٦) ابن حبان (٦۰٦/۷) حمیدی (۳۰٦/۲) دارقطنی (۱۵۰/٤) شرح السنة (۲۷۷/۵) الحلية لأبی نعيم (۳۵۲/٦) احمد (۱۰/۲) بدائع المنن للشافعی (۱۲۹/۲)]

(2) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ﴾

[البقرة : ۱۸۰]

''تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابتداروں کے لیے وصیت کر جائے۔''

اس آیت میں موجود والدین واقرباء کے لیے وصیت کا حکم آیت میراث سے منسوخ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن الله أعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو حق دے دیا ہے اب وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔''

ثابت ہوا کہ نسخ کا حکم صرف والدین اور ورثاء کے لیے ہے لیکن جس کے لیے میراث میں حصہ نہیں اس کے حق میں وصیت کرنے کا حکم ٹھیک اسی طرح برقرار ہے جیسے پہلے تھا۔(۱)

اس آیت کے حکم کے ساتھ حدیث کے ان الفاظ کو بہرحال مدنظر رکھا جائے گا ﴿ يريد أن يوصى ﴾ ''وہ وصیت کرنا چاہتا ہو۔''

وصیت کے واجب یا مستحب ہونے میں اختلاف ہے:

(جمہور) وصیت کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

(شافعیؒ، اسحاقؒ) وصیت کرنا واجب ہے۔ امام عطاءؒ، امام زہریؒ اور امام ابن جریرؒ کا بھی یہی موقف ہے۔(۲)

(ابن حجرؒ) جمہور کا قول راجح ہے۔

(راجح) اس شخص کے لیے وصیت کرنا واجب ہے جس پر دوسروں کے حقوق ہوں مثلاً امانت اور قرض وغیرہ' نیز اس کے پاس مال بھی ہو اور ان حقوق سے وصیت کے علاوہ خلاصی حاصل کرنا بھی ممکن نہ ہو اور جس میں ان شرائط میں سے ایک بھی کم ہوئی تو اس کے حق میں وصیت واجب نہیں۔(۳)

﴿ ووصيته مكتوبة ﴾ ''اور اس کی وصیت لکھی ہوئی ہو'' حدیث کے ان الفاظ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ خط و کتابت پر اعتماد جائز ہے اگرچہ گواہی نہ بھی موجود ہو۔ اور امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ کتابت کا ذکر محض مبالغے کے لیے کیا گیا ہے ورنہ بغیر کتابت کے بھی وصیت کو شہادت کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔(٤)

---

(۱) [تيسير العلى القدير (۱۳۹/۱)]

(۲) [سبل السلام (۱۲۸۵/۳)]

(۳) [سبل السلام (۱۲۸۵/۳)]

(٤) [نيل الأوطار (۹۸/٤) سبل السلام (۱۲۸۵/۳)]

وَلَا تَصِحُّ ضِرَارًا	کسی وارث کو نقصان پہنچانے کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آدمی یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے رہتے ہیں لیکن جب موت آتی ہے تو وصیت میں (ورثاء کو) نقصان پہنچا جاتے ہیں۔ اس وجہ سے ان پر جہنم کی آگ واجب ہو جاتی ہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ...... ﴾ [النساء : ١٢]

''اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جبکہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔''(١)

اگرچہ حدیث میں ضعف ہے لیکن اس مسئلے میں یہ آیت ہی کافی ہے۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ الإضرار فی الوصیة من الکبائر ﴾ ''وصیت میں (ورثاء کو) نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں سے ہے۔''(٢)

ضرر کی اقسام میں سے یہ بھی ہے کہ ورثاء میں بعض کو بعض پر فضیلت دے دینا یا ورثاء کو نقصان پہنچانے کے لیے مال نکالنے کی وصیت کر جانا۔ دلائل کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نقصان پہنچانے والی وصیت نافذ نہیں ہو گی خواہ وہ ثلث مال سے ہو یا اس سے کم یا زیادہ کے ساتھ ہو۔(٣)

وَلَا لِوَارِثٍ وَلَا فِيْ مَعْصِيَةٍ	اور نہ ہی کسی وارث کے لیے جائز ہے ❶ اور نہ ہی کسی معصیت کے کام میں درست ہے۔ ❷

❶ (1) حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن الله أعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے لہٰذا اب کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔''(٤)

(١) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٦١٤) کتاب الوصایا : باب ما جاء فی کراهیة الإضرار فی الوصیة، ضعیف ترمذی (٣٧٦) ضعیف ابن ماجة (٥٩١) ابو داود (٢٨٦٧) ترمذی (٢١١٧) اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ [المجروحین (٣٦١/١) الجرح والتعدیل (٣٨٢/٤) میزان الاعتدال (٢٨٣/٣) تقریب التهذیب (٣٥٥/١) المغنی (٣٠١/١)]

(٢) [دارقطنی (١٥١/٤) تفسیر ابن کثیر (٤٧١/١) عبدالرزاق (٨٨/٩)، (١٦٤٥٦)]

(٣) [نیل الأوطار (١٠٠/٤)]

(٤) [صحیح : صحیح ابن ماجة (٢١٩٢) کتاب الوصایا : باب الدین قبل الوصیة، إرواء الغلیل (٨٨/٦ ـ ٨٩) ترمذی (٢١٢١) کتاب الوصایا : باب ما جاء لا وصیة لوارث، نسائی (٢٤٧/٦) ابن ماجة (٢٧١٢) احمد (١٨٦/٤) دارمی (٤١٩/٢) طیالسی (١٣١٧) ابو یعلی (٧٨/٣) بیهقی (٢٦٤/٦)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة﴾ ''وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے إلا کہ ورثاء چاہیں (پھر جائز ہے)۔'' (١)

(شوکانیؒ) اگر دوسرے ورثاء راضی ہوں تو (ورثاء کے لیے بھی) وصیت درست ہوگی اور یہ ایسے ہی ہے جیسے عام سے خاص کی صورت ہوتی ہے۔

(ابن حجرؒ) اگر ان الفاظ کی زیادتی ﴿إلا أن يشاء الورثة﴾ صحیح ہے تو یہ واضح دلیل ہے۔ اور انہوں (اہل علم) نے معنوی اعتبار سے بھی حجت پکڑی ہے کہ دراصل ممانعت دوسرے ورثاء کے حق کی وجہ سے ہے۔ اگر وہی اجازت دے دیتے ہیں تو پھر ممانعت نہیں ہے۔ (٢)

(مالکؒ) وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے إلا کہ میت کے ورثاء اجازت دے دیں۔ (٣)

(صدیق حسن خانؒ) اسی پر اہل علم ہیں۔ (٤)

❷ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن الله تصدق عليكم بثلث أموالكم عند وفاتكم زيادة في حسناتكم ليجعلها لكم زيادة في أعمالكم﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری وفات کے وقت تمہارے ثلث مال کے بدلے تمہاری نیکیوں میں اضافے کا صدقہ کیا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے تمہارے (اچھے) اعمال میں زیادتی کر دے۔'' (٥)

یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ ثلث مال کی وصیت سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت کے کام میں وصیت کرنا (جائز نہیں کیونکہ) کتاب وسنت نے معصیت سے اجتناب کا حکم دیا ہے اگرچہ وصیت میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ وہ معصیت کے بغیر ہو لیکن وہ دلائل جو معصیت سے اجتناب پر دلالت کرتے ہیں معصیت کی وصیت سے اجتناب پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ (٦)

وَهِيَ فِي الْقُرَبِ مِنَ الثُّلُثِ	اور یہ قربت (ثواب کے کام) میں ثلث تک کی جاسکتی ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش لوگ (وصیت کو) ثلث سے ربع تک کم کرلیں (تو مجھے یہی پسند

(١) [حسن : تلخيص الحبير (١٩٩/٣) دارقطنی (٩٧/٤) بیهقی (٢٦٣/٦) حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔]

(٢) [نيل الأوطار (١٠٥/٤ ـ ١٠٦) فتح الباری (٢٥/٦)]

(٣) [موطا مع المسوی (٧٤/٢)]

(٤) [الروضة الندية (٦٧٩/٢)]

(٥) [حسن : إرواء الغليل (١٦٤١) ابن ماجة (٢٧٠٩) كتاب الوصايا : باب الوصية بالثلث ' نصب الراية (٤٠٠/٤) بيهقی (٢٦٩/٦) دار قطنی (١٥٠/٤) تلخيص الحبير (٩١/٤) مجمع الزوائد (٢١٢/٤) احمد (٤٤١/٦) كشف الأستار (١٣٩/٢) الحلية لأبي نعيم (١٠٤/٦)]

(٦) [الروضة الندية (٦٨٠/٢)]

ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الثلث والثلث کثیر ﴾ ''ثلث کی وصیت کر دو لیکن ثلث بھی بہت زیادہ ہے۔''(۱)

(2) حضرت سعد بن اُبی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں مالدار آدمی ہوں اور میری وارث صرف میری ایک ہی بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال کو صدقہ وخیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں۔ انہوں نے دوبارہ عرض کیا کہ میں اپنے مال کا نصف حصہ خیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں۔ انہوں نے تیسری مرتبہ عرض کیا' تو کیا میں ایک تہائی مال صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ الثلث والثلث کثیر إنك إن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس ﴾ ''ہاں' مگر ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے۔ تیرا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ جانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو ان کو محتاج چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔''(۲)

(3) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے وفات کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے جب کہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال بھی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان قرعہ ڈال کر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام بنا دیا۔(۳)

(4) حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لو شهدته قبل أن يدفن لم يدفن في مقابر المسلمين ﴾ ''اگر میں اسے دفن کرنے سے پہلے حاضر ہوتا (جس نے وفات کے وقت اپنے سارے غلام آزاد کر دیے تھے) تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن کیا جاتا۔''(٤)

(نوویؒ) اگر ورثاء فقیر ہوں تو بہتر یہی ہے کہ ثلث سے بھی کم مال میں وصیت کی جائے اور اگر غنی ہوں تو پھر مستحب نہیں ہے۔(٥)

875- اگر کوئی وارث ہی نہ ہو......

تو کیا پھر ثلث سے زائد مال میں وصیت کی جا سکتی ہے اس مسئلے میں اختلاف ہے:

(۱) [بخاری (۲۷٤۳) کتاب الوصایا : باب الوصية بالثلث ' مسلم (۱٦۲۹)]

(۲) [موطا (۷٦۳/۲) بخاری (۱۲۹٥) کتاب الجنائز : باب رثاء النبی سعد بن خولة ' مسلم (۱٦۲۸) ابو داود (۲۸٦٤) ترمذی (۲۱۱٦) نسائی (۲٤۱/٦) ابن ماجة (۲۷۰۸) احمد (۱۷۹/۱) دارمی (٤۰۷/۲) منحة المعبود (۲۸۲/۱) عبد الرزاق (٦٤/۹) حمیدی (۳٦/۱) ابن الجارود (۹٤۷) ابو یعلی (۹۲/۲) ابن حبان (٤۲۳٥) شرح معانی الآثار (۳۷۹/٤) بیهقی (۲٦۸/٦)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳۳٤۹) کتاب العتق : باب فیمن أعتق عبيدا له لم يبلغهم الثلث ' ابو داود (۳۹٥۸) احمد (٣٤١/٥) نسائی (۱۹٤۹ـ الکبری)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۳۳٥۱) کتاب العتق : باب فیمن أعتق عبيدا له لم يبلغهم الثلث ' ابو داود (۳۹٦۰)]

(٥) [شرح مسلم (۸۹/٦ـ ۹۰)]

(جمہور) ثلث سے زائد مال میں وصیت کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔

(احناف) اِس صورت میں ثلث مال سے زائد میں بھی وصیت جائز ہے کیونکہ قرآن میں مطلق طور پر وصیت کا ذکر ہے پھر سنت نے اسے اُس کے لیے مقید کر دیا جس کا وارث ہے اور جس کا وارث نہیں ہے وہ قرآن کے اطلاق پر ہی باقی رہے گا۔(۱)

لیکن قرض کو پہلے ادا کرنا واجب ہے ❶ جو شخص قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑے تو حاکم وقت بیت المال سے اسے ادا کرے گا۔ ❷	وَيَجِبُ تَقْدِيمُ قَضَاءِ الدُّيُونِ وَمَنْ لَمْ يَتْرُكْ مَا يَقْضِي دَيْنَهُ قَضَاهُ السُّلْطَانُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ

❶ (1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ قضى بالدين قبل الوصية ﴾ ”نبی ﷺ نے وصیت سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔“ (۲)

(2) حضرت سعد بن اَطول کا بھائی فوت ہوا تو اس نے تین سو درہم اور اہل وعیال پیچھے چھوڑے۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے ان درہموں کو اس کے گھر والوں پر خرچنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن أخاك محتبس بدينه فاقض عنه ﴾ ”بیشک تمہارا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے قید کیا گیا ہے تو اس کی طرف سے ادائیگی کر دے۔“

انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ادا کر دیے ہیں صرف ایک عورت نے دیناروں کا دعوی کیا ہے لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ فأعطها فإنها محقة ﴾ ”اسے ادا کر دو کیونکہ وہ حقدار ہے۔“ (۳)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من خلف مالا أو حقا فلورثته ومن خلف كلا أو دينا فكله إلي ودينه إلي ﴾ ”جس نے کوئی مال یا حق پیچھے چھوڑا وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس نے کوئی بوجھ یا قرض چھوڑا تو اس کا بوجھ میری طرف ہے اور اس کا قرض بھی میری طرف ہے۔“ (٤)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں احادیث مروی ہیں۔(٥)

---

(۱) [الأم (٣٦/٤) المهذب (٤٥١/١) حاشية ابن عابدين (٦٥٦/٦)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث / ٢٧٥٠) كتاب الوصايا : باب تاويل قوله تعالى : من بعد وصية يوصى بها أودين]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٩٧٣) كتاب الأحكام : باب أداء الدين عن الميت ' احمد (١٣٦/٤) ابن ماجة (٢٤٣٣)]

(٤) [بخاری (٢٢٩٨ ' ٥٣٧١) كتاب النفقات : باب قول النبي ﷺ من ترك كلا أوضياعا فإلى ' مسلم (١٦١٩) ترمذی (١٠٧٠) نسائی (٦٦/٤) احمد (٣٣٠/٣) ابو داود (٣٣٤٣) موارد الظمآن (١١٦٢) دار قطنی (٧٩/٣)]

(٥) [بيهقى (٧٣/٦) دار قطنى (٧٨/٣) مجمع الزوائد (٣٣٢/٥) تلخيص الحبير (٤٨/٣)]

متفرقات

876- چند ضروری مسائل

- کافر کی وصیت اچھے کاموں میں بھی بے سود ہے اس لیے اس کی تنفیذ واجب نہیں۔(۱)
- کسی کے حق میں خلافت کی وصیت کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔(۲)
- وصی کے لیے اپنے ذاتی مال سے میت کا قرض ادا کر دینا بھی درست ہے۔(۳)
- اُقارب میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔(٤)
- جسے یتیم کے مال کی وصیت کی جائے وہ اس کے مال سے معروف طریقے سے کھا سکتا ہے جب کہ وہ حاجتمند ہو۔(٥)
- حمل (جو بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہے) کے لیے وصیت کرنا درست ہے' بشرطیکہ وصیت کے وقت حمل متحقق ہو چکا ہو۔(٦)

- فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کے لیے وصیت کی جا رہی ہے وہ معلوم ومعین ہونا چاہیے خواہ ایک شخص ہو یا جماعت لیکن جس چیز کی وصیت کی جا رہی ہے اس کا معلوم ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ مال کے ایک (غیر معین) حصے کی وصیت کر جانا۔(۷)

❀❀❀

---

(۱) [حسن : صحيح ابو داود (۲۵۰۷) كتاب الوصايا : باب ماجاء في وصية الحربي يسلم وليه...... ' ابو داود (۲۸۸۳) احمد (۱۸۱/۲)]

(۲) [بخاری (۷۲۱۸) كتاب الأحكام : باب الاستخلاف ' مسلم (۱۸۲۳)]

(۳) [نيل الأوطار (۱۱۷/٤) احمد (۱۳٦/٤) ابن ماجة (۲٤۳۳) طبراني كبير (٥۷/٦) بيهقي (۱٤۲/۱۰) الدولابي في الكنى (۱۳٥/۱) عبد بن حميد (۳۰٥) ابن سعد (٤۰/۷)]

(٤) [بخاری (۲۷٥۳) كتاب الوصايا : باب هل يدخل النساء والولد في الأقارب]

(٥) [بخاری (۲۷٦٤ ' ۲۷٦٥) كتاب الوصايا : باب وما للوصي أن يعمل في مال اليتيم]

(٦) [الدر المختار (٤٦۲/۲/٥) الشرح الصغير (٥۸۱/٤) مغني المحتاج (٤۰/۳) المهذب (٤٥۱/۱) المغني (٥٦/٦)]

(۷) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷٥۲۱/۷) بدائع الصنائع (۳٥٦/۷) القوانين الفقهية (ص/٤۰٦) المهذب (٤٥۲/۱) غاية المنتهى (۳٦۳/۲)]

کتاب المواریث

وراثت کے مسائل
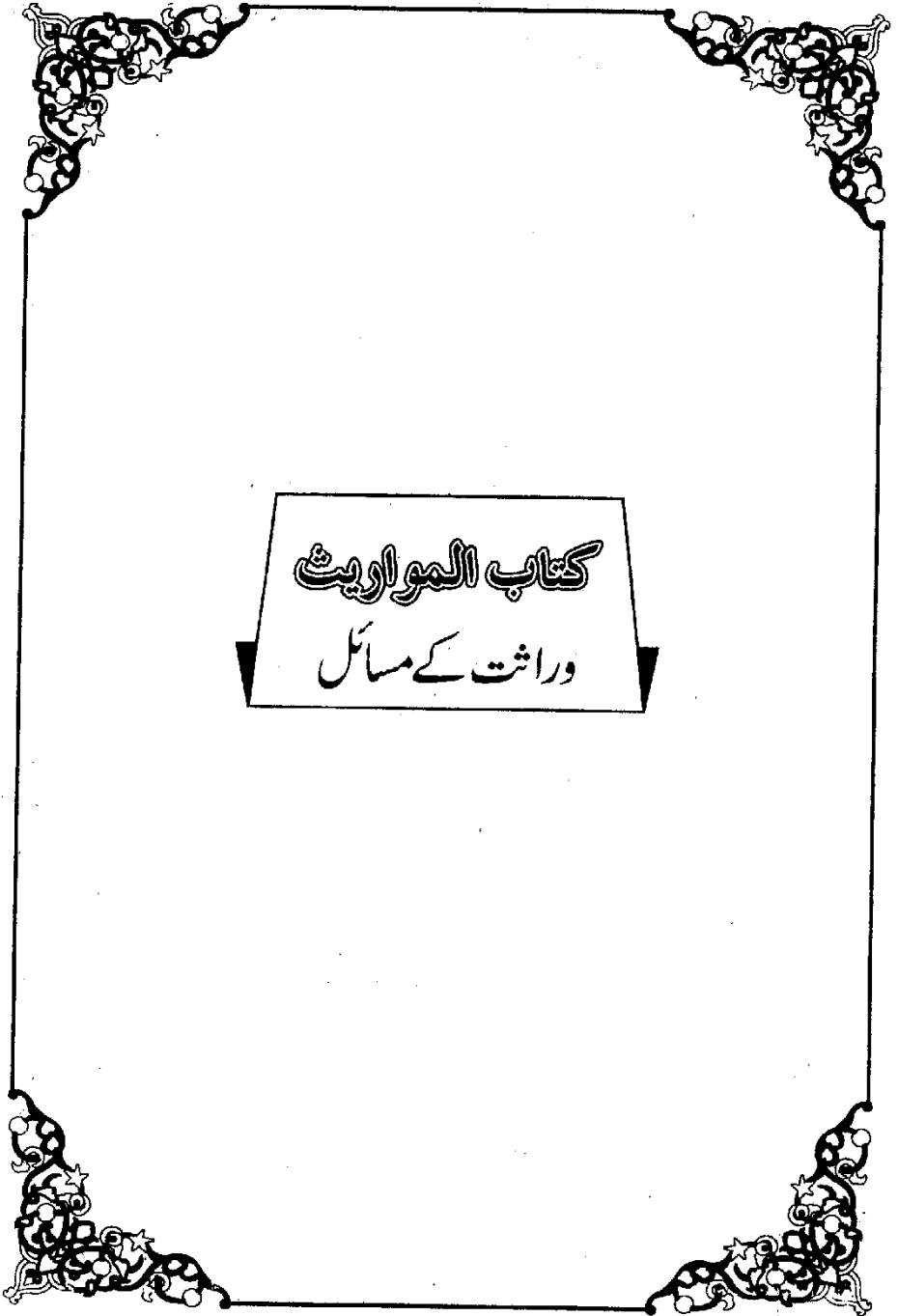
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾

[النساء : ١١]

''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ القاتل لا يرث ﴾

''قاتل (مقتول کا) وارث نہیں بن سکتا۔''

[صحيح : صحيح الجامع الصغير (٤٤٣٦)]

کتاب المواریث ❶

وراثت کے مسائل

وَهِيَ مُفَصَّلَةٌ فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ	یہ کتاب اللہ میں مفصل موجود ہیں۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: مواریث میراث کی جمع ہے اس سے مراد میت کا ترکہ ہے۔ لفظِ إرث ' ورث ' وراثة اور تراث بھی اسی معنی میں مستعمل ہیں۔ باب وَرِثَ يَرِثُ (حسب) وارث ہونا' باب وَرَّثَ اور أَوْرَثَ (تفعيل، إفعال) وارث بنانا' باب تَوَارَثَ يَتَوَارَثُ (تفاعل) ایک دوسرے کا وارث ہونا۔

مَوْرُوْث ترکہ چھوڑنے والے کو کہتے ہیں اور وَارِث وہ ہوتا ہے جو ترکے کا حصہ دار ٹھہرتا ہے اس کی جمع وَرَثَة اور وُرَّاث آتی ہے۔(۱)

شرعی تعریف: ایسے اموال یا حقوق' جنہیں میت کے چھوڑ جانے کی وجہ سے' شرعی وارث ان کا مستحق قرار پائے۔(۲)

میراث کا نام فرائض بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے ﴿ تعلموا الفرائض ﴾ ''علم فرائض سیکھو۔'' میراث کے علم کو علم میراث اور فرائض کے علم کو علم فرائض کہا جاتا ہے اور فی الحقیقت دونوں سے مراد ایک ہی علم ہے۔

مشروعیت: (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ...... ﴾ [النساء : ۱۱۔۱۲۔ ۱۷۶]

''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أعلمها (الناس) بالفرائض زيد بن ثابت ﴾ ''لوگوں میں سے علم فرائض میں سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت ہیں۔'' (۳)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ تعلموا الفرائض وعلموها فإنها نصف العلم ﴾ ''علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے۔'' (٤)

---

(۱) [المنجد (ص/۹۵۹) القاموس المحيط (ص/۱٦۳) مصباح اللغات (ص/۹۳۹)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (۷٦۹۷/۷)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۲۵) الصحيحة (۱۲۲٤) احمد (۱۸٤/۳) ترمذى (۳۷۹۰) ابن ماجة (۱۵۵) نسائى فى فضائل الصحابة (۱۸۲) ابن حبان (۷۱۳۱) مشكل الآثار (۳۵۱/۱) أبو نعيم فى الحلية (۱۲۲/۳) حاكم (٤۲۲/۳) بيهقى (۲۱۰/٦)]

(٤) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (۵۹٤) إرواء الغليل (۱٦٦٤ ' ۱٦٦۵) ابن ماجة (۲۷۱۹) كتاب الفرائض : باب الحث على تعليم الفرائض ' دار قطنى (٦۷/٤) حاكم (۳۳۲/٤) بيهقى (۲۰۸/٦)]

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'علم تین ہیں اس کے علاوہ جو بھی ہے زائد ہے ﴿آية محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلة﴾ "محکم آیت یا قائم سنت یا عدل والا فریضہ۔"(۱)

(5) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تعلموا القرآن وعلموه الناس وتعلموا الفرائض وعلموها......﴾ "قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ کیونکہ میں تو ایسا آدمی ہوں جسے قبض کر لیا جائے گا اور علم اٹھا لیا جائے گا اور قریب ہے کہ دو آدمی فریضہ یا کسی مسئلہ میں اختلاف کریں گے لیکن کسی کو ایسا نہ پائیں گے جو انہیں (صحیح مسئلہ کی) خبر دے سکے۔"(۲)

❷ (1) ﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴾ [النساء: ۱۱-۱۲]

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے' اگر اس (میت) کی اولاد ہو' اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہیں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے' ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ یہ حصے اس وصیت (کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد' تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے' یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے

(۱) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (۷) ضعيف ابو داود (٤٩٦) ابو داود (۲۸۸٥) كتاب الفرائض : باب ماجاء في تعليم الفرائض' ابن ماجة (٥٤) دار قطنى (٦٧/٤) حاكم (٣٣٢/٤) بيهقى (٢٠٨/٦)]

(۲) [دارمى (۳۷/۱) حاكم (۳۳۳/٤) دار قطنى (۸۱/٤) مجمع الزوائد (۲۲٦/٤)]

ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے۔اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد۔اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کے لیے چوتھائی ہے' اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا' اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو' اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں' اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔''

(2) ﴿ يَسْتَفْتُونَكَ ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوٓا إِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ [النساء: ١٧٦]

''آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں' آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ (خود) تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو۔پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا۔اور اگر کئی شخص اس ناطے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لیے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے' اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بیان فرما رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔''

(3) ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ ﴾ [الأنفال: ٧٥]

''اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں۔''

(4) ﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾ [النساء: ٧]

''ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو مال ماں باپ اور خویش و اقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔''

گزشتہ آیات سے ماخوذ مسائل

① بیٹوں اور بیٹیوں کے متعلق احکامات:

(1) جب میت کے وارث صرف ایک مذکر اور ایک مؤنث ہوں تو ان میں مال کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ مذکر کے لیے دو حصے اور مؤنث کے لیے ایک حصہ۔

(2) جب ورثاء مذکر و مؤنث کی ایک جماعت ہو تو مذکر مؤنث سے دگنے حصے کے وارث ہوں گے۔

(3) اگر اولاد کے ساتھ اصحاب الفروض مثلاً خاوند یا بیوی یا والدین موجود ہوں تو پہلے اصحاب الفروض کو حصہ دے کر باقی اولاد کے درمیان " للذكر مثل حظ الأنثيين " کے اصول کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

(4) جب میت کا وارث صرف ایک بیٹا ہو تو وہ سارے مال کا مالک ہوگا۔

(5) اولاد کی عدم موجودگی میں پوتے ان کا حصہ وصول کریں گے۔

② والدین کے متعلق احکامات:

(1) جب میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(2) جب اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک ثلث اور باپ کو باقی دو ثلث مل جائے گا۔

(3) اگر والدین کے ساتھ میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی تمام باپ کو مل جائے گا۔ بھائی اور بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ باپ ان کے لیے حاجب (رکاوٹ) ہے۔

③ قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔

④ خاوند کے متعلق احکامات:

(1) بیوی کی وفات پر اولاد نہ ہو تو خاوند کو نصف حصہ ملے گا۔

(2) اگر اولاد ہو تو خاوند کو چوتھا حصہ ملے گا۔

⑤ ایک بیوی یا زیادہ بیویوں کے متعلق احکامات:

(1) خاوند کی وفات پر اگر اولاد نہ ہو تو ایک یا زیادہ بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا۔

(2) اگر اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملے گا۔

⑥ ماں کی طرف سے بہن بھائیوں کے احکامات:

(1) جب فوت ہونے والا ماں کی طرف سے صرف ایک بھائی یا ماں کی طرف سے صرف ایک بہن چھوڑے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(2) اگر ماں کی طرف سے زیادہ بھائی یا بہنیں ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

⑦ سگے بہن بھائیوں یا باپ کی طرف سے بہن بھائیوں کے احکامات:

(1) اگر فوت ہونے والا ایک سگی یا باپ کی طرف سے بہن چھوڑے اور میت کے لیے اولاد اور والدین نہ ہوں تو اس کو نصف حصہ ملے گا۔

(2) جب میت دو سگی یا باپ کی طرف سے بہنیں چھوڑے اور میت کی اولاد اور والدین نہ ہوں تو یہ ترکے کے دو ثلث کی حقدار ہوں گی۔

(3) جب میت بھائی اور بہنیں (یعنی سگے یا باپ کی طرف سے) چھوڑے تو ان کے درمیان ترکے کی تقسیم " للذكر مثل

حظ الأنثیین" کے اصول پر ہو گی۔

(4) جب سگی بہن فوت ہو جائے اور اولاد اور والدین موجود نہ ہوں تو اس کا سگا بھائی سارے مال کا وارث ہو گا اور اگر زیادہ بھائی ہوں تو آپس میں برابری کے ساتھ اسے تقسیم کر لیں گے۔

(5) اسی طرح باپ کی طرف سے بہن بھائیوں کا حکم ہے جب سگے بہن بھائی موجود نہ ہوں۔

877- میراث کے متعلق چند ضروری اشیاء

① وراثت کے تین ارکان ہیں:

(1) مورّث (وارث بنانے والا یعنی میت)

(2) وارث (وارث بننے والا)

(3) موروث (ترکہ)۔(۱)

② وراثت کے تین اسباب ہیں:

(1) قرابت (رشتہ داری وغیرہ) (2) نکاح (3) ولاء (۲)

③ وراثت کے لیے تین شرائط ہیں:

(1) مورّث کی موت کا ثابت ہونا۔

(2) مورّث کی موت کے وقت وارث کی حیات کا ثابت ہونا۔

(3) وراثت کے متعلق علم ہونا مثلاً وراثت کا سبب' وارث کی جہت' اس کا درجہ اور قوت وغیرہ۔(۳)

④ وراثت کے تین موانع (رکاوٹیں) ہیں:

(1) غلامی (2) قتل (3) دین مختلف ہونا(٤)

⑤ علم میراث میں بہن بھائیوں کی تین اقسام ہیں:

(1) عینی: جو سگے ہوں۔

(2) علاتی: جو باپ کی طرف سے ہوں۔

---

(۱) [الفرائض (ص/۱۷) الفقه الإسلامی وأدلته (۷۷۰۳/۱۰)]

(۲) [الفرائض (ص/۱۸) المغنی (۳۰٤/٦) القوانین الفقهیة (ص/۳۸٤) بدایة المجتهد (۳٥٥/۲) مغنی المحتاج (٤/۳) الشرح الصغیر (٦۱۹/٤) الدر المختار (٥۳۸/٥)]

(۳) [الفرائض (ص/۲۲) کشاف القناع (٤٤۸/٤)]

(٤) [الفرائض (ص/۲٤) مغنی المحتاج (۲٤/۳) کشاف القناع (٤٤۸/٤) المغنی (۲٦٦/٦)]

(3) اخیافی: جو ماں کی طرف سے ہوں۔(۱)

(میراث کی تقسیم میں) اصحاب الفروض سے ابتدا کرنا واجب ہے اور جو باقی بچے گا وہ عصبہ رشتہ داروں کے لیے ہوگا۔ ❶	وَيَجِبُ الْإِبْتِدَاءُ بِذَوِي الْفُرُوضِ الْمُقَدَّرَةِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْعَصَبَةِ

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي لأولى رجل ذكر ﴾ ''شریعت کے مقرر کردہ حصے ان کے مستحق حصہ داروں کو ادا کرو اور پھر جو کچھ باقی بچ جائے اسے سب سے قریبی مرد وارث کو دے دو۔''(۲)

(نوویؒ) اس مسئلے پر اجماع ہے۔(۳)

(خطابیؒ) '' لأولى رجل ذكر'' کا معنی یہ ہے کہ عصبہ رشتہ داروں میں سے سب سے قریبی مرد۔(٤)

عصبہ: میت کے ایسے ورثا جن کا حصہ مقرر نہ ہو۔(٥)

اصحاب الفروض: جن کا حصہ مقرر ہو۔ اور فرضی حصے چھ ہیں: نصف (آدھا) ربع (چوتھا) ثمن (آٹھواں) ثلثان (دو تہائی) ثلث (ایک تہائی) اور سدس (چھٹا)۔(٦)

بہنیں بیٹیوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہیں ❶ اور دو ثلث پورے کرنے کے لیے پوتی کو بیٹی کے ساتھ ملا کر چھٹا حصہ ملے گا۔ ❷	وَالْأَخَوَاتُ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةٌ وَلِبِنْتِ الْإِبْنِ مَعَ الْبِنْتِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ

❶ جس طرح اصحاب الفروض کا حصہ ادا کرنے کے بعد کوئی آدمی عصبہ کی حیثیت سے بقیہ مال کا وارث ہوتا ہے اسی طرح بہنیں بیٹیوں کے باقی حصے کی وارث ہوں گی۔

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹی، پوتی اور بہن کی موجودگی میں فیصلہ فرمایا کہ ﴿ للابنة النصف ولابنة الابن السدس تكملة الثلثين وما بقي فللأخت ﴾ ''دو ثلث پورا کرنے کے لیے بیٹی کو آدھا ترکہ اور پوتی

(۱) [نيل الأوطار (١٢٢/٤) الروضة الندية (٦٩٥/٢)]

(۲) [بخاری (٦٧٤٦) کتاب الفرائض : باب ابني عم أحدهما أخ للأم والآخر زوج ' مسلم (١٦١٥) احمد (٣١٣/١) دارمی (٣٦٨/٢) ابو داود (٢٨٩٨) ابن ماجة (٢٧٤٠) ترمذی (٢٠٩٨) طیالسی (٢٦٠٩) ابن الجارود (٩٥٥) عبدالرزاق (١٩٠٠٤) ابو یعلی (٢٥٨/٤) ابن حبان (٥٩٩٦) شرح معانی الآثار (٣٩٠/٤) دارقطنی (٧٠/٤) بیهقی (٢٣٨/٦) شرح السنة (٤٤٨/٤)]

(۳) [شرح مسلم (٦٠/٦)]

(٤) [معالم السنن (٩٧/٤)]

(٥) [الفرائض (ص/٣٦)]

(٦) [الفرائض (ص/٤٠)]

کے لیے چھٹا حصہ ہوگا پھر جو کچھ باقی بچے گا وہ بہن کا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت اُسود فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یمن میں ایک بہن اور ایک بیٹی کو اس طرح وارث بنایا کہ ﴿ جعل لكل واحدة منهما النصف ﴾ ''ان میں سے ہر ایک کے لیے نصف مقرر کیا۔'' اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے۔ (۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ بنے گی۔ (۳)

گزشتہ حدیث ﴿ للابنة النصف و لابنة الابن السدس تكملة الثلثين ﴾ اس پر بھی شاہد ہے۔

وَكَذَا الْأُخْتُ لِأَبٍ مَعَ الْأُخْتِ لِأَبَوَيْنِ وَلِلْجَدَّةِ أَوِ الْجَدَّاتِ السُّدُسُ مَعَ عَدَمِ الْأُمِّ	اور اسی طرح باپ کی طرف سے بہن، سگی بہن کے ساتھ مل کر چھٹا حصہ لے گی ❶ ماں نہ ہونے کی صورت میں دادی اور نانی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ❷

❶ جس طرح پوتی کو بیٹی (کے نصف) کے ساتھ چھٹا حصہ دیا جاتا ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے باپ کی طرف سے بہن کو سگی بہن (کے نصف) کے ساتھ چھٹا حصہ دیا جائے گا۔

❷ (1) حضرت قبیصہ بن ذؤیب فرماتے ہیں کہ ایک جدہ (دادی) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اپنی وراثت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا ﴿ ما لك في كتاب الله شيئ وما علمت لك في سنة رسول الله شيئا فارجعي حتى أسأل الناس ﴾ ''تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور نہ ہی سنت رسول سے مجھے تمہارے لیے کسی چیز کا علم ہے تم جاؤ میں لوگوں سے پوچھ (مشورہ کر) لیتا ہوں۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿ أعطاها السدس ﴾ ''اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی (اس کا قائل) ہے؟ تو محمد بن مسلمہ انصاری نے بھی کھڑے ہو کر اس کی مثل کہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے نافذ کر دیا۔ (راوی کہتا ہے کہ) پھر ایک دوسری جدہ (دادی) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اپنی وراثت کا سوال کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے لیکن یہی سدس ہے اور اگر تم جمع ہو جاؤ (یعنی دادی کے ساتھ نانی بھی آ جائے) پھر بھی یہی تمہارے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور جو تم میں سے اکیلی رہ

(۱) [بخاری (٦٧٣٦) کتاب الفرائض : باب میراث ابنة الابن مع بنت' احمد (٣٨٩/١) ابو داود (٢٨٩٠) ترمذی (٢٠٩٣) ابن ماجة (٢٧٢١) بیهقی (٢٣٠/٦)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (٢٥١٦) کتاب الفرائض : باب ما جاء فی میراث الصلب' ابو داود (٢٨٩٣) بخاری (٦٧٣٤)]

(۳) [نیل الأوطار (١٢٣/٤)]

جائے تو یہ (چھٹا حصہ) اس کا ہے۔(۱)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿أن النبي جعل للجدة السدس إذا لم يكن دونها أم﴾ ''نبی ﷺ نے جدہ کے لیے ماں نہ ہونے کی صورت میں سدس (چھٹا حصہ) مقرر کیا ہے۔''(۲)

(3) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جدتین (دو دادیوں) کی وراثت کے متعلق دونوں کے درمیان سدس تقسیم کرنے کا فیصلہ فرمایا۔(۳)

(4) عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دادیوں کو چھٹا حصہ دیا۔ دو دادیاں باپ کی طرف سے اور ایک ماں کی طرف سے۔(٤)

جدات (دادیوں) کا مقررہ حصہ سدس ہے اگرچہ زیادہ ہو جائیں جبکہ وہ برابر درجے میں ہوں یعنی ماں کی ماں اور باپ کی ماں دونوں میں برابری ہے کوئی فضیلت نہیں۔ اگر برابری نہ ہو تو جو زیادہ قریب ہوگی وہ دور والی کے حصے کو ساقط کر دے گی اور انہیں صرف مائیں ہی ساقط کر سکتی ہیں۔ باپ جدات کو صرف اپنی جہت سے ساقط کرے گا جبکہ ماں طرفین سے کرے گی۔(٥)

وَهُوَ لِلْجَدِّ مَعَ مَنْ لَا يُسْقِطُهُ	اور دادے کو بھی چھٹا حصہ ملے گا جبکہ ساقط کرنے والے نہ ہوں۔ ❶

❶ (1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ میرا پوتا فوت ہو گیا ہے اس کے ترکے سے میرا حصہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لك السدس﴾ ''تیرے لیے سدس (چھٹا حصہ) ہے۔'' جب وہ جانے لگا تو اسے آپ ﷺ نے بلا کر کہا' تیرے لیے مزید چھٹا حصہ ہے۔ پھر جب وہ جانے لگا تو اسے بلا کر کہا ﴿إن السدس

(۱) [موطا (۵۱۳/۲) احمد (۲۲۵/٤) ابو داود (۲۸۹٤) ترمذی (۳۱۰۱) ابن ماجة (۲۷۲٤) عبدالرزاق (۱۹۰۸۳) ابن الجارود (۹۵۹) ابو يعلى (۱۱۰/۱) موارد الظمان (۱۲۲٤) دارقطنی (۹٤/٤) حاکم (۳۳۸/٤) بيهقی (۲۳٤/٦) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ثقہ راویوں کی وجہ سے صحیح ہے لیکن اس کی صورت مرسل کی ہے کیونکہ قبیصہ کا صدیق سے سماع صحیح نہیں ہے۔[تلخيص الحبير (۱۷۹/۳) ضعيف ابو داود (٦۱۷) شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

(۲) [ابو داود (۲۸۹۵) کتاب الفرائض : باب فی الجدة' تحفة الأشراف (۸۷/۲) ابن الجارود (۹٦۰) دارقطنی (۹۱/٤)]

(۳) [عبدالله بن احمد فی زوائد المسند (۳۲٦/۵) مجمع الزوائد (۲۳۰/٤)]

(٤) [دارقطنی (۹۰/٤) ابو داود فی المراسیل (۳۵۵' ۳۵٦) ابن ابی شيبة (۲٦۹/٦) سعید بن منصور (۸٦) بيهقی (۲۳٦/٦) تلخيص الحبير (۸۱/۳) یہ روایت مرسل ہے۔[نيل الأوطار (۱۲۵/٤)]

(٥) [شرح المهذب (۵۱٦/۱٤) مغنی المحتاج (۱۲/۳) المبسوط (۱٦۸/۲۹) الاختيار (۹٤/۵) الکافی (ص/۵٦۷) کشاف القناع (٤۱۹/٤) الانصاف (۳۰۹/۷)]

الآخر طعمة ﴾ ''دوسرا چھٹا حصہ تیرے لیے بطور رزق ہے۔'' (۱)

'' طعمة '' کا معنی یہ ہے کہ اصحاب الفروض کے کم ہونے کی وجہ سے تجھے مقررہ حصے سے زیادہ بطور رزق دیا گیا ہے یہ حصہ ہمیشہ تجھے نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس کا مقررہ حصہ سدس ہے اور باقی تعصیبا ہے۔(۲)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تم میں سے کسے علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادے کو کتنا حصہ وراثت میں دیا تھا؟ تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے علم ہے ﴿ ورثه رسول الله السدس ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔'' (۳)

اس مسئلے میں صحابہ کے درمیان بھی اختلاف رہا ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دادے (کی میراث) کے متعلق مختلف فیصلے مروی ہیں۔(٤)

امام بیہقیؒ نے بھی اس مسئلے میں بہت آثار نقل فرمائے ہیں۔(٥)

بہر حال صحیح اور راجح مسئلہ یہی ہے کہ دادے کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اسے ساقط کرنے والوں سے مراد باپ ہے کیونکہ اسے وراثت تب ہی ملے گی جب باپ نہ ہو۔(٦)

(ابن حجرؒ) اس پر اجماع ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا وارث نہیں بنے گا۔(٧)

وَلَا مِيْرَاثَ لِلْإِخْوَةِ وَالْأَخَوَاتِ مُطْلَقًا مَعَ الْاِبْنِ اَوِ ابْنِ الْاِبْنِ اَوِ الْاَبِ	بیٹے یا پوتے یا باپ کی موجودگی میں بھائیوں اور بہنوں کو وراثت نہیں ملے گی۔ ❶

❶ اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔(۸)

کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں وہ اصحاب الفروض کے بعد تمام مال کا مستحق ہوگا۔ اس کی غیر موجودگی میں پوتا اور اس کی غیر

(۱) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٦١٩) كتاب الفرائض : باب ما جاء في ميراث الجد ' ابو داود (٢٨٩٦) احمد (٤٢٨/٤) تحفة الأشراف (١٧٥/٨) ترمذى (٢٠٩٩) ابن الجارود (٩٦١) دارقطنى (٨٤/٤) بيهقى (٢٤٤/٦) شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (١٢٧٥/٣)]

(۲) [سبل السلام (١٢٧٦/٣) نيل الأوطار (١٢٦/٤)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٥١٧) كتاب الفرائض : باب ما جاء في ميراث الجد ' ابو داود (٢٨٩٧)]

(٤) [بخارى (قبل الحديث /٦٧٣٧) كتاب الفرائض : باب ميراث الجد مع الأب و الإخوة]

(٥) [بيهقى (٢٤٤/٦) المعرفة (٦٢/٥)]

(٦) [الفرائض (ص/٤٢)]

(٧) [فتح البارى (٢٤٤/١٥)]

(٨) [الروضة الندية (٦٩٣/٢)]

موجودگی میں باپ حقدار ہوگا۔

وَفِيْ مِيْرَاثِهِمْ مَعَ الْجَدِّ خِلَافٌ	البتہ دادے کی موجودگی میں ان (بہن بھائیوں) کی وراثت میں اختلاف ہے۔ ❶

❶ کتاب وسنت میں اس مسئلے کے متعلق دلائل موجود نہیں اس لیے صحابہ نے اجتہاد کے ساتھ اس کا فیصلہ کیا۔ اس مسئلے کے متعلق دو مذہب منقول ہیں۔

پہلا مذہب: حضرت ابوبکر صدیق' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابن زبیر' حضرت اُبی بن کعب' حضرت حذیفہ بن یمان' حضرت ابوسعید خدری' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابوموسی اشعری' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم (اور تابعین سے) حضرت حسنؒ اور امام ابن سیرینؒ۔ ان سب کا کہنا ہے کہ سگے بھائی ہوں یا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے' دادا کی موجودگی میں وارث نہیں بنیں گے۔

(ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) دادا باپ کے حکم میں ہی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ ﴾ [الحج : ۷۸]

اور ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ [یوسف : ۳۸]

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا زید بن ثابت اللہ سے ڈرتے نہیں وہ بیٹے کے بیٹے کو تو بیٹا قرار دیتے ہیں لیکن باپ کے باپ کو باپ قرار نہیں دیتے۔

(3) حدیث میں ہے کہ ''شریعت کے مقرر کردہ حصے ان کے مستحق حصہ داروں کو ادا کر دو اور پھر جو کچھ باقی بچ جائے اسے سب سے قریبی مرد وارث کو دے دو۔'' یقیناً دادا بھائیوں سے زیادہ قریب ہے اس لیے باقی میراث کا وہی حقدار ہے۔

دوسرا مذہب: حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم' جمہور' شافعیہ' مالکیہ اور حنابلہ۔ ان سب کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھائی وارث بنیں گے اور وراثت ان (دونوں) کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(1) سگے بھائیوں اور باپ کی طرف سے بھائیوں کی وراثت قرآن سے ثابت ہے۔ اسے نص یا اجماع کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی اور ان دونوں (نص یا اجماع) میں سے ایک بھی موجود نہیں۔

(2) دادا اور بھائی حق وراثت کے سبب میں مساوی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک' ایک درجے کے ساتھ میت تک پہنچتا ہے

رو ہ باپ ہے۔(۱)

راجح) حافظ ابن حجرؒ امام بخاریؒ کے اس قول ((ولم یذکر أن أحدا خالف أبا بکر فی زمانه وأصحاب النبی ـــوافرون)) ''اور یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کی مخالفت کی ہو حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حابہ وافر تعداد میں تھے۔''

پر فرماتے ہیں کہ گویا امام بخاری اس بات کے ذریعے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مؤقف کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور اجماع کوتی حجت ہوتا ہے جو اس میں حاصل ہو رہا ہے۔(۲)

وَيَرِثُوْنَ مَعَ الْبَنَاتِ اِلَّا الْاِخْوَةِ لِأُمٍّ	بیٹیوں کی موجودگی میں ماں کی طرف سے بھائیوں کے علاوہ دوسرے بھائی وارث ہوں گے۔ ❶

❶ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیع کی بیوی اپنی دو بیٹیوں (جو سعد سے تھیں) کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی اے اللہ کے رسول! یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں۔ان کے والد جنگ اُحد میں آپ کے اتھ تھے اور شہید ہو گئے تھے۔ان کے چچا (یعنی میت کے بھائی) نے ان کا مال پکڑ لیا ہے اور اس نے ان کے لیے کچھ بھی یں چھوڑا اور مال کے بغیر ان کا نکاح بھی نہیں کیا جا سکتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی اس معاملے میں فیصلہ فرمائیں گے تو آیتِ میراث نازل ہوئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچا کی طرف پیغام بھیج کر کہا ﴿ أعط ابنتی سعد الثلثین مهما الثمن وما بقی فهو لك ﴾ ''سعد کی بیٹیوں کو دو ثلث اور ان کی ماں کو ثمن (آٹھواں حصہ) دو اور جو باقی بچے گا وہ مہارے لیے ہے۔''(۳)

اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ بھائی میت کی بیٹیوں کے ساتھ عصبہ کی حیثیت سے وارث ہوں گے۔البتہ جو ں کی طرف سے بھائی ہیں وہ بیٹیوں کے ساتھ وارث نہیں بنیں گے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ﴾ [النساء : ۱۲]

''اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان نوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔''

(۱) [اللباب (۱۹۹/٤) القوانین الفقهیة (ص/۳۹۰) الشرح الصغیر (٦٣٤/٤) مغنی المحتاج (۲۱/۳) المغنی (۲۱۵/٦) الأم (۸۱/٤) روضة الطالبین (۲٥/٥) تبیین الحقائق (۲۳۸/٦) المبسوط (۱۸۰/۲۹) الحجة علی أهل المدینة (۲۰٥/٤)]

(۲) [فتح الباری (۲٤٥/۱٥)]

(۳) [**حسن** : إرواء الغلیل (۱٦۷۷) احمد (۳٥۲/۳) ابو داود (۲۸۹۲) کتاب الفرائض : باب ما جآء فی میراث الصلب ' ابن ماجة (۲۷۲۰) ترمذی (۲۰۹۲) حاکم (۳۳۳/٤)]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ اس آیت میں بہن بھائیوں سے مراد اخیافی (یعنی ماں کی طرف سے) بہن بھائی ہیں۔(۱)

وَيَسْقُطُ الْاَخُ لِلْاَبِ مَعَ الْاَخِ لِلْاَبَوَيْنِ	باپ کی طرف سے بھائی' سگے بھائی کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔ ❶

❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم یہ آیت پڑھتے ہو ﴿ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ۱۲] ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کو وصیت سے پہلے ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ وإن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني العلات ' الرجل يرث أخاه لأبيه وأمه دون أخيه لأبيه ﴾ ''حقیقی بھائی وارث ہوتے ہیں سوتیلے بھائی نہیں۔ آدمی اپنے سگے بھائی کا وارث ہوتا ہے نہ کہ سوتیلے بھائی کا۔''(۲)

(شوکانیؒ) اس مسئلے کے متعلق کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں۔(۳)

(صدیق حسن خانؒ) اس پر اجماع ہو چکا ہے۔(٤)

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ يَتَوَارَثُوْنَ وَهُمْ اَقْدَمُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ	رشتہ دار بیت المال سے زیادہ حقدار ہیں اس لیے وہ وارث ہوں گے۔ ❶

❶ لفظِ الأرحام رحِم کی جمع ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ لفظ قرابت پر بولا جاتا ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے ذوالرحم سے مراد ایسا قریبی (رشتہ دار) ہے جس کا نہ تو کوئی حصہ مقرر ہو اور نہ ہی وہ عصبہ بنتا ہو مثلاً بیٹیوں کی اولاد یا ماؤں کے باپ وغیرہ۔(٥)

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ ﴾ [الأنفال : ۷۵]

''قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

ثابت ہوا اگر میت کے اصحاب الفروض اور عصبہ رشتہ دار نہ ہوں اور اولوالارحام ہوں تو وہ اس کے وارث ہوں گے۔

(2) ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ﴾ [النساء : ۷]

---

(۱) [تفسیر فتح القدیر للشوکانی (۵۵۷/۱)]

(۲) [حسن : إرواء الغليل (۱۶۶۷) احمد (۱۳۱/۱) ترمذی (۲۰۹٤) كتاب الفرائض : باب ما جآء في ميراث الإخوة من الأب والأم ' ابن ماجة (۲۷۳۹) طيالسي (۱٤٤۱) ابو يعلى (۲۵۷/۱) دارقطنی (۸٦/٤) حاكم (۳۳٦/٤)]

(۳) [نيل الأوطار (۱۲۲/٤)]

(٤) [الروضة الندية (٦۹۵/۲)]

(۵) [الفرائض (ص/۲٤٤)]

''ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکے میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی۔ رجال' نساء اور اَقربون میں اُولوالأرحام بھی شامل ہیں۔''

(3) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ من ترك مالا فلورثته وأنا وارث من لا وارث له أعقل عنه وأرثه والخال وارث من لا وارث له يعقل عنه ويرثه ﴾ ''جو شخص کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس کا کوئی وارث نہیں میں اس کا وارث ہوں' میں اس کی طرف سے دیت ادا کروں گا اور وارث بنوں گا۔ اور ماموں اس کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہیں۔ وہ اس کی طرف سے دیت بھی دے گا اور اس کا وارث بھی ہوگا۔(۱)

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ والخال وارث من لا وارث له ﴾ ''اور ماموں اس کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہیں۔''(۲)

(5) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ابن أخت القوم من أنفسهم ﴾ ''قوم کی بہن کا بیٹا بھی ان میں سے ہی ہوتا ہے۔''(۳)

(6) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث اس کی ماں کے ورثاء کے لیے مقرر فرمائی ہے اور وہ محض اُولوالارحام ہی ہوتے ہیں۔(٤)

یقیناً یہ تمام دلائل اُولوالارحام کی وراثت کے اثبات میں کافی ہیں لیکن پھر بھی اس مسئلے میں اختلاف موجود ہے۔

(ابوحنیفہؒ، احمدؒ) اَصحاب الفروض اور عصبہ رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں اُولوالارحام وارث بنیں گے۔ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے۔

(مالکؒ، شافعیؒ) اَصحاب الفروض اور عصبہ رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں اُولوالأرحام وارث نہیں بنیں گے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، امام زہریؒ، امام مکحولؒ، امام قاسمؒ اور امام یحییؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۵)

---

(۱) [حسن : إرواء الغليل (۱۳۸/٦ ـ ۱۳۹) احمد (۱۳۱/٤) ابو داود (۲۸۹۹) كتاب الفرائض : باب فی میراث ذوی الأرحام' ابن ماجة (۲۷۳۸) طيالسي (۲۸٤/۱) سعيد بن منصور (۱۷۲) ابن الجارود (۹٦۵) ابن حبان (۱۲۲۵) شرح معانی الآثار (۳۹۷/٤) دارقطنی (۸۵/٤) حاكم (۳٤٤/٤) بيهقی (۲۱٤/٦)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۱۳۷/٦) احمد (۲۸/۱) ترمذی (۲۱۰۳) كتاب الفرائض : باب ما جآء فی میراث الخال' ابن ماجة (۲۷۳۷) ابن الجارود (۹٦٤) موارد الظمآن (۱۲۲۷) شرح معانی الآثار (۳۹۷/٤) دارقطنی (۸٤/٤) بيهقی (۲/٤)]

(۳) [بخاری (٦۷٦۲) مسلم (۱۰۵۹)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۵۲۳) ابو داود (۲۹۰۷) كتاب الفرائض : باب میراث ابن ملاعنة]

(۵) [الأم (۷٦/٤) مغنی المحتاج (۷/۳) المبسوط (۱۹۲/۲۹) اللباب (۲۰۰/٤) الكافی (ص/۵۵٦) المغنی (۸۲/۷) كشاف القناع (٤۵۵/٤) المحلی (۳۲۲/۹)]

گذشتہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وراثت کا مال بیت المال میں جمع کرانے کی بجائے اُولوالأرحام رشتہ داروں میں تقسیم کر دینا چاہیے اس کی مزید تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا ایک غلام کھجور کے درخت کی ٹہنی سے گر کر مر گیا تھا۔ اسے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا اس کا کوئی نسبی یا قریبی رشتہ دار ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں' تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أعطو ميراثه بعض أهل قريته ﴾ ''اس کے اہل علاقہ میں سے کسی کو اس کی میراث دے دو۔''(۱)

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ وراثت کو اُولوالأرحام پر بیت المال سے مقدم کیا جائے گا۔

فَإِنْ تَزَاحَمَتِ الْفَرَائِضُ فَالْعَوْلُ ❶	اگر فرائض مزاحم ہوں تو عول کے اصول پر عمل ہوگا۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ عول باب عَالَ يَعُوْلُ (نصر) سے مصدر ہے اس کا معنی ہے ''زیادہ اہل وعیال والا ہونا' کفالت کرنا' ظلم کرنا' نیز خیانت اور نقص کے لیے بھی مستعمل ہے۔''

اصطلاحی تعریف: ((هو زيادة في السهام ونقص في الأنصباء)) ''وہ سہام میں زیادتی اور حصص میں کمی ہے۔''(۲)

❷ عول کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مفلس اور قرض خواہ ہوں۔ یعنی ہر ایک قرض خواہ کو مفلس کے پاس موجود باقی رقم کی نسبت سے دیا جاتا ہے انہیں اپنی اپنی پوری رقم تو نہیں ملتی لیکن جو کچھ مفلس کے پاس ہوتا ہے اسی کو برابر برابر اپنے مال میں کمی کے ساتھ وصول کر لیتے ہیں۔

عول کے تین اصول ہیں:

(1) ستة (چھ) (2) اثنا عشر (بارہ) (3) أربعة وعشرون (چوبیں)

مثلاً میت نے شوہر اور دو سگی بہنیں پیچھے چھوڑیں تو ان میں اصل المسألۃ چھ (6) ہوگا شوہر کے لیے نصف (3) اور دو سگی بہنوں کے لیے دو ثلث (4) حصہ ہے تو مجموع السہام (7) ہوگا اور یہی عائل مسئلے کا اصل ہے۔(۳)

سب سے پہلے یہ مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ مشورہ کرنے پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عول کا مشورہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا۔(٤)

(۱) [**صحيح** : صحيح ابن ماجة (۲۲۰۹) احمد (۱۳۷/٦) ابو داود (۲۹۰۲) كتاب الفرائض : باب في ميراث ذوى الأرحام' ترمذى (۲۱۰۵) ابن ماجة (۲۷۳۳)]

(۲) [الفرائض (ص/۱۱۲)]

[illegible] (ص/۱۱۲)]

[illegible] مواريث في الشريعة الإسلامية (ص/۱۰۹ـ ۱۱٦)]

لعان کرنے والی اور زانیہ عورت کا بیٹا صرف اپنی ماں اور اس کے رشتہ داروں کا وارث ہوگا اور اسی طرح اس کی ماں بھی اس کی وارث ہوگی۔ ❶	وَلَا يَرِثُهُ وَلَدُ الْمُلَاعِنَةِ وَالزَّانِيَةِ إِلَّا مِنْ أُمِّهِ وَقَرَابَتِهَا وَالْعَكْسُ

❶ لعان کے ایک قصے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وكان ابنها ينسب إلى أمه فجرت السنة أنه يرثها وترث منه ما فرض الله لها ﴾ ''اس عورت کا بیٹا صرف اپنی ماں کی طرف ہی منسوب تھا اور یہ طریقہ جاری ہو گیا کہ وہ بیٹا اپنی ماں کا وارث ہوگا اور وہ عورت اپنے بیٹے کی وارث ہوگی۔'' (۱)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ جعل ميراث ابن الملاعنة لأمه ولورثتها من بعدها ﴾ ''نبی ﷺ نے لعان کرنے والی عورت کے بچے کی وراثت اس کی ماں اور اس کے بعد اس کے ورثاء کے لیے مقرر فرمائی۔'' (۲)

(3) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''عورت تین شخصوں کی میراث لے سکتی ہے ﴿ عتيقها ولقيطها وولدها الذي لاعنت عليه ﴾ ''آزاد کردہ غلام کی' لاوارث بچے کی جس کی اس نے پرورش کی ہو اور اس بچے کی جس پر اس نے لعان کیا ہے۔'' (۳)

(4) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ ﴿ أيما رجل عاهر بحرة أو أمة فالولد ولد زنا لا يرث ولا يورث ﴾ ''جو کوئی آزاد عورت یا لونڈی کے ساتھ زنا کرے اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ ولدِ زنا ہے۔ وہ نہ تو وارث بنے گا اور نہ ہی اس کی میراث کوئی لے گا۔'' (٤)

(شوکانیؒ) لعان کرنے والی کا بچہ جس سے لعان کیا گیا ہو (یعنی ملاعنہ کے شوہر) کا وارث نہیں بنے گا۔ (٥)

(صدیق حسن خانؒ) علما نے اجماع کیا ہے کہ لعان کرنے والی عورت کا بچہ اور ولد زنا باپ کی وراثت کے وارث نہیں ہوں گے۔ (٦)

---

(۱) [بخاری (۵۳۰۹) کتاب الطلاق : باب التلاعن فی المسجد ' مسلم (۱٤۹۲)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۵۲٤) کتاب الفرائض : باب میراث ابن الملاعنة ' ابو داود (۲۹۰۷ ' ۲۹۰۸) بیهقی (۲۵۹/٦)]

(۳) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٦۲۳) کتاب الفرائض : باب میراث ابن الملاعنة ' إرواء الغلیل (۱۵۷٦) ابو داود (۲۹۰٦) ترمذی (۲۱۱۵) ابن ماجة (۲۷٤۲) احمد (٤۹۰/۳) دار قطنی (۸۹/٤) بیهقی (۲۵۹/٦) حاکم (۳٤۰/٤)]

(٤) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۲۱۱۳) کتاب الفرائض : باب ما جاء فی إبطال میراث ولد الزنا]

(٥) [نیل الأوطار (۱۳۳/٤)]

(٦) [الروضة الندیة (۷۰۱/۲)]

وَلا يَرِثُ الْمَوْلُوْدُ إِلَّا إِذَا اسْتَهَلَّ	بچہ اگر پیدائش کے بعد چلاّئے تب ہی وارث ہوگا۔ ❶

❶ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا استھل المولود ورث ﴾ "اگر بچہ چلاّئے گا تو وارث ہوگا۔" (۱)

(2) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ قضی رسول الله ﷺ لا یرث الصبی حتی یستھل ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بچہ چلاّنے سے پہلے وارث نہیں ہوگا۔" (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، قاضی شریح، امام نخعی، امام مالک اور اہل مدینہ رحمہم اللہ۔ ان سب کا یہی موقف ہے کہ بچہ چیخنے سے پہلے وارث نہیں ہوگا۔ (۳)

وَمِيرَاثُ الْعَتِيقِ لِمُعْتِقِهِ وَيَسْقُطُ بِالْعَصَبَاتِ وَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ ذَوِي السِّهَامِ	آزاد کردہ غلام کی وراثت آزاد کرنے والے کو ملے گی، اگر غلام کے عصبہ رشتہ دار موجود ہوں تو (آزاد کرنے والے کے حق میں) ساقط ہو جائے گی البتہ سہام والوں کے بعد باقی حصہ اسے ملے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الولاء لمن أعتق ﴾ "ولاء کا تعلق اسی کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔" (٤)

(2) قتادہؒ فرماتے ہیں کہ سلمی بنت حمزہ کا ایک غلام فوت ہوگیا اور اس نے اپنی ایک بیٹی چھوڑی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کو نصف مال کا وارث بنا دیا اور یعلی کو نصف کا وارث بنا دیا اور وہ (یعلی) سلمی کا بیٹا تھا۔ (٥)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حمزہ کا غلام فوت ہوگیا اور پیچھے ایک بیٹی چھوڑ گیا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی اور حمزہ کی بیٹی کو نصف نصف دے دیا۔ (٦)

(4) ہذیل بن شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا میں نے ایک غلام آزاد کر کے

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۱۷۰۷) ابو داود (۲۹۲۰) کتاب الفرائض : باب فی المولود یستھل ثم یموت ' بیھقی (۲۵۷/٦)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۲۲۲۲) کتاب الفرائض : باب إذا استھل المولود ورث ' الصحیحة (۱۵۳) إرواء الغلیل (۱۷۰۷) ابن ماجة (۲۷۵۱) بیھقی (۲٤۱/٦)]

(۳) [ابن أبی شیبة (۲۸۸/٦) کتاب الفرائض : باب فی الاستھلال الذی یورث به ما ھو]

(٤) [بخاری (٦٧٥١) کتاب الفرائض : باب الولاء لمن أعتق ومیراث اللقیط ' مسلم (۱۵۰٤)]

(٥) [احمد (٤٠٥/٦) تلخیص الحبیر (۸۰/۳) مجمع الزوائد (۲۳۱/٤)]

(٦) [حسن : إرواء الغلیل (۱٦۹٦) دار قطنی (۸۳/٤) ابن ماجة (۲۷۳٤) تلخیص الحبیر (۸۰/۳) دارمی (۳۳۷/۲) بیھقی (۲٤۱/٦)]

اسے سائبہ بنا دیا تھا' وہ فوت ہو گیا ہے اور مال چھوڑ گیا ہے جب کہ اس کا کوئی وارث نہیں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ بنا کر نہیں چھوڑ تے تھے بلکہ اہل جاہلیت یہ کام کیا کرتے تھے ﴿ وانت ولی نعمته فلك ميراثه وإن تأثمت وتحرجت في شيء فنحن نقبله ونجعله في بيت المال ﴾ "اور تو اس کی نعمت کا ولی ہے لہٰذا تیرے لیے ہی اس کی میراث ہے اور اگر تو گناہ یا حرج محسوس کرے تو ہم اسے قبول کر کے بیت المال میں جمع کر لیں گے۔" (۱)

وَيَحْرُمُ بَيْعُ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ	ولاء (غلام کی وراثت کی نسبت) کو فروخت کرنا یا اسے ہبہ کرنا حرام ہے۔ ❶

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ أن رسول الله نهى عن بيع الولاء وهبته ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو فروخت کرنے اور اسے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔" (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الولاء لحمة كلحمة النسب لا يباع ولا يوهب ﴾ "ولاء کا تعلق نسبت کے تعلق کی طرح ہے جسے نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے۔" (۳)

(جمہور) ولاء کو فروخت کرنا یا اسے ہبہ کرنا جائز نہیں۔

(مالکؒ) ولاء کو فروخت کرنا جائز ہے۔ (٤)

ولاء سے مراد عصبہ بننا ہے کہ جس کا سبب مالک کا اپنے غلام کو آزادی کی نعمت عطا کرنا ہے اس بنا پر (اصحاب الفروض اور عصبہ رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں) مالک اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث ہوگا۔ (٥)

وَلَا تَوَارُثَ بَيْنَ أَهْلِ مِلَّتَيْنِ	دو مختلف دین والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔ ❶

❶ (1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يتوارث أهل ملتين شتى ﴾ "دو مختلف ادیان کے پیروکار ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔" (٦)

(2) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم ﴾

(۱) [فتح الباری (۱۳/۵۳۱) بخاری مختصرا (٦٧٥٣)]

(۲) [بخاری (۲۵۳۵) کتاب العتق : باب بيع الولاء وهبته ' مسلم (۱۵۰٦) موطا (۲/۷۸۳) ابو داود (۲۹۱۹) نسائی (۷/۳۰٦) ترمذی (۱۲۳٦) ابن ماجة (۲۷٤۷) احمد (۲/۹ـ۷۹) طيالسي (۱۷۷٥) حمیدی (۲/۲۸٥) ابن الجارود (۹۷۸) ابن حبان (٤۹۲۷)]

(۳) [بیہقی (٦/۲٤۰) حاکم (٤/۳٤۱)]

(٤) [نيل الأوطار (٤/۱۳۷) فتح الباری (۱۳/٥۳٥)]

(٥) [الفروض (ص/۲۰)]

(٦) [**صحيح** : إرواء الغليل (٦/۱۲۰ـ۱۲۱) ابو داود (۲۹۱۱) كتاب الفرائض : باب هل يرث المسلم الكافر ' احمد (۲/۱۷۸) نسائی (٤/۸۲) ابن ماجة (۲۷۳۱) دار قطنی (٤/۷٥) ترمذی (۲۱۰۸) تلخيص الحبير (۳/۱۸٤)]

''مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کافر مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے۔''(۱)

اس پر ائمہ کا اجماع ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی کافر مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے لیکن امام احمدؒ نے کہا ہے کہ مسلمان اپنے آزاد کردہ کافر غلام کا وارث ہوسکتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ﴿ الولاء لمن أعتق ﴾ (۲)

دو مختلف دین والوں کے توارث میں اختلاف ہے کہ ان سے مراد صرف مسلمان اور کافر ہیں یا کفار کے مختلف اُدیان بھی اس میں شامل ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ کفار کے مختلف ادیان میں بھی عدم توارث ہی ہوگا۔(۳)

878- مرتد کی میراث

مرتد کی میراث کے متعلق اختلاف ہے۔

(ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ) مسلمان ورثاء مرتد کی اس چیز کے وارث ہوں گے جو اس نے حالت اسلام میں کمائی اور جو کچھ حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ بیت المال کے لیے ہوگا۔

(جمہور، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) اصل کافر کی طرح نہ تو مرتد کسی مسلمان کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کا وارث بنا جاسکتا ہے اس کا ترکہ بیت المال کے لیے ہوگا قطع نظر اس سے کہ اس نے وہ اسلام میں کمایا ہے یا ارتداد میں۔(٤)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ مِنَ الْمَقْتُولِ	اور نہ ہی قاتل مقتول کا وارث ہوگا۔ ❶

❶ (1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ لا يرث القاتل شيئا ﴾ ''قاتل کسی چیز کا وارث نہیں بن سکتا۔''(٦)

(۱) [بخاری (٦٧٦٤) کتاب الفرائض : باب لا يرث المسلم الكافر...... ' مسلم (١٦١٤) مؤطا (٥١٩/٢) طيالسی (٢٨٣/١) احمد (٢٠٠/٥) دارمی (٣٧٠/٢) ابو داود (٢٩٠٩) ترمذی (٢١٠٧) ابن ماجة (٢٧٢٩) دار قطنی (٧٩/٤) بيهقی (٢١٧/٦) حميدی (٢٤٨/١) سعيد بن منصور (١٨٤/١) عبد الرزاق (١٤/٦) مسند شافعی (١٩٠/٢)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٧٧١٩/١٠) المغنی (٣٤٨/٦)]

(۳) [الروضة الندية (٧٠٦/٢)]

(٤) [القوانين الفقهية (ص/٣٩٤) مغنی المحتاج (٢٥/٣) المغنی (٢٩٨/٦)]

(٥) [نيل الأوطار (١٤٢/٤)]

(٦) [حسن : صحيح ابو داود (٣٨١٨) كتاب الديات : باب ديات الأعضاء ' ابو دلود (٤٥٦٤) نسائی (٤٢/٨)]

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لیس للقاتل من المیراث شیئ ﴾ ''قاتل کو مقتول کی میراث سے کچھ نہیں ملے گا۔''(۱)

اس پر علما کا اتفاق ہے کہ قتل میراث کے حصول میں رکاوٹ ہے اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا۔(۲)

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) قتل عمد ہو یا قتل خطا' قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوگا۔

(مالکؒ) اگر قتل خطا ہو تو وہ مال کا وارث ہوگا دیت کا نہیں۔(۳)

(امیر صنعانیؒ) اس تفریق کی کوئی دلیل نہیں (یعنی ہر حال میں قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا)۔(٤)

879- انبیاء کی وراثت

انبیاء کا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا نورث ما ترکناه صدقة ﴾ ''ہمارا وارث نہیں بنا جاتا بلکہ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''(٥)

880- مقتول کی دیت تمام ورثاء میں تقسیم کی جائے گی

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن العقل میراث بین ورثة القتیل علی قرابتهم فما فضل فللعصبة ﴾ ''بے شک دیت مقتول کے ورثاء کے مابین تقسیم کی دی جائے گی کیونکہ وہ قرابت دار ہیں اور جو کچھ باقی بچ جائے گا وہ عصبہ رشتہ داروں کے لیے ہوگا۔''(٦)

❁❁❁

---

(۱) [صحیح : إرواء الغلیل (۱٦٧١)' (۱۱۷/٦) دار قطنی (۲۳۷/٤) بیهقی (۲۲۰/٦) شیخ حازم علی قاضی نے اس روایت کو صحیح موقوف قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۱۲۸۱/۳)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۳۳۹/٥)]

(۲) [الفقه الإسلامی وأدلته (۷۷۱٥/۱۰) الفرائض (ص/۲٤)]

(۳) [الأم للشافعی (۷٦/٤) المعرفة للشافعی (۱۰۳/۹) المبسوط (٤٦/۳۰) البحر الزخار (۳٦۷/٥) بدایة المجتهد (۲۲۰/٤)]

(٤) [سبل السلام (۱۲۸۱/۳)]

(٥) [بخاری (٦٧٢٥' ٦٧٢٦) کتاب الفرائض : باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقة' مسلم (۱۷٥۸)]

(٦) [حسن : صحیح ابو داود (۳۸۱۸) کتاب الدیات : باب دیات الأعضاء' ابو داود (٤٥٦٤) احمد (۱۷۸/۲-۱۸۳)]

كتاب الجهاد والسير

جہاد اور سیر کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَاباً أَلِیْماً ﴾ [التوبة : ۳۹]

”اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ وذروة سنامه الجهاد ﴾

”اسلام کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔“

[صحيح : صحيح ترمذي (۲٦۱٦)]

كتاب الجهاد ❶ والسير

جہاد اور سیر کے مسائل

پہلی فصل

الجهاد	جہاد کرنا۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ جہاد باب جَاهَدَ يُجَاهِدُ (مفاعلة) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے پوری طاقت صرف کرنا، دشمن کے ساتھ لڑائی کرنا اور محنت و مشقت کرنا وغیرہ۔(۱)

اصطلاحی و شرعی تعریف: (شافعیہ) اسلام کی نصرت کے لیے کفار کے ساتھ لڑائی کرنا۔(۲)

(احناف) دین حق کی طرف دعوت دینا اور جو اسے قبول نہ کرے اس سے مال و جان کے ساتھ لڑائی کرنا۔(۳)

(حنابلہ) باغیوں اور ڈاکوؤں کے علاوہ خاص کفار سے لڑائی کرنا۔(٤)

(مالکیہ) مسلمان کا اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے کسی غیر معاہد کافر سے لڑائی کرنا یا تو اس کے علاقے میں جا کر یا اپنے علاقے میں اس کی آمد پر۔(٥)

(ابن حجرؒ) کفار سے لڑائی میں طاقت صرف کرنا جہاد ہے۔(٦)

(ابن تیمیہؒ) جہاد یا تو دل کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً اسلام پر عمل کے لیے پختہ ارادہ کر لینا' یا اسلام اور اسلامی شریعت کی طرف دعوت دینا جہاد (باللسان) ہے۔ باطل پرستوں کے خلاف دلیل و برہان قائم کرنا' حق کو واضح کر دینا اور شبہات کا خاتمہ کر دینا بھی جہاد ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی فائدے کے لیے رائے و تدبیر کرنا بھی جہاد ہے۔ اعداء اللہ کے خلاف اپنی

(۱) [المنجد (ص/۱۲۸) القاموس المحيط (ص/۲۵۰) لسان العرب (۷۱۰/۱) المصباح المنير (ص/۱۱۲) المعجم الوسيط (ص/۱٤۲) الفقه الإسلامي وأدلته (٥٨٤٥/٨) فتح الباري (٧٧/٦)]

(۲) [حاشيه شرقاوى على تحفة الطلاب (۳۹۱/۲) آثار الحرب (ص/۳۱)]

(۳) [بدائع الصنائع (۹۷/۷) فتح القدير (۲۷٦/٤) الدر المختار (۲۳۸/۳) مغنى المحتاج (۲۰۸/٤) كشاف القناع (۲۳/۳) شرح الزرقاني (۱۰٦/۲۳) نهاية المحتاج (٤٥/٨) المحلى على المنهاج (۲۱۳/٤)]

(٤) [أيضا]

(٥) [أيضا]

(٦) [فتح الباري (٧٧/٦)]

جان کے ساتھ لڑائی کرنا بھی جہاد ہے۔پس ان تمام صورتوں میں سے جو ممکن ہو یا جس کی ضرورت ہو اسی کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔(۱)

(ابن قیمؒ) رسول اللہ ﷺ کا جہاد قلب و جنان' دعوت و بیان اور سیف و سنان (سب) کے ساتھ تھا اور آپ کے تمام اوقات جہاد بالقلب' جہاد باللسان اور جہاد بالید کے لیے وقف تھے۔(ثابت ہوا کہ جہاد ان تمام قسموں کو محیط ہے)۔

جہاد بالعدو سے پہلے جہاد بالنفس ضروری ہے کیونکہ جو شخص احکام پر عمل اور منہیات سے اجتناب پر اپنے نفس سے جہاد نہیں کرتا اس کے لیے دشمن سے جہاد کرنا بھی ممکن نہیں۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) کفار یا باغیوں کے خلاف لڑائی میں طاقت صرف کرنا جہاد ہے۔(۳)

(عبداللہ بسام) کفار' باغیوں یا ڈاکوؤں کے خلاف لڑائی میں پوری محنت صرف کرنا جہاد ہے۔(٤)

(شیخ وھبہ زحیلی) کفار کے خلاف لڑائی یا اپنے دفاع میں جان' مال اور زبان کے ساتھ پوری طاقت صرف کر دینا جہاد ہے۔(٥)

خلاصۃ التعریفات: کتاب و سنت کی مجموعی نصوص اور درج بالا ائمہ کی بیان کردہ تعریفات کی روشنی میں ہمارے علم کے مطابق جہاد کی تعریف یہ ہے کہ ''ہر وہ انتھک محنت و کوشش جہاد میں شامل ہے جو کسی بھی طریقے سے غلبۂ اسلام کی نیت سے کی جائے خواہ وہ محنت انفرادی ہو یا اجتماعی' لسانی ہو یا قلمی' مالی ہو یا جانی۔''

واضح رہے کہ جس جد و جہد میں دین اسلام کی سر بلندی مقصود نہیں ہو گی وہ جہاد میں ہرگز شامل نہیں۔

جہاد کی اہمیت:

(1) ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ٢١٦]

''تم پر قتال فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار گزرتا ہے۔ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو تم ناگوار سمجھو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بری ہو۔اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

(2) ﴿ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة : ٢٤٤]

''اور اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔''

(3) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ [التوبة : ١٢٣]

---

(۱) [كشاف القناع (٣٦/٣) الفتاوى الكبرى لابن تيمية (٣٨/٥)]
(۲) [زاد المعاد (٥/٣ ـ ٦)]
(۳) [سبل السلام (١٧٤٥/٤)]
(٤) [التعليق على سبل السلام (١٧٤٥/٤)]
(٥) [الفقة الإسلامي وأدلته (٥٨٤٦/٨)]

''اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

(4) ﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبة : ٣٦]

''اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں ہی کے ساتھ ہے۔''

(5) ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٣]

''اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے خالص ہو جائے۔ اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے علاوہ کسی پر زیادتی نہ کرو۔''

(6) ﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١٤-١٥]

''ان (کافروں) سے لڑو! اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں مبتلا کر دے گا اور انہیں ذلیل کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور ایمان والے لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا اور ان کے دلوں کا غصہ ختم کرے گا اور جس پر اللہ چاہے گا رجوع فرمائے گا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

(7) ﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ [الحج : ٧٨]

''اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔''

(8) ﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرة : ١٩١]

''اور انہیں (کافروں کو) جہاں پاؤ قتل کر دو اور جس جگہ سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم بھی انہیں وہاں سے نکال باہر پھینکو۔ اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔''

(9) ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ﴾ [محمد : ٤]

''تو جب کافروں سے تمہارا گھمسان کا رن پڑے تو گردنوں پر مارو۔ جب ان کا خوب خون بہا چکو تو مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو۔ پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔ حتی کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ لے۔''

(10) ﴿ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [النساء : ٨٤]

''تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہ تجھے صرف تیری ذات کی نسبت حکم دیا جاتا ہے ہاں ایمان والوں کو رغبت دلاتا رہ۔''

(11) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم و ألسنتكم ﴾ ”مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں' جانوں اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔“ (١)

(12) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله ﴾ ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں حتی کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔“ (٢)

(13) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ ﴿ لا هجرة بعد الفتح ولكن جهاد ونية وإذا استنفرتم فانفروا ﴾ ”اب فتح مکہ کے بعد حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ ان میں مسلمانوں کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی ضرورت نہیں رہی لیکن جہاد اور جہاد کی نیت برقرار ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔“ (٣)

(14) حضرت ابوبکر بن ابی موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا اس حال میں کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن أبواب الجنة تحت ظلال السيوف ﴾ ”بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔“ یہ سن کر ایک پراگندہ شکل والا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے ابو موسی! کیا یہ بات تو نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا' ہاں' پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور انہیں الوداعی سلام کہا پھر اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔“ (٤)

(15) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم ﴾ ”جب تم بیع عینہ (سودی کاروبار کی ایک قسم) شروع کر دو گے اور گائے بیلوں کی دموں کو پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی میں ہی راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دیں گے جو اس وقت تک نہیں ہٹائیں گے حتی کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ۔“ (٥)

---

(١) [صحيح : صحيح ابو داود (٢١٨٦) كتاب الجهاد : باب كراهية ترك الغزو ' ابو داود (٢٥٠٤)]

(٢) [بخاری (٢٥) كتاب الإيمان : باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة]

(٣) [بخاری (٢٧٨٣) كتاب الجهاد والسير : باب فضل الجهاد والسير]

(٤) [مسلم (١٩٠٢) كتاب الإمارة : باب ثبوت الجنة للشهيد]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٩٥٦) كتاب البيوع : باب في النهي عن العينة ' ابو داود (٣٤٦٢) الصحيحة (١١)]

جہاد کی فضیلت:

(1) ﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَداً إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۲۰۔۲۲]

''جو لوگ ایمان لائے' ہجرت کی اللہ کی راہ میں' اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبے والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی۔ ان کے لیے وہاں ہمیشگی کی نعمت ہے وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کے پاس یقیناً بہت بڑا اجر ہے۔''

(2) ﴿ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۷٤]

''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔''

(3) ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُوْلٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ۱۵]

''مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پکا ایمان لائیں پھر شک وشبہ نہ کریں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ یہی سچے لوگ ہیں۔''

(4) ﴿ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۱۱]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں وہ قتل کرتے ہیں اور خود قتل ہو جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں' انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے۔ تو تم لوگ اپنی اُس تجارت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم نے اس سے معاملہ ٹھہرایا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

(5) ﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْراً عَظِيْماً ﴾ [النساء : ۷٤]

''پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ چکے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پا لے یا غالب آ جائے یقیناً ہم اسے بہت بڑا ثواب عنایت فرمائیں گے۔''

(6) ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ○ دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴾ [النساء: ٩٥-٩٦]

''اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے دی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔ اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

(7) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ [محمد: ٧]

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔''

(8) ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ وَأُخْرَى تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الصف: ١٠-١٣]

''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟۔ (وہ تجارت یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں اُن جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور تمہیں ایک دوسری نعمت بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے اور مومنوں کو خوشخبری دے دیجیے۔''

(9) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ سألت رسول الله ﷺ قلت یا رسول الله ! أی العمل أفضل؟ قال الصلوة علی میقاتها قلت ثم أی؟ قال ثم برالوالدین قلت ثم أی؟ قال الجهاد فی سبیل الله ﴾

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا' افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا' میں عرض کیا اس کے بعد کون سا افضل عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین سے اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔''(۱)

(۱) [بخاری (۲۷۸۲) کتاب الجهاد : باب فضل الجهاد السیر' مسلم (۸۳) کتاب الایمان : باب بیان کون الایمان بالله تعالی أفضل الأعمال]

(10) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن رجلا قال يا رسول الله ﷺ دلني على عمل يعدل الجهاد قال لا أجده ثم قال هل تستطيع إذا خرج المجاهد أن تدخل مسجدك فتقوم و لا تفتر و تصوم و لا تفطر فقال و من يستطيع ذلك؟ ﴾

''ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! اُس عمل کی راہنمائی فرمایئے جو جہاد کے برابر ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہو۔ پھر ارشاد فرمایا' کیا تم میں اتنی ہمت و استطاعت ہے کہ مجاہد کے جہاد پر جانے کے فوراً بعد تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور اس کے لوٹ آنے تک مسلسل قیام کرتے رہو اور کبھی نہ تھکو اور روزے رکھتے رہو اور کبھی افطار نہ کرو؟ پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا یہ طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟۔'' (۱)

(11) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله ما بين الدرجتين كما بين السماء و الأرض فإذا سألتم الله فاسئلوه الفردوس فإنه أوسط الجنة وأعلى الجنة ومنه تفجر أنهار الجنة و فوقه عرش الرحمان ﴾

''بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کیے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ پس تم جب بھی اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو یہ سب جنتوں کے درمیان میں ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔'' (۲)

(12) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ مر رجل من أصحاب النبي بشعب فيه عيينة من ماء عذب فقال لو اعتزلت الناس فأقمت في هذا الشعب؟ ولن أفعل حتى استاذن رسول الله ﷺ فذكر ذلك لرسول الله فقال لا تفعل فإن مقام أحدكم في سبيل الله أفضل من صلوته في بيته سبعين عاما ألا تحبون أن يغفر الله لكم و يدخلكم الجنة؟ أغزوا في سبيل الله من قاتل في سبيل الله فواق ناقة وجبت له الجنة ﴾

''صحابہ میں سے ایک آدمی کا گذر ایک گھاٹی سے ہوا جہاں ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ تھا۔ اس نے کہا اگر میں لوگوں سے الگ تھلگ یہاں ٹھہر جاؤں اور اللہ کی عبادت کروں لیکن یہ کام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لوں۔ لہٰذا اس نے سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بے شک تم میں سے کسی کا جہاد فی سبیل اللہ میں کھڑے ہو جانا گھر کی ستر سال کی نمازوں سے بہتر ہے کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ جو آدمی اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ جتنا اللہ کے راستے میں

(۱) [بخاری (۲۷۸۵) کتاب الجهاد : باب فضل الجهاد والسير]

(۲) [بخاری (۲۷۹۰) کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدين في سبيل الله ' احمد (۳۳۵/۲) حاکم (۸۰/۱)]

لڑا اس پر اللہ کی جنت واجب ہوگئی۔''(۱)

(13) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیر و سیاحت کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إن سياحة أمتي الجهاد في سبيل الله﴾ ''بے شک میری اُمت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''(۲)

(14) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿جاهدوا في سبيل الله فإن الجهاد في سبيل الله باب من أبواب الجنة ينجي الله تبارك وتعالى به من الهم والحزن﴾

''اللہ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعے پریشانی اور غم سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔''(۳)

(15) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ثلاثة حق على الله عونهم : المجاهد في سبيل الله والمكاتب الذي يريد الأداء والناكح الذي يريد العفاف﴾

''تین بندے ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا' ایسا مکاتب غلام جو رقم کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے اور وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کا ارادہ رکھتا ہے۔''(٤)

(16) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من خير معاش الناس لهم رجل ممسك عنان فرسه في سبيل الله يطير على متنه كلما سمع هيعة أو فزعة طار عليه يبتغي القتل والموت مظانه أو رجل في غنيمة في رأس شعفة من هذه الشعف أو بطن واد من هذه الأودية يقيم الصلاة ويؤتي الزكاة ويعبد ربه حتى يأتيه اليقين ليس من الناس إلا في خير﴾

''سب لوگوں سے بہترین زندگی اس آدمی کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر لگام تھامے ہوئے دوڑا پھرتا ہے۔ جب کسی طرف سے حملے کا شور یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو قتل ہونے کے لیے اس کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔ موت کو موت کی جگہوں میں تلاش کرتا پھرتا ہے اور اُس آدمی کی زندگی بھی بہتر ہے جو پہاڑ کی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا پہاڑ کی

---

(۱) [**حسن** : صحيح الترغيب (۱۳۰۱) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الجهاد في سبيل الله ' ترمذی (۱۶۵۶) ابواب الفضائل الجهاد : باب ما جاء في الغدو والرواح في سبيل الله ' حاكم (۶۸/۲)]

(۲) [**حسن** : صحيح ابو داود (۲۱۷۲) كتاب الجهاد : باب في النهي عن السياحة ' ابو داود (۳٤۸۶) حاكم (۷۳/۲)]

(۳) [**صحيح لغيره** : صحيح الترغيب (۱۳۱۹) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الجهاد في سبيل الله ' احمد (۳۱٤/۵ ـ ۳۱۶ ـ ۳۲۶) حاكم (۷۵/۲) امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(٤) [**حسن** : صحيح الترغيب (۱۳۰۸) كتاب الجهاد : باب الترغيب في الجهاد في سبيل الله ' ترمذی (۱۶۵۵) ابن حبان (٤۰۱۹) حاكم (۱۶۰/۲) امام حاکمؒ نے اس حدیث کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

...ادیوں میں سے کسی ایک وادی میں رہتا ہے' نماز پڑھتا ہے' زکوٰۃ دیتا ہے اور موت تک اپنے رب کی عبادت کرتا ہے' لوگوں میں سے وہ شخص بھلائی پر ہے۔''(۱)

(17) حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿ من اغبرت قدماه فی سبیل اللّٰه حرمه الله علی النار ' وفی لفظ لہ ' ما اغبرتا قدما عبد فی سبیل الله فتمسه النار ﴾

''جس شخص کے قدموں پر جہاد کے راستے پر چلنے کی وجہ سے گرد وغبار پڑی اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔ اور دوسری جگہ فرمایا: نہیں خاک آلود ہوتے کسی آدمی کے قدم اللہ کے راستے میں پھر اسے جہنم کی آگ بھی چھوئے (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوگا)۔''(۲)

(18) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ سمعت رسول الله ﷺ یقول موقف ساعة فی سبیل الله خیر من قیام لیلة القدر عند الحجر الأسود ﴾ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے راستے میں لمحہ بھر کھڑا ہونا حجر اسود کے قریب لیلۃ القدر کے قیام سے بہتر ہے۔''(۳)

(19) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا یجتمع کافر وقاتله فی النار أبدا ﴾ ''کافر اور اس کو قتل کرنے والا مجاہد دونوں کبھی آگ میں اکٹھے نہیں ہوسکتے۔''(٤)

(20) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ﴿ أتعلم أول زمرة تدخل الجنة من أمتی؟ قلت الله ورسوله أعلم فقال المهاجرون یأتون یوم القیامة إلی باب الجنة ویستفتحون فیقول لهم الخزنة أوقد حوسبتم ؟ قالوا بأی شیئ نحاسب وإنما كانت أسیافنا علی عواتقنا فی سبیل الله حتی متنا علی ذلك قال فیفتح لهم فیقیلون فیها أربعین عاما قبل أن یدخلها الناس ﴾

''کیا تو جانتا ہے کہ سب سے پہلا گروہ میری اُمت کا کونسا جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آئیں گے اور اس کو کھٹکھٹائیں گے تو جنت کا دربان ان سے پوچھے گا کیا تمہارا حساب وکتاب ہو چکا ہے؟ وہ جواب دیں گے ہمارا حساب کس چیز کا۔ ہمارا حال تو یہ تھا کہ تلواریں مسلسل ہمارے شانوں پر رہیں حتی کہ ہمیں موت آگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہ لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے

(۱) [مسلم (۱۸۸۹) کتاب الإمارة : باب فضل الجهاد والرباط]

(۲) [بخاری (۹۰۷' ۲۸۱۱) کتاب الجمعة : باب المشی إلی الجمعة ' کتاب الجهاد : باب من اغبرت قدماه فی سبیل الله]

(۳) [**صحیح** : صحیح الترغیب (۱۲۲۳) کتاب الجهاد : باب الترغیب فی الرباط فی سبیل الله ' ابن حبان (٤٥٨٤) بیهقی فی الشعب (٤٢٨٦)]

(٤) [مسلم (۱۸۹۱) ابو داود (۲٤۹٥) نسائی (۱۳/٦) حاکم (۷۲/۲)]

جنت میں داخل ہو کر اس میں آرام کریں گے۔'' (۱)

شہید کی فضیلت:

(1) ﴿ وَلَا تَقُوْلُوا لِمَن يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٥٤]

''اور اللہ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔''

(2) ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ o فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٩ ـ ١٧١]

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ خوش ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے' اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔''

(3) ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّن يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً ﴾ [الأحزاب : ٢٣]

''مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين وفي رواية قال : القتل في سبيل الله يكفر كل شيئ إلا الدين ﴾

''اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اللہ کے راستے میں قتل ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (۲)

(5) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ رأيت الليلة رجلين أتياني فصعدا بي الشجرة فأدخلاني دارا هي أحسن وأفضل لم أرقط أحسن منها قالا أما هذه فدار الشهداء ﴾

''میں نے آج رات کو خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا کر لے گئے پھر ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا کہ یہ گھر

---

(۱) [حاکم (۷۰/۲) أبو عوانه (۹٤/٥)]

(۲) [مسلم (۱۸۸۷) کتاب الإمارة : باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين]

شہیدوں کا ہے۔''(۱)

(6) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ما أحد يدخل الجنة يحب أن يرجع إلى الدنيا وله ما على الأرض من شيئ إلا الشهيد يتمنى أن يرجع إلى الدنيا فيقتل عشر مرات لما يرى من الكرامة ' وفي رواية ' لما يرى من فضل الشهادة﴾

''جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے گا سوائے شہید کے وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔''(۲)

(7) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا﴿ لما أصيب إخوانكم جعل الله أرواحهم في جوف طير خضر ترد أنهار الجنة تأكل من ثمارها وتأوي إلى قناديل من ذهب معلقة في ظل العرش ' فلما وجدوا طيب مأكلهم ومشربهم ومقيلهم قالوا من يبلغ إخواننا عنا أنا أحياء في الجنة نرزق لئلا يزهدوا في الجهاد ولا ينكلوا عند الحرب فقال الله تعالى أنا أبلغهم عنكم فأنزل الله عزوجل : وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴾

''اُحد کے روز جو تمہارے بھائی شہید ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا۔ یہ پرندے جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں' جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش الٰہی کے سائے میں لٹکی ہوئی سنہری قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ انہوں نے جب اپنا اچھا کھانا پینا اور اچھی آرام گاہیں دیکھیں تو یہ آرزو کی کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر کر دے کہ ہم زندہ ہیں اور جنت میں ہیں؟ تاکہ ہمارے بھائی جنت سے نا اُمید نہ ہو جائیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو دیکھ کر فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے یہ پیغام اُن کو پہنچا دیتا ہوں چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔''(۳)

(8) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ للشهيد عند الله ست خصال يغفر له في أول دفعة من دمه ويرى مقعده من الجنة ويجار من عذاب القبر ' ويأمن من الفزع الأكبر ' ويوضع على رأسه تاج الوقار الياقوتة منه خير من الدنيا وما فيها ' ويزوج ثنتين وسبعين زوجة من الحور العين ويشفع

---

(۱) [بخاری (۲۷۹۱) کتاب الجهاد والسير : باب درجات المجاهدين في سبيل الله]

(۲) [بخاری (۲۸۱۷) کتاب الجهاد : باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا ' مسلم (۱۸۷۷) کتاب الإمارة : باب فضل الشهادة في سبيل الله ' ترمذی (۱۶۶۱)]

(۳) [**حسن** : صحيح الترغيب (۱۳۷۹) کتاب الجهاد : باب الترغيب في الشهادة وما جاء في فضل الشهداء ' ابو داود (۲۵۲۰) کتاب الجهاد : باب في فضل الشهادة ' حاکم (۸۸/۳)]

في سبعين من أقاربه ﴾

''اللہ کے ہاں شہید کے چھ اعزاز ہوتے ہیں (اور وہ یہ ہیں): پہلے ہی لمحہ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قیامت کی مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا صرف ایک ہی یاقوت دنیا اور اس میں جو ہے سب سے قیمتی ہے۔ گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر (72) حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اس کے ستر (70) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔'' (۱)

(9) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ﴿ إني رجل أسود منتن الريح قبيح الوجه لا مال لي فإن أنا قاتلت هؤلاء حتى أقتل فأين أنا ؟ قال في الجنة فقاتل حتى قتل فأتاه النبي ﷺ فقال قد بيض الله وجهك وطيب ريحك وأكثر مالك لقد رأيت زوجته من الحور العين نازعته جبة له من صوف تدخل بينه وبين جبة ﴾

''میں کالے رنگ کا بدصورت انسان ہوں میرے پاس مال بھی نہیں اگر میں ان کفار سے لڑوں اور شہید کر دیا جاؤں تو کیا جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! چنانچہ یہ آگے بڑھے کفار سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر گزر ہوا اور وہ شہید ہوئے پڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے تیرے چہرے کو خوبصورت کر دیا اور تیری بو کو مہک دار کر دیا اور تیرے مال کو کثیر کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کی دو بیویاں حورعین دیکھی ہیں۔ اس میت پر ایک جبہ ہے وہ دونوں جھگڑ رہی ہیں اور اس کی کھال اور جبہ کے درمیان داخل ہونا چاہتی ہیں۔'' (۲)

(10) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الشهداء على بارق نهر بباب الجنة في قبة خضراء يخرج عليهم رزقهم من الجنة بكرة وعشيا ﴾

''شہداء جنت کے دروازے کے پاس سبز خیمہ میں نہر کے کنارے پر ہوں گے۔ ان کو صبح و شام جنت سے رزق ملے گا۔'' (۳)

---

(۱) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۳۷۵) کتاب الجهاد : باب الترغیب في الشهادة وما جآء في فضل الشهداء ' ترمذی (۱۶۶۳) کتاب فضائل الجهاد : باب في ثواب الشهید ' ابن ماجة (۲۷۹۹) کتاب الجهاد : باب فضل الشهادة في سبیل الله ' احمد (۱۳۱/٤)]

(۲) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۳۸۱) کتاب الجهاد : باب الترغیب في الشهادة وماجآء في فضل الشهداء ' حاکم (۹۳/۲) امام حاکم ؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔]

(۳) [حسن : صحیح الترغیب (۱۳۷۸) کتاب الجهاد : باب الترغیب في الشهادة وما جآء في فضل الشهداء ' احمد (۲۶۶/۱) حاکم (۷٤/۲) ابن حبان (٤٦٣٩) ابن أبي شيبة (۲۹۰/۵)]

(جہاد) فرض کفایہ ہے۔ ❶	فَرْضُ كِفَايَةٍ

❶ تین صورتوں میں جہاد فرض عین ہوتا ہے۔(۱)

(1) جب لشکر آپس میں ٹکرانے لگیں تو ہر حاضر شخص پر فرض عین ہے کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ڈٹا رہے اور اس وقت پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفاً لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴾
[الأنفال : ۱۵۔ ۱٦]

’’اے ایمان والو! جب تم کافروں سے روبرو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔ اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔‘‘

اور حدیث میں ہے کہ ’’سات ہلاک کر دینے والی اشیاء سے بچو (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿ التولى يوم الزحف ﴾ ’’لڑائی کے دن پیٹھ پھیرنے سے۔‘‘(۲)

(2) جب کفار کسی شہر میں حملہ آور ہو جائیں تو ان کا دفاع کرنے کی غرض سے ان سے لڑائی کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ ((إذا نزل الكفار ببلد تعين على أهله قتالهم ودفعهم)) ’’جب کافر کسی شہر میں اتر آئیں تو اس شہر والوں کے لیے ان سے لڑنا اور ان کا دفاع کرنا (فرض عین ہو جاتا ہے)۔‘‘(۳)

(3) جب حاکم وقت سب کو نکلنے کا حکم دے تو سب پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ﴾ [التوبة : ۳۸]

’’اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کے راستے میں کوچ کرو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو۔‘‘

اور حدیث میں ہے کہ ﴿ إذا استنفرتم فانفروا ﴾ ’’جب تمہیں نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو۔‘‘(٤)

اس پر فقہا کا اتفاق ہے۔(٥)

(۱) [المغنی (۳٤٦/۸)]
(۲) [بخاری (۲۷٦٦) کتاب الوصایا : باب قول الله تعالى إن الذين يأكلون أموال اليتمى]
(۳) [المغنی (۳٤٦/۸)]
(٤) [بخاری (۳۰۷۷) کتاب الجهاد : باب لا هجرة بعد الفتح]
(٥) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع (ص/۹۸) تبيين الحقائق (۲٤۱/۳) فتح القدير (۲۷۸/٤) الدر المختار (۲۳۹/۳) آثار الحرب (ص/۸۷)]

فرض عین اور فرض کفایہ کی تعریف:

فرض عین: ((هو الفرض الذي يجب على كل مسلم أن يفعله بنفسه كالصلاة والصوم)) ''فرض عین ایسا فرض ہے جسے کرنا بذات خود ہر مسلمان پر واجب ہو مثلاً نماز اور روزہ وغیرہ۔''

فرض کفایہ: ((الذي إذا قام به من يكفي سقط عن سائر الناس وإن لم يقم به من يكفي أثم الناس كلهم فالخطاب في ابتدائه يتناول الجميع كفرض الأعيان ثم يختلفان في أن فرض الكفاية يسقط بفعل البعض وفرض الأعيان لا يسقط عن أحد بفعل غيره)) ''فرض کفایہ وہ ہے جسے اتنے لوگ ادا کریں جو کافی رہیں تو باقی تمام لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر اتنے لوگ ادا نہ کریں جو کافی ہوں تو تمام لوگ گناہ گار ہوتے ہیں۔ اس کا حکم شروع میں تمام لوگوں کو ہوتا ہے بعد میں دونوں کا فرق یہ ہے کہ فرض کفایہ کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے باقی سب سے ساقط ہو جاتا ہے اور فرض عین کسی ایک کے ادا کرنے سے دوسروں سے ساقط نہیں ہوتا۔''(۱)

اس کی مثال نماز جنازہ ہے۔ یعنی اگر کچھ لوگ نماز جنازہ ادا کرلیں تو سب کے لیے اس میں حاضر ہونا ضروری نہیں لیکن اگر اتنے لوگ بھی حاضر نہ ہوں جو تجہیز و تکفین کے معاملات میں کفایت کر سکیں تو تمام مسلمان گناہ میں فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے شریک ہوں گے۔

جہاد کو فرض کفایہ کہنے والوں کے دلائل:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ [التوبة : ٣٩] ''اگر تم نہ نکلے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔'' اور ﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ...... ﴾ [التوبة : ١٢٠] ''مدینہ کے رہنے والوں اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔'' ان آیات کو اس آیت ﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴾ [التوبة : ١٢٢] ''اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس جائیں' ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

نے منسوخ کر دیا ہے۔(۲)

(2) امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ آیت ﴿ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) خاص ہو کہ

(۱) [المغنى (٣٤٥/٨)]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (٢١٨٧) كتاب الجهاد : باب في نسخ نفير العامة بالخاصة ' ابو داود (٢٥٠٥)]

یعنی جب آپ جہاد کے لیے نکلنے کو کہیں اور کوئی نہ نکلے (تو اسے یہ عذاب ہوگا)۔(۱)

(3) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت مخصوص ہے منسوخ نہیں۔(۲)

(4) فرض کفایہ کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات خود جہاد کے لیے جاتے اور بعض اوقات صرف دستوں کو بھیج دیتے اور خود نہ جاتے۔(۳)

(5) ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ﴾ [النساء : ۹۵]

”اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیچھے بیٹھ رہنے والے بھی جہاد کے بغیر گنا ہگار نہیں ہوں گے۔

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من آمن بالله ورسوله وأقام الصلاة وصام رمضان كان حقا على الله أن يدخله الجنة جاهد في سبيل الله أو جلس في أرضه التي ولد فيها ﴾ ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ اس نے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی ہو یا اُس زمین میں ہی بیٹھا رہا ہو جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔“(٤)

ثابت ہوا کہ جہاد کے بغیر بھی جنت کی بشارت ہے لہٰذا یہ فرض عین نہیں۔

(7) حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من جهز غازيا في سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازيا في أهله فقد غزا ﴾ ”جس نے اللہ کے راستے میں کسی غازی کو تیار کیا تحقیق اس نے بھی غزوہ کیا اور جس نے کسی غازی کے اہل و عیال کی اچھی نگہبانی کی اس نے بھی غزوہ کیا۔“(٥)

(8) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه ﴾ ”جس نے اللہ تعالیٰ سے صدقِ دل سے شہادت کا سوال کیا اللہ تعالیٰ اسے شہداء

---

(۱) [تفسیر طبری (۱۱/۷)]

(۲) [فتح الباری (۱۲۱/٦)]

(۳) [الروضة الندية (۷۱٥/۲)]

(٤) [بخاری (۲۷۹۰) كتاب الجهاد : باب درجات المجاهدين في سبيل الله]

(٥) [مسلم (۱۸۹٥) كتاب الإمارة : باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره]

کے مرتبوں تک پہنچا دے گا خواہ وہ اپنے بستر پر ہی کیوں نہ فوت ہو جائے۔''(۱)

(حنابلہ، شافعیہ) جہاد فرض کفایہ ہے۔(۲)

فرض عین کہنے والوں کے دلائل:

(1) ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾ [التوبة : ٤١]
''ہلکے ہو یا بوجھل (اللہ کے راستے میں) نکلو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔''

(2) ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [التوبة : ٣٩]
''اگر تم نہ نکلے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔''

(3) ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ﴾ [البقرة : ٢١٦]
''تم پر لڑائی فرض کر دی گئی ہے۔''

(4) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق ﴾ ''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ نہ تو اس نے غزوہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں اس کا ارادہ پیدا ہوا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرے گا۔''(۳)

(سعید بن مسیبؒ) جہاد فرض عین ہے۔(٤)

خلاصۂ کلام: لفظِ جہاد کتاب و سنت میں اغلباً دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(1) جہاد بمعنی قتال: جیسے قرآن میں ہے
﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾ [التوبة : ٤١]
''ہلکے ہو یا بوجھل نکل کھڑے ہو جاؤ اور اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرو۔''
اس آیت میں جہاد بمعنی قتال استعمال ہوا ہے۔

(2) جہاد بمعنی غلبۂ دین کے لیے محنت و کوشش: جیسا کہ سورۂ فرقان میں ہے
﴿ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٥٢]
''پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعہ ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں۔''
یہ آیت مکی ہے اور ابھی قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا لہٰذا یہاں جہاد کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کے اوامر و نواہی کھول کھول کر بیان کریں اور اہل کفر کے لیے جو زجر و توبیخ اور وعیدیں ہیں وہ واضح کریں۔

(۱) [مسلم (۱۹۰۹) کتاب الإمارة : باب استحباب طلب الشهادة فى سبيل الله تعالى]
(۲) [نيل الأوطار (٦٧٩/٤)]
(۳) [مسلم (۱۹۱۰) کتاب الإمارة : باب ذم من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بالغزو]
(٤) [المغنى (٣٤٥/٨) تفسير قرطبى (٣٨/٣)]

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ جاھدوا المشرکین بأموالکم أنفسکم وألسنتکم ﴾ ''مشرکین سے اپنے مال وجان اور زبان کے ساتھ جہاد کرو۔'' (۱)

لازماً زبان کے ساتھ دشمنوں کے خلاف جنگ تو نہیں ہو سکتی تاہم کفار و منافقین کی سازشوں اور پروپیگنڈوں کو بے نقاب کر کے ان پر حجت قائم کی جا سکتی ہے۔

علاوہ ازیں ایک آیت میں لفظِ جہاد درج بالا دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے اور وہ آیت یہ ہے

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ﴾ [التوبة : ۷۳]

''اے نبی! کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے۔''

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ ''جہاد بالکفار سے مراد ان کے خلاف جنگ کرنا ہے اور جہاد بالمنافقین سے مراد (ان کے خلاف جنگ نہیں بلکہ) ان کے خلاف حجت و برہان قائم کر دینا ہی ہے۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ جہاد کتاب و سنت میں جنگ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور غلبہ دین کے لیے دیگر ذرائع و وسائل سے محنت و کوشش کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ تو واضح رہے کہ اگر جہاد بمعنی قتال (یعنی دشمنوں کے خلاف جنگ کے) ہو تو گذشتہ فرض عین ہونے کی تین صورتوں کے علاوہ فرض کفایہ ہوگا۔ اور اگر جہاد دین کی سربلندی کے لیے کسی بھی طریقے سے کی جانے والی محنت و کوشش کے معنی میں ہو تو وہ ہر مسلمان پر ساری زندگی نماز کی طرح فرض عین ہے۔

(ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ ((والتحقيق أيضا أن جنس جهاد الكفار متعين على كل مسلم إما بيده وإما بلسانه وإما بماله وإما بقلبه والله أعلم)) ''محقق و مسلم بات یہ ہے کہ کفار کے بالمقابل جنس جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہے خواہ یہ جہاد ہاتھ سے ہو یا زبان سے، مال سے ہو یا دل سے۔'' (۳)

تنبیہ: فرض کفایہ بھی جب تک ادا نہ ہوتا ہو فرض عین ہوتا ہے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ ''کتاب و سنت میں جہاد کی فرضیت کے متعلق جو دلائل آئے ہیں اتنے زیادہ ہیں کہ یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں لیکن وہ صرف علی الکفایہ ہی واجب ہے۔ جب بعض لوگ اسے ادا کر رہے ہوں تو باقی لوگوں سے ساقط ہے اور جب تک بعض اسے ادا نہ کریں ہر مکلّف پر فرض عین ہے۔ (۴)

مثلاً کوئی شخص پانی میں غرق ہو رہا ہو اور وہاں کچھ تیراک موجود ہوں تو ان میں سے ایک بھی اگر اسے بچا لے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی نہ بچائے اور کہے کہ یہ تو فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں تو یہ بات قابل قبول نہ ہوگی۔

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۱۸۶) كتاب الجهاد : باب كراهية ترك الغزو ' ابو داود (۲۵۰٤)]

(۲) [تفسير فتح القدير (٤٦٢/٢)]

(۳) [فتح الباري (٣٨/٦)]

(٤) [السيل الجرار (٥٥/٤)]

مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ	ہر نیک وبد حکمران کے ساتھ ۔ ❶

❶ کیونکہ جہاد کے وجوب کے لیے جہاں بے شمار احکامات ہمیں کتاب وسنت میں ملتے ہیں وہاں ایسی کوئی شرط نہیں ملتی کہ جہاد صرف نیک حکمران کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔ البتہ جہاد کا صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہونا بہر صورت ضروری ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا جو شجاعت دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور غیرتِ ملی کے لیے لڑتا ہے اور ریاکاری کے لیے لڑتا ہے ان میں سے کون سا فی سبیل اللہ لڑائی کر رہا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله﴾ "جو شخص اس نیت سے لڑا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔" (۱)

درج ذیل احادیث بھی اس مسئلے کی تائید کرتی ہیں لیکن ان میں ضعف ہے۔

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان أو فاجرا وإن هو عمل الكبائر﴾ "جہاد ہر نیک یا گنہگار حکمران کے ساتھ واجب ہے اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو۔" (۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ثلاث من أصل الإيمان ...... والجهاد ماض منذ بعثني الله إلى أن يقاتل آخر أمتي الدجال لا يبطله جور جائر ولا عدل عادل......﴾ "تین چیزیں ایمان کی اصل سے ہیں ......اور جہاد میری بعثت سے لے کر میری امت کے آخری گروہ کے دجال کے خلاف جنگ کرنے تک جاری رہے گا اور اسے کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل نہیں مٹا سکتا۔" (۳)

(احمدؒ) اگر حاکم شراب پینے اور خیانت کرنے کے ساتھ بھی معروف ہو پھر بھی اس کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے گا کیونکہ ان اشیاء کا تعلق اس کے اپنے نفس سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے کہ ﴿إن الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر﴾ "اللہ تعالیٰ فاجر وگنہگار شخص سے بھی دین کی مدد لے لیتے ہیں۔" (٤)

---

(۱) [بخاری (۱۲۳ ، ۲۸۱۰ ، ۳۱۲٦) کتاب العلم : باب من سأل وهو قائم عالما جالسا ، مسلم (۱۹۰٤) احمد (۳۹۲/٤) ابو داود (۲۵۱۷) ترمذی (۱٦٤٦) نسائی (۲۳/٦) ابن ماجة (۲۷۸۳) ابن حبان (٤٦۳٦) بیهقی (۱٦۷/۹) طیالسی (٤۸۷)]

(۲) [ضعیف : إرواء الغليل (۵۲) ضعیف الجامع الصغیر (۲٦۷۳) المشكاة (۱۱۲۵) ابو داود (۲۵۳۳) کتاب الجهاد : باب في الغزو مع ائمة الجور ، دارقطنی (۵٦/۲) بیهقی (۱۸۵/۸) العلل المتناهية لابن الجوزی (٤۲۲/۱)]

(۳) [ضعیف : ضعیف الجامع الصغیر (۲۵۳۲) المشكاة (۵۹)]

(٤) [بخاری (۳۰٦۲) کتاب الجهاد : باب إن الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر ، المغنی (۱٤/۱۳)]

إِذَا أَذِنَ الْأَبَوَانِ	جب والدین اجازت دیں۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا'' میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔'' میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الجهاد في سبيل الله ﴾ ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' (١)

ثابت ہوا کہ والدین کے حقوق جہاد پر مقدم ہیں۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو۔ (٢)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ وہ بولا ہاں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ففيهما فجاهد ﴾ ''تو تم ان دونوں (کی خدمت) میں جدوجہد کرو۔'' (٣)

(3) ایک روایت میں ہے کہ ''اس شخص نے آ کر کہا میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ کے ساتھ مل کر جہاد کروں اور جب میں آیا تو میرے والدین رو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ فارجع إليهما فأضحكهما كما أبكيتهما ﴾ ''تو ان کے پاس واپس جا اور انہیں اسی طرح خوش کر جیسے تو نے انہیں رلایا ہے۔'' (٤)

(4) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یمن میں تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا ''نہیں''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ارجع إليهما واستأذنهما فإن أذنا لك فجاهد وإلا فبرهما ﴾ ''ان کے پاس واپس جاؤ' ان سے اجازت مانگو' پھر اگر وہ دونوں تمہیں اجازت دے دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرو۔'' (٥)

---

(١) [بخاری (٥٢٧) کتاب مواقیت الصلاة : باب فضل الصلاة لوقتها' مسلم (١٣٩) احمد (٤٠٩/١) ترمذی (١٧٣) نسائی (٢٩٢/١) حمیدی (١٠٣) الأدب المفرد للبخاری (١) ابن خزیمة (٣٢٧)]

(٢) [نیل الأوطار (٦٨٦/٤)]

(٣) [بخاری (٣٠٠٤) کتاب الجهاد والسیر : باب الجهاد بإذن الأبوین' مسلم (٢٥٤٩) ترمذی (١٦٧١) نسائی (١٠/٦) حمیدی (٩٨٥) ابن حبان (٣١٨' ٣٢٠) بیهقی (٢٥/٩)]

(٤) [**صحیح** : صحیح ابن ماجة (٢٢٤٢) ابو داود (٢٥٢٨) کتاب الجهاد : باب فی الرجل یغزو وأبواه کارهان' احمد (١٦٠/٢) نسائی (١٤٣/٧) ابن ماجة (٢٧٨٢) الأدب المفرد للبخاری (١٩) ابن حبان (٤١٩) حاکم (١٥٢/٤) عبدالرزاق (٩٢٨٥) حمیدی (٥٨٤) مسلم (٢٥٤٩) شرح السنة (٣٧٨/١٠)]

(٥) [**صحیح** : صحیح ابو داود (٢٢٠٧) احمد (٧٥/٣) ابو داود (٢٥٣٠) کتاب الجهاد : باب فی الرجل یغزو وأبواه کارهان' حاکم (١٠٣/٢) ابن حبان (٤٢٢) بیهقی (٢٦/٩)]

(5) حضرت معاویہ بن جاہمہ السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جاہمہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا ''ہاں'' آپ ﷺ نے فرمایا﴿ ألزمها فإن الجنة عند رجليها ﴾ ''اسے لازم پکڑو (یعنی اس کی خدمت کرو) کیونکہ جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔''(۱)

(جمہور) جہاد کے لیے والدین کی اجازت لینا واجب ہے اور ان دونوں یا ان میں سے ایک کی اجازت کے بغیر حرام ہے کیونکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے پھر کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔(۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مؤقف ہے۔(۳)

(اوزاعیؒ) فرائض چھوڑنے میں والدین کی اطاعت نہیں کی جائے گی کیونکہ جب عبادت متعین (فرض عین) ہو جائے تو والدین کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جیسا کہ نماز (کی ادائیگی میں والدین سے اجازت نہیں مانگی جائے گی)۔(٤)

(بغویؒ) جب جہاد فرض عین نہ ہو اور والدین مسلمان ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر نہ نکلے لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر کسی اجازت کی ضروری نہیں اور جب والدین کافر ہوں تو فرض عین یا فرض کفایہ دونوں صورتوں میں جہاد کے لیے بغیر اجازت جانا درست ہے۔(٥)

بعض علما کا یہ مؤقف ہے کہ والدین سے اجازت لینا یا نہ لینا مسلمانوں کے امیر پر منحصر ہے اگر وہ کہے تو اجازت لی جائے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے اور اگر وہ نہ کہے تو اجازت نہ لی جائے جیسا کہ اکثر و بیشتر صحابہ کرام کے متعلق غزوات میں شرکت منقول ہے مثلاً غزوہ بدر، احد، احزاب وغیرہ لیکن کسی کو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ واپس جاؤ اور اجازت لے کر آؤ۔

وَهُوَ مَعَ اِخْلَاصِ النِّيَّةِ يُكَفِّرُ الْخَطَايَا إِلَّا الدَّيْنَ	اخلاص نیت کے ساتھ کیا ہوا جہاد قرض کے سوا تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔❶

❶ (1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے خبر دیجیے کہ اگر میں اللہ کے راستے میں

(۱) [صحیح : صحیح نسائی (۲۹۰۸) صحیح ابن ماجة (۲۷۸۱) احمد (۴۲۹/۳) نسائی (۱۱/٦) ابن ماجة (۲۷۸۱) بیهقی (۲٦/۹)]
(۲) [نیل الأوطار (٦٨٧/٤) المغنی (۲٦/۱۳)]
(۳) [أیضا]
(٤) [المغنی (۲۷/۱۳)]
(٥) [شرح السنة (٥٢٥/٥)]

قتل کردیا جاؤں تو کیا وہ میری غلطیاں (گناہ) معاف فرما دے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ نعم وأنت صابر محتسب مقابل غیر مدبر إلا الدین فإن جبرئیل قال لی ذلك ﴾ ''ہاں (لیکن) تو صبر کرنے والا ہو' اجر کی نیت رکھنے والا ہو' آگے بڑھنے والا ہو پیٹھ پھیرنے والا نہ ہو مگر قرض (معاف نہیں ہوگا)۔ یہ بات جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتلائی ہے۔'' (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ یغفر الله للشهید کل ذنب إلا الدین فإن جبرئیل قال لی ذلك ﴾ ''اللہ تعالیٰ قرض کے سوا شہید کا ہر گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ بلاشبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ بتلایا ہے۔'' (۲)

وَيُلْحَقُ بِهِ حُقُوقُ الْآدَمِيِّينَ	اور قرض کے ساتھ (باقی) حقوق العباد بھی ملائے جائیں گے۔ ❶

❶ امام شوکانی رحمہ اللہ کی یہاں مراد یہ ہے کہ تمام حقوق العباد کو قرض پر قیاس کیا جائے گا کہ وہ بھی شہادت سے معاف نہیں ہوں گے۔ فی الحقیقت یہ بات قطعی طور پر درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کی وضاحت فرما دیتے اور ((تاخیر البیان عن وقت الحاجة لا یجوز)) ''ضرورت کے وقت سے وضاحت کو مؤخر کر دینا جائز نہیں۔''

نیز حدیث میں خاص قرض کا لفظ آیا ہے لہٰذا خاص سے عام پر دلالت کسی بھی اصول کے مطابق درست نہیں۔

وَلَا يُسْتَعَانُ فِيهِ بِالْمُشْرِكِينَ إِلَّا لِضَرُورَةٍ	جہاد میں ضرورت کے علاوہ مشرکین سے مدد نہیں لی جائے گی۔ ❶

❶ (1) ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میں آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا' کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا﴿ فارجع فلن أستعین بمشرك ﴾ ''تو تم واپس چلے جاؤ کیونکہ میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔'' (۳)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ لا تستضیئوا بنار المشرکین ﴾ ''مشرکوں کی آگ سے روشنی حاصل مت کرو۔'' (٤)

(3) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اسلحہ سے لیس ہو کر آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ!﴿ أقاتل أو أسلم ﴾ ''میں قتال کروں یا مسلمان ہو جاؤں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا﴿ أسلم ثم قاتل ﴾ ''پہلے اسلام قبول کرلو پھر قتال

(۱) [موطا (٤٦١/٢) کتاب الجهاد : باب الشهداء فی سبیل الله ' احمد (٢٩٧/٥) مسلم (١٨٨٥) ترمذی (١٧١٢) نسائی (٣٤/٦) حمیدی (٤٢٥) عبد بن حمید (١٩٢)]

(۲) [مسلم (١٨٨٦) کتاب الإمارة : باب من قتل فی سبیل الله ...... ' احمد (٢٢٠/٢)]

(۳) [مسلم (١٨١٧) کتاب الجهاد : باب کراهة الإستعانة فی الغزو بکافر ' احمد (٦٧/٦) ابو داود (٢٧٣٣) ترمذی (١٥٥٨) ابن ماجة (٢٨٣٢)]

(٤) [**ضعیف** : ضعیف نسائی (٣٩٩) کتاب الزینة : باب قول النبی ﷺ لا تنقشوا علی خواتیمکم عربیا ' نسائی (٥٢١٢) الضعیفة (٤٧٨١) احمد (٩٩/٣)]

کرو۔'' پھر اس نے مسلمان ہو کر قتال کیا اور شہید ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا﴿ عمل قليلا أجر كثيرا ﴾ ''اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت زیادہ حاصل کر لیا۔'' (۱)

ان احادیث کے برعکس نبی ﷺ نے خود مشرکین سے مدد لی ہے۔

(1) قزمان مشرک تھا لیکن جنگ احد میں شریک ہو کر اس نے بنو عبدالدار کے تین افراد قتل کر دیے جو کہ مشرکین کے علمبردار تھے حتی کہ آپ ﷺ نے فرمایا﴿ إن الله ليأزر هذا الدين بالرجل الفاجر ﴾ ''اللہ تعالیٰ اس دین کو فاجر شخص کے ساتھ بھی قوت پہنچاتے ہیں۔'' (۲)

(2) بنو خزاعہ (حالت شرک میں) قریش کے خلاف فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کے ساتھ نکلے۔ (۳)

(3) حنین کے دن آپ ﷺ نے صفوان بن اُمیہ سے مدد لی۔ (٤)

جہاد کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر آپ ﷺ نے مشرکین کی مدد قبول فرمائی ہے۔

(1) ابو طالب مشرک تھے لیکن وفات تک آپ ﷺ کی ہر ممکن مدد کرتے رہے۔

(2) شعب اَبی طالب میں محصور ہونے کے بعد بنو ہاشم اور بنو مطلب (مشرکین) نے آپ کا ساتھ دیا لیکن آپ نے انکار نہیں کیا۔

(3) طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مطعم بن عدی (مشرک) سے مدد طلب کی تو اس نے اپنے متعدد بیٹوں کے ساتھ آپ کو پناہ دے کر مکہ میں پر امن طریقے سے داخل کیا۔

(4) ہجرت کے وقت مکہ سے مدینہ تک راستہ بتانے کے لیے آپ ﷺ نے ایک مشرک کو اجرت پر رکھا۔

(احناف) کافروں اور نافرمانوں سے مدد لینا جائز نہیں۔ (٥)

(شافعیؒ) پہلے ممنوع تھی پھر رخصت دے دی گئی۔ (٦)

(راجح) **(1)** احادیث کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ مشرکین سے ضرورت کے وقت مدد لینا جائز ہے جب کہ بغیر ضرورت جائز نہیں۔ (۷)

(2) مشرک سے مدد لینا اس وقت جائز نہیں جب اس پر اعتماد نہ ہو یا وہ آپ کا حلیف نہ ہو ورنہ مدد لینا درست ہے جیسا کہ

---

(۱) [بخاری (۲۸۰۸) کتاب الجهاد والسير : باب عمل صالح قبل القتال ' مسلم (۱۹۰۰)]

(۲) [الإصابة (۳۳۵/٥ - ۳۳٦) فتح الباری (۲٤٨/٨)]

(۳) [بخاری (٤٢٨٠) سيرة ابن هشام (٤٦/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (۳۹۰/٥)]

(٥) [نيل الأوطار (٦٩١/٤)]

(٦) [كما في التلخيص (١٩٠/٤)]

(۷) [الروضة الندية (۷۲۲/۲)]

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں متعدد واقعات موجود ہیں۔

○ منافق سے مدد لینا بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں سے جنگ اُحد کے وقت تعاون کیا۔(۱)

وَتَجِبُ عَلَى الْجَيْشِ طَاعَةُ اَمِيْرِهِمْ اِلَّا فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ	معصیتِ الٰہی کے حکم کے سوالشکر پر اپنے امیر کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ ❶

❶ (1) ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النساء : ٥٩]

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور امر والوں کی فرمانبرداری کرو۔“

(2) ﴿ حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ ﴾ [آل عمران : ١٥٢]

”یہاں تک کہ جب تم نے پست ہمتی اختیار کی اور کام میں جھگڑنے لگے اور (امیر کی) نافرمانی کی۔“

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من أطاعني فقد أطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني ﴾ ”جس نے میری اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“(۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں ﴿ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ یہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جسے رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹے دستے میں بھیجا تھا۔(۳)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ) کو بنایا ﴿ وأمرهم أن يطيعوه ﴾ ”اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں۔“ پھر امیر کسی وجہ سے ناراض ہو گیا اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا ہاں فرمایا ہے۔ (امیر نے کہا) پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ انہوں نے آگ لگا دی۔ اب اس نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ لشکری کودنے ہی والے تھے کہ انہی میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے ہیں۔ ان باتوں میں وقت گزر گیا اور

---

(۱) [بخاری (٣٩٠٤) مسلم (٢٧٧٢)]

(۲) [بخاری (٢٩٥٧) كتاب الجهاد والسير : باب يقاتل من وراء الامام ويتقى به ' مسلم (١٨٣٥) نسائی (١٥٤/٧) ابن ماجة (٢٨٥٩) ابن حبان (٤٥٥٦) بيهقی (١٥٥/٨) أبو عوانة (١٠٩/٢) احمد (٢٤٤/٢)]

(۳) [بخاری (٤٥٨٤) كتاب تفسير القرآن : باب قوله أطيعوا الرسول...... ' مسلم (١٨٣٤) ابو داود (٢٦٢٤) ترمذی (١٧٦٢) نسائی (١٥٥/٧) احمد (٣٣٧/١)]

آگ بھی بجھ گئی اس کے بعد امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا جب اس واقعہ کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس سے نہ نکلتے اور فرمایا ﴿ لا طاعة فی معصیة الله إنما الطاعة فی المعروف ﴾ ''اللہ کی نافرمانی میں امیر کی اطاعت نہیں کی جائے گی بلکہ صرف نیکی کے کاموں میں کی جائے گی۔'' (۱)

وَعَلَيْهِ مُشَاوَرَتُهُمْ وَالرِّفْقُ بِهِمْ وَكَفُّهُمْ عَنِ الْحَرَامِ	امیر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور انہیں حرام کاموں سے روکے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۵۹]

''ان سے معاملات میں مشورہ کیجیے۔''

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کو جب ابو سفیان کے آنے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کلام پر آپ نے اعراض کیا' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا شاید آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں (پھر کہا) ﴿ والذی نفسی بیده ! لو أمرتنا أن نخیضها البحر لأخضناها ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اسے سمندر میں ڈبو دیں تو ہم ایسا بھی کر دیں گے (اور اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں تو ہم ایسا بھی کرنے کو تیار ہیں)۔'' (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ ما رأیت أحدا قط کان أکثر مشورة لأصحابه من رسول الله ﷺ ﴾ ''میں نے کبھی بھی کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔'' (۳)

(4) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ما من عبد یسترعیه الله رعیة یموت یوم یموت وهو غاش لرعیته إلا حرم الله علیه الجنة ﴾ ''جسے بھی اللہ تعالیٰ کسی رعایا کا نگران بنائے پھر وہ اس حال میں فوت ہو کہ وہ اپنی رعایا سے دھوکا کرنے والا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔'' (٤).

(5) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ اللهم من ولی من أمر أمتی شیئا فرفق بهم فارفق به ﴾ ''اے اللہ! جو بھی میری اُمت میں سے کسی کا والی بنے۔ وہ اگر ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ

(۱) [بخاری (۴۳۴۰' ۷۱۴۵) کتاب المغازی : باب سریة عبد الله بن حذافة ...... ' مسلم (۱۸۴۰) نسائی (۱۰۹/۷) ابو داود (۲۶۲۵) ابن حبان (۴۵۶۷) احمد (۸۲/۱ ـ ۹۴ ـ ۱۲۴)]

(۲) [مسلم (۱۷۷۹) کتاب الجهاد والسیر : باب غزوه بدر' احمد (۲۲۰/۳)]

(۳) [ترمذی تعلیقا (۲۱۴/۴) احمد (۳۲۸/۴) بیهقی (۲۱۸/۹) ترتیب المسند للشافعی (۱۷۷/۲) دلائل النبوة (۱۰۱/٤)]

(٤) [بخاری (۷۱۵۰) کتاب الأحکام : باب من استرعی رعیة فلم ینصح' مسلم (۲۲۷)]

نرمی کرے۔‘‘ (۱)

(6) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿ ما من أمیر یلی أمور المسلمین ثم لا یجتهد لهم و لا ینصح لهم إلا لم یدخل الجنة ﴾ ’’جو بھی مسلمانوں کے معاملات کا والی بنے پھر وہ ان کے لیے کوشش ومحنت نہ کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ (۲)

(7) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پیچھے رہتے تھے‘ کمزور کو چلاتے تھے‘ اسے پیچھے سوار بھی کر لیتے تھے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ (۳)

وَيُشْرَعُ لِلْإِمَامِ إِذَا أَرَادَ غَزْوًا أَنْ يُوَرِّيَ بِغَيْرِ مَا يُرِيدُهُ ‘ وَيُشْرَعُ أَنْ يُذْكِيَ الْعُيُونَ وَيَسْتَطْلِعَ الْأَخْبَارَ	حاکم کے لیے جائز ہے کہ جب وہ جہاد کے لیے جانے لگے تو اپنے ارادے کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف اشارہ کرے ❶ اور جاسوس بھیج کر حالات کی خبر رکھے۔ ❷

❶ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ﴿ أنه ﷺ كان إذا أراد غروة ورى بغيرها ﴾ ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوے پر جانا چاہتے تو توریہ (دوسرے سے چھپا کر رکھنے) سے کام لیتے۔‘‘ (٤)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے روز کہا﴿ من یأتینی بخبر القوم ﴾ ’’میرے پاس (دشمن) قوم کی خبر کون لائے گا؟‘‘ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا’ میں‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔‘‘ (٥)

(2) ایک روایت میں ہے کہ﴿ أن النبی ﷺ بعث عینا ینظر عیر أبی سفیان ﴾ ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلے کو دیکھنے کے لیے ایک جاسوس روانہ فرمایا۔‘‘ (٦)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں مشرکین کے لشکر کی تعداد معلوم کرنے کے لیے کچھ افراد جاسوسی کے لیے بھیجے۔ (٧)

(١) [مسلم (١٨٢٨) کتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل...... ‘ احمد (٦٢/٦) ابن حبان (٥٥٣) بيهقى (١٣٦/١٠)]

(٢) [مسلم (١٤٢) کتاب الإيمان : باب استحقاق الوالى الغاش لرعيته النار]

(٣) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٢٩٨) کتاب الجهاد : باب فى لزوم الساقة ‘ ابو داود (٢٦٣٩)]

(٤) [بخارى (٤٤١٨) کتاب المغازى : باب حديث كعب بن مالك ‘ مسلم (٢٧٦٩) احمد (٣٩٠/٦) ابو داود (٢٦٣٧)]

(٥) [بخارى (٢٨٤٦ ‘ ٢٨٤٧) کتاب الجهاد و السير : باب فضل الطليعة ‘ احمد (٣٠٧/٣) مسلم (٢٤١٥) ترمذى (٣٧٤٥) ابن ماجة (١١٢) نسائى فى الفضائل (١٠٧)]

(٦) [مسلم (١٧٧١) کتاب الجهاد والسير : باب غزوة بدر ‘ ابو داود (٢٦٨١)]

(٧) [سيرة ابن هشام (٣٠٧/٢ ـ ٣٠٨)]

وَيُرَتِّبَ الْجُيُوْشَ وَيَتَّخِذَ الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةَ	دستوں کو ترتیب دے، جھنڈے اور علامات مقرر کرے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ خير الصحابة أربعة وخير السرايا أربعمائة وخير جيوش أربعة آلاف ولا يغلب اثنا عشر ألفا من قلة ﴾ ''بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین سرایا (چھوٹے دستے) چار سو (400) کی تعداد پر مشتمل ہیں۔ اور بہترین جیوش (بڑے لشکر) چار ہزار (4,000) کی تعداد والے ہیں۔ اور بارہ ہزار (12,000) مجاہدین قلت کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہوں گے۔'' (۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ كانت رأية النبي ﷺ سوداء ولواء ه أبيض ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا کالا تھا اور آپ کا علَم سفید تھا۔'' (۲)

(2) دشمن سے جنگ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکروں کو ترتیب دیتے تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے دن تیراندازوں کو پہاڑی پر مقرر فرمایا اور انہیں اپنی جگہ پر متعین رہنے کو کہا اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو اس حالت میں دیکھیں کہ انہیں پرندے اُچک رہے ہیں۔ (۳)

(4) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ أن النبي ﷺ دخل مكة ولواء ه أبيض ﴾ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کا جھنڈا سفید تھا۔'' (٤)

(5) حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سیاہ جھنڈے دیکھے۔ (٥)

○ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے پر (لا إله إلا الله محمد رسول الله) لکھا ہوا تھا۔ (٦)

وَتَجِبُ الدَّعْوَةُ قَبْلَ الْقِتَالِ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ إِمَّا الْإِسْلَامُ أَوِ الْجِزْيَةُ أَوِ السَّيْفُ	لڑائی سے پہلے تین باتوں میں سے ایک کی طرف دعوت دینا واجب ہے: اسلام قبول کرو، جزیہ دو یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ❶

❶ (1) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص خدا

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۲۷۵) كتاب الجهاد : باب فيما يستحب من الجيوش والرفقاء والسرايا ، ابو داود (۲۶۱۱) ترمذی (۱۵۵۵) حاكم (۴۴۳/۱) ابن خزيمة (۲۵۳۸) احمد (۲۹۴/۱) ابن حبان (۴۷۱۷) عبد الرزاق (۹۶۹۹) دارمی (۲۱۵/۲) مشكل الآثار (۲۲۸/۱) بیهقی (۱۵۶/۹)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۲۷۴) كتاب الجهاد : باب الرايات والألوية ، الصحيحة (۲۱۰۰) ترمذی (۱۶۸۱) ابن ماجة (۲۸۱۸) التاريخ الكبير للبخاری (۲۱۴ ، ۳۲۵)]

(۳) [بخاری (۳۰۳۹) كتاب الجهاد والسير : باب ما يكره من التنازع والاختلاف في الحرب وعقوبة من عصى إمامه]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۲۵۹) كتاب الجهاد : باب في الرايات والألويه ، ابو داود (۲۵۹۲) ابن ماجة (۲۸۱۷) نسائی (۲۷۶۶) حاكم (۱۰۴/۲)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۲۲۷۲) الصحيحة (۲۱۰۰) ترمذی (۱۹۶/٤) تحفه الأشراف (۳۲۸/٥) ابن ماجة (۲۸۱۶)]

(٦) [طبرانی أوسط (۲۷۰۲) امام شوکانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [نیل الأوطار (۷۰۶/٤)]

خوفی اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی اور خیر کی نصیحت فرماتے۔ اس کے بعد فرماتے اللہ کے نام کے ساتھ' اس کے راستے میں جہاد کرو' ان لوگوں سے جو خدا کے منکر و کافر ہیں۔ لڑائی کرو' خیانت نہ کرنا' دھوکہ نہ دینا' مثلہ نہ کرنا' بچوں کو قتل نہ کرنا ﴿ وإذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم إلى ثلاث خصال فأيتهن أجابوك إليها فاقبل منهم و كف عنهم ﴾ ''جب مشرک دشمن سے ملاقات ہو تو ان کو لڑائی سے پہلے تین چیزوں کی دعوت پیش کرو۔ ان میں سے جسے وہ قبول کر لیں اسے قبول کر لو اور ان سے لڑائی نہ کرو۔'' پہلے ان کو اسلام کی دعوت پیش کرو پس اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو اسے قبول کر لو۔ پھر ان کو دعوت دو کہ وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر (دالاسلام) مہاجرین کے ملک کی طرف ہجرت کر کے آ جائیں۔ اگر وہ انکار کر دیں تو ان کو خبردار کر دو کہ ان کے حقوق بدوی مسلمانوں کے برابر ہوں گے اور ان کے لیے مال غنیمت اور مال فئی میں سے کچھ نہیں ہوگا' الا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں شریک ہوں۔ اگر اس سے انکار کریں تو ان سے جزیہ لو۔ اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو اسے بھی قبول کر لو اور اگر وہ انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کرو اور ان سے لڑائی شروع کر دو۔''(۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ ما قاتل رسول الله ﷺ قوما قط إلا دعاهم ﴾ ''نبی ﷺ نے کسی بھی قوم سے انہیں دعوت دینے کے بغیر قتال نہیں کیا۔''(۲)

درج ذیل حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے:

﴿ أن النبي ﷺ أغار على بني المصطلق وهم غارّون ﴾ ''نبی ﷺ نے بنو مصطلق پر ان کی غفلت کی حالت میں حملہ کر دیا۔''(۳)

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے نافع کو خط لکھا کہ وہ مجھے قتال سے پہلے دعوت کے متعلق بتائیں تو انہوں نے مجھے لکھا ﴿ إنما كان ذلك في أول الإسلام وقد أغار رسول الله ﷺ على بني المصطلق وهم غارون فقتل مقاتلتهم وسبى ذراريهم ﴾ ''یہ تو ابتدائے اسلام میں تھا اور رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق پر شب خون مارا تو اس وقت وہ لوگ بے خبر و غافل تھے۔ پس آپ نے ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا۔''(٤)

اس مسئلے کے متعلق علما کے تین مذاہب ہیں:

(مالکؒ) کفار کو اسلام کی دعوت دینا واجب ہے انہیں پہلے دعوت پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو۔

(۱) [مسلم (۱۷۳۱) كتاب الجهاد والسير : باب تامير الإمام الأمراء على البعوث ووصيته إياهم ' احمد (۲۱۵/۵) أبو يعلى (۱٤۱۳) ابو داود (۲٦۱۲) ترمذی (۱٤۰۸) ابن ماجة (۲۸۵۸) ابن حبان (٤۷۳۹) طحاوی (۲۰٦/۳) بیهقی (۱۵/۹) ابن الجارود (۱۰٤۲)]

(۲) [احمد (۲۳۱/۱) حاکم (۱۵/۱) أبو يعلى (۲٤۹٤) عبد بن حميد (٦۹۷)]

(۳) [بخاری (۲۵٤۱) كتاب العتق : باب من ملك من العرب رقيقا]

(٤) [مسلم (۱۷۳۰) كتاب الجهاد والسير : باب جواز الإغارة على الكفار الذين بلغتهم دعوة الإسلام من غير تقدم إعلام بالإغارة]

(حنابلہ) کفار کو دعوت دینا کسی صورت میں بھی واجب نہیں ہے۔

(جمہور) اگر کفار کو پہلے دعوت نہ پہنچی ہو تو انہیں دعوت دینا واجب ہے بصورت دیگر مستحب ہے۔(۱)

(راجح) جمہور کا مؤقف احادیث کے زیادہ قریب ہے۔

(ابن منذرؒ) جمہور کے قول کے ساتھ ہی متضاد احادیث کو جمع کیا جائے گا۔(۲)

(امیر صنعانیؒ) یہی (تیسرا) قول راجح ہے۔(۳)

○ گذشتہ روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عرب غلام بنائے جا سکتے ہیں۔ جمہور، مالکیہ اور احناف کا یہی مذہب ہے۔(٤)

وَيَحْرُمُ قَتْلُ النِّسَاءِ وَالْأَطْفَالِ وَالشُّيُوْخِ إِلَّا لِضُرُوْرَةِ	(دوران جنگ) خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا حرام ہے اِلا کہ کوئی (شدید) ضرورت ہو۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کسی غزوے میں ایک عورت کو دیکھا کہ اسے قتل کیا گیا ہے ﴿ نهى عن قتل النساء والصبيان ﴾ "تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔"(٥)

(2) حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تقتلوا ذرية و لا عسيفا ﴾ "بچوں اور مزدوروں کو قتل نہ کرو۔"(٦)

(3) نبی ﷺ نے جب ابن ابی الحقیق کی طرف افراد روانہ فرمائے تو ﴿ نهى عن قتل النساء والصبيان ﴾ "آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔"(٧)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا تقتلوا شيخا فانيا و لا طفلا صغيرا و لا امرأة ﴾ "انتہائی بوڑھے آدمی کو قتل نہ کرو اور نہ ہی چھوٹے بچے کو اور نہ ہی عورت کو۔"(٨)

---

(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (٣٨٥٣/٨) المغنى (٢٩/١٣)]

(۲) [نيل الأوطار (٧٠٠/٤)]

(۳) [سبل السلام (١٧٦٠/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٧٠١/٤) سبل السلام (١٧٦٠/٤)]

(٥) [بخاری (٣٠١٥) كتاب الجهاد والسير : باب قتل النساء في الحرب ' مسلم (١٧٤٤) ابو داود (٢٦٦٨) ترمذی (١٥٦٩) ابن ماجة (٢٨٤١) نسائی فی السنن الكبرى (١٨٥/٥) مؤطا (٤٤٧/٢) دارمی (٢٢٣/٢) احمد (١٢٢/٢)]

(٦) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٣٢٤) كتاب الجهاد : باب في قتل النساء ' الصحيحة (٧٠١) ابو داود (٢٦٦٩) نسائی فی السنن الكبرى (١٨٦/٥) ابن ماجة (٢٨٤٢) احمد (٤٨٨/٣) حاكم (١٢٢/٢) بيهقی (٩١/٩)]

(٧) [بيهقی (٧٨/٩) عبد الرزاق (٤٠٧/٥) مجمع الزوائد (٣١٨/٥) امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو صحیح کے رجال قرار دیا ہے۔]

(٨) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٥٦١) كتاب الجهاد : باب في دعاء المشركين ' ابو داود (٢٦١٤)]

(5) حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اقتلوا اشیوخ المشرکین واستبقوا شرخھم ﴾ ''مشرکین کے ماہر و تجربہ کار عمر رسیدہ لوگوں کو قتل کرو اور بلوغت کی عمر کو نہ پہنچنے والوں کو باقی رہنے دو۔'' (۱)

درج بالا دونوں روایات ضعیف ہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے انہیں قابل حجت خیال کرتے ہوئے ان کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ ''ایسے بوڑھوں کو قتل نہیں کیا جائے گا جو نہ تو کفار کو نفع پہنچا سکتے ہوں اور نہ ہی مسلمانوں کو نقصان اور عمر رسیدہ مگر ماہرین جنگ کو لازما قتل کیا جائے گا۔'' (۲)

(6) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تقتلوا الوالدان و لا أصحاب الصوامع ﴾ ''بچوں کو قتل نہ کرو اور نہ ہی گرجوں کے عبادت گزاروں کو۔'' (۳)

ضرورت کے وقت انہیں قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ شب خون کے بیان میں آئندہ حدیث آئے گی کہ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شب خون میں تو وہ عورتوں اور بچوں کو بھی مار دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ھم منھم ﴾ ''وہ بھی ان میں سے ہی ہیں۔'' (٤)

(نوویؒ) فرماتے ہیں کہ '' ھم منھم '' کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں قتل کرنے کے ارادے سے جا کر مارو بلکہ یہ جواز اسی وقت ہے جب مشرکین تک پہنچنا انہیں روندنے کے بغیر ممکن نہ ہو۔ (٥)

(شافعیؒ، اہل کوفہ) جو عورت بھی لڑائی شروع کر دے تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔ (٦)

درویش یا شیخ فانی پر قیاس کرتے ہوئے اہل علم فرماتے ہیں کہ جن افراد سے کبھی بھی نفع و نقصان کی توقع نہیں ہے مثلا اندھا یا غیر مقاتل وغیرہ تو انہیں بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔ (٧)

وَالْمُثْلَةُ وَالْإِحْرَاقُ بِالنَّارِ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ إِلَّا إِلَى فِئَةٍ	اسی طرح مثلہ کرنا ❶ آگ میں جلانا ❷ اور میدان جنگ سے فرار بھی حرام ہے اِلا کہ اپنے کسی دستے کی پناہ میں جا رہا ہو۔ ❸

❶ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل روایت میں فرمایا ﴿ و لا تمثلوا ﴾ ''اور تم

(۱) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۵۷۱) ترمذی (۱۵۸۳) کتاب السیر : باب ماجاء فی النزول علی الحکم ' ابو داود (۲٦۷۰) شیخ حازم علی قاضی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۱۷٦۸/٤)]

(۲) [نیل الأوطار (۷۱۹/٤)]

(۳) [احمد (۲٦٦/۱) اس روایت کی سند میں ابراہیم بن اسمٰعیل بن أبی حبیبہ راوی ضعیف ہے۔ [التاریخ الکبیر (۲۷۱/۱) المجروحین (۱۰۹/۱) الجرح والتعدیل (۸۳/۲) میزان الاعتدال (۱۹/۱)]

(٤) [بخاری (۳۰۱۲) کتاب الجهاد والسیر : باب أهل الدار یبیتون فیصاب الولدان والذراری]

(٥) [شرح مسلم (۲۹۳/٦)]

(٦) [کما فی نیل الأوطار (۷۱۸/٤)]

(۷) [نیل الأوطار (۷۱۹/٤) الأم للشافعی (۳۵۰/۷) المبسوط (۲۹/۱۰) المغنی (۱۷۷/۱۳) بدایة المجتهد (۳۸۲/۱)]

(دوران جنگ) مثلہ مت کرو۔'' (۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں مثلہ کی حرمت پر دلیل ہے۔(۲)

❷ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو جلا دینا لیکن ﴿ إن النار لا يعذب بها إلا الله ﴾ ''آگ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی عذاب دے سکتا ہے۔'' اس لیے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کر دینا (آگ نہ لگانا)۔(۳)

(2) جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (زنادقہ) کو جلایا ہے تو انہوں نے فرمایا اگر میں ایسا کرتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ لا تعذبوا بعذاب الله ﴾ ''اللہ کے عذاب کے ساتھ سزا نہ دو......'' البتہ میں انہیں ضرور قتل کرتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔(٤)

○ واضح رہے کہ بوقت ضرورت درختوں اور دیگر سامان کو جلایا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ حرق رسول الله نخل بني نضير وقطع ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو نضیر کے کھجوروں کے درخت جلا دیے اور کاٹ دیے۔'' (٥)

(جمہور) دشمن کے شہر میں تخریب کاری اور (سامان کو) جلانا درست ہے لیکن ضرورت و مصلحت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔(٦)

❸ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ o وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [الأنفال : ١٥ - ١٦]

''اے ایمان والو! جب تم کافروں سے روبرو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پیٹھ مت پھیرو اور جو شخص اس وقت پیٹھ پھیرے گا مگر جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔''

---

(۱) [مسلم (۱۷۳۱) کتاب الجهاد والسير : باب تامير الإمام الأمراء ...... ' ترمذی (۱٦۱۷)]

(۲) [نيل الأوطار (۳/٥)]

(۳) [بخاری (۳۰۱٦) کتاب الجهاد والسير : باب لا يعذب بعذاب الله ' ابو داود (۲٦۷٤) ترمذی (۱٥۷۱) دارمی (۲/۲۲۲) احمد (۲/۳۰۷)]

(٤) [بخاری (۳۰۱۷) کتاب الجهاد والسير : باب لا يعذب بعذاب الله]

(٥) [بخاری (٤۰۳۱) کتاب المغازی : باب حديث بني النضير ' مسلم (۱۷٤٦)]

(٦) [فتح الباری (٦/۲٦٥)]

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سات ہلاک کر دینے والی اشیاء سے بچو (ان میں سے ایک یہ ہے) ﴿ التولی یوم الزحف ﴾ ''مقابلے والے دن پیٹھ پھیر جانا۔''(۱)

''متحرفا لقتال'' کا مطلب یہ ہے کہ ایک جانب سے دوسری جانب کو پھرنا' دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے مثلاً تنگ جگہ سے کشادہ جگہ کی طرف پھر جانا' نیچے سے اوپر' کھلی جگہ سے پوشیدہ کی طرف وغیرہ۔

''متحیزا إلی فئة'' کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کی پناہ وحفاظت میں چلے جانا پھر ان کے ساتھ مل کر لڑنا۔(۲)

وَيَجُوْزُ تَبِيْتُ الْكُفَّارِ وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ وَ الْخُدَاعُ	کفار پر شب خون مارنا (رات کی غفلت میں حملہ کرنا)' ❶ جھوٹ بولنا' ❷ اور دھوکہ دینا بھی جنگ میں جائز ہے۔ ❸

❶ (1) حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے متعلق پوچھا گیا کہ ﴿ یبیتون فیصیبون من نسائهم و ذراریهم ﴾ ''ان کے گھر والوں پر شب خون مارا جاتا ہے تو ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی مار دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ بھی انہی میں سے ہیں۔''(۳)

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ بیتنا هوازن مع أبی بکر الصدیق ﴾ ''ہم نے قبیلہ ہوازن پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر شب خون مارا۔''(٤)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں ثبوت موجود ہے کہ کفار پر شب خون مارا جا سکتا ہے۔(٥)

(ترمذیؒ) بعض اہل علم نے تو رات کو حملہ کرنے کی اجازت دی ہے لیکن بعض نے اسے ناپسند کیا ہے۔ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے کہا کہ رات کو دشمن پر شب خون مارنے میں کوئی حرج نہیں۔(٦)

❷ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب محمد بن مسلمہ کو کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے لیے بھیجا تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ﴿ فاذن لی فاقول...... قال قد فعلت ﴾ ''مجھے اجازت دیجیے کہ میں کوئی بات کہوں (یعنی انہیں دھوکہ دینے کے لیے خواہ جھوٹ ہی ہو) تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے ایسا کیا (یعنی تمہیں اجازت دی)۔''

---

(۱) [بخاری (۲۷٦٦) کتاب الوصایا : باب قول الله تعالی: إن الذین یا کلو ن أموال الیتمی ...... ' ابو داود (۲۸۷٤) نسائی (۲٥۷/٦)]

(۲) [تفسیر فتح القدیر (۲۹٤/۲) تیسیر العلی القدیر (۲۷۸/۲) تفسیر قرطبی (۳۸۳/۷)]

(۳) [بخاری (۳۰۱۲) کتاب الجهاد والسیر : باب أهل الدار یبیتون فیصاب الولدان والذراری ' مسلم (۱۷٤٥) ابو داود (۲٦۷۲) ترمذی (۱٥۷۰) ابن ماجة (۲۸۳۹) احمد (۳۷/٤)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۲۹۷) احمد (٤٦/٤) ابو داود (۲٦۳۸) کتاب الجهاد : باب فی البیات ' ابن ماجة (۲۸٤۰) دارمی (۲۱۹/۲) حاکم (۱۰۷/۱)]

(٥) [نیل الأوطار (۷۱۷/٤)]

(٦) [ترمذی (۱۲۲/٤)]

توانہوں نے جا کر اسے کہا﴿ إن هذا (يعني) النبي ﷺ قد عنانا وسألنا الصدقة ﴾ ''یقیناً اس نبی ﷺ نے تو ہمیں مشقت و پریشانی میں ڈال رکھا ہے اور ہم سے صدقہ مانگتا ہے۔'' (١)

(2) حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ فرماتی ہیں کہ ''میں نے نبی ﷺ سے کسی چیز میں جھوٹ بولنے کی رخصت کے متعلق نہیں سنا﴿ إلا في الحرب والإصلاح بين الناس وحديث الرجل امرأته وحديث المرأة زوجها ﴾ ''مگر جنگ میں' اور لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے' اور آدمی کی اپنی بیوی سے بات میں اور بیوی کی اپنے شوہر سے بات میں۔'' (٢)

(نوویؒ) ظاہر یہی ہے کہ ان تینوں کاموں میں حقیقی جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن معاریض کا استعمال زیادہ بہتر ہے۔(٣)

❸ (1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ الحرب خدعة ﴾ ''جنگ دھوکہ ہے۔'' (٤)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) جنگ میں مدمقابل دشمن کو دھوکہ دینا جائز ہے۔(٦)

(نوویؒ) کفار کو دوران جنگ ہر ممکن طریقے سے دھوکہ دینے کے جواز پر اتفاق ہے مگر اس میں نقض عہد نہیں ہونا چاہیے۔(٧)

881- جہاد سے متعلقہ چند ضروری مسائل

- ہر عمل کی طرح جہاد میں بھی اخلاص نیت ضروری ہے ورنہ سب سے پہلے جہنم میں جانے والا بھی مجاہد ہی ہوگا۔(٨)
- مجاہد کی مالی معاونت کرنے والا بھی جہاد میں شریک ہے۔(٩)
- مسلمانوں کے ساتھ غدر و خیانت کرنا حرام ہے۔(١٠)
- مریضوں یا زخمیوں کی خدمت کی مصلحت کے تحت عورتوں کو بھی جہاد میں لے جانا جائز ہے۔(١١)

---

(١) [مسلم (١٨٠١) كتاب الجهاد والسير : باب قتل كعب بن الأشرف طاغوت اليهود ' بخاری (٣٠٣٢)]

(٢) [مسلم (٢٦٠٥) كتاب البر والصلة والآداب : باب تحريم الكذب وبيان المباح منه ' بخاری (٢٦٩٢) ابو داود (٤٩٢١) ترمذی (١٩٣٨) احمد (٤٠٣/٦) نسائی فی السنن الكبرى (٣٥١/٥)]

(٣) [شرح مسلم (٤٠٤/٨)]

(٤) [بخاری (٣٠٣٠) كتاب الجهاد والسير : باب الحرب خدعة ' مسلم (١٧٣٩)]

(٥) [بخاری (٣٠٢٩) كتاب الجهاد والسير : باب الحرب خدعة ' مسلم (١٧٤٠)]

(٦) [المغنی (٤١/١٣)]

(٧) [شرح مسلم (٤٥/١٢)]

(٨) [مسلم (١٩٠٥) كتاب الإمارة : باب من قاتل للرياء ' احمد (٣٢١/٢) نسائی (٢٣/٦)]

(٩) [بخاری (٢٨٤٣) كتاب الجهاد والسير : باب فضل من جهز غازيا ' مسلم (١٨٩٥) ابو داود (٢٥٠٩) ترمذی (١٦٣٨) نسائی (٤٦/٦) ابن حبان (٤٦٣١) طيالسی (٩٤٦) بيهقی (٢٨/٩) ابن الجارود (١٠٢٧)]

(١٠) [احمد (٢٣١/١) حاكم (١٥/١) أبو يعلى (٢٤٩٤) عبد بن حميد (٦٩٧)]

(١١) [بخاری (٢٨٨٢ ' ٢٨٨٣) كتاب الجهاد والسير : باب مداواة النساء الجرحى فی الغزو ' احمد (٣٥٨/٦) نسائی فی السنن الكبرى (٢٧٨/٥)]

- عورتوں کا جہاد حج ہے۔(۱)
- رسول اللہ ﷺ جب دن کی ابتداء میں جنگ کے لیے نہ جا سکتے تو سورج ڈھلنے اور ہوائیں چلنے کا انتظار فرماتے پھر نماز کے بعد جہاد کے لیے نکلتے۔(۲)
- دورانِ قتال دشمن کے خلاف تکبرانہ چال چلنا جائز ہے۔(۳)
- جہاں اسلام کی علامت (اذان وغیرہ) ظاہر ہو جاتی رسول اللہ ﷺ وہاں حملہ نہ کرتے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حملہ کر دیتے۔(٤)
- دشمن سے جنگ کی تمنا نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر جنگ ہو جائے تو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔(٥)
- شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔(٦)
- شہید پر فرشتے اپنے پروں کا سایہ کر دیتے ہیں۔(۷)
- اللہ تعالیٰ سے جہاد کے لیے اولاد طلب کرنا درست ہے۔(۸)
- قتال سے پہلے کفار کی طرف دعوتی خطوط ارسال کرنا مشروع ہے۔(۹)

❀❀❀

(۱) [بخاری (۲۸۷٥) کتاب الجهاد والسير : باب جهاد النساء]
(۲) [بخاری (۳۱٦۰) کتاب الجزية : باب الجزية والموادعة مع أهل الحرب ' ابو داود (۲٦٥٥) ترمذی (۱٦۱۲)]
(۳) [حسن : صحیح ابو داود (۲۳۱٦) کتاب الجهاد : باب فی الخيلاء فی الحرب ' ابو داود (۲٦٥۹) نسائی (۷۸/٥) احمد (٤٤٥/٥) حاکم (٤۱۸/۱) دلائل النبوة للبيهقي (۲۳٤/۳)]
(٤) [بخاری (٦۱۰) کتاب الأذان : باب ما يحقن بالأذان من الدماء ' احمد (۱٥۹/۳)]
(٥) [بخاری (۳۰۲٥) کتاب الجهاد والسير : باب لا تمنوا لقاء العدو]
(٦) [بخاری (۲۷۹۷) کتاب الجهاد والسير : باب تمنى الشهادة]
(۷) [بخاری (۲۸۱٦) کتاب الجهاد والسير : باب من طلب الولد للجهاد]
(۸) [بخاری (۲۸۱۹) کتاب الجهاد والسير : باب من طلب الولد للجهاد]
(۹) [بخاری (۲۹۳۸) کتاب الجهاد والسير : باب دعوة اليهود والنصارى وعلى ما يقاتلون عليه]

دوسری فصل

مال غنیمت کے مسائل

وَمَا غَنِمَهُ الْجَيْشُ كَانَ لَهُمْ أَرْبَعَةُ أَخْمَاسِهِ وَخُمُسُهُ يَصْرِفُهُ الْإِمَامُ فِي مَصَارِفِهِ	لشکر کو جو مال بطور غنیمت ❶ ملے اس کے چار حصے ان میں تقسیم ہوں گے اور پانچواں حصہ حاکم وقت (مصلحت کے تحت) مختلف مصارف میں خرچ کرے گا۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** غنیمت سے مراد ایسے اموال ہیں جو جنگ میں حاصل ہوں۔ غنیمت کی جمع غنائم ہے باب غَنِمَ يَغْنَمُ (سمع) غنیمت حاصل کرنا' باب اَغْنَمَ يُغْنِمُ (إفعال) غنیمت حاصل کرانا' باب تَغَنَّمَ ' اِغْتَنَمَ ' اِسْتَغْنَمَ (تفعّل ' افتعال ' استفعال) غنیمت سمجھنا' اَلْمَغْنَم اور اَلْغُنْم یہ الفاظ غنیمت کے ہم معنی ہیں۔(۱)

شرعی تعریف: اہل حرب (دشمن) سے سختی اور غلبے کے ذریعے چھینے ہوئے اموال' غنیمت کہلاتے ہیں۔(۲)

مال فئی: مال فئی سے مراد وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے صلح کے ذریعے یا جزیہ و خراج کی صورت میں حاصل ہو۔(۳)

❷ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مال غنیمت کے ایک اونٹ کی طرف (رخ کر کے) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد اونٹ کے پہلو سے اُون لی اور فرمایا ﴿لا يحل لي من غنائمكم مثل هذا إلا الخمس والخمس مردود فيكم﴾ ''تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لیے اس کے برابر بھی جائز نہیں مگر خمس اور خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔''(٤)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اسی معنی میں ایک روایت منقول ہے۔(٥)

(3) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔(٦)

---

(١) [القاموس المحيط (ص/١٠٣١) المنجد (ص/٦١٨)]

(٢) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٨٩٦/٨)]

(٣) [تفسير أحسن البيان (ص/٤٩١) الفقه الإسلامي وأدلته (٥٨٩٤/٨) آثار الحرب (ص/٥٥٣)]

(٤) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٣٩٣) كتاب الجهاد : باب في الإمام يستأثر بشيئ في الفيئ لنفسه ' ابو داود (٢٧٥٥) صحيح نسائي (٣٨٥٨)]

(٥) [حسن : صحيح ابو داود (٢٣٤٣) احمد (١٨٤/٢) ابو داود (٢٦٩٤) نسائي (٢٦٣/٦-٢٦٣) موطا (٤٥٧/٢)]

(٦) [احمد (١٢٧/٤-١٢٨) بزار (٢٩١/٢)' (١٧٣٤) طبراني كبير (٢٥٩/١٨)' (٦٤٩) مجمع الزوائد (٣٣٧/٥)]

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ حکمران مال غنیمت سے صرف خمس (پانچویں حصے) کا حقدار ہے باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا لیکن وہ خمس بھی اکیلے حکمران کا نہیں ہے بلکہ اسے بھی اپنے بعد اُن مسلمانوں پر لوٹانا واجب ہے جن کی تفصیل قرآن میں مذکور ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [الأنفال : ٤١]

”جان لو جو کچھ بھی تم غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔“ (١)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ مال غنیمت چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور چھٹا حصہ کعبہ کا ہوگا (لیکن برحق بات وہی ہے جو پیچھے بیان کر دی گئی ہے)۔ (٢)

مال غنیمت کا خمس تقسیم کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے۔

(احناف) یہ خمس تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا: پہلا یتیموں کے لیے دوسرا مساکین کے لیے اور تیسرا مسافروں کے لیے۔ خمس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف تبرک کے لیے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ آپ کی وفات پر ساقط ہو گیا اور آپ کے قرابت دار آپ کی زندگی میں نصرت و حمایت کی وجہ سے حصہ دار ہونے کے مستحق تھے۔ اب محض فقر کی وجہ سے انہیں حصہ ملے گا۔

(شافعیؒ، احمدؒ، جمہور) مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ پہلا جہاں مصلحت ہو (یعنی اللہ اور رسول کا حصہ) دوسرا قرابت داروں کا جو کہ بنو ہاشم یا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہیں اور باقی تین حصے جیسا کہ ابھی پیچھے بیان کیے گئے ہیں۔

(مالکؒ) تقسیم کا معاملہ کلی طور پر حاکم کی رائے پر موقوف ہے جیسے وہ مناسب سمجھے ویسے ہی اس کا استعمال کرے۔ (٣)

(راجح) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے امام مالکؒ کی رائے کی موافقت کی ہے اور یہی زیادہ درست اور اقرب الی الحق ہے۔ اور قرآن میں جو مصارف مذکور ہیں وہ بحیثیت تغلیب و تنبیہ ہیں۔ (٤)

وَيَأْخُذُ الْفَارِسُ مِنَ الْغَنِيمَةِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ وَالرَّاجِلُ سَهْمًا	سوار مال غنیمت سے تین حصے اور پیدل ایک حصہ لے گا۔ ❶

❶ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ قسم رسول الله ﷺ يوم خيبر للفرس سهمين وللراجل سهما ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز گھڑ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔“

(١) [نيل الأوطار (١٧/٤)]
(٢) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٩٠٠/٨)]
(٣) [بداية المجتهد (٢٧٧/١) مغني المحتاج (٩٤/٣) بدائع الصنائع (١٢٥/٧)]
(٤) [تيسير العلي القدير (٢٩٤/٢) تفسير فتح القدير (٣١٠/٢)]

سنن اَبی داود کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أسهم لرجل ولفرسه ثلاثة أسهم ' سهمين لفرسه و سهما له ﴾ ''آپ ﷺ نے پیدل مرد مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوا کے لیے تین حصے مقرر فرمائے' دو حصے اس کے گھوڑے کے اور اور ایک حصہ اس کا اپنا۔'' (۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام حسن، امام ابن سیرین، امام حسین بن ثابت، امام مالک، اہل مدینہ' امام ثوری، اہل عراق' امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام اسحاق، امام احمد، امام ابوثور، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن رحمہم اللہ اجمعین' ان سب کا یہی مؤقف ہے۔

(ابوحنیفہؒ) گھڑ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ ملے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے غنائم اہل حدیبیہ پر تقسیم فرمائے اور ﴿ فأعطى الفارس سهمين و أعطى الراجل سهما ﴾ ''آپ ﷺ نے گھڑ سوار کو دو حصے دیے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔'' (۲)

(راجح) درج بالا وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث میں ثابت ہونے والا مؤقف ہی زیادہ راجح ہے۔ (۳)

○ اگر ایک مجاہد گھڑ سوار دو گھوڑوں کے ساتھ آئے تو جمہور اہل علم کے نزدیک اسے ایک گھوڑے کا ہی حصہ دیا جائے گا اور وہ بھی اس وقت جب وہ گھوڑا لڑائی میں اس کے پاس موجود ہو۔ (٤)

وَيَسْتَوِىْ فِىْ ذٰلِكَ الْقَوِىُّ وَالضَّعِيفُ وَمَنْ قَاتَلَ وَمَنْ لَمْ يُقَاتِلْ	اس میں طاقت ور اور کمزور لڑنے والا اور نہ لڑنے والا سب برابر ہوں گے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ایسی ایسی کارگزاریاں بتائے گا

(۱) [بخاری (۲۸٦۳) کتاب الجهاد والسير : باب سهام الفرس ' مسلم (۱۷٦۲) ترمذی (۱۵۵٤) ابو داود (۲۷۳۳) ابن ماجة (۲۸۵٤) دارمی (۲/۲۲۵ـ ۲۲٦) احمد (۲/۲ـ٦۲) مسند شافعی (۲/۱۲٤) دارقطنی (٤/۱۰۱) بیهقی (٦/۳۲۵)]

(۲) [ضعیف : ضعیف ابو داود (۵۸۷) کتاب الجهاد : باب فيمن أسهم له سهما ' ابو داود (۲۷۳٦) شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [التعليق على الروضة الندية (۲/۷۳۵)] امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وہم ہے کہ راوی نے تین سو سواروں کا ذکر کیا ہے حالانکہ وہ دو سو تھے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں (ان کے لیے) کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ گھڑ سوار کو اپنے گھوڑے کی وجہ سے دو حصے ملے اور یہ حصے اس کے اپنے مختص حصے کے علاوہ ہیں۔ [فتح الباری (٦/۸۰)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : تحفة الأحوذی (۵/۱۵۱) المغنی (۱۳/۸۵) سبل السلام (٤/۱۷۸٤) الروضة الندية (۲/۷۳۵) الفقه الإسلامی وأدلته (۸/۵۹۰۳) بدائع الصنائع (۷/۱۲٦) فتح القدير (٤/۳۲۳) تبيين الحقائق (۳/۲۵٤)]

(٤) [سبل السلام (٤/۱۷۸٤)]

اسے ایسا ایسا انعام ملے گا۔ اب نوجوان تو اپنی کارگزاری بتانے میں لگ گئے اور بوڑھوں نے مورچے اور جھنڈے سنبھال لیے اور جب مال غنیمت آیا تو جس کے لیے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ لینے کے لیے آیا۔ بوڑھوں نے کہا تم کو ہم پر ترجیح نہیں ہو سکتی' ہم تمہارے پشت پناہ بنے ہوئے تھے۔ اگر تمہیں ہزیمت وشکست ہوتی تو ہمارے پاس ہی تمہیں پناہ ملتی' اُدھر نوجوانوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ...... ﴾ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ﴿ فقسمها رسول الله بالسواء ﴾ ''پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سب (خواہ کسی نے لڑائی کی ہو یا نہ کی ہو) کے درمیان مال غنیمت برابر تقسیم فرما دیا۔''(۱)

(2) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے اور اس میں یہ لفظ ہیں: ﴿ فقسمها رسول الله على فواق بين المسلمين ﴾ ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم فرما دیا۔''(۲)

(3) حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا آدمی جو اپنی قوم کی حفاظت کرنے والا ہے اس کا حصہ اور اس کے علاوہ کسی اور کا حصہ برابر ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ثكلتك أمك ابن أم سعد وهل ترزقون وتنصرون إلا بضعفائكم ﴾ ''تیری ماں تجھے گم پائے اے اُم سعد کے بیٹے! تمہیں صرف تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے ہی رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔''(۳)

(4) حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انہیں باقی ساتھیوں پر تفوق وامتیاز اور فضیلت وبرتری حاصل ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم ﴾ ''کہ صرف تمہارے کمزور افراد کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔''(٤)

(5) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث منقول ہے۔(٥)

حدیث کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے کہ کمزور لوگ دعا والتجا میں زیادہ پرخلوص ہوتے ہیں اور عبادت میں زیادہ خشوع و خضوع کرتے ہیں کیونکہ ان کے دل دنیاوی آرائش وزیبائش کے تعلق سے خالی ہوتے ہیں۔(٦)

---

(۱) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۲۳۷٦) کتاب الجهاد : باب فی النفل ' ابو داود (۲۷۳۷) نسائی فی السنن الکبری (۳٤۹/٦) حاکم (۱۳۱/۲۔۱۳۲) بیهقی (۲۹۱/٦)]

(۲) [احمد (۳۲۳/٥) حاکم (۱۳٥/۲) مجمع الزوائد (۹٥/٦)]

(۳) [احمد (۱۷۳/۱)]

(٤) [بخاری (۲۸۹٦) کتاب الجهاد والسیر : باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب ' نسائی (۳۱۷۸)]

(٥) [احمد (۱۹۸/٥) ابو داود (۲٥۹٤) ترمذی (۱۷۰۲) نسائی (٤٥/٦) ابن حبان (٤۷٦۷) حاکم (۱۰٦/۲) صحیح ابو داود (۲۲٦۰)]

(٦) [نیل الأوطار (۳۰/٥)]

وَيَجُوزُ تَنْفِيلُ بَعْضِ الْجَيْشِ	حکمران کے لیے لشکر کے کچھ حصے کو زائد حصہ عطا کر دینا بھی جائز ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ أعطانی رسول الله سهم الفارس وسهم الراجل فجعلهما لی جمیعا ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سوار اور پیدل دونوں کا حصہ عطا کیا اور ان دونوں کو میرے لیے جمع کر دیا۔“ (۱)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بدر کے دن ایک تلوار اضافی حصے کے طور پر عطا کی۔ (۲)

○ لشکر کے ایک دستے کو اضافی حصہ دینا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

(1) حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں پہلی مرتبہ سریہ میں گیا تو آپ نے چوتھا حصہ زائد عطا فرمایا اور دوبارہ گیا تو تیسرا حصہ دیا۔ (۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک دستہ روانہ فرمایا' اس میں میں بھی موجود تھا' بہت سے اونٹ مال غنیمت میں حاصل ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ اونٹ مال غنیمت کے طور پر آئے اور پھر انہیں ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا۔ (٤)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دستوں کو خاص طور پر غنیمت کے حصے کے علاوہ کچھ مزید دیا کرتے تھے۔ یہ عام فوجی کی تقسیم میں شامل نہیں ہوتا تھا۔ (٥)

○ نفلی طور پر مال دینے سے پہلے خمس نکال لینا ضروری ہے۔ (٦)

(1) حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ﴿ لا نفل إلا بعد الخمس ﴾ ”اضافی طور پر جو کچھ دیا جائے گا وہ پانچواں حصہ نکال کر دیا جائے گا۔“ (۷)

(2) حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ﴿ کان رسول الله ﷺ ینفل الثلث بعد الخمس ﴾

---

(۱) [مسلم (۱۸۰۷) کتاب الجهاد والسیر : باب غزوة ذی قرد وغیرها' ابو داود (۲۷۵۲) احمد (٥٢/٤)]

(۲) [مسلم (۱۷٤۸) احمد (۱۷۸/۱) ابو داود (۲۷٤۰) کتاب الجهاد : باب فی النفل' ترمذی (۳۰۷۹) نسائی فی السنن الکبری (۳٤۸/٦) حاکم (۱۳۲/۲)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳۸۹) کتاب الجهاد : باب فیمن قال الخمس قبل النفل' ابو داود (۲۷۵۰) ابن الجارود (۱۰۷۸) ابن حبان (٤۸۳٥/۱۱) حاکم (۱۳۳/۲)]

(٤) [بخاری (۳۱۳٤) مسلم (۱۷٤۹) موطا (٤٥۰/۲) احمد (٦۲/۲-۱۱۲) ابو داود (۲۷٤٤)]

(٥) [بخاری (۳۱۳٥) مسلم (۱۷٥۰) ابو داود (۳۷٤٦) احمد (۱٤۰/۲)]

(٦) [نیل الأوطار (۳۳/٥)]

(۷) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳۹۲) کتاب الجهاد : باب فی النفل من الذهب والفضة ومن أول مغنم' ابو داود (۲۷٥۳' ۲۷٥٤) احمد (٤۷۰/۳) شرح معانی الآثار (۳٤۲/۲) بیهقی (۳۱٤/٦)]

رسول اللہ ﷺ خمس نکالنے کے بعد ثلث اضافی طور پر دیا کرتے تھے۔'' (۱)

وَلِلْاِمَامِ الصَّفِيُّ وَسَهْمُهُ كَاَحَدِ الْجَيْشِ	حاکم کے لیے ایک خصوصی حصہ بھی ہے لیکن اس کا عام حصہ لشکر کے عام آدمی کے برابر ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت یزید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم مربد (ایک محلے کا نام) میں تھے کہ ایک آدمی چمڑے کا ایک ٹکڑا لے کر ہمارے پاس آیا جب ہم نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ یہ (مکتوب) محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو زہیر بن اُقیش کی طرف ہے ﴿ إنكم إن شهدتم أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ﷺ وأقمتم الصلاة وآتيتم الزكاة وأديتم الخمس من المغنم وسهم النبي ﷺ وسهم الصفي فأنتم آمنون بأمان الله ورسوله ﴾ ''اگر تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرتے ہو' زکاۃ ادا کرتے ہو اور مال غنیمت سے خمس اور نبی ﷺ کا حصہ اور ایک مخصوص حصہ ادا کرتے ہو تو پھر تم اللہ اور اس کے رسول کی امان کے ساتھ ایمان رکھنے والے ہو' ہم نے پوچھا یہ تمہیں کس نے لکھ کر دیا ہے تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے۔'' (۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ كانت صفية من الصفي ﴾ ''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خاص حصے میں سے تھیں۔'' (۳)

(3) ایک روایت میں ہے کہ جب خیبر کی قیدی عورتیں جمع کی گئیں تو دحیہ کلبی (صحابی رسول) تشریف لائے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! مجھے قیدی عورتوں میں سے کوئی لونڈی عطا فرما دیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جاؤ کوئی ایک لونڈی لے لو۔'' تو انہوں نے صفیہ بنت حیی کو چن لیا۔ اس پر ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا اے اللہ کے نبی! آپ نے دحیہ کو بنو نضیر اور بنو قریظہ کی سردار صفیہ بنت حیی دے دی ہے؟ حالانکہ وہ تو آپ کے علاوہ کسی کے لیے درست نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ پھر جب آپ ﷺ نے اس (صفیہ) کی طرف دیکھا تو دحیہ سے کہا کہ جاؤ قیدیوں میں سے اس کے علاوہ کوئی اور لونڈی لے لو۔ پھر نبی ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ (٤)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳۸۷) کتاب الجهاد : باب فیمن قال الخمس قبل النفل ' ابو داود (۲۷٤۸) ابن ماجة (۲۸۵۳) احمد (٤/۱۵۹) عبد الرزاق (۹۳۳۱) سعید بن منصور (۲۷۰۱) ابن حبان (٤۸۳۵) طبرانی کبیر (۳۵۱۸) حاکم (۲/۱۳۳) بیهقی (٦/۳۱۳) شرح معانی الآثار (۳/۲۳۹)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۵۹۲) کتاب الخراج والإمارة : باب ما جاء فی سهم الصفی ' ابو داود (۲۹۹) نسائی (۷/۱۳٤) احمد (۵/۷۷)]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۵۸۷) أیضا ' ابو داود (۲۹۹٤) ابن حبان (٤۸۲۲) حاکم (۲/۱۲۸) بیهقی (٦/۳۰٤)]

(٤) [بخاری (۳۷۱) کتاب الصلاة : باب ما یذکر فی الفخذ ' مسلم (۱۳٦۵) ابو داود (۲۹۹۸) نسائی (٦/۱۳۱) احمد (۳/۱۰۱ - ۱۸٦)]

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿ أنه اشتراها منه بسبعة أرؤس ﴾ ''آپ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو دحیہ سے سات غلاموں کے بدلے خریدا۔'' (١)

(شوکانیؒ) یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے لیے غنیمت سے کوئی چیز خاص کر لینا کہ جس میں کوئی اور شریک نہ ہو جائز ہے۔ (٢)

وَيَرْضَخُ مِنَ الْغَنِيمَةِ لِمَنْ حَضَرَ	غنائم کی تقسیم کے وقت حاضر شخص کو حاکم ویسے ہی کچھ عطا کر سکتا ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أن النبي ﷺ كان يغزو بالنساء فيداوين الجرحى ويحذين من الغنيمة وأما بسهم فلم يضرب لهن ﴾ ''نبی ﷺ عورتوں کے ساتھ غزوہ کرتے تھے' وہ زخمیوں کو دوائی دیتی تھیں اور انہیں غنیمت کے مال سے عطیہ بھی دیا جاتا تھا لیکن آپ ﷺ نے ان کے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں فرمایا۔'' (٣)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی سائل نے عورت اور غلام کے متعلق سوال کیا کہ کیا ان کے لیے کوئی مقرر حصہ ہے جب یہ لوگوں (مجاہدین) میں موجود ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ ﴿ أنه لم يكن لهما سهم معلوم إلا أن يحذيا من غنائم القوم ﴾ ''ان کے لیے کوئی مقرر حصہ تو نہیں ہے لیکن انہیں مال غنیمت سے کچھ عطیہ دیا جا سکتا ہے۔'' (٤)

(3) عمیر مولی آبي اللحم جنگ خیبر میں اپنے دوسرے موالی ساتھیوں کے ساتھ شریک ہوئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں بھی کچھ گھریلو سامان (ہنڈیا وغیرہ) عطا کیا جائے۔ (٥)

جس روایت میں حشرج بن زیاد اپنی دادی سے یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتوحات کے بعد عورتوں کے لیے بھی حصہ مقرر کیا تھا' وہ ضعیف ہے۔ (٦)

---

(١) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٥٩٠) كتاب الخراج والفئي : باب ما جآء في سهم الصفي ' ابو داود (٢٩٩٧) ابن ماجة (٢٢٧٢)]

(٢) [نيل الأوطار (٣٧/٥ ـ ٣٨)]

(٣) [مسلم (١٨١٢) كتاب الجهاد والسير : باب النساء الغازيات يرضخ لهن...... ' ترمذی (١٥٥٦) ابو داود (٢٧٢٧) نسائی (١٢٨/٧) احمد (٣٠٨/١)]

(٤) [مسلم (١٨١٢) أيضا]

(٥) [صحيح : إرواء الغليل (١٢٣٤) ابو داود (٢٧٣٠) كتاب الجهاد : باب في المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة ' ابن ماجة (٢٨٥٥) ترمذی (١٥٥٧) احمد (٢٢٣/٥) دارمی (٢٢٦/٢) ابن الجارود (١٠٨٧) موارد الظمآن (ص/٤٠٢) حاكم (١٣١/٢) بيهقی (٣٣٢/٦)]

(٦) [حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں حشرج راوی مجہول ہے۔ [تلخيص الحبير (٢٢٢/٣)] امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے لہٰذا اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ [معالم السنن (٣٠٧/٢)] امام ذہبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حشرج بن زیاد غیر معروف ہے۔ [میزان الاعتدال (٥٥١/١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [إرواء الغليل (١٢٣٨)]

(ابن قدامہؒ) عورت اور غلام کو کچھ عطا کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ یہ امام پر موقوف ہے۔ حضرت سعید بن مسیب، امام مالک، امام ثوری، امام لیث، امام شافعی، امام اسحاق رحمہم اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی موقف ہے۔

(ابو ثورؒ) غلام کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام حسن اور امام نخعی رحمہم اللہ سے بھی اس طرح کی روایت منقول ہے۔

(اوزاعیؒ) غلام کا نہ تو کوئی حصہ مقرر ہے اور نہ ہی ویسے کوئی عطیہ اسے دیا جائے گا الا کہ وہ مال غنیمت لے کر آئے۔(۱)

(راجح) غلام اور لونڈی کو کچھ عطا کیا جا سکتا ہے لیکن مکمل حصہ نہیں دیا جائے گا (یہی بات اَقرب الی الحدیث ہے)۔

وَيُؤْثِرُ الْمُؤَلَّفِينَ إِنْ رَأَى فِي ذَٰلِكَ صَلَاحاً	اگر وہ بہتر سمجھے تو نومسلموں کی تالیفِ قلب کے لیے انہیں ترجیح دے۔ ❶

❶ (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت قریش میں تقسیم کر دیا، اس پر انصار نے کہا یہ تو انتہائی تعجب والی بات ہے کہ ہماری تلواریں ان کے خون کے قطرے ٹپکا رہی ہیں اور ہماری غنیمتیں ان میں واپس بھی کر دی گئی ہیں۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان سب کو جمع کیا اور پوچھا مجھے جو تمہاری طرف سے بات پہنچی ہے وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا وہی ہے جو آپ تک پہنچ چکی ہے۔ انہوں نے سچ ہی کہہ دیا کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أما ترضون أن يرجع الناس بالدنيا إلى بيوتهم وترجعون برسول الله إلى بيوتكم﴾ ''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ لوگ تو دنیا (کا سامان) لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔'' انہوں نے کہا کیوں نہیں؟۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿إني أعطي رجالا حديثي عهد بكفر أتألفهم أما ترضون أن يذهب الناس بالأموال وتذهبون بالنبي إلى رحالكم؟﴾ ''میں تو کچھ نومسلموں میں الفت ومحبت ڈالنے کے لیے انہیں دے رہا ہوں کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ (دنیاوی) اموال لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے اشراف میں تالیفِ قلب کے لیے غنائم کو تقسیم کر دیا اور انصار و مہاجرین کو چھوڑ دیا۔(۲)

(2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو (غنائم کی) تقسیم میں ترجیح دی تو اُقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ اور اس کی مثل عیینہ کو بھی دیے اور اشراف عرب کو بھی اس دن اسی طرح دوسروں پر تقسیم میں ترجیح دی۔ تو ایک

(۱) [المغنی (۹۲/۱۳-۹۳)]

(۲) [بخاری (۳۱۴۶، ۳۷۷۸، ۳۱۴۷، ۳۵۲۸، ۳۷۷۸) کتاب مناقب الأنصار: باب مناقب الأنصار، کتاب فرض الخمس: باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم، مسلم (۱۰۵۹) احمد (۱۶۹/۳)]

آدمی نے کہا اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس میں اللہ کی رضا مقصود ہے (راوی بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا میں ضرور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دوں گا پھر میں نے آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا "جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کریں گے تو کون عدل کرے گا؟۔" (۱)

جن عرب و قریش کو اُس دن تالیف قلب کے لیے ترجیح دی گئی تھی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ ابوسفیان بن حرب' سہیل بن عمرو' حویطب بن عبدالعزیٰ' حکیم بن حزام' ابوالسنابل بن بعکک' صفوان بن اُمیہ' عبدالرحمٰن بن یربوع' عیینہ بن حصن فزاری' اُقرع بن حابس تیمی' عمرو بن اُہتم تیمی' عباس بن مرداس اُسلمی' مالک بن عوف النصری اور علاء بن حارثہ ثقفی وغیرہ۔ (۲)

(شوکانیؒ) ان احادیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ حکمران غنائم کی تقسیم میں بعض کو بعض پر تالیفِ قلب اور مصلحت کے تحت ترجیح دے سکتا ہے۔ (۳)

وَإِذَا رَجَعَ مَا اَخَذَهُ الْكُفَّارُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ لِمَالِكِهِ	کفار کا مسلمانوں سے چھینا ہوا مال اگر واپس مل جائے تو وہ اس کے اصلی مالک کا ہی ہوگا۔ ❶

❶ (1) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عضباء اونٹنی پکڑ لی گئی پھر ایک مسلمان عورت (جو کہ قید میں تھی) اس پر سوار ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس نکل آئی اور اس نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے اس اونٹنی پر نجات دے دے تو وہ اسے نحر کر دے گی تو نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لا وفاء لنذر فی معصية الله و لا فيما لا يملك ابن آدم﴾ "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر پوری نہیں کی جائے گی اور نہ ہی جس کا ابن آدم مالک نہیں ہے۔" (٤)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا دشمنوں نے پکڑ لیا۔ پھر مسلمانوں نے ان پر غلبہ پا لیا تو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انہیں وہ گھوڑا واپس کر دیا گیا۔ اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم کے علاقے میں چلا گیا۔ مسلمانوں نے اس پر بھی غلبہ حاصل کر لیا تو نبی ﷺ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس لوٹا دیا۔ (٥)

---

(١) [احمد (٣٨٠/١) بخاری (٣٤٠٥) مسلم (١٠٦٢)]

(٢) [نيل الأوطار (٥٠/٥۔٥١) فتح البارى (٣٧٠/٨) مغازى للواقدى (٩٣٥/٣) سيرة ابن هشام (١٥٠/٤)]

(٣) [نيل الأوطار (٥١/٥)]

(٤) [مسلم (١٦٤١) كتاب النذر : باب لا وفاء لنذر فى معصية الله...... ' احمد (٤٢٩/٦) ابو داود (٣٣١٦) بيهقى (٧٥/١٠)]

(٥) [بخارى (٣٠٦٧) كتاب الجهاد والسير : باب إذا غنم المشركون مال المسلم ثم وجده المسلم ' ابو داود (٢٦٩٩) ابن ماجة (٢٨٤٧) بيهقى (١١٠/٩)]

3) سنن اَبی داود کی ایک روایت میں ہے کہ ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام دشمن کی طرف بھاگ گیا پھر مسلمانوں نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس لوٹا دیا اور اسے تقسیم نہیں کیا گیا۔'' (۱)

اس مسئلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے:

(شافعیؒ) جب وہی چیز مل جائے تو اصلی مالک ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔

(علی رضی اللہ عنہ، زہریؒ، عمرو بن دینارؒ) دشمن سے ملی ہوئی ہر چیز مال غنیمت کے طور پر تقسیم کی جائے گی اصلی مالک کو نہیں لوٹائی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سلیمان بن ربیعہ، عطاء، امام لیث، امام مالک، امام احمد، اور فقہائے سبعہ رحمہم اللہ سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ ''اگر معینہ چیز کا مالک اسے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے پا لے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے لیکن اگر وہ اسے تقسیم کے بعد پائے تو اسے صرف قیمتاً ہی لے سکتا ہے۔

ان کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اسی معنی میں مرفوع روایت ہے، لیکن وہ ضعیف ہے۔ امام دارقطنیؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خود فرمایا ہے کہ اس میں حسن بن عمارۃ راوی متروک ہے۔ (۲)

(ابو حنیفہؒ) ان کا مؤقف امام مالکؒ کے ہم معنی ہے لیکن بھاگے ہوئے غلام کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ وہ ہر صورت میں صرف مالک کا ہی حق ہے۔ (۳)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

وَيَحْرُمُ الْإِنْتِفَاعُ بِشَيْئٍ مِّنَ الْغَنِيْمَةِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ إِلَّا الطَّعَامَ وَالْعَلَفَ	خوراک اور گھاس کے سوا تقسیم سے پہلے مال غنیمت کی کسی بھی چیز سے نفع اٹھانا حرام ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يركب دابة من فيئ المسلمين حتى إذا أعجفها ردّها فيه ولا يلبس ثوبا من فيئ المسلمين حتى إذا أخلقه ردّه فيه﴾ ''جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمانوں کے مال غنیمت کے گھوڑے پر سوار نہ ہو حتی کہ جب وہ کمزور ہو جائے تو اسے واپس کر دے اور مسلمانوں کے مال غنیمت سے کوئی کپڑا نہ پہنے حتی کہ جب وہ بوسیدہ و پرانا ہو جائے تو

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳٤۷) کتاب الجهاد : باب في المال يصيبه العدو من المسلمين، ابو داود (۲٦۹۸)]

(۲) [دار قطنی (۱۱٤/٤-۱۱۵)، (۳۹)]

(۳) [بدائع الصنائع (٤۳۵٦/۹) بداية المجتهد (۳۹۹/۱) نيل الأوطار (۵۳/۵) الروضة الندية (۷٤۳/۲) آثار الحرب (ص/٦۱۳) القسطلاني شرح البخاري (۱۷۲/۵)]

اسے واپس بیت المال میں جمع کرا دے۔''(۱)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں غزوات میں شہد اور انگور وغیرہ ہاتھ لگتے تو ہم انہیں کھا پی لیتے لیکن اٹھا کر نہ لے جاتے تھے۔(۲)

(3) سنن أبی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ فلم یؤخذ منهما الخمس ﴾ ''ان دونوں اشیاء (شہد اور انگور) سے خمس نہیں نکالا جاتا تھا۔''(۳)

(4) حضرت عبداللہ بن أبی أوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے روز ہمیں کھانے کی اشیاء ہاتھ آئیں تو ہر آدمی آتا اور اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق کھانے کے لیے حاصل کر لیتا تھا پھر واپس چلا جاتا۔(٤)

(5) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے روز مجھے چربی کی ایک تھیلی ملی۔ میں نے اسے اٹھا کر کہا کہ میں آج اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا ﴿ فالتفت فإذا رسول الله متبسم ﴾ ''میں نے پھرا چانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔''(٥)

(جمہور) حکمران اجازت دے یا نہ دے' دوران جنگ کھانے پینے کی اشیاء وہیں کھا لینا اور انہیں اٹھا کر نہ لے جانا جائز ہے۔ چارے کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ نیز بہت زیادہ ضرورت نہ بھی ہو پھر بھی کھایا جا سکتا ہے اور غلول وخیانت سے ممانعت کی احادیث سے یہ خاص ہے۔

(زہریؒ) کھانے کی کوئی چیز ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور حکمران کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔

(شافعیؒ، مالکؒ) جانوروں کو کھانے کے لیے ذبح کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کھانا جائز ہے لیکن امام شافعیؒ نے جانور ذبح کرنے کے لیے ضرورت کی قید لگائی ہے۔(٦)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳۵٦) کتاب الجهاد : باب فی الرجل ینتفع من الغنیمة بالشیء' ابو داود (۲۷۰۸) احمد (۱۰۸/٤ ـ ۱۰۹) دارمی (۲۳۰/۲) ابن حبان (٤۸۵۰) شرح معانی الآثار (۲۵۱/۳) طبرانی کبیر (٤٤۸۲/٤)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[فتح الباری (۳۸۸/٦)]

(۲) [بخاری (۳۱۵٤) کتاب فرض الخمس : باب ما یصیب من الطعام فی أرض الحرب]

(۳) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳۵۰) کتاب الجهاد : باب فی إباحة الطعام فی أرض العدو' ابو داود (۲۷۰۱) ابن حبان (٤۸۲۵) بیهقی (۵۹/۹) طبرانی کبیر (۱۳۳۷۲/۱۲)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳۵۳) کتاب الجهاد : باب فی النهی عن النهبی' احمد (۳۵٤/٤) ابو داود (۲۷۰٤) حاکم (۱۲٦/۲) بیهقی (٦۰/۹)]

(٥) [مسلم (۱۷۷۲) کتاب الجهاد والسیر : باب جواز الأکل من طعام الغنیمة فی دار الحرب' احمد (۸٦/٤) ابو داود (۲۷۰۲) نسائی (۲۳٦/۷) بخاری (۳۱۵۳)]

(٦) [المغنی (۱٤۳/۱۳) الاختیار (۱۲۵/٤) الأم للشافعی (۳۵۵/۷) نیل الأوطار (۵۵/۵) سبل السلام (۱۷۸۷/٤ـ ۱۷۸۸)]

(ابن حجرؒ) دورانِ جنگ دشمنوں کے جانوروں پر سواری' ان کے کپڑے اور اسلحے کا استعمال بالاتفاق جائز ہے لیکن جنگ کے خاتمے پر انہیں لوٹا دیا جائے گا۔(۱)

وَيَحْرُمُ الْغُلُوْلُ	خیانت کرنا حرام ہے۔ ❶

❶(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران : ۱۶۱]

''ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لیے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا۔ آپ نے اس کا گناہ بہت بڑا بتلایا اور اس کے معاملے کو بہت بڑا بیان کیا اور فرمایا ﴿لا ألفين أحدكم يوم القيامة على رقبته بعير على رقبته فرس على رقبته شاة﴾ ''میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر اونٹ سوار ہو' اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو یا اس کی گردن پر بکری سوار ہو' اور وہ مجھے مدد کے لیے بلائے اور میں کہوں ﴿ لا أملك لك شيئا ﴾ ''میں تیرے لیے (آج) کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔''(۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا جس کا نام مدعم تھا۔ ایک دفعہ مدعم رسول اللہ ﷺ کا کجاوا اُتار رہا تھا کہ ایک تیر اسے آ کر لگا اور اس نے اسے قتل کر دیا۔ لوگ کہنے لگے' اس کو جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ كلا والذي نفسي بيده إن الشملة التي أخذها يوم خيبر من المغانم لم تصبها المقاسم لتشعل عليه نارا ﴾ ''ہرگز نہیں' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے پکڑ لی تھی اس پر آگ بن کر شعلہ مار رہی ہے۔'' جب لوگوں نے اس بات کو سنا ایک آدمی ایک تسمہ یا دو تسمے نبی ﷺ کے پاس لے کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ شراك من النار أو شراكان من النار ﴾ ''ایک تسمہ یا دو تسمے بھی آگ سے ہیں۔''(۳)

ثابت ہوا کہ تھوڑے سے مال کی خیانت بھی انسان کے لیے باعث ہلاکت ہو سکتی ہے۔

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامان پر ایک آدمی تھا جس کا نام کرکرہ تھا' وہ مر گیا۔

---

(۱) [فتح الباری (۳۸۸/۶)]

(۲) [بخاری (۳۰۷۳' ۱۴۰۲) کتاب الجهاد والسیر : باب الغلول' مسلم (۱۸۳۱)]

(۳) [بخاری (۴۲۳۴) مسلم (۱۱۵) مؤطا (۴۵۹/۲) نسائی (۲۴/۷) ابو داود (۲۷۱۱) کتاب الجهاد : باب في تعظیم الغلول]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔لوگ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ اس نے مال غنیمت سے ایک چادر چھپائی ہوئی تھی۔(۱)

(شوکانیؒ) مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خیانت کرنا حرام ہے۔خواہ وہ خیانت چھوٹی ہو یا بڑی۔(۲)

(نوویؒ) اس پر اجماع ہے کہ خیانت کبیرہ گناہ ہے۔(۳)

○ جن روایات میں خائن کے مال کو جلانے کا حکم ہے وہ ضعیف ہیں۔

(1) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خائن کا مال جلا دیا۔(٤)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب بھی کسی خائن کو دیکھو تو اس کا مال جلا دو۔''(٥)

(بخاریؒ) ہمارے عام ساتھی تو اس حدیث سے خیانت کے متعلق حجت پکڑتے ہیں لیکن یہ باطل ہے اس میں کوئی چیز ثابت نہیں۔(٦)

وَمِنْ جُمْلَةِ الْغَنِيمَةِ الْأَسْرٰى وَيَجُوزُ الْقَتْلُ اَوِ الْفِدَاءُ اَوِ الْمَنُّ	قیدی بھی مال غنیمت میں شامل ہیں اور انہیں قتل کرنا یا فدیہ لینا یا (احسان کرتے ہوئے) ویسے ہی چھوڑ دینا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) ﴿ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ ﴾ [التوبة : ٥]

''انہیں پکڑو اور ان کا گھیراؤ کرو۔''

(3) ﴿ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً ﴾ [محمد : ٤]

(۱) [بخاری (۳۰۷٤) کتاب الجهاد والسیر : باب القلیل من الغلول ' احمد (۱٦۰/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (٦۰/٥)]

(۳) [شرح مسلم (٤٥٨/٦)]

(٤) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٥٨٢) کتاب الجهاد : باب فی عقوبه الغال ' ابو داود (۲۷۱٥) حاکم (۱۳۱/۲) بیهقی (۱۰۳/۹) اس کی سند میں زہیر بن محمد خراسانی راوی ہے۔اسے امام بیہقیؒ نے مجہول کہا ہے۔اس سے اہل شام کی روایت درست نہیں۔[تقریب التهذیب (۲٦٤/۱) الجرح والتعدیل (٥٨٩/۳) میزان الاعتدال (٨٤/۲)]

(٥) [ضعیف : ضعیف ابو داود (٥٨۲) کتاب الجهاد : باب فی عقوبة الغال ' ابو داود (۲۷۱۳) احمد (۲۲/۱) ترمذی (۱٤٦۱) حاکم (۱۲۷/۲) بیهقی (۱۰۲/۹) اس کی سند میں صالح بن محمد بن زائدہ راوی ہے۔امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔امام احمدؒ اور امام دارقطنیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[المجروحین (۳٦۷/۱) الجرح والتعدیل (٤۱۱/٤) میزان الاعتدال (۲۹۹/۲) تقریب التهذیب (۳٦۲/۱) شیخ صبحی حسن حلاق نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔[التعلیق علی الروضة الندیة (۷٤۷/۲)]

(٦) [فتح الباری (۳۰٤/٦)]

''جب کافروں کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب قید و بند سے گرفتار کرو (پھر اختیار ہے) خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔''

(2) ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ﴾ [الأنفال : ٦٧]

''کسی نبی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قیدی بنالے حتی کہ زمین میں اچھی طرح خونریزی کرے۔''

قیدیوں کو قتل کرنے کے متعلق دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾ [التوبة : ٥]

''جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو جہاں بھی مشرکین کو پاؤ انہیں قتل کر دو۔''

(2) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر بنو قریظہ کے چھ سو (600) سے سات سو (700) کے درمیان مردوں کو قتل کرا دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام لونڈیاں بنا لیا گیا۔(۱)

(3) نضر بن حارث اور عقبہ بن أبی معیط کو بدر کے دن قتل کیا گیا۔(۲)

قیدیوں سے فدیہ لینے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں معاف فرما دیا۔(۳)
اس ضمن میں جو آیت نازل ہوئی ﴿ حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ جب علاقے میں کفر کا غلبہ ہو (تو اچھی طرح خونریزی کرنی چاہیے) البتہ بعد میں جب عرب پر کفر کا تسلط ہٹ گیا تو اختیار مل گیا کہ یا تو احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔(٤)

(2) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دو آدمیوں کا فدیہ (بنو عقیل کے) مشرکین کے دو آدمیوں کے ساتھ دیا۔(٥)

---

(۱) [بخاری (٤١٢٢) کتاب المغازی : باب مرجع بالنبی من الأحزاب]

(۲) [ابن ابی شیبة : کتاب المغازی : باب غزوه بدر الکبری ' بیهقی : کتاب السیر: باب ما یفعله بالرجال البالغین منهم ' ابو داود : کتاب الجهاد : باب فی قتل الأسیر صبرا ' عبد الرزاق (٢٠٥/٥١)]

(۳) [مسلم (١٧٦٣) کتاب الجهاد والسیر : باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر .... ' احمد (٣٠/١)]

(٤) [تفسیر أحسن البیان (ص/٥٠١) تفسیر طبری (٢٨٦/٦) تلخیص الحبیر (٢٠٤/٤) الدر المنثور للسیوطی (٣٦٧/٣) نیل الأوطار (٦٧/٥)]

(٥) [مسلم (١٦٤١) کتاب النذر : باب لا وفاء لنذر فی معصیة الله ' احمد (٤٢٦/٤) ترمذی (١٥٦٨) ابو داود (٣٣١٦) ابن حبان (٤٨٥٩)]

(3) حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کے فدیے میں وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔(۱)

احسان کرتے ہوئے چھوڑنے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا ﴿لو كان المطعم بن عدى حيا ثم كلمني في هؤلاء النتنى لتركتهم له﴾ ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ میرے پاس آ کر ان مرداروں کے بارے میں بات چیت کرتا تو میں ان کو اس کی خاطر چھوڑ دیتا۔''(۲)

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ کے اسی (80) آدمی فجر کے وقت تنعیم کے پہاڑوں کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑ کر قید کر لیا پھر انہیں (احسان کرتے ہوئے) آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ﴾ ''وہی ذات ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا۔''(۳)

(3) اہل مکہ کے لیے (فتح مکہ کے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اذهبوا فانتم الطلقاء ﴾ ''جاؤ تم سب آزاد ہو۔''(٤)

(جمہور) کافر مرد قیدیوں کا معاملہ حکمران پر موقوف ہے۔ وہ جو بھی اسلام اور مسلمانوں کے لیے زیادہ مناسب سمجھے وہی ان تینوں میں سے اختیار کر سکتا ہے قتل، فدیہ یا احسان۔

(زہریؒ، مجاہدؒ) کافر قیدیوں سے فدیہ لینا جائز نہیں۔

(حسنؒ، عطاءؒ) قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ احسان کرنے یا فدیہ لینے میں اختیار ہے۔

(مالکؒ) بغیر فدیے کے احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا جائز نہیں۔

(احناف) نہ تو احسان کرتے ہوئے چھوڑنا جائز ہے اور نہ ہی فدیہ یا کسی اور چیز کے ساتھ۔(۵)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۳٤۱) کتاب الجهاد : باب فی فداء الأسیر بالمال، ابو داود (۲٦۹۲) حاکم (۲۲٦/۳) ابن الجارود (۱۰۹۰) بیهقی (۳۲۲/٦) احمد (۲۷٦/٦)]

(۲) [بخاری (۳۱۳۹) کتاب فرض الخمس : باب ما من النبی علی الأساری من غیر أن یخمس، ابو داود (۲٦۸۹) احمد (۸۰/٤)]

(۳) [مسلم (۱۸۰۸) کتاب الجهاد والسیر : باب قول الله تعالی وهو الذی کف...... ، ابو داود (۲٦۸۸) احمد (۱۲٤/۳) ترمذی (۳۲٦٤)]

(٤) [ابن اسحاق (٤۱۲/۲)]

(٥) [الأم (۱٤٤/٤) المبسوط (۲٤/۱۰) الإنصاف (۱۳۰/٤) الفقه الإسلامی وأدلته (٥۹۱۲/۸) نیل الأوطار (٦۷/٥) فقه السنة (۱۷۳/۳)]

متفرقات

882- کافر سے چھینے ہوئے مال کا حکم

مقتول کافر سے چھینا ہوا مال مثلاً اسلحہ یا لباس وغیرہ قاتل مسلمان کو دینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ أن النبی ﷺ قضی بالسلب للقاتل ﴾ ''نبی ﷺ نے قاتل کے لیے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ فرمایا۔'' (۱)

883- امیر کے کہنے پر جنگ سے غائب ہونے والے کا حکم

اسے بھی مال غنیمت سے حصہ دینا درست ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿ لما تغیب عثمان عن بدر فإنہ کان تحتہ بنت رسول اللہ و کانت مریضۃ فقال لہ النبی ﷺ إن لک أجر رجل ممن شھد بدرا و سھمہ ﴾ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں حاضر نہ ہوئے کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں جو کہ بیمار تھیں لہٰذا نبی ﷺ نے انہیں فرمایا: تیرے لیے بدر میں شریک ہونے والے ایک آدمی کا اجر اور اس کا حصہ ہوگا۔'' (۲)

لیکن اگر کوئی شخص کسی اپنے کام کی وجہ سے جنگ کے خاتمے پر حاضر ہو تو کیا اسے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے:

(شافعیؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ، لیثؒ) اسے حصہ نہیں دیا جائے گا۔

(احناف) اگر وہ شخص مال غنیمت دار الاسلام پہنچائے جانے سے پہلے آ جائے تو اسے دیا جائے گا۔ (۳)

(راجح) یہ حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہے وہ امداد کرتے ہوئے مصلحتاً کسی کو کچھ دے یا نہ دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ وما قسم لأحد غاب عن فتح خیبر منھا شیئا إلا لمن شھد معہ إلا لأصحاب سفینتنا مع جعفر وأصحابہ قسم لھم معھم ﴾ ''آپ ﷺ نے فتح خیبر کی کوئی چیز کسی ایسے شخص کو نہیں دی جو جنگ میں شریک نہیں تھا مگر صرف اسے دی جو جنگ میں حاضر تھا ہاں البتہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے وہ ساتھی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر (حبشہ سے) آئے انہیں آپ ﷺ نے مجاہدین کے ساتھ مال غنیمت کی تقسیم میں شریک فرمایا۔ (٤)

---

(۱) [مسلم (۱۷۵۳) کتاب الجھاد والسیر : باب استحقاق القاتل سلب القتیل ' ابو داود (۲۷۱۹) احمد (۲٦/٦)]

(۲) [بخاری (۳۱۳۰) کتاب فرض الخمس : باب إذا بعث الإمام رسول...... ' ترمذی (۳۷۰٦) احمد (۱۰۱/۲-۱۲۰)]

(۳) [الأم للشافعی (۲۵۵/۷) الاختیار (۱۲٦/٤) المغنی (۱۰٤/۱۳) نیل الأوطار (٤۵/۵)]

(٤) [بخاری (۳۱۳٦) کتاب فرض الخمس : باب ومن الدلیل علی أن الخمس لنوائب المسلمین ' مسلم (۲۵۰۲) أبو داود (۲۷۲۵) ترمذی (۱۵۵۹) احمد (۳۹٤/٤)]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ﴿ الغنيمة لمن شهد الوقعة ﴾ ''غنیمت صرف اسی کو دی جائے گی جو جنگ میں شریک ہوگا۔''(۱)

884- جس قیدی کے اسلام لانے کی امید ہو اسے چھوڑ دینا

جائز ہے جیسا کہ ثمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أطلقوا ثمامة ﴾ ''ثمامہ کو چھوڑ دو۔'' تو وہ مسجد کے قریب ایک نخلستان میں گئے، غسل کیا، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا ﴿ أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله ﴾ (۲)

885- قیدی حاملہ لونڈیوں سے ہم بستری کرنا

ایسا کرنا وضع حمل سے پہلے حرام ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ أن رسول الله ﷺ نهى أن توطأ السبايا حتى يضعن ما في بطونهن ﴾ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں سے ہم بستری کرنے سے منع فرمایا حتی کہ وہ اپنے پیٹ کے حمل وضع کر لیں۔'' (۳)

(مالکؒ، احناف، شافعیہ، ثوریؒ، نخعیؒ) ان سب کا یہی موقف ہے۔(٤)

886- قیدی خواتین اور ان کی اولاد کے درمیان جدائی ڈالنا

ایسا کرنا جائز نہیں۔ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامة ﴾ ''جس نے ماں اور اس کی اولاد کے درمیان جدائی ڈالی اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور اس کے محبوب لوگوں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دیں گے۔'' (٥)

(شافعیؒ) بچہ جب سات یا آٹھ سال کا ہو جائے تو جدائی ڈالنا درست ہے۔

(مالکؒ) جب بچے کے دانت اُگ کر ٹوٹ جائیں تب درست ہے۔

---

(۱) [عبدالرزاق (۳۰۲/٥)، (۹٦۸۹) ابن ابی شيبة (٤۹٤/٦)، (۳۳۲۲٦) مجمع الزوائد (۳٤۳/٥) بيهقی (٥۰/۹)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذی، ترمذی (١٥٦٤) كتاب السير : باب ما جاء في كراهية وطء الحبالى من السبايا، احمد (١٦٧/٤) تحفة الأشراف (٢٩٠/٧)، (٩٨٩٣)]

(۲) [بخاری (٤٣٧٢) كتاب المغازی : باب وفد بنی حنيفة وحديث ثمامة بن آثال، مسلم (١٧٦٤) ابو داود (٢٦٧٩) نسائی (١٠٩/١) احمد (٤٥٢/٢)]

(٤) [تحفة الأحوذی (١٧١/٥)]

(٥) [حسن : المشكاة (٣٣٦١) صحيح ترمذی، ترمذی (١٥٦٦) كتاب السير : باب فی كراهية التفريق، دارمی (٢٢٧/٢) احمد (٤١٢/٥)]

(احناف) جب اسے احتلام ہونا شروع ہو جائے تب درست ہے۔

(احمدؒ) ان میں کسی صورت میں بھی جدائی نہیں ڈالی جائے گی خواہ وہ بچہ بڑا اور بالغ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

(اوزاعیؒ) تب جدائی ڈالی جا سکتی ہے جب وہ اپنے باپ سے مستغنی ہو جائے۔(۱)

(راجح) امام احمدؒ کا مؤقف حدیث کے زیادہ قریب ہے۔

887- چند ضروری وضاحتیں

- کسی کافر قیدی کا اسلام قبول کرنا اس کی آزادی کو لازم نہیں کرتا بلکہ وہ قید میں ہی رہے گا۔(۲)
- حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کا اسلام قبول کرنے سے گریز کرے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ وہ اسلام میں رغبت نہیں رکھتا بلکہ محض کسی ضرورت کے لیے ایسا کر رہا ہے۔(۳)
- دشمن کے علاقے سے اگر اسلحہ وغیرہ اٹھا کر لانا ناممکن ہو تو اسے چھپا دینا چاہیے یا تلف کر دینا چاہیے۔(٤)

❁❁❁

---

(۱) [مرقاۃ المفاتیح (٦/٥٢٨ ـ ٥٢٩) تحفۃ الأحوذی (٥٧٣/٤)]

(۲) [مسلم (١٦٤١) کتاب النذر: باب لا وفاء لنذر فی معصیۃ اللہ ' احمد (٤٣٠/٤) ابو داود (٣٣١٦) ابن حبان (٤٨٥٩) المغنی (٤٧/١٣)]

(۳) [أیضا]

(٤) [السیل الجرار (٥٥٠/٤)]

تیسری فصل

قیدی ❶ ' جاسوس ❷ اور صلح ❸ کے مسائل

وَيَجُوزُ اِسْتِرْقَاقُ الْعَرَبِ	عربوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ ❹

❶ لغوی وضاحت: قیدی کو عربی میں اسیر کہتے ہیں۔ اس کی جمع اُسْرَىٰ' اُسَرَاء' اُسَارَىٰ' اَسَارَىٰ وغیرہ آتی ہے۔ سَبْيِ قیدی عورت کو کہتے ہیں۔ باب سَبَىٰ' اِسْتَبَىٰ (ضرب ' استفعال) قید کرنا۔ اسی طرح باب اَسَرَ ' اِسْتَأْثَرَ (ضرب ' استفعال) قید کرنا۔(۱)

اصطلاحی تعریف: ایسے مرد جو جنگ میں مسلمانوں کے غلبے کی وجہ سے ہاتھ لگیں۔ اس کا اطلاق عورتوں اور بچوں پر بھی ہوتا ہے۔(۲)

❷ جاسوس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو خبروں کی تفتیش کرتے ہیں۔ اس کی جمع جواسیس ہے۔ باب جَسَّ' تَجَسَّسَ' اِجْتَسَّ (نصر' تفعل' افتعال) تفتیش کرنا' جاسوسی کرنا۔(۳)

❸ لغوی وضاحت: عربی میں صلح کے لیے اَلْهُدْنَة کا لفظ مستعمل ہے اس کی جمع هُدَن آتی ہے۔ باب هَادَنَ' تَهَادَنَ (مفاعلة' تفاعل) باہم صلح کرنا۔(٤)

اصطلاحی تعریف: اہل حرب کا قتال ترک کرنے پر معین مدت تک عوض یا کسی اور چیز کے ساتھ باہم صلح کر لینا۔

(جمہور) صلح کا معاہدہ کرنے والا حکمران یا اس کا نائب ہوگا ورنہ صلح کا معاہدہ صحیح نہیں ہوگا۔

(احناف) مسلمانوں کی ایک جماعت جب حاکم کی اجازت کے بغیر یہ معاہدہ کرے اور اس میں تمام مسلمانوں کی مصلحت بھی ہو تو یہ معاہدہ درست ہوگا کیونکہ اصل مقصود مصلحت کا وجود ہے جو کہ اس میں موجود ہے اور اس لیے بھی درست ہے کہ مصالحت ایک امان ہے اور ایک آدمی کی امان جماعت کی امان کی طرح ہے۔(٥)

❹ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [المعجم الوسیط (ص/۱۷) ' (ص/٤١٥)]
(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٦/٣٦٩)]
(۳) [المعجم الوسیط (ص/۱۲۲)]
(٤) [المعجم الوسیط (ص/۹۷۸) المصباح (۹۸۳)]
(٥) [آثار الحرب (ص/٦٦٢) بدائع الصنائع (۷/۱۰۸) حاشیة الدسوقی (۲/۱۸۹) مغنی المحتاج (٤/٢٦٠) المغنی (٨/٤٦٢) الفروق (١/٢٠٧)]

﴿ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً ﴾ [محمد : ٤]
''مضبوط قید و بند سے گرفتار کر لو (پھر اختیار ہے کہ) خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے لو۔''

(2) مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ ہوازن قبیلے کا ایک مسلمان وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اپنے سوال اور قیدی خواتین و اولاد کی واپسی کا سوال کرنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أحب الحديث إلى أصدقه فاختاروا إحدى الطائفتين إما السبي وإما المال ﴾ ''میرے لیے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو لہٰذا تم دونوں حصوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو یا قیدی یا مال۔'' (۱)

وفد ہوازن کے یہ قیدی یقیناً عرب قبائل میں سے تھے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بنو تمیم قبیلے کی ایک لونڈی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ اسماعیل کی اولاد سے ہی ہے۔'' (۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ انہوں نے نذر مانی تھی کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام آزاد کریں گی۔ (۳)

قبیلہ بنو تمیم بھی عرب کا معروف قبیلہ ہے۔

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جویریہ بنت حارث قبیلہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں تھیں۔ انہوں نے اپنے مالک سے اپنے بارے میں مکاتبت کا معاملہ طے کر رکھا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (جویریہ بنت حارث) سے اس شرط پر شادی کر لی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طے شدہ رقم ادا کر دیں گے۔ آپ نے جب ان سے شادی کر لی تو لوگوں نے کہا یہ تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں اس لیے انہوں نے وہ تمام قیدی لونڈیاں جو (اس قبیلے کی) ان کے پاس تھیں آزاد کر دیں۔ (٤)

(جمہور) عربوں کو غلام بنانا جائز ہے۔

(احناف) عرب کے مشرکین سے اسلام یا تلوار کے سوا کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ (٥)

(راجح) عربوں کو غلام بنانا جائز ہے کیونکہ کافر قیدیوں کو قتل کرنا' ان سے فدیہ لینا یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا اور غلام بنا لینا سب شریعت میں ثابت ہے۔ اب جو شخص بعض کافروں کو ان اُمور میں دوسروں سے خاص کرتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ بغیر ثبوت

---

(۱) [بخاری (۲۳۰۷ ' ۲۳۰۸) کتاب الوكالة : باب إذا وهب شيئا لوكيل أو شفيع قوم جاز ' ابو داود (۲۶۹۳) احمد (۳۲٦/٤)]

(۲) [بخاری (۲٥٤۳ ' ٤۳٦٦) مسلم (۲٥۲٥) احمد (۳۹۰/۲)]

(۳) [مجمع الزوائد (٥۰/۱۰) طبرانی أوسط (۷۹٦۷) نیل الأوطار (۷۱/٥) طبرانی کبیر (۲۳۱/٤)]

(٤) [بخاری (۲٥٤۱) مسلم (۱۳٥٦) ابو داود (۳۹۳۱) بیهقی (۲٤/۹) حاکم (۲٦/٤) احمد (۲۷۷/٦)]

(٥) [فتح الباری (٤۷۹/٥) الأم (٤٦۷/٥) بیهقی (۷۳/۹) نیل الأوطار (۷۳/٥) الروضة الندية (۷٥۱/۲)]

کے قبول نہیں کیا جائے گا۔(۱)

○ جس روایت میں مذکور ہے کہ ﴿ لو کان الاسترقاق جائزا علی العرب لکان الیوم إنما هو أسری ﴾ ''اگر عربوں کو قیدی بنانا جائز ہوتا تو وہ آج قیدی ہی ہوتے۔'' وہ ضعیف ہے۔(۲)

وَقَتْلُ الْجَاسُوْسِ	اور جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفر میں (غزوہ ہوازن کے لیے جاتے ہوئے) ایک جاسوس آیا' وہ صحابہ کی جماعت میں بیٹھا' بات چیت کی' پھر وہ واپس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اطلبوه واقتلوه فقتلته فنفله سلبه ﴾ ''اسے تلاش کر کے قتل کر دو چنانچہ میں (سلمہ بن اکوع) نے اسے قتل کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہتھیار و اوزار مجھے اضافی طور پر عطا کر دیے۔''(۳)

(2) حضرت فرات بن حیان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا حکم دے دیا اور وہ اس وقت ذمی تھے ﴿ وکان عینا لأبی سفیان ﴾ ''اور ابو سفیان کے جاسوس تھے۔'' اور ایک انصاری کے حلیف تھے۔ جب وہ انصار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے تو کہا میں مسلمان ہوں' انصار کے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ تو کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں کچھ ایسے آدمی ہیں جنہیں ہم ان کے ایمان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ انہی میں سے ایک فرات بن حیان ہے۔''(٤)

ثابت ہوا کہ ذمی جاسوس کو قتل کرنا بالاتفاق درست ہے۔(٥)

(مالکؒ،اوزاعیؒ) جاسوسی کی وجہ سے ذمی کا عہد ٹوٹ جائے گا اسے بھی قتل کیا جائے گا۔

(شافعیہ) اگر معاہدے میں یہ (جاسوسی نہ کرنے کی) شرط لگائی گئی ہو تو بالاتفاق عہد ٹوٹ جائے گا۔(٦)

---

(۱) [نیل الأوطار (٧٤/٥) الروضة الندیة (٧٥٢/٢)]

(۲) [بیهقی (٧٤/٩) اس کی سند میں واقدی راوی ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ امام ابوحاتمؒ نے اسے متروک کہا ہے۔ امام ابن معینؒ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے۔ امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے' حدیثیں گھڑتا ہے۔ [المجروحین (٢٩٠/٢) الجرح والتعدیل (٢٠/٨) میزان الاعتدال (٦٦٢/٣)]

(۳) [بخاری (٣٠٥١) کتاب الجهاد والسیر : باب الحربی إذا دخل دارالإسلام بغیر أمان ' ابو داود (٢٦٥٣) احمد (٥٠/٤) مسلم (١٧٥٤)]

(٤) [صحیح : صحیح ابو داود (٢٣١٠) کتاب الجهاد : باب فی الجاسوس الذمی ' ابو داود (٢٦٥٢) احمد (٣٣٦/٤) حاکم (١١٥/٢) بیهقی (١٩٧/٩)]

(٥) [شرح مسلم (٣١١/٦)]

(٦) [نیل الأوطار (٧٥/٥) الروضة الندیة (٧٥٣/٢)]

مسلمان جاسوس کو قتل کرنے کے متعلق حضرت حاطب بن أبی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے اہل مکہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور آمد کی خبر ارسال کی تھی پھر جب وہ پکڑے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿ دعني أضرب عنق هذا المنافق ﴾ ''مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کا سر اُڑا دوں۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں یہ بدر میں شریک تھے۔'' (١)

(امام شوکانی ؒ) اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''حاطب رضی اللہ عنہ کا قتل چھوڑنے کا سبب یہ تھا کہ وہ بدر میں شریک تھے ورنہ وہ قتل کے مستحق تھے اور اس میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ جاسوس کو قتل کیا جائے گا خواہ مسلمان کیوں نہ ہو۔(٢)

( ) جاسوس کو عربی میں ''عین'' اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس کا تمام تر عمل آنکھ کے ساتھ ہوتا ہے۔(٣)

وَإِذَا أَسْلَمَ الْحَرْبِيُّ قَبْلَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ أَحْرَزَ أَمْوَالَهُ	اگر جنگی دشمن پکڑے جانے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنا مال بچا لے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ کلمہ پڑھ لیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں تو ﴿ عصموا منى دماء هم وأموالهم ﴾ ''وہ مجھ سے اپنی جانیں اور اپنے مال بچا لیں گے۔'' (٤)

(2) امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((إذا أسلم قوم فى دار الحرب ولهم مال وأرضون فهى لهم)) ''جب کوئی قوم دار الحرب میں مسلمان ہو جائے اور ان کے پاس مال اور زمینیں ہوں تو وہ انہی کی ملکیت میں رہیں گی۔'' (٥)

(3) اس ضمن میں حضرت صخر بن عیلۃ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ضعیف ہے۔(٦)

(4) جس روایت میں ہے کہ ﴿ من أسلم على شيئ فهو له ﴾ ''جو شخص کسی چیز پر (یعنی جو اس کے پاس ہو) مسلمان ہو تو

(١) [بخاری (٣٠٠٧) کتاب الجهاد والسير : باب الجاسوس وقول الله تعالى ولا تتخذوا عدوى...... ، مسلم (٢٤٩٤) ابو داود (٢٦٥٠) ترمذی (٣٣٠٥) احمد (٧٩/١)]

(٢) [نيل الأوطار (٧٦/٥)]

(٣) [نيل الأوطار (٧٥/٥)]

(٤) [بخاری (٢٥) کتاب الإيمان : باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة...... ، مسلم (٢٢)]

(٥) [بخاری (قبل الحديث / ٣٠٥٨) کتاب الجهاد والسير]

(٦) [ضعيف : ضعيف ابو داود (٦٧٠) کتاب الخراج : باب فى إقطاع الأرضين ، ابو داود (٣٠٦٧) احمد (٣١٠/٤) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ [بلوغ المرام (٢٨٤)]

وہ اسی کی ہے۔''(۱)

(5) جس روایت میں ہے کہ ''نبی ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ثعلبہ اور اُسید بن سعید مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام نے ان کے اموال اور چھوٹے بچوں کو محفوظ کر لیا۔'' وہ مرسل ہے۔(۲)

(جمہور) حربی اگر دلی خوشی سے مسلمان ہو جائے تو اس کا تمام مال اس کی ملکیت میں ہی رہے گا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ دارالاسلام میں مسلمان ہوا ہو یا دارالکفر میں۔

(ابو یوسفؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(شافعیہ، حنابلہ) اسلام مال کو محفوظ کر لیتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول۔(۳)

وَإِذَا أَسْلَمَ عَبْدٌ لِلْكَافِرِ صَارَ حُرًّا	جب کسی کافر کا غلام مسلمان ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ ❶

❶ (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے کچھ غلام بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے تو ان کے مالکوں نے آپ ﷺ کی طرف لکھا کہ اللہ کی قسم اے محمد! یہ آپ کی طرف دینی رغبت کی وجہ سے نہیں آئے بلکہ غلامی سے بھاگ کر آئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! انہوں نے سچ کہا ہے آپ انہیں ان کی طرف واپس بھیج دیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ غصے میں آ گئے اور فرمایا ''اے قریش کی جماعت! میں خیال نہیں کرتا کہ تم اس وقت تک باز آ جاؤ گے جب تک اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو نہ بھیج دے جو تمہاری گردنیں مار ڈالیں اور آپ ﷺ نے انہیں واپس لوٹانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا ﴿ هم عتقاء الله عزو جل ﴾ ''یہ سب اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔''(٤)

ثابت ہوا کہ اگر کفار کا کوئی غلام مسلمان ہو جائے تو آزاد ہو جائے گا۔

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ أعتق رسول الله يوم الطائف من خرج إليه من عبيد المشركين ﴾ ''غزوہ طائف کے دن جو بھی مشرکین کا غلام (مسلمان ہو کر) رسول اللہ ﷺ کی طرف آیا آپ نے اسے آزاد کر دیا۔''(٥)

(۱) [أبو يعلى (٥٨٤٧) بيهقى (١١٣/٩) الكامل لابن عدى (٥٣٥/٨) امام ابن عدیؒ نے ''یلین زیات'' کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابن ابی ملیکہ اور عروہ سے مرسل منقول ہے۔]

(۲) [نصب الراية (٤١٠/٣)]

(۳) [الفقه الإسلامى وأدلته (٤٦٧/٦) آثار الحرب (ص/٦١٣) نيل الأوطار (٧٩/٥)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٢٣٤٩) كتاب الجهاد : باب فى عبيد المشركين يلحقون بالمسلمين فيسلمون ' ابو داود (٢٧٠٠) ترمذى (٣٧١٥) حاكم (١٢٥/٢) بيهقى (٢٢٩/٩) احمد (١٥٥/١)]

(٥) [احمد (٢٢٣/١-٢٣٦-٢٤٣-٣٦٢) ابن أبى شيبة (٥٣٢/٦) شرح معانى الآثار (٢٧٨/٣) بيهقى (٢٢٩/٩)]

(3) امام شعبیؒ بنو ثقیف کے کسی آدمی سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ابوبکرہ کی واپسی کا سوال کیا جو کہ ہمارا غلام تھا لیکن ہم سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لا هو طليق الله ثم طليق رسوله ﴾ ''نہیں' وہ اللہ تعالیٰ کا آزاد کردہ ہے پھر اس کے رسول کا آزاد کردہ ہے۔'' (١)

○ یہ یاد رہے کہ اگر مالک اپنے غلام سے پہلے مسلمان ہو جائے پھر غلام مسلمان ہو تو غلام کو مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا کیونکہ مالک نے اسلام قبول کر کے اپنا مال محفوظ کر لیا ہے اور غلام بھی اس کا مال ہے۔ (٢)

جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلام کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ آ کر مسلمان ہو جائے پھر اس کا مالک مسلمان ہو تو وہ آزاد ہو گا لیکن اگر پہلے مالک آ کر مسلمان ہو جائے اور غلام بعد میں آ کر مسلمان ہو تو وہ غلام ہی رہے گا۔ وہ مرسل ہے۔ (٣)

وَالْأَرْضُ الْمَغْنُومَةُ أَمْرُهَا إِلَى الْإِمَامِ فَيَفْعَلُ الْأَصْلَحَ مِنْ قِسْمَتِهَا أَوْ تَرْكِهَا مُشْتَرِكَةً بَيْنَ الْغَانِمِينَ أَوْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ	مفتوحہ زمین کا معاملہ حاکم کی رائے پر موقوف ہو گا وہ اس کے متعلق زیادہ مناسب فیصلہ کر سکے گا یا اسے غنیمت لانے والوں کے درمیان یا تمام مسلمانوں کے درمیان مشترک رہنے دے گا۔ ❶

❶ (1) بنو قریظہ اور بنو نضیر کی زمین رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دی۔ (٤)

(2) آپ ﷺ نے خیبر کی نصف زمین کو تقسیم کر دیا اور نصف کو حکومتی اُمور اور تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے خاص کر دیا۔ (٥)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أيما قرية أتيتموها فأقمتم فيها...... ﴾ ''تم جس بستی میں بھی آؤ اور اس میں قیام کرو تو اس میں تمہارا حصہ ہے (جیسے مسلمانوں میں سے کسی ایک عام مسلمان کا حصہ ہے) اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان ہو تو اس کا خمس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے پھر وہ بھی تمہارے درمیان تقسیم ہو گا۔'' (٦)

(١) [احمد (١٦٧/٤) سنن سعيد بن منصور (٢٨٠٨) شرح معاني الآثار (٢٧٩/٣)]
(٢) [نيل الأوطار (٨٠/٥)]
(٣) [ابن أبي شيبة (٥٣٢/٥)' (٣٣٥٩٦) سنن سعيد بن منصور (٢٩٠/٢) نيل الأوطار (٨٠/٥) الروضة الندية (٧٥٥/٢)]
(٤) [نيل الأوطار (٨٣/٥) الروضة الندية (٧٥٦/٢)]
(٥) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (٢٦٠١) كتاب الخراج : باب ما جاء في حكم أرض خيبر' ابو داود (٣٠١٠) بيهقي (٣١٧/٦)]
(٦) [مسلم (١٧٥٦) كتاب الجهاد والسير : باب حكم الفيئ' احمد (٣١٧/٢) ابو داود (٣٠٣٦)]

(قاضی عیاضؒ) احتمال ہے کہ اس حدیث میں پہلی بستی سے مراد وہ بستی ہو جہاں لڑائی نہ ہوئی ہو۔ اس میں مجاہدین کا حصہ دوسرے مسلمانوں کے مساوی ہے اور دوسری بستی سے مراد وہ بستی ہو جہاں لڑائی ہوئی ہو اس میں پانچواں حصہ نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(ابن منذرؒ) ہمیں علم نہیں کہ امام شافعیؒ سے پہلے کوئی مال فئ میں خمس کا قائل ہو۔(۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ غنیمت کی زمین مجاہدین میں تقسیم ہوگی۔(۲)

(خطابیؒ) جنگ کے ذریعے حاصل شدہ زمین کا حکم تمام اموال غنائم کی طرح ہی ہے اس میں سے خمس نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کی جائے گی۔(۳)

(مالکؒ) مال غنیمت کی زمین کو تقسیم نہیں کیا جائے گی بلکہ اس کا منافع مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے کاموں میں صرف کیا جائے گا الا کہ حاکم تقسیم میں مصلحت سمجھے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

(ابن قیمؒ) امام مالکؒ کے قول کی مثل جمہور صحابہ سے قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس بات پر خلفائے راشدین کی سیرت گواہ ہے اور انہوں نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

(احمدؒ) حاکم کو اختیار ہے اگر زمین کی تقسیم میں بہتری سمجھے تو اسے تقسیم کر دے اگر مسلمانوں کی جماعت کے لیے وقف میں مصلحت سمجھے تو اسے وقف کر دے اور اگر بعض کو چھوڑ کر بعض کو تقسیم کرنا چاہے تو یہ بھی درست ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ تینوں قسمیں ثابت ہیں:

(1) بنو قریظہ اور بنو نضیر کی زمین آپ ﷺ نے تقسیم کر دی۔

(2) مکہ کی زمین تقسیم نہیں کی۔

(3) خیبر کی کچھ زمین کو تقسیم کر دیا اور کچھ تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دی۔

(شافعیؒ) زمین کو بھی باقی غیر منقولہ اشیاء کی طرح تقسیم کر دیا جائے گا۔(٤)

(راجح) امام احمدؒ کا مؤقف راجح ہے۔

وَمَنْ اَمَّنَهُ اَحَدُ الْمُسْلِمِيْنَ صَارَ آمِنًا	جسے کوئی مسلمان امان دے تو وہ (قانونی طور پر) امن والا ہوگا۔ ❶

❶ (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وذمة المسلمين واحدة يسعى بها

(۱) [سبل السلام (١٧٩٦/٤)]

(۲) [نيل الأوطار (٨١/٥)]

(۳) [معالم السنن (٣٦/٣)]

(٤) [المغنى (٥٤/١٣-٥٧) الأم للشافعى (١٤٤/٤) نيل الأوطار (٨٣/٥) زادالمعاد (٤٣٢/٣)]

أدناهم ﴾ ''مسلمان پناہ دینے میں سب برابر ہیں' معمولی سے معمولی مسلمان (عورت یا غلام) کسی کافر کو پناہ دے سکتے ہیں' اور جو کوئی کسی مسلمان کا کیا ہوا عہد توڑے گا اس پر اللہ' فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔ نہ تو اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ ہی نفل۔'' (۱)

(2) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ المسلمون تتكافأ دمائهم يسعى بذمتهم أدناهم ﴾ ''مسلمانوں کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں ان کا معمولی انسان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔'' (۲)

888- عورت بھی پناہ دے سکتی ہے

(1) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا ﴿ قد أجرنا من أجرت ﴾ ''ہم نے بھی اسے پناہ دی جسے تو نے پناہ دی۔'' (۳)

(2) زینب بنت محمد ﷺ نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قائم رکھا۔ (٤)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''عورت بھی پناہ دے سکتی ہے۔'' (٥)

(ابن منذرؒ) اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت بھی پناہ دے سکتی ہے۔ (٦)

889- غلام بھی پناہ دے سکتا ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ العبد المسلم رجل من المسلمين ذمته ذمتهم ﴾ ''مسلمان غلام مسلمانوں کا ہی ایک فرد ہے لہٰذا اس کی دی ہوئی پناہ تمام مسلمانوں کی پناہ کی طرح ہے۔'' (٧)

ثابت ہوا کہ غلام بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔

○ (احناف) امان کی درستگی کے لیے چار شرائط ہیں:

(١) [بخاری (٣١٧٩) کتاب الجزية والموادعة : باب إثم من عاهد ثم غدر وقوله الذين عاهدت...... ' مسلم (١٣٧٠) احمد (١٢٢/١) ابو داود (٤٥٣٠) نسائی (٢٤/٨) حاکم (١٤١/٢) دار قطنی (٩٨/٣)]

(٢) [حسن صحیح : صحیح ابو داود (٢٣٩٠) کتاب الجهاد : باب فی السرية ترد علی أهل العسكر ' ابو داود (٢٧٥١) احمد (١٩١/٢) ابن ماجة (٢٦٨٥)]

(٣) [بخاری (٣١٧١) کتاب الجزية والموادعة : باب أمان النساء وجوارهن ' مسلم (٣٣٦) أحمد (٣٤١/٦) مؤطا (١٥٢/١) دارمی (٣٣٩/١) ابو داود (٧٧/٢)]

(٤) [بيهقی (٩٥/٩) کتاب السير : باب أمان المرأة ' عبد الرزاق (٢٢٤/٥)]

(٥) [بيهقی (٩٥/٩) کتاب السير : باب أمان المرأة ' عبد الرزاق (٢٢٣/٥) سنن سعيد بن منصور (٢٣٤/٢)]

(٦) [الإجماع لا بن المنذر (ص/٧٣) ' (٢٤٦)]

(٧) [سنن سعيد بن منصور (٢٣٣/٢) عبد الرزاق (٢٢٢/٥) ابن أبي شيبة (٤٥٣/١٢)]

(1) مسلمانوں کا کمزور ہونا اور کفار کا قوت میں ہونا۔

(2) عقل یعنی پاگل اور بچے کی امان درست نہیں۔

(3) بلوغت یعنی نابالغ بچے کی امان درست نہیں۔

(4) اسلام یعنی کافر کی امان درست نہیں۔(۱)

(عمر رضی اللہ عنہ، شافعیؒ، ثوریؒ، اوزاعیؒ، اسحاقؒ) ہر مسلمان' بالغ' عاقل' خود مختار' مرد ہو یا عورت' غلام ہو یا آزاد' کی امان درست ہے۔

(ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ) غلام کی امان صرف اسی صورت میں درست ہے جب اسے قتال میں شرکت کی اجازت ہو۔

(مالکؒ) عورت کی امان حاکم کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔(۲)

(راجح) پہلا (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا) موقف راجح ہے۔(۳)

○ کسی مسلمان قیدی کی دی ہوئی پناہ بھی درست ہے کیونکہ وہ بھی حدیث ﴿ ذمة المسلمين ﴾ کے عموم میں شامل ہے اور عاقل و بالغ' مکلّف و خود مختار ہے۔(٤)

وَالرَّسُوْلُ كَالْمُؤْمِنِ	اور دشمن کا قاصد امان پانے والے کی طرح ہی میں ہوتا ہے۔ ❶

❶ (1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے ایلچیوں کے لیے فرمایا ﴿ لولا أنك رسول الله لضربت عنقك ﴾ "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم ایلچی ہو تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔"(٥)

(2) سنن ابی داود کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ أما والله! لولا أن الرسل لا تقتل لضربت أعنا قكما ﴾ "اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ایلچیوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردن کاٹ دیتا۔"(٦)

(3) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إني لا أخيس بالعهد ولا أحبس البرد ﴾ "میں نہ تو عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ ہی قاصدوں اور سفیروں کو قید کرتا ہوں۔"(٧)

---

(١) [بدائع الصنائع (١٠٦/٧) فتح القدير (٢٩٨/٤) تبيين الحقائق (٢٤٧/٣) الدر المختار (٢٤٩/٣)]

(٢) [المغنى (٧٥/١٣) سبل السلام (١٧٩٠/٤)]

(٣) [نيل الأوطار (٩٨/٥)]

(٤) [المغنى (٧٧/١٣)]

(٥) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٢٤٠٠) كتاب الجهاد : باب فى الرسل' ابو داود (٢٧٦٢) احمد (٣٩٠/١) نسائى (٩٢٨٠)]

(٦) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٢٣٩٩) أيضا' ابو داود (٢٧٦١) احمد (٤٨٧/٣)]

(٧) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٢٧٥٨) نسائى (١٩٩/٩) احمد (٨/٦) موارد الظمان (ص/٣٩٣) حاكم (٥٩٨/٣) بيهقى (١٤٥/٩)]

(شوکانیؒ) یہ احادیث ثبوت ہیں کہ کفار کے ایلچیوں کو قتل کرنا حرام ہے خواہ وہ کلمہ کفر ہی کہہ دیں۔(۱)

(ابن قدامہؒ) (سفراء کا قتل جائز نہیں) کیونکہ ضرورت اس کی متقاضی ہے اگر ہم ان (کفار) کے سفیروں کو قتل کریں گے تو وہ ہمارے سفیروں کو قتل کریں گے جس وجہ سے باہمی پیغام رسانی اور خط و کتابت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔(۲)

وَتَجُوزُ مُهَادَنَةُ الْكُفَّارِ وَلَوْ بِشَرْطٍ وَإِلَى أَجَلٍ أَكْثَرُهُ عَشَرَ سِنِيْنَ	کفار کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے ❶ اگرچہ مشروط ہی ہو یا ایسی مدت تک جو زیادہ سے زیادہ دس سال تک ہو سکتی ہے۔ ❷

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾ [الأنفال: ٦١]

''اگر وہ (کفار) صلح کرنا چاہیں تو تم بھی صلح کر لو۔''

(2) میثاق مدینہ (یہود سے معاہدہ) اس کی دلیل ہے۔(۳)

(3) رسول اللہ ﷺ نے قریشِ مکہ سے صلح کی (یعنی صلح حدیبیہ)۔(٤)

❷ (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے مصالحت کے وقت یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو کوئی ہمارے پاس آئے گا ہم اسے واپس نہیں کریں گے اور ہمارا کوئی آدمی تمہارے پاس آ جائے تو تم اسے ہمارے پاس واپس لوٹا دو گے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم یہ لکھ لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں! جو شخص ہم میں سے ان کے پاس چلا جائے گا اسے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور ان میں سے جو ہمارے پاس آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضرور کشائش اور کوئی راستہ نکال دے گا۔''(٥)

(2) حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان سے صلح حدیبیہ کے متعلق ایک طویل حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ ﴿ هذا ما صالح عليه محمد بن عبدالله، سهيل بن عمرو على وضع الحرب عشر سنين ﴾ ''یہ وہ (دستاویز) ہے جس پر محمد بن عبداللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی ہے کہ دس سال جنگ بند رہے گی۔''(٦)

---

(۱) [نيل الأوطار (١٠٠/٥)]

(۲) [المغنی (٧٩/١٣)]

(۳) [سیرة ابن هشام (١٦٧/٢-١٧٢) عيون الأثر (١٩٧/١-١٩٨) صحيفة المدينة المنورة (ص/٩٩)]

(٤) [مسلم (١٧٨٤) كتاب الجهاد والسير: باب صلح الحديبية فى الحديبية، عبدالرزاق (٣٤٣/٥) احمد (٢٦٨/٣) سیرة ابن هشام (٤٣٩/٣) فتح البارى (١٢٩/١١)]

(٥) [مسلم (١٧٨٤) كتاب الجهاد والسير: باب صلح الحديبية فى الحديبية، احمد (٢٦٨/٣)]

(٦) [بخاری (٢٧٣١، ٢٧٣٢، ١٦٩٤، ١٦٩٥) كتاب الشروط: باب الشروط فى الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، ابو داود (٢٧٦٥)]

(امیر صنعانیؒ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کفار سے معین مدت کے لیے صلح کرنا جائز ہے۔(۱)

○ اس بات پر مصالحت کہ کفار سے کوئی شخص اگر مسلمان ہو کر آئے تو اسے واپس کیا جائے گا (اگر چہ اس میں اختلاف ہے لیکن برحق بات یہ ہے کہ) نبی ﷺ کے عمل کی وجہ سے جائز ہے۔(۲)

(احناف) یہ صلح درست نہیں۔(۳)

○ رسول اللہ ﷺ نے معاہدے کے بعد آنے والی خواتین کو واپس نہیں کیا کیونکہ صلح مردوں کے حق میں ہوئی تھی عورتوں کے حق میں نہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی:

﴿ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ﴾ [الممتحنة : ۱۰]

''ان عورتوں کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔''(٤)

890- صلح کی مدت

صلح کی مدت کے متعلق اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صلح معین مدت کے لیے ہو' غیر معین مدت کے لیے نہ ہو کیونکہ ہمیشگی کی صلح کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فریضۂ قتال کو چھوڑ دینا۔ البتہ اہل علم نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ صلح کی مدت کتنی ہونی چاہیے۔

(شافعیہ) جب مسلمان قوت میں ہوں تو چار ماہ سے ایک سال کی مدت تک اور جب کمزور ہوں تو دس سال تک صلح کا معاہدہ کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے صلح حدیبیہ میں اس پر مصالحت کی۔

(حنابلہ) حاکم اجتہاد کے بعد اگر دس سال سے زیادہ مدت پر صلح کرنے میں بہتری سمجھے تو درست ہے۔

(احناف، مالکیہ) صلح کے لیے کوئی معین مدت نہیں ہے بلکہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔(۵)

(راجح) اللہ تعالیٰ نے کفار سے قتال فرض قرار دیا ہے اس لیے جزیہ یا اس کی مثل کسی بھی چیز کے بغیر ان سے صلح کر لینا درست نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کا عمل اس کے جواز پر شاہد ہے اس لیے اس کی مدت بھی وہی ہوگی جو نص سے ثابت ہے اس کے بعد اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا یعنی کفار سے قتال واجب ہو جائے گا۔ جمہور اسی کے قائل ہیں۔(٦)

---

(۱) [سبل السلام (٤/٤ـ ١٨)]

(۲) [الروضة الندية (۷٦۱/۲)]

(۳) [نيل الأوطار (۱۱۳/٥)]

(٤) [بخاری (۲۷۱۱ ' ۲۳۱۲) بیهقی (۱۷۰/۷) شرح السنة (٦٤۷/٥) الأم (۲۰۹/٥) سبل السلام (۱۸۰٤/٤) نيل الأوطار (۱۱۸/٥)]

(٥) [الفقه الإسلامی وأدلته (٤٤۱/٦) كشاف القناع (۱۰٤/۳) آثار الحرب (ص/٦۷٥)]

(٦) [الروضة الندية (۷٦۱/۲)]

891- کفار کے معاہدات کی پاسداری

اسلام نے کفار سے کیے ہوئے معاہدات کی پاسداری کا درس دیا ہے۔

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة وإن ريحها ليوجد من سيرة أربعين عاما﴾ ”جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے پائی جائے گی۔“ (۱)

(2) حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت ابو الحسیل رضی اللہ عنہما جنگ بدر سے اس لیے پیچھے رہ گئے تھے کیونکہ انہوں نے قریش کے کافروں سے عہد کیا تھا کہ وہ ان کے خلاف نہیں لڑیں گے۔ جب انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿انصرفا نفي لهم بعهدهم ونستعين الله عليهم﴾ ”تم واپس چلے جاؤ ہم ان کے معاہدے کو پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ سے مدد مانگیں گے۔“ (۲)

وَيَجُوزُ تَأْبِيدُ الْمُهَادَنَةِ بِالْجِزْيَةِ	اور صلح کو جزیہ کے ذریعے پختہ کرنا بھی جائز ہے۔ ❶

❶ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ .... حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾ [التوبة : ۲۹]

”ان سے لڑائی کرو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے‘ جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں جانتے‘ نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں‘ ان میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے‘ یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔“

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے امیر کو وصیت کرتے کہ جب وہ دشمن سے ملے تو انہیں تین باتوں میں سے ایک کی طرف دعوت دے ”انہیں اسلام کی طرف دعوت دے‘ اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم ان سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ۔ اگر وہ نہ مانیں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو‘ اگر وہ یہ مان لیں تو ان سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ۔ اگر وہ اس کا بھی انکار کر دیں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے قتال کرو۔“ (۳)

(3) حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر (بحرین کا دار الخلافہ) کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (٤)

(۱) [بخاری (۳۱٦٦) کتاب الجزية والموادعة : باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم]

(۲) [مسلم (۱۷۸۷) احمد (۳۹۵/٥)]

(۳) [مسلم (۱۳۵۷‘ ۱۳۵۸) کتاب الجهاد والسير : باب تامير الإمام الأمراء على البعوث ووصيته......]

(٤) [بخاری (۳۱٥۷) کتاب الجزية : باب الجزية والموادعة مع أهل الحرب ‘ ابو داود (۳۰٤۳) ترمذی (۱٥۸۷) نسائی (۲۳٤/٥) احمد (۱۹۰/۱)]

(4) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہاوند کے دن لشکر کسری کے امیر کو کہا ﴿ أمرنا نبينا نقاتلكم حتى تعبدوا الله وتؤدوا الجزية ﴾ ''ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم تم سے لڑتے رہیں حتی کہ تم اللہ کی عبادت کرنے لگو اور جزیہ ادا کرو۔''(۱)

(5) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کے حکمران اُکیدر کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿ فحقن دمه وصالحه على الجزية ﴾ ''اس کا خون نہ بہایا اور اس سے جزیہ پر مصالحت کر لی۔''(۲)

(6) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین سے جزیہ لینے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے مصالحت کی ہوئی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر مقرر فرمایا تھا۔(۳)

(زہریؒ) سب سے پہلے اہل نجران نے جزیہ دیا تھا اور وہ عیسائی تھے۔(٤)

(احمدؒ) اہل کتاب اور مجوسیوں کے علاوہ کسی سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا (صرف اسلام یا قتل)۔

(شافعیؒ) اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ لیا جائے گا عربی ہوں یا عجمی۔

(مالکؒ، اوزاعیؒ) عرب وعجم کے تمام کافروں سے جزیہ لیا جائے گا۔

(احناف) مشرکین عرب سے جزیہ نہیں لیا جائے گا (حالانکہ صحیح حدیث گزری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل کے حکمران سے جزیہ لیا اور وہ عرب سے تھا)۔(٥)

(راجح) عرب وعجم کے تمام کفار سے جزیہ لینا درست ہے سوائے مرتد کے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی لشکر کو روانہ کرتے وقت ان کے امیر کو تمام مشرکین سے جزیہ لینے کی وصیت فرماتے تھے۔ اور یہ آیت ﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ ...... حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ ﴾ بھی اس کے مخالف نہیں ہے کیونکہ جزیہ کفار سے لیا جائے گا اور اہل کتاب بھی کفار کی ایک قسم ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی بات کو راجح قرار دیا ہے۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۳۱۵۹) کتاب الجزية والموادعة : باب الجزية والموادعة مع أهل الحرب......]

(۲) [حسن : صحيح ابو داود (۲٦۲۱) کتاب الخراج : باب فى أخذ الجزية ' ابو داود (۳۰۳۷) بیهقی (۱۸۷/۹) تحفة الأشراف (۲۸٦/۱۳)]

(۳) [بخاری (۲۹۸۸) مسلم (۲۹٦۱) احمد (۱۳۷/٤) ترمذی (۲٤٦۲) ابن ماجة (۳۹۹۷)]

(٤) [ابو عبيد فى الأموال (ص/٦۷)]

(٥) [المغنى (۲۰۳/۱۳) الاختيار (۱۳۷/٤) فتح البارى (۳۹۳/٦) نيل الأوطار (۱۲٥/٥) الروضة الندية (۷٦۳/۲)]

(٦) [السيل الجرار (٥۷۰/٤) سبل السلام (۱۷۹۷/٤) قاعدة فى قتال الكافر لابن تيمية]

892- جزیہ کی شرائط

جمہور فقہا کا کہنا ہے کہ جزیہ کے لیے تین شرائط ہیں:

(1) بالغ ہونا (2) آزاد ہونا (3) مذکر ہونا۔

یعنی بچے' غلام' عورت' پاگل' انتہائی بوڑھے' کمائی سے عاجز اور گرجوں کے عبادت گزاروں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔(۱)

واضح رہے کہ یہ تمام اجتہادی مسائل ہیں ان میں کوئی شرعی نص موجود نہیں' اختلاف کا سبب یہ ہے کہ انہیں (یعنی بچے' پاگل وغیرہ کو) قتل کیا جائے گا یا نہیں۔(۲)

893- جزیہ کی مقدار

(1) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا ﴿ فأمرني أن آخذ من كل حالم دينارا أو عدله معافريا ﴾ ''کہ میں ہر بالغ سے ایک دینار بطور جزیہ وصول کروں یا پھر اس کے برابر معافری کپڑا لوں۔''(۳)

(2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے دو ہزار حلوں (لباسوں) پر صلح کی کہ وہ نصف ماہ صفر میں اور نصف ماہ رجب میں ادا کریں گے۔(٤)

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ لینے کے لیے تین طبقے بنا رکھے تھے۔

(1) اغنیاء سے 48 درہم (2) متوسطین سے 24 درہم (3) اور فقراء سے 12 درہم۔(٥)

(4) ابن أبی نجیح فرماتے ہیں کہ میں نے مجاہدؒ سے پوچھا' اس کی کیا وجہ ہے کہ شام کے اہل کتاب پر چار دینار (جزیہ) ہے اور یمن کے اہل کتاب پر صرف ایک دینار تو انہوں نے کہا کہ شام کے کافر زیادہ مالدار ہیں۔(٦)

---

(۱) [فتح الباری (۳۹۳/٦) نیل الأوطار (۱۲۹/٥) الفقه الإسلامی وأدلته (٤٤٤/٦) سبل السلام (١٨٠٠/٤)]

(۲) [بداية المجتهد (٧٤٨/١)]

(۳) [**صحیح** : صحیح ابو داود (۱۳۹٤) کتاب الزکاة : باب فی زکاة السائمة' ابو داود (۱٥٧٦) ترمذی (٦٢٣) نسائی (٢٦/٥) ابن الجارود (١١٠٤) دار قطنی (١٠٢/٢) حاکم (٣٩٨/١) بیهقی (٩٨/٤) احمد (٢٣٠/٥) طیالسی (٢٤٠/١) ابن أبی شیبة (١٢٦/٣) عبد الرزاق (٢١/٤) ابن ماجة (١٨٠٣)]

(٤) [**ضعیف** : ضعیف ابو داود (٦٥٨) کتاب الخراج : باب فی أخذ الجزية' ابو داود (٣٠٤١) بیهقی (١٨٧/٩)]

(٥) [ابن أبی شیبة (٢٤١/١٢) کتاب الجهاد : باب ما قالوا فی وضع الجزية والقتال علیها' بیهقی (١٩٦/٩) کتاب الجزية]

(٦) [بخاری (قبل الحدیث / ٣١٥٦) کتاب الجزية والموادعة : باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب]

درج بالاتمام احادیث کو جمع کرنے میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔

(شافعیؒ) کم از کم جزیہ ایک دینار ضروری ہے اور اگر امام درست سمجھے تو زیادہ بھی لے سکتا ہے۔

(احمدؒ، ابوحنیفہؒ) ان کا مؤقف وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا یعنی تین طبقات۔

(مالکؒ) اغنیاء کے لیے 40 درہم یا 4 دینار اور فقراء کے لیے 10 درہم یا ایک دینار۔

(ثوریؒ، عطاؒ، یحییٰؒ، ابوعبیدؒ) جزیہ کی کوئی مقدار معین نہیں جس پر مصالحت ہو جائے وہی لیا جائے گا۔(۱)

○ جو مال بھی میسر ہو اسی سے جزیہ لیا جائے گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دینار یا اس کے برابر معافری کپڑا وصول کرنے کا کہا۔

○ ذمیوں پر یہ شرط لگانا کہ وہ اپنے پاس آنے والے مسلمانوں کی ضیافت کریں گے درست ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا۔(۲)

○ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ کسی غلام کے مالک پر اپنے غلام کی طرف سے جزیہ دینا لازم نہیں ہے جب کہ مالک مسلمان ہو۔(۳)

○ مسلمان ہونے سے بالاتفاق جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

(احناف، مالکیہ) موت کے ساتھ جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

(شافعیہ، حنابلہ) موت کے ساتھ ساقط نہیں ہوگا بلکہ قرض کی طرح ترکے سے ادا کیا جائے گا۔(٤)

وَيُمْنَعُ الْمُشْرِكُونَ وَأَهْلُ الذِّمَّةِ مِنَ السُّكُونِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ	مشرکین اور ذمیوں کو جزیرۃ العرب میں رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ❶

❶ (1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت یہ وصیت کی تھی ﴿أخرجوا المشركين من جزيرة العرب﴾ ''مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔''(٥)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لأخرجن اليهود والنصارى من جزيرة العرب

(۱) [المغنى (٢١١/١٣) بدائع الصنائع (١١٢/٧) الدر المختار (٢٩٢/٣) تبيين الحقائق (٢٧٦/٣) الشرح الكبير (٢٠١/٢) مغنى المحتاج (٢٤٨/٤) تفسير فتح القدير (٤٢٥/٢) بداية المجتهد (٧٤٩/٢)]

(٢) [بيهقى (١٩٦/٩) كتاب الجزية : باب الضيافة في الصلح]

(٣) [المغنى (٢٢٠/١٣)]

(٤) [الفقه الإسلامي وأدلته (٤٤٩/٦) آثار الحرب (ص/٦٩٤) المغنى (٢٢١/١٣) بداية المجتهد (٥٧٠/١)]

(٥) [بخارى (٣٠٥٣) كتاب الجهاد والسير : باب هل يستشفع إلى أهل الذمة ومعاملتهم ' مسلم (١٦٣٧)]

ی لا أدع إلا مسلما ﴾ ''میں یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال کر دم لوں گا حتی کہ عرب میں مسلمانوں کے علاوہ
ی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔'' (١)

3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری کلمات یہ تھے ﴿ لا یترك بجزیرۃ العرب
ینان ﴾ ''جزیرۃ العرب میں دو دین نہ چھوڑے جائیں۔'' (٢)

4) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آخری کلمات یہ تھے ﴿ أخرجوا یهود
ھل الحجاز وأهل نجران من جزیرة العرب ﴾ ''جزیرہ العرب سے اہل حجاز اور اہل نجران کے یہودیوں کو
نکال دو۔'' (٣)

5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجاز کی سر زمین سے یہود ونصاریٰ کو جلاوطن کر دیا (اور اسی
طرح) خیبر کے یہودیوں کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیماء اور أریحاء مقام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ (٤)

جزیرۃ العرب: بحر ہند، بحر شام، پھر دجلہ وفرات نے جتنے علاقے پر احاطہ کیا ہوا ہے یا طول کے لحاظ سے عدن أبین کے
درمیان سے لے کر اطراف شام تک کے علاقہ اور عرض کے اعتبار سے جدہ سے لے کر آبادی عراق کے اطراف تک (کا علاقہ
جزیرۃ العرب کہلاتا ہے)۔ (٥)

اسے جزیرہ اس لیے کہا گیا ہے۔ کیونکہ سمندروں نے اسے گھیرا ہوا ہے (یعنی بحر ہند، بحر فارس، بحر احمر) اور عرب کی طرف
نسبت اس وجہ سے ہے کیونکہ قبل از اسلام یہ علاقہ انہی کا مسکن تھا۔ (٦)

حجاز: حجاز سے مراد مکہ، مدینہ، طائف اور اس کے اضلاع وغیرہ ہیں کیونکہ یہ نجد اور تہامہ کے درمیان یا نجد اور سراۃ
کے درمیان حائل ہے یا اس وجہ سے کہ یہ پانچ حرار سے گھرا ہوا ہے۔ یعنی حرۃ بن سلیم، حرۃ واقم، حرۃ لیلیٰ، حرہ شوران
اور حرۃ نار۔ (٧)

(جمہور) مشرکین کو جس جزیرۃ العرب سے روکا گیا ہے اس سے مراد خاص حجاز ہے۔
(احناف) مسجد حرام کے علاوہ مشرکین کو ہر جگہ داخل ہونے کی اجازت ہے۔

---

(١) [مسلم (١٧٦٧) کتاب الجهاد والسیر : باب إخراج الیهود والنصاری من جزیرة العرب، احمد (٣٢/١) ترمذی (١٦٠٦) بیهقی (٢٠٧/٩)]

(٢) [احمد (٢٧٥/٦)]

(٣) [احمد (١٩٥/١ـ ١٩٦) حمیدی (٨٥) بیهقی (٢٨/٩)]

(٤) [بخاری (٢٣٣٨) کتاب الحرث والمزارعة : باب إذا قال رب الأرض أترك ما أترك الله]

(٥) [القاموس المحیط (جزر)]

(٦) [نیل الأوطار (١٣٣/٥)]

(٧) [القاموس المحیط (حجز)]

(مالکؒ) جزیرۃ العرب میں کوئی کافر رہائش اختیار نہیں کر سکتا البتہ تجارت کے سلسلے میں حرم میں داخل ہو سکتا ہے۔

(شافعیؒ) تمام مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا واجب ہے لیکن جزیرۃ العرب سے مراد صرف حجاز ہے یعنی مکہ، مدینہ، یمامہ اور ان کے مضافات وغیرہ۔ اور یمن جزیرۃ العرب میں شامل نہیں ہے۔ اور مشرکین حرم میں حاکم کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔(۱)

(راجح) جزیرۃ العرب کا لفظ جن علاقوں پر بولا جاتا ہے ان تمام سے مشرکین کو نکال دیا جائے گا اور ان میں یمن بھی شامل ہے۔ جس حدیث میں (صرف) حجاز سے مشرکین کو نکالنے کا حکم ہے تو (یاد رہے کہ) حجاز بھی جزیرۃ العرب کا ہی ایک حصہ ہے اور کسی چیز کے بعض پر حکم اس کے کل پر حکم کے مخالف نہیں ہے جیسا کہ اصول میں یہ بات ثابت ہے کہ ''عام کے بعض افراد پر حکم عام کو خاص نہیں کرتا۔''(۲)

○ مجوسی بھی (جزیرۃ العرب سے نکالنے کے حکم میں) اہل کتاب کی طرح ہی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث ہے ﴿لا یجتمع دینان فی أرض العرب﴾ ''ارضِ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔''(۳)

894- مسجد حرام میں مشرکین و کفار کا داخلہ

حرم اور بالخصوص مسجد حرام میں کسی کافر یا مشرک کو کسی بھی کام کے لیے داخل ہونے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [التوبة : ۲۸]

''اے ایمان والو! بے شک مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں، اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تمہیں اپنے فضل سے دولت مند کر دے گا۔''

895- باقی مساجد میں مشرکین کا داخلہ

مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں مشرکین کا داخلہ بوقت ضرورت جائز ہے کیونکہ آیت میں خاص مسجد حرام میں داخلے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن اس مسئلے میں اختلاف ہے:

(اہل مدینہ) ہر مشرک کے لیے ہر مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔

(شافعیؒ) مشرکین مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد میں بوقت ضرورت داخل ہو سکتے ہیں۔

---

(۱) [تحفة الأحوذی (۲۲۲/۵) شرح مسلم للنووی (۱۰۵/۶) نیل الأوطار (۱۳۴/۵) سبل السلام (۱۷۹/٤) فتح الباری (۲۸٤/٦) الاستذکار لابن عبدالبر (۶۲/۲۶)]

(۲) [سبل السلام (۱۷۹۱/٤) الروضة الندیة (۷٦٦/۲) نیل الأوطار (۱۳۵/۵)]

(۳) [سبل السلام (۱۷۹۳/٤)]

(ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں لیکن انہوں نے بغیر ضرورت کے بھی ذمیوں کو مساجد میں داخلے کی اجازت دی ہے۔

(قتادہؒ) ذمی کے لیے مساجد میں داخلہ جائز ہے جبکہ مشرک کے لیے ممنوع ہے۔

(راجح) امام شافعیؒ کا موقف راجح ہے۔اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ بن آثال کو (حالتِ شرک میں) مسجد کے ستون کے ساتھ باندھے رکھا۔(۱)

(2) وفدِ ثقیف کو بھی آپ ﷺ نے مسجد میں ہی ٹھہرایا تھا۔(۲)

(3) اکثر مشرکین کے وفود مسجد نبوی میں ہی تشریف لاتے (حالانکہ وہ مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد سے زیادہ افضل ہے)۔(۳)

(نوویؒ) اہل علم فرماتے ہیں کہ کفار اگر حجاز میں مسافر ہوں اور تردد کی حالت میں ہوں تو انہیں روکا نہیں جائے گا لیکن وہ حجاز میں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ (یہ اجازت) مکہ اور اس کے حرم کے علاوہ ہے کیونکہ کافر کے لیے کسی بھی حالت میں اس میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اگر وہ خفیہ اس میں داخل ہو جائے تو اسے نکالنا واجب ہے۔اگر وہ مر جائے اور اسے وہیں دفن بھی کر دیا جائے تو (جب پتہ چلے گا) اسے کھود کر نکال لیا جائے گا جب تک کہ اس کی حالت متغیر نہ ہوئی ہو۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا......﴾ [التوبة : ۲۸] (٤)

❁❁❁

(۱) [بخاری (٤٦٢ ' ٢٤٢٢) مسلم (١٧٦٤)]

(۲) [ابو داود (٣٠٢٦) کتاب الخراج : باب ما جاء فی خبر الطائف]

(۳) [تفسیر فتح القدیر (٤٢٤/٢) الروضة الندية (٧٦٧/٢)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (١٠٥/٦) تحفة الأحوذی (٢٢٢/٥) سبل السلام (١٧٩٢/٤)]

چوتھی فصل

باغیوں سے لڑائی کا حکم

وَيَجِبُ قِتَالُ الْبُغَاةِ ❶ حَتّٰى يَرْجِعُوْا اِلَى الْحَقِّ	باغیوں سے لڑائی کرنا واجب ہے حتی کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔ ❷

❶ **لغوی وضاحت:** لفظِ بغاۃ باغی کی جمع ہے اس کا معنی ہے بغاوت کرنے والے۔ باب بَغَى يَبْغِيْ (ضرب) طلب کرنا، ظلم و زیادتی کرنا، نافرمانی کرنا، حق سے ہٹ جانا، باب اَبْغَى يُبْغِيْ (إفعال) طالب بنانا، باب تَبَاغَى يَتَبَاغَى (تفاعل) ایک دوسرے پر ظلم کرنا۔ (۱)

شرعی تعریف: جو حکمران کے خلاف کسی من گھڑت تاویل کی وجہ سے اسلحہ اور قوت و طاقت کے ساتھ خروج کریں (جیسے خوارج وغیرہ) اگرچہ ان کا کوئی امیر نہ ہو اور اگرچہ وہ کسی غیر عادل حکمران کے خلاف بغاوت کریں۔ (۲)

(شوکانیؒ) باغی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی واجب کردہ حاکم وقت کی اطاعت سے نکل جائے۔ (۳)

896- باغی اور محارب میں فرق

محارب بغیر کسی تاویل کے نافرمانی کرتے ہوئے اطاعت سے نکل جاتا ہے اور باغی کسی تاویل پر لڑائی شروع کرتا ہے، قتل کرتا ہے اور مال چھینتا ہے۔ (٤)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ...... اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الحجرات : ٩]

''اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دیا کرو پھر ان دونوں میں سے ایک جماعت اگر دوسری پر زیادتی کرے تو تم زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑائی کرو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔''

(2) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا ﴿ تقتله الفئة الباغية ﴾ ''اسے باغی گروہ قتل کرے گا۔'' (٥)

(۱) [المعجم الوسيط (ص/٦٤-٦٥) المنجد (ص/٩٦) القاموس المحيط (ص/١١٣٧)]
(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٤٧٩/٧)]
(۳) [السيل الجرار (٥٥٦/٤)]
(٤) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٤٧٩/٧)]
(٥) [مسلم (٢٩١٦) كتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل]

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اخیر زمانہ قریب ہے جب ایسے لوگ مسلمانوں میں نکلیں گے جو نوعمر بیوقوف ہوں گے (عقل میں فتور ہوگا) ظاہری طور پر ساری مخلوق کے کلاموں سے جو بہتر ہے (یعنی قرآن اور حدیث) اسے پڑھیں گے مگر درحقیقت ایمان کا نور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ تم ان کو جہاں پاؤ بلا تامل قتل کر دو کیونکہ ان کے قتل میں روز قیامت اجر ملے گا۔(۱)

(شوکانیؒ) باغیوں سے قتال کرنا بالاجماع جائز ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ واجب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي ﴾ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اِن سے جہاد کرنا کفار سے اُن کے گھروں میں جا کر جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔(۲)

○ جب بغیر کسی تردد کے کسی کا باغی ہونا ثابت ہو جائے پھر اس سے قتال کا ہاتھ روک کر رکھنا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن التباس و شبہ کی حالت میں لڑائی نہیں کی جائے گی بلکہ ان کے مابین اللہ کے حکم ﴿ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾ کی وجہ سے صلح کے لیے چارہ جوئی کی جائے گی اور حاکم کا کسی مسئلے میں اجتہاد کرتے ہوئے دلیل کے تقاضے سے ہٹ کر فیصلہ کر دینا بغاوت نہیں ہے۔ بلکہ مجتہدین سے ایسے امر کا صادر ہونا ناگزیر ہے۔ اس صورت میں حاکم سے لڑائی نہیں بلکہ اسے پند و نصائح سے قائل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اور جب تک وہ نماز قائم رکھتے ہیں اور کسی واضح کفر کا ارتکاب نہیں کرتے ان کے خلاف خروج درست نہیں۔(۳)

(سید سابقؒ) تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ باغی گروہ سے (ان کے صلح سے انکار پر) جمع ہو کر قتال کریں اور حاکم وقت باغی گروہ سے قتال کرے گا جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکاۃ سے کیا۔(٤)

(دکتور وھبہ زحیلی) اگر باغیوں کے لیے کوئی پناہ گاہ (یا آلات حرب وغیرہ) نہ ہوں تو حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ انہیں پکڑ کر قید کر دے حتی کہ وہ توبہ کر لیں۔ اور اگر ان کے پاس محفوظ قلعے، پناہ گاہیں، اسلحہ جات اور لوازمات حرب میسر ہوں تو امام کو اوّلاً انہیں اطاعت کے التزام، دار العدل اور جماعت کی رائے کی طرف واپسی کی دعوت دے جیسا کہ اہل حرب کے ساتھ کیا جاتا ہے اگر وہ اس کا انکار کر دیں تو اہل عدل ان سے قتال کریں حتی کہ انہیں شکست دے کر قتل کر دیں۔(٥)

(صدیق حسن خانؒ) فی الحقیقت مسلمان کی جان و مال محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ سے قتال کے علاوہ کسی چیز کی

---

(۱) [بخاری (۳٦۱۱، ٦۹۳۰، ٥٠٥٧) کتاب استتابة المرتدين : باب قتل الخوارج والمرتدين بعد إقامة الحجة، مسلم (۱۰٦٦) احمد (۸۱/۱ ـ ۱۱۳) ابو داود (٤٧٦٧) نسائی (۱۱۹/۷) ابن حبان (٦٧٣٩)]

(۲) [نيل الأوطار (٦۳۱/٥)]

(۳) [السيل الجرار (٥٥٦/٤)]

(٤) [فقه السنة (۹٥/۳)]

(٥) [الفقه الإسلامي وأدلته (٥٤۸۰/٧)]

اجازت نہیں دی اس لیے اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے جب تک وہ بغاوت پر مصر ہوں ان سے صرف لڑائی کی جائے گی جبکہ ان کے مال کو چھیننا کسی طور پر درست نہیں ہے۔(۱)

(ابن حزمؒ) تاویل کی دو قسمیں ہیں:

① جس کے ذریعے سنت کو مٹانے کی کوشش کی جائے جیسا کہ خوارج نے کی مثلاً رجم کو باطل قرار دینا' گناہ گاروں کو کافر قرار دینا' رؤیتِ الٰہی کا انکار کرنا اور شفاعت کا ابطال وغیرہ۔ اس کے قائلین کا عذر قبول نہیں ہوگا۔

② جس سے دین میں رخنہ اندازی نہ ہو جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پہلے قتل عثمان کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ تو ایسے لوگ معذور ہوں گے۔ اور جو امر بالمعروف' نہی عن المنکر' قرآن وسنت کے غلبے اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کی طرف دعوت دے وہ باغی نہیں ہے بلکہ اس کا مدمقابل باغی ہے۔(۲)

وَلَا يُقْتَلُ اَسِيْرُهُمْ وَلَا يُتْبَعُ مُدْبِرُهُمْ وَلَا يُجَازُ عَلٰى جَرِيْحِهِمْ وَلَا تُغْنَمُ اَمْوَالُهُمْ	ان کے کسی قیدی کو قتل نہیں کیا جائے گا' بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا' ان کے کسی زخمی کو موت تک نہیں پہنچایا جائے گا اور نہ ہی ان کے مال کو غنیمت بنایا جائے گا۔ ❶

❶ (1) مروان بن حکم فرماتے ہیں کہ کسی نے جنگ جمل کے دن بلند آواز سے پکارا کہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا' کسی زخمی کو موت تک نہیں پہنچایا جائے گا' جس نے اپنے دروازے کو بند کر لیا وہ امن والا ہے اور جس نے اسلحہ ڈال دیا وہ بھی امن والا ہے۔(۳)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابن اُم عبد! میری اُمت میں سے بغاوت کرنے والے کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا يتبع مدبرهم ولا يجهز على جريحهم ولا يقتل أسيرهم ﴾ ''ان کے بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا' ان کے زخمی کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا جائے گا اور ان کے قیدی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔''(۴)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ولا يذفف على جريحهم ولا يغنم فيئهم ﴾ ''ان کے زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور ان کے مال کو غنیمت نہیں بنایا جائے گا۔''(۵)

---

(۱) [الروضة الندية (۷۷۰/۲)]
(۲) [المحلى بالآثار (۳۳۵/۱۱)]
(۳) [سنن سعيد بن منصور (۳۸۹/۲) حاكم (۱۵۵/۲) بيهقى (۱۸۱/۸) ابن أبي شيبة (۳۳۲۷۷)]
(٤) [حاكم (۱۵۵/۲) بيهقى (۱۸۲/۸)]
(٥) [امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت غیر محفوظ ہے۔[الكامل (۷۸/٦)] امام بیہقیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[نيل الأوطار (٦٢٩/٥)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے لیکن اسے یہ وہم ہوا ہے کیونکہ اس کی سند میں کوثر بن حکیم راوی متروک ہے۔[بلوغ المرام (ص/۲۰٤) نيل الأوطار (٦٢٩/٥)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ سے مختلف اسناد سے یہ صحیح ثابت ہے۔[كما في السيل الجرار (٥٥٧/٤)]

(3) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جنگ صفین میں حاضر تھا اور وہ (لشکر علی رضی اللہ عنہ) کسی زخمی پر دھاوا نہیں بولتے تھے' کسی بھاگنے والے کو قتل نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی مقتول سے (اس کا مال) چھینتے تھے۔(۱)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا ''اگر تم (مخالف) قوم پر غلبہ حاصل کر لو تو بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو' زخمی کو مجاز نہ بناؤ' اور ان آلات حرب کو دیکھ کر قبضہ میں کر لو جن کے ساتھ وہ حاضر ہوئے ہیں اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ ان کے ورثاء کا ہے۔(۲)

(5) ابوفاختہ فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قیدی لایا گیا تو اس نے کہا آپ مجھے تکلیف دے کر قتل نہ کرنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں تکلیف سے (یعنی صبر سے) قتل نہیں کروں گا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں پھر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔(۳)

(6) امام زہری ؒ فرماتے ہیں کہ (جس وقت) فتنہ بھڑک اٹھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وافر تھے۔ انہوں نے اجماع کیا کہ وہ کسی سے قصاص نہیں لیں گے اور نہ ہی قرآن کی تاویل پر کسی کا مال چھینیں گے ۔ اِلا کہ کوئی اپنا مال بعینہ ان کے پاس پائے (تو وہ پکڑ سکتا ہے)۔(٤)

یہ تمام آثار اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلمانوں کے خون اور اموال حرام ہیں اور انہیں کسی شرعی دلیل کے ساتھ ہی حلال کیا جا سکتا ہے۔(٥)

(سید سابق ؒ) بغاوت کے ذریعے کوئی جماعت اسلام سے خارج نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ قتال کے باوجود انہیں ایمان کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا ﴾ لہٰذا ان کے بھاگنے والے اور زخمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان کے اموال کو غنیمت نہیں بنایا جائے گا' ان کی خواتین و اولاد کو قید نہیں کیا جائے گا۔ دوران جنگ تلف کی ہوئی اشیاء کے وہ ضامن نہیں ہوں گے (جان ہو یا مال) اور ان میں سے جسے قتل کر دیا جائے اسے غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی۔ اور جو اہل حق میں سے قتل کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ سب اس وقت ہے جب خلیفۃ المسلمین کے خلاف خروج کیا گیا ہو۔(٦)

(احناف) بھاگنے والے باغی' قیدی اور زخمیوں کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

---

(۱) [بیهقی (۱۸۲/۸)]

(۲) [بیهقی (۱۸۱/۸) امام بیہقی ؒ نے اسے منقطع کہا ہے۔]

(۳) [بیهقی (۱۸۲/۸)]

(٤) [سنن سعید بن منصور (۲۹۰۳) عبدالرزاق (۱۸٥۸٤) بیهقی (۱۷٥/۸)]

(٥) [الروضة الندية (۷۷۱/۲)]

(٦) [فقه السنة (۹٥/۳)]

(جمہور) احناف کے برعکس مؤقف رکھتے ہیں۔(۱)

○ اگر بھاگنے والے کا کوئی گروہ ہو یا اس کے دوبارہ حملے کا ڈر ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

(ابوحنیفہؒ) اسے قتل کیا جائے گا۔

(شافعیؒ) اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔(۲)

(راجح) امام شافعیؒ کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ آثار سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ باغیوں کے بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا' اس پر کوئی قید ثابت نہیں ہے کہ وہ جماعت والا ہو یا نہ ہو' یا اس کے پلٹ آنے کا خوف ہو۔اس لیے دلائل سے جو بات ثابت ہو چکی ہے اس پر اکتفاء کرنا واجب ہے......اور محض رائے سے کسی دلیل کی تخصیص قابل قبول نہیں ہے۔(۳)

897- چند ضروری مسائل

○ جو حاکم کے خلاف خروج کا ارادہ رکھتا ہو تو جب تک وہ جنگ کی ابتدا نہ کر دے یا اس کے لیے مستعد نہ ہو جائے اسے قتل کرنے سے ہاتھ روکا جائے گا۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ فإذا خرجوا فاقتلوهم ﴾ ''جب وہ نکلیں تب انہیں قتل کرو۔''(٤)

○ امام خطابیؒ نے مسلمان علما کا اجماع نقل کیا ہے کہ خوارج (اپنی ضلالت کے باوجود) مسلمان فرقوں میں سے ہی ایک فرقہ ہے اس لیے ان سے نکاح کرنا' ان کا ذبیحہ کھانا درست ہے اور وہ اس وقت تک کافر نہیں ہو سکتے جب تک وہ اسلام کی اصل کو تھامے ہوئے ہیں۔(٥)

○ حاکم وقت انسداد بغاوت کے لیے اگر باغیوں کے اموال پکڑ لیتا ہے تو وہ بغاوت کے خاتمے پر انہیں ادا کرے گا تو یہ درست ہے کیونکہ اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت بھی یہ حق حاصل ہے۔لیکن ان کے اموال ملکیت بنانا یا غنیمت سمجھتے ہوئے پکڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہیں۔(٦)

○ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل عدل (یعنی اہل حق) پر باغیوں کو قتل کرنے کی وجہ سے کوئی گناہ یا کفارہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ تلف شدہ (اموال اور جانوں) کے ضامن ہوں گے۔(۷)

(۱) [المغنی (۱۱٤/۸) مغنی المحتاج (۱۲۷/٤) الكتاب مع اللباب (۱٥٤/٤) حاشية الدسوقی (۳۰۰/٤)]
(۲) [الأم (۲۱۷/٤) بدائع الصنائع (٤۳۹۷/۱۰) المغنی (۲٥۲/۱۲)]
(۳) [السيل الجرار (٥٥۸/٤)]
(٤) [نيل الأوطار (٦۲۷/٥)]
(٥) [فتح الباری (۳۰۷/۱٤)]
(٦) [السيل الجرار (٥٥۹/٤) المبسوط (۱۲٤/۱۰) بدائع الصنائع (۱٤۰/۷) فتح القدير (٤۰۹/٤) تبيين الحقائق (۲۹٥/۳)]
(۷) [شرح مسلم للنووی (۱۷۰/۷) كشاف القناع (۱۲۸/٤) المغنی (۱۳/۸) مغنی المحتاج (۱۲٥/٤) القوانين الفقهية (ص/۳٦٤) بداية المجتهد (٤٤۸/۲) بدائع الصنائع (۱٤۱/۷)]

○ اگر قتال دنیاوی مال و جاہ اور ریاست و حکومت کے حصول کے لیے کیا گیا ہو (یعنی کسی تاویل کی وجہ سے نہ ہو) تو ان کا حکم محاربین والا ہوگا اور انہیں وہی سزا دی جائے گی جس کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے:

﴿ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ ...... ﴾ [المائدة : ٣٣]

○ شافعیہ کے نزدیک اگر باغی جنگ کے علاوہ اہل عدل کے مال و جان میں سے کسی چیز کو تلف کرے تو وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر حد کو پہنچے (تب بھی اسے سزا دی جائے گی) لیکن قتل کے جرم میں قصاصا اسے قتل کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ اسے معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔(۱)

❀❀❀

(۱) [المهذب (٢/٢٢١) مغنی المحتاج (٤/١٢٩)]

پانچویں فصل

امامت ❶ کے مسائل

وَطَاعَةُ الْاَئِمَّةِ وَاجِبَةٌ اِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ	حکام کی اطاعت اللہ کی نافرمانی کے علاوہ واجب ہے۔ ❷

❶ لغوی وضاحت: امامت کا معنی ہے خلافت و پیشوائی۔ یہ باب اَمَّ (نصر) سے مصدر بھی ہے جس کا معنی ہے امام بنا' امام سے مراد خلیفہ' امیر لشکر اور مصلح و منتظم ہے۔(۱)

شرعی تعریف: ایسی ریاستِ عامہ جو علومِ دینیہ کے احیاء کے ذریعے' ارکان اسلام کے قیام' جہاد کے دوام' اس کے لوازمات مثلاً لشکروں کی ترتیب اور مال غنیمت و مال فیٔ میں سے انہیں عطا ئیگی' منصب قضاء کے قیام' حدود کے نفاذ' مظالم کے خاتمے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے نبی ﷺ کی نیابت کرتے ہوئے اقامتِ دین (کا فریضہ ادا کرنے) کے درپے ہو۔(۲)

امامت کی مشروعیت:

(1) حدیث نبوی ہے کہ ﴿ الائمة من قريش ﴾ ''امام و حکمران قریش سے ہوں گے۔''(۳)

(2) ایک اور حدیث میں ہے کہ ﴿ عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين ﴾ ''تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت اپنانا لازم ہے۔''(٤)

(3) ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ الخلافة بعدى ثلاثون سنة ثم تكون ملكا ﴾ ''میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی پھر بادشاہت آجائے گی۔''(۵)

(شوکانیؒ) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے تمام کاموں پر امام کے قیام کو ترجیح دی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت لی گئی ان کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ پھر مسلمانوں میں یہ طریقہ بالاستمرار جاری رہا۔ ساری

(۱) [المنجد (ص/٤٤) القاموس المحيط (ص/٩٧١)]

(۲) [إكليل الكرامة فى تبيان مقاصد الإمامة لصديق حسن خان (ص/٢٣)]

(۳) [أحمد (١١٨٥٩)]

(٤) [**صحيح** : صحيح ابو داود (٣٨٥١) كتاب السنة : باب فى لزوم السنة' ابو داود (٤٦٠٧) ابن ماجة (٤٢) ترمذى (٢٦٠٠)]

(۵) [ابن حبان (١٩٤٣)' (٣٩٢/١٥) كتاب إخباره عن مناقب الصحابة]

اُمت کا معاملہ مجتمع تھا حتیٰ کہ اسلام کا پھیلاؤ (فتوحات کی کثرت) علاقوں کی توسیع کی وجہ سے ہر علاقے کا الگ حکمران منتخب ہونے لگا پھر جب بھی کوئی حکمران فوت ہوتا تو فی الفور نئے حکمران کا چناؤ عمل میں آتا۔ اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہ کرتا بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک اجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔(۱)

(4) صحابہ وتابعین کا امامت وخلافت کے وجوب پر اجماع ہے۔(۲)

(5) انسانی اجتماعی معاشرے میں باہمی تنازعہ وتزاحم اور اختلاف پیدا ہو جانا ایک یقینی امر ہے جس کا سبب ذاتی حرص وطمع اور خواہش نفس ہے۔ اس باہمی اختلاف وانتشار کا نتیجہ لڑائی جھگڑے، شور وغوغا اور ہلاکت نفس کی صورت میں برآمد ہوتا ہے (ایسا اس وقت ہوگا) جب حقوق منظم نہیں ہوں گے، واجبات معین نہیں ہوں گے، نظام مقرر نہیں ہوگا اور یہ (صرف اور صرف) ایک سلطان (خلیفہ وامیر کے قیام) کے ساتھ ہی مکمل ہو سکتا ہے۔(۳)

(ماوردیؒ) امامت کی فرضیت فرض کفائی ہے جب اس کا اہل شخص اسے قائم کر دے گا تو باقی تمام سے فرض ساقط ہو جائے گا۔(٤)

(اہل السنہ، مرجئہ، شیعہ) امامت وخلافت (کا قیام) واجب ہے۔(٥)

(ابن حزمؒ) تمام اہل السنہ، تمام مرجئہ، تمام شیعہ اور تمام خوارج خلافت وریاست (کے قیام) کے وجوب پر متفق ہیں۔ اور اُمت پر ایسے عادل حکمران کی اطاعت واجب ہے جو ان میں احکاماتِ الٰہی کا نفاذ کرتا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ احکامِ شریعت کے ساتھ ان کی سیاست اور نظم ونسق چلاتا ہو۔(٦)

(ابن تیمیہؒ) اس بات کو جاننا واجب ہے کہ لوگوں کے معاملات کی ولایت (حکومت) واجباتِ دین کے سب سے عظیم (کاموں) میں سے ہے بلکہ دین کا قیام صرف اسی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ بنی آدم کے (تمام) مصالح وحاجات صرف ان کے باہمی اجتماع کے ساتھ ہی ممکن ہیں اور کسی بھی جگہ جمع ہونے کے لیے ایک امیر کا ہونا ناگزیر ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم سفر میں تین آدمی ہو تو ایک کو امیر بنا لو۔"(۷)

❷ (1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النساء : ٥٩]

---

(۱) [السيل الجرار (٥٠٤/٤)]

(۲) [الفقه الإسلامي وأدلته (٦١٤٧/٨)]

(۳) [الفقه الإسلامي وأدلته (٦١٤٩/٨)]

(٤) [الأحكام السلطانية (ص/٣)]

(٥) [أصول الدين للبغدادي (ص/٢٧١) الأحكام السلطانية للماوردي (ص/٣) حجة الله البالغة (١١٠/٢)]

(٦) [الفصل في الملل والنحل (٨٧/٤) المحلى (٤٣٨/٩) مراتب الإجماع (ص/١٢٤)]

(٧) [السياسة الشرعية (ص/١٦١)]

''اے ایمان والو! اللہ' رسول اور اپنے میں سے امر والوں کی اطاعت کرو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني ﴾ ''جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''(۱)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اسمعوا و أطيعوا...... ﴾ ''سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام ہی امیر بنا دیا جائے گویا کہ اس کا سر منقے جیسا ہو۔''(۲)

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب أو كره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة ﴾ ''مسلمان آدمی پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو الا کہ اسے کسی نافرمانی کا حکم دیا جائے پس اگر اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو کوئی سننا اور اطاعت کرنا نہیں۔''(۳)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا طاعة في المعصية إنما الطاعة في المعروف ﴾ ''نافرمانی میں (امیر کی) اطاعت نہیں کی جائے گی بلکہ صرف نیکی کے کاموں میں ہی اطاعت کی جائے گی۔''(٤)

وَلَا يَجُوْزُ الْخُرُوْجُ عَلَيْهِمْ مَا اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَلَمْ يُظْهِرُوْا كُفْرًا بَوَّاحًا	ان کے خلاف خروج (بغاوت) جائز نہیں ہے ❶ جب تک وہ نماز قائم رکھیں اور کھلم کھلا کفر کا اظہار نہ کریں۔ ❷

❶ جیسا کہ پیچھے ''باغیوں سے لڑائی کے بیان میں'' تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

نیز اس مسئلے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔(٥)

❷ (1) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم پر کچھ امیر مقرر ہوں گے جن (کی کچھ باتوں) کو تم اچھا سمجھو گے اور کچھ کو برا سمجھو گے۔ جس شخص نے ان کی بری باتوں کا انکار کیا وہ بری ہے اور جس نے ان کو برا جانا وہ محفوظ رہا' البتہ جس نے ان کو پسند کیا اور ان کے مطابق چلا (وہ خائب و خاسر ہوگا)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

(۱) [بخاری (۲۹۵۷) کتاب الجهاد والسير : باب السمع والطاعة للإمام ' مسلم (۱۸۳۵) نسائی (۱۵٤/۷) ابن ماجة (۲۸۵۹) ابن حبان (٤٥٥٦) بيهقی (۱۵۵/۸) ابوعوانة (۱۰۹/۲) احمد (۲٤٤/۲)]

(۲) [بخاری (۷۱٤۲) کتاب الأحكام : باب السمع والطاعة للإمام]

(۳) [بخاری (۷۱٤٤) کتاب الأحكام : باب السمع والطاعة للامام]

(٤) [بخاری (۷۲۵۷) کتاب أخبار الآحاد : باب ما جاء في إجازة خبر الواحد ' مسلم (۱۸٤۰) نسائی (۱۰۹/۷) ابو داود (۲٦۲۵) ابن حبان (٤٥٦۷) احمد (۸۲/۱)]

(٥) [السيل الجرار (٥٥٦/٤)]

دریافت کیا' کیا ہم ان سے لڑائی کریں آپ ﷺ نے فرمایا﴿ لا ' ما صلّو لا ' ما صلّوا ﴾ ''نہیں' جب تک وہ نماز کے نظام کو قائم رکھیں۔'' (۱)

(2) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمہارے بہترین امیر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان کے حق میں دعائیں کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعائیں کرتے ہیں اور تمہارے بدترین امیر وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے دشمنی رکھتے ہیں اور تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔ (راوی نے کہا) ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اُس وقت انہیں معزول نہ کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا﴿ لا ' ما أقاموا فيكم الصلاة ' لا ' ما أقاموا فيكم الصلاة ﴾ ''نہیں' جب تک کہ وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ نہیں' جب تک وہ تم میں اقامتِ صلاۃ کے فریضے پر کاربند رہیں۔'' خبردار! جس شخص پر کوئی امیر بنایا گیا اس نے امیر کو دیکھا کہ وہ کسی حد تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی کرنے کو کراہت سے دیکھے لیکن اپنا ہاتھ اس کی اطاعت سے نہ کھینچے۔'' (۲)

(3) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور تنگی و آسانی 'خوشی و ناخوشی (ہر حال) میں اطاعت کریں گے اور اگر ہم پر (کسی کو) ترجیح دی جائے گی تو بھی اطاعت کریں گے اور ہم ان لوگوں سے امارت نہیں چھینیں گے جو اس پر قابض ہوں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے' اللہ (کے احکامات کے بارے) میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿ وعلى أن لا ننازع الأمر أهله إلا أن تروا كفرا بواحا ' عندكم من الله فيه برهان ﴾ ''ہم امارت پر قابضوں سے امارت نہیں چھینیں گے البتہ جب ان میں ظاہر کفر دیکھیں گے اور اس میں اللہ کی جانب سے دلیل موجود ہوگی۔'' (۳)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ من رأى من أميره شيئا يكرهه فليصبر فإنه ليس أحد يفارق الجماعة شبرا فيموت إلا مات ميتة جاهلية ﴾ ''جو شخص اپنے امیر میں کوئی قابل کراہت بات دیکھے تو صبر سے کام لے اس لیے کہ جو شخص بھی جماعت (کے نظم) سے بالشت بھر الگ ہوا اور پھر اسی حالت میں فوت ہو گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (٤)

(5) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے اپنا ہاتھ امیر کی اطاعت سے کھینچ لیا وہ

---

(۱) [مسلم (۱۸۵٤) كتاب الإمارة : باب وجوب الإنكار على الأمراء فيما يخالف الشرع]

(۲) [مسلم (۱۸۵۵) كتاب الإمارة : باب خيار الأئمة وشرارهم]

(۳) [بخاری (۷۰۵۵ ' ۷۰۵٦) كتاب الفتن : باب قول النبی : سترون بعدی أمورا تنكرونها ' مسلم (۱۷۰۹)]

(٤) [بخاری (۷۰۵۳) أيضا ' مسلم (۱۸٤۹)]

قیامت کے دن اللہ کے ساتھ ملاقات کرے گا تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی ﴿ ومن مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة ﴾ ''اور جو شخص فوت ہوا اور اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (۱)

(6) حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أنه سیكون هنات وهنات فمن أراد أن یفرق أمر هذه الأمة وهی جمیع فاضربوه بالسیف كائنا من كان ﴾ ''مستقبل میں فتنے اور فسادات ہوں گے۔ پس جو شخص اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو اسے تلوار سے قتل کر دو چاہے کوئی بھی ہو۔'' (۲)

(7) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من حمل علینا السلاح فلیس منا ﴾ ''جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔'' (۳)

○ احادیث میں موجود '' امامت '' سے لغوی امامت مراد نہیں ہے جو ہر حکمران اور کسی بھی صفت سے اس کی پیروی کرنے والوں کو شامل ہو۔ بلکہ (اس سے) مراد خاص امامتِ شرعیہ ہے (یعنی تمام عرب و عجم کے مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہو)۔ (٤)

(جمہور) ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف بھی خروج درست نہیں جب تک وہ اقامتِ صلاۃ کا فریضہ سرانجام دیں۔ لیکن بعض اہل علم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی احادیث کی وجہ سے اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ احادیث عام ہیں اور مسئلہ امامت خاص ہے اس لیے عام و خاص کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے۔ (٥)

وَيَجِبُ الصَّبْرُ عَلٰى جَوْرِهِمْ وَبَذْلُ النَّصِيحَةِ لَهُمْ	ان کے ظلم پر صبر ❶ اور انہیں نصیحت کرنا لازم ہے۔ ❷

❶ گذشتہ مسئلے میں بیان کردہ احادیث اس پر بھی شاہد ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ من رأى من أمیره شیئا یكرهه فلیصبر...... ﴾ ''جو شخص اپنے امیر میں کوئی قابل کراہت بات دیکھے تو صبر سے کام لے اس لیے کہ جو شخص بھی جماعت (کے نظم) سے بالشت بھر بھی الگ ہوا اور پھر اسی حالت میں فوت ہو گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (٦)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء چلاتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین بن جاتا۔ بلاشبہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ البتہ بہت زیادہ خلفاء ہوں گے۔

(۱) [مسلم (۱۸۵۱) كتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن]
(۲) [مسلم (۱۸۵۲) كتاب الإمارة : باب حكم من فرق أمر المسلمين وهو مجتمع]
(۳) [بخاری (۷۰۷۰) كتاب الفتن : باب قول النبی من حمل علینا السلاح فلیس منا ' مسلم (۹۸)]
(٤) [السیل الجرار (٥٠٦/٤)]
(٥) [الروضة الندیة (۷۷۸/۲)]
(٦) [بخاری (۷۰٥۳) كتاب الفتن : باب قول النبی سترون بعدی أمورا تنكرونها]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پہلے خلیفہ' پھر پہلے کی بیعت کو پورا کرو یعنی ہر دور میں جس کی بیعت پہلے ہو ﴿ أعطوهم حقهم فإن الله سائلهم عما استرعاهم ﴾ ''ان کے حقوق پورے ادا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں ان کی رعایا کے بارے میں سوال کریں گے۔''(۱)

(3) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہارا کیا حال ہوگا جب میرے بعد کچھ امراء ایسے ہوں گے جو مال فیئ کو (اپنے لیے) خاص کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا پھر تلوار چلاتا رہوں گا حتی کہ میری آپ سے ملاقات ہو جائے گی (یعنی میں فوت ہو جاؤں گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ ہے کہ ﴿ تصبر حتى تلقاني ﴾ ''تو صبر کر حتی کہ تیری مجھ سے ملاقات ہو جائے۔''(۲)

(4) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ تسمع وتطيع وإن ضرب ظهرك وأخذ مالك فاسمع وأطع ﴾ ''تم سنو اور اطاعت کرو اگرچہ وہ (حکمران) تیری پیٹھ پر مارے اور تیرا مال چھین لے تم سنو اور اطاعت کرو۔''(۳)

(ابن حجرؒ) فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ سلطنت پر زبردستی قابض ہونے والے حکمران کی اطاعت اور اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنا واجب ہے اور بلا تردد اس کی اطاعت ہی اس کے خلاف خروج سے بہتر و اولیٰ ہے۔(٤)

❷ (1) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ الدين النصيحة ﴾ ''کہ دینِ اسلام وعظ و نصیحت کا نام ہے'' تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ نصیحت کا حق کس کے لیے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم ﴾ ''اللہ کے لیے' اس کی کتاب کے لیے' اس کے رسول کے لیے' مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔''(٥)

ائمہ کی خیر خواہی یہی ہے کہ حق کے معاملے میں ان کی اطاعت کی جائے' بلا وجہ ان کے خلاف خروج نہ کیا جائے اور جب وہ مشورہ طلب کریں تو ان کی حسب توفیق صحیح رہنمائی کی جائے۔

(۱) [بخاری (۳٤٥٥) کتاب أحاديث الأنبياء : باب ما ذكر عن بني اسرائيل ' مسلم (۱۸٤۲) ابن ماجة (۲۸۷۱) ابن حبان (٤٥٥٥) بیهقی (۱٤٤/۸) احمد (۲۹۷/۲)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۱۰۲۰) کتاب السنة : باب في الخوارج ' ابو داود (٤٧٥٩) احمد (۱۷۹/٥) عبدالله بن احمد (۱۸۰/٥)]

(۳) [مسلم (۱۸٤۷) کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كل حال ' احمد (۳۸٤/٥)]

(٤) [فتح الباری (٤٩٦/١٤)]

(٥) [مسلم (٥٥) کتاب الإيمان : باب بيان أن الدين النصيحة]

2) وہ تمام دلائل جن میں عمومی طور پر نصیحت و خیر خواہی کرنے کا ذکر ہے اس کی بھی تائید کرتے ہیں۔

وَعَلَيْهِمُ الذَّبُّ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَفُّ يَدِ الظَّالِمِ وَحِفْظُ ثُغُوْرِهِمْ وَتَدْبِيْرُهُمْ بِالشَّرْعِ فِي الْأَبْدَانِ وَالْأَدْيَانِ وَالْأَمْوَالِ وَتَفْرِيْقُ أَمْوَالِ اللّٰهِ فِيْ مَصَارِفِهَا وَعَدَمُ الْإِسْتِئْثَارِ بِمَا فَوْقَ الْكِفَايَةِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالْمُبَالَغَةُ فِيْ إِصْلَاحِ السِّيْرَةِ وَالسَّرِيْرَةِ	اور حکام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت کریں' ظالم کے ہاتھ کو روکیں' سرحدات کی حفاظت کریں' شریعت کے مطابق ان کے انفرادی' دینی اور مالی معاملات میں تصرف کریں' اللہ کے اموال کو ان کے (صحیح) مصارف پر خرچ کریں اور فرائض کی تکمیل کے علاوہ مزید خیر خواہی سے پیچھے نہ ہٹنا بھی ان پر لازم ہے اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح میں بے حد مبالغے سے کام لیں۔ ❶

❶ (1) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ ما من عبد يسترعيه الله ...عية يموت يوم يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة ﴾ "کوئی بھی بندہ جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا ...اکم بنا دے اسے جس دن موت آئے وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعیت کو دھوکا دینے والا ہو تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر ...یتا ہے۔" (١)

2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اللهم من ولي من أمر أمتي شيئا فرفق بهم ...ارفق به ﴾ "اے اللہ! جو کوئی میری اُمت کے معاملے میں کسی چیز کا والی و نگران بنے پھر وہ ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی ...ں کے ساتھ نرمی کر۔" (٢)

3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ ما من أمير يلي أمور المسلمين ثم لا يجتهد لهم ولا ينصح لهم إلا لم يدخل ...جنة ﴾ "جو امیر مسلمانوں کے معاملات کا نگران بنے پھر وہ ان کے لیے جدوجہد نہ کرے اور نہ ہی ان کی خیر خواہی کرے تو وہ ...نت میں داخل نہیں ہوگا۔" (٣)

4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ والإمام الذي على الناس راع وهو مسؤول ...ن رعيته ﴾ "لوگوں کا امیر ذمہ دار ہے' اس سے رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔" (٤)

5) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إن شر الرِّعَاء الحُطَمَةُ ﴾ "بدترین حکمران ...ہ ہیں جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔" (٥)

---

١) [بخاری (٧١٥٠' ٧١٥١) كتاب الأحكام : باب من استرعى رعية فلم ينصح' مسلم (١٤٢)]

٢) [مسلم (١٨٢٨) كتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل......]

٣) [مسلم (١٤٢) كتاب الإيمان : باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار]

٤) [بخاری (٧١٣٨) كتاب الأحكام : باب قول الله تعالى أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم]

٥) [مسلم (١٨٣٠) كتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل......]

متفرقات

898- کیا عورت حکمران بن سکتی ہے؟

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة﴾ ''وہ قوم ہرگز
یاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنے معاملات کا نگران عورت کو بنا لیا۔'' (۱)

خلافت راشدہ کے چالیس سالہ دور میں میدان سیاست میں عورت کی شمولیت کی صرف ایک مثال ملتی ہے اور وہ ہے
رت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جنگ جمل میں شمولیت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس اقدام کے متعلق ان کی طرف لکھا ﴿فإنك
رجت غاضبة لله ولرسوله تطلبين أمرا كان عليك موضوعا ما بال النسوة والحرب وإصلاح بين الناس﴾
پ اللہ اور اس کے رسول (کے احکام قصاص) کے لیے غضب ناک ہو کر ایک ایسے معاملے کے لیے نکلی ہیں جس کی ذمہ
ی سے آپ سبکدوش تھیں۔ بھلا عورتوں کا جنگ اور لوگوں میں مصالحت سے کیا تعلق ہے؟۔'' (۲)

) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اس جنگ میں غیر جانبدار تھے ان کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ رائے تھی ﴿إن بيت
ئشه خير لها من هودجها﴾ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ان کے لیے ہودج سے بہتر ہے۔'' (۳)

) عبداللہ بن احمد نے زوائد الزھد میں اور امام ابن منذر، امام ابن أبی شیبہ اور امام ابن السنی رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں
ں مسروق کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تلاوت قرآن کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچتیں ﴿وَقَرْنَ
ن بُيُوتِكُنَّ﴾ [الأحزاب : ۳۳] تو بے اختیار اپنی جنگ جمل میں شمولیت کی غلطی یاد کر کے رو پڑتیں حتی کہ دوپٹہ بھیگ
اتا تھا۔ (۴)

5) خواتین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل و دین کے اعتبار سے ناقص قرار دیا ہے۔ اس لیے بھی وہ حکومت و امارت کی
ہل نہیں۔ (۵)

899- چند مختصر مگر ضروری مسائل

○ حاکم وقت دربار کے علاوہ راہ چلتے بھی حل طلب مسئلے کا فیصلہ کر سکتا ہے جیسا کہ ﴿قضى يحيى بن يعمر في

(۱) [بخاری (٤٤٢٥) كتاب المغازی : باب كتاب النبی إلى كسرى وقيصر]
(۲) [الإمامة والسياسة لابن قتيبة (ص/۷۰)]
(۳) [الإمامة والسياسته لابن قتيبة (ص/٦١)]
(٤) [تفہیم القرآن از مولانا مودودی (٤/٩١)]
(٥) [بخاری (٣٠٤) كتاب الحيض : باب ترك الحائض الصوم]

الطريق ﴾ ''یحییٰ بن یعمرؒ نے راستے میں فیصلہ کیا۔'' اور ﴿ قضی الشعبی علی باب دارہ ﴾ ''امام شعبیؒ نے اپنے گھر کے دروازے پر فیصلہ کیا۔''(۱)

- جو حاکم اپنی رعایا پر مشقت ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس پر مشقت ڈال دیں گے۔(۲)
- عہدے میں چھوٹا امیر بھی قتل کا فیصلہ کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتد کے متعلق کہا ﴿ لا أجلس حتی أقتله ﴾ ''میں بیٹھوں گا نہیں حتی کہ اسے قتل کردوں۔''(۳)
- حاکم کسی مشہور معاملے کا فیصلہ اپنی رائے وعلم کے ساتھ بھی کرسکتا ہے جب کہ اسے تہمت وبدگمانی کا خطرہ نہ ہو۔(٤)
- حاکم وقت اپنے خطوط ودستاویزات کی تائید کے لیے مہر استعمال کرسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ﴿ فاتخذ النبی ﷺ خاتما من فضة ﴾ ''نبی ﷺ نے چاندی کی ایک مہر بنالی۔''(٥)
- فریقین کے مابین فیصلے کے دوران حاکم انہیں وعظ ونصیحت بھی کرسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جھگڑنے والوں سے کہا ﴿ لعل بعضکم أن یکون ألحن بحجته...... ﴾ ''شاید تمہارا بعض اپنی حجت کے ساتھ (اپنے ساتھی کی نسبت) زیادہ چرب زبان ہو..........''(٦)
- حاکم وقت کو چاہیے کہ کسی کی دی ہوئی دعوت نہ ٹھکرائے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ وأجیبوا الداعی ﴾ ''دعوت دینے والے (کی دعوت) کو قبول کرو۔''(۷)
- مردوں کے ساتھ خواتین بھی اسلامی خلیفہ کی بیعت کریں گی۔(۸)
- اگر حاکم مصلحت سمجھے تو وفات کے وقت شوریٰ کے مشورے سے کسی کو خلیفہ نامزد کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔(۹)
- حاکم کے چناؤ کے وقت سلیم الرائے کو ترجیح دی جائے جس کی مختلف معاملات میں اکثر جانبِ اصابت معروف ہو (یعنی

---

(۱) [بخاری (۷۱۵۳) کتاب الأحکام : باب القضاء والفتیا فی الطریق]
(۲) [بخاری (۷۱۵۲) کتاب الأحکام : باب من شاق شق الله علیه]
(۳) [بخاری (۱۷۵۷) کتاب الأحکام : باب الحاکم یحکم بالقتل علی من وجب علیه دون الإمام الذی فوقه]
(٤) [بخاری (۷۱٦۱) کتاب الأحکام : باب من رأی للقاضی أن یحکم بعلمه فی أمر الناس]
(٥) [بخاری (۷۱٦۲) کتاب الأحکام : باب الشهادة علی لخط المختوم وما یجوز من ذلك وما یضیق علیه]
(٦) [بخاری (۷۱٦۹) کتاب الأحکام : باب موعظة الإمام للخصوم]
(۷) [بخاری (۷۱۷۳) کتاب الأحکام : باب إجابة الحاکم الدعوة]
(۸) [بخاری (۷۲۱٤) کتاب الأحکام : باب بیعة النساء]
(۹) [بخاری (۷۲۱۸) کتاب الأحکام : باب الاستخلاف]

سب جانتے ہوں کہ یہ ہمیشہ صحیح فیصلہ کرتا ہے)۔(۱)

○ ایک اسلامی خلیفہ کی موجودگی میں کسی دوسرے کی بیعت نہیں کی جائے گی بلکہ دوسرے کے لیے شریعت میں قتل کا حکم موجود ہے لیکن جب دونوں کی ایک ہی وقت میں بیعت لی گئی ہو تو اہل حل وعقد پر لازم ہے کہ وہ دونوں کو پکڑیں اور جو زیادہ قابل ومناسب ہو اسے حکمران مقرر کر دیں۔(۲)

○ شیعہ امامیہ کے علاوہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خلیفہ کی تعیین' بیعت کے ساتھ یعنی اتفاق بین الامت کے ذریعے ہی تکمیل ہو سکتی ہے۔(۳)

900- خلفائے راشدین کے چناؤ کا طریقہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' اہل حل وعقد اور پھر تمام مسلمانوں نے ان کی بیعت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وفات سے قبل خود نامزد کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوری کو چھ آدمیوں میں سے ایک کے انتخاب کی پیش کش کی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چنا۔ وہ چھ افراد یہ ہیں حضرت علی' حضرت زبیر بن عوام' حضرت عبد الرحمن عوف' حضرت عثمان بن عفان' حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: چونکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایک عظیم فتنہ برپا تھا اس لیے کبار مہاجرین وانصار مدینہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت تو کر لی لیکن اہل شام وبنو امیہ نے آپ کی بیعت نہیں کی اس طرح آپ کی خلافت کو وہ اجماع واتفاق حاصل نہ ہو سکا جو سابقہ خلفاء کو حاصل ہوا۔(٤)

901- حاکم وقت شوری کے مشورے سے فیصلہ کرے

(1) ارشاد باری تعالی ہے کہ

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۵۹]

''آپ معاملات میں ان سے مشورہ کیجیے۔''

(2) ﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ [الشوری : ۳۸]

---

(۱) [السیل الجرار (٤/٥٠٩)]

(۲) [السیل الجرار (٤/٥١٢)]

(۳) [الفقه الإسلامی وأدلته (٦١٦٨/٨) مقدمة ابن خلدون (ص/١٧٤) الفصل (٢٩)]

(٤) [تاریخ طبری (١٩٩/٣) طبقات ابن سعد (١٧٩/٣) بخاری (٧/٥) تاریخ الإسلام السیاسی للدکتور حسن إبراهیم (٢٥٤/١) التمهید للباقلانی (ص/٢٠٨)]

''ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔''

(3) رسول اللہ ﷺ سے مختلف واقعات میں صحابہ سے مشورہ لینا ثابت ہے مثلاً:

(1) جنگ بدر سے پہلے (2) بدر کے قیدیوں کے متعلق (3) جنگ اُحد سے پہلے (مدینہ سے نکلا جائے یا نہیں)

(4) قصہ افک میں (5) بنوہوازن کی قیدی خواتین اور بچے واپس کرنے کے متعلق۔

پھر خلفاء بھی اسی نہج پر چلتے رہے۔(۱)

" الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف فقه الحديث وأساله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين "

[بقلم : حافظ عمران ایوب لاهوری]
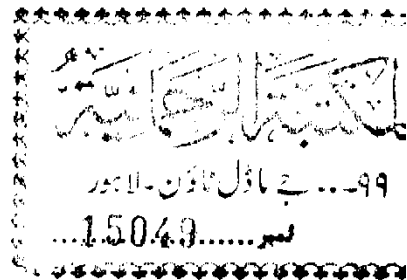
(۱) [الفقه الإسلامي وأدلته (۶۲۰۰۱/۸) تفسير ابن كثير (۲۸۷/۱) أدب الدنيا والدين للماوردى (ص/۴۹۶) سيرة ابن هشام (۲۵۳/۲) أحكام القرآن للجصاص (۴۰/۲) تفسير آلوسى (۱۰۷/۴)]

پانچ اہم دینی مسائل
عشرہ ذوالحجہ عیدین قربانی عقیقہ
اور نو مولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مع تخریج وتحقیق
☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
☆ عشرہ ذوالحجہ، عیدین، قربانی، عقیقہ اور نو مولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب وعجم کے علماء کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "ذبح کا اسلامی طریقہ" بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصائر کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تحفہ دی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر، ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تحفہ دینے والے کو یاد رکھے گا۔
☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہٰذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجئے۔
یہ کتاب مبلغ/65 روپے ذیلی ایڈریس پر ذریعہ منی آرڈر آرڈر روزانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک سٹال یا ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Ph: 7321865 E-Mail: nomania2000@hotmail.com

فقہ الحدیث
"فقہ الحدیث" کا مطلب ہے حدیث کی فقہ یعنی حدیثِ رسول سے اخذ کردہ احکام و مسائل۔
جب فقہائے مقلدین اور ان کے ہم نواؤں نے زیادہ بلند آہنگی سے محدثین کی فقاہت کو مورد طعن اور ہدف تنقید بنایا تو محدثین کی فکر کے حاملین نے احادیث کے مجموعوں کو سامنے رکھ کر تشریحی انداز سے احادیث سے اخذ کردہ مسائل و احکام پر کتابیں تالیف کرنی شروع کر دیں تاکہ فقہ الناس کے مقابلے میں فقہ الحدیث کی برتری قائم رہے۔
"الدرر البهية" امام شوکانیؒ کی فقہ پر مبنی مختصر کتاب ہے اور مختصر ہونے ہی کی وجہ سے بہت سے سلفی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اور اسی اختصار کی وجہ سے مدرسین کو اس کے پڑھانے میں اور طلبا کو اس کے سمجھنے میں بعض مقامات پر دقت پیش آتی ہے۔
عربی میں اس کی ایک مفصل شرح "الروضة الندية" کے نام سے موجود ہے لیکن اس تک رسائی ہر شخص کے لیے مشکل ہے' اردو دان حضرات کے لیے تو اس سے استفادہ یکسر ممکن نہیں ہے۔
انہی مشکلات کے پیش نظر حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ نے زیر نظر تالیف "فقہ الحدیث" تحریر فرمائی ہے جو امام شوکانیؒ کی کتاب (الدرر البهية) کی واحد اردو شرح ہے۔
یہ شرح اس لحاظ سے نہایت مفید ہے کہ اس کی عبارت کے حل و تفہیم کے ساتھ ساتھ احادیث کی تخریج و تحقیق' فقہی مذاہب و اقوال کا بیان اور ان میں دلائل کی رو سے راجح مذہب کی وضاحت بھی ہے۔
طلبائے علوم دینیہ اور اساتذۂ کرام کے علاوہ عام لوگوں کے لیے بھی یہ کتاب اس لحاظ سے نہایت اہمیت و افادیت کی حامل ہے کہ اس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہدایت و رہنمائی مل جاتی ہے۔
یہ صرف "الدرر البهية" کی شرح ہی نہیں ہے بلکہ فاضل مصنف کے اضافات نے اسے اسلامی ہدایات و تعلیمات کا ایک انسائیکلوپیڈیا بنا دیا ہے۔ جس پر وہ یقیناً تحسین و آفرین کے سزاوار اور زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔
حافظ صلاح الدین یوسف عفا اللہ عنہ
مدیر شعبہ تحقیق و تالیف دار السلام' لاہور